جلد سوم

عام فہم

درسِ قرآن

مؤلف

حضرت مولانا غیاث احمد رشادی صاحب

منبر و محراب فاؤنڈیشن انڈیا

نوٹ: مصنف کی جانب سے تحریری اجازت کے بعد اس کتاب کی اشاعت کی جا سکتی ہے۔

نام کتاب	:	**عام فہم درسِ قرآن** (جلد سوم)
نام مؤلف	:	مولانا غیاث احمد رشادی
صفحات	:	......۸۶۰......
تاریخ اشاعت جلد سوم	:	ماہِ مارچ ۲۰۲۲ء ماہِ شعبان ۱۴۴۳ھ
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
طابع وناشر	:	**رشادی پبلشرز**۔ مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد۔500036
جلد	:	(سوم)
کمپوزنگ		**عبدالسلام** (کمپیوٹر آپریٹر صفا بیت المال انڈیا)
قیمت	:	-/600 روپے
پتہ	:	**رشادی پبلشرز**
		متصل مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد۔500036
سیل نمبر	:	8019878784
ای میل	:	mmfi.info@gmail.com
ویب سائٹ	:	www.mmfi.info

مولانا غیاث احمد رشادی کی تمام تصنیفات کو اس ویب سائٹ پر دیکھئے:

www.payaamerashadi.org

ملنے کا پتہ

رشادی پبلشرز: متصل مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد۔500036

ویب سائٹ: **www.payaamerashadi.org**

سیل نمبر: **8019878784**

فہرست

عام فہم درسِ قرآن سے متعلق اکابر علماء کرام کے تاثرات کے اقتباسات

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا صغیر احمد خان رشادی صاحب دامت برکاتہم

امیر شریعت کرناٹک، مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم سبیل الرشاد، بنگلور

الحمدللہ، مولانا غیاث احمد صاحب رشادی جو نہایت جید عالمِ دین ہیں، کئی فنون پر عبور رکھتے ہیں، اللہ نے ان کو ہر فن میں گیرائی وگہرائی عطا فرمائی ہے، تقریر اور تحریر میں ایک خاص ملکہ رکھتے ہیں، ان کی بیسیوں تصنیفات اس پر دلالت کرتی ہیں اور تقریر بھی بہت پُر مغز اور تحقیقی ہوتی ہے، بے سند باتوں سے پاک۔ ان کی یہ کتاب ''عام فہم درسِ قرآن'' جو سلسلہ وار دروسِ قرآن کا مجموعہ ہے، بہت لاجواب ہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد جمال الرحمٰن مفتاحی صاحب دامت برکاتہم

صدر مجلس تحفظ ختم نبوت تلنگانہ وآندھرا وسرپرست منبر ومحراب فاؤنڈیشن انڈیا

بڑی خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ مولانا غیاث احمد رشادی صاحب نے ''عام فہم درسِ قرآن'' کو مرتب فرما کر شائع فرمانے کا ارادہ فرمایا ہے۔ کہیں کہیں سے دیکھا بہت مفید پایا ہے۔ مختصر درس ہونے کے سبب ہر گھر میں اس کے سننے سنانے کا اہتمام ہونا چاہئے۔

خطیبِ بے مثال حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم

ناظم جامعہ اشرف العلوم، حیدرآباد تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے دوست مولانا غیاث احمد رشادی زید فضلہ ماشاءاللہ اپنی رفاہی اور سماجی خدمات کے وسیع وعریض سلسلے کے باوجود تعلیمی وتبلیغی ذمہ داریوں کو بھی نبھاتے رہے ہیں۔ انہوں نے قرآنِ مجید سے عوام الناس کے بہ سہولت استفادہ کرنے کے لئے ایک سلسلہ شروع کیا تھا جسے اب کتابی شکل میں بھی مرتب کر کے مزید سہولت بہم پہنچادی ہے۔ میں نے اس تفسیر کو مختصراً ملاحظہ کیا اور اسے آسان عام فہم معتبر اور مؤثر پایا؛ حق تعالیٰ مولانا موصوف کو بہترین اجر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی صاحب مدظلہ

استاذ دارالعلوم حیدرآباد وخلیفہ حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی صاحب دامت برکاتہم

مؤلف کتاب مولانا غیاث احمد رشادی صاحب محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ ان کا کام ان کے نام سے زیادہ لوگوں میں متعارف ہے۔ لوگ انہیں ان کی ہمہ جہت خدمات کے حوالہ سے خوب جانتے ہیں۔ علمی کام اور انتظامی مصروفیات بہت کم ایک شخصیت میں جمع ہوتی ہیں، لیکن مولانا غیاث احمد رشادی صاحب ان دونوں کا حسین سنگم ہیں۔ ایک طرف صفا بیت المال جیسے کل ہند نوعیت کے بافیض ادارہ کے وہ صدر ہیں جس کی خدمات کا دائرہ پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ دوسری جانب وہ ایک کہنہ مشق مؤلف بھی ہیں جنہوں نے تاحال ایک سو سے زائد علمی واصلاحی کتابیں تحریر کی ہیں۔ انتظامی مصروفیات کے ساتھ وہ علمی کاموں کے لئے بھی خوب وقت نکالتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ جس طرح ان کے ادارے صفا بیت المال نے پورے ملک میں قبولیت حاصل کر لی ہے اسی طرح ان کا یہ تفسیری مجموعہ بھی قبولِ عام حاصل کرے گا۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محترم کے فیض کو عام وتمام فرمائے اور ان کی اس علمی کاوش کو ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

وجہ تالیف

الحمدلله الذی انزل علیٰ عبده الکتب والصلوٰة والسلام علیٰ من انزل علیه الکتاب

عام فہم درسِ قرآن کی پہلی جلد جو سورۂ فاتحہ تا سورۂ نساء ہے اور دوسری جلد جو سورۂ مائدہ تا سورۂ توبہ ہے، یہ دونوں جلدیں الحمدللہ منظرِ عام پر آ چکی تھیں، عوام وخواص نے ان دونوں جلدوں کو رغبت اور شوق سے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ ان دونوں جلدوں کی مقبولیت کا اندازہ اس وقت ہوا کہ یہ دونوں جلدیں جو دو ہزار کی تعداد میں شائع ہوئیں تقریباً یہ لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہیں۔ الحمدللہ، مساجد کے ائمۂ کرام نے اس کے مطالعہ کے بعد اپنی مساجد میں بعد نمازِ فجر یا عصر پڑھنے کا معمول بنالیا ہے۔ شہر حیدرآباد کی متعدد مساجد کے علاوہ اطراف واکناف کے تلنگانہ کے اضلاع کی متعدد مساجد میں بھی یہ پڑھی جارہی ہے۔ اس کے علاوہ کرناٹک، آندھراپردیش، مہاراشٹرا، بہار، اترپردیش اور آسام وغیرہ میں بھی عوام وخواص نے اس کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی اپنی مساجد میں نمازوں کے بعد اہتمام سے پڑھنے اور اپنے گھروں میں اس کی روزانہ تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے کیلئے منگوایا اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ حیدرآباد وسکندرآباد کے ۶۷ مکاتب میں یہ نصاب میں داخل ہے جس میں سولہ سو خواتین وطالبات زیرِ تعلیم ہیں۔ نیز مختلف اضلاع میں قائم مراکزِ نسوان میں بھی یہ پابندی سے پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے۔

عام فہم درسِ قرآن کی یہ تیسری جلد ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ الحمدللہ، سورۂ یونس تا سورۃ الکہف کا احاطہ اس جلد میں ہوا ہے۔ اس طرح اب تک عام فہم درسِ قرآن کی تین جلدیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں اور چوتھی جلد بھی چھ ماہ سے پہلے ان شاءاللہ منظرِ عام پر آ جائے گی جو سورۂ مریم تا سورۃ العنکبوت ہے۔ اس کے علاوہ مزید جلدیں ہیں جو بالتدریج منظرِ عام پر آئیں گی۔ اس طرح چھ جلدوں میں عام فہم درسِ قرآن مکمل ہوگی اور میری زندگی کی ایک اہم ترین اور بڑی تمنا کی تکمیل ہوگی۔ قرآنِ مجید سے متعلق یہ کام میری زندگی کا انمول سرمایہ ہے۔ قرآنِ مجید کی یہ تفسیر لکھتے ہوئے خاص قسم کی فرحت وشادمانی اور سکون وراحت کا جو احساس پیدا ہوتا ہے وہ قابلِ فہم مگر ناقابلِ بیان ہوتا ہے۔ اس سے خاص قسم کا سرور نصیب ہوتا ہے۔ الحمدللّٰہ الذی وفقنی هذا التوفیق

الحمدللہ، یوٹیوب اور واٹس ایپ پر روزانہ دو یا تین آیات کی ترتیب پر جو تفسیر عوام تک پہنچ رہی ہے، سینکڑوں لوگ بڑی دلچسپی سے یہ تفسیر سماعت کررہے ہیں اور جہاں بھی سفر ہوتا ہے لوگ اس سے اپنی دلچسپی اور افادیت کا اظہار کررہے ہیں۔ یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اس سلسلہ کو قبولیت کا درجہ عطا فرمایا۔

تادمِ تحریر ۱۴۰۰ دروس کی تکمیل ہو چکی ہے اور تقریباً اٹھارہ پارے مکمل ہو چکے ہیں۔۔اللہ کرے کہ یہ سلسلہ بھی پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے اور قرآنِ مجید سے میرا یہ رشتہ تادمِ زیست قائم و دائم رہے۔آمین

میں محترم ڈاکٹر امجد حسین صاحب کا ممنون و مشکور ہوں کہ جن کی حوصلہ افزائی سے عام فہم درسِ قرآن کی اشاعت کا یہ سلسلہ تیزی سے جاری ہے اور موصوف پینتیس سال سے تقریباً دینی و علمی کاموں میں میری حوصلہ افزائی جاری رکھے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ڈاکٹر امجد حسین صاحب کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور انہیں دنیا اور آخرت میں اس حوصلہ افزائی کا اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے۔آمین

عام فہم درسِ قرآن کی تالیف میں حد درجہ کوشش کی گئی ہے کہ اس میں لفظی یا معنوی کوئی خامی یا غلطی نہ رہے، مگر انسان خطا کا پتلا ہے اور مجھ جیسے ناقص العلم سے اس کا امکان اور زیادہ ہی ہے، اس لئے قارئین سے التماس ہے کہ اس میں جہاں کہیں کوئی خامی یا غلطی محسوس کریں ضرور مطلع فرمائیں۔آپ کی نشاندہی پر اگلے ایڈیشن میں تصحیح کر لی جائے گی اور آپ عنداللہ ماجور و عندنا مشکور ہوں گے۔

مجھے امید ہے کہ میرا پروردگار میری اس کوشش کو میری مغفرت اور درجات کی بلندی کا ذریعہ بنائے گا۔اللہ تعالیٰ ایمان اور صحت و سلامتی کے ساتھ میرا اور میرے تمام افرادِ خاندان اور معاونین کا ایمان پر خاتمہ فرمادے۔آمین

عاجز و عاصی

خادمِ قرآن

غیاث احمد رشادی

عام فہم درسِ قرآن کی یہ خصوصیات ہیں:

۱۔ایک درس میں عموماً ایک آیت یا دو آیتیں یا تین آیتیں لی گئی ہیں۔
۲۔سورۂ فاتحہ سے تسلسل کے ساتھ سورۂ ناس تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔
۳۔ ہر آیت میں موجودہ تمام الفاظ کا لفظی ترجمہ بھی لکھا گیا ہے تا کہ استفادہ کرنے والے کو ہر لفظ کا ترجمہ بھی واضح طور پر معلوم ہو۔
۴۔لفظی ترجمہ کے بعد ترجمہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔
۵۔درس میں جتنی آیتیں لی گئی ہیں ان آیتوں میں کتنی باتیں بتلائی گئی ہیں نمبروار ان باتوں کو واضح انداز میں تحریر کیا گیا ہے تا کہ استفادہ کرنے والے کو احکامِ اِلٰہی واضح طور پر معلوم ہو جائیں۔
۶۔آیتوں کی تشریح عام فہم انداز اور آسان زبان میں کی گئی ہے۔
۷۔تفسیر وتشریح میں علمی دقائق اور پیچیدہ اختلافی اقوال سے گریز کیا گیا ہے۔اس دور میں قاری کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ ان تمام اختلافی امور میں غور کرے۔
۸۔جن آیتوں کی تشریح کی جارہی ہے ان آیات سے متعلقہ موضوع والی آیتیں جو قرآنِ مجید میں دوسری جگہ موجود ہیں عموماً ایک دو آیتوں کو ترجمہ اور حوالہ کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے تا کہ اس آیت کے سمجھنے میں قاری کو آسانی ہو اور مضمون بھی واضح ہو۔
۹۔ہر درس کے آخر میں یا جہاں مناسب ہو درمیان ہی میں اس آیت سے ملنے والے سبق کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔
۱۰۔بعض ایسی آیتیں جن کا تعلق اقوام واحوال سے ہے وہاں ہمارے ملک بھارت کے مسلمانوں کو کچھ مفید اور اہم باتیں بتلادی گئی ہیں،مطالعہ کے دوران قاری کو اس کا علم واحساس ہوگا۔

سورۂ یونس مَكِّيَّةٌ

یہ سورت گیارہ رکوع اور ایک سو نو آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر: ۸۶۳﴾ ## حضور ﷺ کی بعثت پر کافروں کو تعجب کیوں؟ ﴿یونس: ۱-۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: الٓرٰ الٓرٰ تِلْكَ یہ آيَاتُ آیتیں ہیں الْكِتَابِ کتاب الْحَكِيْمِ حکیم کی O أَ كَانَ کیا ہے لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے عَجَباً تعجب (کی بات) اَنْ اَوْحَيْنَآ کہ ہم نے وحی کی اِلٰى رَجُلٍ ایک آدمی کی طرف مِّنْهُمْ ان میں سے اَنْ اَنْذِرِ کہ آپ ڈرائیں النَّاسَ لوگوں کو وَبَشِّرِ اور خوشخبری دیں الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو اٰمَنُوْٓا ایمان لائے (اس بات کی کہ) أَنَّ بےشک لَهُمْ ان کے لیے ہے قَدَمَ صِدْقٍ مرتبہ سچائی کا عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس قَالَ الْكٰفِرُوْنَ کافروں نے کہا إِنَّ بلاشبہ هٰذَا یہ (شخص تو) لَسَاحِرٌ یقیناً جادوگر ہے مُّبِيْنٌ ظاہر

ترجمہ: الٓرٰ۔ یہ بڑی دانائی کی کتاب کی آیتیں ہیں O کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک مرد کو بھیجا کہ لوگوں کو ڈر سنا دو اور ایمان لانے والوں کو خوشخبری دے دو کہ اُن کے رب کے ہاں اُن کا سچا درجہ ہے (ایسے شخص کی نسبت) کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگر ہے۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۂ یونس کی تلاوت کی اسے ان لوگوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے جس نے یونس علیہ السلام کی تصدیق کی اور جس نے انہیں جھٹلایا اور جو فرعون کے ساتھ غرق ہو گئے۔ (اللباب فی علوم الکتاب، ج:۱۰، ص:۴۲۵) ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے سورۂ یونس کی تلاوت کی اللہ اسکے رزق میں کشادگی کر دے گا۔ (الاشارات فی علم العبارات، ص:۶۲۴) ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جس نے سورۂ یونس کی تلاوت کی اسکی عبادت اچھی ہوگی اور اسے کوئی مکر وسحر نقصان نہیں دے گا۔ (تفسیر الاحلام الکبیر۔ ج،۱۔ ص،۳۵)

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ آیتیں حکمت سے بھری کتاب کی آیتیں ہیں۔

۲۔ حضور ﷺ کی بعثت پر مشرکین کو تعجب کیوں ہے؟

۳۔کافروں کا حضور ﷺ پر الزام کہ آپ کھلے جادوگر ہیں۔

سورۂ یونس کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو کتابِ حکیم یعنی حکمت بھری کتاب کا خطاب دیا ہے۔ مفسرینِ کرام نے یہاں حکیم کے دو معنی بیان کئے ہیں۔ پہلا معنی یہ کہ یہ حکمت والی کتاب ہے۔ دوسرا معنی یہ کہ یہ محکم کتاب ہے اور محکم کے دو معنی آتے ہیں، ایک یہ کہ یہ کتاب مضبوط ہے اور دوسرے یہ کہ یہ نا قابلِ منسوخ کتاب ہے۔

دوسری بات یہ بیان کی گئی کہ کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک آدمی کی جانب اس بات کی وحی بھیجی کہ وہ لوگوں کو ڈرائیں؟ یعنی ان لوگوں کو ڈرائیں جو کفر اور شرک میں مبتلا ہیں اور ان لوگوں کو خوشخبری دیں جو ایمان لے آئے کہ ان کیلئے اپنے رب کے یہاں بڑا مرتبہ اور درجہ ہے۔ سورۂ ص کی آیت نمبر ۴ میں بھی اسی قسم کا مضمون اس طرح ہے: وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۫ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ اور کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان ہی میں سے ایک انہیں ڈرانے والا آ گیا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ سورۂ ق کی آیت نمبر ۲ میں بھی یہ بات یوں بتلائی گئی: بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ بلکہ انہیں تعجب معلوم ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک آگاہ کرنے والا آیا تو کافروں نے کہا کہ یہ ایک عجیب چیز ہے۔

اس آیت میں ''النّاس'' (لوگ) کہا گیا ہے۔ اس سے مراد عرب کے کافر ہیں اور خاص کر مکہ کے وہ کافر جنہوں نے حضور ﷺ کا انکار کیا اور جھٹلایا اور آپ ﷺ کی بعثت پر جنہیں تعجب ہوا، حالانکہ اس میں تعجب کی کوئی بات ہی نہیں تھی۔ یہاں سوالیہ انداز اختیار فرما کر اللہ تعالیٰ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر ہم حضور ﷺ کو بشیر و نذیر بنا کر اس دنیا میں بھیجتے ہیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

تیسری بات یہاں یہ کہی گئی کہ مکہ کے مشرکین و کفار نے آپ ﷺ کے بارے میں حقیقت سے بالکل دور بات منسوب کر دی کہ آپ کھلے جادوگر ہیں، حالانکہ آپ ﷺ کی ذات سے جادو کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ عرب کے کافروں اور مشرکوں نے حضور ﷺ کو جادوگر اس لئے کہا تھا کہ وہ قرآنِ کریم جیسی معجزہ والی کتاب سے متاثر تھے۔ قرآنِ مجید کی فصاحت و بلاغت ان کے سامنے آئی تو وہ سمجھنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے، حالانکہ یہ تو اللہ کا کلام ہے۔

چھ دن میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش

﴿درس نمبر:۸۶۴﴾ ﴿یونس:۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ بے شک رَبَّكُمُ تمہارا رب اللّٰهُ اللہ ہے الَّذِيْ وہ جس نے خَلَقَ پیدا کیا السَّمَاوَاتِ آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین (کو) فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ پھر اسْتَوٰى وہ مستوی ہو گیا عَلَى

الْعَرْشِ عرش پر یُدَبِّرُ وہ تدبیر کرتا ہے الْاَمْرَ (ہر) کام کی مَا مِنْ شَفِیْعٍ نہیں ہے کوئی سفارشی اِلَّا مگر مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ اس کی اجازت کے بعد ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یہی ہے اللہ رَبُّكُمْ تمہارا رب فَاعْبُدُوْهُ سو تم اسی کی عبادت کرو اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

ترجمہ: تمہارا رب تو اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش (عظیم) پر قائم ہوا، وہی ہر ایک کام کا انتظام کرتا ہے، کوئی (اُس کے پاس) اُس کی اِجازت حاصل کئے بغیر (کسی کی) سفارش نہیں کرسکتا یہی اللہ تمہارا رب ہے تم اُسی کی عبادت کرو بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے؟

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بے شک تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا

۲۔ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی فرما کر ہر چیز کا انتظام کرتا ہے۔

۳۔ وہی ہر ایک کام کا انتظام کرتا ہے۔

۴۔ اللہ کے پاس اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کرسکتا۔

۵۔ اللہ ہی سب کا رب ہے، اسی کی عبادت کرنا چاہیۓ۔

پہلی بات یہاں یہ کہی گئی کہ تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔ لیکن ہمارے پاس دن اس وقت کو کہا جاتا ہے جو سورج کے طلوع ہونے سے غروب ہونے تک ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آسمان اور زمین اور ستاروں کے پیدا ہونے سے پہلے سورج کا وجود ہی نہیں تھا، جب سورج ہی نہیں تو پھر دن رات کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اس لئے یہاں چھ دن سے مراد دن اور رات نہیں بلکہ آفتاب کے طلوع و غروب کے درمیان جس قدر وقت ہوتا ہے اس وقت کی مقدار مراد ہے۔ گویا چھ دن کے مقدارِ وقت میں آسمان اور زمین کی پیدائش ہوئی۔ صرف چھ دن کے اس مختصر سے وقفہ میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش اسی رب ذوالجلال کی قدرت و طاقت سے ہوسکتا ہے، ورنہ ایک انسان چھ دن میں ایک گھر بھی تعمیر نہیں کرسکتا۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۴ میں بھی آسمان و زمین کے چھ دن میں پیدا کئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا ہے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۷، سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۵۹، سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۴ اور سورۂ حدید کی آیت نمبر ۴ میں بھی زمین و آسمان کے چھ دن میں پیدا کئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوسری بات یہاں یہ بیان کی گئی کہ پھر اللہ عرش پر قائم ہوا۔ یہاں رحمٰن کے عرش کی بات جو کہی گئی ہے یہ عرش اللہ کی ایک ایسی مخلوق ہے جو تمام آسمانوں اور زمین اور تمام کائنات پر محیط ہے۔ گویا سارا جہاں اس کے اندر سمایا ہوا

ہے۔ہم اور ہماری طاقت رب ذوالجلال کے بنائے ہوئے سیاروں تک نہیں پہنچ سکتی تو اس کے عرش تک کیا پہنچ پائے گئی؟ اِسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ایک مستقل بحث ہے،جس کو آپ اپنے مطالعہ سے معلوم کرلیں۔اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوکر دنیا جہاں کے سارے نظام کو اپنے دستِ قدرت سے چلارہے ہیں۔

تیسری بات یہ بتلائی گئی کہ دنیا جہاں کے جتنے امور ہیں ان سب کی تدبیر اللہ تعالیٰ ہی کررہے ہیں۔سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۵ میں مزید وضاحت کی گئی: يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الۡاَرۡضِ وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ قیامت کے دن کوئی بھی شخص اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کرنے کی ہمت نہیں کرسکے گا۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ میں کہا گیا: مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کرسکے۔

پانچویں بات یہ کہ اللہ ہی ہم سب کا رب ہے۔ہمیں اسی کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے: ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ وہی تمہارا اللہ ہے جو تمہارا رب ہے،اسی کی عبادت کرو۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۱ میں بھی کہا گیا: اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ یقیناً میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے تم اسی کی عبادت کرو۔

﴿درس نمبر:۸۶۵﴾ ایمان اور عملِ صالح اختیار کرنے والوں کو پورا بدلہ ملے گا ﴿یونس:۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِلَيۡهِ مَرۡجِعُكُمۡ جَمِيۡعًا ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبۡدَؤُا الۡخَـلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالۡقِسۡطِ ؕ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِيۡمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيۡمٌۢ بِمَا كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِلَيۡهِ اسی کی طرف مَرۡجِعُكُمۡ جَمِيۡعًا لوٹ کر جانا ہے تم سب کو وَعۡدَ اللّٰهِ وعدہ ہے اللہ کا حَقًّا سچا اِنَّهٗ بلاشبہ وہی يَبۡدَؤُا پہلی بار پیدا کرتا ہے الۡخَلۡقَ مخلوق کو ثُمَّ پھر يُعِيۡدُهٗ وہی دوبارہ زندہ کرے گا اس کو لِيَجۡزِىَ تاکہ وہ جزا دے الَّذِيۡنَ ان لوگوں کو جو اٰمَنُوۡا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کیے بِالۡقِسۡطِ انصاف کے ساتھ وَالَّذِيۡنَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوۡا کفر کیا لَهُمۡ ان کیلئے شَرَابٌ پینا ہوگا مِّنۡ حَمِيۡمٍ کھولتے ہوئے پانی سے وَعَذَابٌ اور عذاب ہوگا أَلِيۡمٌ دردناک بِمَا بہ سبب اس کے جو كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ وہ کفر کرتے تھے

ترجمہ: اُسی کے پاس تم سب کو لوٹ کر جانا ہے،اللہ کا وعدہ سچا ہے،وہی خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اُس کو دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو انصاف کیساتھ بدلہ دے اور جو کافر ہیں اُن کیلئے پینے کو نہایت گرم پانی اور دردناک عذاب ہوگا کیونکہ وہ (اللہ کا) انکار کرتے تھے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانچ باتیں بیان کی ہیں:

۱۔تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۲۔اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔

۳۔وہی مخلوق کو پہلی مرتبہ بھی پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرتا ہے۔

۴۔دوبارہ اللہ ہم سب کو اس لئے پیدا کرتا ہے تاکہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے۔

۵۔کافروں کا انجام بیان کیا گیا کہ ان کے لئے کھولتے ہوئے پانی کا مشروب اور دُکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

یہ پانچ باتیں جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں ان میں کوئی بات تفسیر طلب تو نہیں ہے، ساری باتیں واضح ہیں۔البتہ ایک مومن و مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنی زندگی اس یقین سے گزارے کہ اس دنیا میں انہیں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔کون ہمیشہ رہا ہے جو ہم ہمیشہ رہیں گے؟ دنیا کو قائم ہوئے اور انسان کو اس پر قدم جمائے ہوئے ہزاروں برس گزر گئے، یکے بعد دیگرے لوگ آئے اور گئے۔آج سے پانچ سو سال پہلے جو پیدا ہوئے تھے ان میں سے آج ایک بھی زندہ نہیں ہے۔ہم اس یقین اور احساس کے ساتھ زندگی گزاریں کہ ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر یہ حقیقت بتلائی گئی ہے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ اور ۸۳، سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۸ اور ۱۰۵، سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۳۶، ۶۰، ۱۰۸ اور ۱۶۴ میں یہ حقیقت بتلادی گئی ہے کہ تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔یہ یقین بھی دل میں رہے کہ اللہ کے وعدے جھوٹے نہیں ہوتے، اس کا ہر وعدہ سچا ہی ہوتا ہے۔

سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۲۲ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی کہ **وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلاً** اللہ کا وعدہ سراسر سچا ہے اور کون ہے جو اپنی بات میں اللہ سے زیادہ سچا ہو؟ ہم اپنی پہلی پیدائش کو تو بار بار یاد کرتے ہیں کہ ہماری تاریخ پیدائش کیا ہے؟ حقیقی عقلمند اس دن کو زیادہ یاد کرے کہ مستقبل میں ہم سب کو دوبارہ اللہ تعالیٰ اس لئے پیدا کریں گے تاکہ دنیا میں جو کچھ ہم نے ایمان کے ساتھ نیک عمل کیا ہے اس کا بدلہ ہم کو ملے۔اللہ تعالیٰ انصاف کے ساتھ ہمارے ایمان کا اور ہمارے نیک اعمال کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائیں گے۔شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کفر و شرک سے بچایا، ورنہ اس کفر کا انجام یہ ہوگا کہ کھولتا ہوا پانی بطور مشروب پیش کیا جائے گا۔اتنا ہی نہیں دکھ دینے والا بھاری عذاب بھی ہوگا۔سورۃ الحج کی آیت نمبر ۱۹ میں کافروں کیلئے جو دردناک عذاب ہوگا اس کی وضاحت کی گئی ہے: **فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ** اب جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے اُن کے لئے آگ کے کپڑے تراشے جائیں گے۔اُن کے سروں کے اُوپر سے کھولتا ہوا پانی چھوڑا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کے تصور کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر:۸۶۶

سورج اور چاند کی منزلیں مقرر ہیں

یونس:۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هُوَ وہی ہے (اللہ) الَّذِیْ جس نے جَعَلَ بنایا الشَّمْسَ سورج کو ضِيَآءً چمک (والا) وَالْقَمَرَ اور چاند کو نُوْرًا نور (والا) وَّقَدَّرَهٗ اور اس نے مقرر کیں اس کی مَنَازِلَ منزلیں لِتَعْلَمُوْا تاکہ تم معلوم کرلو عَدَدَ گنتی السِّنِيْنَ سالوں کی وَالْحِسَابَ اور حساب (بھی) مَا خَلَقَ اللّٰهُ اللہ نے پیدا نہیں کیا ذٰلِكَ یہ (سب کچھ) اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ يُفَصِّلُ وہ تفصیل سے بیان کرتا ہے الْاٰيٰتِ (اپنی) آیتیں لِقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے جو يَّعْلَمُوْنَ جانتے ہیں

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو یہ (سب کچھ) اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے سمجھنے والوں کیلئے وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار باتیں بیان کی ہیں:

۱۔ سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا۔

۲۔ سورج اور چاند کی منزلیں مقرر کردیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی یہ چیزیں بے کار پیدا نہیں کیں۔

۴۔ دانشمندوں کیلئے اللہ تعالیٰ واضح طریقہ سے دلائل بیان کرتے ہیں۔

پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے سورج کو روشنی کا ذریعہ بنادیا اور چاند کو باعثِ نور بنادیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سورج کیلئے لفظ ''ضیاء'' اور چاند کیلئے لفظ ''نور'' استعمال فرمایا۔ مفسرین نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ ضیاء بڑی اور قوی روشنی کو کہتے ہیں اور نور قوی اور کمزور دونوں قسم کی روشنی کیلئے بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو قوی اور طاقتور ایسی روشنی دی کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو رات چلی جاتی ہے اور دن آجاتا ہے۔ سورج کو زیادہ روشن کرنے میں حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ اس روشنی میں انسان چلتا پھرتا ہے اور کاروبار و ملازمت کرتا ہے۔ چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے کم رکھی گئی، جس میں ایک خاص قسم کی نورانیت اور ٹھنڈک ہے، جس سے سکون اور راحت نصیب ہوتی ہے۔ دن بھی رحمت ہے اور رات بھی رحمت ہے۔ چنانچہ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۷۳ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ''اس کی ایک رحمت

یہ بھی ہے کہ اس نے دن بنایا اور رات بنائی تا کہ اس میں آرام کرو اور تا کہ تم اللہ کے رزق کو تلاش کرو۔'' آرام اور سکون کیلئے دھیمی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے چاند کو کمزور روشنی عطا فرمائی۔

دوسری بات اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی کہ وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ اور اس کیلئے منزلیں مقرر کر دیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند دونوں کی رفتار کیلئے منزلیں مقرر فرمائی ہیں۔ انہی منزلوں کو یہ دونوں طئے کرتے ہیں اور ان کے لئے حدود مقرر کر دیئے ہیں۔ ان حدود سے آگے یہ دونوں نہیں نکل سکتے۔ لوگ سال اور مہینہ اور دن کا سارا حساب اسی سورج اور چاند سے معلوم کرتے ہیں۔ ہم شمسی اور قمری دونوں تاریخوں کا حساب رکھتے ہیں، جس کو انگریزی اور ہجری تاریخ کہتے ہیں۔ سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۴۰ میں یوں کہا گیا: لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ نہ سورج کی یہ مجال کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔ سورۂ نوح کی آیت نمبر ۱۶ میں کہا گیا: وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اور ان میں چاند کو خوب جگمگاتا بنایا ہے اور سورج کو روشن چراغ بنایا ہے۔

تیسری بات اللہ تعالیٰ نے یہ بتلائی کہ یہ ساری چیزیں یونہی بے کار پیدا نہیں کی گئی ہیں، بلکہ ہر چیز کی پیدائش حکمت کے ساتھ ہوئی ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۱ میں بھی یہ بات کہی گئی: رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ سب کچھ بے فائدہ نہیں بنایا۔

چوتھی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ دانشمندوں اور سمجھداروں کیلئے باتیں کھول کھول کر دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ اس کی قدرت و طاقت کو سمجھیں اور اس کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵۵ میں بھی یہ بات بتلائی گئی: وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ اور اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں۔

﴿درس نمبر: ۸۶۷﴾ ﴿یونس: ۶۔۷۔۸﴾

دن اور رات کی تبدیلی قدرت کی نشانی

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ بلاشبہ فِيْ اخْتِلَافِ (بدل بدل کر) آنے جانے میں الَّيْلِ رات وَالنَّهَارِ اور دن کے وَمَا اور (اس میں بھی) جو کچھ خَلَقَ اللّٰهُ اللہ نے پیدا کیا فِي السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں لَاٰيٰتٍ یقیناً بڑی نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يَّتَّقُوْنَ جو ڈرتے ہیں O اِنَّ بے شک الَّذِيْنَ وہ لوگ جو

لَا یَرْجُوْنَ نہیں امید رکھتے لِقَآءَ نَا ہماری ملاقات کی وَرَضُوْا اور وہ راضی ہیں بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگانی کے ساتھ وَاطْمَاَنُّوْا اور وہ مطمئن ہیں بِھَا اسی کے ساتھ وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ کہ ھُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا وہ ہماری آیتوں سے غٰفِلُوْنَ غافل ہیںO اُولٰٓئِکَ یہ لوگ مَاْوٰھُمُ ان کا ٹھکانا النَّارُ آگ ہے بِمَا بہ سبب اس کے جو کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے

ترجمہ: رات اور دن کے (ایک دوسرے کے پیچھے) آنے جانے میں اور جو چیزیں اللہ نے آسمان اور زمین میں پیدا کی ہیں (سب میں) ڈرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیںO جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور دنیا کی زندگی سے خوش اور اُسی پر مطمئن ہو بیٹھے ہیں اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیںO اُن کا ٹھکانہ اُن (اعمال) کے سبب جو وہ کرتے ہیں دوزخ ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں تین باتیں بیان کی ہیں:

۱۔ رات اور دن کے آنے جانے میں اور جو چیزیں اللہ نے آسمان اور زمین میں پیدا کی ہیں سب میں ڈرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں

۲۔ جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور دنیا کی زندگی سے خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے ہیں اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں

۳۔ ان کا ٹھکانہ ان کے اعمال کے سبب جو وہ کرتے ہیں دوزخ ہے

پہلی بات یہ کہ قدرت نے جو نظام بنایا ہے کہ دن کے بعد رات آتی ہے اور رات کے گزر جانے کے بعد دن آتا ہے اور یہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے اس پورے نظام میں ان لوگوں کیلئے دلائل ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک قسم کے وہ لوگ ہیں جن کو اللہ کے وجود کا یقین نہیں ہے اور نہ ان کے دلوں میں اللہ کی حقیقت اب تک پہنچی ہے۔ وہ برسوں سے زمین اور آسمان، سورج اور چاند، ستارے اور سیارے، دن اور رات، سمندر اور پہاڑ، شجر اور حجر، جمادات و نباتات، حشرات الارض و چرند و پرند سب کچھ دیکھ رہے ہیں، مگر ان کا دل و دماغ ان چیزوں کے خالق تک نہیں پہنچ پایا۔ وہ ابھی تک منزل تک نہیں پہنچ پائے بلکہ راستے ہی میں بھٹک رہے ہیں، یہ محروم قسم کے بدقسمت و بد بخت لوگ ہیں۔ دوسرے قسم کے وہ خوش نصیب لوگ ہیں جو قدرت کی پیدا کی ہوئی ہر چیز پر غور و فکر کرتے ہیں اور دن کو رات میں اور رات کو دن میں بدلتے ہوئے دیکھتے ہیں تو انہیں اس دن اور رات کے خالق کی یاد آجاتی ہے۔ وہ اسی وقت اس منزل تک پہنچ جاتے ہیں اور اللہ کے ایک ہونے کا یقین اپنے دل میں پیدا کر لیتے ہیں اور اس رب ذوالجلال کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ یہی وہ خوش نصیب اور نیک بخت لوگ ہیں جنہوں نے اپنے معبودِ حقیقی اور خالقِ حقیقی کو پہچان لیا۔ سورۂ آل عمرآن کی آیت نمبر ۱۹۰ میں آسمان و زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی تبدیلی کو عقلمندوں کیلئے نشانی قرار دیا گیا: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور دن اور رات کی تبدیلی میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔

دوسری بات اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کی کہ جو لوگ اس دنیا میں ایسی بے حسی کی زندگی گزارتے ہیں کہ اپنے حقیقی خالق سے مرنے کے بعد ملاقات کی امید ہی نہیں رکھتے اور جو دنیا میں جیتے جیتے دنیا ہی کے ہو گئے اور دنیوی زندگی ہی پر راضی اور خوش ہو گئے اور اس دنیوی زندگی پر مطمئن بھی ہو گئے اور جو اللہ کی آیتوں سے غافل بن کر زندگی گزار رہے ہیں، ان کا انجام اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ یہ ٹھکانہ انہیں ان کے کرتوتوں، جرائم اور ان کی غفلت ولاپرواہی کی وجہ سے دیا جا رہا ہے۔ مرنے کے بعد اپنے حقیقی رب سے ملاقات کا یقین ہمارے ایمان کا ایک حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اپنی نشانیوں کی تفصیلات اسی لئے بیان کی ہیں تا کہ اپنے رب سے ملاقات کا یقین پیدا ہو جائے۔ چنانچہ سورۂ رعد کی آیت نمبر ۲ میں یہی بات کہی گئی: يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ وہ اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۵ میں یوں کہا گیا: مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ جسے اللہ کی ملاقات کا یقین ہو تو اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت یقیناً آنے والا ہے۔

﴿درس نمبر: ۸۶۸﴾ ایمان اور اعمالِ صالحہ اختیار کرنے والوں کا نیک انجام ﴿یونس: ۹-۱۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بے شک الَّذِيْنَ وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کیے الصَّالِحَاتِ نیک يَهْدِيْهِمْ رہنمائی کرے گا ان کی رَبُّهُمْ ان کا رب (جنت کی طرف) بِإِيْمَانِهِمْ بوجہ ان کے ایمان کے تَجْرِيْ بہتی ہوں گی مِن تَحْتِهِمُ ان کے نیچے الْأَنْهَارُ نہریں فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ نعمتوں والے باغات میں ۝ دَعْوَاهُمْ ان کا پکارنا ہوگا فِيْهَا ان میں سُبْحَانَكَ پاک ہے تو اللَّهُمَّ اے اللہ! وَتَحِيَّتُهُمْ اور ان کی دعا ہوگی فِيْهَا ان میں سَلَامٌ سلام وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اور ان کی آخری پکار ہوگی اَنِ الْحَمْدُ کہ تمام تعریفیں لِلّٰهِ اللہ ہی کے لیے ہیں رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا

ترجمہ: (اور) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اُن کو اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان کی وجہ سے (ایسے محلوں کی) راہ دکھائے گا (کہ) اُن کے نیچے نعمت کے باغوں میں نہریں بہہ رہی ہوں گی ۝ (جب وہ) اُن میں (اُن

کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو بے ساختہ) کہیں گے سبحان اللہ! اور آپس میں اُن کی دعا السلام علیکم ہوگی اور اُن کا آخری قول یہ (ہوگا) کہ اللہ رب العالمین کی حمد (اور اُس کا شکر) ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار باتیں بیان کی ہیں:

۱۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کی وجہ سے ایسے محلوں کی راہ دکھائے گا کہ ان کے نیچے نعمت کے باغوں میں نہریں بہہ رہی ہوں گی

۲۔ جب وہ ان نعمتوں کو دیکھیں گے تو بے ساختہ کہیں گے: ''سبحان اللہ!''

۳۔ آپس میں ان کی دعا ''السلام علیکم'' ہوگی

۴۔ ان کا آخری قول یہ ہوگا کہ اللہ رب العالمین کی حمد ہے

جو لوگ اس دنیا میں ایمان لائے اور نیک اعمال کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ایمان کی وجہ سے منزلِ مقصود یعنی جنت کا راستہ دکھلائیں گے، جس جنت کے باغوں میں نہریں بہتی ہوں گی۔ ایمان اور نیک اعمال کی بنیاد پر جنت ملنے کی بشارتیں قرآنِ مجید کی دیگر آیات سے بھی ملتی ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵ میں کہا گیا: وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوشخبریاں دو جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۷ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور یہی بات سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۲۲ اور ۱۲۴ میں بھی کہی گئی ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۴۲ میں بھی ایمان اور اعمالِ صالحہ پر جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ایمان والوں کو جنت میں اپنے گھروں کے راستہ کی پہچان اس سے زیادہ ہوگی جتنی وہ دنیا میں اپنے گھروں کی پہچان رکھتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنتی اپنے گھروں کے راستوں کو اس سے زیادہ پہچانیں گے جتنا وہ دنیا میں اپنے گھروں کو پہچانتے تھے۔

جنت میں پہنچنے کے بعد جنتیوں کی دعا یہ ہوگی کہ وہ کہیں گے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ اے اللہ! آپ پاک ہیں۔ جنتی اپنے رب حقیقی کی پاکی بیان کریں گے اور ان کا تحیہ جنت میں سلام ہوگا۔ تحیہ اس کلمہ کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ کسی آنے والے یا ملنے والے شخص کا استقبال کیا جاتا ہے، جیسے ہمارے ہاں خوش آمدید (Welcome) یا مَرْحَبًا اَهْلًا وَّسَهْلًا کہا جاتا ہے۔ جنت میں جب جنتی چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا فرشتوں کی طرف سے اہلِ جنت کا استقبال لفظ ''سلام'' سے ہوگا، جیسے سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۵۸ میں ہے: سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ اور دوسری جگہ ہے: وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (الرعد: ۲۳۔۲۴) ''اور فرشتے جنتیوں کے پاس داخل ہوں گے ہر دروازہ سے اور سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ کہہ رہے ہوں گے۔'' جنتیوں کو جنت میں

پہنچنے کے بعد اللہ کی مزید قدرت وطاقت اور جنت کو دیکھ کر کہیں گے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جو رب العالمین ہے۔

﴿درس نمبر:۸۶۹﴾ نافرمان بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت ﴿یونس:۱۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوۡ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسۡتِعۡجَالَهُمۡ بِالۡخَيۡرِ لَقُضِىَ اِلَيۡهِمۡ اَجَلُهُمۡ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَوۡ اور اگر يُعَجِّلُ جلدی کرتا اللّٰهُ اللہ لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے الشَّرَّ برائی (پہنچانے میں) اسۡتِعۡجَالَهُمۡ مانند جلدی طلب کرنے ان (لوگوں) کے بِالۡخَيۡرِ بھلائی کو لَقُضِىَ (تو) البتہ پورا کر دیا جاتا اِلَيۡهِمۡ ان کا اَجَلُهُمۡ وقت مقرر فَنَذَرُ پھر ہم چھوڑ دیتے ہیں الَّذِيۡنَ ان لوگوں کو جو لَا يَرۡجُوۡنَ امید نہیں رکھتے لِقَآءَنَا ہماری ملاقات کی فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ ان کی سرکشی میں يَعۡمَهُوۡنَ وہ سرگرداں پھرتے ہیں۝

ترجمہ: اور اگر اللہ لوگوں کی بُرائی میں جلدی کرتا جس طرح وہ طلبِ خیر میں جلدی کرتے ہیں تو اُن کی (عمر کی) میعاد پوری ہو چکی ہوتی سو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں انہیں ہم چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جس طرح مشرکین بھلائی طلب کرنے میں جلدی کرتے ہیں اس طرح اگر اللہ تعالیٰ ان کو برائی پہنچانے میں جلدی کرتا تو ان کی میعاد پوری ہو چکی ہوتی۔

۲۔ جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں ہے انہیں ہم چھوڑے رکھتے ہیں تا کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

عرب کے مشرکین و کفار کا حال یہ تھا کہ جب انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ بڑی آسانی سے یہ بات کہتے تھے کہ اگر یہ عذاب واقعی سچ ہے تو ابھی کیوں نہیں آجاتا؟ اللہ تعالیٰ ان جلد باز و نافرمان اور ناعاقبت اندیش مشرکوں کے بارے میں یہ فرمارہے ہیں کہ یہ لوگ عذاب آنے کیلئے اس طرح جلدی مچارہے ہیں جیسے وہ کسی اچھی چیز کی جلدی مچارہے ہوں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ ان کی خواہش کے مطابق ابھی ان پر عذاب نازل کر دے تو ان کو جو سوچنے سمجھنے کی مہلت دی گئی ہے وہ ختم ہو جائے گی، پھر کبھی ان کو سنبھلنے کا موقع تک نہ ملے گا۔ عذاب کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کی جلدی مچائی جائے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱ میں فرمایا: اَتٰۤى اَمۡرُ اللّٰهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡهُ اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچا اب اس کی جلدی نہ مچاؤ۔ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۲۰۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَفَبِعَذَابِنَا يَسۡتَعۡجِلُوۡنَ کیا یہ ہمارے عذاب کی جلدی مچارہے ہیں؟

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ ان مشرکین کے عذاب کے مطالبہ کے باوجود اس لئے ان کے مطالبہ کو اپنی اس

حکمت کی بناء پر پورا نہیں کررہا ہے بلکہ فی الحال ان کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے تا کہ جو لوگ سرکش ہیں وہ گمراہی میں بھٹکتے رہیں اور ان پر حجت بھی پوری ہو جائے اور جو سمجھ سے کام لینا چاہتے ہوں انہیں راہِ راست پر آنے کا موقع بھی مل جائے۔سورۂ ص کی آیت نمبر ۱۶ میں بھی عذاب کے سلسلہ میں جلدی مچانے کی بات کہی گئی ہے: **وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ** اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہمارا حصہ ہم کو دیدے۔ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر قیامت آنی ہی ہے تو اس کے آنے کے انتظار کی ضرورت نہیں،اس وقت جو عذاب دیا جائے گا وہ ہمیں ابھی چاہیئے۔نعوذ باللہ من ذالک

تکلیف دور ہوتی ہے تو انسان اللہ کو بھول جاتا ہے

﴿درس نمبر:۸۷۰﴾ ﴿یونس:۱۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهٖٓ اَوْقَاعِدًا اَوْقَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ط كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب مَسَّ پہنچتی ہے الْاِنْسَانَ انسان کو الضُّرُّ تکلیف دَعَانَا (تو) وہ پکارتا ہے ہمیں لِجَنْبِهٖٓ اپنے پہلو پر (لیٹے ہوئے) اَوْقَاعِدًا یا بیٹھے ہوئے اَوْ یا قَآئِمًا کھڑے ہوئے فَلَمَّا پھر جب كَشَفْنَا ہم ہٹادیتے ہیں عَنْهُ اس سے ضُرَّهٗ اس کی تکلیف مَرَّ (تو یوں) گزر جاتا ہے وہ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ گویا کہ نہیں پکارا تھا اس نے ہمیں اِلٰى ضُرٍّ اس تکلیف (کے ہٹانے) کے لیے مَّسَّهٗ جو اسے پہنچی تھی كَذٰلِكَ اسی طرح زُيِّنَ مزین کردیئے گئے لِلْمُسْرِفِيْنَ حد سے گزرنے والوں کے لیے مَا جو كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے تھے ۝

ترجمہ: اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹا اور بیٹھا اور کھڑا (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اس تکلیف کو اس سے دُور کردیتے ہیں تو (بے لحاظ ہو جاتا اور) اس طرح گزر جاتا ہے کہ گویا کسی تکلیف کے پہنچنے پر ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کو اُن کے اعمال آراستہ کرکے دکھائے گئے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔انسان کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو ہر وقت اللہ کو پکارتا ہے۔

۲۔جب تکلیف دور ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو بالکل بھول جاتا ہے۔

۳۔حد سے تجاوز کرنے والوں کو اپنے کرتوت بھلے اور خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔

یہ واقعی انسان کی کمزوری ہے بلکہ احسان فراموشی ہے کہ جب آدمی کسی مصیبت سے دوچار ہو جاتا ہے تو چلتے پھرتے ،اٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے ،سوتے جاگتے ہر وقت اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتا ہے۔اس کی زبان سے پورے درد اور پوری کیفیت کے ساتھ اللہ کا نام نکلتا ہے۔ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اب اس مصیبت کے بعد پھر کبھی وہ اپنے رب کو ہرگز

نہیں بھولے گا۔سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۷۵ میں یوں کہا گیا:وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ اوراگرہم ان پررحم فرمائیں اوران کی تکلیفیں دورکردیں تو یہ اپنی اپنی سرکشی میں جم کراور بھٹکنے لگیں۔سورۂ روم کی آیت نمبر۳۳ میں یہ بات یوں کہی گئی:وَاِذَامَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ لوگوں کو جب کبھی کوئی مصیبت پہنچتی ہےتو اپنے رب کی طرف رجوع ہوکر دعائیں کرتے ہیں پھر جب وہ اپنی طرف سے رحمت کا ذائقہ چکھا تا ہے تو ان میں سے ایک جماعت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنےلگتی ہے۔

وہی آدمی جو مصیبت سے دوچار تھا، اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو اس مصیبت سے آزاد کردیتے ہیں تو وہ ایسے چل دیتا ہے کہ گویا اس نے کبھی اللہ تعالیٰ کو پکارا ہی نہ تھا۔سورۂ زمر کی آیت نمبر ۸ میں بھی انسان کی اس کمزوری کا منظر کھینچا گیا ہے:وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَاخَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِىَ مَاكَانَ يَدْعُوْٓااِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہےتو اپنے رب کو پکارنےلگتا ہے، اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔پھر جب وہ اسے اپنے پاس سے نعمت عطا فرمادیتا ہے تو اس سے پہلے جس کے لئے پکاررہا ہے اسے بھول جاتا ہے۔

اس آیت کے ذریعہ مسلمانوں کو اس بات کا سبق دیا گیا ہے کہ ایک مومن کی روش ایسی نہیں ہوسکتی جیسی کہ اس آیت میں بیان کی گئی ہے بلکہ مومن کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ مصیبت میں بھی اللہ کو یاد کرتا ہےاورراحت میں بھی اللہ ہی کو یاد کرتا ہے۔وہ عزت کی بلندیوں میں بھی اللہ ہی کو یاد کرتا ہےاور ذلت کی کھائیوں میں بھی اللہ ہی کو یاد کرتا ہے۔وہ قوت وصحت کی حالت میں بھی اللہ ہی کو پکارتا ہےاور کمزوری اور بیماری میں بھی اسی ایک اللہ کو پکارتا ہے۔ایک مومن و مسلمان کو چاہئے کہ وہ ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع رکھے۔اس کا دل اسی اللہ کی طرف مائل رہے۔

ظلم تباہی کا سبب

﴿درس نمبر:۱۷۸﴾ ﴿یونس:۱۳۔۱۴﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کردیا الْقُرُوْنَ ان امتوں کو جو مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے تھیں لَمَّا جب ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا وَجَآءَتْهُمْ آئے ان کے پاس رُسُلُهُمْ ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلیلوں کے ساتھ وَمَا كَانُوْا اور نہ ہوئے وہ لِيُؤْمِنُوْا کہ ایمان لاتے كَذٰلِكَ اسی طرح

نَجْزِی ہم سزا دیتے ہیں الْقَوْمَ ان لوگوں کو جو الْمُجْرِمِیْنَ مجرم ہیں۝ ثُمَّ پھر جَعَلْنٰکُمْ ہم نے بنایا تمہیں خَلٰٓئِفَ جانشین فِی الْاَرْضِ زمین میں مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد لِنَنْظُرَ تا کہ ہم دیکھیں كَيْفَ کیسے تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے ہو؟۝

ترجمہ: اور تم سے پہلے کئی امتوں کو جب انہوں نے ظلم اختیار کیا ہم ہلاک کر چکے ہیں اور اُن کے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے، ہم گنہگاروں کو اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں۝ پھر ہم نے اُن کے بعد تم لوگوں کو ملک میں خلیفہ بنایا تا کہ دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو؟۝

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ تم سے پہلے کئی امتوں کو جب انہوں نے ظلم کیا ہم ہلاک کر چکے ہیں

۲۔ ان کے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے

۳۔ مگر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے

۴۔ ہم گنہگاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں

۵۔ پھر ہم نے ان کے بعد تم لوگوں کو ملک میں خلیفہ بنایا

۶۔ تا کہ دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو؟

جب کوئی قوم ظلم کرتی ہے یعنی اللہ کی اس زمین میں اللہ ہی کا انکار کرتی ہے اور حقیقی خالق و مالک کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرتی ہے، اس طرح اس سرزمین میں ظلم ڈھاتی ہے تو قدرت اپنا کام یہ کرتی ہے کہ اس قوم کو ہلاکت کے دہانے پر پہنچا دیتی ہے۔ گزری ہوئی قوموں نے جب ان کی جانب بھیجے گئے رسولوں کو جھٹلایا اور ان پر ایمان لانے سے منہ پھیرا حالانکہ وہ رسول ان کے پاس دلائل لے کر آئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو ہلاک کر دیا۔ اس آیت کے ذریعہ یہاں یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر مجرم قوموں کو اللہ تعالیٰ ڈھیل دے رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو یوں ہی چھوڑ دیں گے بلکہ ان مجرموں کو ان کے جرم کی سزا دینے پر جب اللہ تعالیٰ اتر آئیں تو پھر ان کو ہلاک کر کے ہی چھوڑیں گے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۴ میں یوں کہا گیا: وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ اور بہت سی بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے۔ سورۃ الکہف کی ایت نمبر ۵۹ میں کہا گیا: وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا یہ ہیں وہ بستیاں جنہیں ہم نے ان کے مظالم کی بنا پر غارت کر دیا اور ان کی تباہی کی بھی ہم نے ایک میعاد مقرر کر رکھی تھی۔

جب گزشتہ قومیں اپنے جرم کی سزا میں ہلاک ہوگئیں اور ان کی سلطنتیں اور حکومتیں سب کچھ خاک میں مل گئیں،

ان کے مکانات برباد ہو گئے اور ان کے سارے منصوبے اور ارادے مٹی میں مل گئے تو ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے کہا اے لوگو! ہم نے تم کو خلیفہ بنایا، تمہارا وجود بخشا، اب تمہارے ہاتھ میں دولت بھی ہے، حکومتیں بھی ہیں، اب ''اگلا گرا پچھلا ہوشیار'' کے مصداق تمہیں سنبھل کر زندگی بسر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کی ہلاکت کے بعد تم کو یہ زندگی بخشی ہے تا کہ تم سنبھل جاؤ اور وہ کام نہ کرو جو پچھلی قوموں نے کیا۔ ان جرائم سے دور رہو جن جرائم کی پاداش میں وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ اب ہم تم کو دیکھتے ہیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اور ہلاک ہو گئے۔ اللہ کی نافرمانی کی اور نبیوں کو جھٹلایا اور ہلاک ہو گئے۔ اب تم اللہ کی اس دھرتی میں اللہ کے اس امتحان میں کامیابی چاہتے ہو اور ہلاکت سے بچنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو۔ اس کے حکموں کی تابعداری کرو اور اس نے جو دین تمہیں دیا ہے اس دین میں صد فیصد داخل ہو جاؤ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میٹھی ہے ہری بھری ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس دنیا میں پہلے لوگوں کے بعد بسا رہا ہے، وہ دیکھے تا کہ تم دنیا میں کیا کرتے ہو؟ تم دنیا سے بچو اور عورتوں کے فتنہ سے بچو، کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ جو ظاہر ہوا وہ عورتوں کا فتنہ تھا۔ (مسلم: ۶۹۴۸)

﴿درس نمبر: ۸۷۲﴾ ﴿یونس: ۱۵﴾

قرآن کی تبدیلی کا مطالبہ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذَا اور جب تُتْلٰى تلاوت کی جاتی ہیں عَلَيْهِمْ ان پر اٰيَاتُنَا ہماری آیتیں بَيِّنٰتٍ واضح قَالَ (تو) کہتے ہیں الَّذِيْنَ وہ لوگ جو لَا يَرْجُوْنَ امید نہیں رکھتے لِقَآءَنَا ہماری ملاقات کی ائْتِ لے آ تو بِقُرْاٰنٍ کوئی (اور) قرآن غَيْرِ هٰذَآ اس کے علاوہ اَوْ یا بَدِّلْهُ بدل دے اس کو (کچھ) قُلْ کہہ دیجئے مَا يَكُوْنُ نہیں ہے (لائق) لِيْٓ میرے لیے اَنْ اُبَدِّلَهٗ کہ میں اسے بدل دوں مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اپنی طرف سے اِنْ اَتَّبِعُ میں اتباع نہیں کرتا اِلَّا مَا مگر اس چیز کا جو يُوْحٰٓى وحی کی جاتی ہے اِلَيَّ میری طرف اِنِّيْٓ بے شک میں اَخَافُ ڈرتا ہوں اِنْ عَصَيْتُ اگر میں نے نافرمانی کی رَبِّيْ اپنے رب کی عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ بہت بڑے دن کے عذاب سے ﴿۱۵﴾

ترجمہ: اور جب اُن کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی اُمید نہیں وہ کہتے ہیں کہ (یا تو) اس کے سوا کوئی اور قرآن (بنا) لاؤ یا اس کو بدل دو۔ کہہ دو کہ مجھے اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے

بدل دوں میں تو اُسی حکم کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے (سخت) دن کے عذاب سے خوف آتا ہے۔

تشریح: مکہ کے ان مشرکین نے جن کے دل آخرت کے یقین سے خالی تھے آپ ﷺ سے ناجائز مطالبہ کیا کہ جو قرآن آپ ہمارے سامنے پیش کر رہے ہیں اس کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لے آیئے یا یہ کہ اس قرآن ہی کو بدل دیجئے۔ مکہ کے پانچ آدمیوں نے حضور ﷺ سے یوں کہا کہ آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو آپ کوئی دوسرا قرآن لے آیئے جس قرآن میں ہمارے معبودوں (یعنی لات، عزیٰ اور منات) کی عبادت چھوڑنے کا حکم نہ ہو اور اس قرآن میں ان بتوں کی برائی کا ذکر بھی نہ ہو۔ اگر ایسی آیتیں اللہ نے نازل نہیں کی ہیں تو آپ اپنی طرف سے بنا دیجئے اور اس قرآن ہی کو بدل دیجئے اور جہاں عذاب کی آیتیں ہیں وہاں رحمت کی آیتیں لکھ دیجئے۔ وہ پانچ مشہور اور سرغنہ مشرکین یہ تھے، عبداللہ بن امیہ، ولید بن مغیرہ، بکر بن حفص، عمرو بن عبیداللہ بن ابی قیس اور عاص بن عامر۔ ان مشرکین کے اس ناحق مطالبہ پر یہ آیت نازل ہوئی اور صاف طور پر رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یہ جواب انہیں دے دیا گیا کہ قُلۡ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِیۡ میں یہ نہیں کر سکتا کہ اپنی طرف سے قرآنِ مجید کو بدل دوں اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ میں تو بس اسی چیز کی اتباع کرتا ہوں جو بطور وحی مجھے بتلائی گئی ہے۔ میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں، اگر میں میرے رب کی نافرمانی کروں۔

معلوم ہوا کہ قرآن وہ محفوظ کتاب برحق ہے جو رب ذوالجلال کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ اس کا ہر لفظ کلامِ الٰہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کتاب میں ترمیم کا کسی کو کوئی حق نہیں، یہاں تک کہ یہ کتاب قرآنِ مجید ایسی کتاب ہے جس کو نبی آخر الزماں بھی ترمیم نہیں کر سکتے، اگرچہ کہ خود ان پر اتری ہوئی کتاب ہے۔ قرآنِ مجید وہ مقدس کتاب ہے جو ناقابلِ تبدیل ہے۔ جو اس کتاب کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے گا رب ذوالجلال اپنے عذاب سے اس کو بدل کر رکھ دیں گے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۳۴ میں کہا گیا: وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ اللہ کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۶۴ میں بھی کہا جا رہا ہے: لَا تَبۡدِیۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ اللہ کی باتیں بدلتی نہیں۔

﴿درس نمبر: ۸۷۳﴾ سب سے بڑا ظالم کون؟ ﴿یونس: ۱۶۔۱۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلۡ لَّوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوۡتُهٗ عَلَیۡکُمۡ وَلَاۤ اَدۡرٰىکُمۡ بِهٖ ۫ۖ فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝۱۶ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوۡ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۝۱۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلۡ کہہ دیجئے لَّوۡ شَآءَ اللّٰهُ اگر چاہتا اللہ مَا تَلَوۡتُهٗ (تو) نہ میں اس کی تلاوت کرتا عَلَیۡکُمۡ تم پر وَلَاۤ اَدۡرٰىکُمۡ اور نہ وہ (اللہ) تمہیں اطلاع دیتا بِهٖ اس کی فَقَدۡ چنانچہ تحقیق لَبِثۡتُ میں ٹھہرا ہوں فِیۡکُمۡ

تمہارے اندر عُمُرًا ایک مدت مِّنْ قَبْلِهٖ اس (دعوائے نبوت) سے پہلے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پھر تم عقل نہیں رکھتے؟﴿۱۶﴾ فَمَنْ چنانچہ کون اَظْلَمُ زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ اس شخص سے جس نے افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ اللہ پر افترا باندھا كَذِبًا جھوٹا اَوْ یا كَذَّبَ اس نے جھٹلایا بِاٰيٰتِهٖ اس کی آیتوں کو؟ اِنَّهٗ بلاشبہ لَا يُفْلِحُ فلاح نہیں پائیں گے الْمُجْرِمُوْنَ مجرم ﴿۱۷﴾

ترجمہ: (یہ بھی) کہہ دو کہ اگر اللہ چاہتا تو (نہ تو) میں ہی یہ (کتاب) تمہیں پڑھ کر سناتا اور نہ ہی تمہیں اس سے واقف کرتا، میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں (اور کبھی ایک کلمہ بھی اس طرح کا نہیں کہا) بھلا تم سمجھتے کیوں نہیں؟﴿۱۶﴾ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرے اور اُس کی آیتوں کو جھٹلائے بیشک گنہگار فلاح نہیں پائیں گے ﴿۱۷﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تم لوگوں پر اس کی تلاوت نہ کرتا۔

۲۔ نہ تمہیں اللہ تعالیٰ اس کی اطلاع دیتا۔

۳۔ میں تمہارے درمیان اس سے پہلے عمر کے ایک بڑے حصہ تک رہ چکا ہوں۔

۴۔ کیا تم سمجھ نہیں رکھتے؟

۵۔ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر بہتان باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے؟

۶۔ بے شک بات یہ ہے کہ مجرم کامیاب نہیں ہوتے۔

رسولِ رحمت ﷺ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مکۂ مکرمہ کی اس سرزمین میں گزارا جہاں آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کا بچپن، لڑکپن، جوانی اسی سرزمین میں گزری۔ آپ ﷺ نے چالیس سال تک اپنی قوم سے دین سے متعلق کوئی بات نہیں کہی۔ اگر رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد لوگوں میں اپنا مقام بنانا ہوتا تو آپ اپنی زندگی کی بھرپور جوانی یعنی بیس پچیس سال کی عمر ہی میں اِدھر اُدھر کی باتیں کہہ کر اپنا مقام بنانے کی کوشش کرتے، مگر تاریخ گواہ ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے چالیس سال کے اس طویل عرصہ میں نہ ہی کوئی جھوٹا دعویٰ کیا اور نہ ہی کسی بات کو اپنی طرف منسوب کیا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی۔ پھر جب چالیس سال مکمل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل فرمائی اور آپ ﷺ کو نبوت کا تاج پہنایا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی قوم کو جگایا اور اپنی حقیقت سے باخبر کیا کہ آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قوم کی ہدایت کیلئے آپ ﷺ کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا ہے۔ یہی حقیقت اس آیت میں بتلائی گئی ہے کہ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ۔ الخ۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تم لوگوں پر اس کی تلاوت نہ کرتا اور نہ تمہیں اس کی اطلاع دیتا۔ میں تمہارے درمیان اس سے پہلے عمر کے ایک بڑے حصہ تک رہ چکا ہوں، کیا تم سمجھ نہیں رکھتے؟ اگر میں اپنے پاس سے کوئی بات بنا کر کہتا اور اپنی بات کو

اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے تمہارے اندر اپنا کوئی مقام بنانا چاہتا تو بہت پہلے ہی ایسا کر چکا ہوتا۔ جب یہ میرا کلام ہی نہیں ہے تو پھر میں اس میں ترمیم کیسے کرسکتا ہوں؟ تمہیں اس حقیقت پر غور کرنا چاہئے، کیا تم سمجھ نہیں رکھتے؟

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جارہا ہے کہ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ یہی چاہتا کہ میں تمہارے سامنے اس قرآن کی تلاوت نہ کروں تو میں تمہارے سامنے اس کی تلاوت نہ کرتا۔ میں اگر تلاوت کررہا ہوں تو اسی رب ذوالجلال کے حکم سے تلاوت کررہا ہوں۔ میں اسی کی اجازت اور حکم سے تمہارے پاس یہ کتاب لے کر آیا ہوں اور جو کچھ میں کررہا ہوں وہ اللہ کی مشیت اور ارادے سے کررہا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ چاہتا کہ تم کو اس کتاب کی تعلیم نہ دے تو وہ مجھے تمہاری طرف نہ بھیجتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا کہ وہ اس کتاب کے ذریعہ تمہیں ہدایت عطا کرے اور ایمان کی سعادت بخشے۔

سورۂ اعراف کی آیت نمبر۵۲ میں یہی بات دوسرے انداز میں کہی گئی ہے: وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی ہے جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت واضح کر کے بیان کردیا ہے، وہ ذریعۂ ہدایت ورحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں۔ تم لوگ اپنی عقلوں کو استعمال کرو، تدبر کرو اور غور وفکر کرو کہ جس شخص نے اُمّی ہونے کی حالت میں چالیس سال زندگی گزاری، جس نے نہ کوئی کتاب پڑھی اور نہ ہی کسی سے کچھ سیکھا اور نہ ہی کوئی بات اپنے ہاتھ سے لکھی، کیا وہ شخص اپنی طرف سے اتنی علمی باتیں کرسکتا ہے؟ تم خود سمجھ سکتے ہو کہ رسولِ رحمت ﷺ جو کلام پیش کررہے ہیں یہ ان کا کلام نہیں بلکہ رب ذوالجلال کا کلام ہے۔ یہ وہ کلام ہے جو نہ کوئی انسان پیش کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی جن پیش کرسکتا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر۸۸ میں واضح طور پر بتلادیا گیا: قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے، گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

پھر یہ حقیقت بتلائی گئی کہ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر بہتان باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے؟ دو قسم کے آدمی سب سے بڑے ظالم ہیں۔ ایک تو وہ جو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھے، اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات یعنی بے حقیقت بات منسوب کرے اور یوں کہے کہ اللہ کا کوئی شریک ہے یا اللہ تعالیٰ کو اولاد ہے۔ یہ سب سے بڑا ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کو منسوب کرے اور اللہ کا کسی کو شریک قرار دے۔ دوسرا بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ہی جھٹلا دے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجرم لوگ کامیاب نہیں ہوسکتے۔

﴿درس نمبر:۸۷۴﴾ مشرکین ایسے بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو کچھ نہیں کر سکتے ﴿یونس:۱۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَعْبُدُوْنَ اوروہ عبادت کرتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے مَا اس چیز کی جو لَا يَضُرُّهُمْ نقصان نہیں پہنچاتی ان کو وَلَا يَنْفَعُهُمْ اور نہ وہ انہیں نفع دیتی ہے وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ شُفَعَآؤُنَا ہمارے سفارشی ہیں عِنْدَاللّٰهِ اللہ کے ہاں قُلْ کہہ دیجئے اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ کیا تم اللہ کو خبر دیتے ہو بِمَا اس چیز کی کہ لَا يَعْلَمُ وہ نہیں جانتا فِي السَّمٰوٰتِ (اسے) آسمانوں میں وَلَا اور نہ فِي الْاَرْضِ زمین میں؟ سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے وَتَعٰلٰى اور بلند ہے عَمَّا ان سے جن کو يُشْرِكُوْنَ وہ شریک ٹھہراتے ہیں﴿۱۸﴾

ترجمہ: اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ اُن کا کچھ بگاڑ ہی سکتی ہیں اور نہ کچھ بھلا ہی کرسکتی ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں کہہ دو کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز بتاتے ہو جس کا وجود اُسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور (اُس کی شان) ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے ﴿۱۸﴾

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ کچھ بھلا ہی کرسکتی ہیں۔

۲۔ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔

۳۔ کہہ دو کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز بتاتے ہو جسکا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں؟

۴۔ وہ پاک ہے اور اس کی شان ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔

پچھلی آیت میں مشرکوں کے بیجا مطالبہ کا تذکرہ تھا کہ انہوں نے قرآنِ مجید میں تبدیلی کا مطالبہ کیا اور اس مطالبہ کی وجہ یہ تھی کہ اس قرآنِ مجید میں ان بتوں کی ہتک کی گئی جن بتوں کو ان مشرکین نے اپنے لئے معبود بنالیا تھا اور ان بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیا تھا اور ان بتوں کو اللہ کے ہاں سفارشی قرار دیا تھا، باوجود یہ کہ یہ بت ایسے جامد ہیں کہ نہ خود سے حرکت کرسکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو نفع پہنچاسکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچاسکتے ہیں۔ ان مشرکوں کے پاس اس دعویٰ کی کوئی دلیل بھی نہیں تھی کہ یہ بت معبود ہیں۔ پھر کیسے ایک عقلمند کیلئے لائق ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر ان باطل معبودوں کی عبادت کرے؟ اس آیت میں ان کے ان دونوں باطل عقیدوں کی نفی کی جارہی ہے اور ان مشرکین کے بارے میں یہ بتلایا جارہا ہے کہ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان

چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جواُن کو نہ نقصان دے سکیں اور نہ نفع پہنچا سکیں۔ مشرکوں کی یہ پہلی گمراہی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ان کی دوسری گمراہی یہ تھی کہ وہ ان باطل معبودوں کو اللہ کے ہاں سفارشی قرار دیتے تھے کہ یہ بت اللہ کے پاس ان کی سفارش کرتے ہیں۔ جن بتوں میں اپنی ناکوں، کانوں، مونہوں پر بیٹھی مکھیوں کو ہٹانے کی طاقت نہیں وہ بت کیسے کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور کیسے کسی کی سفارش کر سکتے ہیں؟

اہلِ عرب کا معاملہ یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کا خالق و مالک تو تصور کرتے تھے جیسا کہ سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۹ میں ہے: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا کہ انہیں غالب و دانا اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو ایک طرف خالق تصور کرتے تھے، مگر مرنے کے بعد جی اٹھنے کا تصور ان کے ہاں نہیں تھا اور وہ ایسے بتوں کی عبادت کرتے تھے جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں، اس لئے کہ وہ بت تو بس پتھر ہیں، ایک بنایا ہوا صرف ایک جسم ہیں۔ یہ مشرکین بتوں کے بارے میں یہ سمجھتے تھے بلکہ یقین رکھتے تھے کہ یہ بت نفع دے سکتے ہیں اور نقصان پہنچا سکتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کے اور ان کے درمیان واسطہ ہیں اور اللہ کے پاس سفارش کرنے والے ہیں جس کی وضاحت سورۂ زمر کی آیت نمبر ۳ میں یوں ہے، وہ کہا کرتے تھے: مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ہم ان بتوں کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔ مشرکوں کے سردار نضر بن حارث نے کہا تھا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو لات اور عزّیٰ (دونوں بت) میرے لئے اللہ کے ہاں شفاعت کریں گے۔ (نعوذ باللہ) تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (الانعام:۹۴) اور تم ہمارے پاس تن تنہا آ گئے جس طرح ہم نے پہلی بار تم کو پیدا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے اس باطل عقیدہ کا جواب دیا اور رسولِ رحمت ﷺ سے کہا کہ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ پیغمبر! آپ ان سے کہئے، تم جس چیز کا دعویٰ کر رہے ہو تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ نہیں جانتا آسمانوں اور زمین میں؟ سورۂ رعد کی آیت نمبر ۳۳ میں بھی یہ مضمون یوں ہے: اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ کیا تم اللہ کو وہ باتیں بتاتے ہو جو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں یا صرف اوپری باتیں بتا رہے ہو؟ اللہ کو معلوم نہیں کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ بے علم ہے بلکہ یہاں مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا وجود ہی نہیں اس کا علم کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ تو زمین و آسمان کی ہر موجود چیز کا علم رکھتا ہے۔

آخر میں یہ حقیقت بتلا دی گئی کہ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے اور برتر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ان حقیقتوں سے بالکل بلند و بالا ہے کہ اس کا کوئی شریک ہو۔

﴿درس نمبر:۸۷۵﴾ ﴿یونس:۱۹۔۲۰﴾

سارے لوگ ایک ہی ملت پر تھے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِىَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا كَانَ اورنہیں تھے النَّاسُ لوگ (پہلے) اِلَّآ مگر اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی امت فَاخْتَلَفُوْا پھرانہوں نے اختلاف کیا وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ اوراگرنہ ہوتی ایک بات سَبَقَتْ جو پہلے (سے متعین) ہوچکی ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے لَقُضِىَ (تو) یقیناً فیصلہ کردیا جاتا بَيْنَهُمْ ان کے درمیان فِيْمَا اس چیز کے بارے میں (کہ) فِيْهِ جس میں يَخْتَلِفُوْنَ وہ اختلاف کررہے ہیں ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اوروہ کہتے ہیں لَوْلَآ کیوں نہیں اُنْزِلَ نازل کی گئی عَلَيْهِ اس پر اٰيَةٌ کوئی نشانی مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے؟ فَقُلْ سوآپ کہہ دیجئے اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ غیب صرف اللہ کے لیے ہے فَانْتَظِرُوْا چنانچہ تم انتظارکرو اِنِّىْ بلاشبہ میں (بھی) مَعَكُمْ تمہارے ساتھ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ۝

ترجمہ: اور (سب) لوگ (پہلے) ایک ہی اُمت (یعنی ایک ہی ملت پر) تھے پھر جدا جدا ہو گئے اور اگر ایک بات جو تمہارے رب کی طرف سے پہلے ہوچکی ہوتی تو جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں اُن میں فیصلہ کردیا جاتا ۝ اور کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی؟ کہہ دو کہ غیب (کا علم) تو اللہ ہی کو ہے سو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ۝

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ سب لوگ پہلے ایک ہی امت یعنی ایک ہی ملت پر تھے۔

۲۔ پھر جدا جدا ہو گئے۔

۳۔ اگر ایک بات جو تمہارے رب کی طرف سے پہلے ہوچکی نہ ہوتی تو جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں ان میں فیصلہ کردیا جاتا۔

۴۔ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی؟

۵۔ کہہ دو کہ غیب کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔

۶۔ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

یہاں پہلی حقیقت یہ بیان کی گئی کہ سب لوگ پہلے ایک ہی امت یعنی ایک ہی ملت پر تھے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳

میں بھی یہ حقیقت یوں بیان کی گئی: كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۔الخ۔ دراصل لوگ ایک ہی گروہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے والا ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں۔ پچھلی آیت میں مشرکوں کے شرک کی بات کہی گئی تھی کہ یہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور ان کو سفارشی قرار دیتے ہیں۔ اس آیت میں ان مشرکوں کے شرک کو باطل قرار دیا جارہا ہے اور یہ بتلایا جارہا ہے کہ اصل تو دنیا میں توحید یعنی وحدانیت ہی تھی۔ پہلے حضرت آدم علیہ السلام آئے اور ان کی نسلیں چلیں۔ یہ سب کے سب توحید اور فطرت پر قائم تھے۔ طبرانی اور بیہقی نے حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ حَتّٰى يُعْرِبَ عَنْهُ لِسَانُه فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَ انِهٖ اَوْيُنَصِّرَانِهٖ اَوْيُمَجِّسَانِهٖ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کی زبان اس کے بارے میں بولنے لگے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنادیتے ہیں یا نصرانی بنادیتے ہیں یا مجوسی بنادیتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ آدمی فطرت میں کافر نہیں ہوتا بلکہ ماحول اس کو کافر اور مشرک بنادیتا ہے۔ سارے لوگ ابتداء میں ایک ہی امت تھے یعنی اس پاکیزہ ایمانی فطرت پر تھے کہ ایک اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔ اس کے بعد خواہشات اور باطل کی اتباع نے ان کی حالت بدل دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں گزریں۔ وہ سب اسلام پر تھے۔ (البدایہ والنہایہ) پھر لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا اور لوگ توحید کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو دلائل، نشانیوں اور معجزات کے ساتھ بھیجا: لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ (الانفال:۴۲) تاکہ جو ہلاک ہو دلیل پر ہو یعنی یقین جان کر ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی دلیل پر حق پہچان کر زندہ رہے۔ جب بھی دنیا میں پیغمبر آتے رہے ان کی قوموں میں کی ایک جماعت ان کی اتباع کرتی رہی اور دوسری جماعت اپنی گمراہی پر قائم رہی۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں بتلایا گیا کہ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا اور لوگ پہلے ایک ہی امت تھے پھر انہوں نے آپس میں اختلاف کرلیا۔

دوسری حقیقت یہاں یہ بتائی گئی کہ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ ۔الخ۔ اگر آپ کے رب کی طرف سے بات طئے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان اس چیز میں فیصلہ ہو چکا ہوتا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ کونسی بات ہے جو پہلے سے طئے ہو چکی ہے جس کا تذکرہ یہاں کیا جارہا ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لئے جو ایک اجل مقرر فرمادی ہے، اللہ تعالیٰ اس اجل سے پہلے انہیں ہلاک نہیں کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اجل مقرر نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادیتا اور جھٹلانے والوں پر عذاب بھیج دیتا اور یہیں حق اور باطل کا فیصلہ ہوجاتا۔ اس طرح کافروں کو ہلاک کردیا جاتا اور ایمان والے باقی رہ جاتے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے یہ بات طئے فرمادی ہے کہ قیامت

کے دن سے پہلے ثواب اور سزا کا فیصلہ نہیں ہوگا، بلکہ یہ فیصلہ تو قیامت کے دن ہی ہوگا، اس لئے دنیا میں ایسا فیصلہ نہیں کیا جاتا کہ ثواب والوں کو دنیا ہی میں بدلہ مل جائے اور عذاب والوں کو دنیا ہی میں عذاب مل جائے۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۹۳ میں یہ حقیقت یوں بتائی گئی کہ اِنَّ رَبَّکَ یَقۡضِیۡ بَیۡنَھُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ”آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔“

تیسری حقیقت یہ بیان کی گئی کہ وَیَقُوۡلُوۡنَ لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡہِ اٰیَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ ۔الخ۔ ”اور وہ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے کیوں نازل نہ ہوئی؟“ یعنی ان مشرکین کا مطلب اس سے یہ تھا کہ جس قسم کا معجزہ ہم چاہتے ہیں اس قسم کا معجزہ محمد پر نازل کیوں نہیں ہوا؟ یہاں یہ بات ذہن میں رکھ لی جائے کہ اللہ تعالیٰ کا دستور اس سلسلہ میں یہ ہے کہ نبیوں پر اپنی مرضی سے معجزے بھیجتے ہیں۔ اگر قوموں کی مرضی اور مطالبہ کی بنیاد پر جب معجزہ آجاتا ہے اور قوم جب بھی ایمان نہیں لاتی تو پھر وہ قوم ہلاک کردی جاتی ہے۔ اسی لئے یہاں جواب دیا جارہا ہے کہ فَقُلۡ اِنَّمَا الۡغَیۡبُ لِلّٰہِ ۔الخ۔ پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے، تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غیب کی پانچ کنجیاں ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ کسی کو نہیں معلوم کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ کل کیا کرنا ہوگا؟ اس کا کسی کو علم نہیں۔ نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ اسے موت کس جگہ آئے گی؟ اور نہ کسی کو یہ معلوم کہ بارش کب ہوگی؟ (بخاری: ۱۰۳۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اگر تم سے کوئی یہ کہتا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تو وہ غلط کہتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں خود کہتا ہے کہ نظریں اس کو دیکھ نہیں سکتیں اور جو کوئی کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ غیب جانتے تھے تو غلط کہتا ہے، کیونکہ خداوند تعالیٰ خود کہتا ہے کہ غیب کا علم اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں۔ (بخاری: ۷۳۸۰)

﴿درس نمبر: ۸۷۶﴾ ﴿یونس: ۲۱﴾

اللہ کی تدبیریں سب سے بڑھ کر ہیں

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ . بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاِذَاۤ اَذَقۡنَا النَّاسَ رَحۡمَۃً مِّنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡھُمۡ اِذَا لَھُمۡ مَّکۡرٌ فِیۡۤ اٰیَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰہُ اَسۡرَعُ مَکۡرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا یَکۡتُبُوۡنَ مَا تَمۡکُرُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذَاۤ اور جب اَذَقۡنَا ہم چکھاتے ہیں النَّاسَ (کافر) لوگوں کو رَحۡمَۃً رحمت مِّنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ تکلیف کے بعد مَسَّتۡھُمۡ جو انہیں پہنچی اِذَا (تو) ناگہاں لَھُمۡ ان کے لیے مَّکۡرٌ چالیں ہوتی ہیں فِیۡۤ اٰیَاتِنَا (جو وہ چلتے ہیں) ہماری آیتوں میں قُلِ اللّٰہُ کہہ دیجئے اللہ اَسۡرَعُ سب سے زیادہ تیز ہے مَکۡرًا چال (چلنے)

میں اِنَّ بے شک رُسُلَنَا ہمارے رسول (فرشتے) یَکْتُبُوْنَ لکھتے ہیں مَا جو تَمْکُرُوْنَ تم چالیں چلتے ہو۝

ترجمہ: اور جب ہم لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد (اپنی) رحمت (سے آسائش) کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ ہماری آیتوں میں حیلے کرنے لگتے ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ بہت جلد حیلہ کرنے والا ہے اور جو حیلے تم کرتے ہو ہمارے فرشتے اُن کو لکھتے جاتے ہیں ۝

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ہم لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد اپنی رحمت سے آسائش کا مزہ چکھاتے ہیں۔

۲۔ تو وہ ہماری آیتوں میں حیلے کرنے لگتے ہیں۔

۳۔ کہہ دو کہ اللہ بہت جلد حیلہ کرنے والا ہے۔

۴۔ جو حیلے تم کرتے ہو ہمارے فرشتے ان کو لکھتے جاتے ہیں۔

گزشتہ آیت میں مشرکین کے اس بیجا مطالبہ کا تذکرہ تھا کہ انہوں نے اپنی مرضی سے معجزہ اور نشانی کا مطالبہ کیا۔ یہاں مشرکوں کی یہ عادت اور خصلت بیان کی جارہی ہے کہ یہ ہمیشہ مکر سے کام لیتے ہیں۔ ان کے دلوں میں عناد، سرکشی اور مکروفریب موجود ہے۔ باوجود یہ کہ یہ مشرکین رب ذوالجلال کی وحدانیت کی واضح دلیلیں اور نشانیاں دیکھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود مکر کرتے ہیں، شرارت اور بغاوت پر اتر آتے ہیں۔ ان کی یہ عادت ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت، پریشانی اور تکلیف پہنچتی ہے تو گڑگڑانے لگتے ہیں، آہ وزاری کرنے لگتے ہیں اور جب کوئی راحت، آرام اور عیش کا ساز و سامان مل جاتا ہے تو اکڑنے، غرور کرنے اور انکار کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ مشرکین معجزوں اور دلیلوں کا مطالبہ تو کرتے ہیں لیکن جب دلیل اور نشانی معجزہ کی شکل میں ان کی نگاہوں کے سامنے ظاہر ہوتی ہے تو نہ عبرت حاصل کرتے ہیں اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ یہ ان کی بُری عادت اور بدترین اخلاق کی علامت ہے۔ اس آیت میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو رحمت عطا فرماتے ہیں اور ان کو اپنے فضل سے رزق عطا فرماتے ہیں، اس کے بعد کہ ان پر مصیبت، فقر وفاقہ پہنچ چکا تھا، یعنی خشک سالی کے بعد سرسبز وشادابی عطا کرتے ہیں، فقر وفاقہ کے بعد فراوانی اور خوشحالی عطا کرتے ہیں تو ان نعمتوں کا تقاضا تو یہ ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں، اس کی ان نعمتوں کا شکر بجالائیں، مگر یہ مشرکین طعنہ زنی، مذاق اڑانے اور ان نشانیوں کو جھٹلانے میں لگ جاتے ہیں۔ ان مشرکوں کا حال یہ تھا کہ جب بارش نہیں ہوتی تھی تو گڑگڑاتے تھے، آہ وزاری کرتے تھے اور جب بارش ہوتی تھی تو یوں تبصرے کرتے تھے کہ ارے یہ تو بارش کا موسم ہے، اس لئے بارش ہوئی یا یوں کہتے کہ فلاں ستارہ طلوع ہوگیا اس لئے بارش ہوگئی۔ کسی منصوبے میں کامیاب ہوجاتے تو اس کو اپنی ذہانت اور مہارت کی طرف لے جاتے کہ ہماری ذہانت اور مہارت کی وجہ سے ہوا۔ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے ارادے اور فیصلہ کی طرف ان کا ذہن نہیں جاتا تھا، جس طرح

قارون نے کہا تھا کہ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ (القصص:۷۸) یہ تو میرے علم و ہنر سے مجھے ملا ہے۔

مکہ والوں پر اللہ تعالیٰ نے سات سال تک قحط بھیجا تھا۔قریب تھا کہ اہلِ مکہ اس قحط کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں، انہوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے درخواست کی کہ آپ خوشحالی کے لئے دعا کریں۔اگر یہ قحط کی مصیبت دور ہو جائے اور ہمیں خوشحالی مل جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔رسولِ رحمت ﷺ نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں پر رحم فرمایا تو ان مشرکوں کا کام تھا کہ ایمان لے آتے ،مگر وہ اپنی پرانی روش پر لوٹ گئے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں طعنہ زنی کرنے لگے اور رسولِ رحمت ﷺ سے وہی عناد اور دشمنی کا معاملہ کرنے لگے اور ایسی شرارتیں اور حیلے بہانے کرنے لگے جو پہلے کیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسی حقیقت کو بیان کیا: وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ ۔الخ۔ جب ہم لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی وہ ہماری آیتوں کے بارے میں مکر کرنے لگتے ہیں۔ یعنی آیتوں کو نہ ماننے کے بہانے تراش لیتے ہیں اور طعن و تشنیع پر اتر آتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ سے کہا کہ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مکر کی سزا جلد ہی دینے والا ہے۔اللہ تعالیٰ جلد ہی اس کا بدلہ دیں گے۔یہ حقیقت بھی یاد رکھو کہ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ بے شک ہمارے فرشتے لکھ لیتے ہیں جو تم حیلہ سازیاں کرتے ہو۔اللہ تعالیٰ کے دفتر میں تمہاری شرارتیں اور تمہاری حیلہ سازیاں سب محفوظ ہیں۔سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۰ میں یوں کہا گیا: وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّیْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ'' اور اگر ہم اسے کوئی نعمت کا مزہ چکھائیں اس سختی کے بعد جو اسے پہنچ چکی تھی تو وہ کہنے لگتا ہے کہ بس برائیاں مجھ سے جاتی رہیں۔ یقیناً وہ بڑا ہی اترانے والا شیخی خور ہے۔سورۂ روم کی آیت نمبر ۳۳ میں یوں کہا گیا: وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ لوگوں کو جب کبھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع ہو کر دعائیں کرتے ہیں، پھر جب وہ اپنی طرف سے رحمت کا ذائقہ چکھاتا ہے تو ان میں ایک جماعت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے۔اس قسم کی آیات ہم سے یہ مطالبہ کرتی ہیں کہ تکلیف اور مصیبت میں جس طرح ہم اپنے رب کی طرف رجوع ہوتے ہیں، آرام، راحت اور ترقی کے دور میں بھی اسی رب کی طرف رجوع ہونا چاہئے۔

﴿درس نمبر:۸۷۷﴾ اللہ ہی پریشانیوں میں ڈالنے والا اور نکالنے والا ہے ﴿یونس:۲۲۔۲۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

هُوَ الَّذِیْ يُسَيِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِی

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هُوَ الَّذِیْ وہی ہے(اللہ) جو يُسَيِّرُكُمْ تمہیں چلاتا ہے فِی الْبَرِّ خشکی میں وَ الْبَحْرِ اور سمندر(میں) حَتّٰۤى یہاں تک کہ اِذَا جب كُنْتُمْ تم ہوتے ہو فِی الْفُلْكِ کشتیوں میں وَجَرَيْنَ اور وہ چلتی ہیں بِهِمْ انہیں لےکر بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ پاکیزہ(موافق) ہوا کے ساتھ وَّفَرِحُوْا اور وہ خوش ہوتے ہیں بِهَا اس(ہوا) کے ساتھ جَآءَتْهَا (تو) آتی ہے ان(کشتیوں) پر رِيْحٌ عَاصِفٌ سخت ہوا وَّجَآءَهُمُ اور آتی ہیں ان کے پاس الْمَوْجُ لہریں مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ہر طرف سے وَّظَنُّوْۤا اور وہ گمان کرتے ہیں اَنَّهُمْ کہ بےشک اُحِيْطَ گھیر لیا گیا ہے بِهِمْ ان کو دَعَوُا اللّٰهَ (تو اس وقت) وہ پکارتے ہیں اللہ کو مُخْلِصِيْنَ خالص کرتے ہوئے لَهُ اسی کے لیے الدِّيْنَ عبادت کو لَئِنْ (کہ) البتہ اگر اَنْجَيْتَنَا تو نے ہمیں نجات دے دی مِنْ هٰذِهٖ اس(طوفان) سے لَنَكُوْنَنَّ تو یقیناً ہم ہو جائیں گے مِنَ الشّٰكِرِيْنَ شکرگزاروں میں سے ﴿۲۲﴾ فَلَمَّاۤ پھر جب اَنْجٰىهُمْ اس(اللہ) نے نجات دے دی ان کو اِذَا هُمْ تو فوراً وہ يَبْغُوْنَ سرکشی کرنے لگتے ہیں فِی الْاَرْضِ زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنَّمَا بَغْيُكُمْ تمہاری سرکشی (کا وبال) صرف عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانوں پر ہے مَّتَاعَ (اُٹھالو) فائدہ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی کا ثُمَّ پھر اِلَيْنَا ہماری طرف ہی مَرْجِعُكُمْ تمہارا لوٹنا ہے فَنُنَبِّئُكُمْ چنانچہ ہم تمہیں خبر دیں گے بِمَا ساتھ اس کے جو كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے تھے ﴿۲۳﴾

ترجمہ: وہی تو ہے جو تمہیں جنگل اور دریا میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں (سوار) ہوتے ہو اور کشتیاں پاکیزہ ہوا (کے نرم نرم جھونکوں) سے سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور وہ اُن سے خوش ہوتے ہیں تو ناگہاں زناٹے کی ہوا چل پڑتی ہے اور لہریں ہر طرف سے اُن پر (جوش مارتی ہوئی) آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ (اب تو) لہروں میں گھر گئے تو اُس وقت خالص اللہ ہی کی عبادت کر کے اُس سے دعا مانگنے لگتے ہیں کہ (اے اللہ) اگر تو ہمیں اس سے نجات بخشے تو ہم (تیرے) بہت ہی شکرگزار ہوں ﴿۲۲﴾ لیکن جب وہ اُن کو نجات دیدیتا ہے تو ملک میں ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں۔ لوگو! تمہاری شرارت کا وبال تمہاری ہی جانوں پر ہوگا تم دنیا کی زندگی کے فائدے اٹھاؤ پھر تمہیں ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے، اُس وقت ہم تمہیں بتائیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے ﴿۲۳﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہی تو ہے جو تمہیں جنگل اور دریا میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

۲۔ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور کشتیاں پاکیزہ ہوا سے سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں۔

۳۔ وہ ان سے خوش ہوتے ہیں۔
۴۔ ناگہاں زناٹے کی ہوا چل پڑتی ہے اور لہریں ہر طرف سے ان پر جوش مارتی ہوئی آنے لگتی ہیں۔
۵۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ اب تو لہروں میں گھر گئے۔
۶۔ تو اس وقت خالص اللہ ہی کی عبادت کر کے اس سے دعا مانگنے لگتے ہیں۔
۷۔ اے اللہ! اگر تو ہمیں اس سے نجات بخشے تو ہم تیرے بہت ہی شکر گزار رہوں۔
۸۔ لیکن جب وہ ان کو نجات دیتا ہے تو وہ ملک میں ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں۔
۹۔ لوگو! تمہاری شرارتوں کا وبال تمہاری جانوں پر ہی ہوگا۔
۱۰۔ تم دنیوی زندگی میں فائدہ اٹھا رہے ہو۔
۱۱۔ پھر ہماری طرف تم کو لوٹ کر آنا ہے، ہم تمہیں بتا دیں گے جو تم کرتے تھے۔

جو مشرک اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرارت، بغاوت اور سرکشی کرتے ہیں ان مشرکین کو اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت بتلائی جا رہی ہے اور رب ذوالجلال کی معرفت کا احساس دلایا جا رہا ہے کہ کون ہے اللہ؟ اللہ وہی ہے جو تمہیں خشکی میں بھی چلاتا ہے اور سمندر میں بھی چلاتا ہے۔ تم سب اس رب ذوالجلال کے پیدا کئے ہوئے پرانے اور نئے وسائل اور اسباب کے ذریعہ بری، بحری اور فضائی سفر کرتے ہو، چوپایوں، موٹر سائیکلوں، بسوں، ٹرینوں اور کاروں کے ذریعہ زمینی سفر کرتے ہو، سمندروں میں بحری جہازوں اور کشتیوں کے ذریعہ سفر کرتے ہو اور فضاؤں میں ہوائی جہازوں پر سفر کرتے ہو، یہ ساری سہولتیں کس نے تمہیں بخشیں؟ اسی رب ذوالجلال نے تمہارے لئے یہ اسباب پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سمندری سفر کے دوران پیش ہونے والے نشیب وفراز کا ایک منظر کھینچا ہے اور اس وقت انسان کے دل پر کیا گزرتی ہے اور اس کی زبان سے کیا الفاظ نکلتے ہیں؟ اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ جب تم کشتی میں سوار ہو کر بحری سفر کرتے ہو اور سمندر میں جب یہ کشتی چلنے لگتی ہے اور جس طرف تمہیں جانا ہوتا ہے اس طرف کی پاکیزہ ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور تم اس دل پسند منظر کو دیکھ کر کہ تمہارا سفر طئے ہو رہا ہے اور تم اپنی منزل کی طرف جا رہے ہو تو تمہیں سفر کی خوشیاں نصیب ہوتی ہیں اور سمندری سفر کی راحتوں سے تم لطف اندوز ہوتے ہو۔ اتنے میں رخ پلٹنے لگتا ہے اور تیز وتند ناموافق ہوائیں آنے لگتی ہیں اور تمہیں خوف ہونے لگتا ہے کہ تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے اور غرق ہو جاؤ گے۔ ایسے وقت بچنے کی کوئی صورت تم نہیں پاتے تو تم پورے خشوع اور خصوع سے گڑگڑاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہو۔ اس وقت تمہارا دل ودماغ ان بتوں کی طرف نہیں جاتا جن کی عبادت تم اللہ کو چھوڑ کر کرتے ہو۔ پھر تم یہ فیصلہ کر لیتے ہو کہ اگر اس خطرناک گھڑی سے نجات مل گئی اور جان بچ گئی تو ہم شکر گزار جماعت میں شامل ہو جائیں گے، نعمتوں کا شکر ادا کریں گے اور ایک اللہ کی عبادت کریں گے۔ پھر تمہارا حال یہ ہوتا ہے کہ جب تم کو اس مصیبت

سے نجات دی جاتی ہے تو تمہارا رویہ ہی بدل جاتا ہے اور تم زمین میں ناحق بغاوت کرنے لگتے ہو اور پھر اسی کفر کی طرف لوٹنے لگتے ہو۔ ''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا''۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۲ میں بھی یہ بات دوسرے انداز میں بتلائی گئی: وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے، لیٹے بھی، بیٹھے بھی، کھڑے بھی، پھر جب ہم اس کی تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے اپنی تکلیف کے لئے جو اسے پہنچی تھی کبھی ہمیں پکارا ہی نہیں تھا۔

ان مشرکوں کی یہ حالت بھی بیان کی گئی کہ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ پھر جب اللہ انہیں نجات دیتا ہے تو اچانک وہ زمین میں ناحق بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد ان بغاوت اور سرکشی کرنے والے کافروں سے جنہوں نے عبرت حاصل نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو توڑا خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اے لوگو! تمہاری بغاوت اپنی ہی جانوں پر ہے کیونکہ اس کا وبال تمہارے ہی اوپر پڑنے والا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶۷ میں بھی یہ بات کہی گئی: وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا اور سمندروں میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں تم پکارتے ہو سب گم ہو جاتے ہیں صرف وہی اللہ باقی رہ جاتا ہے، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ یہ چند روزہ زندگی ہے۔ یاد رکھو! تم سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ وہ تمہیں بتائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

﴿درس نمبر: ۸۷۸﴾ دنیوی زندگی کی مثال آسمان سے برستے پانی کی طرح ہے ﴿یونس: ۲۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زندگانی دنیا کی مثال تو محض كَمَآءٍ اس پانی کی طرح ہے اَنْزَلْنٰهُ جسے ہم نے اتارا مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے فَاخْتَلَطَ پھر مل جل گئی بِهٖ اس کے سبب سے نَبَاتُ روئیدگی الْاَرْضِ زمین کی مِمَّا اس چیز میں سے جسے يَاْكُلُ کھاتے ہیں النَّاسُ انسان وَالْاَنْعَامُ اور چوپائے حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَآ جب اَخَذَتِ پکڑی الْاَرْضُ زمین نے زُخْرُفَهَا اپنی رونق وَازَّيَّنَتْ اور وہ مزیّن ہوگئی وَظَنَّ اور گمان کرلیا اَهْلُهَآ اہلِ زمین نے اَنَّهُمْ کہ بیشک وہ قٰدِرُوْنَ قادر ہیں عَلَيْهَآ اس (سے فائدہ اُٹھانے) پر اَتٰىهَآ (تو

اچانک) آ گیا اس پر اَمْرُنَا ہمارا حکم (عذاب) لَیْلاً رات کو اَوْ یا نَھَارًا دن کو فَجَعَلْنٰھَا تو ہم نے کر دیا اس (لہلہاتی کھیتی) کو حَصِیْدًا کٹی ہوئی کھیتی (کی طرح) کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ گویا کہ وہ موجود نہیں تھی بِالْاَمْسِ کل کَذٰلِکَ اسی طرح نُفَصِّلُ ہم مفصّل بیان کرتے ہیں الْاٰیٰتِ اپنی آیتیں لِقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے یَّتَفَکَّرُوْنَ جو غور و فکر کرتے ہیں۞

ترجمہ: دنیا کی زندگی کی مثال بارش کی سی ہے کہ ہم نے اُس کو آسمان سے برسایا پھر اُس کیساتھ سبزہ جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں ملا کر نکلا یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوشنما اور آراستہ ہوگئی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں ناگہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکمِ (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے اُس کو کاٹ (کر ایسا کر) ڈالا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ جو لوگ غور کرنے والے ہیں اُن کیلئے ہم (اپنی قدرت کی) نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۞

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ دنیوی زندگی کی مثال تو کچھ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا۔

۲۔ جس کی وجہ سے زمین میں اُگنے والی وہ چیزیں خوب گھنی ہوگئیں جو انسان اور مویشی کھاتے ہیں۔

۳۔ یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا یہ زیور پہن لیا اور سنگھار کر کے خوشنما ہوگئی۔

۴۔ اس کے مالک سمجھنے لگے کہ بس اب یہ پوری طرح ان کے قابو کے ہیں۔

۵۔ تو کسی دن یا رات کے وقت ہمارا حکم آ گیا کہ ان پر کوئی آفت آ جائے۔

۶۔ ہم نے اس کو کٹی ہوئی کھیتی کی سپاٹ زمین میں اسطرح تبدیل کر دیا جیسے کل وہ تھی ہی نہیں۔

۷۔ اسی طرح ہم نشانیوں کو ان لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔

اس آیت میں تیزی کے ساتھ زائل ہونے اور فنا کی گھاٹ اترنے والی دنیوی زندگی کی خوبصورت مثال دی گئی ہے۔ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے: خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفاً (النساء:۲۸) وہ دنیا کے ظاہر کو دیکھ کر اپنی آخرت بھول جاتا ہے۔ اس انسان کا دل اس وقت پھسل جاتا ہے جب وہ دنیا کی ظاہری زیب و زینت اور دلوں کو مائل کرنے والی رنگ برنگی چیزوں کو دیکھتا ہے۔ دن اور رات جس قدر تیزی سے گزر رہے ہیں اسی قدر تیزی کے ساتھ دنیا کی رنگینیوں میں نت نئی تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ اسباب و وسائل کے وہ نئے دلفریب انداز، سائنس اور ٹیکنالوجی کے نئے روپ، عیش و آرام کے نئے وسائل ان سب کو دیکھ کر انسان کا دل ریجھ جاتا ہے اور ظاہر کے پیچھے دوڑنے لگتا ہے اور اس کے پیچھے جو آخرت چھپی ہوئی ہے اس سے وہ غافل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیوی زندگی کی مثال یوں دی، جیسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا، اس پانی کی وجہ سے طرح طرح کے پودے اُگے، سبزیاں نکلیں، گھانس برآمد ہوئی اور ان چیزوں کی وجہ سے زمین ہری بھری اور دیکھنے میں خوب خوشنما ہوگئی، سبزہ لہلہانے لگا، وہ نظروں کو بھانے لگا۔ جن لوگوں

کی زمینیں تھیں وہ بہت خوش ہوئے اورانہوں نے خیال کیا کہ بس اب تو یہ سب کچھ ہمارے قبضہ میں ہے۔اس سے طرح طرح کے منافع حاصل کریں گے۔اسی سوچ بچار میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رات میں یا دن میں کوئی مصیبت آ گئی اوراسے ڈھیر کردیا۔اب جب دیکھنے والے نظر ڈالتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہاں کل کچھ بھی نہ تھا۔اس دنیا میں جو ہری بھری گھانس اور کھیتی کی حالت ہے کہ ابھی تو ہری بھری تھی اورابھی کچھ بھی نہیں۔یہی مثال ہے پوری دنیا کی۔یہاں کے افراد کی بھی یہی مثال ہے۔یہاں کی قوموں کی بھی یہی مثال ہے۔یہاں کی حکومتوں کی بھی یہی مثال ہےاور یہاں کے مال وجائیداد کی بھی یہی مثال ہے۔کچھ دن تو لوگ یہاں فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اپنے خیال کے اعتبار سے اچھی زندگی گزارتے ہیں۔پھرافراد کوموت آ جاتی ہے۔جماعتیں ختم ہوجاتی ہیں۔حکومتیں مٹ جاتی ہیں۔تجارتیں تباہ ہوجاتی ہیں۔باغ اجڑ جاتے ہیں، چیزیں خراب ہوجاتی ہیں اور تمام حالات کے گزر جانے کے بعد قیامت کا دن تو ضرور ہی آئے گا۔وہاں سارے فیصلے ہوں گے۔وہاں کی زندگی اصل زندگی محسوس ہوگی۔دنیا میں جوزندگی گزارکرآئے وہ بالکل ہیچ معلوم ہوگی۔جنت کی ساری نعمتوں کودیکھنے کے بعد دنیا کی یہ ساری نعمتیں بالکل حقیر معلوم ہوں گی۔اگر یہ انسان جنت میں چلا گیا تو سمجھو کہ اس کی دنیوی زندگی نے اس کوایک اچھاانجام دیا۔ہمیشہ کا آرام وراحت اور ہمیشہ کی نعمتوں میں وہ چلا گیا۔لیکن اگر دوزخ میں چلا گیا تو دنیا کے سارے مال، دنیا کی ٹھاٹ باٹ، دنیا کی سجاوٹ اورعمدہ اور بڑی سواریاں اور دنیا کے بڑے بڑے بنگلے کچھ بھی نفع نہ دیں گے۔اس آخرت کودیکھ کر دنیا کی حقیقت اوراس کی بے ثباتی اوراس کی فنا کا ساراقصہ سمجھ میں آ جائے گا۔

پچھلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا کہ اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ لوگو!تمہاری سرکشی تمہاری ہی جانوں پر ہے۔یعنی تم اگر سرکشی،شرارت اور بغاوت کروگےتواس کا وبال تم پر ہی پڑنے والا ہے۔اس کے بعد کہا گیا کہ مَّتَاعَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا تم تو دنیوی زندگی کا فائدہ اٹھارہے ہو۔اس آیت میں اس دنیوی زندگی کی فنااوراس کے زوال کی کھلی مثال دی گئی۔ظاہر ہے کہ لوگوں کی سرکشی کی بنیاد ان کی وہ حرص ہے جو دنیا میں وہ کرتے ہیں اوردنیا کی زندگی گزارنے میں اوردنیا کی نعمتوں کے استعمال میں جوافراط وتفریط اور بیجا فضول خرچی وغیرہ کرتے ہیں، جوشخص زمین میں بغاوت کے گل کھلاتا ہےاوردنیا کی زندگی سے دھوکہ کھاکرآخرت کو بھول جاتا ہےاس کواس دنیا کی بے ثباتی کی حقیقت کوسمجھ لینا چاہیئے کہ اس دنیا کی مثال اتنی سی ہے کہ زمین کو پانی سے تر کیا گیا، اس میں پھل اور پھول نکل آئے، پھرفصل کاٹنے کا وقت آیا، پھراچانک ایسا ہوا کہ وہ ساری کھیتی اجڑ گئی، ایسی ہوگئی کہ کل وہاں وہ کھیتی تھی ہی نہیں۔یہ پوری دنیا آج سبزوشاداب اوررنگ برنگی محسوس ہورہی ہے،لیکن اس کی رنگت ختم ہوجائے گی۔اس کا سارا قصہ کافور ہوجائے گا۔دنیا کی اس زندگی کی مثالیں قرآنِ مجید میں دوسرے انداز میں بھی دی گئی ہیں۔سورۂ حدید کی آیت نمبر۲۰ میں یوں مثال دی گئی: اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰىہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا

خوب سمجھ لو کہ اس دنیا والی زندگی کی حقیقت بس یہ ہے کہ وہ نام ہے کھیل کود کا، ظاہری سجاوٹ کا، تمہارا ایک دوسرے پر فخر جتانے کا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنے کا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش جس سے اُگنے والی چیزیں کسانوں کو بہت اچھی لگتی ہیں، پھر وہ اپنا زور دکھاتی ہے، پھر تم اس کو دیکھتے ہو کہ زرد پڑ گئی ہے، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان دلچسپیوں کا ذکر فرمایا ہے جن سے انسان اپنی زندگی کے مختلف مرحلوں میں دل لگاتا ہے۔ بچپن میں ساری دلچسپی کھیل کود میں ہوتی ہے اور جوانی کے دور میں زیب و زینت اور سجاوٹ کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اس زیب و زینت اور دنیا کے ساز و سامان میں ایک دوسرے کے سامنے اپنی برتری اور بڑائی جتانے اور اس پر فخر کرنے کا ذوق ہوتا ہے۔ پھر بڑھاپے میں مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کو ہی انسان دلچسپی کا مرکز بنا لیتا ہے اور ہر مرحلہ میں انسان جس چیز کو اپنی دلچسپی کی معراج سمجھتا ہے اگلے مرحلہ میں وہ بے حقیقت معلوم ہونے لگتی ہے۔

سورۂ کہف کی آیت نمبر ۴۵ میں بھی دنیوی زندگی کی ایک مثال یوں دی گئی ہے: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا اور ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی یہ مثال بھی بیان کر دو کہ وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا تو اس سے زمین کا سبزہ خوب گھنا ہو گیا، پھر وہ ایسا ریزہ ریزہ ہوا کہ اسے ہوائیں اڑا لے جاتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۲۱ میں بھی ایک مثال دی گئی ہے: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اسے زمین کے سوتوں میں پرو دیا؟ پھر وہ اس پانی سے ایسی کھیتیاں وجود میں لاتا ہے جن کے رنگ مختلف ہیں، پھر وہ کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں تو تم انہیں دیکھتے ہو کہ پیلی پڑ گئی ہیں، پھر وہ انہیں چورا چورا کر دیتا ہے، یقیناً ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے بڑا سبق ہے جو عقل رکھتے ہیں۔

درس نمبر: ۸۷۹ — یونس: ۲۵۔۲۶

نیک لوگوں کیلئے جنت کا وعدہ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۞ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاللّٰهُ اور اللہ يَدْعُوْٓا بلاتا ہے اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف وَيَهْدِيْ اور وہ ہدایت دیتا ہے مَنْ جس کو يَّشَآءُ چاہتا ہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھی راہ کی طرف ۞ لِلَّذِيْنَ ان لوگوں

کے لیے جنہوں نے اَحۡسَنُوا نیکیاں کیں الۡحُسۡنٰی نیک بدلہ (جنت) ہے وَ زِیَادَۃٌ اور مزید (دیدارِ الٰہی) ہے وَلَا یَرۡھَقُ اور نہیں ڈھانپے گی وُجُوۡھَھُمۡ ان کے چہروں کو قَتَرٌ سیاہی وَّلَا ذِلَّۃٌ اور نہ ذلت اُولٰٓئِکَ یہ لوگ ہیں اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ جنتی ھُمۡ وہ فِیۡھَا اس میں خٰلِدُوۡنَ ہمیشہ رہیں گے ۝

ترجمہ: اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے ۝ جن لوگوں نے نیکوکاری کی اُن کیلئے بھلائی ہے اور (مزید برآں) اور بھی اور اُن کے مونہوں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ رسوائی، یہی جنتی ہیں کہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے ۝

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ لوگوں کو سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے۔

۲۔ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ تک پہنچا دیتا ہے۔

۳۔ جن لوگوں نے بہتر کام کیے ہیں بہترین حالت انہی کے لئے ہے۔

۴۔ اس سے بڑھ کر کچھ اور بھی

۵۔ ان کے چہروں پر نہ کبھی سیاہی چھائے گی اور نہ ہی ذلت

۶۔ وہ جنت کے باسی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

گزشتہ آیت میں دنیا کی طرف مائل ہونے اور آخرت سے غافل ہو جانے سے نفرت دلاتے ہوئے دنیوی زندگی کی مثال پیش کی گئی۔ اس آیت میں ان لوگوں کو آخرت کی جانب رغبت دلائی جارہی ہے۔ اس آیت میں یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ تم تو دنیا کی طرف لپکتے جاتے ہو۔ دنیا کی نئی نئی رنگینیوں میں غوطہ لگا رہے ہو۔ دنیا کی رونق اور زینت کی لذتوں میں پڑے ہوئے ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی فنا اور اس کے زوال کے تذکرہ کے بعد اس آیت میں جنت کی ترغیب دی ہے اور جنت کی طرف لوگوں کو بلایا ہے کہ وَاللّٰہُ یَدۡعُوۡۤا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ اللہ جنت کے گھر کی طرف تمہیں بلاتا ہے۔ جنت کے کئی نام ہیں۔ جنت الفردوس، جنت الخلد، جنت الماویٰ اور جنت النعیم وغیرہ۔ جنت کا ایک نام دارالسلام بھی ہے، یعنی جنت سلامتی کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت کی طرف بلاتا ہے کا مطلب مفسرین نے یہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے کاموں کی طرف تمہیں بلاتا ہے جن کاموں کے کرنے پر جنت تم پر واجب ہو جاتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ایمان اور نیک اعمال کی طرف تمہیں بلاتا ہے تاکہ اس ایمان اور ان نیک اعمال کے ذریعہ تم جنت پا سکو۔ جنت کو دارالسلام یعنی سلامتی کا گھر اس لئے کہا گیا کہ جنت میں جنتی حضرات آفتوں، کدورتوں، نقصان اور نقائص سے دور سلامتی کے ماحول میں رہیں گے۔ ان جنتیوں کا تحیہ جنت میں یہی ہوگا کہ تَحِیَّتُھُمۡ فِیۡھَا سَلٰمٌ (یونس: ۱۰) اور ان کا باہم سلام یہ ہوگا السلام علیکم (تم پر سلامتی ہو)۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور تمہاری مثال ایک آقا کی سی ہے، جس نے ایک گھر بنایا اور دسترخوان بچھایا اور ایک پکارنے والے داعی کو بھیجا جس نے اس پکارنے والے کی پکار کا جواب دیا اور گھر میں داخل ہوا اور دسترخوان میں سے کھایا۔ آقا اس سے راضی ہوگیا اور جس نے پکارنے والے کا جواب نہیں دیا وہ نہ داخل ہوا اور نہ ہی کھایا اور نہ ہی اس سے آقا راضی ہوا۔ یاد رکھو کہ وہ آقا اللہ ہے اور گھر دارالسلام ہے اور دسترخوان جنت ہے اور پکارنے والے داعی محمد (ﷺ) ہیں۔ (ترمذی: ۲۸۶۰) ابن ابی حاتم اور ابن جریر سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس دن بھی سورج طلوع ہوتا ہے اس کے دونوں جانب فرشتے ہوتے ہیں جو اس طرح آواز لگاتے ہیں کہ ساری مخلوق سنتی ہے، مگر انسان اور جنات نہیں سنتے۔ وہ کہتے ہیں اے لوگو! تم اپنے رب کی طرف چلو اور اللہ دارالسلام کی طرف بلاتا ہے۔ (تفسیر الرازی)

اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پکار دارالسلام کی طرف اور اس کا حکم ایمان لانے کا پوری انسانیت کے لئے ہوتا ہے اور وہ اللہ ہدایت جس کو چاہے دیتا ہے، یعنی صراط مستقیم کی توفیق جس کو چاہے دیتا ہے۔ جو صراط مستقیم جنت تک انسانوں کو پہنچاتا ہے۔ وہ صراط مستقیم دراصل دین اسلام ہے اور اس دین کے عقائد اور احکام ہیں۔ دین اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس میں کوئی ٹیڑھاپن نہیں اور باطل کی کوئی آمیزش اس دین میں نہیں ہے۔ یہاں ایک بنیادی نکتہ ذہن میں رہے کہ ہدایت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ہدایت تو ارشاد اور دلالت ہے، یعنی رہنمائی کرنا کہ دیکھو! یہ حق ہے، یہ سیدھا راستہ ہے اور یہ رہنمائی اور دلالت دنیا کے سارے انسانوں کیلئے ہے کہ سارے ہی انسانوں کو ایمان اور اسلام کی دعوت دی جاتی ہے۔ ہدایت کی دوسری قسم توفیق ہے اور یہ توفیق انہی کے لئے خاص ہے جن کو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں انہیں استقامت کی یہ راہ عطا فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں توفیق عطا کرتے ہیں اور اس کے لئے اس کی مدد بھی فرماتے ہیں۔ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی مثال دی ہے۔ اس صراطِ مستقیم کے دونوں جانب دو گھر ہیں۔ ان گھروں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ دروازوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ایک پکارنے والا اس راستہ کے سرے پر کھڑا پکار رہا ہے اور دوسرا پکارنے والا اوپر سے پکار رہا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے تو وہ دروازے جو صراطِ مستقیم کی دونوں جانب ہیں وہ حدود اللہ ہیں تو جب تک پردہ کھول نہ دیا جائے حدود اللہ میں کوئی شخص داخل نہیں ہوسکتا اور اوپر سے پکارنے والا اس کے رب کا واعظ ہے۔ (ترمذی: ۲۸۵۹)

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى کے ذریعہ یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ جن لوگوں نے اچھائی کے کام کئے ان کے لئے خوبی ہے اور اس سے زائد بھی ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

جب لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ کیا تم کچھ اور چاہتے ہو جو تمہیں عطا کر دوں؟ وہ عرض کریں گے ہمیں اور کیا چاہئے کیا آپ نے ہمارے چہرے سفید نہیں کر دیئے اور کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا اور کیا آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی؟ یہ بہت بڑا انعام ہے۔ اس کے بعد پردہ اٹھا دیا جائے گا اور وہ لوگ اللہ کا دیدار کریں گے۔ انہیں کوئی بھی ایسی چیز نہ دی جائے گی جو انہیں اپنے رب کے دیدار سے بڑھ کر محبوب ہو۔ اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ۔(صحیح مسلم:۱۸۱)

اس کے بعد ارشاد ربانی ہوا: وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ان کے چہروں پر کدورت چھائی ہوئی نہ ہوگی اور نہ ذلت یعنی ان کے چہرے بدصورت نہ ہوں گے، ان پر ذلت کا کوئی اثر نہ ہوگا، جیسا کہ سورۂ قیامہ کی آیت نمبر ۲۲ اور ۲۳ میں ہے: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اس دن بہت سے چہرے شاداب ہوں گے، اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ سورۂ مطففین کی آیت نمبر ۲۴ اور ۲۵ میں یوں ہے: تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ان کے چہروں پر نعمتوں میں رہنے سے جو رونق آئے گی تم اسے صاف پہچان لو گے۔ انہیں ایسی شراب پلائی جائے گی جس پر مہر لگی ہوگی، اس کی مہر بھی مشک ہی مشک ہوگی۔

﴿درس نمبر: ۸۸۰﴾

گناہ کرنے والوں کا انجام

﴿یونس: ۲۷-۲۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَسَبُوا کیے السَّيِّاٰتِ بُرے کام جَزَآءُ (تو) بدلہ سَيِّئَةٍ برائی کا بِمِثْلِهَا اس (بُرائی) کی مثل ہی ہے وَتَرْهَقُهُمْ اور ڈھانپ لے گی ان کو ذِلَّةٌ ذلت مَا نہیں ہوگا لَهُمْ ان کے لیے مِّنَ اللّٰهِ اللہ (کے عذاب) سے مِنْ عَاصِمٍ کوئی بچانے والا كَاَنَّمَآ (یوں محسوس ہوگا) گویا کہ اُغْشِيَتْ اوڑھا دیئے گئے وُجُوْهُهُمْ ان کے چہروں کو قِطَعًا ٹکڑے مِّنَ الَّيْلِ رات کے مُظْلِمًا جب کہ وہ اندھیری ہو اُولٰٓئِكَ یہ لوگ ہیں اَصْحٰبُ النَّارِ جہنمی هُمْ وہ فِيْهَا اس میں خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۷﴾ وَيَوْمَ اور (یاد کرو) جس دن نَحْشُرُهُمْ ہم انہیں اکٹھا کریں گے جَمِيْعًا سب کو ثُمَّ پھر نَقُوْلُ ہم کہیں گے لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جنہوں نے اَشْرَكُوْا شرک کیا تھا مَكَانَكُمْ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو اَنْتُمْ تم وَشُرَكَآؤُكُمْ اور تمہارے شریک (معبودانِ باطلہ) فَزَيَّلْنَا پھر ہم جدائی ڈال دیں گے بَيْنَهُمْ ان کے درمیان وَقَالَ اور کہیں گے شُرَكَآؤُهُمْ ان

کے شریک (معبود) مَّا كُنْتُمْ نہیں تھے تم اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ہماری ہی عبادت کرتے ۲۸

ترجمہ: اور جنہوں نے بُرے کام کئے تو بُرائی کا بدلہ ویسا ہی ہوگا اور اُن کے مونہوں پر ذلت چھا جائے گی اور کوئی اُن کو اللہ سے بچانے والا نہ ہوگا اُن کے مونہوں (کی سیاہی کا یہ عالم ہوگا کہ اُن) پر گویا اندھیری رات کے ٹکڑے اڑھا دیئے گئے ہیں، یہی دوزخی ہیں کہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے ۲۷ اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو تو ہم اُن میں تفرقہ ڈال دیں گے اور اُن کے شریک (اُن سے) کہیں گے کہ تم ہمیں تو نہیں پوجا کرتے تھے ۲۸

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے برائیاں کمائی ہیں تو ان کی برائی کا بدلہ اسی جیسا بُرا ہوگا۔

۲۔ ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔

۳۔ اللہ کے عذاب سے انہیں کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

۴۔ ایسا لگے گا جیسے ان کے چہروں پر اندھیری رات کی تہیں چڑھا دی گئی ہیں۔

۵۔ وہ دوزخ کے باسی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۶۔ یاد رکھو! وہ وقت جب ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے۔

۷۔ پھر جن لوگوں نے شرک کیا تھا ان سے کہیں گے کہ ذرا اپنی جگہ ٹھہرو تم بھی اور وہ بھی جن کو تم نے اللہ کا شریک مانا تھا۔

۸۔ پھر ان کے درمیان عابد اور معبود کا جو رشتہ تھا ہم وہ ختم کر دیں گے۔

۹۔ ان کے وہ شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔

پچھلی آیت میں نیک بخت لوگوں کا تذکرہ اور ان کا حسنِ انجام بیان کیا گیا۔ جن لوگوں نے اچھے کام کئے ان کے لئے رب ذوالجلال کے فضل واحسان کا اعلان کیا گیا۔ اس آیت میں ان بدبختوں کا ذکر ہو رہا ہے جنہوں نے کفر و شرک کیا اور بُرے اعمال سے اپنی زندگی اجاڑ لی، ان کے ساتھ انصاف کی بات کہی جا رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر احسان کرتا ہے، فضل کرتا ہے، اپنی رحمت بھیجتا ہے، معاف کر دیتا ہے، ان بندوں کے ساتھ مہربانی کرتا ہے، لیکن وہ کبھی ظلم نہیں کرتا: وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (آل عمران:۵۷) اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (النساء:۴۰) اور اللہ نہ ہی ذرہ برابر کسی پر ظلم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالم، کافر، مشرک اور منافق اسی طرح فاسق و فاجر کسی بھی بندہ کو سزا تو دیتے ہیں اس کی سزا انصاف پر مبنی ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں یوں بیان کیا گیا کہ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا

اور جن لوگوں نے بُرے کام کیے ان کی سزا ان کے اعمال جیسی ہوگی، نہ ان پر کوئی ظلم ہوگا اور نہ زیادتی ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول رحمت ﷺ نے فرمایا: جنت میں جو بھی داخل ہوگا اسے اس کا جہنم کا ٹھکانہ بھی دکھایا جائے گا کہ اگر نافرمانی کی ہوتی تو وہاں اسے جگہ ملتی تاکہ وہ اور زیادہ شکر کرے اور جو بھی جہنم میں داخل ہوگا اسے اس کا جنت کا ٹھکانہ بھی دکھایا جائے گا کہ اگر اچھے عمل کیے ہوتے تو وہاں جگہ ملتی تاکہ اس کے لئے حسرت اور افسوس کا باعث ہو۔ (بخاری:۶۵۶۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے جو گناہ اسلام لانے سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں کیے ہیں کیا ان کا مواخذہ ہم سے ہوگا؟ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اسلام کی حالت میں نیک اعمال کرتا رہا اس سے جاہلیت کے گناہوں کا مواخذہ نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ معاف کردے گا اور جو شخص مسلمان ہوکر بھی بُرے کام کرتا رہا اس سے دونوں زمانوں کے گناہوں کا مواخذہ ہوگا۔ (بخاری:۶۹۲۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب اپنے اسلام کو عمدہ بنالے یعنی نفاق اور ریا سے پاک کرلے تو ہر نیک کام جو وہ کرتا ہے اس کے عوض دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہر بُرا کام جو کرتا ہے تو وہ اتنا ہی لکھا جاتا ہے جتنا کہ اس نے کیا ہے۔ (بخاری:۴۲) (اللہ اکبر) یہ اللہ کی رحمت کی شان ہے، ثواب کی بات آئی تو سات سو گنا تک ثواب اور گناہ پر صرف اتنی ہی سزا جتنا کہ گناہ کیا۔ (سبحان اللہ) سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۶۰ میں بھی اس بات کی وضاحت ملتی ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا جو شخص کوئی نیکی لے کر آئے گا اس کے لئے اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب ہے اور جو شخص کوئی بدی لے کر آئے گا تو اس کو صرف اسی ایک بدی کی سزا دی جائے گی اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ اور ان پر ذلت چھا جائے گی۔ ان بدبختوں کے چہروں پر ان کے کفر، شرک اور نفاق وغیرہ کی وجہ سے ذلت چھا جائے گی۔ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۴۵ میں بھی اس ذلت ورسوائی کا تذکرہ ہے: وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ اور تم انہیں دیکھو گے کہ دوزخ کے سامنے انہیں اس طرح پیش کیا جائے گا کہ وہ ذلت کے مارے جھکے ہوئے کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۴۲ اور ۴۳ میں یوں بتلایا گیا: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۵ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ اور یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جو کچھ یہ ظالم کررہے ہیں اللہ اس سے غافل ہے وہ تو ان لوگوں کو اس دن تک کے لئے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، وہ سروں کو اوپر اٹھائے دوڑ رہے ہوں گے، ان کی نگاہیں جھپکنے کو واپس نہیں آئیں گی اور ان کے دل اُڑے جارہے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متکبر (گھمنڈ کرنے والے) لوگوں کو قیامت کے دن میدانِ حشر میں چھوٹی چیونٹیوں کے مانند لوگوں کی صورتوں میں لایا جائے گا، انہیں ہر جگہ ذلت ڈھانپے رہے گی، پھر وہ جہنم کے ایک ایسے قید خانے کی طرف ہنکائے جائیں گے جس کا نام ''بولس'' ہے۔ اس میں انہیں بھڑکتی ہوئی آگ ابالے گی، وہ اس میں جہنمیوں کے زخموں کی پیپ پئیں گے جسے ''طینۃ الخبال'' کہتے ہیں، یعنی سڑی ہوئی بد بودار کیچڑ۔ (ترمذی: ۲۴۹۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قیامت کے قریب تلوار دے کر بھیجا گیا ہے تا کہ اللہ ہی کی عبادت کی جائے جس کا کوئی شریک نہیں۔ میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا گیا ہے۔ میرے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے بھرپور ذلت لکھ دی گئی ہے اور جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا۔ (مسند احمد: ۵۱۱۵)

اس کے بعد فرمایا گیا کہ **مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ** قیامت کے دن انہیں اللہ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا، یعنی ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے بچانے اور روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ جب اللہ ہی انہیں عذاب دینے کا ارادہ اور فیصلہ کرلیں تو ان کو اس عذاب سے کون بچا پائے گا؟ سورۂ انفطار کی آیت نمبر ۱۹ میں فرمایا گیا: **يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ** یہ وہ دن ہوگا جس میں کسی دوسرے کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا اور تمام تر حکم اس دن اللہ ہی کا چلے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا** ان کی بدصورتی کا حال یہ ہوگا کہ گویا ان کے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانک دیا گیا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ کافر لوگ دنیا میں کتنے ہی خوبصورت ہوں وہ قیامت کے دن نہایت ہی بدترین صورت میں ہوں گے، جیسا کہ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۶۰ میں ہے: **وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ** اور قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے ان کے چہرے سیاہ پڑے ہوئے ہیں۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا کے ذریعہ قیامت کے دن کا ایک منظر بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ دن قابلِ ذکر ہے جبکہ ہم سب کو جمع کریں گے۔ جمع ہونے والوں میں موحدین بھی ہوں گے اور مشرکین بھی ہوں گے۔ مشرکین جن کی عبادت کیا کرتے تھے وہ معبودانِ باطل بھی حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا اس وقت ارشاد ہوگا کہ شرک کرنے والو! تم اور تمہارے وہ معبود جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے تھے اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو، یعنی انتظار کرو اور دیکھو! تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جاتا ہے؟ اس کے بعد ان کے درمیان جدائی کردی جائے گی۔ مشرکین جن کی عبادت کیا کرتے تھے وہ اپنی پرستش کرنے والوں سے کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ ہاں! ضرور ہم تمہارے پرستار تھے، اس پر ان کے معبود کہیں گے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے، ہم تو تمہاری عبادت سے غافل تھے۔

﴿درس نمبر:۸۸۱﴾ **گواہ ہونے کیلئے تو اللہ ہی کافی ہے** ﴿یونس:۲۹۔۳۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَكَفٰى چنانچہ کافی ہے بِاللّٰهِ اللہ شَهِيْدًاۢ گواہ بَيْنَنَا ہمارے درمیان وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان اِنْ بلاشبہ كُنَّا تھے ہم عَنْ عِبَادَتِكُمْ تمہاری عبادت سے لَغٰفِلِيْنَ بالکل غافل ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ وہاں تَبْلُوْا جانچ (جان) لے گا كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس مَّآ جو کچھ اَسْلَفَتْ اس نے کیا تھا (دنیا میں) وَرُدُّوْٓا اور وہ لوٹائے جائیں گے اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف مَوْلٰىهُمْ جو ان کا مالک ہے الْحَقِّ حقیقی وَضَلَّ گم ہو جائے گا عَنْهُمْ ان سے مَّا جو كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ افترا باندھتے تھے ﴿۳۰﴾

ترجمہ: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے ہم تمہاری پرستش سے بالکل بے خبر تھے ﴿۲۹﴾ وہاں ہر شخص (اپنے اعمال کی) جو اُس نے آگے بھیجے ہوں گے آزمائش کر لے گا اور وہ اپنے سچے مالک کی طرف لوٹائے جائیں گے اور جو کچھ وہ بہتان باندھا کرتے تھے سب اُن سے جاتا رہے گا ﴿۳۰﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ بننے کے لئے کافی ہے۔

۲۔ ہم تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے۔

۳۔ ہر شخص نے ماضی میں جو کچھ کیا ہوگا اس موقع پر وہ خود اس کو پرکھ لے گا۔

۴۔ سب کو ان کے مالک حقیقی کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔

۵۔ جو جھوٹ انہوں نے تراش رکھے تھے ان کا کوئی سراغ انہیں نہیں ملے گا۔

جن بتوں کو مشرکین نے خدا مان رکھا تھا وہ بت تو بے جان تھے، اس لئے انہیں اس بات کا پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ لوگ ان کی عبادت کرتے تھے، اس لئے جب اللہ تعالیٰ ان بتوں کو زبان عطا فرمائیں گے تو شروع میں تو وہ صاف انکار کر دیں گے کہ یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے، پھر جب انہیں بعد میں پتہ چلے گا کہ یہ واقعی ان کی عبادت کرتے تھے تو وہ کہیں گے کہ اگر کرتے بھی تھے تو ہمیں اس کا پتہ نہیں تھا۔ بعض مفسرین نے یہاں یہ اشکال پیش کیا کہ وہ دن سچ بولنے کا ہے، وہاں ان بتوں سے جھوٹ کیسے صادر ہوگا؟ یہ اشکال کوئی اشکال نہیں ہے، اس لئے کہ مشرکوں کے جھوٹ بولنے کی صراحت و وضاحت سورۂ انعام کی آیت نمبر ۲۸ میں موجود ہے: بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ بلکہ جس چیز کو اس سے قبل چھپایا کرتے تھے وہ ان کے

سامنے آ گئی ہے اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھیج دیئے جائیں تب بھی یہ وہی کام کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یہ یقیناً بالکل جھوٹے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی آ گئی کہ وہ جو اللہ تعالیٰ کو اس بات پر گواہ بنائیں گے کہ ہم تمہاری عبادت سے غافل تھے ان کا اللہ تعالیٰ کو گواہی کے طور پر پیش کرنا بھی جھوٹ ہوگا۔ بہرصورت مشرکوں اور ان کے معبودوں کے درمیان جدائی ہو جائے گی اور تعلقات بھی منقطع ہو جائیں گے، خواہ وہ تعلقات ایک ہی طرف سے منقطع ہوں، جیسا کہ بتوں سے ان مشرکین کا تعلق تھا اور یہ واضح ہو جائے گا کہ مشرکین کا کوئی مددگار نہیں ہے، جن لوگوں کو سفارشی بنا کر عبادت کی تھی وہ خود دوزخ میں ہوں گے اور اپنے عبادت گزاروں سے بیزار ہو چکے ہوں گے، جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۴ میں ہے: وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں، واقعی تمہارے آپس میں قطع تعلق ہو گیا اور تمہارا دعویٰ سب تم سے گیا گزرا ہوا ہے۔ بات اللہ کے کافی گواہ ہونے کی آ ئی ہے، اس لئے بخاری کی ایک روایت اس سلسلہ میں پیش ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے ایسے گواہ لا جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔ قرض مانگنے والا بولا کہ گواہ تو بس اللہ ہی کافی ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن لا۔ قرض مانگنے والا بولا کہ ضامن بھی اللہ ہی کافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تو نے سچی بات کہی۔ چنانچہ اس نے ایک مقررہ مدت کے لیے اس کو قرض دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوئے اور پھر اپنی ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی تلاش کی تا کہ اس سے دریا پار کر کے اس مقررہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکے جو اس سے طئے پائی تھی۔ (اور اس کا قرض ادا کر دے) لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ آخر ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کیا۔ پھر ایک ہزار دینار اور ایک (اس مضمون کا) خط کہ اس کی طرف سے قرض دینے والے کی طرف (یہ دینار بھیجے جا رہے ہیں) اور اس کا منہ بند کر دیا اور اسے دریا پر لے کر آئے۔ پھر کہا، اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تھے۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بھی تجھ پر راضی ہوا۔ اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا بھی جواب میں نے یہی دیا کہ اللہ پاک گواہ کافی ہے تو وہ مجھ پر راضی ہو گیا اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری ملے جس کے ذریعہ میں اس کا قرض اس تک (مدت مقررہ میں) پہنچا سکوں۔ لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی، اس لیے اب میں اس کو تیرے ہی حوالے کرتا ہوں (کہ تو اس تک پہنچا دے) چنانچہ اس نے وہ لکڑی جس میں رقم تھی دریا میں بہا دی۔ اب وہ دریا میں تھی اور وہ صاحب (قرضدار) واپس ہو چکے تھے۔ اگر چہ فکر اب بھی یہی تھی کہ کس طرح کوئی جہاز ملے، جس کے

ذریعہ وہ اپنے شہر میں جاسکیں۔ دوسری طرف وہ صاحب جنہوں نے قرض دیا تھا اسی تلاش میں (بندرگاہ) آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو۔ لیکن وہاں انہیں ایک لکڑی ملی۔ وہی جس میں مال تھا۔ انہوں نے لکڑی اپنے گھر میں ایندھن کے لیے لے لی۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی نکلا۔ (کچھ دن کے بعد جب وہ صاحب اپنے شہر آئے) تو قرض خواہ کے گھر آئے اور (یہ خیال کر کے کہ شاید وہ لکڑی نہ مل سکی ہو دوبارہ) ایک ہزار دینار ان کی خدمت میں پیش کر دیئے اور کہا کہ قسم اللہ کی! میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارا مال لے کر پہنچوں، لیکن اس دن سے پہلے جب کہ میں یہاں پہنچنے کے لیے سوار ہوا، مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر انہوں نے پوچھا اچھا یہ تو بتاؤ کہ کوئی چیز کبھی تم نے میرے نام بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا بتا تو رہا ہوں آپ کو کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ نے بھی آپ کا وہ قرضہ ادا کر دیا جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ چنانچہ وہ صاحب اپنے ہزار دینار لے کر خوش خوش واپس لوٹ گئے۔ (بخاری:۲۲۹۱)

اللہ تعالیٰ گواہ اور حَکَم ہونے کے لئے ہمارے اور تمہارے درمیان کافی ہیں کہ ہم نے تم کو ہماری عبادت کیلئے بلایا ہی نہیں اور نہ ہی ہم نے تم کو ہماری عبادت کرنے کا حکم دیا اور ہم تم سے اس بارے میں خوش بھی نہیں تھے۔ جب باطل معبودوں نے ان مشرکوں کو اپنی عبادت کے لئے نہ ہی بلایا اور نہ ہی حکم دیا اور نہ ہی اس عبادت پر اپنی خوشی کا اظہار کیا تو انہیں کیا ہو گیا کہ یہ مشرکین خواہ مخواہ ان کی عبادت کررہے ہیں؟ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ہم تو تمہاری عبادت سے پوری طرح غافل تھے، نہ ہی ہم کو معلوم تھا کہ تم ہماری عبادت کررہے ہو اور نہ ہی کبھی ہم نے تم کو دیکھا کہ تم ہماری عبادت کررہے ہو اور نہ ہی ہم راضی تھے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نہ ہم سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی سمجھ سکتے ہیں، اس لئے کہ ہمارا تعلق تو جمادات سے ہے، ہم میں کوئی روح ہی نہیں ہے۔

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وہاں ہر شخص اپنے اعمال کی جو اس نے اپنے آگے بھیجے ہوں گے آزمائش کرلے گا۔ یعنی قیامت کے دن حساب کی جگہ ہر آدمی کی آزمائش ہوگی اور آدمی کو اپنے اچھے اور بُرے اعمال کا علم ہوگا اور اس کا مزہ بھی وہ چکھے گا اور اس دن ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ اس نے اپنے آگے اچھے اور بھلے اعمال بھیجے تھے یا بُرے اعمال بھیجے تھے، جیسا کہ سورۂ طارق کی آیت نمبر ۹ میں کہا گیا: يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ ہوگی۔

وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اور وہ اپنے سچے مالک کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف قیامت کے دن لوٹائے جائیں گے اور ان کے سارے کام اچھے اور بُرے اس ایک اللہ کی طرف لوٹائے

جائیں گے جو انصاف کرنے والا اور فیصلہ کرنے والا ہے۔اس دن فیصلہ ہوگا کہ کون جنت میں جائے گا اور کون دوزخ میں جائے گا؟ اہلِ جنت کو جنت میں اور اہلِ دوزخ کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ اور جو جھوٹ انہوں نے تراش رکھے تھے ان کا کوئی سراغ انہیں نہیں ملے گا۔یعنی مشرکین نے جو باتیں گھڑی تھیں وہ سب غائب ہو جائیں گی اور اس دن وہ سارے بت غائب ہو جائیں گے، ان کا کوئی ساتھ نہیں دیں گے۔اس طرح مشرکوں کا نہ کوئی مددگار رہے گا اور نہ کوئی ان کا اللہ کے ہاں سفارشی رہے گا۔سارا اختیار اس دن ایک اللہ ہی کا رہ جائے گا۔

﴿درس نمبر:۸۸۲﴾ ## تمام چیزوں کا کرنے والا کون؟ ﴿یونس:۳۱﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اَمَّنۡ يَّمۡلِكُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَمَنۡ يُّخۡرِجُ الۡحَىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَىِّ وَمَنۡ يُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلۡ کہہ دیجئے مَنۡ کون يَّرۡزُقُكُمۡ تمہیں رزق دیتا ہے مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے وَالۡاَرۡضِ اور زمین (سے) اَمَّنۡ یا کون ہے وہ جو يَّمۡلِكُ مالک ہو السَّمۡعَ کانوں کا وَالۡاَبۡصَارَ اور آنکھوں کا؟ وَمَنۡ اور کون ہے وہ جو يُّخۡرِجُ نکالتا ہے الۡحَىَّ زندہ کو مِنَ الۡمَيِّتِ مردہ سے وَيُخۡرِجُ اور نکالتا ہے الۡمَيِّتَ مردہ کو مِنَ الۡحَىِّ زندہ سے؟ وَمَنۡ اور کون ہے وہ جو يُّدَبِّرُ تدبیر کرتا ہے الۡاَمۡرَ تمام کاموں کی؟ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ تو وہ ضرور کہیں گے اللّٰهُ اللہ فَقُلۡ تو کہہ دیجئے اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ کیا پھر تم نہیں ڈرتے ۝

ترجمہ: (اُن سے) پوچھو کہ تمہیں آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور بے جان سے جاندار کون پیدا کرتا ہے اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے؟ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ۔تو کہو کہ پھر تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں؟ ۝

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے پیغمبر! ان مشرکوں سے کہئے کہ کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے؟

۲۔یا بھلا کون ہے جو سننے اور دیکھنے کی قوتوں کا مالک ہے۔

۳۔کون ہے جو جاندار کو بے جان اور بے جان کو جاندار سے باہر نکال لاتا ہے۔

۴۔کون ہے جو ہر کام کا انتظام کرتا ہے۔

۵۔تو یہ لوگ کہیں گے کہ اللہ!

۶۔تو تم ان سے کہو کہ کیا پھر بھی تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟

پچھلی آیات میں مشرکین کے بارے میں یہ باتیں بتلائی گئیں کہ انہوں نے جو باطل معبود تجویز کیے ہیں اور بتوں کی جو پوجا پاٹ کرتے ہیں اور اللہ کا انہیں شریک قرار دیتے ہیں وہ باطل ہیں۔ان آیات میں یہ سوال کیا جارہا ہے کہ پیغمبر! آپ ان سے پوچھئے کہ آسمان اور زمین سے تمہیں کون رزق دیتا ہے اور یہ بتاؤ کہ کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟ اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے یعنی نطفہ سے انسان اور انڈے سے چوزے پیدا کرتا ہے اور جو مردہ کو زندہ سے یعنی انسان سے نطفہ پیدا کرتا ہے اور جو مرغی سے انڈا پیدا کرتا ہے؟ یہ بھی بتاؤ کہ وہ کون ہے جو دنیا جہاں کے تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ اگر یہ سوال ان مشرکین سے کیا جاتا ہے تو وہ ضرور یوں کہیں گے کہ اللہ ہی یہ سب کچھ کرتا ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ آپ ان سے کہئے کہ جب یہ ساری باتیں تم تسلیم کررہے ہو کہ رزق بھی وہی دیتا ہے، کانوں اور آنکھوں کا بھی وہی مالک ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے اور زندہ کو مردے سے پیدا کرتا ہے اور وہی سارے امور کی تدبیر کرتا ہے تو پھر تم کیوں اس رب ذوالجلال قادرِ مطلق سے ڈرتے نہیں ہو؟

پیغمبر! مکہ کے ان مشرکین سے اور ان جیسے دوسرے لوگوں سے آپ پوچھئے کہ کون ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے؟ اور یہی بارش زمین کی زندگی کا ذریعہ بنتی ہے اور پھر اس زمین سے کھیتیاں، پھول اور درخت اگتے ہیں اور ان درختوں سے مختلف قسم کے غلے، اناج اور طرح طرح کی چیزیں اُگتی ہیں، جیسے انگور، سیب، زیتون، انار، موز، موسمبی، چاول، گیہوں، جو، باجرہ، کھجور، بادام، اخروٹ اور پستہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان مشرکین کی زبانوں سے بھی جواب میں ایک ہی لفظ نکلے گا: اللہ، اللہ، اللہ، اللہ۔ سورۂ ملک کی آیت نمبر ۲۱ میں بھی یہ بات کہی گئی: اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ اگر وہ اپنا رزق بند کردے تو بھلا وہ کون ہے جو تمہیں رزق عطا کرسکے؟ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ اس کے باوجود سرکشی اور بیزاری پر جمے ہوئے ہیں۔ ہر ایک کو رزق اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳۱ میں یوں کہا گیا: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاكُمْ اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالو، ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں۔ سورۂ سبا کی آیت نمبر ۲۴ میں یوں کہا گیا: قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ پوچھئے کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے؟ خود جواب دیجئے کہ اللہ تعالیٰ۔

دوسرا سوال پوچھا جارہا ہے کہ اے مشرکو! بتاؤ کہ کس نے تم کو سننے اور دیکھنے کی قوت عطا فرمائی؟ یہ سماعت اور بصارت کا حقیقی مالک کون ہے؟ اسی طرح دوسرے حواس چکھنا، سونگھنا، چھونا وغیرہ، ان سب کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے کہ اپنی قدرت وطاقت سے یہ ساری قوتیں دے کر تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمہاری دیکھنے اور سننے کی طاقت چھین لے۔ سورۂ ملک کی آیت نمبر ۲۳ میں یہی بات کہی گئی: قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ کہہ دو کہ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے لئے کان

اور آنکھیں اور دل بنائے، مگر تم لوگ شکر تھوڑا ہی کرتے ہو۔ یہی وہ قوتیں ہیں جن قوتوں سے تمہیں ہر چیز کا علم ہوتا ہے اور دنیا جہاں کی چیزوں کو تم سمجھ سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں باقی حواس کو چھوڑ کر صرف سماعت اور بصارت کا ذکر کیا ہے، اس لئے کہ آدمی زیادہ تر چیزوں کا علم سن کر اور دیکھ کر ہی حاصل کرتا ہے۔ ہم کتابیں دیکھتے ہیں اور پڑھتے ہیں یا تقریریں سنتے ہیں، اس طرح ہر چیز کا زیادہ تر علم انہی دو حواس سے ہوتا ہے۔ اس لئے ان دو چیزوں کا ذکر کیا گیا۔ اس کے بعد زندگی اور موت کا ذکر کیا گیا کہ کون ہے جو مردے سے زندہ کو وجود میں لاتا ہے اور زندہ سے مردے کو وجود میں لاتا ہے؟ ایک زندہ انسان سے مردہ نطفہ پیدا ہوتا ہے، پھر اسی مردہ نطفہ سے زندہ انسان پیدا ہوتا ہے۔ ایک زندہ مرغی سے انڈا وجود میں آتا ہے اور اسی مردہ انڈے سے زندہ چوزہ نکل آتا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ زندگی اور موت کے بھی خالق ہیں۔ سورۂ ملک کی آیت نمبر۱ میں کہا گیا: تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ۫ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ بڑی شان ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ساری بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی اس لئے پیدا کی تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ بہتر ہے؟

اس کے بعد وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ کہہ کر یہ سوال کیا جا رہا ہے کہ اے مشرکو! بتاؤ کہ کون تمام امور کی تدبیر کرتا ہے؟ ایک انسان کے لئے ایک ریاست کے امور اور ایک ملک کا نظام چلانا مشکل ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ پوری دنیا کا نظام برابر چلا رہے ہیں۔ زمین و آسمان کا نظام، سورج، چاند اور ستاروں کا نظام، پہاڑوں، سمندروں اور جنگل و بیابانوں کا نظام، تمام بری و بحری مخلوقات کا نظام، بارش، بادل، کڑک، بجلی وغیرہ کا نظام، یہ ساری تدبیریں ایک اللہ کر رہا ہے اور اس کی کسی بھی تدبیر اور اس کے کسی بھی طریقۂ نظام پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی رکاوٹ ڈال سکتا ہے۔ بس یہ مشرکین بھی یہ مانتے ہیں اور اپنی زبانوں سے صاف کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سوال کر رہے ہیں کہ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ اتنا سب کچھ جاننے کے باوجود پھر اس اللہ کو مانتے کیوں نہیں ہو؟ کیوں اس اللہ سے نہیں ڈرتے؟ کیا تمہیں اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس شرک کی وجہ سے تمہیں سزا دے گا؟

﴿درس نمبر:۸۸۳﴾ حق ظاہر ہو گیا تو گمراہی بھی واضح ہو گئی ﴿یونس:۳۲-۳۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَذٰلِكُمُ چنانچہ یہی ہے اللّٰهُ اللہ رَبُّكُمُ تمہارا رب الْحَقُّ سچا فَمَاذَا پھر کیا ہے بَعْدَ الْحَقِّ حق کے بعد اِلَّا سوائے الضَّلٰلُ گمراہی کے فَاَنّٰى بالآخر کہاں تُصْرَفُوْنَ پھیرے جاتے ہو تم؟ ۝ كَذٰلِكَ اسی طرح حَقَّتْ ثابت ہو گیا ہے كَلِمَتُ کلمہ رَبِّكَ آپ کے رب کا عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر جنہوں نے

فَسَقُوْٓا نافرمانی کی اَنَّهُمْ کہ بے شک وہ لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لائیں گے۞

ترجمہ: یہی اللہ تو تمہارا رب ہے اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا تو تم کہاں پھرے جاتے ہو؟۞ اسی طرح اللہ کا ارشاد اُن نافرمانوں کے حق میں ثابت ہو کر رہا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے۞

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ پھر تو لوگو! وہی اللہ ہے جو تمہارا مالک برحق ہے۔

٢۔ پھر حق واضح ہو جانے کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا باقی رہ گیا؟

٣۔ اس کے باوجود تمہیں کوئی کہاں الٹے لئے جارہا ہے؟

٤۔ اس طرح جن لوگوں نے نافرمانی کا شیوہ اپنا لیا ہے ان کے بارے میں اللہ کی یہ بات سچی ہوگئی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

جس ذاتِ اقدس کے ہاتھ میں رزق ہے اور جو ذات سماعت اور بصارت کا مالک ہے اور جو عظیم اور قادرِ مطلق ذات مُردے سے زندہ اور زندہ سے مُردے کا وجود بخشتی ہے اور جو ذات دنیا جہاں کے سارے چھوٹے بڑے کاموں کی تدبیر کرتی ہے وہی ذات واقعی اور حقیقی رب ہے، جس کے ہاتھ میں یہ ساری قدرتیں اور رحمتیں ہیں اور جو یہ سب کچھ کرنے کی طاقت وقدرت رکھتا ہے۔ وہی وہ واقعی اور حقیقی رب ہے جس کی ربوبیت اس طرح ثابت ہے کہ جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وہ عظیم ذات اس شرک سے پاک ہے۔ اس کا نہ کوئی ساجھی ہے اور نہ ساتھی ہے۔ وہ اکیلا ہے، تنہا ہے، اس کا کوئی مددگار نہیں ہے، وہ سب کا مددگار ہے۔ جب وہی ایک اللہ واضح حق ہے، سراسر حق ہے تو نتیجہ سامنے ہے کہ اس کے سوا جتنے معبود ہیں جن کو انسانوں اور شیطانوں نے بنائے رکھے ہیں وہ سراسر باطل ہیں۔

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ پھر یہ تو بتاؤ کہ حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ اتنا سب کچھ جاننے کے باوجود اس شرک کی گمراہی میں پڑنا بڑی حماقت ہے۔ ان مشرکوں کو غور کرنا چاہئے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا شروع کیا؟ پھر کس نے اس زمین وآسمان میں مخلوقات کو پھیلایا؟ کیا اللہ کے علاوہ کسی میں اتنا بڑا کام کرنے کی سکت ہے؟ نہ ہی کسی بت میں یہ طاقت ہے، نہ ہی کسی مورتی میں یہ طاقت ہے، نہ ہی کسی ستارہ میں یہ طاقت ہے اور نہ ہی کسی جن میں یہ طاقت ہے اور نہ ہی کسی نبی میں یہ طاقت ہے۔ یہ بھی بتاؤ کہ کوئی ہے جو دوبارہ ان تمام مخلوقات کو ان سب کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے؟

فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ پھر یہ مشرک کہاں پھرے جارہے ہیں اور گمراہی کے دلدل میں پھنسے جارہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ یہاں صاف اور واضح طور پر یہ حقیقت بتلا رہے ہیں کہ ان مشرکوں نے جو شرک اپنا رکھا ہے اور اس قدر سمجھانے کے باوجود بھی توحید کی طرف نہیں آرہے ہیں تو ان مشرکوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات طئے ہو چکی ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اس طرح آپ کے رب کی یہ بات نافرمانوں کے بارے میں ثابت ہوچکی ہے کہ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۳۶ میں بھی یہ بات دوسرے انداز میں بتلائی گئی ہے: فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ پس بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۶ میں بھی یہ بات بتلائی گئی کہ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ اور اسی طرح آپ کے رب کا حکم کافروں پر ثابت ہوگیا کہ وہ دوزخی ہیں۔ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۷۱ میں یوں کہا گیا کہ وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہوگیا۔

ان آیتوں میں رسولِ رحمت ﷺ کو ایک خاص انداز میں تسلی دی گئی ہے کہ آپ ان کافروں کے بارے میں غمزدہ نہ ہوں، ان کو ایمان لانا نہیں ہے۔

اللہ کے سوا کسی میں یہ طاقت نہیں ہے

﴿درس نمبر: ۸۸۴﴾ ﴿یونس: ۳۴-۳۵-۳۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے هَلْ کیا مِنْ شُرَكَآئِكُمْ تمہارے (بناوٹی) شریکوں میں سے (کوئی ہے) مَّنْ جو يَّبْدَؤُا پہلی بار پیدا کرے الْخَلْقَ مخلوق کو ثُمَّ پھر يُعِيْدُهٗ اسے دوبارہ پیدا کردے؟ قُلِ کہہ دیجئے اللّٰهُ اللہ (ہی) يَبْدَؤُا پہلی بار پیدا کرتا ہے الْخَلْقَ مخلوق کو ثُمَّ پھر يُعِيْدُهٗ وہی اسے دوبارہ (بھی) پیدا کرے گا فَاَنّٰى پھر کہاں تُؤْفَكُوْنَ بہکائے جاتے ہو تم؟ ۝ قُلْ کہہ دیجئے هَلْ کیا مِنْ شُرَكَآئِكُمْ تمہارے شریکوں میں سے (کوئی ہے) مَّنْ جو يَّهْدِيْٓ ہدایت دیتا ہو اِلَى الْحَقِّ حق کی طرف؟ قُلِ کہہ دیجئے اللّٰهُ اللہ (ہی) يَهْدِيْ ہدایت دیتا ہے لِلْحَقِّ حق کی اَفَمَنْ کیا پھر جو يَّهْدِيْٓ ہدایت دیتا ہے اِلَى الْحَقِّ حق کی طرف اَحَقُّ زیادہ حقدار ہے اَنْ اس بات کا کہ يُّتَّبَعَ اس کی اتباع کی جائے اَمَّنْ یا وہ جو لَّا يَهِدِّيْٓ خود ہدایت یافتہ نہیں ہے اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى مگر یہ کہ وہ ہدایت دیا جائے (حق کی) فَمَا لَكُمْ چنانچہ کیا ہے تمہیں كَيْفَ کیسے تَحْكُمُوْنَ تم فیصلہ کرتے ہو؟ ۝ وَمَا يَتَّبِعُ اور اتباع نہیں کرتے اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر اِلَّا مگر ظَنًّا ظن کی اِنَّ بلاشبہ الظَّنَّ ظن (گمان) لَا يُغْنِيْ تو فائدہ نہیں دیتا مِنَ الْحَقِّ حق سے شَيْئًا کچھ بھی اِنَّ بےشک اللّٰهَ اللہ عَلِيْمٌۢ خوب جاننے والا ہے بِمَا اس

چیز کو جو یَفۡعَلُوۡنَ وہ کر رہے ہیں۳۶

ترجمہ: (ان سے) پوچھو کہ بھلا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ مخلوقات کو پہلی بار پیدا کرے (اور) پھر اُس کو دوبارہ بنائے؟ کہہ دو کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اُس کو دوبارہ پیدا کرے گا تو تم کہاں بہکے جا رہے ہو؟۳۴ پوچھو کہ بھلا تمہارے شریکوں میں کون ایسا ہے کہ حق کا راستہ دکھائے؟ کہہ دو کہ اللہ ہی حق کا راستہ دکھاتا ہے بھلا جو حق کا رستہ دکھائے وہ اس قابل ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا وہ کہ جب تک کوئی اُسے راستہ نہ بتائے راستہ نہ پائے تو تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیسا انصاف کرتے ہو؟۳۵ اور ان میں سے اکثر صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ گمان حق کے مقابلے میں کچھ بھی کارآمد نہیں ہوسکتا بیشک اللہ تمہارے (سب) افعال سے واقف ہے۳۶

تشریح: ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہو کہ جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک مانتے ہو کیا ان میں کوئی ایسا ہے جو مخلوقات کو پہلی بار پیدا کرے؟

۲۔ پھر ان کی موت کے بعد انہیں دوبارہ پھر پیدا کر دے؟

۳۔ کہو کہ اللہ ہے جو مخلوقات کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر ان کی موت کے بعد انہیں دوبارہ پیدا کرے گا۔

۴۔ پھر آخر کون تمہیں کہاں اوندھے منہ لئے جا رہا ہے؟

۵۔ کہو کہ جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک مانتے ہو کیا ان میں کوئی ایسا ہے جو تمہیں حق کا راستہ دکھائے؟

۶۔ کہو کہ اللہ حق کا راستہ دکھاتا ہے۔

۷۔ اب بتاؤ کہ جو حق کا راستہ دکھاتا ہو کیا وہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی بات مانی جائے یا وہ زیادہ حقدار ہے جس کو خود اس وقت تک راستہ نہ سوجھے جب تک کوئی دوسرا اس کی رہنمائی نہ کرے؟

۸۔ بھلا تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ تم کس طرح کی باتیں کر لیتے ہو؟

۹۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مشرکین میں سے اکثر لوگ کسی اور چیز کی طرف نہیں صرف وہمی اندازے کے پیچھے چلتے ہیں

۱۰۔ یہ یقینی بات ہے کہ حق کے معاملہ میں وہمی اندازہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا۔

۱۱۔ یقین جانو جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اللہ ان کا پورا علم رکھتا ہے۔

یہاں مشرکوں سے سوال کیا جا رہا ہے کہ وہ کون ہے جو پہلی مرتبہ مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر ان سب کو موت دے کر انہیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ وہی ایک اللہ ہے جو مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور دوسری مرتبہ بھی پیدا کرے گا۔ اس لئے یہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جو پہلی مرتبہ پیدا کرنے کی طاقت وقوت رکھتا ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے کی بھی طاقت رکھتا ہے۔ وہ اللہ جو یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اسی سے وحدانیت چھلکی ہوئی ہے۔ وہ ایسا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہ مشرکین خود اعتراف کرتے ہیں کہ پہلی بار

پیدا کرنے والا اور اس کو دوبارہ پیدا کرنے والا وہی ہے۔ وہ بار بار یہ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ بارش کے ذریعہ سے زمین زندہ ہوتی ہے اور پھر وہی زمین موسمِ گرما میں مرجاتی ہے، اس میں مُردگی کے آثار نمودار ہوجاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس زمین کو اس قابل بنادیتے ہیں کہ دوسری مرتبہ پھر وہی زمین زندہ ہوجاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وطاقت سے بارش برسا کر اور بادلوں کو ادھر سے اُدھر چلا کر مُردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں تو کیا ان مُردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے؟

پھر سوال کیا جارہا ہے کہ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ہدایت کو چھوڑ کر باطل کی طرف کہاں مڑے جارہے ہو؟ ہدایت اور حق تو توحید ہے جبکہ ضلالت اور گمراہی تو شرک اور بت پرستی ہے۔ اے مشرکو! جب تمہاری فطرت، تمہاری عقل اور تمہاری نظریں اور تمہارے مشاہدات تمہیں یہ بات ماننے پر مجبور کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اور اس سے دوبارہ مختلف قسم کے نباتات اگاتا ہے، پھل پھلاریاں، اناج غلہ، میوے اور ترکاریاں عطا کرتا ہے تو تمہاری زندگی کا مشاہدہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا تصور اور یقین کیوں نہیں دیتا؟ اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد بھی تم کیوں الٹے پھرے جارہے ہو؟

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ آپ ان مشرکین سے سوال فرمائیے کہ بتاؤ تمہارے شرکاء میں وہ کون ہے جو حق کا راستہ بتاتا ہے؟ آپ خود ہی فرمادیجئے کہ اللہ ہی حق کا راستہ بتاتا ہے، جو حق کا راستہ بتائے وہ زیادہ لائق اتباع ہے یا وہ شخص جو خود ہدایت نہیں پاتا مگر یہ کہ اسے ہدایت دی جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم جن کی پوجا کرتے ہو وہ تو خود ہی بے راہ ہیں اور وہ خود ہی اس بات کے محتاج ہیں کہ انہیں راہ بتائی جائے۔ تمہیں کیا ہوگیا کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو؟ اور تم کیسی جاہلانہ تجویز کرتے ہو کہ توحید کو چھوڑ کر شرک کو اختیار کرتے ہو؟

اس کے بعد یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ یہ مشرکین اپنے عقائد میں اور غیر اللہ کی عبادت میں کوئی دلیل نہیں رکھتے بلکہ یہ سب کے سب کمزور گمان کی اتباع کرتے ہیں۔ بس ان کا دین محض توہّم اور خیالات کی بنیاد پر ہے۔ بس خیالات کے پیچھے بھاگنے والے یہ مشرکین ہیں۔ جبکہ حق اور ثابت چیز کے پیچھے علم صحیح ہوتا ہے اور مضبوط عقیدہ ہوتا ہے۔ ان مشرکین کے پاس سوائے گمان اور خیال کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ انہی خیالات کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا معبود بنالیا ہے۔ سورۂ نجم کی آیت نمبر ۲۳ میں بھی اس کی وضاحت یوں ملتی ہے: اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے ان کے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔

آخر میں یہ بات کہی گئی کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ اللہ تعالیٰ ان کے افعال سے باخبر ہے۔ جب باخبر ہے تو ان کے ہر عمل کا بدلہ دے گا کہ ان مشرکوں نے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور حقانیت پر قطعی دلائل کے باوجود انہیں جھٹلا دیا اور اپنے باپ دادا کے طریقوں کو بغیر حجت اور دلیل کے مان لیا۔ یہ جملہ مشرکوں کے لئے بڑی وعید ہے اور سخت قسم کی ڈانٹ ڈپٹ بھی ہے۔

قرآن ایک سچی کتاب ہے جو اللہ کی طرف سے ہے

﴿درس نمبر:۸۸۵﴾ ﴿یونس:۳۷۔۳۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا كَانَ اور نہیں ہے هٰذَا یہ الْقُرْاٰنُ قرآن اَنْ يُّفْتَرٰى کہ گھڑ لیا گیا ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ غیر اللہ کی طرف سے وَلٰكِنْ اور لیکن تَصْدِيْقَ (یہ تو) تصدیق (کرنے والا) ہے الَّذِىْ ان (کتب) کی جو بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے پہلے ہوئیں وَتَفْصِيْلَ اور تفصیل (بیان کرنے والا) ہے الْكِتٰبِ تمام کتابوں کی لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں ہے فِيْهِ اس میں مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یہ) رب العالمین کی طرف سے ہے ﴿۳۷﴾ اَمْ کیا يَقُوْلُوْنَ وہ (کافر) کہتے ہیں (کہ) افْتَرٰىهُ اس (رسول) نے گھڑا ہے اسے؟ قُلْ کہہ دیجئے فَاْتُوْا پھر لے آؤ تم بِسُوْرَةٍ ایک ہی سورت مِّثْلِهٖ اس جیسی وَادْعُوْا اور بلالو تم مَنِ جنہیں اسْتَطَعْتُمْ (بلانے کی) تم استطاعت رکھتے ہو مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے اِنْ اگر كُنْتُمْ ہو تم صٰدِقِيْنَ سچے ﴿۳۸﴾

ترجمہ: اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اس کو اپنی طرف سے بنا لائے ہاں (یہ اللہ کا کلام ہے) جو (کتابیں) اس سے پہلے (کی) ہیں اُن کی تصدیق کرتا ہے اور اُنہی کتابوں کی (اس میں) تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں (کہ) یہ رب العالمین کی طرف سے (نازل ہوا) ہے ﴿۳۷﴾ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورت بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکو بلا بھی لو ﴿۳۸﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اسے کسی نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہو کہ اللہ نے نہ اتارا ہو۔

۲۔ بلکہ یہ وحی کی ان باتوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے آ چکی ہیں۔

۳۔ اللہ نے جو باتیں لوحِ محفوظ میں لکھ رکھی ہیں ان کی تفصیل بیان کرتا ہے۔

۴۔ اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

۵۔ یہ اس اللہ کی طرف سے ہے جو تمام جہانوں کی پرورش کرتا ہے۔
۶۔ کیا پھر بھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اسے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔
۷۔ کہو کہ پھر تو تم بھی اس جیسی ایک سورت گھڑ کر لے آؤ۔
۸۔ اس کام میں مدد لینے کے لئے اللہ کے سوا جس کسی کو بلا سکو بلا لو اگر سچے ہو۔

مشرکین رسولِ رحمت ﷺ سے اپنی مرضی سے بیجا معجزات کا مطالبہ کرتے تھے، حالانکہ رسولِ رحمت ﷺ کے پاس وہ زندہ معجزہ قرآنِ مجید موجود تھا جس کو وہ مشرکین جانتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ جس نبی کی زبان سے یہ آفاقی کلام نکل رہا ہے وہ کسی انسان کا کلام نہیں ہوسکتا۔ عرب میں بڑے بڑے ادیب اور فصیح و بلیغ شاعر تھے۔ یہ پڑھے لکھے تھے، مگر ان کی زبانوں سے اتنا عمدہ کلام کبھی نہیں نکلا جو سارے انسانوں کے کلاموں کو عاجز اور بے بس کردے۔ اِدھر رسولِ رحمت ﷺ تو اُمّی لقب تھے۔ نہ ہی آپ ﷺ نے کسی سے کوئی لفظ پڑھ کر سیکھا اور نہ ہی کسی سے کوئی لفظ لکھنا سیکھا۔ ایک ایسے اُمی لقب ذات کی زبانِ مبارک سے اس قدر اعلیٰ و بالا کلام نکلے، یہی تو سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اس کے باوجود مشرکین کا یہ خیال تھا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں، یہ تو خود محمد عربی (ﷺ) کی طرف سے نکلا ہوا کلام ہے۔ مشرکوں کے اس باطل خیال کا جواب اس آیت میں دیا جا رہا ہے: وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے جو گھڑ لیا گیا ہو اور اللہ کی طرف سے نہ ہو بلکہ وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے ہیں۔ یعنی یہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا وہ مقدس کلام ہے جو تورات، زبور، انجیل اور دیگر صحیفوں کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہوئی کتابیں اور صحیفے ہیں۔ صاف طور پر حقیقت بتلا دی گئی کہ یہ قرآنِ مجید کسی انسان کا گھڑا ہوا کلام نہیں ہے۔ یہ اختراء سے بالکل پاک کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ایسا معجزہ ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ جو آسمانی کتاب نازل کی گئی ہے اس میں احکام کی تفصیل موجود ہے یہ لاریب کتاب ہے جس میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: یقیناً قرآن اللہ کا کلام ہے سو میں تمہیں اس حال میں نا دیکھوں کہ تم نے اسے اپنی خواہش کی طرف موڑ لیا ہو۔ (سنن دارمی: ۳۳۹۸) حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک اس کلام سے بڑھ کر کوئی کلام پیارا نہیں ہے اور بندے اللہ سے اس کے کلام سے بڑھ کر کوئی کلام نہیں کرتے جو اسے محبوب ہو۔ (سنن دارمی: ۳۳۹۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: جس کو قرآن نے میری یاد سے اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول رکھا، میں اسے اس سے زیادہ دوں گا جتنا میں مانگنے والوں کو دیتا ہوں۔ اللہ کے کلام کی فضیلت دوسرے

سارے کلام پر ایسی ہے جیسے اللہ کی فضیلت اس کی اپنی ساری مخلوقات پر ہے۔ (ترمذی:۲۹۲۶)

پھر ان باطل کے دعویدار مشرکوں سے چیلنج کے طور پر یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کو آپ نے اپنے پاس سے بنالیا ہے آپ فرما دیجئے کہ تم اس جیسی ایک سورت لے کر آ ؤ اور اللہ کے علاوہ جن لوگوں کو بلا سکتے ہو انہیں بلالو اگر تم سچے ہو۔ ان مشرکوں کو اس قرآنِ مجید کی آن بان شان کا کوئی علم نہیں ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی ایسی کتاب نازل نہیں کرسکتا۔ قرآن فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے۔ قرآن حلاوت و مٹھاس ہے، جس میں غیب کی خبریں ہیں۔ یہ کوئی حقیقت سے پرے افسانوی کتاب نہیں ہے۔ اس کتاب میں وہ معنی خیز باتیں بتلائی گئی ہیں جو دنیا میں بھی نفع بخش ہیں اور آخرت میں بھی۔ ایسی کتاب کا نزول وصدور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے ممکن نہیں ہے۔ اللہ کا کلام مخلوق کے کلام کے مشابہ ہو نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ابوجہل نے خود یہ بات کہی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ بھی ہدایت پا نہ سکا۔ اس نے کہا تھا کہ محمد (ﷺ) نے کسی انسان سے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ وہ اللہ کے بارے میں جھوٹ کیسے کہہ سکتا ہے؟ قرآنِ مجید سے متعلق چیلنج کا ذکر دوسری آیتوں میں بھی مذکور ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳ میں یوں ہے: وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ اور اگر تم اس قرآن کے بارے میں ذرا بھی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے محمد (ﷺ) پر اتارا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنالاؤ اور اگر سچے ہو تو اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلالو۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۸۸ میں فرمایا گیا: قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰٓى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا آپ فرما دیجئے کہ اگر سارے انسان اور سارے جن اس بات کے لئے جمع ہوجائیں کہ قرآن جیسا بنا کر لے آئیں تو نہیں لاسکیں گے، اگرچہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔

﴿درس نمبر:۸۸۶﴾ ﴿یونس:۳۹-۴۰-۴۱﴾

دیکھو! ظالموں کا انجام کیا ہوا؟

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَلۡ كَذَّبُوۡا بِمَا لَمۡ يُحِيۡطُوۡا بِعِلۡمِهٖ وَلَمَّا يَاۡتِهِمۡ تَاۡوِيۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيۡنَ ۝ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يُّؤۡمِنُ بِهٖ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّا يُؤۡمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعۡلَمُ بِالۡمُفۡسِدِيۡنَ ۝ وَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلۡ لِّىۡ عَمَلِىۡ وَلَـكُمۡ عَمَلُكُمۡ‌ ۚ اَنۡتُمۡ بَرِيۡٓـــُٔوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَاَنَا بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: بَلۡ بلکہ كَذَّبُوۡا انہوں نے جھٹلایا بِمَا ایسی چیز کو کہ لَمۡ يُحِيۡطُوۡا طاقت نہیں رکھی انہوں نے بِعِلۡمِهٖ اس کو جاننے کی وَلَمَّا يَاۡتِهِمۡ اور ابھی تک نہیں آئی تھی ان کے پاس تَاۡوِيۡلُهٗ اس کی حقیقت كَذٰلِكَ اسی طرح كَذَّبَ جھٹلایا تھا الَّذِيۡنَ ان لوگوں نے جو مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ان سے پہلے تھے فَانۡظُرۡ پھر دیکھئے كَيۡفَ کیسا

كَانَ ہوا عَاقِبَةُ انجام الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کا؟ﳽ وَمِنۡهُمۡ اور بعض ان میں سے مَّنۡ وہ ہیں جو يُّؤۡمِنُ ایمان لاتے ہیں بِهٖ اس کے ساتھ وَمِنۡهُمۡ اور بعض ان میں سے مَّنۡ وہ ہیں جو لَّا يُؤۡمِنُ ایمان نہیں لاتے بِهٖ اس کے ساتھ وَرَبُّكَ اور آپ کا رب اَعۡلَمُ خوب جانتا ہے بِالۡمُفۡسِدِيۡنَ فساد کرنے والوں کوﳾ وَاِنۡ اور اگر كَذَّبُوۡكَ وہ آپ کو جھٹلائیں فَقُلۡ تو آپ کہہ دیجئے لِّيۡ میرے لیے عَمَلِيۡ میرا عمل ہے وَلَكُمۡ اور تمہارے لیے عَمَلُكُمۡ تمہارا عمل اَنۡتُمۡ تم بَرِيۡٓــُٔوۡنَ بری ہو مِمَّاۤ اس سے جو اَعۡمَلُ میں عمل کرتا ہوں وَاَنَا اور میں بَرِيۡٓءٌ بری ہوں مِّمَّا اس سے جو تَعۡمَلُوۡنَ تم عمل کرتے ہوﳿ

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کے علم پر یہ قابو نہیں پا سکے اس کو (نادانی سے) جھٹلا دیا اور ابھی اس کی حقیقت ان پر کھلی ہی نہیں۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے اُنہوں نے تکذیب کی تھی سو دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہواﳽ اور ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ ایمان نہیں لاتے اور تمہارا رب شریروں سے خوب واقف ہےﳾ اور اگر یہ تمہاری تکذیب کریں تو کہہ دو کہ مجھے میرے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تمہیں تمہارے اعمال (کا) تم میرے اعمال کے جواب دِہ نہیں ہو اور میں تمہارے اعمال کا جواب دِہ نہیں ہوںﳿ

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بات دراصل یہ ہے کہ جس چیز کا احاطہ یہ اپنے علم سے نہیں کر سکے اسے انہوں نے جھوٹ قرار دیا۔

۲۔ ابھی اس کا انجام بھی ان کے سامنے نہیں آیا۔

۳۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔

۴۔ پھر دیکھو کہ ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا؟

۵۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اس قرآن پر ایمان لے آئیں گے اور کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔

۶۔ تمہارا پروردگار فساد پھیلانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

۷۔ اے پیغمبر! اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو ان سے کہہ دو کہ میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے۔

۸۔ جو کام میں کرتا ہوں اس کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔

۹۔ جو کام تم کرتے ہو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔

ان کافروں اور مشرکوں نے ایسی چیز کو جھٹلا دیا جو ان کے علم کے احاطہ میں نہیں ہے۔ یہ بدبخت ایسے ہیں کہ نہ قرآنِ مجید کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی سمجھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اگر یہ مشرکین اور کفار اس قرآنِ مجید کی حقیقت کو اور اس کی حقانیت کو سمجھنے کی طرف رغبت کرتے تو اس کی حقیقت اور حقانیت کو سمجھ جاتے۔ اب یہ لوگ اس کتابِ الٰہی کو جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں تو اس کو جھٹلانے کا انجام بھی دیکھ لیں گے۔ قرآنِ مجید کو جھٹلانے کا بدترین انجام ان کی آنکھوں کے

سامنے آئے گا۔ یہ دنیا میں ذلیل اور ہلاک ہوں گے اور اسی کفر اور شرک پر مرنے کی وجہ سے آخرت کے دائمی اور ابدی عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ جن لوگوں نے ان سے پہلے آسمانی کتابوں کو جھٹلایا ان پر تو عذاب آ چکا ہے۔ یہ خود دیکھ لیں کہ ان کا کیا انجام ہوا؟ دراصل ان مشرکوں اور کافروں نے اس قرآنِ مجید کو جھٹلانے میں جلدی مچائی ہے۔ اس قرآن میں تدبر و تفکر کرنے سے پہلے انہوں نے جھٹلانے کا کام کیا ہے۔ اگر یہ قرآنِ مجید کی آیاتِ مقدسہ میں تدبر کرتے اور اس کو حقیقی معنی میں سمجھتے تو یہ بھی ضرور اس قرآنِ مجید کے کلامِ الٰہی و کتابِ ربانی ہونے کی تصدیق کرتے۔ یہ ان کے جاہلانہ عناد کی وجہ سے ہے کہ انہوں نے قرآنِ مجید جیسی مقدس کتاب کو جھٹلا دیا۔ ان مشرکوں نے صرف اپنے باپ دادا کی تقلید کو اہمیت دی اور اس پر تدبر و تفکر سے پہلے ہی جھٹلا دیا اور جب قرآنِ مجید میں ان مشرکوں نے تدبر کیا اور اس کے معجزہ ہونے اور اس کی شان کے بلند ہونے کا احساس ہوا تو محض سرکشی، عناد، بغاوت اور حسد کی وجہ سے اس مقدس کتابِ الٰہی کو جھٹلا دیا۔ ان مشرکوں کا اس طرح جھٹلانا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ان سے پہلے جو قومیں گزری ہیں ان قوموں نے بھی اپنے نبیوں کے معجزات کو جھٹلایا ہے۔ انہوں نے بھی اپنے باپ دادا کی تقلید میں جھٹلایا، ورنہ وہ لوگ بھی اگر ان معجزات میں غور و فکر کر لیتے تو ہرگز نہ جھٹلاتے۔

عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس دن سب سے پہلے مجھے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی شناخت ہوئی ہے اسی دن میں نے سر اور ڈاڑھی کے سفید بالوں والے ایک بزرگ کو گدھے پر سوار دیکھا جو ایک جنازے کے ساتھ جا رہے تھے۔ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے فلاں بن فلاں نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔ یہ سن کر لوگ سر جھکا کر رونے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا کہ اس طرح تو ہم سب ہی موت کو اچھا نہیں سمجھتے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب کسی کی موت کا وقت آتا ہے اور وہ مقربین میں سے ہوتا ہے تو اس کے لئے راحت، غذائیں اور نعمتوں والے باغات ہوں گے اور جب اسے اس کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملنے کی خواہش کرتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملنے کو پسند فرماتا ہے اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہو تو اس کی مہمان نوازی کھولتے ہوئے پانی سے کی جاتی ہے اور جب اسے اس کی اطلاع ملتی ہے تو وہ اللہ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ خود بھی اس سے ملنے کو زیادہ ناپسند کرتا ہے۔ (مسند احمد: ۱۸۲۸۳)

ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خواہشات والے لوگ گمراہ ہیں اور میرا خیال ہے کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ان کو آزما لو ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو کسی قول کی طرف منسوب ہوتا ہو یا اس نے کوئی بات کہی ہو اور بغیر تلوار کے بات اس تک ختم ہو گئی ہو اور نفاق کئی قسم کا ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں

نے اللہ سے دعا کی ہے کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور نیکوکار ہو جائیں گے۔ (سورۂ توبہ:۷۵) اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو صدقات تقسیم کرنے میں آپ ﷺ پر عیب لگاتے ہیں تو اگر اس میں سے دیا جائے تو خوش ہوتے ہیں اور اگر اس میں سے نا دیا جائے تو ناراض ہو جاتے ہیں۔ (سورۂ توبہ:۵۸)

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ اے پیغمبر! ان لوگوں کا انجام کیا ہوا آپ دیکھئے؟ انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا، اپنے رسولوں کو جھٹلا کر اور آخرت کو چھوڑ کر دنیا کو اختیار کرتے ہوئے اپنی تباہی آپ کر لی ہے۔ ہم نے ان کو اس لئے ہلاک کر دیا کہ انہوں نے ہمارے نبیوں کو جھٹلا دیا غرور، گھمنڈ اور ظلم کرتے ہوئے اور اپنی جہالت، عناد اور سرکشی سے۔ اے مشرکو! اے اس قرآنِ مقدس کو جھٹلانے والو! دیکھو وہ ہلاکت و تباہی جو تم سے پہلے لوگوں پر آئی کہیں تم پر بھی نہ آ جائے۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۴۰ میں بھی یہ حقیقت یوں بیان کی گئی ہے: فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ج وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ج وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ہم نے ان سب کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا، چنانچہ ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی اور کچھ وہ تھے جن کو ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا اور کچھ وہ تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ وہ تھے جنہیں ہم نے پانی میں غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرتا لیکن یہ لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ط وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان لائیں گے اور بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بات بتلا دی کہ ان مشرکوں میں حقیقت میں دو فریق ہیں۔ ایک فریق تو وہ ہے جو اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ بیشک قرآنِ مجید اللہ کا کلام ہے، لیکن اس کا غرور اور عناد اس کو اس بات کا اقرار کرنے سے روکتا ہے۔ دوسرا فریق وہ ہے جو اصلاً قرآن کی تصدیق ہی نہیں کرتا اور ایسے گروہ کی اصلاح و ہدایت کی کوئی امید بھی نہیں ہے۔ یہ مشرک حال اور مستقبل دونوں زمانوں کے اعتبار سے دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک گروہ تو وہ ہے جو فی نفسہ قرآن کی تصدیق کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ قرآنِ مجید یقیناً حق ہے اور محض عناد کی وجہ سے اس قرآنِ مجید کو جھٹلاتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو اس قرآن کے بارے میں شک میں مبتلا ہے۔ وہ اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ حضور ﷺ کو اس حقیقت سے باخبر کیا جا رہا ہے کہ جن لوگوں کی طرف آپ کو مبعوث کیا گیا ہے ان میں وہ بھی ہیں جو آج تو جھٹلا رہے ہیں مگر کل کو وہ اس قرآنِ مجید پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی وہ اتباع بھی کریں گے۔ ان میں بعض وہ بھی ہیں جو اپنے کفر پر مصر رہیں گے اور اس کفر پر وہ مریں گے اور اسی کفر پر وہ اٹھائے جائیں گے۔ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا رب فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ اس رب ذوالجلال کو معلوم ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے وہ اس کو ہدایت

سے نوازے گا اور کون گمراہی کا مستحق ہے وہ اس کو گمراہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ منصف اور عادل ہے، جس کو جو دینا ہے وہ دے گا بلکہ ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق دے گا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ آپ کے رب کو معلوم ہے کہ کون زمین میں شرک، ظلم اور سرکشی کے ذریعہ فساد مچا رہا ہے؟ جس کے درست ہونے کی امید ہی نہیں ہے، جس کے پاس ایمان کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کو دنیا اور آخرت میں عذاب دے گا۔

وَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلْ لِّىۡ عَمَلِىۡ وَلَـكُمۡ عَمَلُكُمۡ‌ۚ اَنۡتُمۡ بَرِيۡٓـئُوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَاَنَا بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ

اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ فرما دیجئے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے۔ تم اس سے بَری ہو جو میں کرتا ہوں اور جن کاموں کو تم کرتے ہو میں ان سے بَری ہوں۔ یعنی جو لوگ اپنے جھٹلانے پر جمے ہوئے ہیں اور حجت قائم ہونے کے باوجود حق بات کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں، آپ ان سے فرما دیجئے کہ میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے۔ تم میرے عمل سے بَری ہو، میں تمہارے عمل سے بَری ہوں۔ مجھے میرے عمل کا ثواب ملے گا اور تم اپنی بدعملی کی سزا بھگتو گے۔ میرا عمل میرے ساتھ کا مطلب مفسرین نے یہ بیان کیا کہ میرا تم تک حق بات کا پہنچانا اور ڈرانا اور خوشخبری دینا اور میری اطاعت اور میرا ایمان میرے ساتھ ہے۔ اللہ مجھے میرے ان کاموں کا بدلہ دے گا اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جو ظلم کیا اور شرک کیا، فساد برپا کیا، اللہ تم کو اس کا بدلہ دے گا۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۵۲ میں کہا گیا: هَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡسِبُوۡنَ تم کو وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

درس نمبر: ۸۸۷ — کیا آپ بہروں کو سنائیں گے اور اندھوں کو دکھائیں گے؟ — یونس: ۴۲-۴۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّسۡتَمِعُوۡنَ اِلَيۡكَ‌ؕ اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ وَلَوۡ كَانُوۡا لَا يَعۡقِلُوۡنَ ۝ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡظُرُ اِلَيۡكَ‌ؕ اَفَاَنۡتَ تَهۡدِى الۡعُمۡىَ وَلَوۡ كَانُوۡا لَا يُبۡصِرُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنۡهُمۡ اور بعض ان میں سے مَّنۡ وہ ہیں جو يَّسۡتَمِعُوۡنَ کان لگاتے ہیں اِلَيۡكَ آپ کی طرف اَفَاَنۡتَ کیا پھر آپ تُسۡمِعُ سنا سکتے ہیں الصُّمَّ بہروں کو وَلَوۡ اگرچہ كَانُوۡا ہوں وہ لَا يَعۡقِلُوۡنَ عقل نہ رکھتے؟ ۝ وَمِنۡهُمۡ اور بعض ان میں سے مَّنۡ وہ ہیں جو يَّنۡظُرُ دیکھتے ہیں اِلَيۡكَ آپ کی طرف اَفَاَنۡتَ کیا پھر آپ تَهۡدِى راہ دکھا سکتے ہیں الۡعُمۡىَ اندھوں کو وَلَوۡ اگرچہ كَانُوۡا لَا يُبۡصِرُوۡنَ وہ نہ دیکھتے ہوں؟ ۝

ترجمہ: اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے اگر کچھ بھی (سنتے) سمجھتے نہ ہوں؟ ۝ اور بعض ایسے ہیں کہ تمہاری طرف دیکھتے ہیں تو کیا تم اندھوں کو راستہ دکھاؤ گے اگرچہ کچھ بھی دیکھتے (بھالتے) نہ ہوں؟ ۝

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو تمہاری باتوں کو بظاہر کان لگا کر سنتے ہیں مگر دل میں حق کی طلب نہیں رکھتے اس لئے درحقیقت بہرے ہیں۔

۲۔کیا تم بہروں کو سناؤ گے چاہے وہ سمجھتے نہ ہوں؟

۳۔ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تمہاری طرف دیکھتے ہیں مگر دل میں انصاف نہ ہونے کی وجہ سے وہ اندھوں جیسے ہیں۔

۴۔تو کیا تم اندھوں کو راستہ دکھاؤ گے چاہے انہیں کچھ بھی سجھائی نہ دیتا ہو؟

رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ ان جھٹلانے والے مشرکوں کا جو موقف آپ کے بارے میں ہے اس پر آپ تعجب نہ کریں۔ان میں سے بعض ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں، جب آپ قرآنِ مجید پڑھتے ہیں اور شریعت کے احکام کی تعلیم دیتے ہیں، لیکن ان کی بری حالت کا یہ عالم ہے کہ وہ تدبر کے بغیر سنتے ہیں، وہ سمجھنے کی نیت سے آپ کی بات کو نہیں سنتے، بس اس قرآنِ مجید کو کھیلتے کودتے سنتے ہیں، حقیقت میں سننے، سمجھنے ماننے اور عمل کرنے کیلئے نہیں سنتے۔سورۂ انبیاء کی آیت نمبر۲ اور ۳ میں بھی ان کی اس حقیقت کو یوں بتلایا گیا ہے: **مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ** جب کبھی ان کے پروردگار کی طرف سے نصیحت کی کوئی نئی بات ان کے پاس آتی ہے تو وہ اسے مذاق بنا کر اس حالت میں سنتے ہیں کہ ان کے دل فضولیات میں منہمک ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے سوال فرمارہے ہیں کہ **اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ** کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے، اگرچہ وہ سمجھ بھی نہ رکھتے ہوں؟ یعنی آپ اس قوم کو جس نے آپ کی باتوں کو سننے کے لئے اپنے کانوں کو بہرہ بنالیا ہو۔آپ اس قوم کو نفع بخش طور پر سنا نہیں سکیں گے اور ان کا حال یہ ہے کہ جو کچھ یہ سنتے ہیں اس کو سمجھنا نہیں چاہتے اور نہ ہی اس کے معنی اور مطلب کو جاننا چاہتے ہیں۔اگر وہ سمجھنے اور جاننے کیلئے سنتے تو ان کو ضرور نفع ہوتا۔یہ ایک حقیقت ہے کہ نفع بخش سننا تو اسی کے لئے ہے جو حقیقت میں سننے والا ہو۔اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ حقیقت میں بہرہ ہے۔آج ہمیں خود بھی اس بات پر غور کرنا ہے کہ کیا کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اللہ کی اس کتاب کو اسی غفلت، کوتاہی اور لاپرواہی سے تو نہیں سن رہے ہیں جس طرح یہ مشرک سنا کرتے تھے؟ ہم ایک طرف آیاتِ قرآنی کو انٹرنیٹ، ٹی وی، موبائیل وغیرہ پر چالو (Play) تو کر دیتے ہیں لیکن ہم اپنی باتوں میں مصروف رہ جاتے ہیں، سن کر بھی نہ سننے والے بن جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی آیات کے ادب واحترام اور اس کے کلامِ الٰہی ہونے کی وجہ سے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان آیات کو غور سے سنیں، سمجھنے کی نیت سے سنیں اور عمل کا جذبہ دل میں رکھیں۔ہم مسلمانوں پر بالخصوص اپنے اس ملک میں جہاں ہمارے اطراف واکناف غیر مسلم بھائی ہزاروں اور لاکھوں

کی تعداد میں ہیں ان تک ان آیات کے پیغام کو ان کی زبانوں میں اور ان کی سطح پر پہنچ کر آسان لب و لہجہ میں پہنچانا ہے۔ یہ کام ہم نہیں تو کون کرے گا؟

اس کے بعد یہ بات کہی جا رہی ہے: **وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡظُرُ اِلَيۡكَ ؕ اَفَاَنۡتَ تَهۡدِى الۡعُمۡىَ وَلَوۡ كَانُوۡا لَا يُبۡصِرُوۡنَ** اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو اے پیغمبر! آپ کی طرف دیکھتے ہیں، کیا آپ اندھوں کو راہ بتا دیں گے، اگر چہ وہ دیکھتے بھی نہ ہوں؟ رسولِ رحمت ﷺ سے دوسرے پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک اور بات بتلائی جا رہی ہے کہ ان مشرکین میں سے بعض ایسے ہیں جو آپ کو اس وقت تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں جب آپ ان کے سامنے قرآنِ مجید پڑھتے ہیں۔ لیکن ان مشرکوں پر تعجب ہے کہ یہ ایمان اور قرآن کا نور نہیں دیکھتے اور دین کی ہدایت کا نور نہیں دیکھتے، کیا آپ ان اندھوں کو راہ بتا دیں گے، اگر چہ وہ دیکھتے بھی نہ ہوں؟ یعنی اے پیغمبر! آپ ایسے لوگوں کو ہدایت دینے کی طاقت نہیں رکھتے، اس لئے کہ یہ ظاہری آنکھوں سے تو آپ کو دیکھ رہے ہیں مگر حقیقت میں اپنے دلوں سے آپ کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ وہ عقل اور بصیرت سے محروم ہیں، اس لئے ہدایت حاصل کرنے کی استطاعت بھی یہ اپنے اندر نہیں رکھتے۔ سورۂ حج کی آیت نمبر ۴۶ میں بھی اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا: **اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ** تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں جس سے انہیں وہ دل حاصل ہوتے جو انہیں سمجھ دے سکتے یا ایسے کان حاصل ہوتے جن سے وہ سن سکتے؟ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ پیغمبر! آپ ان کو اس لئے ہدایت دینے کی استطاعت نہیں رکھتے کہ ان میں فہم و فراست اور ہدایت حاصل کرنے کی استعداد و صلاحیت ہی نہیں ہے۔ ان کی مثال اسی شخص کی سی ہے جس میں حقیقت میں سننے کی صلاحیت کا فقدان ہے۔ اس میں دیکھنے کی صلاحیت کا بھی فقدان ہے، اس لئے کہ سننے اور دیکھنے کا فائدہ نفع حاصل کرنا ہے۔ جب وہ نفع ہی حاصل کرنے کو تیار نہیں ہیں تو ان کے یہ حواس معطّل اور بے کار ہو چکے ہیں۔ آنکھ رکھ کر بھی وہ اندھے اور کان رکھ کر بھی وہ بہرے ہیں۔ اس حقیقت کو سورۂ ق کی آیت نمبر ۳۷ میں یوں بیان کیا گیا: **اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰى لِمَنۡ كَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَى السَّمۡعَ وَهُوَ شَهِيۡدٌ** یقیناً اس کتاب میں اس شخص کے لئے بڑی نصیحت کا سامان ہے جسکے پاس دل ہو یا جو حاضر دماغ بن کر کان دھرے۔ اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ہر رسول کی ذمہ داری حق بات کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔ ان کا کام قوموں کو ہر بُرے کام کے بُرے انجام سے ڈرانا اور ہر اچھے کام پر خوشخبری دینا ہوتا ہے۔ نبی کا کام دلوں میں ایمان کا بیج بونا نہیں ہوتا اور دلوں میں ہدایت کی کاشتکاری کا کام نہیں ہوتا۔ نبی اور رسول کا کام عمدہ انداز میں حکمت کے ساتھ حق بات کو لوگوں تک پہنچانا ہوتا ہے۔ جس طرح اس

شخص کو سنانے کی اس رسول میں طاقت نہیں جس نے سننے اور دیکھنے کی صلاحیت سے اپنے آپ کو محروم کر لیا ہو، وہ رسول ان لوگوں کو ایمان کی توفیق دینے کی طاقت نہیں رکھتا جبکہ وہ کفر ہی پر رہنے پر اصرار کر رہے ہیں۔ ایک اور نکتہ بھی یہاں سمجھ میں آتا ہے کہ سننے اور دیکھنے کی دو طاقتوں میں زیادہ افضل طاقت سننے کی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے یَّسْتَمِعُوْنَ یعنی سننے کا تذکرہ فرمایا اور اسکے بعد یَّنْظُرُ اِلَيْكَ کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ قرآنِ مجید کی دوسری آیتوں میں بھی سمع کو بصر سے پہلے لایا گیا ہے: اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل: ۳۶) سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۷۸ میں بھی پہلے سمع پھر بصر کا ذکر ہے: وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ اور سورۂ یونس کی آیت نمبر ۳۱ میں بھی پہلے سمع پھر بصر کا ذکر کیا گیا: اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے؟

﴿درس نمبر: ۸۸۸﴾ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے ﴿یونس: ۴۴۔۴۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ لَا يَظْلِمُ ظلم نہیں کرتا النَّاسَ لوگوں پر شَيْئًا کچھ بھی وَّلٰكِنَّ لیکن النَّاسَ لوگ اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ پر (خود ہی) يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے ہیں ۝ وَيَوْمَ اور جس دن يَحْشُرُهُمْ وہ انہیں اکٹھا کرے گا (تو انہیں یوں محسوس ہوگا) كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا گویا کہ نہیں رہے تھے وہ (دنیا میں) اِلَّا سَاعَةً مگر ایک گھڑی مِّنَ النَّهَارِ دن سے يَتَعَارَفُوْنَ وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے بَيْنَهُمْ آپس میں قَدْ تحقیق خَسِرَ خسارہ پایا الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جنہوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا بِلِقَآءِ اللّٰهِ اللہ کی ملاقات کو وَمَا كَانُوْا اور نہ تھے وہ مُهْتَدِيْنَ ہدایت پر چلنے والے ۝

ترجمہ: اللہ تو لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں ۝ اور جس دن اللہ ان کو جمع کرے گا (تو وہ دنیا کی نسبت ایسا خیال کریں گے کہ) گویا (وہاں) گھڑی بھر دن سے زیادہ رہے ہی نہیں تھے (اور) آپس میں ایک دوسرے کو شناخت بھی کریں گے، جن لوگوں نے اللہ کے روبرو حاضر ہونے کو جھٹلایا وہ خسارے میں پڑ گئے اور ہدایت یافتہ نہ ہوئے ۝

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔

۲۔ لیکن انسان ہیں جو خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

۳۔جس دن اللہ ان کو میدانِ حشر میں اکٹھا کرے گا تو انہیں ایسا معلوم ہوگا جیسے وہ دنیا میں یا قبر میں دن کی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے۔

۴۔اس لئے وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے۔

۵۔حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے بڑے گھاٹے کا سودا کیا ہے جنہوں نے اللہ سے آخرت میں جا ملنے کو جھٹلایا اور جو راہِ راست پر نہیں آئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے میں یہ صاف اعلان فرمادیا کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتے، لیکن لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کبھی بھی کسی پر بھی ہرگز ظلم نہیں کرتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسا ظلم نہیں کرتے کہ انسانوں کے حواس کو ختم کردیں اور ان کی عقلوں کو سلب کردیں، جن حواس کے ذریعہ وہ چیزوں کو جان سکیں اور پرکھ سکیں اور حق، حقیقت اور سچائی کی رہنمائی حاصل کرسکیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں کہ ان حواس کا استعمال نہیں کرتے۔ وہ بس کفر کرنے، جھٹلانے اور نافرمانی کرنے پر تلے ہوئے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس قیمتی عقل کی نعمت کا استعمال ہی نہیں کرتے اور وہ دین اسلام کی ہدایت سے اپنے دلوں میں نفرت رکھتے ہیں۔ یہ آیت دراصل جھٹلانے والوں کے لئے وعید ہے۔ قیامت کے دن انہیں ان کی ان نافرمانیوں کی وجہ سے جو عذاب دیا جائے گا اس کا تعلق ظلم سے نہیں بلکہ انصاف سے ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ ان کو سزا دے۔ اس سزا کا ظلم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع فرمائے گا گویا کہ وہ دن کے حصہ میں سے صرف ایک گھڑی ٹھہرے ہیں، وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے۔ اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے قائم ہونے اور لوگوں کے قبروں سے نکل کر قیامت کے دن میدانِ محشر میں جمع ہونے کا تذکرہ فرمارہے ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ آپ انہیں یاد دلایئے اور انہیں اس دن سے ڈرایئے جس دن اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرنے کے بعد ایک جگہ جمع کرے گا اور حساب کی جگہ انہیں لا کھڑا کردے گا۔ وہ جگہ حساب کی بھی ہوگی اور جزاء کی بھی ہوگی۔ اس دن ان کو اس بات کا احساس ہوگا کہ وہ دنیا میں بہت کم مدت تک ہی رہے۔ یعنی دنیا کی یہ ساری عمر جو اُن کی گزری قیامت کے دن کے مقابلہ میں ایک گھڑی یا ایک گھنٹہ کے بقدر ہوگی۔ اس دن وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے، جب وہ زندہ ہوکر ایک جگہ جمع ہوں گے۔ وہاں کی سختیوں کی وجہ سے ان سب کا تعارف یعنی ایک دوسرے کو پہچاننے کا سلسلہ منقطع ہوجائے گا اور بس حالت اس قدر خراب ہوجائے گی کہ صرف نفسی نفسی کا عالم برپا ہوجائے گا۔ اس ڈراؤنے منظر کی وجہ سے ان کو دنیا کی زندگی مختصر لگے گی۔ اس منظر کو قرآنِ مجید کی دوسری متعدد آیتوں میں واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۳۵ میں یوں ہے: كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ جس دن یہ لوگ وہ

چیز دیکھ لیں گے جس سے انہیں ڈرایا جارہا ہے، اس دن انہیں یوں محسوس ہوگا جیسے وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے۔ سورۃ النازعات کی آیت نمبر ۴۶ میں یوں کہا گیا: كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی دنیا میں رہے ہیں۔ سورۂ روم کی آیت نمبر ۵۵ میں یوں کہا گیا: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ اور جس دن قیامت برپا ہوجائے گی گنہگار لوگ قسمیں کھائیں گے کہ دنیا میں ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔ سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۱۱۲ تا ۱۱۴ میں یوں کہا گیا: قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ۝ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تم زمین میں کتنے برس رہے؟ وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم وہاں بہت ہی کم رہے ہو، کاش تم اسے پہلے ہی جان لیتے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ بے شک وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ کی اس ملاقات کو جھٹلایا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے۔ یعنی یہ جھٹلانے والے کافر جنہوں نے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا انکار کردیا تھا وہ بہت بڑے خسارہ اور نقصان میں ہیں کہ جنت جیسی نعمت ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی۔ انہوں نے ایمان کو کفر میں بدل دیا اور نیک اعمال کے ذریعہ وہ بہت بڑا نفع حاصل کرسکتے تھے، مگر انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو محروم کرلیا، پس کس قدر بڑے خسارہ میں پڑ گئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعجب کے طور پر کہا جارہا ہے اور ان کو اس دن خسارہ ہوگا جس دن کے بدلنے کی کوئی اُمید بھی نہیں اور نہ ہی اس دن ان کی توبہ ان کے کام آئے گی۔

ہر اُمت کی طرف پیغمبر بھیجا گیا

درس نمبر: ۸۸۹ — یونس: ۴۶۔۴۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِمَّا اور اگر نُرِيَنَّكَ ہم دکھادیں آپ کو بَعْضَ بعض الَّذِيْ وہ (عذاب) کہ نَعِدُهُمْ ہم وعدہ کرتے ہیں ان سے اَوْ یا نَتَوَفَّيَنَّكَ ہم وفات دے دیں آپ کو فَاِلَيْنَا تو ہماری طرف ہی مَرْجِعُهُمْ واپسی ہے ان کی ثُمَّ پھر اللّٰهُ اللہ شَهِيْدٌ گواہ ہے عَلٰى ان (کاموں) پر مَا جو يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے ہیں ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اور ہر امت کیلئے رَّسُوْلٌ ایک رسول ہے فَاِذَا چنانچہ جب جَآءَ آ گیا رَسُوْلُهُمْ ان کا رسول قُضِيَ (تو) فیصلہ کردیا گیا بَيْنَهُمْ ان کے درمیان بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ وَهُمْ اور وہ لَا يُظْلَمُوْنَ ظلم نہیں کیے جاتے تھے ۝

ترجمہ: اگر ہم کوئی عذاب جس کا ان لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں تمہاری آنکھوں کے سامنے (نازل) کریں یا

(اس وقت جب) تمہاری مدتِ حیات پوری کر دیں تو ان کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس کو دیکھ رہا ہے ۞ اور ہر ایک اُمت کی طرف پیغمبر بھیجا گیا، جب اُن کا پیغمبر آتا ہے تو اُن میں انصاف کیساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اُن پر کچھ ظلم نہیں کیا جاتا ۞

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! جن باتوں کی ہم نے ان کافروں کو دھمکی دی ہوئی ہے۔

۲۔ چاہے ان میں سے کوئی بات ہم تمہیں تمہاری زندگی میں دکھا دیں۔

۳۔ یا اس سے پہلے تمہاری روح قبض کر لیں۔

۴۔ بہر صورت ان کو آخر میں ہماری طرف ہی لوٹنا ہے۔

۵۔ پھر یہ تو ظاہر ہی ہے کہ جو کچھ یہ کرتے ہیں اللہ اس کا پورا پورا مشاہدہ کر رہا ہے۔ لہٰذا وہاں ان کو سزا دے گا۔

۶۔ ہر امت کے لئے ایک رسول بھیجا گیا ہے۔

۷۔ پھر جب ان کا رسول آجاتا ہے تو ان کا فیصلہ پورے انصاف سے کیا جاتا ہے۔

۸۔ ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔

پچھلی آیتوں میں جھٹلانے والے کافروں کے بارے میں عذاب کی بات کہی گئی۔ اس عذاب کے سلسلہ میں اس آیت میں یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ جس عذاب کا ہم ان کافروں سے وعدہ کر رہے ہیں اگر اس میں سے تھوڑا سا حصہ ہم آپ کو دکھلا دیں یا ہم آپ کو وفات دیں، ہمارے ہی پاس ان سب کو آنا ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کو جھٹلانے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کئے جانے کی جو وعیدیں نازل ہوتی رہتی تھیں ان کے بارے میں بتلایا جا رہا ہے کہ جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا عذاب اگر ہم آپ کو دکھلا دیں یعنی اے پیغمبر! آپ کی زندگی ہی میں وہ عذاب نازل ہو جائے یا ہم آپ کو اس عذاب کے نازل ہونے سے پہلے وفات دیں، یہ دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہی عذاب آجائے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ آپ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ان پر عذاب آئے۔ یعنی ان پر دنیا ہی میں عذاب آنا بھی لازم نہیں ہے، جب وہ ہمارے پاس آئیں گے تو بڑا عذاب آخرت کا عذاب ہوگا۔ اس عذاب سے کسی کافر اور مشرک اور منکر کو چھٹکارا ہی نہیں ہے۔

سورۂ رعد کی آیت نمبر ۴۰ میں بھی یہ مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے: **وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ** ان سے کئے ہوئے وعدوں میں سے کوئی اگر ہم آپ کو دکھا دیں یا آپ کو ہم فوت کر لیں تو آپ پر تو صرف پہنچا دینا ہی ہے، حساب تو ہمارے ذمہ ہی ہے۔

فَاِلَیْنَا مَرْجِعُھُمْ پس کسی بھی صورت میں ان جھٹلانے والے کافروں اور مشرکوں کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸ میں کہا گیا: **ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ** پھر تمہیں مار ڈالے گا پھر زندہ

کرے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۶ میں فرمایا: اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ وَاَنَّھُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ جو جانتے ہیں کہ بیشک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے اور یقیناً اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ میں یوں کہا گیا: ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹنا ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۸ میں فرمایا گیا: اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں ہر وہ چیز بتادے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

ثُمَّ اللّٰہُ شَھِیْدٌ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ پھر یہ بات بھی سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے سب کاموں کا علم ہے۔ وہ اپنے علم کے مطابق بدلہ دے گا۔

وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلٌ ج فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُھُمْ قُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ قیامت کے دن ہر امت کا رسول موجود ہوگا جو رسول کہ دنیا میں اس قوم کی طرف مبعوث ہوا تھا۔ یعنی قیامت کے دن ایک طرف امتیں موجود ہوں گی اور دوسری طرف ان کی طرف بھیجے گئے رسول بھی موجود ہوں گے۔ جو رسول کافروں کے کفر کی گواہی بھی دیں گے اور ایمان والوں کے ایمان کی بھی گواہی دیں گے اور قیامت کے دن انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کسی پر کسی بھی طرح کا ظلم نہیں ہوگا۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۱ میں یوں کہا گیا: فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا پس کیا حال ہوگا جس وقت کہ ہر امت میں سے ایک گواہ ہم لائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ صرف یہ رسولِ رحمت ﷺ اور ان کی قوم کا حال نہیں ہوگا بلکہ سارے ہی انبیاء کا حال ان کی قوموں کے ساتھ ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے گزری ہوئی امتوں میں سے ہر امت کی طرف رسول بھیجا، جو رسول ان قوموں کو اللہ پر ایمان اور آخرت پر ایمان کی طرف بلاتے تھے اور اس عمل صالح کی طرف بھی بلاتے تھے جو آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۲۴ میں یہ بات واضح طور پر بتلادی گئی ہے: وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔ پھر جب ان رسولوں نے ان قوموں کے سامنے واضح نشانیاں رکھ دیں اس کے باوجود انہوں نے نبیوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ ان نبیوں اور قوموں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیں گے۔ جھٹلانے والوں کو عذاب دیں گے اور ان رسولوں کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے ان نبیوں کی تصدیق کی انہیں نجات عطا کریں گے۔

ہر اُمت کا ایک وقت مقرر ہے

درس نمبر: ۸۹۰ — یونس: ۴۸-۴۹

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۴۸ قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ ط لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ ط اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۴۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَقُوۡلُوۡنَ اور وہ (کافر) کہتے ہیں مَتٰى کب (پورا) ہوگا هٰذَا یہ الۡوَعۡدُ وعدہ (عذاب کا) اِنۡ اگر كُنۡتُمۡ ہو تم صٰدِقِيۡنَ سچے؟ ۝ قُلْ کہہ دیجئے لَّاۤ اَمۡلِكُ میں اختیار نہیں رکھتا لِنَفۡسِىۡ اپنے نفس کیلئے ضَرًّا کسی نقصان کا وَّلَا نَفۡعًا اور نہ کسی نفع کا اِلَّا مگر مَا شَآءَ جو چاہے اللّٰهُ اللہ لِكُلِّ اُمَّةٍ ہر امت کیلئے اَجَلٌ ایک میعاد ہے اِذَا جب جَآءَ آ جاتی ہے اَجَلُهُمۡ ان کی میعاد فَلَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ تو نہ وہ پیچھے رہ سکتے ہیں (اس سے) سَاعَةً ایک گھڑی وَّلَا يَسۡتَقۡدِمُوۡنَ اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں ۝

ترجمہ: اور یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو (جس عذاب کا) یہ وعدہ (ہے وہ) کب آئے گا؟ ۝ کہہ دو کہ میں تو اپنے نقصان اور فائدے کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے ہر ایک اُمت کیلئے (موت کا) ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی بھی دیر نہیں کر سکتے اور نہ جلدی کر سکتے ہیں ۝

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ کافر لوگ مسلمانوں سے مذاق اڑانے کے لئے کہتے ہیں

۲۔ اگر تم سچے ہو تو اللہ کی طرف سے عذاب کا یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟

۳۔ اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ میں تو خود اپنی ذات کو بھی نہ کوئی فائدہ پہنچانے کا اختیار رکھتا ہوں نہ نقصان پہنچانے کا، مگر جتنا اللہ چاہے۔

۴۔ ہر امت کا ایک وقت مقرر ہے۔

۵۔ چنانچہ جب ان کا وہ وقت آ جاتا ہے تو وہ اس سے نہ ایک گھڑی پیچھے جا سکتے ہیں نہ آگے آ سکتے ہیں۔

ان جھٹلانے والوں کو جب بار بار عذاب کی وعید سنائی جاتی تھی کہ اگر تم ایک اللہ پر ایمان نہیں لاؤ گے، اگر تم رسول کو جھٹلاؤ گے، اگر تم آخرت کو تسلیم نہیں کرو گے تو تم پر اللہ کا عذاب آ جائے گا، تو یہ جھٹلانے والے کہتے تھے کہ ہم یہ عذاب کی وعیدیں کب تک سنتے رہیں؟ آخر یہ عذاب آئے گا کب؟ ایک مرتبہ وہ عذاب آ جائے تاکہ ہم دیکھ لیں کہ یہ عذاب کیسا ہوتا ہے؟ گویا یہ جھٹلانے والے منکرین عذاب کے آنے میں دیری محسوس کرتے تھے، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے مہلت تھی اور ڈھیل تھی کہ اس مہلت کا فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو وہ بدل سکتے تھے۔ اس کے بجائے وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ اور یہ کہتے ہیں کہ جس عذاب کا یہ وعدہ ہے وہ کب آئے گا؟ اگر تم سچے ہو؟ اس عذاب کا مذاق اڑاتے ہوئے جس عذاب کی دھمکی انہیں دی گئی یہ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ عذاب کا یہ وعدہ کب آئے گا؟ ان کافروں کے شرک کی وجہ سے جب بھی ان کو عذاب کے نازل ہونے کی دھمکی دی گئی انہوں نے یہی سوال کیا کہ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۔ ان کے اس سوال کا جواب رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یوں دیا گیا کہ قُلْ لَّاۤ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِىۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذاتِ

خاص کے لئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ جب میں اپنے بارے میں نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں تو تم پر عذاب لانا میرے اختیار میں کیسے ہوسکتا ہے؟ رسولِ رحمت ﷺ سے یہ کہا جا رہا ہے کہ پیغمبر! وہ لوگ جو عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں ان سے آپ کہئے کہ میں بشر ہوں کہ میں اپنے اختیار سے نہ کسی نقصان سے بچ سکتا ہوں اور نہ ہی اپنے اختیار سے کوئی نفع حاصل کرسکتا ہوں۔ میرے ساتھ وہی ہوتا ہے جو میرا رب چاہتا ہے۔ دشمنوں پر عذاب کا نازل کرنا یہ میرا کام نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب کی جو وعید بیان کی ہے اس کا یہ وقت اس کے پاس مقرر ہے۔ وہ اس کی شان ہے اور اس کا ارادہ اور فیصلہ ہے کہ جب چاہے جس پر چاہے جیسے چاہے عذاب نازل کرے۔ رسول کا کام تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہوئے پیغام کو لوگوں تک پہنچادے۔ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۳۸ میں بھی یہی مضمون ہے: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور وہ کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو بتادو کہ یہ وعدہ کب ہے؟ سورۂ نمل کی آیت نمبر ۷۱ میں اور سورۂ سبا کی آیت نمبر ۲۹ میں بھی یہی الفاظ ہیں۔

اس کے بعد یہ بات کہی جا رہی ہے کہ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ہر امت کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ جب ان کا مقررہ وقت آ پہنچے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے جلدی مچانے کی وجہ سے اور بار بار یہ کہنے سے کہ یہ عذاب کب آئے گا، یہ عذاب نہیں آجائے گا؟۔ اللہ تعالیٰ کے پاس عذاب کا وقت مقرر ہے۔ وہ اس کے مقررہ وقت پر ہی عذاب نازل کرے گا۔ جن امتوں کے لئے دنیا میں بھی عذاب اور آخرت میں بھی عذاب ہے، ان امتوں کو دونوں جگہ عذاب آئے گا اور جن قوموں کو دنیا میں عمومی طور پر عذاب دینے کا فیصلہ نہیں کیا گیا تو انہیں صرف آخرت ہی میں عذاب دیا جائے گا۔ عذاب کا آفاقی دستور یہ ہے کہ وہ اپنے مقررہ وقت پر ہی آئے گا، جس کا علم اسی رب ذوالجلال کو ہے جس کے ہاتھ میں عذاب کا اختیار ہے۔ جب وہ عذاب آجائے گا تو نہ رسول کے اختیار میں ہوگا اور نہ قوموں کے اختیار میں ہوگا کہ وہ اس عذاب کو آگے پیچھے کرسکیں۔ جس قوم کے لئے جو عذاب کا وقت مقرر ہے وہ عذاب تو اس قوم پر اسی وقت آئے گا۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۵۳ میں بھی اس بات کی وضاحت کی گئی ہے: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یہ لوگ آپ سے عذاب کی جلدی کررہے ہیں، اگر میری طرف سے مقرر کیا ہوا وقت نہ ہوتا تو ابھی تک ان کے پاس عذاب آچکا ہوتا۔ یہ یقینی بات ہے کہ اچانک ان کی بے خبری میں ان کے پاس عذاب آپہنچے گا۔ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر امت کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور میری امت کا وقتِ مقرر سو ہے۔ جب میری امت پر سو سال گزر جائیں گے تو ان پر آئے گا وہ عذاب جس کا اللہ نے وعدہ کیا۔ اس سے قیامت کی نشانیاں مراد ہیں۔ (طبرانی، المعجم الکبیر)

﴿درس نمبر:۸۹۱﴾ ## ظالموں کیلئے دائمی عذاب ﴿یونس:۵۰۔۵۱۔۵۲﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّا ذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے اَرَءَيْتُمْ بھلا تم بتلاؤ اِنْ اَتٰىكُمْ اگر آ جائے تم پر عَذَابُهٗ اس کا عذاب بَيَاتًا رات کو اَوْ یا نَهَارًا دن کو (تو کیا پھر برداشت کرلوگے؟) مَّاذَا وہ کیا چیز ہے يَسْتَعْجِلُ (کہ) جلدی طلب کر رہے ہیں مِنْهُ اس (عذاب) کو الْمُجْرِمُوْنَ مجرم ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ کیا پھر اِذَا مَا وَقَعَ جب واقع ہو جائے گا (عذاب تب) اٰمَنْتُمْ تم ایمان لاؤ گے بِهٖ اس پر؟ آٰلْـٰٔنَ (اس وقت کہا جائے گا) کیا اب (ایمان لاتے ہو؟) وَقَدْ حالانکہ تحقیق كُنْتُمْ تھے تم بِهٖ اس کو تَسْتَعْجِلُوْنَ جلدی طلب کرتے ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ پھر کہا جائے گا لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے ظَلَمُوْا ظلم کیا ذُوْقُوْا تم چکھو عَذَابَ عذاب الْخُلْدِ ہمیشگی کا هَلْ تُجْزَوْنَ تم بدلہ نہیں دیئے جاؤ گے اِلَّا بِمَا مگر اس کے ساتھ جو كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ تم کماتے تھے ﴿۵۲﴾

ترجمہ: کہہ دو بھلا دیکھو تو اگر اس کا عذاب تم پر (ناگہاں) آ جائے رات کو یا دن کو تو پھر گنہگار کس بات کی جلدی کریں گے؟ ﴿۵۰﴾ کیا جب وہ واقع ہوگا تب اُس پر ایمان لاؤ گے (اُس وقت کہا جائے گا کہ) اور اب (ایمان لائے)؟ اسی کیلئے تو تم جلدی مچایا کرتے تھے ﴿۵۱﴾ پھر ظالم لوگوں سے کہا جائے گا کہ عذابِ دائمی کا مزہ چکھو (اب) تم اُنہی (اعمال) کا بدلہ پاؤ گے جو (دنیا میں) کرتے رہے ﴿۵۲﴾

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان سے کہو کہ ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ اگر اللہ کا عذاب تم پر رات کے وقت آئے یا دن کے وقت تو اس میں کونسی ایسی اشتیاق کے قابل چیز ہے جس کے جلد آنے کا یہ مجرم لوگ مطالبہ کر رہے ہیں؟

۲۔ کیا جب وہ عذاب آ ہی پڑے گا تب اسے مانو گے؟

۳۔ اس وقت تو تم سے یہ کہا جائے گا کہ اب مانے؟ حالانکہ تم ہی اس کا انکار کر کے اس کی جلدی مچایا کرتے تھے۔

۵۔ پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔

رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ آپ عذاب کی جلدی مچانے والوں سے پوچھئے کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب رات کو آ پڑے یا دن کو آ جائے تو عذاب میں ایسی کونسی چیز ہے جس کی وجہ سے یہ مجرمین عذاب کے جلدی لانے کا تقاضا کر رہے ہیں۔ عذاب کوئی ایسی خوشخبری کی چیز نہیں کہ اس کی جلدی مچائی جائے۔ یہ جاننے کے باوجود کہ

عذاب ایک سخت چیز ہے یہ لوگ کیوں اس عذاب کے آنے کی جلدی مچا رہے ہیں؟ یہ عذاب رات میں اس وقت بھی آ سکتا ہے جب تم غفلت کی نیند سو رہے ہوں یا دن میں ایسے وقت آئے گا جب تم اپنے کاموں میں مشغول ہو۔ تم لوگ کس عذاب کی جلدی مچا رہے ہو؟ آخرت کے دن کے عذاب کی؟ یا یہ دنیا ہی کے اس عذاب کی؟ یہ دونوں عذاب بھی سخت ہی تو ہوں گے۔ یہ بات یاد رکھو کہ جس عذاب کی بھی تم جلدی مچاؤ تمہارا یہ جلدی مچانا تمہاری جہالت اور حماقت ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ تمہارا اس میں کیا فائدہ ہے؟ اگر تم یہ بات کہتے ہو کہ جب عذاب آئے گا تو ایمان لائیں گے تو یہ بات یاد رکھو کہ اس وقت کا تمہارا ایمان لانا باطل اور بے کار ہوگا۔

اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ کیا جب عذاب واقع ہو جائے گا تو اس وقت ایمان لاؤ گے؟ یاد رکھو کہ اس وقت تمہارا ایمان لانا تمہیں ذرہ برابر فائدہ نہیں دے گا۔ اس وقت تم تصدیق کرو گے تو تمہاری تصدیق بھی تم کو نفع نہیں دے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ایمان لانے کے لئے اس عذاب کے آنے کا انتظار کر رہے ہو، جب حقیقت میں عذاب آ جائے گا تو ایمان لاؤ گے اور ایسے وقت میں ایمان لاؤ گے کہ اس وقت کا ایمان کچھ کام نہیں دے گا۔ اس وقت اگر ایمان لاؤ گے تو تم سے یہی کہا جائے گا کہ تم تو اس عذاب کا مذاق اڑا رہے تھے اور غرور و گھمنڈ سے اس عذاب کو جھٹلاتے ہوئے اس عذاب کی جلدی مچا رہے تھے۔

ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ پھر ان سے کہا جائے گا جنہوں نے ظلم کیا تھا کہ ہمیشہ والا عذاب چکھو۔ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ تمہیں تو انہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کمایا کرتے تھے۔ یعنی تم کو انہی کاموں کی جزاء دی جائے گی جو دنیا میں تم کیا کرتے تھے۔ یعنی جن لوگوں نے کفر اور نافرمانی کے ذریعہ اور رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا کر اور ان کی وعیدوں کو جھٹلا کر اپنے آپ پر ظلم کیا ان سے کہا جائے گا کہ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ عذاب وقتی نہیں ہے دائمی ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھو کہ تم نے جو کچھ دنیا میں کیا اسی کا بدلہ تمہیں دیا جا رہا ہے۔ تم نے جو کفر کیا، نافرمانی کی، جھٹلایا اور انکار کیا، بس یہ اسی کا بدلہ ہے جو تمہیں دیا جا رہا ہے۔

قرآنِ مجید میں عذاب کے لئے چکھنے کا لفظ بار بار کہا گیا؟ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۱ میں یوں ہے: وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ اور ہم ان سے کہیں گے کہ جلنے والا عذاب چکھو۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۶ میں یوں ہے: فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ اب اپنے کفر کا عذاب چکھو۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳۹ میں یوں ہے: فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ تم بھی اپنی کمائی کے بدلہ میں عذاب کا مزہ چکھو۔ سورۂ حج کی آیت نمبر ۲۲ میں یوں کہا گیا: وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ جلنے کا عذاب چکھو۔ سورۂ نبا کی آیت نمبر ۳۰ میں یوں ہے: فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا اب تم اپنے کئے کا مزہ چکھو، ہم تمہارا عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے۔

﴿درس نمبر:۸۹۲﴾ # تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے ﴿یونس:۵۳-۵۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِی الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؔ وَقُضِیَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ اور وہ خبر دریافت کرتے ہیں آپ سے اَحَقٌّ کیا حق ہے هُوَ وہ (عذاب)؟ قُلْ کہہ دیجئے اِیْ ہاں! وَ رَبِّیْٓ میرے رب کی قسم اِنَّهٗ بلاشبہ وہ لَحَقٌّ یقیناً حق ہے وَمَآ اَنْتُمْ اور نہیں تم بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کر سکتے (اللہ کو)﴿۵۳﴾ وَلَوْ اوراگر اَنَّ بے شک لِكُلِّ نَفْسٍ (ہو) ہر نفس کے لیے ظَلَمَتْ جس نے ظلم کیا مَا جو کچھ ہے فِی الْاَرْضِ زمین میں (سارا) لَافْتَدَتْ تو ضرور فدیہ دے دے گا بِهٖ اس کے ساتھ وَاَسَرُّوا اور وہ (مجرم) چھپائیں گے النَّدَامَةَ ندامت کو لَمَّا جب رَاَوُا وہ دیکھیں گے الْعَذَابَ عذاب وَقُضِیَ اور فیصلہ کیا جائے گا بَيْنَهُمْ ان کے درمیان بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ وَهُمْ اور وہ لَا يُظْلَمُوْنَ ظلم نہیں کیے جائیں گے﴿۵۴﴾

ترجمہ: اور تم سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا یہ سچ ہے؟ کہہ دو کہ ہاں! اللہ کی قسم سچ ہے اور تم (بھاگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کر سکو گے﴿۵۳﴾ اور اگر ہر ایک نافرمان شخص کے پاس روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں تو (عذاب سے بچنے کے) بدلے میں (سب) دے ڈالے اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو (پچھتائیں گے اور) ندامت کو چھپائیں گے اور اُن میں انصاف کیساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور (کسی طرح کا) اُن پر ظلم نہیں ہوگا ﴿۵۴﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ آخرت کا عذاب واقعی سچ ہے؟

۲۔ کہہ دو کہ میرے پروردگار کی قسم! یہ بالکل سچ ہے اور تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

۳۔ جس شخص نے ظلم کا ارتکاب کیا ہے اگر اس کے پاس روئے زمین کی ساری دولت بھی ہوگی تو وہ اپنی جان چھڑانے کے لئے اس کی پیشکش کر دے گا۔

۴۔ جب وہ عذاب کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو اپنی شرمندگی کو چھپانا چاہیں گے۔

۵۔ ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ یہ جھٹلانے والے بدبخت لوگ آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ دنیا اور آخرت کے جس عذاب کی خبر اے محمد! آپ ہمیں دیتے ہیں کیا وہ واقعی حق ہے؟ دنیا میں جو نافرمانیاں ہم

کرتے ہیں ان کی وجہ سے کیا واقعی عذاب نازل ہوگا؟ یا یہ صرف ڈرانے دھمکانے ہی کی باتیں ہیں؟ پھر اس کا جواب رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی ہی دیا جا رہا ہے کہ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ جی ہاں! میرے رب کی قسم، یہ عذاب حق ہے اور ثابت ہے۔ اس عذاب کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے اور تم اس عذاب سے بچنے والے بھی نہیں ہو، جس طرح تمہارے رب نے تم کو عدم سے وجود میں لایا، تم کچھ نہیں تھے تمہیں پیدا کیا، اب جب تم مٹی ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ دوبارہ تمہیں زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسٓ:۸۲) اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کر لے تو صرف اتنا کہتا ہے کہ ''ہو جا'' بس وہ ہو جاتی ہے۔ اس کی تائید قرآنِ مجید کی دوسری آیتیں بھی کرتی ہیں۔ سورۂ سبا کی آیت نمبر ۳ میں یوں ہے: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ کہہ دو کیوں نہیں آئے گی؟ میرے عالم الغیب پروردگار کی قسم وہ تم پر ضرور آ کر رہے گی۔ سورۂ تغابن کی آیت نمبر ۷ میں یوں ہے: زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں کبھی دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ کہہ دو کیوں نہیں؟ میرے پروردگار کی قسم! انہیں ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے گا، پھر تمہیں بتایا جائے گا کہ تم نے کیا کچھ کیا تھا اور یہ اللہ کے لئے معمولی سی بات ہے۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اور یہ بات یاد رکھو اے انکار کرنے والو! تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ یعنی تم یہ مت سمجھو کہ جب اللہ کا عذاب آ جائے گا تو تم اس عذاب سے بچ کر کہیں بھاگ جاؤ گے۔ تم نہ کہیں بھاگ پاؤ گے اور نہ کوئی تمہیں پناہ دے سکے گا۔ یہ ملک سارا اللہ کا ہے، جہاں بھی بھاگو گے اللہ تعالیٰ کی ہی سلطنت میں رہو گے۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۲۲ میں بھی یہ بات کہی گئی ہے: وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اور تم آسمان میں اور زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے جو اس کے عذاب سے بچا دے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۳۴ میں یوں کہا گیا: اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ بیشک آنے والی چیز ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔ جو لوگ دنیا میں حق بات کو جھٹلا رہے ہیں اور شرک اور کفر کے ذریعہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں انہیں اس کی سزا آخرت میں ضرور ملے گی۔ جب وہاں عذاب آ جائے گا تو اس عذاب سے بچنے کی کوئی صورت بھی باقی نہیں رہے گی۔ وہ لوگ وہاں جب عذاب سامنے آئے گا تو اپنی جان کا بدلہ دے کر عذاب سے بچنے کے لئے اپنا سب کچھ خرچ کرنے کے لئے راضی اور تیار ہو جائیں گے۔ اگر انہیں اپنی جان بچانے کے لئے اور اس عذاب سے بچنے کے لئے پوری زمین اور اس میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اور اس جیسا اور بھی مل جائے تو وہ سب اپنی جان کے بدلہ میں دینے کیلئے

تیار ہو جائیں گے۔لیکن وہاں ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا اور اگر ہوگا بھی تو ان کی طرف سے قبول ہی نہیں کیا جائے گا۔اسی حقیقت کا انکشاف اس آیت میں کیا جارہا ہے:وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ہر وہ شخص جس نے ظلم کیا اگر اس کے لئے وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے تو وہ اپنی جان کو عذاب سے چھڑانے کے لئے ان سب کو خرچ کرڈالے گا۔سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳۶ میں بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے:اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ'' یقین مانو کہ کافروں کے لئے اگر وہ سب کچھ ہو جو ساری زمین میں ہے بلکہ اس کے مثل اور بھی ہو اور وہ اس سب کو قیامت کے دن کے عذاب کے بدلے فدیہ میں دینا چاہیں تو بھی ناممکن ہے کہ ان کا فدیہ قبول کرلیا جائے۔ان کے لئے تو دردناک عذاب ہی ہے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۹۱ میں بھی یہ بات اور واضح انداز میں کہی گئی کہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ'' فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ جو لوگ کفر کریں اور مرتے دم تک کافر رہیں ان میں سے کوئی اگر زمین بھر سونا دے گو فدیہ ہی ہو تو بھی ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

اس کے بعد ان منکروں کے بارے میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ جب یہ جھٹلانے والے عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی ندامت، شرمندگی اور پشیمانی کو پوشیدہ رکھیں گے، مگر دل ہی دل میں شرمندہ ہوتے رہیں گے کہ کاش! ہم دنیا میں ایمان لالیتے تو آج اس دردناک اور سخت ترین عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔ندامت کہتے ہیں ہر وہ احساس جو آدمی اپنے دل میں پاتا ہے، درد اور پچھتاوے کی وجہ سے جو اس نے نقصان والا کام انجام دیا ہے۔جب یہ مشرکین سخت ترین عذاب دیکھیں گے تو حیرت میں پڑجائیں گے اور اپنی شرمندگی اور پچھتاوے کو چھپائیں گے اور کبھی اپنی شرمندگی کا اظہار بھی کریں گے، جیسا کہ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۵۶ میں ہے: يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ ہائے افسوس! میری اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں برتی۔

آخر میں یہ بات بتلادی گئی کہ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان کے ساتھ انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔انصاف یہ ہوگا کہ بعض کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور بعض کے عذاب میں زیادتی ہوگی، لیکن ظلم کسی پر نہیں ہوگا۔

﴿درس نمبر:۸۹۳﴾ وہی اللہ ہے جس کے قبضہ میں سب کچھ ہے ﴿یونس:۵۵۔۵۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۵ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۵۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَآ آگاہ رہو! اِنَّ بے شک لِلّٰهِ اللہ ہی کے لیے ہے مَا جو کچھ فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں

ہے وَالۡاَرۡضِ اور زمین (میں) اَلَاۤ خبردار! اِنَّ بلاشبہ وَعۡدَ اللّٰہِ اللہ کا وعدہ حَقٌّ حق ہے وَّلٰکِنَّ اور لیکن
اَکۡثَرَھُمۡ اکثر ان کے لَا یَعۡلَمُوۡنَ نہیں جانتے ﴿۵۵﴾ ھُوَ وہی یُحۡیٖ زندہ کرتا ہے وَیُمِیۡتُ اور وہی مارتا ہے وَاِلَیۡہِ
اسی کی طرف تُرۡجَعُوۡنَ تم لوٹائے جاؤ گے ﴿۵۶﴾

ترجمہ: سن رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور یہ بھی سن لو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۵۵﴾ وہی جان بخشتا ہے اور (وہی) موت دیتا ہے اور تم لوگ اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے ﴿۵۶﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یاد رکھو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔

۲۔ یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۳۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور اس کے پاس تم سب کو لوٹایا جائے گا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے۔ ساری چیزوں کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ آسمان، زمین، سورج، ستارے، سیارے، چاند، سمندر، پہاڑ، شجر و حجر، درندے، پرندے، حشرات الارض، آگ، ہوا، پانی، مٹی، بادل، بارش ہر چھوٹی بڑی چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ساری دنیا اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اسی کی ملکیت ہے۔ انسان اپنی عقل و دانش سے دنیا کی چند چیزیں حاصل کر لیتا ہے۔ وہ کسی کارخانہ، عمارت، باغ، کھیت، سواری، مویشی وغیرہ کا عارضی مالک تو بن جاتا ہے، مگر حقیقی مالک تو ساری ہی چیزوں کا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ مجرم جو اللہ تعالیٰ کو جھٹلا رہے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہیں۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں یہ حقیقت مختلف الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کے لئے ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱۶ میں کہا گیا: بَلۡ لَّہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۷ میں یوں کہا گیا: اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کیا تجھے علم نہیں کہ زمین و آسمان کا ملک اللہ ہی کے لئے ہے۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۵۲ میں یوں کہا گیا: وَلَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔

اس کے بعد یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اَلَاۤ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ خبردار! اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے وعدے کے پورا کرنے میں کوئی طاقت رکاوٹ بن نہیں سکتی۔ اس کا وعدہ، وعدہ ہے، پختہ اور پکا ہے۔ اس نے وعدہ کیا تو بس وہ وعدہ پورا ہو کر ہی رہے گا۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۹۴ میں یوں ہے: اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۱۵۲ میں یوں ہے: وَلَقَدۡ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗۤ اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۳۳ میں یوں ہے: اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ یاد رکھو! اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جو کافر مرنے کے بعد جی اٹھنے کا انکار کرتے ہیں وہ آخرت کے امور سے غافل ہیں۔ انہیں نہیں معلوم ہے کہ حقیقت کیا ہے؟ بس یہ قیامت کے آنے کے بارے میں اسی لاعلمی کی وجہ سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد رب ذوالجلال کی قدرت وطاقت بتلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جو هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وہ زندہ بھی فرماتا ہے اور موت بھی دیتا ہے۔ دنیا جہاں کی ساری مخلوقات کی زندگی اور ان کی موت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸ میں یوں کہا گیا: ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر تمہیں مار ڈالے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۸ میں بتلایا گیا: الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۸۰ میں یوں کہا گیا: وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وہی ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے۔ سورۂ ق کی آیت نمبر ۴۳ میں کہا گیا: اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ہم ہی جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بازار میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھی: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ ط وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ ''نہیں کوئی معبود برحق ہے مگر اللہ اکیلا، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کے لئے ملک (بادشاہت) ہے اور اسی کے لئے حمد وثناء ہے وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے، وہ زندہ ہے کبھی مرے گا نہیں، اسی کے ہاتھ میں ساری بھلائیاں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور اس کی دس لاکھ برائیاں مٹا دیتا ہے اور اس کے دس لاکھ درجے بلند فرماتا ہے۔ (ترمذی: ۳۴۲۸)

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مکہ میں لوہار تھا اور عاص بن وائل سہمی کے لئے میں نے ایک تلوار بنائی تھی۔ میری مزدوری باقی تھی، اس لئے ایک دن میں اس کو مانگنے آیا تو کہنے لگا کہ اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر نہیں جاؤ گے۔ میں نے کہا کہ میں آنحضرت ﷺ سے ہرگز نہیں پھروں گا، یہاں تک کہ اللہ تجھے مار دے اور پھر زندہ کر دے اور وہ کہنے لگا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھے مار کر دوبارہ زندہ کر دے گا تو میرے پاس اس وقت بھی مال واولاد ہوگی اور اسی وقت تم اپنی مزدوری مجھ سے لے لینا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ○ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (مریم: ۷۷) بھلا تو نے اس شخص کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے تو مال واولاد مل کر ہی رہیں گے، تو کیا یہ غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے خدائے رحمٰن سے کوئی وعدہ لے لیا ہے؟ (بخاری: ۲۰۹۱)

﴿درس نمبر:۸۹۴﴾ **اللہ کی طرف سے نصیحت، رحمت اور ہدایت آ چکی** ﴿یونس:۵۷-۵۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۷ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! قَدْ تحقیق جَآءَتْكُمْ آ گئی ہے تمہارے پاس مَّوْعِظَةٌ نصیحت مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَشِفَآءٌ اور شفا لِّمَا ان (بیماریوں) کے لیے جو فِي الصُّدُوْرِ سینوں میں ہیں وَهُدًى اور ہدایت وَّرَحْمَةٌ اور رحمت لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے لیے۝۵۷ قُلْ کہہ دیجئے بِفَضْلِ اللّٰهِ اللہ کے فضل کے ساتھ وَبِرَحْمَتِهٖ اور اس کی رحمت کے ساتھ فَبِذٰلِكَ تو اسی کے ساتھ فَلْيَفْرَحُوْا پس چاہئے کہ وہ (لوگ) خوش ہوں هُوَ وہ خَيْرٌ بہت بہتر ہے مِّمَّا ان چیزوں سے جو يَجْمَعُوْنَ وہ جمع کرتے ہیں۝۵۸

ترجمہ: لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے۝۵۷ کہہ دو کہ (یہ کتاب) اللہ کے فضل اور اُس کی مہربانی سے (نازل ہوئی ہے) تو چاہئیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں، یہ اُس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۝۵۸

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ لوگو! تمہارے پاس ایک ایسی چیز آئی ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک نصیحت ہے۔

۲۔ دلوں کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔

۳۔ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سامان ہے۔

۴۔ اے پیغمبر! کہو کہ یہ سب کچھ اللہ کے فضل اور رحمت سے ہوا ہے۔

۵۔ لہٰذا اس پر تو تمہیں خوش ہونا چاہئے۔

۶۔ یہ اس تمام دولت سے کہیں بہتر ہے جسے یہ جمع کر کے رکھتے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں دین کی تین بنیادی باتوں پر اہم باتیں آ چکی ہیں، توحید، رسالت اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر۔ ان تینوں بنیادی عقائد کو تسلیم نہ کرنے والے منکرین کے لئے وعیدیں آئی ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ دنیا جہاں کے سارے انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے اس مقدس آفاقی کتاب قرآنِ مجید کے بارے میں یہ بتلا رہے ہیں کہ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! ۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ قرآنِ مجید ساری انسانیت کے لئے اترا ہے کسی خاص قوم کے لئے نہیں۔ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔ یعنی تمہارے پاس ایسی مقدس کتاب آئی ہے جس میں ہر قسم کی عمدہ نصیحتیں اور اچھی وصیتیں موجود ہیں، جن نصیحتوں اور

وصیتوں سے اعمال درست ہوتے ہیں اور عمدہ واعلیٰ اخلاق پیدا ہوتے ہیں، جن نصیحتوں سے انسانوں کے دلوں سے فحش کاری ختم ہوجاتی ہے۔

ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی اس بیش بہا نعمت سے خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری بھلائی کیلئے کتنی عظیم الشان کتاب آسمان سے اتاری جس کتاب نے ہمیں اپنی زندگی گزارنے کا دستور بتلایا ہے۔ ہمیں ایسی تہذیب دی گئی ہے جو تہذیب دنیا جہاں کی تمام تہذیبوں پر بھاری ہے۔ قرآنِ مجید کو موعظہ دوسری آیتوں میں بھی کہا گیا ہے، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵ میں یوں کہا گیا: فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کیلئے وہ ہے جو گزرا۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۸ میں بھی قرآنِ مجید کو نصیحت نامہ کہا گیا ہے: هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ عام لوگوں کیلئے تو یہ قرآن بیان ہے اور پرہیزگاروں کیلئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۲۰ میں یوں کہا گیا کہ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ آپ کے پاس اس سورت میں بھی حق پہنچ چکا جو نصیحت اور وعظ ہے مومنوں کیلئے۔

حضرت عطیہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول (ﷺ) نے فرمایا کہ جس کسی کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے دین میں نصیحت آئی تو یہ ایک نعمت ہے اللہ کی طرف سے جو اس کے پاس آئی ہے۔ اگر اس نے اس کو شکر کے ساتھ قبول کیا تو اچھا ہے ورنہ اس کے ذریعہ اس گناہ میں اضافہ ہوگا اور اللہ کی ناراضگی میں بھی اضافہ ہوگا۔ (تاریخ دمشق)

اِس آیت میں قرآنِ مجید کو جہاں موعظہ یعنی نصیحت نامہ قرار دیا گیا وہیں اس کتاب مقدس کو سینوں کے لئے شفاء قرار دیا گیا: وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ اور ایسی چیز آئی ہے جس میں سینوں کے لئے شفاء ہے۔ قرآنِ مجید ایک ایسی مقدس کتاب ہے جس کے ذریعہ دلوں کی بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔ جو شخص قرآنِ مجید کی ہدایات پر عمل کرنے لگتا ہے اور اس کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی میں تبدیلی لالیتا ہے اس کا دل روحانی بیماریوں سے شفایاب ہوجاتا ہے۔ جو بندہ صدقِ دل سے قرآنِ مجید کی تلاوت کرے اس کے معنی اور مطلب کو جانے اور اس میں تدبر کرے یعنی غور وفکر کرے اور جن چیزوں سے اس میں دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے دور ہوتا چلا جائے تو ایک دن وہ محسوس کرے گا کہ اس کا سینہ مختلف قسم کی بیماریوں سے پاک ہوچکا ہے۔ قرآنِ مجید کی نصیحتوں اور ہدایتوں کی برکت سے دلوں کے اندر سے حسد، کینہ، بغض، بخل، خود پسندی، غرور و گھمنڈ اور دنیا کی بیجا محبت وغیرہ نکل جاتی ہیں۔ ہماری تمام روحانی بیماریوں کا علاج قرآنِ مجید سے جڑا ہوا ہے۔ یہی شفاء ہے۔ نیز اس قرآنِ مجید کی وجہ سے شک کی بیماری بھی دل سے نکل جاتی ہے اور بُرے عقائد کی گندگی بھی نکل جاتی ہے اور یہ دل صحت یاب ہوجاتے ہیں۔ دلوں میں موجود شکوک وشبہات اور کفر ونفاق اور بُرے عقائد اور اخلاق نکالنے کا عزم وارادہ جس کے دل میں ہو وہ اپنی زندگی میں قرآنِ مجید کو تھام لے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۸۲ میں بھی قرآنِ مجید کو شفاء قرار دیا گیا ہے: وَنُنَزِّلُ مِنَ

الْقُرْاٰنِ مَاھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفاء اور رحمت ہے۔ سورۂ حم السجدہ کی آیت نمبر ۴۴ میں یوں کہا گیا: قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفاء ہے۔

اس آیت میں جہاں قرآنِ مجید کو موعظہ اور شفاء قرار دیا گیا ہے وہیں اس کو هُدًى یعنی ہدایت قرار دیا گیا۔ قرآنِ مجید وہ آفاقی ہدایت نامہ ہے جو ساری انسانیت کی رہبری کرتا ہے کہ اسے کس طرح کی زندگی گزارنا ہے؟ نجات، سلامتی اور کامیابی کی راہ یہ کتاب بتلاتی ہے۔ یہی وہ کتابِ الٰہی ہے جو انسانوں کو حق اور یقین کی رہنمائی کرتی ہے اور اس سیدھے راستہ کی نشاندہی کرتی ہے جو دنیا اور آخرت کی سعادتمندی کا باعث ہے۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر قرآنِ مجید کو هُدًى کہا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲ میں کہا گیا: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اس کتاب میں کوئی شک نہیں، پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۹۷ میں یوں ہے: قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ جو جبرئیل کا دشمن ہو جس نے آپ کے دل پر پیغام باری تعالیٰ اتارا ہے جو پیغام ان کے پاس کی کتاب کی تصدیق کرنے والا اور مومنوں کو ہدایت اور خوشخبری دینے والا ہے۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۳۸ میں یوں ہے: هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ عام لوگوں کے لئے تو یہ قرآن بیان ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۷ میں کہا گیا: فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ اب تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آ چکی ہے۔ قرآنِ مجید کو اس آیتِ مبارکہ میں جہاں نصیحت نامہ، شفاء اور ہدایت قرار دیا گیا وہیں ایمان والوں کے لئے رحمت قرار دیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید کو ایمان والوں کے لئے بطورِ خاص ہدایت اور رحمت اس لئے قرار دیا گیا کہ ایمان والے ہی اس سے زیادہ مستفید ہوتے ہیں، یعنی فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اس کتاب کو اپنے لئے ہدایت اور رحمت بنا لیتے ہیں۔

رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ اے پیغمبر! آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ اللہ کے اس فضل اور اس کی اس رحمت پر وہ خوش ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس قدر نفع بخش کتاب آئی ہے؟ جس میں ہدایت بھی ہے، رحمت بھی ہے، شفاء بھی ہے اور نصیحت بھی ہے۔ مسلمان اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ وہ اس پیاری آسمانی مقدس کتاب کے نزول پر دل کی گہرائیوں سے خوش ہوں: فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا اس پر وہ خوش ہوں۔ ایک مسلمان کے لئے یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کی نگاہوں کے سامنے اللہ کی یہ مقدس کتاب ہے۔ اس کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ کا وہ پاکیزہ کلام ہے جس سے دلوں کو سرور اور آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کا

فضل قرآنِ مجید ہے اور یہ اس کی رحمت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قرآن والوں میں سے بنا دیا۔ (تفسیر مراغی)

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی گئی ہے کہ دنیا جہاں کے لوگ جو کچھ مال و دولت جمع کرتے ہیں، یہ عمدہ سواریاں، یہ اونچے بنگلے، یہ کھیتیاں، یہ باغات اور یہ دلکش چیزیں وغیرہ، ان تمام چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے اس قرآنِ مجید کے مقابلہ میں۔ سب سے بہتر چیز جس کو ایک مسلمان اپنے پاس جمع کرے وہ قرآنِ مجید ہے۔ اس کے برابر یا اس سے بڑھ کر کوئی نعمت ہو ہی نہیں سکتی۔

﴿درس نمبر: ۸۹۵﴾ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ فضل کا معاملہ فرماتا ہے ﴿یونس: ۵۹-۶۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے اَرَءَيْتُمْ بھلا بتاؤ تو مَّآ جو اَنْزَلَ اللّٰهُ اللہ نے نازل کیا ہے لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْ رِّزْقٍ رزق فَجَعَلْتُمْ چنانچہ تم نے بنایا مِّنْهُ اس میں سے حَرَامًا کچھ حرام وَّحَلٰلًا اور کچھ حلال قُلْ کہہ دیجئے آٰللّٰهُ کیا اللہ نے اَذِنَ حکم دیا ہے لَكُمْ تمہیں اَمْ یا عَلَى اللّٰهِ اللہ پر تَفْتَرُوْنَ تم افترا باندھتے ہو؟﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ اور کیا گمان ہے الَّذِيْنَ ان لوگوں کا جو يَفْتَرُوْنَ باندھتے ہیں عَلَى اللّٰهِ اللہ پر الْكَذِبَ جھوٹ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت کے بارے میں؟ اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ لَذُوْ فَضْلٍ یقیناً بڑے فضل والا ہے عَلَى النَّاسِ لوگوں پر وَلٰكِنَّ اور لیکن اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر لَا يَشْكُرُوْنَ شکر نہیں کرتے﴿۶۰﴾

ترجمہ: کہو کہ بھلا دیکھو تو اللہ نے تمہارے لئے جو رزق نازل فرمایا تو تم نے اُس میں سے (بعض کو) حرام ٹھہرایا اور (بعض کو) حلال (ان سے) پوچھو کیا اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے یا تم اللہ پر افتراء کرتے ہو؟﴿۵۹﴾ اور جو لوگ اللہ پر افتراء کرتے ہیں وہ قیامت کے دن کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں؟ بیشک اللہ لوگوں پر مہربان ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے﴿۶۰﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہو کہ بھلا بتاؤ اللہ نے تمہارے لئے جو رزق نازل کیا تھا تم نے اپنی طرف سے اس میں سے کسی کو حرام اور کسی کو حلال قرار دے دیا؟

۲۔ ان سے پوچھو کہ کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی یا تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہو؟

۳۔ جو لوگ اللہ پر بہتان باندھتے ہیں روزِ قیامت کے بارے میں ان کا کیا گمان ہے؟

۴۔اس میں شک نہیں کہ اللہ انسانوں کے ساتھ فضل کا معاملہ کرنے والا ہے۔
۵۔لیکن ان میں سے اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

بنیادی طور پر یہ بات یہاں ذہن میں رہے کہ جس رب ذوالجلال کے ہاتھ میں تمام مخلوقات کا رزق ہے اسی رب ذوالجلال کے اختیار میں یہ ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے پاکیزہ اور حلال قرار دے اور جس چیز کو چاہے ناپاک اور حرام قرار دے۔کسی بھی چیز کو حلال قرار دینے یا کسی بھی چیز کو حرام قرار دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔دنیا کی تمام چیزوں میں اصل حکم اس چیز کا یہ ہے کہ وہ مباح ہے، یعنی حلال ہے۔اس کے بعد بعض چیزوں کو حرام قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ پیارا اور مقدس دین عطا فرمایا جس میں ہر قسم کی تفصیلات بیان کی گئیں اور حلال و حرام کے سارے احکامات بتلا دیئے گئے۔قرآنِ مجید نے جن چیزوں کو حلال یا حرام قرار دیا اس کی تفصیلات رسولِ رحمت ﷺ نے اپنی زندگی میں بیان کر دیں۔

مشرکوں کا حال یہ تھا کہ انہوں نے کسی معقول اور علمی بنیاد کے بغیر مختلف کاموں کو من گھڑت بنیاد پر حلال یا حرام قرار دے رکھا تھا۔وہ لوگ اپنی ہی اولاد کو انتہائی سنگدلی کے ساتھ قتل کر دینے کو درست سمجھتے تھے، اس طرح بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔مویشیوں اور کھیتیوں کے بارے میں بھی ان کے من گھڑت خیالات اور عقیدے تھے۔سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۳۶ میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور اللہ نے جو کھیتیاں اور چوپائے پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے اللہ کا بس ایک حصہ مقرر کر دیا ہے۔چنانچہ بزعم خود یوں کہتے ہیں کہ یہ حصہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے۔ آیت نمبر ۱۳۸ میں یوں ہے: وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ اور یوں کہتے ہیں کہ ان چوپایوں اور کھیتیوں پر پابندی لگی ہوئی ہے۔ان کا زعم یہ ہے کہ ان کو سوائے ان لوگوں کے کوئی نہیں کھا سکتا جنہیں ہم کھلانا چاہیں۔آیت نمبر ۱۴۳ میں یوں ہے: قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ان سے کہو کہ کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا یا دونوں مادائوں کو؟ یا ہر اس بچے کو جو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں موجود ہو؟ آیت نمبر ۱۳۹ میں یوں کہا گیا: وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وہ کہتے ہیں کہ ان خاص چوپایوں کے پیٹ میں جو بچے ہیں وہ صرف ہمارے مردوں کے لئے مخصوص ہیں اور ہماری عورتوں کے لئے حرام ہیں۔زمانۂ جاہلیت میں مشرکین جانوروں کے مختلف قسم کے نام رکھ لیتے تھے۔بُحیرہ اس جانور کو کہتے تھے جس کے کان چیر کر اس کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کر دیا جاتا تھا۔ سائبہ وہ جانور تھا جو بتوں کے نام کر کے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا حرام سمجھا جاتا تھا۔وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جو لگاتار مادہ بچے جنے، جن کے بیچ میں کوئی نر نہ ہو۔وہ لوگ ایسی اونٹنی کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے

تھے اور حامی وہ نر اونٹ ہوتا تھا جو ایک خاص تعداد میں جفتی کرتا تھا، اس کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے، جس کا ذکر سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۳ میں یوں کیا گیا: **مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ** اللہ نے کسی جانور کو نہ بحیرہ بنانا طئے کیا ہے نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حامی۔ مشرکین نے بعض حلال چیزوں کو حرام اور حرام چیزوں کو حلال قرار دے کر رب ذوالجلال کی شریعت میں مداخلت کی ہے۔ یہی بات اس آیت میں بتلائی جارہی ہے کہ **قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا** کہہ دو کہ بھلا بتاؤ اللہ نے تمہارے لئے جو رزق نازل کیا تھا تم نے اپنی طرف سے اس میں سے کسی کو حرام اور کسی کو حلال قرار دے دیا۔ بندوں کو چاہئے کہ وہ بندے بن کر رہیں۔ جس طرح رعایا کا کام قانون پر عمل کرنا ہوتا ہے اور حکومتیں اور سلطنتیں قانون بناتی ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے حلال اور جس چیز کو چاہے حرام قرار دے۔ بندوں کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے جس کو چاہیں حلال قرار دیں اور جس کو چاہیں حرام قرار دیں۔ بندوں کا اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال قرار دینا یا حرام قرار دینا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کے برابر جرم ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ** کیا اللہ نے تم کو اس کی اجازت دی ہے یا اللہ تعالیٰ پر تم جھوٹ باندھتے ہو؟

کسی بھی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا حکم دینے یا فتویٰ دینے سے پہلے یقینی طور پر معلوم کرلینا چاہئے کہ آیاتِ قرآنی کی رو سے اور احادیثِ شریفہ کی روشنی میں اس کا حقیقی حکم کیا ہے؟ یہ شریعت ہے کوئی کھیل کود نہیں۔ یہ زمین و آسمان کے خالق و مالک کی شریعت کا معاملہ ہے جس میں احتیاط ضروری ہے۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۱۶ میں کہا گیا: **وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ** اور جن چیزوں کے بارے میں تمہاری زبانیں جھوٹی باتیں بناتی ہیں ان کے بارے میں یہ مت کہا کرو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے۔

وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت کے دن کے بارے میں ان لوگوں کا کیا گمان ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں؟ کیا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے اس جرم کے باوجود بغیر سزا کے یوں ہی انہیں چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا ان کا یہ گمان ہے کہ ان کا کچھ مواخذہ ہی نہیں ہوگا؟

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے، لیکن ان میں بہت سے لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا عظیم دین عطا کیا، حق اور ناحق کی تمیز عطا کی، حلال اور حرام کے احکامات نازل کئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر غور کرنا چاہئے اور اس کا شکر ادا کرنا چاہئے، مگر لوگ شکر گزاری نہیں کرتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! جب میں گوشت کھالیتا ہوں تو عورت کے لئے بے چین ہوجاتا ہوں، مجھ پر شہوت غالب آجاتی ہے، تو میں نے

گوشت کو اپنے لئے حرام کرلیا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی:یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ ۔الخ۔اے ایمان والو! اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام مت کرو اور حد سے نہ بڑھو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور اللہ نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے حلال پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔(ترمذی:۳۰۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا، وہ تجھ پر حرام نہیں ہوئی۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ اے نبی! آپ کیوں حرام کرتے ہیں وہ چیز جس کو اللہ نے حلال کیا، تجھ پر سخت کفارہ لازم ہے اور وہ غلام آزاد کرنا ہے۔(نسائی:۳۴۲۰)

﴿درس نمبر:۸۹۶﴾ اللہ تعالیٰ کو ہر چھوٹی بڑی چیز کا علم ہے ﴿یونس:۶۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۶۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا اور نہیں تَکُوْنُ ہوتے آپ فِیْ شَاْنٍ کسی حالت میں وَّمَا تَتْلُوْا اور تلاوت نہیں کرتے آپ مِنْهُ اس کی طرف سے (نازل شدہ) مِنْ قُرْاٰنٍ قرآن کا کچھ حصہ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ اور تم لوگ عمل نہیں کرتے مِنْ عَمَلٍ کوئی عمل اِلَّا مگر کُنَّا ہم ہوتے ہیں عَلَیْکُمْ تم پر شُهُوْدًا شاہد اِذْ جب تُفِیْضُوْنَ تم مشغول ہوتے ہو فِیْهِ اس (کام) میں وَمَا یَعْزُبُ اور پوشیدہ نہیں ہوتی عَنْ رَّبِّکَ آپ کے رب سے (کوئی بھی چیز) مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ ذرہ برابر فِی الْاَرْضِ زمین میں وَلَا فِی السَّمَآءِ اور نہ آسمان میں وَلَآ اَصْغَرَ اور نہ (کوئی چیز) چھوٹی مِنْ ذٰلِکَ اس سے وَلَآ اَکْبَرَ اور نہ بڑی اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ مگر (وہ) واضح کتاب میں ہے ۝۶۱

ترجمہ: اور تم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کوئی (اور) کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو ہم تمہارے سامنے ہوتے ہیں اور تمہارے رب سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس (ذرّے) سے چھوٹی ہے یا بڑی، مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے ۝۶۱

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے پیغمبر! تم جس حالت میں بھی ہوتے ہو

۲۔قرآن کا جو حصہ بھی تلاوت کرتے ہو

۳۔اے لوگو! تم جو کام بھی کرتے ہو

۴۔تو جس وقت تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو ہم تمہیں دیکھتے رہتے ہیں۔

۵۔تمہارے رب سے کوئی ذرہ برابر چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

٦۔نہ زمین میں، نہ آسمان میں، نہ اس سے چھوٹی، نہ بڑی۔

٧۔مگر وہ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔

اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ورسول محمد عربی ﷺ کو بتلا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے تمام احوال سے نیز آپ کی امت کے تمام حالات سے پوری طرح باخبر ہے۔اتنا ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہر لمحہ اور ہر گھڑی دنیا جہاں کی تمام مخلوقات سے اور ان تمام مخلوقات کی ہر حرکت سے بھی پورے طور پر واقف ہے۔رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ آپ کے ہر خاص اور عام معاملہ کے بارے میں بھی یہی بات ہے کہ ہم کو ان تمام خاص اور عام امور کا پورا پورا علم ہے۔ بالخصوص جب آپ اس قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور جس شان سے بھی آپ اس کتابِ الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں جس کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے، ہم سے کوئی چیز غائب اور پوشیدہ نہیں ہے۔لوگوں کے درمیان اس دینِ اسلام کو پھیلانے کیلئے آپ جو کام بھی کرتے ہیں وہ سب ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بتلایا: وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ اور آپ جس کسی حال میں بھی ہوں اور قرآنِ مجید کا جو بھی کوئی حصہ تلاوت کر رہے ہوں اور تم لوگ جو بھی کوئی عمل کرتے ہو ہم ضرور اس سے باخبر ہوتے ہیں، جبکہ تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو۔اس آیت سے مفسرین نے یہ نتیجہ بھی اخذ فرمایا ہے کہ وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ کا یہ جملہ بتاتا ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کی زندگی کے تمام امور عظیم تھے۔آپ ﷺ کی معاشرتی زندگی، آپ ﷺ کی عائلی زندگی، آپ ﷺ کے معاملات اور آپ ﷺ کے اخلاق وعادات وعبادات واعمال، یہ سارے عظیم امور ہیں، اس لئے کہ آپ ﷺ کی زندگی کے تمام امورامتِ مسلمہ کیلئے نمونہ بلکہ بہترین نمونہ ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے رسولِ رحمت ﷺ کے بارے میں دوامور کا تذکرہ فرمایا: وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ کہ آپ جس حال میں بھی ہوں اور وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ اور قرآنِ مجید کا جو بھی کوئی حصہ تلاوت کر رہے ہوں۔اس کے بعد فرمایا کہ آپ (ﷺ) کے علاوہ دوسرے اشخاص وافراد جو بھی عمل کرتے ہوں یہ سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں۔اے لوگو! تم چھوٹا یا بڑا، بھلائی یا برائی کا جو کام بھی کرتے ہو ہم اس کی پوری نگرانی کرتے ہیں اور ہم اس سے پوری طرح مطلع بھی رہتے ہیں۔ہم تمام کاموں کے برابر گواہ بھی ہیں۔ جب ہم تمہارے ان تمام کاموں کو دیکھتے ہیں، جانتے ہیں اور ان کی پوری نگرانی کرتے ہیں اور ان تمام کاموں کا حساب رکھتے ہیں تو ہم ضرور ان کاموں کا بدلہ بھی دیں گے۔

اس آیت سے واضح طور پر اللہ کے بندوں کو اس حقیقت سے باخبر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز

پوشیدہ نہیں ہے۔ایک ذرہ ہو یا ایک چیونٹی ہو، اس کے برابر بھی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔اسی حقیقت کو یوں بیان کیا گیا: وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ اور زمین و آسمان میں ذرہ کے برابر کوئی چیز ایسی نہیں جو تمہارے رب کے علم میں نہ ہو اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو جو کتابِ مبین میں نہ ہو۔یعنی ہر چھوٹی بڑی چیز لوحِ محفوظ میں محفوظ اور موجود ہے۔جو کچھ لوحِ محفوظ میں ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔جو چیز بھی وجود میں آئے یا بعد میں پیدا ہوگی، ان سب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔جو چیز پیدا نہیں ہوگی اس کا بھی علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔تقدیر سے متعلق تمام چیزیں، تمام جزئیات اپنی تفصیلات کے ساتھ لوحِ محفوظ میں موجود ہیں۔جن چیزوں کو انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا اور جن چیزوں کو دوربین اور خوردبین سے بھی نہیں دیکھا جا سکتا ان چیزوں کا بھی علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ہر چھوٹی چیز اور ہر بڑی چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵۹ میں اس کی مزید وضاحت آئی ہے: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور سمندر اور خشکی میں جو کچھ ہے وہ اس سے واقف ہے، کسی درخت کا کوئی پتہ نہیں گرتا جس کا اسے علم نہ ہو اور زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ یا کوئی خشک یا تر چیز ایسی نہیں ہے جو ایک کھلی کتاب میں درج نہ ہو۔

اس سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ درختوں کی حرکت کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو ہے۔اسی طرح زمین پر چلنے والی، دریاؤں میں تیرنے والی، جنگلوں میں بسنے والی اور فضاؤں میں اڑنے والی تمام مخلوقات سے بھی اللہ تعالیٰ باخبر ہیں۔نیز زمین کے اندر بسنے والے حشرات الارض سے بھی اللہ تعالیٰ واقف ہے۔

﴿درس نمبر: ۸۹۷﴾ اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿یونس: ۶۲۔۶۳۔۶۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۞ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَآ آگاہ رہو! اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ بے شک اولیاء اللہ لَا خَوْفٌ نہ کوئی خوف (ہوگا) عَلَيْهِمْ ان پر وَلَا هُمْ اور نہ وہ يَحْزَنُوْنَ غمگین ہوں گے ۞ اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ اور وہ (اللہ سے) ڈرتے تھے ۞ لَهُمْ ان کے لیے ہے الْبُشْرٰى خوشخبری ہے فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں (بھی) لَا تَبْدِيْلَ تبدیلی نہیں ہوتی لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ اللہ کی باتوں میں ذٰلِكَ هُوَ یہی ہے الْفَوْزُ کامیابی الْعَظِيْمُ بہت بڑی ۞

ترجمہ: سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں اُن کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے ﴿۶۲﴾ (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے ﴿۶۳﴾ اُن کیلئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے ﴿۶۴﴾

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ خبردار! بلاشبہ جو اولیاء ہیں ان پر کوئی خوف نہیں۔

۲۔ نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

۳۔ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کریں گے

۴۔ ان کے لئے بشارت ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں۔

۵۔ اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

۶۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

پچھلی آیت میں یہ حقیقت بتائی گئی کہ دنیا جہاں کی تمام مخلوقات کا ہر علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کے علم کے دائرہ میں ہے۔ کوئی چیز چھوٹی یا بڑی اس کے علم سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے ان خاص متقی شاکر وذاکر بندوں کا ذکر ہے جو توکل، انابت الی اللہ، رجوع الی اللہ، تقویٰ، ریاضت، عبادت، اخلاقِ حسنہ، فرائض وواجبات کے اہتمام، نوافل کی کثرت، ذکر واذکار، تسبیح وتحمید اور سنتِ رسول ﷺ کی اتباع کے ذریعہ اس اعلیٰ درجہ تک پہنچ جاتے ہیں جس کو درجۂ ولایت کہا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کو قرآنِ مجید کی اصطلاح میں ولی کہا جاتا ہے۔ ولی حقیقت میں دوست کو کہتے ہیں یا اس شخص کو جس سے وہ قریب ہو، جیسا کہ نکاح کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے لڑکی کا ولی یعنی وہ شخص جو رشتہ میں لڑکی کا قریبی ہو، باپ، بھائی وغیرہ۔ اس آیت میں جس ولی کی بات کہی گئی ہے وہ ایسا ولی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی نصیب ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی عبادت، ریاضت اور توکل وغیرہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا دوست بن جاتا ہے اور وہ اللہ کے بالکل قریب ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں ان اولیاء سے متعلق یہ بات بتائی جارہی ہے کہ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ خبردار! بلاشبہ جو اولیاء اللہ ہیں ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ یعنی وہ اولیاء جنہوں نے اطاعت اور عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ولایت حاصل کی ان کو نہ آخرت میں خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، جیسا کہ کافروں اور نافرمانوں کو قیامت کے دن کی ہولناکی اور عذاب کا خوف ہوتا ہے۔ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۳ میں ایسے نیک لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ''جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے بھلائی پہلے

سے لکھی جا چکی ہے یعنی نیک مومن، ان کو اس جہنم سے دور رکھا جائے گا۔ وہ اس کی سرسراہٹ بھی نہیں سنیں گے اور وہ ہمیشہ اپنی من پسند چیزوں کے درمیان رہیں گے، ان کو وہ قیامت کی سب سے بڑی پریشانی غمگین نہیں کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔'' جس طرح ان اولیاء کو آخرت میں خوف نہیں ہوگا اسی طرح ایسے لوگوں کو دنیا میں اپنی امیدوں کے فوت ہونے کا غم اور افسوس بھی نہیں ہوگا اور ان کو کوئی ناپسند چیز نہیں چھوئے گی اور ان کی محبوب اور پسندیدہ چیز ان سے رخصت بھی نہیں ہوگی، اس لئے کہ ان اولیاء کی شان یہ ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ پر ایمان رکھنے والے اور اس سے راضی رہنے والے ہوں گے۔ ان اولیاء کی شان یہ بھی ہوگی کہ وہ اللہ کی رضامندی کے طالب بھی ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کے ولی کون ہیں؟ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ولی وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کی یاد آجائے۔ (الدرالمنثور) دنیا میں بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جن کو دیکھیں تو شیطان یاد آجاتا ہے، مگر کچھ ایسے سعادتمند اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں جن کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ کی یاد آجاتی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو انبیاء وشہداء تو نہیں ہوں گے لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو مرتبہ انہیں ملے گا اس پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔ لوگوں نے پوچھا اللہ کے رسول! آپ ہمیں بتائیں وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ایسے لوگ ہوں گے جن میں آپس میں خونی رشتہ تو نہ ہوگا اور نہ مالی لین دین اور کاروبار ہوگا، لیکن وہ اللہ کی ذات کی خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں گے۔ قسم اللہ کی، ان کے چہرے (مجسم) نور ہوں گے، وہ خود پرنور ہوں گے، انہیں کوئی ڈر نہ ہوگا جبکہ لوگ ڈر رہے ہوں گے، انہیں کوئی رنج وغم نہ ہوگا جبکہ لوگ رنجیدہ وغمگین ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ''یاد رکھو! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔'' (سورۂ یونس:۶۲) (تفسیر طبری)

اس آیت میں ان اولیاء کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں: (۱) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے (۲) وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔ کسی بھی انسان کے ولی بننے کیلئے بنیاد ایمان ہے۔ ایمان کے بغیر کوئی ولی نہیں بن سکتا۔ آدمی کا ایمان جس قدر مضبوط ہوگا اسی قدر وہ اللہ کا ولی ہوگا۔ ایمان کے سلسلہ میں رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ستر سے زیادہ ایمان کے شعبے ہیں، ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہہ لینا ہے اور ان میں سب سے کم درجہ کی بات یہ ہے کہ راستہ سے تکلیف دینے والی چیز ہٹادی جائے اور حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (صحیح مسلم:۳۵) ایمان کے تقاضے کے مطابق بندۂ مومن جو اعمال بھی انجام دے گا ان اعمال سے اللہ تعالیٰ کی قربت یعنی نزدیکی نصیب ہوگی۔ اسی قربت کے نتیجہ میں بندہ اللہ تعالیٰ کا ولی بنے گا۔ ولی کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ متقی ہوتا ہے۔ یعنی پرہیز گاری کی

زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ اللہ کا بندہ جہاں حرام امور سے بچتا ہے وہیں مکروہ جیسی چیز سے بھی پرہیز کرتا ہے اور اس معاملہ میں اس کی یہ احتیاط اس کو ولایت کے مرتبہ تک پہنچا دیتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ ۔(مشکوٰۃ:۱۷۱۵) اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچ، اگر تو ایسا کرے گا تو دوسروں سے بڑھ کر عبادت گزار ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ولی بننے کیلئے رسولِ رحمت ﷺ کی اتباع شرط ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳۱ میں کہا گیا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

اس کے بعد اولیاء کے اعزاز و اکرام کے طور پر یہ بات کہی جا رہی ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ان کے لئے بشارت ہے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ عربی زبان میں بشریٰ اچھی خبر کو کہتے ہیں۔ بھلائی، فضل اور نیک بدلہ والی وہ اچھی خبر ان اولیاء کے لئے ہے، یہ اچھی خبر دنیا اور آخرت دونوں کے لئے ہے کہ ایسے اولیاء کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی مدد ملے گی اور عزت و سرخروئی ملے گی اور آخرت میں کامیابی اور نجات ملے گی۔ نیز جنت کی وہ ابدی و دائمی نعمتیں ملیں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں، یہ بڑی کامیابی ہے۔ یعنی اللہ کے سارے وعدے پورے ہوں گے۔ اللہ کی دی ہوئی بشارتیں سچی ہیں، انہی بشارتوں کے مطابق انعام دیا جائے گا۔

پیغمبر! آپ کو ان کی بات رنجیدہ نہ کرے

﴿درس نمبر:۸۹۸﴾ ﴿یونس:۶۵۔۶۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۵﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا يَحْزُنْكَ اور غمگین نہ کریں آپ کو قَوْلُهُمْ ان کی باتیں اِنَّ بے شک الْعِزَّةَ عزت لِلّٰهِ اللہ ہی کے لیے ہے جَمِيْعًا ساری کی ساری هُوَ وہی السَّمِيْعُ خوب سنتا ہے الْعَلِيْمُ خوب جانتا ہے﴿۶۵﴾ اَلَآ آگاہ رہو! اِنَّ بے شک لِلّٰهِ اللہ ہی کے لیے ہے مَنْ جو کوئی ہے فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَمَنْ اور جو کوئی ہے فِى الْاَرْضِ زمین میں وَمَا يَتَّبِعُ اور پیروی نہیں کرتے الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَدْعُوْنَ پکارتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے (دوسرے شریکوں کو) شُرَكَآءَ شریکوں کی اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ وہ پیروی نہیں کرتے (حقیقت میں) اِلَّا الظَّنَّ مگر (صرف) گمان کی وَاِنْ اور نہیں ہیں هُمْ وہ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ مگر اٹکل (خود گھڑ کر باتیں) کرتے﴿۶۶﴾

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان لوگوں کی باتوں سے آزُردہ نہ ہونا (کیونکہ) عزت سب اللہ ہی کی ہے وہ (سب کچھ) سنتا (اور) جانتا ہے ۶۵ سن رکھو کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو لوگ زمین میں ہیں سب اللہ ہی کے (بندے اور اُس کے مملوک) ہیں اور جو یہ اللہ کے سوا (اپنے بنائے ہوئے) شریکوں کو پکارتے ہیں وہ (کسی اور چیز کے) پیچھے نہیں چلتے صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور محض اٹکلیں دوڑا رہے ہیں ۶۶

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آپ کو ان کی بات رنجیدہ نہ کرے۔

۲۔ بلاشبہ ساری عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔

۳۔ وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔

۴۔ خبردار! اس میں شک نہیں کہ اللہ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔

۵۔ جو اللہ کے سوا دوسرے شرکاء کو پکار رہے ہیں وہ کس چیز کی اتباع کر رہے ہیں؟

۶۔ یہ لوگ صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں۔

۷۔ وہ صرف اٹکل پچو گمان کرتے ہیں۔

جب رسولِ رحمت ﷺ نے مکہ کی سرزمین میں توحید کی آواز بلند کی اور لوگوں کو اپنی نبوت ورسالت کے بارے میں آگاہ کیا اور آخرت کا تصور پیش کیا تو مکہ والوں نے پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آواز کی مخالفت کی، آپ کی باتوں کا انکار کیا اور آپ ﷺ کو ڈرایا، دھمکایا۔ چونکہ یہ مشرکین زور آور لوگ تھے، ان کے پاس مال ودولت بھی تھی اور ان کی چودھراہٹ بھی مکہ کی سرزمین میں قائم تھی۔ جب یہ مشرکین آپ ﷺ کے ساتھ اس قسم کا بُرا سلوک کرتے اور آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچاتے تو آپ ﷺ کو غم اور دکھ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کو مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے تسلی دیتے تاکہ پیغمبر اپنے اس مشن میں ہمہ تن مصروف رہیں جس کے لئے آپ ﷺ کو اس دنیا میں بھیجا گیا۔ اس آیت میں بھی رسولِ رحمت ﷺ کو تسلی دی گئی: **وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ** پیغمبر! آپ کو ان مشرکین کی باتیں رنجیدہ نہ کریں۔ اس جملہ کے ذریعہ رسولِ رحمت ﷺ کو اشارہ دیا گیا کہ دشمنوں کے آپ کو ڈرانے اور دھمکانے سے آپ کا کچھ نقصان نہ ہوگا۔ ہم تو ان کافروں کے مقابلہ میں آپ کی مدد کریں گے۔ جن مشرکین کو اپنی قوتوں پر غرور اور گھمنڈ ہے اور جو مشرکین اللہ کے وعدہ کو جھٹلا رہے ہیں یہ گویا ہمارا وعدہ ہے کہ ہم مکہ کی اس سرزمین میں ان مشرکوں کے مقابلہ میں آپ کی مدد کریں گے۔

اس کے بعد یہ بات کہی جارہی ہے کہ **اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ** ساری عزت اللہ ہی کے لئے ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ یعنی ہر طرح کا غلبہ اللہ ہی کے لئے ہے۔ یہ ڈرانے والے، دھمکانے والے،

شور مچانے والے، غرور کرنے والے اور آپ کو طرح طرح کی باتیں کہنے والے غالب آنے والے نہیں ہیں۔ غالب آنے والی ذات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اگر یہ مشرکین آپ سے یہ کہتے ہیں کہ لست مرسلا آپ پیغمبر نہیں ہیں تو ان کے کہنے سے آپ کی ذات پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ تو حقیقت میں اللہ کے رسول ہیں۔ بس آپ ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور اسی رب ذوالجلال پر بھروسہ کریں۔ ساری قوتیں، ساری عزتیں اور سارا غلبہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۲۱ میں اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ثابت ہے: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب آئیں گے۔ سورۂ منافقون کی آیت نمبر ۸ میں یہ بات کہی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے لئے غلبہ ہے: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ حالانکہ عزت تو اللہ ہی کو حاصل ہے اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو۔ اللہ تعالیٰ سمیع ہے۔ یعنی اپنے بندوں کی ساری باتیں سنتا ہے اور ان مشرکوں کی ان باتوں کو بھی سن رہا ہے جو وہ حق کو جھٹلاتے ہوئے اور شرک کا دعویٰ کرتے ہوئے کر رہے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے احوال سے بھی باخبر ہے اور اس سے بھی جو کچھ یہ نبی رحمت ﷺ کے خلاف تدبیریں کر رہے ہیں اور جو کچھ نبی کو ایذاء پہنچا رہے ہیں۔ جب ان کے اقوال اور اعمال کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے تو وہ ضرور انہیں اس کا بدلہ دے گا۔

اس کے بعد یہ حقیقت بتلائی جا رہی ہے کہ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ خبردار! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ یعنی دنیا کی کوئی چیز چھوٹی یا بڑی، روح والی یا بے روح، عقل والی یا بے عقل، ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں۔ اسی کے قبضۂ قدرت میں یہ ساری چیزیں ہیں۔ کوئی چیز اس کے قبضہ سے باہر نہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے غالب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ دنیا جہاں کی ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر کوئی چیز کسی کے قبضہ میں ہی نہیں ہے تو وہ اس چیز پر غالب نہیں آ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ دنیا جہاں کی ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور جب یہ ساری چیزیں اس کے قبضہ میں ہیں تو وہی غالب ہے اور غالب رہے گا۔ اس پر کوئی چیز غالب آ نہیں سکتی۔ سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۲۱ میں کہا گیا: وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے، لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔ جب پوری کائنات اللہ کے قبضہ میں ہے اور پوری دنیا پر اسی کی سلطنت ہے تو بھلا بتاؤ کہ جن بتوں کو تم نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے وہ کیسے معبود ہو سکتے ہیں؟ وہ بت تو تمہارے قبضہ میں ہیں اور جو تمہارے قبضہ میں ہوں وہ تمہارے معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ جو لوگ اللہ کے سوا دوسرے شریکوں کو پکار رہے ہیں، آخر وہ کس چیز کی اتباع کر رہے ہیں؟ کسی بھی چیز کو معبود بنا لینا معمولی بات نہیں ہے۔ کسی کو معبود بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ

معبود طاقتور اور غالب ہے۔ مگر یہ مشرک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کو پکار رہے ہیں ان میں کسی بھی قسم کا کوئی اختیار ہی نہیں ہے۔ حقیقت میں یہ مشرک ان شریکوں کی اتباع نہیں کر رہے ہیں، اس لئے کہ حقیقت میں اللہ کا کوئی شریک ہی نہیں ہے۔ ان شریکوں کے پاس لوگوں کے امور کے سلسلہ میں نہ کوئی تدبیر کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی ان میں یہ قوت ہے کہ وہ کسی سے کوئی تکلیف دور کر سکیں۔ یہ دوسروں کی تکلیف کیا دور کریں گے خود ان کی اپنی تکلیف دور کرنے کی طاقت بھی ان میں نہیں ہے۔ ان کے اوپر بیٹھی کمزور مکھی یا بے حیثیت مچھر کو بھی یہ اڑا نہیں سکتے۔ ایسے بے جان، بے حیثیت اور بے طاقت چیزوں کو محض گمان کی بنیاد پر انہوں نے معبود بنالیا ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان مشرکوں کی جہالت اور غلطی یہ ہے کہ انہوں نے صرف گمان کی بنیاد پر فیصلہ کیا ہے، یہ گمان کے پیچھے چلنے والے لوگ ہیں۔

﴿درس نمبر:۸۹۹﴾ اللہ نے رات کو سکون کی چیز اور دن کو روشن بنایا ﴿یونس:۶۷۔۶۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝۶۷ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِىُّ ؕ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هُوَ وہی ہے (اللہ) الَّذِىْ جس نے جَعَلَ بنایا ہے لَكُمُ تمہارے لیے الَّيْلَ رات کو لِتَسْكُنُوْا تا کہ تم سکون حاصل کرو فِيْهِ اس میں وَالنَّهَارَ اور (بنایا) دن کو مُبْصِرًا دکھلانے والا (روشن) اِنَّ بلاشبہ فِىْ ذٰلِكَ اس میں لَاٰيٰتٍ یقیناً بہت بڑی نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يَّسْمَعُوْنَ جو سنتے ہیں ۝۶۷ قَالُوا انہوں نے کہا اتَّخَذَ اللّٰهُ بنائی ہے اللہ نے وَلَدًا اولاد سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے (اولاد سے) هُوَ وہ تو الْغَنِىُّ بے پرواہ ہے لَهٗ اسی کے لیے ہے مَا جو کچھ فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں ہے وَمَا اور جو کچھ فِى الْاَرْضِ زمین میں ہے اِنْ نہیں ہے عِنْدَكُمْ تمہارے پاس مِّنْ سُلْطٰنٍ کوئی دلیل بِهٰذَا اس بات کی اَتَقُوْلُوْنَ کیا تم کہتے ہو عَلَى اللّٰهِ اللہ پر مَا وہ بات جس کا لَا تَعْلَمُوْنَ تم علم نہیں رکھتے؟ ۝۶۸

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ اس میں آرام کرو اور روزِ روشن بنایا (تا کہ اس میں کام کرو) جو لوگ (مادۂ) سماعت رکھتے ہیں اُن کیلئے ان میں نشانیاں ہیں ۝۶۷ (بعض لوگ) کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے۔ اُس کی ذات (اولاد سے) پاک ہے (اور) وہ بے نیاز ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اُسی کا ہے (اے افتراء پردازو!) تمہارے پاس اس (باطل قول) کی کوئی دلیل نہیں ہے، تم اللہ کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جو جانتے نہیں؟ ۝۶۸

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی۔
۲۔تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو۔
۳۔دن کو ایسا بنایا جو تمہیں دیکھنے کی صلاحیت دے۔
۴۔اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور سے سنتے ہیں۔
۵۔کچھ لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ اولا د رکھتا ہے۔
۶۔پاک ہے اس کی ذات۔
۷۔وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔
۸۔آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔
۹۔تمہارے پاس اس بات کی ذرا بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔
۱۰۔کیا تم اللہ کے ذمہ وہ بات لگاتے ہو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں۔

رب ذوالجلال کی قدرت کے مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ہم رات دن قدرت کے مناظر کو دیکھتے ہیں۔روزانہ سورج کو اپنے وقت پر طلوع ہوتا ہوا اور غروب ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔رات کے اوقات میں چاند کی منزلوں کو دیکھتے ہیں کہ یہ چاند کبھی لکیر نما ہے تو کبھی مکمل ہے۔اس زمین کو دیکھتے ہیں جس پر ہم چلتے ہیں،جس پر کاشتکاری کرتے ہوئے غلے،اناج،ترکاریاں اور میوے حاصل کرتے ہیں۔اس بلند آسمان کو دیکھتے ہیں جو بغیر ستون کے اپنی جگہ پر قائم ہے۔یہ پہاڑ،یہ وادیاں،یہ سمندر،یہ شجر وحجر،یہ سب کچھ قدرت کے مناظر اور شاہکار ہیں۔رب ذوالجلال کی قدرت کے مناظر میں یہ رات اور دن بھی ہیں جن کا ذکر اس آیت میں بطور خاص کیا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پیدا فرمایا تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو دیکھنے کا ذریعہ بنایا۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۰ میں رات اور دن کو عقلمندوں کے لئے نشانیاں قرار دیا گیا:اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۲۷ میں کہا گیا:تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے۔سورۂ یونس کی آیت نمبر ۶ میں کہا گیا:اِنَّ فِیْ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ .الخ. بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو اللہ کا ڈر رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زمانہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا،دن اور رات۔رات کو راحت حاصل کرنے،سکون اور اطمینان

حاصل کرنے کا ذریعہ بنادیا۔آدمی دن بھر کی مشغولیات اور تھکاوٹ سے چور ہو کر گھر لوٹتا ہے تو رات کا سناٹا اور رات کی تاریکی سے اس کو ایک خاص قسم کا سکون ملتا ہے۔رات کی نیند انسان کی ساری تھکان کو دور کر دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے دن کو اس لئے روشن بنایا تاکہ انسان دن بھر دوڑ دھوپ کرے، سفر کرے، کاروبار اور ملازمت کرے اور زندگی کی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکلے۔سورۂ نبا کی آیت نمبر ۹ تا ۱۱ میں دن اور رات کے بارے میں یوں کہا گیا: وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور تمہاری نیند کو تھکن دور کرنے کا ذریعہ ہم نے بنایا اور رات کو پردے کا سبب ہم نے بنایا اور دن کو روزی حاصل کرنے کا وقت ہم نے قرار دیا۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۲ میں مزید وضاحت کے ساتھ دن اور رات کے فوائد بتلائے گئے: وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیوں کے طور پر پیدا کیا، پھر رات کی نشانی کو تو اندھیری بنادیا اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تاکہ تمہیں سالوں کی گنتی اور مہینوں کا حساب معلوم ہو سکے۔ جس رب ذوالجلال نے رات کو سکون کا ذریعہ بنایا اور دن کو کمانے اور رزق حاصل کرنے کا سبب بنایا، یہ اس کی قدرت وطاقت سے ہے اور یہ اس کی نعمتیں ہیں جو اس نے اپنے بندوں پر کئے ہیں، جو سنتے ہیں ان لوگوں کے لئے اس میں نشانیاں موجود ہیں۔ان ساری چیزوں کو دیکھ کر رب ذوالجلال کی عظمت دلوں میں پیدا ہونی چاہئے اور اس کی مخلوقات پر تدبر کرتے ہوئے اس کی قدرت کا استحضار ذہنوں میں ہونا چاہئے۔

اس کے بعد مشرکوں کے شرک کی ایک صورت بیان کی جارہی ہے کہ ان مشرکین نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنالیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بالکل پاک ہے: قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۔مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۴۰ میں مشرکین کے اس باطل عقیدہ کا ذکر یوں ہے: اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا کیا بیٹوں کے لئے تو اللہ نے تمہیں چھانٹ لیا اور خود اپنے لئے فرشتوں کو لڑکیاں بنالیں، بیشک تم بہت بڑی بات بول رہے ہو۔سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۱۵۰ میں کہا گیا: اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ یا یہ اس وقت موجود تھے جبکہ ہم نے فرشتوں کو مونث پیدا کیا؟ جس طرح مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کو منسوب کرتے ہوئے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا۔اسی طرح یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنادیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنادیا: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ (المائدہ:۳۰) اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بالکل پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔وہ تو ایسی پاکیزہ ذات ہے کہ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ”نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ ہی وہ جنا گیا۔“

هُوَ الْغَنِيُّ اللہ تعالیٰ انسانوں کی طرح نہیں ہے کہ وہ محتاج ہو، جیسے انسان بیوی، بچوں، مال و اسباب، سواری، مکان، روٹی اور کپڑے وغیرہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کا محتاج نہیں ہے، وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶۳ میں کہا گیا: وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ "اللہ تعالیٰ بے نیاز بردبار ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۹۷ میں کہا گیا: فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ اللہ تعالیٰ تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔

اس کے بعد کہا گیا کہ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ دنیا کے سارے لوگ اللہ کے بندے ہیں اور دنیا کی ساری چیزیں اسی رب ذوالجلال کی ملکیت ہیں۔

اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۢ بِهٰذَا تمہارے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو جھوٹے دعوے تم کر رہے ہو تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کیا تم اللہ کے ذمہ ایسی باتیں لگاتے ہو جن کا تم علم نہیں رکھتے۔ تم اللہ تعالیٰ کی طرف جو چیز منسوب کر رہے ہو وہ نہ حقیقتاً درست ہے اور نہ عقلاً درست ہے۔

﴿درس نمبر: ۹۰۰﴾ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہوتے ﴿یونس: ۶۹-۷۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝۶۹ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۷۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے اِنَّ بے شک الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَفْتَرُوْنَ باندھتے ہیں عَلَى اللّٰهِ اللہ پر الْكَذِبَ جھوٹ لَا يُفْلِحُوْنَ وہ فلاح نہیں پائیں گے ۝۶۹ مَتَاعٌ تھوڑا سا فائدہ (اُٹھانا) ہے فِي الدُّنْيَا دنیا میں ثُمَّ پھر اِلَيْنَا ہماری ہی طرف مَرْجِعُهُمْ ان کی واپسی ہے ثُمَّ نُذِيْقُهُمْ پھر ہم چکھائیں گے انہیں الْعَذَابَ عذاب الشَّدِيْدَ شدید بِمَا بوجہ اس کے جو كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ وہ کفر کرتے تھے ۝۷۰

ترجمہ: کہہ دو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے ۝۶۹ (اُن کیلئے جو) فائدے ہیں دنیا میں (ہیں) پھر اُن کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اُس وقت ہم اُن کو عذابِ شدید (کے مزے) چکھائیں گے کیونکہ کفر (کی باتیں) کیا کرتے تھے ۝۷۰

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔

۲۔ ان کے لئے دنیا میں تھوڑا سا مزہ ہے۔

۳۔ پھر ہمارے پاس ہی انہیں لوٹ کر آنا ہے۔

۴۔ پھر کفر کا جو رویہ انہوں نے اپنا رکھا تھا اس کے بدلے ہم انہیں شدید عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ ان لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کر رہے ہیں اور شرک کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کو منسوب کر رہے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ نہ ہی یہ لوگ دنیا میں کامیاب ہوں گے اور نہ ہی آخرت میں کامیاب ہوں گے۔ ایسے لوگوں کو فانی اور عارضی دنیا میں کچھ راحت، آرام، مزے، لطف اور عیش و عشرت کا سامان مل جائے گا، لیکن قیامت کے دن وہ سخت ترین اور دردناک عذاب کی طرف کھینچ کر لائے جائیں گے۔ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ان کے لئے دنیا میں تو تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے۔ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ پھر ہماری ہی طرف ان کو لوٹ کر آنا ہے۔ ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ پھر ہم انہیں ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب چکھائیں گے۔ یعنی ان لوگوں کی ابدی اور دائمی بدبختی ہوگی، وہ دوزخ کے دردناک عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے، ان کے اس کفر اور اللہ پر جھوٹ باندھنے کی وجہ سے۔

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا بہت بڑا جرم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات کو منسوب کرنا جو اس کے شایانِ شان نہیں بہت بڑا گناہ ہے، اسی کو قرآنِ مجید کی اصطلاح میں افتراء علی اللہ کہا جاتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بالکل پاک ہے، اس بات سے کہ اس کی کوئی بیوی ہو یا اس کی اولاد ہو اور اس سے بھی پاک ہے کہ اس کا کوئی شریک ہو اور اس جیسا کوئی اور ہو۔ اللہ تعالیٰ کی بلند ذات ایسی ہے کہ وہ ہر ایک کی ضرورت اور حاجت کو پورا کرتا ہے اور اس کو کسی بھی چیز کی حاجت اور ضرورت نہیں ہوتی۔ جب اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں سے پاک ہیں تو ان چیزوں کو اللہ کی طرف منسوب کرنا افتراء علی اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہے اور ہر چیز اس کی محتاج ہے۔

قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں افتراء علی اللہ (اللہ پر جھوٹ بات باندھنے) سے متعلق باتیں بیان کی گئی ہیں۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۲۴ میں کہا گیا: وَغَرَّهُمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ان کی گھڑی گھڑائی باتوں نے انہیں ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۸ میں شرک کو بہت بڑا گناہ اور بہتان قرار دیا گیا: وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِیْمًا اور جو اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۰ میں کہا گیا: اُنْظُرْ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ دیکھو! یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر کس طرح جھوٹ باندھتے ہیں؟ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۳ میں کہا گیا: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگائے؟ یعنی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا سب سے بڑا ظالم ہے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۸ میں بھی یہی مضمون ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۔ سورۂ صف کی آیت نمبر ۷ میں ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اس

سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بات باندھی۔

اللہ کے بندوں کو چاہیے کہ وہ اس قسم کی آیات سے سبق حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں اپنی زبانوں کو محتاط رکھیں اور ڈرتے رہیں کہ کہیں ہماری زبان سے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کوئی ایسا جملہ نہ نکل جائے جس سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ باندھنا لازم آ جائے۔

حضرت صفوان بن محرز المازنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نے نبی ﷺ سے سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا قیامت کے دن ایک مومن اپنے رب کے قریب کیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ اس پر اپنی رحمت کا پردہ ڈال دے گا۔ پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروایا جائے گا، پھر اللہ فرمائے گا کیا تو جانتا ہے؟ وہ عرض کرے گا اے رب! میں جانتا ہوں۔ اللہ فرمائے گا میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا ہے اور آج کے دن تیرے گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پھر اسے اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دیا جائے گا اور کفار و منافقین کو علی الاعلان لوگوں کے سامنے بلایا جائے گا اور کہا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ (مسلم:۲۷۶۸)

حضرت صفوان بن محرز المازنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے جا رہے تھا کہ ایک شخص سامنے آیا اور پوچھا: رسول کریم ﷺ سے کہ آپ نے (قیامت میں اللہ اور بندے کے درمیان ہونے والی) سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے نزدیک بلالے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال دے گا اور اسے چھپا لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا تجھ کو فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا فلاں گناہ تجھ کو یاد ہے؟ وہ مومن کہے گا ہاں، اے میرے پروردگار۔ آخر جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلے گا اور اسے یقین آ جائے گا کہ اب وہ ہلاک ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا اور آج بھی میں تیری مغفرت کرتا ہوں۔ چنانچہ اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی۔ لیکن کافر اور منافق کے متعلق ان پر گواہ (ملائکہ، انبیاء اور تمام جن وانس سب) کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا تھا۔ خبردار ہو جاؤ! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہوگی۔ (بخاری:۲۴۴۱)

﴿درس نمبر:۱۰۹﴾ **پیغمبر! آپ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سنا دیجئے** ﴿یونس:۷۱-۷۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝۷۱ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۷۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاتْلُ اور آپ پڑھیں عَلَيْهِمْ ان پر نَبَاَ نُوْحٍ نوح کی خبر اِذْ جب قَالَ اس نے کہا لِقَوْمِهٖ اپنی قوم سے يٰقَوْمِ اے میری قوم! اِنْ اگر كَانَ ہے كَبُرَ گراں گزرتا عَلَيْكُمْ تم پر مَّقَامِيْ میرا کھڑا ہونا وَتَذْكِيْرِيْ اور میرا نصیحت کرنا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کے ساتھ فَعَلَى اللّٰهِ تو اللہ ہی پر تَوَكَّلْتُ میں نے توکل کیا ہے فَاَجْمِعُوْٓا لٰہذا تم متفقہ فیصلہ کرلو (میرے خلاف) اَمْرَكُمْ اپنے معاملے کا وَشُرَكَآءَكُمْ اپنے شریکوں (مددگاروں) سمیت ثُمَّ پھر لَا يَكُنْ نہ رہے اَمْرُكُمْ تمہارا معاملہ عَلَيْكُمْ تم پر غُمَّةً مبہم ثُمَّ پھر اقْضُوْٓا تم نافذ کردو (اپنا فیصلہ) اِلَيَّ مجھ پر وَلَا تُنْظِرُوْنِ اور تم مہلت مت دو مجھے ۝ فَاِنْ پھر اگر تَوَلَّيْتُمْ تم منہ پھیرلو فَمَا سَاَلْتُكُمْ تو میں نے تم سے سوال نہیں کیا مِّنْ اَجْرٍ کسی اجر کا اِنْ نہیں ہے اَجْرِيَ میرا اجر اِلَّا عَلَى اللّٰهِ مگر اللہ پر وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَكُوْنَ کہ ہوں میں مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فرمانبرداروں میں سے ۝

ترجمہ: اور ان کو نوح کا قصہ پڑھ کر سنادو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم! اگر تمہیں میرا تم میں رہنا اور اللہ کی آیتوں سے نصیحت کرنا ناگوار ہو تو میں تو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ تم اپنے شریکوں کیساتھ مل کر ایک کام (جو میرے بارے میں کرنا چاہو) مقرر کرلو اور وہ تمہاری تمام جماعت (کو معلوم ہو جائے اور کسی) سے پوشیدہ نہ رہے پھر وہ کام میرے حق میں کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو ۝ اور اگر تم نے منہ پھیر لیا تو (تم جانتے ہو کہ) میں نے تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگا میرا معاوضہ تو اللہ کے ذمے ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں رہوں ۝

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! ان کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ پڑھ کر سنایئے۔

۲۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ میری قوم کے لوگو! اگر تمہارے درمیان میرا رہنا اور اللہ کی آیات کے ذریعہ خبردار کرنا تمہیں بھاری معلوم ہو رہا ہے تو میں نے تو اللہ ہی پر بھروسہ کر رکھا ہے۔

۳۔ اب تم اپنے شریکوں کو ساتھ ملا کر میرے خلاف اپنی تدبیروں کو خوب پختہ کرلو۔

۴۔ پھر جو تدبیر تم کرو وہ تمہارے دل میں کسی گھٹن کا باعث نہ بنے۔

۵۔ بلکہ میرے خلاف جو فیصلہ تم نے کیا ہے اسے دل کھول کر کر گزرو۔

۶۔ مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔

۷۔ پھر بھی اگر تم نے منہ موڑے رکھا تو میں نے تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجرت تو نہیں مانگی۔

۸۔ میرا اجر کسی اور نے نہیں اللہ نے ذمہ لیا ہے۔

۹۔ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبردار لوگوں میں شامل رہوں۔

قرآنِ مجید میں ۲۶ پیغمبروں کے نام ذکر کیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ حضرت

نوح علیہ السلام کا ذکر مندرجہ ذیل آیات میں ہے: سورۂ نساء (۱۶۳)، اعراف (۵۹، ۶۹)، التوبہ (۷۰)، یونس (۷۱)، ہود (۲۵، ۳۶، ۴۲، ۴۵، ۴۵، ۸۹)، ابراہیم (۹)، بنی اسرائیل (۳، ۱۷)، مریم (۵۸)، الحج (۴۲) مومنون (۲۳)، فرقان (۳۷)، الشعراء (۱۰۵، ۱۰۶) عنکبوت (۱۴)، احزاب (۷) الصّٰفّٰت (۷۵، ۷۹)، ص (۱۲)، المؤمن (۵، ۳۱)، الشوریٰ (۱۳)، ق (۱۲)، الذاریات (۴۶)، النجم (۵۲)، القمر (۹)، الحدید (۲۶)، التحریم (۱۰)، نوح (۱، ۲۱، ۲۶)۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ پچھلی آیات میں توحید، رسالت، بعث بعد الموت، جزا وسزا اور مشرکوں کی تکذیب وغیرہ کا ذکر تھا۔ اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ کی تسلی کیلئے نبیوں کے قصے بیان کئے جا رہے ہیں تا کہ مخالفانہ حالات اور ماحول میں پیارے پیغمبر ﷺ کی تسلی کا سامان ہو جائے اور ان نبیوں کے واقعات کو سن کر پیارے پیغمبر ﷺ پر گزرنے والی سختیوں کی شدت کم محسوس ہو اور مشرکوں کو بھی ان نبیوں کے تذکرے سے سبق حاصل ہو کہ ان نبیوں کو جھٹلانے کا جو انجام ان قوموں کا ہوا تمہارا بھی یہ انجام ہو سکتا ہے۔ اس سورت میں تین قصے بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ، حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا فرعون کے ساتھ پیش آیا قصہ اور حضرت یونس علیہ السلام کا قوم کے ساتھ پیش آیا قصہ۔

رسولِ رحمت ﷺ سے اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ پیغمبر! ان کے سامنے جو آپ کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کی مخالفت کرتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کیجئے جو اس قوم کے ساتھ پیش آیا جس قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو غرق کر کے رکھ دیا۔ یہ لوگ اس انجام بد سے ڈریں جو انجام بد قومِ نوح کا ہوا۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ جبکہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اگر میرا قیام کرنا اور اللہ کی آیتوں کی یاد دہانی کرنا تم پر بھاری ہے تو میں نے صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے۔ ہر نبی نے اپنی قوم کے سامنے یہ حقیقت رکھ دی کہ ہمارا بھروسہ تو بس اللہ تعالیٰ پر ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ سے بھی یہی کہا گیا کہ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖۗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (التوبہ: ۱۲۹) پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے صاف کہہ دیا کہ میں میرے کام سے یعنی اس دعوت ورسالت کے فریضہ سے باز نہیں آؤں گا۔ تم پر میرا یہ کام بھاری لگے یا نہ لگے، اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم سب مل کر اپنے شریکوں اور مددگاروں کے ساتھ میرے خلاف تدبیریں کرلو۔ پھر وہ تمہاری تدبیر ڈھکی چھپی بھی نہ رہے۔ پھر تم میرے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرلو۔ میرے ساتھ جو سلوک کرنے کا تمہارا ارادہ ہے وہ کرلو، تم بھی اور تمہارے وہ شرکاء جن کو تم نے اللہ کو چھوڑ کر معبود بنا لیا ہے۔ جس کام کا تم نے عزم کر لیا ہے وہ میرے سامنے ظاہر کرو، جس کام کا تم نے ارادہ کیا ہے اس میں ایک گھڑی بھی تاخیر مت کرو۔ جب بھی تم کو طاقت وقوت حاصل ہو تم وہ کام کر گزرو۔

مجھے تمہارا کوئی خوف اور ڈر نہیں ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک رہ کر انہیں سمجھایا، ان کو توحید کی دعوت دی، حق بات سمجھائی، شرک کی گندگی اور خباثت سے آگاہ کیا۔ مگر قوم تھی کہ مخالفت پر اڑی رہی اور دشمنی پر اتر آئی۔ قوم کے لوگ کہنے لگے: لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ يٰنُوۡحُ لَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمَرۡجُوۡمِيۡنَ (الشعراء:۱۱۶) اگر تم اپنی اس دعوت سے باز نہیں آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کریں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر مجھے تم سے کوئی لالچ ہوتا تو مجھے یہ خیال ہوتا کہ تم ناراض ہو جاؤ گے، تو جس نفع کی امید ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔ مجھے تم سے کچھ بھی لینا نہیں ہے۔ میں نے آج تک تم سے کوئی چیز مانگی ہی نہیں ہے۔ مجھے جس سے اجر لینا ہے وہ صرف اور صرف ایک اللہ ہے۔ میں اس سے میری محنت کی مزدوری لے لوں گا اور مجھے تو صرف اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبردار رہوں۔ میں تو ہر حال میں اپنے رب کی فرمانبرداری کروں گا۔

سارے ہی نبیوں نے اپنی قوموں کے سامنے بانگ دہل یہ صاف اعلان کر دیا کہ ہم تم سے کچھ نہیں مانگتے۔ قرآنِ مجید کا آپ مطالعہ کریں اور نبیوں اور قوموں کے جہاں تذکرے ہیں وہاں تھوڑی دیر کے لئے رُک جائیں تو آپ کو ان نبیوں کی زبان سے نکلا ہوا یہ جملہ ضرور ملے گا: وَمَآ اَسۡئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ (الشعراء:۱۰۹) حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: وَمَآ اَسۡئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ (الشعراء:۱۲۷) میں تم سے اس کام پر کسی قسم کی کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف اس نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے جو دنیا جہاں کی پرورش کرتا ہے۔ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم کو میرے خلاف جو کرنا ہے کر لو۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہ بات کہی تھی۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۵۴ تا ۵۶ دیکھئے: قَالَ اِنِّىۡۤ اُشۡهِدُ اللّٰهَ وَاشۡهَدُوۡۤا اَنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ ۙ مِنۡ دُوۡنِهٖ فَكِيۡدُوۡنِىۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ لَا تُنۡظِرُوۡنَ ۞ اِنِّىۡ تَوَكَّلۡتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّىۡ وَرَبِّكُمۡ حضرت ہود علیہ السلام نے کہا میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم اللہ کے سوا جس کو اس کی خدائی میں شریک مانتے ہو میں اس سے بَری ہوں۔ اب تم سب کے سب مل کر میرے خلاف چالیں چل لو اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میں نے تو اللہ پر بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَمَا سَاَلۡتُكُمۡ۔ الخ۔ اگر تم لوگ میری نصیحتوں سے منہ موڑو گے اور تم سب مل کر مجھے جھٹلاؤ گے اور تم سب میری رسالت کو تسلیم نہیں کرو گے اور میری اطاعت نہیں کرو گے اور جس دینِ حق کی طرف میں تم سب کو بلا رہا ہوں اس کو نہیں مانو گے تو اس حقیقت کو ذہن میں بٹھا لو کہ میں نے تم سے اس نصیحت کے بدلہ میں کسی بھی چیز کا مطالبہ نہیں کیا ہے۔ نہ میں نے تم سے اس پر کوئی جزا مانگی ہے اور نہ ہی کسی قسم کا اجر مانگا ہے۔ میرے عمل کا ثواب اور اس کی جزا میرے رب پر ہے جس نے مجھے تمہاری طرف

بھیجا ہے اور اس رب ذوالجلال نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فرمانبردار رہوں اور مسلمان رہوں اور اسلام ہی تمام نبیوں کا دین ہے۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی تک جن نبیوں نے جو دین پیش کیا وہ دینِ اسلام ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہر ایک کی شریعت کے احکامات الگ الگ تھے اور اس کا طریقۂ کار الگ الگ رہا ہے،سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۸ میں جس کی حقیقت یوں بیان کی گئی:لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا تم میں سے ہر ایک امت کے لئے ہم نے ایک الگ شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے۔

﴿درس نمبر:۹۰۲﴾ قومِ نوح کا انجام ﴿یونس:۷۳-۷۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ج فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۞ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ط كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَكَذَّبُوْهُ پھر انہوں نے جھٹلایا اس کو فَنَجَّيْنٰهُ تو ہم نے نجات دی اسے وَمَنْ اور ان لوگوں کو جو مَّعَهٗ اس کے ساتھ تھے فِي الْفُلْكِ کشتی میں وَجَعَلْنٰهُمْ اور ہم نے بنا دیا انہیں خَلٰٓئِفَ جانشین (ان کا) وَاَغْرَقْنَا اور ہم نے غرق کر دیا الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو فَانْظُرْ چنانچہ آپ دیکھئے كَيْفَ کیسا كَانَ ہوا عَاقِبَةُ انجام الْمُنْذَرِيْنَ ان کا جو ڈرائے گئے تھے؟۞ ثُمَّ پھر بَعَثْنَا ہم نے بھیجے مِنْۢ بَعْدِهٖ اس (نوح) کے بعد رُسُلًا کئی رسول اِلٰى قَوْمِهِمْ ان کی قوم کی طرف فَجَآءُوْهُمْ چنانچہ آئے وہ ان کے پاس بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلیلوں کے ساتھ فَمَا كَانُوْا لہٰذا نہ ہوئے وہ لِيُؤْمِنُوْا کہ ایمان لے آتے بِمَا اس چیز کے ساتھ كَذَّبُوْا (کہ) وہ جھٹلا چکے تھے بِهٖ اس کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے كَذٰلِكَ اسی طرح نَطْبَعُ ہم مہر لگا دیتے ہیں عَلٰى قُلُوْبِ دلوں پر الْمُعْتَدِيْنَ ان لوگوں کے جو حد سے گزرتے ہیں۞

ترجمہ: لیکن اُن لوگوں نے اُن کی تکذیب کی تو ہم نے اُن کو اور جو لوگ اُن کیساتھ کشتی میں سوار تھے سب کو (طوفان سے) بچالیا اور انہیں (زمین میں) خلیفہ بنا دیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اُن کو غرق کر دیا تو دیکھ لو کہ جو لوگ ڈرائے گئے تھے اُن کا انجام کیسا ہوا۞ پھر نوح کے بعد ہم نے اور پیغمبر اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے تو وہ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ جس چیز کی پہلے تکذیب کر چکے تھے اُس پر ایمان لے آتے اسی طرح ہم زیادتی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۞

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر ہوا یہ کہ ان لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا۔

۲۔نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے نوح کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے انہیں بچا لیا۔
۳۔ان کو کافروں کی جگہ زمین میں بسایا۔
۴۔جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا انہیں طوفان میں غرق کر دیا۔
۵۔اب دیکھو کہ جن لوگوں کو خبردار کیا گیا تھا ان کا انجام کیسا ہوا؟
۶۔اس کے بعد ہم نے مختلف پیغمبران کی اپنی قوموں کے پاس بھیجے۔
۷۔وہ ان کے پاس کھلے دلائل لے کر آئے۔
۸۔لیکن یہ لوگ ایسے نہ تھے کہ جس بات کو پہلی بار جھٹلا دیا تھا اُس پر ایمان لے آتے۔
۹۔جو لوگ حد سے گزر جاتے ہیں ان کے دلوں پر ہم اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو حق بات بتلائی، شرک سے روکا، ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا، مگر اس ظالم اور بد بخت قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلا دیا۔ فَكَذَّبُوْهُ پس قوم کے لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ ہر قوم نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا اور اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا۔ قرآنِ مجید میں بیسیوں آیتیں آپ کو ملیں گی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قوموں نے نبیوں کو بھی جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو بھی جھٹلایا۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱ میں ہے: كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا جیسا آل فرعون کا حال ہوا اور ان کا جو ان سے پہلے تھے انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۴ میں رسولِ رحمت ﷺ سے کہا گیا: فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ پھر بھی اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے گئے ہیں۔ سورۂ سبا کی آیت نمبر ۴۵ میں کہا گیا: وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ اور ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی ہماری باتوں کو جھٹلایا تھا اور انہیں ہم نے جو دے رکھا تھا یہ تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچتے۔ پس انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا، پھر دیکھ لو کہ میرا عذاب کیسا سخت تھا؟

فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ پس ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو اور ان کے ساتھ جو کشتی میں تھے نجات دی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کی اور صدیوں تک اپنی قوم کو نہایت دردمندی کے ساتھ سمجھاتے رہے اور قوم کی اذیتوں اور تکلیفوں کو استقامت کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ تھوڑے لوگوں کے سوا باقی سارے لوگ اپنے کفر اور بداعمالیوں پر قائم رہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بتا دیا کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اب ان پر طوفان کا عذاب آئے گا۔ اس لئے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ کشتی تیار کریں تا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے اس میں سوار ہو کر طوفان کی تباہی سے بچ سکیں۔ کشتی سازی کی

صنعت سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے شروع فرمائی۔حضرت نوح علیہ السلام نے پہلی مرتبہ تین منزلہ جہاز تیار کیا تھا۔جب حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی سازی کا کام شروع کیا تو سارے لوگ مذاق اڑانے لگے۔ الغرض وہ طوفان آ گیا جس کا اشارہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو دیا تھا۔اس طوفان کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ایک تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا اور وہ کسی طرح نہ رکا یا یہ کہ زمین کی سطح سے پانی ابلنا شروع ہوا اور پھر ساری زمین میں پھیل گیا اور اوپر سے تیز بارش شروع ہوگئی۔حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ جتنے ایمان لائے تھے وہ اس کشتی میں سوار ہو گئے جس کو حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے تیار کیا تھا۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اس عذاب سے نجات دی۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۶۴ میں بھی اس نجات کا ذکر یوں ہے:فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ سو وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوح علیہ السلام کو اور ان کو جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچالیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا، بیشک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔

وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور ہم نے ان کو پہلے لوگوں کے بعد زمین کا آباد کرنے والا بنا دیا اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔اللہ تعالیٰ نے ایک طرف حضرت نوح علیہ السلام کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو ان کافروں سے نجات دی، جن کافروں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور تکلیفیں پہنچائیں۔دوسری طرف حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ رہنے والوں کو ان غرق ہو جانے والے لوگوں کے بعد زمین کو آباد کرنے والا بنا دیا۔حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو ایمان لانے والے تھے ان کو یہ اعزاز ملا کہ سارے لوگوں کے غرق ہونے کے بعد دوبارہ انہوں نے اس سرزمین کو انسانوں سے آباد کیا۔اس آیت سے یہ سبق دیا گیا کہ جو کوئی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہستیوں کو جھٹلاتا ہے اس کے لئے تباہی اور بربادی ہی ہے۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ اے مخاطب! تو دیکھ! جن کو ڈرایا گیا تھا ان کا کیسا انجام ہوا؟ یہاں یہ نکتہ بھی جان لیجئے کہ بُرے انجام تک یوں ہی کسی کو نہیں پہنچایا جاتا، جو بھی بُرے انجام کا چہرہ دیکھتا ہے اس کو پہلے ڈرایا جا چکا ہوتا ہے۔اس کو آگاہ کیا جا چکا ہوتا ہے۔مگر اس کی غفلت اس کو سنبھلنے سے روک دیتی ہے۔قومِ لوط کو بھی پہلے ڈرایا گیا، پھر ان پر پتھروں کی بارش ہوئی:وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ (اشعراء:۱۷۳)اور ان پر ایک زبردست بارش برسا دی۔غرض بہت بُری بارش تھی جو ان پر برسی جنھیں پہلے سے ڈرا دیا گیا تھا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ پھر ہم نے نوح کے بعد کتنے ہی پیغمبر بھیجے جو اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوئے۔وہ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے۔حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کی قوموں کی طرف بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے بھیجے جانے کا سلسلہ جاری رہا۔حضرت نوح علیہ السلام کے بعد قوم عاد

کی طرف حضرت ہود علیہ السلام، قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام، قومِ لوط کی طرف حضرت لوط علیہ السلام اور مدین کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو نشانیاں دے کر بھیجا گیا۔ تمام دلائل اور روشن معجزات کے ساتھ ان نبیوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا گیا۔ ہر پیغمبر دلائل کے ساتھ آئے۔ کسی بھی پیغمبر کو خالی ہاتھ نہیں بھیجا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بینات دیئے گئے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۷ میں یوں ہے: وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ اور ہم نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو روشن دلیلیں دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۹۲ میں کہا گیا: وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ اور تمہارے پاس موسیٰ دلیلیں لے کر آئے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳۲ میں کہا گیا: وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ اور ان کے پاس ہمارے بہت سے رسول ظاہر دلیلیں لے کر آئے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۷۰ میں کہا گیا: اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ان کے پاس ان کے پیغمبر دلیلیں لے کر پہنچے۔

فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ وہ ایسے نہ تھے کہ جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لے آئیں۔ یعنی ان قوموں کا حال یہ تھا کہ ایک مرتبہ جھٹلا دیا بس جھٹلا دیا۔ جھٹلانے کے بعد ایمان لانے کی روش ان کے اندر نہیں تھی، بس جھٹلا دیا جھٹلایا۔ کسی طرح وہ اپنی غلطی کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ سرکشی، غرور، ضد اور عناد نے ان کا مزاج ہی یہ بنا دیا تھا کہ انکار کر دیا، بس کر دیا، جھٹلا دیا بس جھٹلا دیا، دوبارہ اس پر غور کرنا اور اپنی غلطی کا اعتراف کرنا انہوں نے سیکھا ہی نہ تھا۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۰۱ میں بھی ان کی اس بُری عادت کا ذکر کیا گیا ہے: فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ پھر جس چیز کو انہوں نے ابتداء میں جھوٹا کہہ دیا یہ بات نہ ہوئی کہ پھر اس کو مان لیتے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۳ میں بھی کہا گیا: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا جبکہ انہوں نے ظلم کیا حالانکہ ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے اور وہ ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے؟

كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ہم اسی طرح حد سے نکلنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ قدرت کا یہ دستور بتلا دیا گیا کہ جب کوئی قوم یا افراد اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدوں سے تجاوز کرتے ہیں۔ ان کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے اور حد سے تجاوز کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت بھی نہیں کرتے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (البقرہ:۱۹۰) سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۵ میں یوں ہے: اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ بیشک وہ حد سے تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اگر اللہ قومِ نوح میں سے کسی پر رحم کرتا تو اس بچہ کی ماں پر رحم کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال رہے۔ انہوں نے سو سال درخت لگائے۔ جب وہ درخت خوب بڑے ہو گئے تو انہوں نے اسے کٹ کیا اور اس سے ایک کشتی بنائی۔ جب بھی لوگ اس کشتی کے پاس

سے گزرتے تو مذاق اڑاتے اور کہتے کہ تم خشکی میں کشتی بناتے ہو، وہ کیسے چلے گی؟ نوح علیہ السلام نے کہا کہ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ جب نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی تو پانی نکلنا شروع ہوا اور گلیوں میں پھرنے لگا۔ اس بچہ کی ماں کو اپنے بچہ کا خوف ہوا جس کو وہ بہت چاہتی تھی، تو وہ پہاڑ کی طرف نکل پڑی، یہاں تک کہ پہاڑ کے تہائی حصہ تک پہنچ گئی۔ جب پانی اس تک پہنچ گیا تو وہ اوپر چڑھی اور پہاڑ کے آخری تہائی تک پہنچ گئی۔ جب پانی اس تک پہنچ گیا تو وہ اس بچہ کو لے کر نکلی یہاں تک کہ پہاڑ کے محاذ میں آ گئی۔ جب پانی اس کی گردن تک پہنچا تو وہ اپنے بچہ کو اپنے ہاتھوں میں اٹھالی، پھر وہ دونوں ڈوب گئے۔ اگر اللہ ان میں سے کسی پر رحم کرتا تو اس بچہ کی ماں پر کرتا۔ (المعجم الاوسط للطبرانی)

﴿درس نمبر:۹۰۳﴾ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجا گیا ﴿یونس:۷۵-۷۶-۷۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝۷۵ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷۶ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝۷۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ثُمَّ پھر بَعَثْنَا ہم نے بھیجا مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد مُّوْسٰى موسیٰ وَهٰرُوْنَ اور ہارون کو اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف وَمَلَا۟ئِهٖ اور اس (کی قوم) کے سرداروں کی طرف بِاٰيٰتِنَا اپنی آیتوں کے ساتھ فَاسْتَكْبَرُوْا چنانچہ انہوں نے تکبر کیا وَكَانُوْا اور تھے وہ قَوْمًا لوگ مُّجْرِمِيْنَ مجرم ۝۷۵ فَلَمَّا پھر جب جَآءَهُمُ الْحَقُّ آ گیا ان کے پاس حق مِنْ عِنْدِنَا ہماری طرف سے قَالُوْٓا (تو) انہوں نے کہا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ بلاشبہ یہ تو یقیناً جادو ہے مُّبِيْنٌ ظاہر ۝۷۶ قَالَ مُوْسٰٓى موسیٰ نے کہا اَتَقُوْلُوْنَ کیا تم (یہ) کہتے ہو لِلْحَقِّ حق کے لیے لَمَّا جب جَآءَكُمْ وہ آیا تمہارے پاس اَسِحْرٌ هٰذَا کیا یہ جادو ہے؟ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پاتے ۝۷۷

ترجمہ: پھر اُن کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو اُنہوں نے تکبر کیا اور وہ گنہگار لوگ تھے ۝۷۵ تو جب اُن کے پاس ہمارے ہاں سے حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے ۝۷۶ موسیٰ نے کہا کیا تم حق کے بارے میں جب وہ تمہارے پاس آیا یہ کہتے ہو کہ یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پا سکتے ۝۷۷

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔

۲۔ تو انہوں نے تکبر کا معاملہ کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔

۳۔ چنانچہ جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق کا پیغام آیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ ضرور کھلا ہوا جادو ہے۔
۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم حق کے بارے میں ایسی بات کہہ رہے ہو جبکہ وہ تمہارے پاس آ چکا ہے؟
۵۔ بھلا کیا یہ جادو ہے؟
۶۔ حالانکہ جادوگر فلاح پایا نہیں کرتے۔

سورۂ یونس میں تین قصے بیان کئے گئے ہیں۔ قصۂ نوح، قصۂ موسیٰ و ہارون اور قصۂ یونس۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ گزر چکا ہے۔ اس آیت میں دوسرا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، یعنی حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قصہ۔ اگر ہم قرآنِ مجید کا مطالعہ کریں تو یہ بات محسوس و معلوم ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا واقعہ قرآنِ مجید میں بار بار اور مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے تا کہ لوگوں کو اس واقعہ سے سبق بھی ملے اور عبرت بھی حاصل ہو۔ جو سبق حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت ہارون علیہ السلام کے واقعہ سے مجموعی طور پر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ حق کی قوت اور نبوت کی آواز بادشاہوں اور سلطانوں پر غالب آتی ہیں۔ یہ قوتیں اور آوازیں شاہی تختوں کو پلٹ دیتی ہیں اور باطل کے سارے دعوؤں کو نیست و نابود کر دیتی ہیں۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کو اپنی آیات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کی طرف بھیجا۔ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو مصر کے بادشاہ فرعون اور اس کی قوم کے روساء اور وزراء کی طرف بھیجا گیا، باقی جو لوگ تھے وہ سب ان کے تابع تھے۔ یہ کفر کرتے تو وہ بھی کفر کرتے تھے، اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھیجے جانے کا ذکر قرآنِ مجید کی مختلف سورتوں میں ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۰۳ میں ہے: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا، مگر ان لوگوں نے ان کے ساتھ ظلم کیا۔ اٰيٰتِنَآ سے مراد وہ نشانیاں ہیں جن کا ذکر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۳۳ میں ہے: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۚ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ چنانچہ ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون کھلی ہوئی نشانیاں بھیجیں، مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے اور وہ بڑے مجرم لوگ تھے۔ سورۂ مؤمنون کی آیت نمبر ۴۵ اور ۴۶ میں بھی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو بھیجے جانے کی بات یوں کہی گئی: ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور واضح ثبوت کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو انہوں نے گھمنڈ کا مظاہرہ کیا اور وہ بڑے متکبر لوگ تھے۔ فرعونی دراصل عادی مجرم تھے اور بڑے گناہوں کے مرتکب لوگ تھے۔ ان کے

جرائم ہلکے پھلکے نہیں بلکہ وہ جرم، ظلم اور زمین میں فساد کرنے کے خوگر تھے اور حد سے زیادہ مغرور لوگ تھے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ گیا تو کہنے لگے کہ بلاشبہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام رب ذوالجلال کے رب اور معبود ہونے کے واضح دلائل لے کر ان فرعونیوں کے پاس آئے تو انہیں چاہئے تھا کہ یہ ان کی نبوت کو تسلیم کر لیتے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر لیتے، مگر ان بدبختوں نے نفسانی خواہشات کی محبت میں اور سرکشی اور عناد کے ساتھ صاف طور پر کہہ دیا کہ جو چیزیں حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ کھلا جادو ہے۔ ان ظالموں کو معلوم تھا کہ جو بہتان وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر لگا رہے ہیں وہ یقیناً جھوٹ ہے، بہتان ہے، مگر اس کے باوجود سخت لب ولہجہ میں انہوں نے کہا: اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ بیشک یہ یقیناً کھلا ہوا جادو ہے۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو نشانیاں لے کر آئے تھے ان کا تعلق جادو سے نہیں بلکہ معجزات سے تھا۔ ان فرعونیوں کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ تمہارے پاس حق آ گیا تو کیا تم اس کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو؟ کیا یہ جادو ہے؟ اور یہ سن لو جو حقیقت ہے کہ جادو کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان فرعونیوں کو ان کے اس بہتان کے جواب میں ڈانٹتے ہوئے کہا کہ وہ حق جو واضح ہے جس کا جادو جیسی باطل چیز سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے یہ کہتے ہو کہ یہ جادو ہے، تعجب ہے تم پر، تم ہی بتاؤ کہ کیا یہ جادو ہے؟ اور تم خود جانتے ہو کہ جادو تو ایک وہم اور خیال کا نام ہے، جو معجزے میں بتا رہا ہوں اگر وہ جادو ہوتا تو کبھی کا زائل اور مضمحل ہو جاتا اور یہ بات تم جان لو کہ حقیقتوں کے میدانوں میں جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ سورۂ نمل کی آیت نمبر ۱۳ اور ۱۴ میں بھی ان کا یہ بہتان مذکور ہے: فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ پھر ہوا یہ کہ جب ان کے پاس ہماری نشانیاں اس طرح پہنچیں کہ وہ آنکھیں کھولنے والی تھیں تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے، اگرچہ ان کے دلوں کو ان کی سچائی کا یقین ہو چکا تھا مگر انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کیا، اب دیکھ لو کہ ان فساد مچانے والوں کا انجام کیا ہوا؟

درس نمبر: ۹۰۴ — فرعون نے حکم دیا کہ ماہر جادوگروں کو ہمارے پاس لے آؤ — یونس: ۷۸۔۷۹۔۸۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۷۸ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝۷۹ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝۸۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْٓا انہوں نے کہا اَ جِئْتَنَا کیا تو آیا ہے ہمارے پاس لِتَلْفِتَنَا کہ پھیر دے ہمیں عَمَّا اس (طریقے) سے وَجَدْنَا (کہ) ہم نے پایا عَلَیْهِ اس پر اٰبَآءَنَا اپنے باپ دادا کو؟ وَتَكُوْنَ اور ہو لَكُمَا تم دونوں کیلئے الْكِبْرِيَآءُ بڑائی فِي الْاَرْضِ زمین میں وَمَا اور نہیں ہیں نَحْنُ ہم لَكُمَا تم دونوں پر بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے ۝۷۸ وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور فرعون نے کہا ائْتُوْنِيْ تم لے آؤ میرے پاس بِكُلِّ ہر سٰحِرٍ جادوگر عَلِيْمٍ ماہر ۝۷۹ فَلَمَّا چنانچہ جب جَآءَ آگئے السَّحَرَةُ تمام جادوگر قَالَ (تو) کہا لَهُمْ ان سے مُّوْسٰٓى موسیٰ نے اَلْقُوْا تم ڈالو مَآ جو کچھ اَنْتُمْ تم مُّلْقُوْنَ ڈالنے والے ہو ۝۸۰

ترجمہ: وہ بولے کہ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ جس (راہ) پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے ہیں اُن سے ہمیں پھیر دو اور (اس) ملک میں تم دونوں ہی کی سرداری ہو جائے اور ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں ۝۷۸ اور فرعون نے حکم دیا کہ سب ماہر جادوگروں کو ہمارے پاس لے آؤ ۝۷۹ جب جادوگر آئے تو موسیٰ نے اُن سے کہا کہ جو تمہیں ڈالنا ہو ڈالو ۝۸۰

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ جس طور طریقے پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اس سے ہمیں برگشتہ کر دو؟

۲۔ اس سرزمین میں تم دونوں کی چودھراہٹ قائم ہو جائے۔

۳۔ ہم تو تم دونوں کی بات ماننے والے نہیں ہیں۔

۴۔ فرعون نے اپنے ملازموں سے کہا کہ جتنے ماہر جادوگر ہیں ان سب کو میرے پاس لے کر آؤ

۵۔ چنانچہ جب جادوگر آگئے۔

۶۔ موسیٰ نے ان سے کہا پھینکو جو کچھ تمہیں پھینکنا ہے۔

فرعون اور اس کے درباریوں سے جب کوئی جواب بن نہ پڑا تو وہی کہا جو ایک کمزور انسان کہہ دیتا ہے، جن کمزوروں کے پاس حجت اور دلیل نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہوتی، جو صرف اپنے باپ دادا کی تقلید کے طوقوں میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں، وہ انتہائی سطحی قسم کی بات جواب میں کہہ دیتے ہیں۔ فرعونیوں نے یوں کہا: قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ وہ کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ جس راہ پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے ہیں ان سے ہمیں پھیر دو اور اس ملک میں تم دونوں ہی کی چودھراہٹ اور سرداری رہ جائے؟ یعنی اس قول سے ان کا منشاء اور مقصد یہ تھا کہ اے موسیٰ! تم دونوں ہم کو ہمارے باپ دادا کے دین سے پھیرنے کے لئے آئے ہو، ایسا لگتا ہے کہ سرزمین مصر کی سلطنت اور بادشاہت تمہارے اور تمہارے بھائی

کے نام ہو جائے، یعنی دینی اور دنیوی عظمت، بادشاہت اور سلطنت تم دونوں کو مل جائے، ہم تو تمہارے اس نئے دین کی تصدیق نہیں کریں گے جس کے سچے ہونے کا دعویٰ تم کر رہے ہو۔ ہر رسول کو جھٹلانے کا سبب عموماً یہی رہا اور قوموں نے نبیوں کو بس اسی دھوکہ میں جھٹلایا۔ ان فرعونیوں نے یہاں پہلے مرحلہ میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کیا، اس لئے کہ ایمان کی طرف دعوت دینے والے اصل داعی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔ پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائی کو بھی شریک کر لیا۔ فرعون اور اس کی قوم کا حال بھی گزری ہوئی قوموں ہی کی طرح تھا۔ جس طرح گزری ہوئی قوموں نے نبیوں کو جھٹلایا، فرعون اور آل فرعون نے بھی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو جھٹلایا۔ یہاں بظاہر دو کمزور اشخاص تھے، یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام، فرعون نے تو اپنے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی تھی۔ اب ایک وقت کا بادشاہ جس کے ہاتھ میں سلطنت، بادشاہت اور ہر طرح کا جاہ و مرتبہ ہو، اس کے پاس تو طبعی اور فطری طور پر غرور و گھمنڈ ہوتا ہی ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون نے ظاہری طور پر کمزور ہونے کے باوجود وقت کے بادشاہ کے سامنے ایمان کی دعوت پیش کی۔ اللہ تعالیٰ نے نو نشانیوں کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تائید اور مدد و نصرت فرمائی۔ آل فرعون پر مسلسل قحط آیا، مالوں اور پھلوں میں اور جانوں میں بیماریوں کے سبب کمی واقع ہوئی، بھوک اور طوفان اور ٹڈی اور کھٹمل اور مینڈک اور خون جیسے عذاب ان پر آئے۔ ان سب کے باوجود فرعون اور اس کی قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ ان بدبختوں نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے یہ کہا کہ وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْأَرْضِ تم دونوں یہ سب کچھ اس لئے کر رہے ہو کہ تم کو سرزمین مصر میں سرداری مل جائے، وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ اور صاف طور پر ان لوگوں نے کہہ دیا کہ ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

جب کسی کے دل میں دنیا اور دنیا سے متعلقہ ہر چیز رچ بس جاتی ہے تو اس کی فکر اور اس کے احساس میں صرف دنیا ہی رہ جاتی ہے۔ وہ دنیا کی محبت اور عظمت کے نشہ میں دوسروں کے بارے میں بھی یہی خیال کرتا ہے کہ اس کو بھی بس وہی دنیا چاہیے۔ بس فرعونیوں نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے بارے میں بھی یہی خیال کیا کہ ان دونوں کو اصل میں ملک مصر کا اقتدار چاہیے۔ اسی اقتدار اور بادشاہت کی چکر میں یہ دونوں ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ ایسی قوم تھی جن کے پاس آخرت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ اگر آخرت کا کوئی تصور ان کے دلوں کے کسی گوشے میں بھی ہوتا تو اس آخرت کی اہمیت کی بنیاد پر کچھ تو ان کے دل کے دروازے کھل جاتے، مگر فرعون اور اس کی جماعت کے لوگوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ یہ تو بس کھلا ہوا ایک جادو ہے۔ اس لئے فرعون اور اس کی جماعت کا دماغ اسی جادو کے ارد گرد چلنے لگا۔ ان کے ذہنوں میں صرف اسی مادیت کا بھوت سوار تھا۔ چونکہ اس دور میں جادو کا بہت زور تھا تو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو بھی جادوگر ہی سمجھا گیا اور وہ جو چیز حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہر کر رہے ہیں اس کو جادو کی ایک

قسم سمجھا اوران کے ذہن میں یہ بات آئی کہ چلوان دونوں جادوگروں کا مصر کے ماہر جادوگروں سے مقابلہ ہوجائے اور ٹکر کا مقابلہ ہو۔مصر کے تجربہ کار،معروف اور مشہور جادوگر جب جمع ہوجائیں گے تو وہ ان کے جادو کو بھسم کر کے رکھ دیں گے۔یہی تصورات وخیالات ان کے ذہنوں میں تھے۔چنانچہ فرعون نے یہ اعلان کر دیا کہ وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ ائۡتُوۡنِیۡ بِکُلِّ سٰحِرٍ عَلِیۡمٍ میرے پاس ہر جادوگر کو لے آ ؤ جو خوب جاننے والا ہو۔یعنی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے مقابلہ کیلئے جادو سے مدد لینے کا ارادہ کیا اور جادوگروں کو جمع کرنے کا حکم دیا تا کہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہوجائے کہ جو موسیٰ لے کر آئے ہیں وہ جادو ہی کی ایک قسم ہے اور موسیٰ لوگوں کو فرعون کی اتباع سے روک رہا ہے،اس لئے کہ یہ موسیٰ جادوگر ہے۔وہ اپنی جادوگری کی طاقت سے لوگوں کو فرعون کی اتباع سے نکال کر اپنی اتباع کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔جادوگروں کا یہ قصہ سورۂ اعراف میں بھی گزر چکا ہے اور آگے سورۂ طٰہٰ اور سورۃ الشعراء میں بھی یہ قصہ آئے گا۔

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمۡ مُّوۡسٰۤى اَلۡقُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ مُّلۡقُوۡنَ فرعون کے اشارہ اور حکم پر جب سارے جادوگر آ گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان جادوگروں سے کہا کہ ڈال دو تم جو کچھ ڈالنے والے ہو۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر۱۱۵اور۱۱۶میں یوں ہے:قَالُوۡا يٰمُوۡسٰۤى اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِىَ وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّكُوۡنَ نَحۡنُ الۡمُلۡقِيۡنَ ۝ قَالَ اَلۡقُوۡا جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا موسیٰ! چاہو تو جو پھینکنا چاہتے ہو تم پھینکو ورنہ ہم جادو کی چیزیں پھینکیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اَلۡقُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ مُّلۡقُوۡنَ ڈال دو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو۔جب جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اختیار دیا اس بات کا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جو ہے وہ پہلے ڈال دیں یا وہ ان کے پاس جو ہے وہ ڈال دیں تا کہ حق کا حق ہونا ظاہر ہوجائے اور باطل کا باطل ہونا بھی معلوم ہوجائے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ ابتدا ان لوگوں سے ہی ہو تا کہ لوگ ان کے اپنے ہاتھوں کے کرتب کو دیکھ لیں اور ان لوگوں کو اندازہ بھی ہوجائے کہ ان جادوگروں کے پاس کتنی طاقت ہے اوران کے اندر کس قدر کمال ہے؟اس کے بعد حق آئے گا اور وہ اپنا کمال بتائے گا۔

اللہ جادو کو ختم کر دے گا

درس نمبر:۹۰۵ — یونس:۸۱۔۸۲۔۸۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَلَمَّاۤ اَلۡقَوۡا قَالَ مُوۡسٰى مَا جِئۡتُمۡ بِهِ ۙ السِّحۡرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبۡطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصۡلِحُ عَمَلَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ۝۸۱
وَيُحِقُّ اللّٰهُ الۡحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۝۸۲ فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوۡسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنۡ قَوۡمِهٖ عَلٰى خَوۡفٍ مِّنۡ
فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهِمۡ اَنۡ يَّفۡتِنَهُمۡ ؕ وَاِنَّ فِرۡعَوۡنَ لَعَالٍ فِى الۡاَرۡضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ۝۸۳

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَمَّاۤ چنانچہ جب اَلۡقَوۡا انہوں نے ڈالا قَالَ مُوۡسٰى (تو) موسیٰ نے کہا مَا وہ چیز کہ جِئۡتُمۡ تم لائے ہو بِهٖ اس کو السِّحۡرُ جادو ہے اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ سَيُبۡطِلُهٗ عنقریب باطل کردے گا اسے اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ

اللہ لَا یُصۡلِحُ نہیں سنوارتا عَمَلَ کام الۡمُفۡسِدِیۡنَ فساد کرنے والوں کا۝۸۱ وَیُحِقُّ اللّٰہُ اور اللہ ثابت کرتا ہے
الۡحَقَّ حق کو بِکَلِمٰتِہٖ اپنے کلمات کے ساتھ وَلَوۡ اگرچہ کَرِہَ ناپسند کریں الۡمُجۡرِمُوۡنَ مجرم لوگ۝۸۲ فَمَآ اٰمَنَ
پھر ایمان نہیں لائے لِمُوۡسٰی موسیٰ پر اِلَّا ذُرِّیَّۃٌ مگر کچھ لوگ مِّنۡ قَوۡمِہٖ اس کی قوم میں سے عَلٰی خَوۡفٍ
ڈرتے ہوئے مِّنۡ فِرۡعَوۡنَ فرعون سے وَمَلَا۠ئِہِمۡ اور اس کے درباریوں سے اَنۡ (اس اندیشے سے) کہ یَّفۡتِنَہُمۡ
وہ انہیں فتنے میں ڈالے وَ اِنَّ اور بلاشبہ فِرۡعَوۡنَ فرعون لَعَالٍ البتہ سرکشی کرنے والا تھا فِی الۡاَرۡضِ زمین
(مصر) میں وَ اِنَّہٗ اور بے شک وہ لَمِنَ الۡمُسۡرِفِیۡنَ البتہ حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۝۸۳

ترجمہ: جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) ڈالا تو موسیٰ نے کہا کہ جو چیزیں تم (بنا کر) لائے ہو جادو ہے اللہ اس کو ابھی نیست و نابود کر دے گا، اللہ شریروں کے کام سنوارا نہیں کرتا۝۸۱ اور اللہ اپنے حکم سے سچ کو سچ ہی کر دے گا اگرچہ گنہگار بُرا ہی مانیں۝۸۲ تو موسیٰ پر کوئی ایمان نہ لایا مگر اس کی قوم میں سے چند لڑکے (اور وہ بھی) فرعون اور اس کے اہلِ دربار سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں وہ اُن کو آفت میں نہ پھنسا دے اور فرعون ملک میں مغرور اور (کبر و کفر میں) حد سے بڑھا ہوا تھا۝۸۳

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر جب انہوں نے اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کو پھینکا اور وہ سانپ بن کر چلتی ہوئی نظر آئیں۔
۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ جو کچھ تم نے دکھایا ہے جادو ہے۔
۳۔ اللہ ابھی اس کو ملیامیٹ کیے دیتا ہے۔
۴۔ اللہ فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا۔
۵۔ اللہ سچ کو اپنے حکم سے سچ کر دکھاتا ہے چاہے مجرم لوگ کتنا ہی بُرا سمجھیں۔
۶۔ پھر ہوا یہ کہ موسیٰ پر کوئی نہیں لیکن خود ان کی قوم کے کچھ نوجوان فرعون اور اپنے سرداروں سے ڈرتے ڈرتے ایمان لائے کہ کہیں فرعون انہیں نہ ستائے۔
۷۔ یقیناً فرعون زمین میں بڑا زور آور تھا۔
۸۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو کسی حد پر قائم نہیں رہتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب جادوگروں سے کہا کہ تم ہی ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو تو ان جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں جو رسیاں اور لاٹھیاں ان جادوگروں کے جادو کی وجہ سے دوڑتے ہوئے سانپ معلوم ہو رہی تھیں۔ سورۂ طٰہٰ میں بھی اس واقعہ کی یوں منظر کشی کی گئی ہے: فَاِذَا حِبَالُہُمۡ وَعِصِیُّہُمۡ یُخَیَّلُ اِلَیۡہِ مِنۡ سِحۡرِہِمۡ اَنَّہَا تَسۡعٰی بس پھر اچانک ان کی ڈالی ہوئی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے نتیجہ میں موسیٰ کو ایسی

محسوس ہونے لگیں جیسے دوڑ رہی ہیں فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دل میں کچھ خوف محسوس ہوا۔ یہ طبعی خوف تھا اور اس لئے تھا کہ جو شعبدہ ان جادوگروں نے دکھایا وہ بظاہر اس معجزے سے ملتا جلتا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام دکھا چکے تھے۔ لہٰذا خوف یہ تھا کہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو بھی کہیں جادو ہی نہ سمجھ بیٹھیں قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی (طٰہٰ:۶۸) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہا گیا کہ آپ ڈرو نہیں، یقین رکھو تم ہی سربلند ہوگے وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِکَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی (طٰہٰ:۶۹) اور جو لاٹھی اے موسیٰ! آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے اسے زمین پر ڈال دو، ان لوگوں نے جو کاریگری کی ہے وہ اس سب کو نگل جائے گی۔ ان کی ساری کاریگری ایک جادوگر کے کرتب کے سوا کچھ بھی نہیں اور جادوگر چاہے کہیں چلا جائے اسے فلاح نصیب نہیں ہوتی۔

بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان جادوگروں سے کہا جنہوں نے اپنا جادو میدان میں ڈال دیا تھا کہ جس جادو کا مظاہرہ تم نے کیا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے اس کی حقیقت ظاہر کردے گا۔ اس جادو کے مقابلہ میں معجزہ کی کیا طاقت اور اس کا کیا کمال ہے؟ وہ بتلا دے گا۔ وَیُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِهٖ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق حق کو ثابت فرماتا ہے، اگرچہ مجرم بُرا مانیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہی ہے کہ وہ حق کی تائید کرے اور اس کو ظاہر کردے اور اس کو ثابت اور مضبوط کردے اور اپنے احکامات سے باطل کے مقابلہ میں حق کی مدد و نصرت کرے، اگرچہ کہ فرعون اور فرعونیوں کو ناگوار گزرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان یہ مقابلہ دراصل حق اور باطل کے درمیان اور معجزہ اور جادو کے درمیان مقابلہ تھا۔ معجزہ تو وہ رب ذوالجلال کی نشانی ہے جو عادت کے برخلاف ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس معجزہ کے ذریعہ نبیوں کی سچائی کی تائید فرماتے ہیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں مضبوطی اور پختگی پیدا ہو اور وہ لوگ ان نبیوں کی دعوتِ حق کی تصدیق کریں۔ معجزہ کے مقابلہ میں جادو صرف وہم، فساد اور خیال ہے جس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ حقیقت اور وہم دونوں میں واضح فرق ہوتا ہے۔ وہم حقیقت کے سامنے نہ ٹھہر سکتا ہے اور نہ جیت سکتا ہے۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰی اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے تھوڑے سے لوگ ایمان لائے، وہ بھی فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں یہ انہیں فتنہ میں نہ ڈال دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں واضح معجزات کے مشاہدہ کے باوجود بنی اسرائیل کے لوگ ان پر ایمان نہیں لائے۔ ان کی قوم کے کچھ نوجوان ایمان لائے۔ انہیں یہ ڈر لگا ہوا تھا کہ اگر ہم موسیٰ پر ایمان لائیں گے تو ہم کو مصر کی زمین سے نکال دیا جائے گا۔ قوم کے لوگوں کو یہ خوف بھی تھا کہ اگر ہم موسیٰ پر ایمان لا بھی لیں تو ہم کو دوبارہ پرانے مذہب کی طرف زبردستی لوٹا دیا جائے گا، اس لئے کہ فرعون تو ظالم، گھمنڈی اور سرکش بادشاہ تھا اور ظلم اور فساد میں حد سے بڑھنے والا بادشاہ تھا۔ اس کی گرفت اور پکڑ اور اس کی سزا بہت سخت ہوتی تھی۔ اس

نے خود خدائی کا دعویٰ کیا تھا کہ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (النازعات:۲۴) میں تو رب الاعلیٰ ہوں۔ اس کی اس سرکشی اور ظلم و فساد کی وجہ سے اس کی قوم اس سے بہت زیادہ ڈرتی تھی۔ بعض مفسرین نے مِّنْ قَوْمِهٖ کی ضمیر بجائے بنی اسرائیل کے فرعون کی قوم کی طرف کی ہے۔

وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ اور بلاشبہ فرعون اس زمین میں بلندی والا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ فرعون حد سے بڑھ جانے والوں میں سے تھا۔ چونکہ فرعون کو زمین میں اقتدار حاصل تھا اور وہ متکبر اور مغرور بھی تھا اور ساتھ ہی ظالم بھی تھا۔ جن لوگوں کو سزا دیتا تھا وہ بہت سخت ہوتی تھی۔ ہاتھوں میں کیلیں گاڑ دیتا تھا۔ سورۂ فجر کی آیت نمبر ۱۰ میں اس کے بارے میں کہا گیا: وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ کیا کیا؟

اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھو

﴿درس نمبر:۹۰۶﴾ ﴿یونس:۸۴-۸۵-۸۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۞۸۴ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۞۸۵ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۞۸۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَ مُوْسٰى اور موسیٰ نے کہا يٰقَوْمِ اے میری قوم! اِنْ اگر كُنْتُمْ ہو تم اٰمَنْتُمْ ایمان لائے بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ فَعَلَيْهِ تو اسی پر تَوَكَّلُوْٓا تم توکل کرو اِنْ اگر كُنْتُمْ ہو تم مُّسْلِمِيْنَ فرمانبردار۞۸۴ فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا عَلَى اللّٰهِ اللہ ہی پر تَوَكَّلْنَا ہم نے توکل کیا رَبَّنَا اے ہمارے رب! لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً نہ بنا تو ہمیں فتنہ لِّلْقَوْمِ ان لوگوں کے لیے الظّٰلِمِيْنَ جو ظالم ہیں۞۸۵ وَنَجِّنَا اور تو ہمیں نجات دے بِرَحْمَتِكَ اپنی رحمت کے ساتھ مِنَ الْقَوْمِ ان لوگوں سے الْكٰفِرِيْنَ جو کافر ہیں۞۸۶

ترجمہ: اور موسیٰ نے کہا کہ بھائیو اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اگر (دل سے) فرمانبردار ہو تو اُسی پر بھروسہ رکھو۞۸۴ تو وہ بولے کہ ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے ہاتھ سے آزمائش میں نہ ڈال۞۸۵ اور اپنی رحمت سے قومِ کفار سے نجات بخش۞۸۶

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میری قوم! اگر تم واقعی اللہ پر ایمان لے آئے ہو تو پھر اسی پر بھروسہ رکھو اگر تم فرمانبردار رہو۔

۲۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کر لیا ہے۔

۳۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ان ظالم لوگوں کے ہاتھوں آزمائش میں نہ ڈالیے۔

۴۔ اپنی رحمت سے ہمیں کافر قوم سے نجات دے دیجیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے جو ایمان لائے تھے ان سے اس وقت یہ بات کہی جبکہ ان کے چہروں پر خوف کے آثار دیکھے۔ چونکہ ان کی قوم میں سے جو لوگ ایمان لائے تھے ان کو ڈر تھا کہ کہیں فرعون اور اس کے سردار انہیں ایمان لانیکی وجہ سے تکلیف اور سزا نہ دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو تو بس اسی اللہ پر بھروسہ رکھو اگر واقعی تم فرمانبردار ہو۔ یعنی اگر تم اللہ کے ایک ہونے کی تصدیق کرتے ہو، اس پر ایمان لاتے ہو اور اس کی آیتوں پر جس طرح ایمان رکھنے کا حق ہے اس طرح کا ایمان رکھتے ہو تو تمہیں چاہئے کہ تم اس اللہ پر اعتماد رکھو، اسی پر بھروسہ کرو اور اسی پر یقین رکھو کہ وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ اس رب ذوالجلال کے وعدہ پر مطمئن رہو، اگر واقعی تم اللہ کی قضاء وقدرت پر ایمان ویقین رکھتے ہو۔ یاد رکھو کہ ایمان اس وقت کامل ہوتا ہے جب اس کا عمل اس کی تصدیق کرے اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اس رب ذوالجلال پر توّکل کیا جائے۔ توّکل اسلام کی شرط ہے اور اسلام یہ ہے کہ اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو، اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کردو کہ شیطان کا کوئی حصہ باقی ہی نہ رہے۔ حقیقی توکل یہ ہے کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا جائے، اس میں کسی کو شریک قرار نہ دیا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے وہ لوگ جو حقیقی معنی میں ایمان لا چکے تھے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں فوراً کہا: عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا ہم نے تو بس اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے۔ ہم اپنے دشمن کے مقابلہ کے لئے اپنے رب ہی سے مدد طلب کریں گے۔ پھر ان مخلص مومن بندوں نے اپنی زبانوں سے یہ دعاء کی: رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اے اللہ! ہمیں ظالموں کے لئے آزمائش نہ بنا جو ہمیں تکلیف دیں اور تختۂ مشق بنائیں وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ اور ہم کو اپنی رحمت سے کافر قوم سے نجات عطا فرمائیے۔ یعنی اے اللہ! آپ اپنی رحمت، اپنے احسان اور اپنی صفتِ عفو ودرگزر سے ہم پر کافروں کے مسلط ہونے سے بچائیے۔ یہ ظالم بڑے سرکش ہیں۔ یہ وہ کافر ہیں جنہوں نے حق کا انکار کیا اور حق کو چھپایا۔ پروردگار! ہم تو آپ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم نے آپ ہی پر بھروسہ کیا ہے۔

قرآنِ مجید میں توّکل کی تعلیم وتلقین بار بار کی گئی ہے۔ سورۂ طلاق کی آیت نمبر۳ میں کہا گیا: وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُهٗ جو اللہ پر توکل کرتا ہے پس وہ اس کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں عبادت کے ساتھ توکل کا حکم بار بار دیا گیا ہے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر۱۲۳ میں یوں ہے: فَاعْبُدْهُ وَتَوَکَّلْ عَلَیْهِ پس آپ اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ کیجئے۔ سورۂ ملک کی آیت نمبر۲۹ میں یہ حکم دیا گیا: قُلْ ھُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَیْهِ تَوَکَّلْنَا کہہ دیجئے کہ وہی رحمان ہے، ہم اسی پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسہ کیا۔ ہم تو ہر نماز کی ہر رکعت میں یہی جملہ بار بار دہراتے ہیں: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

مفسرین نے یہاں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ اللہ کے بندوں کو چاہئے کہ جب وہ اپنے رب سے دعا کریں تو پہلے اللہ تعالیٰ پر توکّل کریں۔ یاد رکھیں! دل میں توکّل کی کیفیت غالب ہوگی تو دعا کی قبولیت کی امید زیادہ ہوگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توکل دعا کے منافی نہیں ہے۔ یعنی اگر توکل کرلیں تو دعا کرنا بُرا نہیں ہے، اس لئے کہ توکّل کا مطلب یہ ہے کہ اسباب پر نظر نہ رکھی جائے بلکہ نظر رب ذوالجلال پر رکھی جائے اور اسباب کو اختیار کیا جائے اور دعا اسی سے کی جائے اور مانگا اسی سے جائے جس سے مانگنے کا حکم دیا گیا: **اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا** (الاعراف: ۱۲۸) اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر سے کام لو۔

تم دونوں اپنی قوم کو مصر ہی میں بساؤ

﴿درس نمبر: ۹۰۷﴾ ﴿یونس: ۸۷۔۸۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۷ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ج رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝۸۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی کی اِلٰى مُوْسٰى موسیٰ کی طرف وَ اَخِيْهِ اور اس کے بھائی کی (طرف) اَنْ تَبَوَّاٰ کہ تم بناؤ لِقَوْمِكُمَا اپنی قوم کے لیے بِمِصْرَ مصر میں بُيُوْتًا کچھ گھر وَّ اجْعَلُوْا اور تم بناؤ بُيُوْتَكُمْ اپنے گھروں کو قِبْلَةً قبلہ وَّاَقِيْمُوا اور تم قائم کرو الصَّلٰوةَ نماز وَبَشِّرِ اور خوشخبری دے دیجئے الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو ۝۸۷ وَقَالَ مُوْسٰى اور موسیٰ نے کہا رَبَّنَآ اے ہمارے رب! اِنَّكَ بے شک تو نے اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ فرعون کو دی وَمَلَاَهٗ اور اس (کی قوم) کے سرداروں کو زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا زینت اور مال فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں رَبَّنَا اے ہمارے رب! لِيُضِلُّوْا تاکہ وہ گمراہ کریں عَنْ سَبِيْلِكَ تیری راہ سے رَبَّنَا اے ہمارے رب! اطْمِسْ مٹا دے عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ ان کے مال وَ اشْدُدْ اور سخت کردے عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دل فَلَا يُؤْمِنُوْا چنانچہ ایمان نہ لائیں وہ حَتّٰى يَرَوُا حتیٰ کہ وہ دیکھ لیں الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ دردناک عذاب ۝۸۸

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ اور اُس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کیلئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ (یعنی مسجدیں) ٹھہراؤ اور نماز پڑھو اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو ۝۸۷ اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے اللہ! تو نے فرعون اور اُس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں (بہت سا) ساز و برگ اور مال و زر دے رکھا ہے اے اللہ! ان کا مقصد یہ ہے کہ تیرے راستے سے گمراہ کردیں، اے اللہ! ان کے مال کو برباد کردے اور اُن کے دلوں کو سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں ۝۸۸

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی پر وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنی قوم کو مصر ہی کے گھروں میں بساؤ۔

۲۔اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بنالو۔

۳۔اسی طرح نماز قائم کرو۔

۴۔ایمان والوں کو خوشخبری دے دو۔

۵۔موسیٰ نے کہا اے ہمارے پروردگار! آپ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیوی زندگی میں بڑی سج دھج اور مال و دولت بخشی ہے۔

۶۔اے ہمارے پروردگار! اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ وہ لوگوں کو آپ کے راستہ سے بھٹکا رہے ہیں۔

۷۔اے ہمارے پروردگار! ان کے مال کو تہس نہس کر دیجئے۔

۸۔ان کے دلوں کو اتنا سخت کر دیجئے کہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔

ان آیتوں میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو کچھ ہدایات دی جا رہی ہیں تاکہ وہ ان ہدایتوں پر عمل کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قوم سے نجات دے سکیں اور فرعون اور اس کی قوم سے خلاصی و رہائی کا طریقہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو بتلایا جا رہا ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو وحی کے ذریعہ یہ حکم دیا گیا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کے لئے مصر ہی میں گھر بنائے رکھو، یعنی بنی اسرائیل فرعون اور اس کی قوم سے ڈر کر اِدھر اُدھر بھاگ کر کسی اور جگہ سکونت اختیار کرنے کے بجائے مصر ہی میں بنی اسرائیل اپنے گھر بنالیں تاکہ وہ ان گھروں میں محفوظ رہ سکیں۔ اکثر مفسرین کی اس سے یہی مراد ہے کہ بنی اسرائیل مصر میں اپنے گھر بنالیں۔ بعض مفسرین نے بیوت سے مراد مسجدیں لیا ہے کہ بنی اسرائیل مصر میں مسجدیں بنالیں۔ یعنی بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے ذریعہ یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھر ہی اس طرح بنالیں کہ وہ قبلہ رخ ہوں تاکہ وہ اپنے گھروں میں نماز بھی ادا کر سکیں، اس لئے کہ فرعون اور اس کے سرداروں کا خوف بنی اسرائیل پر چھایا ہوا تھا۔ بنی اسرائیل کا مسجدوں کے لئے جانا یا مسجدیں بنانا مشکل تھا اور مصر میں کھل کر نماز پڑھنے کا موقع بھی نہیں تھا، اس لئے بنی اسرائیل کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے گھر قبلہ رخ بنالیں اور اپنے گھروں ہی میں نماز ادا کریں۔

حضرت قتادہ اور ضحاک وغیرہ کی رائے یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے گھر آمنے سامنے بنالو۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ قبلہ سے مراد بیت المقدس ہے اس لئے کہ بنی اسرائیل کا

قبلہ تو بیت المقدس تھا۔ بنی اسرائیل کو ایک ایسے ماحول میں جہاں فرعون اور اس کے سرداروں کا ظلم بنی اسرائیل پر ہو رہا ہو اہمیت کے ساتھ نماز کی جانب انہیں متوجہ کرنا اور اپنے گھروں کو قبلہ نما بنانے کی ترغیب دینا اور نماز کو قائم رکھنے کی تلقین کرنے کا حکم یہ بتا تا ہے کہ مخالفانہ ماحول میں بھی نماز کی کس قدر اہمیت وفضیلت ہے؟ اگر قوم مظلومیت سے بھی دوچار ہو، ظلم اپنے شباب پر بھی ہو، ایسے وقت بھی نماز کا یہ فریضہ ایک سچے مومن ومسلمان سے ہرگز نہیں چھوٹے گا۔ بنی اسرائیل اپنی مسجدوں اور عبادت گاہوں ہی میں نماز ادا کیا کرتے تھے، مگر فرعون نے بنی اسرائیل کو ان مسجدوں اور کنیساؤں میں نماز ادا کرنے سے روک دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو اس بات کی تاکید کریں کہ وہ مصر میں اپنے گھر بنالیں اور ان گھروں کی تعمیر ہی اس انداز سے ہو کہ ان کا رخ قبلہ کی طرف ہو تا کہ وہ اپنے گھروں میں رہ بھی سکیں اور آسانی کے ساتھ اپنے گھروں میں نماز بھی قائم کرسکیں۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا جارہا ہے کہ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اے موسیٰ! جن مومنوں نے آپ پر ایمان قبول کیا ہے آپ ان کو اس بات کی خوشخبری دیجئے کہ اللہ تعالیٰ دشمن کے مقابلہ میں دنیا میں تمہاری مدد ونصرت فرمائے گا اور تمہاری حفاظت کرے گا اور آخرت میں تمہیں جنت والی نعمت عطا فرمائے گا۔ مصر میں ایک طرف فرعون اور فرعونیوں کا معاملہ تھا تو دوسری طرف حضرت موسیٰ اور ان کی قوم بنی اسرائیل کا معاملہ تھا۔ فرعون اور اس کی قوم کا معاملہ یہ تھا کہ وہ مصر میں خوشحال تھے، اقتدار بھی انہی کے ہاتھ میں تھا، وہ ٹھاٹ باٹ، زیب وزینت اور عیش وآرام کے ساتھ مصر میں زندگی بسر کررہے تھے۔ دوسری طرف بنی اسرائیل کا معاملہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل کی حیثیت مہاجر کی سی تھی اور فرعونی اصل شہری تصور کئے جاتے تھے۔ چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کسی زمانہ میں مصر جاکر آباد ہوگئے تھے اور وہ وہاں پردیسی تھے اور فرعون اور اس کی قوم کے لوگ جو قبطی کہلاتے تھے وہ مصر ہی کے تھے۔ فرعون کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے فرعون کی قوم کے لوگ بنی اسرائیل پر ظلم کیا کرتے تھے اور محنت مزدوری کے کام ان سے لیا کرتے تھے۔ بنی اسرائیل مال ودولت کے اعتبار سے بھی کمزور تھے۔ ایسے نازک ماحول میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کررہے ہیں کہ رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اے پروردگار! آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو ایسی نعمت اور دنیا کا ایسا ساز وسامان عطا فرمایا ہے جس سے وہ دنیا میں غرور اور گھمنڈ کرتے ہیں۔ ان فرعونیوں کے پاس زینت کا سامان ہے، زیورات ہیں، زندگی کے عیش وعشرت کے سامان ہیں اور دنیا کا مال ومتاع اور دیگر سامان ہیں۔ ان کے پاس کھیتیاں اور مویشیاں ہیں۔ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ اے میرے پروردگار! یہ سب ان کے پاس اس لیے ہیں کہ وہ آپ کے راستہ سے لوگوں کو گمراہ کردیں۔ یعنی ان نعمتوں کی بہتات کی وجہ سے یہ تیرے بندوں کو دینِ حق سے گمراہ کردیں گے اور زمین میں سرکشی کریں گے۔ سورۂ علق کی

آیت نمبر ۶ اور ۷ میں ہے: كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلی سرکشی کر رہا ہے، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے۔ اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ انسان جب اپنے آپ کو محتاج سمجھنے کے بجائے بے نیاز سمجھنے لگتا ہے تو اس کے اندر خود بخود سرکشی آنے لگتی ہے۔ مصر کے فرعونوں کے قبور میں اور مصر کے آثارِ قدیمہ میں جو چیز مشاہدہ کو ملتی ہے وہ یہی کہ انہوں نے جو محلات تعمیر کیے تھے اور جو قبریں اور مجسمے بنائے تھے اور ایک ایسی بدترین تہذیب کا وجود بخشا تھا جس تہذیب کے ہر جز میں فرعونیت، غرور و گھمنڈ اور سرکشی و طغیانی اور ظلم و بربریت جھلکتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے یہ دعا کی: رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ اے ہمارے پروردگار! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو سخت کر دیجئے، وہ ایمان ہی نہ لائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور فرعونیوں کے بارے میں دو دعائیں کی ہیں۔ ایک دعا تو یہ کی کہ ان کے مالوں کو ختم فرما دے۔ ان کے مال و دولت کے جو آثار ہیں جن کی وجہ سے ان کی سرکشی بڑھی ہوئی ہے۔ بنیادی طور پر ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے۔ دوسری دعا یہ فرمائی کہ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں کو سخت کر دیجئے۔ جب ان کے مال ختم ہو جائیں گے اور ان کے دل سخت ہو جائیں گے تو ان کے غرور کا نشہ ہی ختم ہو جائے گا۔ یہ فرعون کی قوم کے لوگ ایمان ہی نہ لائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ اس طرح یہ اپنے کفر کی سزا دنیا میں اور آخرت میں چکھ لیں۔ مفسرین نے یہاں یہ بات بھی بیان کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ دعا کر رہے تھے اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام ان کی اس دعا پر آمین کہتے جا رہے تھے۔

تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے

﴿درس نمبر: ۹۰۸﴾ ﴿یونس: ۸۹-۹۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸۹ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۹۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ (اللہ نے) کہا قَدْ تحقیق اُجِيْبَتْ قبول کر لی گئی دَّعْوَتُكُمَا تم دونوں کی دعا فَاسْتَقِيْمَا سو تم دونوں ثابت قدم رہو وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ اور پیروی مت کرو سَبِيْلَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے راستے کی جو لَا يَعْلَمُوْنَ علم نہیں رکھتے ۝۸۹ وَجٰوَزْنَا اور ہم نے پار کر دیا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کو الْبَحْرَ سمندر سے فَاَتْبَعَهُمْ پھر تعاقب کیا ان کا فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ فرعون اور اس کے لشکر نے بَغْيًا سرکشی کرتے ہوئے

وَّ عَدۡوًا اور ظلم وزیادتی کرتے ہوئے حَتّیٰۤ حتی کہ اِذَاۤ جب اَدۡرَکَهُ پالیا اس کو الۡغَرَقُ غرقابی نے قَالَ (تو فرعون نے) کہا اٰمَنۡتُ میں ایمان لایا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ (ساتھ اس بات کے کہ) بلاشبہ نہیں کوئی معبود اِلَّا الَّذِیۡۤ سوائے اس ذات کے کہ اٰمَنَتۡ ایمان لائے ہیں بِهٖ اس کے ساتھ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ بنواسرائیل وَاَنَا اور میں مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ فرمانبرداروں میں سے ہوں ۹۰

ترجمہ: (اللہ نے) فرمایا کہ تمہاری دعا قبول کر لی گئی تو تم ثابت قدم رہنا اور بے عقلوں کے راستے نہ چلنا ۸۹ اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو فرعون اور اُس کے لشکر نے سرکشی اور زیادتی سے اُن کا تعاقب کیا یہاں تک کہ جب اُس کو غرق (کے عذاب) نے آ پکڑا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لایا کہ جس (الٰہ) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں ۹۰

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری دعا قبول کر لی گئی ہے۔

۲۔ اب تم دونوں ثابت قدم رہو۔

۳۔ ان لوگوں کے پیچھے ہرگز نہ چلنا جو حقیقت سے ناواقف ہیں۔

۴۔ ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کرا دیا۔

۵۔ فرعون اور اس کے لشکر نے بھی ظلم وزیادتی کی نیت سے ان کا پیچھا کیا۔

۶۔ یہاں تک کہ جب ڈوبنے کا انجام اس کے سر پر آ پہنچا تو کہنے لگا

۷۔ میں مان گیا کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۸۔ میں بھی فرمانبرداروں میں شامل ہوتا ہوں۔

پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دو دعاؤں کا ذکر تھا جو انہوں نے فرعونیوں کے حق میں کی تھیں کہ ان کے مالوں کو ختم فرما دے اور ان کے دلوں کو سخت فرما دے۔ اس دعا کا جواب یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جا رہا ہیکہ وَقَالَ قَدۡ اُجِیۡبَتۡ دَّعۡوَتُكُمَا اے موسیٰ اور ہارون! تم دونوں نے جو دعا کی تھی وہ دعا قبول کر لی گئی ہے۔

اس کے بعد حصرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے کہا جا رہا ہے کہ فَاسۡتَقِیۡمَا تم دونوں ثابت قدم رہو۔ ایسے موقعوں پر ثابت قدمی کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ وَلَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِیۡلَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ اور ان لوگوں کے راستہ کی اتباع نہ کرو جو نہیں جانتے۔ دعا کی قبولیت کی بشارت دی گئی اور اس کے ساتھ ہی استقامت کا حکم دیا گیا۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جیسے ہی دعا کی جائے اس دعا کی قبولیت کے آثار نظر آنے لگیں۔ دعا قبول تو ہوگئی ہے۔ تم نے جس چیز کا مطالبہ کیا ہے وہ یقیناً ہو کر رہے گا۔ ان فرعونیوں کا مال ختم ہوگا، ان

کے دل سخت ہوں گے، لیکن یہ اپنے وقت پر ہوں گے۔ ہاں! اس دعا کی قبولیت کے سلسلہ میں ہرگز یہ طریقہ نہ ہو کہ دعا کی قبولیت میں جلدی مچائی جائے اور اللہ کے وعدہ کے سلسلہ میں عدم اطمینان کا اظہار کیا جائے۔ غور کیجئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کی قبولیت کا ظہور چالیس سال کے بعد ہوا۔ فرعون اس دعا کے بعد چالیس سال تک زندہ رہا۔ دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر ہونے میں چالیس سال لگ گئے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ بندہ کا کام دعا کرنا ہے، قبولیت کے سلسلہ میں اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا چاہئے اور دعا کرنے کے بعد استقامت کے ساتھ رہنا چاہئے۔ دعا کی قبولیت کی تاخیر میں گھبراہٹ یا مایوسی کا شکار نہیں ہونا چاہئے اور جس کام کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں یکسوئی کے ساتھ لگے رہنا چاہئے۔ جو لوگ دعا کی قبولیت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی عادت سے ناواقف ہوتے ہیں اور جن کی نگاہ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کی طرف نہیں جاتی وہ لوگ گھبراہٹ اور مایوسی کی طرف اپنا قدم بڑھاتے ہیں۔

چالیس سال کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے چل دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ ایک مقررہ وقت میں اپنی قوم کو لے کر نکلیں اور ان کے نکلنے کی تیاریوں اور اسباب کا علم فرعونیوں کو نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کو لے کر نکلے تو وہ چھ لاکھ لوگ تھے۔ بنی اسرائیل کے بہت سے لوگوں نے فرعون کی قبطی قوم سے استعارۃً یعنی عارضی طور پر ان کے زیور لے رکھے تھے جیسا کہ لوگ تقاریب وغیرہ میں جانے کے لئے ایک دوسرے کا زیور لے لیتے ہیں۔ جب بنی اسرائیل مصر سے نکل رہے تھے تو اپنے ساتھ انہوں نے زیور بھی رکھ لیا۔ فرعون کو بنی اسرائیل کے مصر چھوڑ کر جانے کی اطلاع ہوئی اور فرعون کو یہ بات ناگوار گزری کہ بنی اسرائیل مصر کی سرزمین سے اس طرح کہیں اور چلے جائیں۔ فرعونیوں کو یہ فکر ہوئی کہ برسوں سے بنی اسرائیل کے جو لوگ ان کی خدمت کرتے آرہے تھے اب کون ان کی خدمت کرے گا؟ فرعون کے لاکھوں لوگوں کے لئے ایک بڑا مسئلہ تھا۔ لاکھوں فرعونیوں کو اپنے گھریلو کام کاج کے لئے یقیناً دشواری ہوگی۔ چنانچہ فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ بنی اسرائیل کا پیچھا کیا۔ اُدھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر لاٹھی ماری تو سمندر میں بارہ راستے بن گئے، جن راستوں سے بنی اسرائیل گزرنے لگے۔ اِدھر فرعون نے بھی اپنے لشکر کو آگے بڑھایا اور جس سمندری راستہ سے بنی اسرائیل گزر رہے تھے اس راستہ پر فرعون نے اپنا لشکر بھی گھسا دیا۔ اس طرح ان کا مقصد بنی اسرائیل کا پیچھا کرنا تھا، مگر نتیجہ فرعون کے مقصد کے برخلاف نکلا اور بنی اسرائیل تو ان کے سامنے سمندر پار کر گئے اور فرعون اور اس کا لشکر درمیانی سمندر میں غرق ہو کر رہ گئے۔ یہاں فرعون کے غرق ہونے کی منظر کشی کی گئی ہے:

حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی قدرت کے کرشمہ سے سمندر پار کرادیا اور فرعون اور اس کے لشکر کو بیچ سمندر میں غرق کر دیا۔ جب فرعون غرق ہونے کے قریب ہوا اور اس کو یقین ہو گیا کہ اب تو میں غرق ہی ہو رہا ہوں تو اس نے اپنی زبان سے یہ جملہ کہا جس جملہ کو قرآنِ مجید نے قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا: اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فرعون کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اس کے ایمان کی جو مہلت تھی اس کی وہ مدت اور اس کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ غرق کے وقت میں فرعون نے جو کچھ کہا وہ زبردستی کہا۔ ایسے وقت میں اس نے یہ ایمان والا جملہ کہا جبکہ اس کے اختیارات سب ختم ہو چکے تھے۔ قدرت کا قانون ہے کہ عذاب کو دیکھنے سے پہلے تک ایمان لانے کا اختیار رہتا ہے اور جب عذاب کو دیکھ لیں تو ایمان لانے کا اختیار ختم کر دیا جاتا ہے۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۸۴ اور ۸۵ میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے: فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب آنکھوں سے دیکھ لیا تو اس وقت کہا کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لے آئے اور ان سب کا ہم نے انکار کر دیا جن کو ہم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔ لیکن جب ہمارا عذاب انہوں نے دیکھ لیا تھا تو اس کے بعد ان کا ایمان لانا انہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتا تھا۔ خبردار رہو کہ اللہ تعالیٰ کا یہی معمول ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے چلا آتا ہے اور اس موقع پر کافروں نے سخت نقصان اُٹھایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: جب اللہ نے فرعون کو ڈبویا تو اس نے (اس موقع پر) کہا: اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ کہ میں اس بات پر ایمان لایا کہ اس معبود کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ پھر جبرئیل (علیہ السلام) نے کہا: اے محمد! (ﷺ) کاش اس وقت میری حالت دیکھی ہوتی۔ میں اس ڈر سے کہ کہیں اس (مردود) کو اللہ کی رحمت حاصل نہ ہو جائے میں سمندر سے کیچڑ نکال نکال کر اس کے منہ میں ٹھونسنے لگا۔ (ترمذی: ۳۱۰۷)

﴿درس نمبر: ۹۰۹﴾ فرعون کی نعش بطور عبرت محفوظ ﴿یونس: ۹۱-۹۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: آٰلْئٰنَ (اللہ نے فرمایا) کیا اب (ایمان لایا ہے؟) وَ حالانکہ قَدْ تحقیق عَصَیْتَ تو نافرمان تھا قَبْلُ پہلے وَكُنْتَ اور تھا تو مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ فساد کرنے والوں میں سے ﴿۹۱﴾ فَالْیَوْمَ چنانچہ آج نُنَجِّیْكَ ہم نجات

دیں گے تجھے (باہر نکال پھینکیں گے سمندر سے) بِبَدَنِکَ تیرے بدن سمیت لِتَکُوْنَ تا کہ ہوتو لِمَنْ ان کے لیے جو خَلْفَکَ تیرے پیچھے (آنے والے) ہیں اٰیَةً نشانی وَاِنَّ اور بے شک کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بہت سے لوگ عَنْ اٰیٰتِنَا ہماری نشانیوں سے لَغٰفِلُوْنَ البتہ غافل ہیں۞

ترجمہ: (جواب ملا کہ) اب (ایمان لاتا ہے)؟ حالانکہ پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسد بنا رہا۞ تو آج ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تا کہ تو پچھلوں کیلئے عبرت ہو۔ اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں ۞

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے؟

۲۔ حالانکہ اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا۔

۳۔ مسلسل فساد ہی مچاتا رہا۔

۴۔ لہٰذا آج ہم تیرے صرف جسم کو بچائیں گے۔

۵۔ تا کہ تو اپنے بعد کے لوگوں کے لئے عبرت کا نشان بن جائے۔

۶۔ کیونکہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل بنے ہوئے ہیں۔

جب فرعون نے غرق ہونے کے ڈر سے یہ کہا کہ اٰمَنْتُ میں ایمان لایا تو اس کے اس جملہ کا جواب دیا گیا کہ آلْـٰٔنَ اب ایمان لاتا ہے۔ اے فرعون! کیا یہ ایمان لانے کا وقت ہے؟ تجھے تو اتنی لمبی زندگی دی گئی تھی۔ تجھے موقع دیا گیا تھا اور تجھے مہلت دی گئی تھی، مگر تو موسیٰ (علیہ السلام) کے تمام معجزات اور دیگر نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان نہ لایا۔ اب جبکہ اضطراری کیفیت طاری ہوگئی اور تو غرق ہونے کے قریب ہو گیا اور تو اپنے آپ سے بھی مایوس ہو گیا اور تو نے اس سے قبل اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر نافرمانیاں کیں اور تو گمراہ ہونے والوں اور گمراہ کرنے والوں میں تھا۔ تیری وجہ سے کتنے لوگ ایمان سے محروم ہو گئے؟ تیرے غرور اور ظلم نے لاکھوں انسانوں کو ایمان سے محروم رکھا۔ آلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ کیا اب ایمان لاتا ہے؟ حالانکہ اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا اور تو فساد کرنے والوں میں سے ہے۔ جو لوگ اس دنیا میں کفر کرتے ہیں اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں ان کے لئے چھوٹا موٹا عذاب نہیں دیا جائے گا بلکہ ایک عذاب سے بڑھ کر دوسرا عذاب دیا جائے گا۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۸۸ میں کہا گیا: اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا کَانُوْا یُفْسِدُوْنَ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا تھا اور دوسروں کو اللہ کے راستہ سے روکا تھا ان کے عذاب پر ہم مزید عذاب کا اضافہ کرکے رہیں گے کیونکہ وہ فساد مچایا کرتے تھے۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴۷ میں کہا گیا: وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اتراتے ہوئے اور لوگوں میں خود نمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً آج ہم تیرے بدن کو نجات دیتے ہیں۔یعنی اے فرعون! تیری لاش کو پانی میں بہا دینے کے بجائے پانی کے اوپر تیرا دیتے ہیں تا کہ تو اپنے بعد والوں کے لئے نشان بن جائے۔بعد میں آنے والی نسلیں تجھے دیکھ کر عبرت حاصل کریں گے اور وہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرنے والے کا انجام کیا ہوا؟ فرعون کے اس واقعہ سے یہ سبق ملا کہ دنیا میں کوئی بھی شخص چاہے اس کی سلطنت کتنی ہی وسیع و عریض ہو اس کا دبدبہ کتنا ہی زیادہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔فرعون سے یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم تیرے ایسے جسم کو جس سے اس کی روح جدا ہوگئی ہے زمین سے بلند جگہ پر اونچا کریں گے اور تیرا بدن صحیح سلامت رکھیں گے کہ اس میں سے کوئی چیز کم نہ ہوئی ہو تا کہ بنی اسرائیل کو دلیل بھی مل جائے اور تیری موت کا یقین بھی ہوجائے اور تیری ہلاکت سے بنی اسرائیل عبرت بھی حاصل کریں۔لوگوں کے دلوں میں فرعون کے بارے میں یہ تصور تھا کہ وہ اعلیٰ درجہ کا اور اونچی شان کا بادشاہ ہے، وہ غرق نہیں ہوسکتا۔ہم نے فرعون کے بدن کو اس لیے بھی باقی رکھا تا کہ فرعون کے بعد لوگوں کو سبق ملے اور وہ اس کے بدن سے عبرت حاصل کریں اور اس کے بدترین انجام کو دیکھ کر پھر کسی کے رب ہونے کا دعویٰ کرنے کی ہمت نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی نعش کو محفوظ رکھا۔وہ نعش سمندر کی تہہ میں جانے کے بجائے پانی کی سطح پر تیرتی رہی تا کہ سب دیکھنے والے اسے دیکھ سکیں۔اتنی بات تو اس آیت سے معلوم ہوتی ہے۔اب آخری زمانہ کے مورخین و محققین نے یہ تحقیق کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام منفتاح تھا اور اس کی نعش صحیح سلامت دریافت ہوگئی ہے۔اب تک یہ نعش مصر کے شہر قاہرہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہے اور ساری دنیا کے لئے عبرت کا سامان بنی ہوئی ہے۔اگر یہ تحقیق درست ہے تو یہ آیت کریمہ قرآنِ کریم کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے، کیونکہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب لوگوں کو یہ معلوم بھی نہیں تھا کہ فرعون کی نعش اب بھی محفوظ ہے۔سائنسی طور پر اس کا انکشاف بعد میں ہوا۔

اس کے بعد یہاں یہ بات بتلائی گئی کہ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل بنے ہوئے ہیں۔یعنی اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل سے غافل ہیں۔وہ لوگ اس قسم کی نشانیوں سے نصیحت اور عبرت حاصل نہیں کرتے، اس میں غفلت کی مذمت کی گئی ہے۔آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم قدرت کی بہت سی نشانیوں پر غور وفکر ہی نہیں کرتے، بس عام انسانوں کی طرح بے فکری کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

بنی اسرائیل کیلئے عمدہ ٹھکانہ اور پاکیزہ رزق

درس نمبر: ۹۱۰ — یونس: ۹۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِیْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق بَوَّانَا ہم نے ٹھکانہ دیا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل کو مُبَوَّاَ ٹھکانا صِدْقٍ اچھا وَّرَزَقْنٰھُمْ اور ہم نے انہیں رزق دیا مِّنَ الطَّیِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں سے فَمَا اخْتَلَفُوْا پھر اختلاف نہیں کیا انہوں نے حَتّٰی یہاں تک کہ جَآءَھُمُ آیا ان کے پاس الْعِلْمُ علم اِنَّ بلاشبہ رَبَّکَ آپ کا رب یَقْضِیْ فیصلہ کرے گا بَیْنَھُمْ ان کے درمیان یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن فِیْمَا اس چیز میں کہ کَانُوْا تھے وہ فِیْہِ اس میں یَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے ۹۳

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کیلئے رہنے کو عمدہ جگہ دی اور کھانے کیلئے پاکیزہ چیزیں عطا کیں لیکن وہ باوجود علم حاصل ہونے کے اختلاف کرتے رہے، بیشک جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں تمہارا رب قیامت کے دن ان باتوں کا فیصلہ کردے گا۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے بنی اسرائیل کو ایسی جگہ بسایا جو صحیح معنی میں بسنے کے لائق جگہ تھی۔

۲۔ ان کو پاکیزہ چیزوں کا رزق بخشا۔

۳۔ پھر انہوں نے دینِ حق کے بارے میں اس وقت تک اختلاف نہیں کیا جب تک ان کے پاس علم نہیں آیا۔

۴۔ یقین رکھو کہ جن باتوں میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے ان کا فیصلہ تمہارا پروردگار قیامت کے دن کرے گا۔

بنی اسرائیل پر دنیوی اور دینی جو نعمتیں عطا کی گئیں ان کا ذکر اس آیت میں ہے۔ بنی اسرائیل مصر سے نکل کر سمندر پار کر گئے اور فرعون اور اس کے لشکر ڈبو دیئے گئے۔ اب بنی اسرائیل کو فرعون اور فرعونیوں کا خوف نہیں رہا۔ انہوں نے غلامی کی جو طویل زندگی بسر کی تھی اس زندگی سے بنی اسرائیل کو نجات مل گئی۔ سمندر پار کرنے کے بعد بنی اسرائیل فلسطین کی طرف روانہ ہوئے، لیکن اپنی شرارتوں کی وجہ سے میدانِ تیہ میں مارے مارے پھرتے رہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کو اپنے وطن فلسطین میں ٹھکانہ دیا گیا اور انہیں فلسطین میں اقتدار بھی حاصل ہو گیا۔ بنی اسرائیل کو جو ٹھکانہ دیا گیا وہ ان کی مرضی کا اچھا ٹھکانہ تھا۔ بنی اسرائیل پہلے مصر میں رہے اور اب ان کو فلسطین کی سرزمین مل گئی۔ بنی اسرائیل کو فلسطین میں پاکیزہ، اچھی، معیاری اور لذیذ رزق بھی دیا گیا اور پھل پھلاریاں، درختوں کے درمیان بہنے والا پانی، مویشی، چوپائے اور بری اور بحری پرندے سب کچھ عطا کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی زبانی بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ ان کو فلسطین کی سرزمین دی جائے۔ علماء کرام نے بنی اسرائیل کے اس لفظ سے جو مراد ہے اس سلسلہ میں دو قول بیان کیے ہیں۔ پہلا قول یہ کہ بنی اسرائیل وہی یہودی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ اگر یہی مراد لیا جاتا ہے تو مُبَوَّاَ صِدْقٍ یعنی اس آیت میں جو اچھا ٹھکانہ مراد لیا گیا ہے اس سے مراد ملک مصر اور شام دونوں مراد

ہیں۔ایسی صورت میں الطیبات من الرزق یعنی اچھا رزق جو تھا وہ دراصل بنی اسرائیل کی وراثت تھی، وہ فرعون کی قوم کے ہاتھوں میں نہیں تھی۔ دوسرے قول کے اعتبار سے بنی اسرائیل سے مراد وہ یہودی ہیں جن کو رسولِ رحمت ﷺ کا زمانہ ملا۔اسی بنیاد پر مفسرین کی ایک بڑی جماعت کہتی ہے کہ بنی اسرائیل سے مراد وہ یہودی قبیلے ہیں جو بنو قریظہ، بنو نظیر اور بنو قینقاع وغیرہ تھے اور مُبَوَّاَ صِدۡقٍ اچھا ٹھکانہ سے مراد مدینہ اور شام کے درمیان کا علاقہ ہے اور طیبات سے مراد اس سرزمین کے کھجور وغیرہ مراد ہیں۔ بہرحال بنی اسرائیل کو جو بہترین ٹھکانہ اور اچھی روزی دی گئی تھی اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مشغول ہو جاتے، لیکن ان کا حال اس آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ فَمَا اخۡتَلَفُوۡا حَتّٰی جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ انہوں نے اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے پاس علم پہنچ گیا۔یعنی بنی اسرائیل نے جہالت کی وجہ سے آپس میں اختلاف نہیں کیا بلکہ علم کے آ پہنچنے کے بعد ہی اختلاف کیا۔انہوں نے آفاقی کتاب تورات پڑھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور تورات کے سارے احکام کا علم حاصل کیا اور رسولِ رحمت ﷺ کے معجزات اور آپ کے اوصافِ مبارکہ کی سچائی کو جاننے کے باوجود بنی اسرائیل یعنی ان مدینہ کے یہودیوں نے اختلاف کرلیا، حالانکہ بنی اسرائیل یعنی یہ یہودی رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار و اعتراف کرتے تھے اور رسولِ رحمت ﷺ کی رسالت کی سچائی پر متفق تھے۔ وہ رسولِ رحمت ﷺ کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح وہ اپنے بچوں کو پہچانتے تھے۔لیکن جب رسولِ رحمت ﷺ کی بعثت ہوئی تو صرف حسد اور مال و دولت کی حرص کی وجہ سے انکار کر دیا۔ یہ اور بات ہے کہ ان میں سے بعض رسولِ رحمت ﷺ پر ایمان لائے۔خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے مسائل میں جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے اختلاف نہیں کیا، انہوں نے علم کے آ چکنے کے بعد اختلاف کیا، حالانکہ انہیں علمِ حق اور علمِ صحیح آ چکنے کے بعد اختلاف نہیں کرنا چاہئے تھا۔

اِنَّ رَبَّکَ یَقۡضِیۡ بَیۡنَهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡهِ یَخۡتَلِفُوۡنَ بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ ان کے درمیان ان امور کے بارے میں جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔حق بات کو جاننے والوں اور باطل کو اختیار کرنے والوں کے درمیان فرق کر دے گا۔حق اختیار کرنے والوں کو دوزخ کے عذاب سے نجات دے گا اور انہیں جنت میں داخل کر دے گا اور باطل کے پجاریوں کو دوزخ کے عذاب میں مبتلا کرے گا۔صاحبِ معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ اس سے وہ یہودی مراد ہیں جو رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ میں تھے۔ پہلے سے یہ لوگ رسولِ رحمت ﷺ کی تشریف آوری کے انتظار میں تھے۔مگر جب رسولِ رحمت ﷺ تشریف لائے اور ان یہودیوں نے اس قرآنِ مجید کو بھی سنا جو آپ پر نازل ہوا اور آپ ﷺ کے بارے میں جان لیا کہ آپ ہی اللہ کے آخری نبی ہیں تو جس کے انتظار میں تھے اس پر اختلاف کر بیٹھے۔اکثر لوگوں نے تو آپ ﷺ کو جھٹلایا اور چند ان میں سے مسلمان ہو گئے۔

﴿درس نمبر:۹۱۱﴾ **اللہ کی آیتوں کا انکار خسارہ کا باعث** ﴿یونس:۹۴۔۹۵﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَاِنْ چنانچہ اگر كُنْتَ ہوں آپ فِيْ شَكٍّ شک میں مِّمَّآ اس (کتاب) سے جو اَنْزَلْنَآ ہم نے نازل کی اِلَيْكَ آپ کی طرف فَسْئَلِ تو پوچھیے الَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو يَقْرَءُوْنَ پڑھتے ہیں الْكِتٰبَ کتاب مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے لَقَدْ البتہ تحقیق جَآءَكَ آ گیا آپ کے پاس الْحَقُّ حق مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے فَلَا تَكُوْنَنَّ لہٰذا ہرگز نہ ہوں آپ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ شک کرنے والوں میں سے ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ اور ہرگز نہ ہوں آپ مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے جنہوں نے كَذَّبُوْا جھٹلایا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کو فَتَكُوْنَ ورنہ آپ ہو جائیں گے (اس طرح) مِنَ الْخٰسِرِيْنَ خسارہ پانے والوں میں سے ﴿۹۵﴾

ترجمہ: اگر تم کو اس (کتاب) کے بارے میں جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے کچھ شک ہو تو جو لوگ آپ سے پہلے کی (اتری ہوئی) کتابیں پڑھتے ہیں اُن سے پوچھ لو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ چکا ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا ﴿۹۴﴾ اور نہ ان لوگوں میں ہونا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں، نہیں تو نقصان اٹھاؤ گے ﴿۹۵﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر اے پیغمبر! اگر بفرضِ محال تمہیں اس کلام میں ذرا بھی شک ہو جو ہم نے تم پر نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھو جو تم سے پہلے آسمانی کتاب پڑھتے ہیں۔

۲۔ یقین رکھو کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہی آیا ہے۔

۳۔ لہٰذا تم کبھی بھی شک کرنے والوں میں شامل نہ ہونا۔

۴۔ کبھی ہرگز ان لوگوں میں شامل نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ہے۔

۵۔ ورنہ تم ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے جنہوں نے گھاٹے کا سودا کر لیا ہے۔

گزرے ہوئے نبیوں کے قصوں کو بیان کیا گیا۔ حضرت نوح، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کے قصے بیان کئے گئے۔ ان قصوں کو بیان کرتے ہوئے یہ حقیقت بیان کی گئی کہ کس طرح قوموں کے مقابلہ میں نبیوں کی مدد کی گئی؟ اس کے بعد بنی اسرائیل کے اس اختلاف کو بیان کیا گیا جو علم رکھنے کے باوجود انہوں نے کیا تھا۔ ان کا یہ

اختلاف محض حسد، بغاوت، سرکشی اور اپنی چودھراہٹ کی بقاء کے لئے تھا۔ یہ ساری باتیں بیان کئے جانے کے بعد قرآنِ مجید کی سچائی اور رسولِ رحمت ﷺ کی نبوت کی سچائی کو ایک خاص انداز میں بیان کیا جارہا ہے۔

فَاِنۡ کُنۡتَ فِیۡ شَکٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ اگر آپ کو اس میں شک ہے جو ہم نے آپ کی طرف اتارا تو آپ ان لوگوں سے دریافت کر لیجئے جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ آپ کے رب کے پاس سے آپ کے پاس حق آ گیا ہے۔ آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں اور نہ ان لوگوں میں سے ہو جایئے جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا، ورنہ آپ تباہ کاروں میں سے ہو جائیں گے۔ یہاں بظاہر رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب ہے، لیکن حقیقت میں ان لوگوں سے خطاب کیا جارہا ہے جو رسولِ رحمت ﷺ اور قرآنِ مجید کے بارے میں شک کیا کرتے تھے، اس لئے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنِ مجید کے وحی الٰہی ہونے میں شک ہونے کا احتمال ہی نہیں تھا، جس طرح قرآنِ مجید میں یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ کہا گیا کہ اے نبی! اللہ سے ڈریئے۔ یہاں اصل خطاب جس طرح مومنوں سے ہے اسی طرح اس آیت میں بھی شک سے متعلق جو بات ہے اس سے وہ مراد ہیں جو شک کرتے ہیں۔ یہاں حقیقت میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ اے وہ لوگو! جو شک کے دلدل میں پڑے ہوئے ہو تم ان لوگوں سے پوچھ لو جو پہلے کتاب پڑھتے تھے، یعنی ان یہود و نصاریٰ سے معلوم کر لو کہ تمہاری کتابوں میں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کی خبر ہے یا نہیں اور تمہارے پاس جو علم ہے اس کے مطابق رسولِ رحمت ﷺ کے اوصاف معلوم ہو رہے ہیں یا نہیں؟ اگر یہ یہود و نصاریٰ اپنے دلوں کے اندر کا حسد نکال دیں اور اصل حقیقت بیان کریں تو وہ یہی بتائیں گے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور جو کتابِ مقدس آپ ﷺ پر نازل ہوئی ہے وہ واقعی اللہ کی کتاب ہے۔

یہاں فَاِنۡ کُنۡتَ فِیۡ شَکٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ جو کہا گیا وہ بفرضِ محال ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱۶ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے: اِنۡ کُنۡتُ قُلۡتُهٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَهٗ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو آپ کو یقیناً معلوم ہو جاتا۔ اگر بفرضِ محال میں نے ایسا کہا ہوتا۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا نہیں کہا۔ لیکن بفرضِ محال کہا گیا کہ اگر کہتے تو اللہ کو معلوم ہوتا، جس طرح اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ہی نہیں۔ اسی طرح وہاں جو لفظِ شک رسولِ رحمت ﷺ کی طرف منسوب ہے اس شک کا گزر وہاں ہوا ہی نہیں۔

لَقَدۡ جَآءَکَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ اے پیغمبر! آپ کے پاس واضح انداز میں حق آ چکا ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔ جتنی باتیں قرآنِ مجید میں بیان کی گئی ہیں وہ سچی باتیں ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ یہود و نصاریٰ آپ کی سچائی اور اچھائی سے پوری طرح باخبر ہیں، اس لئے کہ ان کی کتابوں میں یعنی تورات اور انجیل میں آپ ﷺ کی عادتیں اور آپ کے اخلاق و عادات اور آپ ﷺ کی علامات کا تذکرہ موجود

ہے۔ہم جو سچی باتیں کہہ رہے ہیں اس پر کسی قسم کا شک دل میں نہیں آنا چاہئے۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ میں یہ حقیقت یوں بتلائی گئی ہے: اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ۫ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ جو اس رسول یعنی نبی امی کے پیچھے چلیں جس کا ذکر وہ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دے گا برائیوں سے روکے گا اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام قرار دے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے وہ طوق اتار دے گا جو ان پر لدے ہوئے تھے۔رسولِ رحمت ﷺ کے یہ اوصافِ جمیلہ تورات اور انجیل میں لکھے ہوئے ہیں جن کو یہ یہود و نصاریٰ پاتے ہیں۔ جب یہ بات کھل کر سامنے آ گئی اور تمہارے پروردگار کی طرف سے حق آ گیا تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ۔

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ اور ہرگز ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ورنہ تو تباہ کاروں میں سے ہوگا۔یعنی اے نبی! آپ ان لوگوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیتوں کو جھٹلا دیا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی تھیں۔اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے رسولوں کو بھیجا جن کے ذریعہ سے اس کی نشانیاں واضح کی گئیں۔رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اے نبی! آپ ان لوگوں کی طرح مت ہو جایئے جنہوں نے رب ذوالجلال کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی آیتوں کو جھٹلایا کہ جس رب ذوالجلال نے انسانیت کی ہدایت کے لئے رسولوں کو بھیجا انہی رسولوں کو ان لوگوں نے جھٹلا دیا۔ورنہ ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جنہوں نے دنیا اور آخرت کا خسارہ اور نقصان کر لیا۔

قومِ یونس سے عذاب دور کر دیا گیا

﴿درس نمبر:۹۱۲﴾ ﴿یونس:۹۶۔۹۷۔۹۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۹۷﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِیْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۹۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ بے شک الَّذِیْنَ وہ لوگ کہ حَقَّتْ ثابت ہو چکا ہے عَلَیْهِمْ ان پر كَلِمَتُ رَبِّكَ آپ کے رب کا حکم لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے ﴿۹۶﴾ وَلَوْ اور اگرچہ جَآءَتْهُمْ آ جائیں ان کے پاس كُلُّ اٰیَةٍ ساری نشانیاں حَتّٰى یہاں تک کہ یَرَوُا وہ دیکھ لیں الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ دردناک عذاب ﴿۹۷﴾ فَلَوْلَا پھر کیوں نہ

كَانَتْ ہوئی قَرْيَةٌ کوئی بستی اٰمَنَتْ (ایسی کہ) ایمان لائی ہو فَنَفَعَهَآ پھر نفع دیا ہو اس کو اِيْمَانُهَآ اس کے ایمان (لانے) نے اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ سوائے قومِ یونس کے لَمَّآ اٰمَنُوْا جب وہ ایمان لائے كَشَفْنَا (تو) ہم نے دور کردیا عَنْهُمْ ان سے عَذَابَ الْخِزْيِ رسوائی کا عذاب فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَمَتَّعْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں فائدہ دیا اِلٰى حِيْنٍ ایک وقت (مقرر) تک ﴿۹۸﴾

ترجمہ: جن لوگوں کے بارے میں اللہ کا حکمِ (عذاب) قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے ﴿۹۶﴾ جب تک عذابِ الیم نہ دیکھ لیں خواہ اُن کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آ جائے ﴿۹۷﴾ تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لاتی تو اُس کا ایمان اُسے نفع دیتا ہاں! یہ یونس کی قوم کہ جب ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں اُن سے ذلت کا عذاب دُور کر دیا اور ایک مدت تک (فوائد دنیاوی سے) اُن کو بہرہ مند رکھا ﴿۹۸﴾

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیشک جن لوگوں کے بارے میں تمہارے رب کی بات طئے ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

۲۔ چاہے ہر قسم کی نشانی ان کے سامنے آ جائے۔

۳۔ یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔

۴۔ بھلا کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایسے وقت ایمان لے آتی کہ اس کا ایمان اسے فائدہ پہنچا سکتا؟

۵۔ البتہ صرف یونس کی قوم کے لوگ ایسے تھے۔

۶۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیوی زندگی میں رسوائی کا عذاب ان سے اٹھا لیا۔

۷۔ ان کو ایک مدت تک زندگی کا لطف اٹھانے دیا۔

ان تین آیتوں میں سے پہلی آیت میں یہ حقیقت بتلائی جا رہی ہے کہ وہ لوگ جن پر اللہ کا کلمہ یعنی اللہ کا فیصلہ ہو گیا اس بات پر کہ ان پر اللہ کا عذاب ہوگا تو پھر ایسے لوگ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اس لیے کہ ان کے پاس ایمان لانے کی استعداد ہی نہیں ہے اور کفر پر ان کے قائم رہنے کی وجہ سے یہ کبھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ایمان نہیں لائیں گے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان لانے سے روکیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے کفر کو اختیار کر لیا ہے اور اس کو اپنے ہاتھوں سے کمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے احوال اور ان کے کردار کا علم ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

دوسری آیت میں جو بات بتائی گئی وہ یہ ہے۔ اگر ان کے پاس تمام دلیلیں آ جائیں، جب تک یہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے۔ حالانکہ عذاب کو دیکھنے کے بعد ایمان لانا معتبر ہی نہیں ہوگا اور عذاب کو دیکھنے کے بعد اگر کوئی ایمان لائے گا تو وہ اس عذاب سے بچ نہیں پائے گا، جیسا کہ فرعون کا ایمان لانا اس کو کام نہ دیا۔ اس نے بھی سب کو غرق ہوتا ہوا دیکھ لیا اور اس کو یقین ہو گیا کہ میرا بھی انجام یہی ہے۔ پھر اس نے ایمان لانے کا

اعلان کیا۔ مگر اس کا ایمان لانا اس کو کچھ بھی کام نہ دیا۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۳۳ میں بھی یہ حقیقت یوں بیان کی گئی: کَذٰلِکَ حَقَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ عَلَی الَّذِیْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات کہ یہ ایمان نہ لائیں گے تمام فاسق لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے۔

تیسری آیت میں کہا جا رہا ہے کہ فَلَوْلَا کَانَتْ قَرْیَۃٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَھَآ اِیْمَانُھَآ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا کَشَفْنَا عَنْھُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَمَتَّعْنٰھُمْ اِلٰی حِیْنٍ کوئی بستی ایمان نہ لائی جس کا ایمان لانا اسے نفع دیتا، مگر یونس کی قوم کہ جب وہ لوگ ایمان لائے تو ہم نے رسوائی والا عذاب دنیا والی زندگی میں ان سے ہٹا دیا اور انہیں ہم نے ایک وقت تک فائدہ پہنچایا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے یہ بات بتا دی تھی کہ سورۂ یونس میں تین قصے بیان کئے گئے ہیں: قصۂ نوح، قصۂ موسیٰ و ہارون اور قصۂ قومِ یونس۔ اس آیت میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا قصہ بتلایا جا رہا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا ان کے نام کے ساتھ ذکر قرآنِ مجید میں چار مرتبہ آیا ہے۔ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۶۳، سورۂ انعام آیت نمبر ۸۶، سورۂ یونس آیت نمبر ۹۸ اور سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر ۱۳۹۔ حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ان کے وصف کے ساتھ دو سورتوں میں ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کو ذاالنون کا لقب دیا گیا۔ چنانچہ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۸۷ میں یوں ہے: وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّھَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ اور مچھلی والے پیغمبر یعنی حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھو جب وہ خفا ہو کر چل کھڑے ہوئے تھے اور یہ سمجھے تھے کہ ہم ان کی کوئی پکڑ نہیں کریں گے۔ سورۂ قلم کی آیت نمبر ۴۸ میں حضرت یونس علیہ السلام کو صاحب الحوت یعنی مچھلی والے کہا گیا۔ چنانچہ فرمایا: فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ وَلَا تَکُنْ کَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰی وَھُوَ مَکْظُوْمٌ غرض تم اپنے پروردگار کا حکم آنے تک صبر کئے جاؤ۔

حضرت یونس علیہ السلام کو یونس بن متی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو موصل کی سرزمین نینوی کی جانب رسول بنا کر بھیجا۔ ان کی قوم نے ان کو جھٹلا دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کو دین کی دعوت دیتے رہے اور اس پر محنت بھی کرتے رہے، مگر قوم تھی کہ ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوئی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تین دن کے اندر تم پر عذاب آ جائے گا۔ قوم کے لوگ آپس میں یہ کہنے لگے کہ اس شخص نے کبھی جھوٹ تو بولا نہیں، ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ تیسری رات کو یونس یہاں رہتے ہیں یا نہیں؟ اگر یونس رات کو یہیں رہ گئے تو ہم سمجھیں گے کہ عذاب نہیں آئے گا، اس کو ہم صرف دھمکی سمجھیں گے اور اگر یونس نے رات ہمارے ساتھ نہیں گزاری تو ہم سمجھ لیں گے کہ صبح کو عذاب آنے والا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام اس رات کو وہاں سے نکل گئے۔ جب صبح ہوئی تو ان کی قوم نے اپنی آنکھوں سے عذاب کے آثار دیکھ لیے۔ آسمان پر سخت سیاہ بادل چھا گئے اور دھواں اترنے لگا جو ان کی بستی اور ان کے گھروں کی چھتوں پر چھا گیا۔ جب قوم کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو ان لوگوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا، لیکن وہ انہیں کہیں نہیں ملے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے دلوں کو توبہ کی طرف متوجہ فرمایا۔ وہ اپنی

جانوں، عورتوں، بچوں اور جانوروں کو لے کر میدان میں نکل گئے۔ ٹاٹ کے کپڑے پہن لیے اور اخلاص کے ساتھ توبہ کی اور ایمان قبول کیا اور خوب گڑگڑائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف عاجزی کے ساتھ متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ یونس جو کچھ لے کر آئے تھے ہم اس پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی دعا قبول کی اور ان پر آنے والے عذاب کو روک دیا۔ دوسری جانب حضرت یونس علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ عذاب سے قوم ہلاک نہیں ہوئی تو قوم کے سامنے جانے میں انہیں حجاب محسوس ہوا۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے چلے گئے۔ (تفسیر طبری) دریا کے کنارے پہنچے تو ایک کشتی میں سوار ہوگئے۔ کشتی حرکت کرنے لگی۔ ملاّحوں نے کہا کہ تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے جو اپنے آقا کو چھوڑ کر بھاگ آیا ہے۔ لہٰذا ہم قرعہ ڈال لیتے ہیں، جس کا نام نکلے گا اسے دریا میں ڈال دیں گے۔ تین مرتبہ قرعہ ڈالا اور تینوں مرتبہ حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے کہا کہ میں وہ غلام ہوں جو اپنے آقا کے فرمان کا انتظار کیے بغیر بھاگ آیا ہوں۔ لہٰذا انہوں نے اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیا۔ چونکہ حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم کو چھوڑ کر جانے کا حکم نہیں ہوا تھا، اس لئے حضرت یونس علیہ السلام نے یہ سمجھ لیا کہ بھاگنے والا غلام میں ہی ہوں۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے سمندر میں چھلانگ لگادی اور ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہے اور تسبیح میں مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔ اس واقعہ کی وجہ سے حضرت یونس علیہ السلام کو قرآنِ مجید نے ذوالنون اور صاحب الحوت کہا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے اس واقعہ کو سورۂ انبیاء آیت نمبر ۸۷، سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر ۱۳۹ اور سورۂ قلم آیت نمبر ۴۸ میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ یونس کی توبہ اس وقت بھی قبول فرمالی جبکہ اس قوم نے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا، حالانکہ کسی بھی قوم پر سے عذاب نہیں ٹالا جاتا، جبکہ قوم اپنی آنکھوں سے وہ عذاب دیکھ لے۔ یہ صرف حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے ساتھ خاص رہا۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں بیان کیا گیا کہ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ۔ الخ۔ بھلا کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایسے وقت ایمان لے آئی کہ اس کا ایمان اسے فائدہ پہنچا سکتا، البتہ صرف یونس کی قوم کے لوگ ایسے تھے جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیوی زندگی میں رسوائی کا عذاب ان سے اٹھالیا اور ان کو ایک وقت تک زندگی کا لطف اُٹھانے دیا۔

درس نمبر: ۹۱۳ — اگر اللہ چاہتے تو سارے ہی لوگ ایمان لالیتے — یونس: ۹۹-۱۰۰-۱۰۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ط اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۹۹ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۱۰۰ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي

السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَا تُغۡنِی الۡاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنۡ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَوۡ اور اگر شَآءَ چاہتا رَبُّکَ آپ کا رب لَاٰمَنَ تو ایمان لے آتے مَنۡ وہ لوگ جو فِی الۡاَرۡضِ زمین میں ہیں کُلُّھُمۡ سب کے سب جَمِیۡعًا سارے ہی اَ فَاَنۡتَ کیا پھر آپ تُکۡرِہُ مجبور کریں گے النَّاسَ لوگوں کو حَتّٰی یہاں تک کہ یَکُوۡنُوۡا وہ ہو جائیں مُؤۡمِنِیۡنَ مومن؟﴿۹۹﴾ وَمَا کَانَ اور نہیں ہے لِنَفۡسٍ (ممکن) کسی نفس کے لیے اَنۡ تُؤۡمِنَ کہ وہ ایمان لائے اِلَّا مگر بِاِذۡنِ اللّٰہِ اللہ کے حکم کے ساتھ وَیَجۡعَلُ اور کرتا ہے (اللہ) الرِّجۡسَ پلیدی (عذاب) عَلَی الَّذِیۡنَ ان لوگوں پر جو لَا یَعۡقِلُوۡنَ عقل نہیں رکھتے ﴿۱۰۰﴾ قُلِ آپ کہہ دیجئے انۡظُرُوۡا دیکھو (اور غور کرو اس میں) مَاذَا جو کچھ ہے فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالۡاَرۡضِ اور زمین (میں) وَمَا تُغۡنِی اور فائدہ نہیں دیتیں الۡاٰیٰتُ نشانیاں وَالنُّذُرُ اور تنبیہات عَنۡ قَوۡمٍ ان لوگوں کو جو لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ایمان نہیں لاتے ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: اور اگر تمہارا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں؟﴿۹۹﴾ حالانکہ کسی شخص کو قدرت نہیں ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لائے اور جو لوگ بے عقل ہیں اُن پر وہ (کفر و ذلت کی) نجاست ڈالتا ہے ﴿۱۰۰﴾ (ان کفار سے) کہو کہ دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کیا کچھ ہے؟ مگر جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان کو نشانیاں اور ڈراوے کچھ کام نہیں آتے ﴿۱۰۱﴾

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر اللہ چاہتا تو روئے زمین پر بسنے والے سب کے سب ایمان لے آتے۔

۲۔ تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرو گے تاکہ وہ سب مومن بن جائیں۔

۳۔ کسی بھی شخص کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر مومن بن جائے۔

۴۔ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اللہ ان پر گندگی مسلط کر دیتا ہے۔

۵۔ اے پیغمبر! ان سے کہو کہ ذرا نظر دوڑاؤ کہ آسمانوں اور زمین میں کیا کیا چیزیں ہیں؟

۶۔ لیکن جن لوگوں کو ایمان لانا ہی نہیں ہے ان کے لئے زمین و آسمان میں پھیلی ہوئی نشانیاں اور آگاہ کرنے والے پیغمبر کچھ بھی کارآمد نہیں ہوتے۔

رسولِ رحمت ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی شان یہ تھی کہ آپ میں اس بات کی حرص زیادہ تھی کہ لوگوں کو نفع ملے، لوگوں کا انجام اچھا ہو، لوگوں کو کامیابی اور سلامتی ملے، فوز و فلاح ملے۔ رسولِ رحمت ﷺ کے دل کی یہ کیفیت تھی کہ دنیا جہاں کے سارے ہی انسانوں کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب ہوں۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۸ میں رسولِ رحمت ﷺ کے اس جذبۂ صادق اور وصفِ خاص کو یوں بیان کیا گیا: لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡهِ مَا عَنِتُّمۡ

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس میں سے ہیں جن کو تمہاری مضرت (نقصان) کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہارے منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمان والوں کے ساتھ بڑے شفیق اور مہربان ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ کی اسی خصوصی کیفیت اور جذبۂ مہربانی کی وجہ سے آپ ﷺ کا جی یہ چاہتا تھا کہ سارے ہی لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ سب کے سب ایمان کی لذت سے مستفید ہو جائیں اور سارے ہی لوگ اللہ کی رضامندی پانے والے بن جائیں اور سب کے سب جنت کا چہرہ دیکھ لیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا نظام اور اس کی حکمت کا معاملہ الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو زمین پر بسنے والے سارے ہی انسان مومن ہو جاتے، توحید ہی توحید چھائی ہوئی ہوتی، شرک کا نام ونشان نہ ہوتا، سارے انسانوں کی زبانوں پر اللہ اکبر، سبحان اللہ اور ماشاء اللہ ہی چھایا ہوا ہوتا۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں یوں بیان کیا گیا: وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اور اگر آپ کا رب چاہتا تو زمین میں جتنے بھی لوگ ہیں سارے کے سارے ایمان لے آتے، لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں چاہتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں جتنے کافر اور مشرک ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایمان کا مشیتِ الٰہی سے گہرا تعلق ہے، یعنی اللہ کے ارادہ اور انسان کے ایمان کے درمیان گہرا رشتہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرے گا تو کوئی شخص مومن ہوگا، جس طرح کسی انسان کی پیدائش اللہ کے ارادہ کے بغیر نہیں ہوسکتی اسی طرح اللہ کے ارادے اور اس کی ہدایت کے بغیر کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوسکتا۔ سورۃ التکویر کی آیت نمبر ۲۹ میں یہی بات کہی گئی: وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اور تم چاہو گے نہیں جب تک اللہ نہ چاہے۔ ہمارا ارادہ بھی اللہ کے ارادہ پر موقوف ہے۔ ہم جو بھی ارادہ کرتے ہیں اس ارادے کے پیچھے اللہ کا ارادہ کام کر رہا ہوتا ہے۔ اللہ کے ارادہ کے بغیر کوئی ارادہ بھی نہیں کرسکتا۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۱۸ اور ۱۱۹ میں بھی یہ حقیقت یوں بیان کی گئی ہے: وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝۱۱۸ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک ہی طریقہ کا پیرو بنا دیتا، مگر کسی کو زبردستی کسی دین پر مجبور کرنا حکمت کا تقاضا نہیں ہے اس لئے انہیں اپنے اختیار سے مختلف طریقے اپنانے کا موقع دیا گیا ہے اور وہ اب ہمیشہ مختلف راستوں پر ہی رہیں گے، البتہ جن پر تمہارا پروردگار رحم فرمائے گا اللہ انہیں حق پر قائم رکھے گا اور اس امتحان کے لئے اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور تمہارے رب کی وہ بات پوری ہوگی جو اس نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جنات اور انسانوں دونوں سے بھر دوں گا۔ سورۂ رعد کی آیت نمبر ۳۱ میں بھی وضاحت کی گئی: اَفَلَمْ يَاْيْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا کیا پھر بھی ایمان والوں نے یہ سوچ کر اپنا ذہن فارغ نہیں کیا کہ اگر اللہ چاہتا تو سارے ہی انسانوں کو زبردستی راہ پر لے آتا۔

اَفَاَنۡتَ تُكۡرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے تاکہ وہ مومن ہو جائیں؟ اے پیغمبر! کیا آپ لوگوں پر لازم کریں گے اور ان کو اس بات پر مجبور کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں؟ آپ پر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ آپ کا کام نہیں ہے کہ آپ لوگوں کو مجبور کریں کہ وہ ایمان لے آئیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایمان زبردستی سے مکمل نہیں ہوتا، ایمان تو اطاعت اور اختیار سے مکمل ہوتا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۶ میں صاف طور پر بتلا دیا گیا کہ لَاۤ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ دین میں زبردستی نہیں ہے۔ زندگی ایک امتحان ہے۔ امتحان گاہ میں امتحان دینے والے کو سہی اور درست جواب لکھنے پر کوئی مجبور نہیں کرتا۔ امتحان دینے والے کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے تو سہی جواب لکھے چاہے تو غلط جواب لکھے، چاہے تو کچھ بھی نہ لکھے۔ سورۂ ق کی آیت نمبر ۴۵ میں رسولِ رحمت ﷺ سے کہا گیا: وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِجَبَّارٍ ۚ فَذَكِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ يَّخَافُ وَعِيۡدِ آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو۔ لہٰذا قرآن کے ذریعہ ہر اس شخص کو نصیحت کرتے رہو جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۴۸ میں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: اِنۡ عَلَيۡكَ اِلَّا الۡبَلٰغُ آپ پر تو صرف پہنچانے کی ذمہ داری ہے۔ سورۂ غاشیہ کی آیت نمبر ۲۱ اور ۲۲ میں کہا گیا: فَذَكِّرۡ ۗ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ ؕ لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ اے پیغمبر! آپ نصیحت کئے جایئے آپ تو بس نصیحت کرنے والے ہو۔ آپ کو ان پر زبردستی کرنے کے لئے مسلط نہیں کیا گیا۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵۶ میں یوں کہا گیا: اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، لیکن اللہ جس کو چاہے ہدایت دے گا۔ یہ بات دوسرے انداز میں دوبارہ کہی جا رہی ہے کہ وَمَا كَانَ لِنَفۡسٍ اَنۡ تُؤۡمِنَ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ اور کسی شخص سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لے آئے۔ یعنی کسی بھی شخص کے لئے اللہ کے ارادہ اور اس کی توفیق کے بغیر ایمان لانا ممکن نہیں ہے۔ ہر شخص کے ایمان کا تعلق اس کی قضاء وقدر سے ہے۔ اگر مقدر میں ہے تو ایمان لائے گا اور اگر نہیں تو ایمان نہیں لا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ جس کو چاہے اپنی حکمت، علم اور انصاف کے مطابق ہدایت دیتا ہے۔

وَيَجۡعَلُ الرِّجۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يَعۡقِلُوۡنَ اور ان لوگوں پر گندگی واقع کرتا ہے جو سمجھ نہیں رکھتے۔ اس کا مطلب مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دیتا ہے جو اس کی آیتوں میں اور دلائل میں غور وفکر نہیں کرتے اور اس کی آیتوں پر غور کرنے میں اپنی عقلوں کا استعمال نہیں کرتے، جس کے نتیجہ میں یہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو ترجیح دیتے ہیں۔

قُلِ انۡظُرُوۡا مَاذَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ آپ کہہ دیجئے کہ دیکھ لو! آسمانوں اور زمین میں کیا چیزیں ہیں؟ یہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کریں اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس پیارے اور عجیب وغریب نظام پر غور کریں۔ ستاروں اور سیاروں کا نظام، سورج اور

چاند کا نظام، دن اور رات کی تبدیلی کا نظام، بلند آسمان کے بغیر ستون کے ٹھہرنے اور اس کی چوڑائی اور بلندی، اس کا حسن و جمال اور پھر بارش و بادل کا نظام، زمین سے پھل پھلاریوں، ترکاریوں اور غلہ واناج کے پیدا ہونے کا نظام اور پھر بری اور بحری عجیب وغریب چھوٹی بڑی مخلوقات کی پیدائش کا نظام۔ ان تمام مخلوقات کی پیدائش اور اس پورے نظام پر انسان صرف غور وفکر کرلے تو اس کے لئے اپنے رب کو پہچاننا بالکل آسان ہے۔ زمین کی کشادگی اور خود انسان کی یہ پیدائش قابلِ غور وفکر ہے۔ سورۃ الذاریٰت کی آیت نمبر ۲۰ اور ۲۱ میں زمین اور اس میں بسنے والے انسانوں کے بارے میں کہا گیا: وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اور ان کے لئے جو یقین کرنے والے ہوں زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اپنے وجود میں بھی، کیا پھر بھی تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟

وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے انہیں دلائل اور ڈرانے والی چیزیں نفع نہیں دیتیں۔ آدمی اگر سنجیدگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر غور کرے گا تو اس کو اپنے خالق کے وجود کا یقین ضرور ہوگا اور وہ اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تصدیق بھی کرے گا اور قرآنِ مجید پر اور وحی الٰہی پر ایمان بھی لائے گا۔ لیکن ان لوگوں کو جو سرے سے ایمان ہی نہیں رکھتے انہیں یہ نشانیاں، یہ قرآنِ مجید اور وحی اور یہ ڈرانے والے رسول کچھ بھی فائدہ نہیں دیں گے۔ ان بے عقل لوگوں کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔

تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں

﴿درس نمبر: ۹۱۴﴾ ﴿یونس: ۱۰۲۔۱۰۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَهَلْ چنانچہ نہیں يَنْتَظِرُوْنَ انتظار کرتے وہ اِلَّا مگر مِثْلَ مثل اَيَّامِ ایام الَّذِيْنَ ان لوگوں کے جو خَلَوْا گزر چکے ہیں مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے قُلْ کہہ دیجئے فَانْتَظِرُوْٓا پھر انتظار کرو تم اِنِّىْ بے شک میں (بھی) مَعَكُمْ تمہارے ساتھ ہوں مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ انتظار کرنے والوں میں سے ۝ ثُمَّ پھر نُنَجِّيْ ہم نجات دیتے ہیں رُسُلَنَا اپنے رسولوں کو وَالَّذِيْنَ اور ان لوگوں کو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے كَذٰلِكَ اسی طرح حَقًّا حق ہے عَلَيْنَا ہم پر نُنْجِ (یہ کہ) ہم نجات دیں الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو ۝

ترجمہ: سو جیسے (بُرے) دن ان سے پہلے لوگوں پر گزر چکے ہیں اُسی طرح کے (دنوں کے) یہ منتظر ہیں کہہ دو کہ تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ۝ اور ہم اپنے پیغمبروں کو اور مومنوں کو نجات دیتے رہے ہیں اسی طرح ہمارا ذمہ ہے کہ مسلمانوں کو نجات دیں ۝

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بھلا بتاؤ کہ یہ لوگ ایمان لانے کے لئے اس کے سوا کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟
۲۔ کہ اس طرح کے دن یہ بھی دیکھیں جیسے ان سے پہلے کے لوگوں نے دیکھے تھے۔
۳۔ کہہ دو کہ اچھا تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔
۴۔ پھر جب عذاب آتا ہے تو ہم اپنے پیغمبروں کو اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں ان کو نجات دے دیتے ہیں۔
۵۔ اس طرح ہم نے یہ بات اپنے ذمہ لے رکھی ہے کہ ہم تمام دوسرے مومنوں کو بھی نجات دیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ کہتے ہوئے مشرکوں کو ڈرا رہے ہیں اور متنبہ کر رہے ہیں کہ اے پیغمبر! آپ کو جھٹلانے والے یہ لوگ اس عذاب کا انتظار کر رہے ہیں جو عذاب گزری ہوئی ان قوموں پر آیا جن قوموں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا کہ ان پر یہ عذاب کب آئے گا؟ ان جھٹلانے والے مشرکین کو یہ بات معلوم ہونا چاہئے کہ ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں پر عذاب واقع ہو چکا ہے، چاہے وہ قومِ نوح ہو، چاہے وہ قومِ عاد و ثمود ہو، چاہے وہ قومِ لوط ہو۔ اہلِ عرب عذاب کے لئے لفظ ایام استعمال کرتے تھے جیسے ہمارے ہاں بھی بعض اوقات اس قسم کے جملے استعمال ہوتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں ''وہ دن ان پر بھی آئے گا بھائی'' عذاب کیلئے ایام کا استعمال قرآنِ مجید میں بھی کیا گیا ہے، جس طرح اس آیت میں استعمال کیا گیا۔ چنانچہ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۵ میں کہا گیا: وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ نے خوشحالی اور بدحالی کے جو دن دکھائے ہیں ان کے حوالے سے انہیں نصیحت کیجئے۔ یہ ایام اللہ یعنی اللہ کے دن کے معنی میں ہے، لیکن محاورے میں اس سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے خاص اور اہم واقعات دکھلائے، مثلاً نافرمان قوموں پر عذاب کا نازل ہونا اور فرمانبرداروں کو دشمنوں کے مقابلہ میں کامیابی عطا کرنا۔ لہٰذا آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان خاص واقعات کا حوالہ دے کر اپنی قوم کو نصیحت کیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کریں۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ آپ فرما دیجئے کہ تم انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ یعنی رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے، پیغمبر! آپ ان مشرکین کو ڈراتے ہوئے کہئے کہ اللہ کے عذاب اور عقاب کا انتظار کرو میں تمہاری ہلاکت کا انتظار کر رہا ہوں۔ یعنی میں میرے رب کے وعدہ کا انتظار کر رہا ہوں۔ قرآنِ مجید کی دوسری سورتوں میں بھی اس قسم کا مضمون آیا ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۷۱ میں یوں کہا گیا: فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ یہ بات حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہی۔ یہاں بھی انتظار والی بات کے فوری بعد حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی نجات کی بات کہی گئی: فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ہم نے حضرت ہود علیہ السلام کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے نجات عطا کی۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۲۰ میں یہ مضمون موجود ہے: فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ کہہ دو کہ غیب کی باتیں تو صرف اللہ کے اختیار میں ہیں، لہٰذا تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : قرآنِ مجید میں جہاں جہاں جھٹلانے والی قوموں کا تذکرہ کیا گیا اور ان کی ہلاکت و بربادی کی اطلاع دی گئی وہیں ان کی طرف بھیجے گئے پیغمبروں اور ان پر ایمان لانے والے مخلص مسلمانوں کی نجات کا بھی ذکر کیا گیا۔ یہ حقیقت ہے اور گزری ہوئی قوموں کی تاریخیں گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف جھٹلانے والوں اور سرکشی کرنے والوں کو عذاب میں مبتلا کیا تو دوسری طرف ان نبیوں اور رسولوں کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات عطا کی۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۶۴ میں یوں ہے: فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ نوح کی قوم نے انہیں جھٹلایا، چنانچہ ہم نے ان کو اور کشتی میں ان کے ساتھیوں کو نجات دی۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۵۸ میں کہا گیا: وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اور جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے ہود کو اور ان کے مسلمان بھائیوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات عطا فرمائی۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۶۶ میں حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا: فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ پھر جب ہمارا فرمان آ پہنچا ہم نے صالح کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے اس سے بھی بچا لیا۔ سورۂ حجر کی آیت نمبر ۵۸، ۵۹ اور ۶۰ میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا: قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا امْرَاَتَهٗ فرشتوں نے کہا ہمیں ایک مجرم قوم کی طرف عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے، البتہ لوط کے گھر والے اس سے مستثنیٰ ہیں، ہم ان سب کو بچا لیں گے سوائے ان کی بیوی کے۔ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۷۲ میں صاف طور پر بتلا دیا گیا: ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا پھر ہم پرہیزگاروں کو تو بچا لیں گے اور نافرمانوں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۱۴ اور ۱۵ میں حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں یوں کہا گیا: فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ پھر ان کو طوفان نے آ پکڑا اور وہ لوگ ظالم تھے، پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو بچا لیا۔ سورۂ حم السجدہ کی آیت نمبر ۱۷ اور ۱۸ میں قومِ ثمود کی ہلاکت اور ایمان والوں کی نجات کا ذکر کیا گیا: وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ اور قومِ ثمود کو تو ہم نے سیدھا راستہ دکھایا تھا، لیکن انہوں نے سیدھا راستہ اختیار کرنے کے مقابلہ میں اندھا رہنے کو زیادہ پسند کیا، چنانچہ انہوں نے جو کمائی کر رکھی تھی اس کی وجہ سے ان کو ایسے عذاب کی چنگھاڑ نے آ پکڑا جو سراپا ذلت تھا اور جو لوگ ایمان لے آئے تھے اور تقویٰ اختیار کئے ہوئے تھے ان کو ہم نے نجات دی۔

حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیں۔ رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ ہم نے پچھلی ایسی قوموں کو ہلاک وتباہ کیا جن قوموں نے جھٹلایا اوران کی طرف جن رسولوں کو بھیجا گیا تھا ہم نے ان رسولوں کواوران کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دی۔ جس طرح ان کو نجات دی ہم آپ کو اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کو بھی نجات عطا کریں گے۔ یہ ایک ذمہ داری ہے جواللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے رکھی ہے کہ وہ رسولوں کواوران کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات عطا کرے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو سچا ہوتا ہے: وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا۔ (النسا:۱۲۲) یہ ہے اللہ کا وہ وعدہ جو سراسر سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔ اس کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے فرمانبرداروں کواوراس پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا کرے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵۴ میں یوں ہے: كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کے اوپر یہ لکھا ہے کہ اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے۔ (بخاری:۷۴۲۲)

﴿درس نمبر:۹۱۵﴾ میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روح قبض کرتا ہے ﴿یونس:۱۰۴۔۱۰۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے يٰاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنْ اگر كُنْتُمْ ہو تم فِيْ شَكٍّ شک میں مِّنْ دِيْنِيْ میرے دین سے (متعلق) فَلَآ اَعْبُدُ تو میں عبادت نہیں کرتا الَّذِيْنَ ان (لوگوں) کی جن کی تَعْبُدُوْنَ تم عبادت کرتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے وَلٰكِنْ اور لیکن اَعْبُدُ اللّٰهَ میں تو عبادت کرتا ہوں اللہ کی الَّذِيْ وہ جو يَتَوَفّٰىكُمْ تمہیں وفات دیتا ہے وَاُمِرْتُ اور میں حکم دیا گیا ہوں اَنْ اَكُوْنَ کہ میں ہو جاؤں مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں میں سے ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اور یہ کہ اَقِمْ آپ سیدھا رکھیں وَجْهَكَ اپنا چہرہ لِلدِّيْنِ دین (اسلام) کے لیے حَنِيْفًا یکسو ہو کر وَلَا تَكُوْنَنَّ اور ہرگز نہ ہوں آپ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکین میں سے ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ لوگو! اگر تم کو میرے دین میں کسی طرح کا شک ہو تو (سن رکھو کہ) جن لوگوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو میں اُن کی عبادت نہیں کرتا میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کرلیتا ہے اور مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ ایمان لانے والوں میں ہوں ﴿۱۰۴﴾ اور یہ کہ (اے محمد ﷺ! سب سے) یکسو ہو کر دینِ (اسلام) کی پیروی کیے جاؤ اور مشرکوں میں ہرگز نہ ہونا ﴿۱۰۵﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! ان سے کہو کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں مبتلا ہو تو سن لو کہ تم اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا۔

۲۔ بلکہ میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روح قبض کرتا ہے۔

۳۔ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنوں میں شامل رہوں۔

۴۔ مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ اپنا رخ یکسوئی کے ساتھ اس دین کی طرف قائم رکھنا۔

۵۔ ہرگز ان لوگوں میں شامل نہ ہونا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مانتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب آخری پیغمبر سے کہہ رہے ہیں کہ اے پیغمبر! آپ مکہ والوں سے اور ان کے علاوہ دنیا جہاں کے ان سارے لوگوں سے جو قیامت تک یکے بعد دیگرے آتے رہیں گے کہہ دیجئے کہ اگر تم میرے دین کو نہیں جانتے تو میں تمہیں تفصیل سے آگاہ کرتا ہوں اور اگر تم اس دین کے بارے میں شک میں ہو جس دینِ حنیف کو میں لے کر تمہارے پاس آیا ہوں جس دین کو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمایا ہے تم سب اس حقیقت کو جان لو کہ اس دین میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میں تم سے یہ بات کھل کر بتلا دینا چاہتا ہوں کہ ایک اللہ کو چھوڑ کر تم جن معبودوں کی عبادت کر رہے ہو میں ان کی ہرگز عبادت نہیں کروں گا، چاہے تم کسی پتھر کی عبادت کرو چاہے تم کسی بت کی عبادت کرو، چاہے تم کسی جانور کی عبادت کرو۔ یہ بات بھی سن لو کہ میں اس لئے ان باطل معبودوں کی عبادت نہیں کرتا کہ ان پتھروں، معبودوں اور بتوں میں نہ ہی کسی کو نفع دینے کی طاقت ہے اور نہ ہی نقصان پہنچانے کی قوت ہے۔ میں تو بس اس ایک اللہ کی عبادت کرتا ہوں جس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے۔ وہ پروردگار اس قدر قوت و طاقت کا مالک ہے کہ تم کو موت بھی دیتا ہے، پھر تم کو دوبارہ زندہ بھی کرے گا۔ پھر تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا بھی ہے۔ یہ بات سن لو کہ میں ان ایمان والوں میں سے ہوں جو اللہ پر پوری سچائی کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور جو اس رب ذوالجلال کی معرفت سے آگاہ ہیں، جس کے پاس صحیح عقل ہو اور جس کی فطرت میں سلامتی ہو وہ اس دینِ حق کو اچھا دین سمجھے گا اور اس دین میں وہ ہرگز شک نہیں کرے گا۔ جن بتوں کی یہ عبادت کر رہے ہیں ان کے باطل ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ بت نہ عقل اور سمجھ رکھتے ہیں اور نہ اپنی طرف سے کوئی حرکت کر سکتے ہیں اور نہ ہی یہ اپنے اختیار سے کچھ فیصلے اور ارادے کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس قدر مجبورِ محض چیز کو کوئی معبود کیسے تصور کر سکتا ہے؟

جب بھی نبیوں اور رسولوں نے دین حق پیش کیا جو دین توحید پر مبنی تھا جس دین میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں تھی تو قوموں نے اس دین میں شک کیا اور صاف کہہ دیا کہ ہم تو اس دین کے حق ہونے میں شک کرتے ہیں۔ سورۂ

ابراہیم کی آیت نمبر۹ میں قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود اور ان کے بعد کی قوموں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا: جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَرَدُّوۡۤا اَيۡدِيَهُمۡ فِيۡۤ اَفۡوَاهِهِمۡ وَقَالُوۡۤا اِنَّا كَفَرۡنَا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيۡ شَكٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَنَاۤ اِلَيۡهِ مُرِيۡبٍ ان کے پاس ان کے رسول معجزے لائے، لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دبا لیے اور صاف کہہ دیا کہ جو کچھ تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ہمیں تو اس میں بڑا بھاری شبہ ہے۔

وَاُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان والوں میں سے ہو جاؤں۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۴ میں بھی یہی بات دوسرے انداز میں کہی گئی ہے: قُلۡ اِنِّيۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَسۡلَمَ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ کہہ دو کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ فرمانبرداری میں سب لوگوں سے پہل کرنے والا میں بنوں اور تم مشرکوں میں ہرگز شامل نہ ہونا۔ یہود و نصاریٰ کو بھی یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر۳۱ میں یوں کہا گیا: وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔ سورۂ رعد کی آیت نمبر۳۶ میں بھی رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ یہ اعلان کر دیں: قُلۡ اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰهَ وَلَاۤ اُشۡرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيۡهِ اَدۡعُوۡا وَاِلَيۡهِ مَاٰبِ کہہ دو کہ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو خدائی میں شریک نہ مانوں، اسی بات کی میں دعوت دیتا ہوں اور اسی اللہ کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے۔

وَاَنۡ اَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ۚ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ اور مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ اپنا رخ یکسوئی کے ساتھ اس دین کی طرف قائم رکھنا اور ہرگز ان لوگوں میں شامل نہ ہونا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مانتے ہیں۔ دین کی طرف اپنے رخ کو قائم رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ذات کو اس توحید والے دین کی طرف اس طرح متوجہ رکھو کہ دوسرے تمام طریقوں سے بالکل علحدہ رہو۔ گویا رسولِ رحمت ﷺ کی طرف سے مشرکوں کے سامنے یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ میں ہرگز تمہاری طرف اور نہ ہی تمہارے باطل دین کی طرف مائل ہو سکتا ہوں اور نہ ہی عقل اور حقیقت سے بالاتر تمہارے گھٹیا دین کا قائل ہو سکتا ہوں اور نہ ہی توحید کے اس نازک معاملہ میں، میں تم سے کوئی مصالحت کر سکتا ہوں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر۲۰ میں رسولِ رحمت ﷺ سے کہا گیا: فَاِنۡ حَآجُّوۡكَ فَقُلۡ اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ پھر بھی اگر یہ آپ سے جھگڑیں تو آپ کہہ دیں کہ میں اور میرے تابعداروں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا سرِ تسلیم خم کر دیا ہے۔ سورۂ روم کی آیت نمبر۴۳ میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا: فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ الۡقَيِّمِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَ يَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوۡمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوۡنَ پس آپ اپنا رخ اس سچے اور سیدھے

دین کی طرف ہی رکھیں قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جس کا ٹل جانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ہی نہیں، اس دن سب متفرق ہو جائیں گے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۷۹ میں رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یہ اعلان کروا دیا گیا: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اور مشرکین میں سے ہرگز مت ہو جاؤ۔ قرآنِ مجید میں جگہ جگہ شرک سے روکا گیا ہے۔ شرک نا قابلِ معافی جرم ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ ۔ (النسا:۴۸) یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴ میں بھی یوں کہا گیا: وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اور تو مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا۔

﴿درس نمبر:۹۱۶﴾ اللہ کسی کو ضرر یا نفع کا ارادہ کرے تو اس کو کوئی بدل نہیں سکتا ﴿یونس:۱۰۶۔۱۰۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَدْعُ اور مت پکاریں آپ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے مَا (ان کو) جو لَا یَنْفَعُكَ آپ کو نہ نفع دے سکتے ہیں وَلَا یَضُرُّكَ اور نہ آپ کو نقصان دے سکتے ہیں فَاِنْ پھر اگر فَعَلْتَ آپ نے (ایسا) کیا فَاِنَّكَ تو بلاشبہ آپ اِذًا اسی وقت مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ظالموں میں سے ہوں گے ﴿۱۰۶﴾ وَاِنْ اور اگر یَّمْسَسْكَ پہنچائے آپ کو اللّٰهُ اللہ بِضُرٍّ کوئی تکلیف فَلَا كَاشِفَ تو کوئی (بھی) دور کرنے والا نہیں لَهٗٓ اسے اِلَّا سوائے هُوَ اس کے وَاِنْ اور اگر یُّرِدْكَ ارادہ کرے وہ (اللہ) آپ کے ساتھ بِخَیْرٍ کسی بھلائی کا فَلَا رَآدَّ تو (کوئی بھی) روکنے والا نہیں لِفَضْلِهٖ اس کے فضل کو یُصِیْبُ وہ پہنچاتا ہے بِهٖ اس (فضل) کو مَنْ جسے یَّشَآءُ وہ چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَهُوَ اور وہ الْغَفُوْرُ بہت بخشنے والا ہے الرَّحِیْمُ نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارنا جو نہ تمہارا کچھ بھلا کر سکے اور نہ کچھ بگاڑ سکے اگر ایسا کرو گے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے ﴿۱۰۶﴾ اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اُس کے سوا اس کا کوئی دُور کرنے والا نہیں اور اگر تم سے بھلائی کرنی چاہے تو اُس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے وہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۰۷﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارنا جو تمہارا کچھ بھلا نہ کر سکے۔
۲۔اگر ایسا کرو گے تو تم ظالموں میں ہو جاؤ گے۔
۳۔اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں؟
۴۔اگر تم سے بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔
۵۔وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے۔
۶۔وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے ساری انسانیت کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ تم اسے مت پکارو جو تمہیں نہ نفع دے سکے اور نہ نقصان۔سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۲۱۳ میں بھی یہ بات کہی گئی: فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائے۔سورۂ قصص کی آیت نمبر ۸۸ میں بھی یوں کہا گیا: وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکارو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور معبود نہیں، ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اسی کا منہ اور ذات، اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔سورۂ جن کی آیت نمبر ۱۸ میں یوں کہا گیا: وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں، پس اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہ پکارو۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر باطل معبودوں کی عبادت چھوڑ دی جائے تو یہ باطل معبودوں میں اتنی طاقت ہی نہیں کہ وہ کوئی تکلیف پہنچائیں۔

فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ اگر تو نے ایسا کیا تو بلا شبہ تو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔یعنی اگر تم ایسا کرو گے یعنی ان باطل معبودوں کی عبادت کرو گے اور اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارو گے تو یاد رکھو کہ ایسی صورت میں تم اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے، اس لئے کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہی سب سے بڑا ظلم ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں ہے۔سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۳ میں شرک کو بڑا بھاری ظلم قرار دیا گیا ہے: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔

اس کے بعد یہ حقیقت بتلائی گئی ہے کہ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچا دے تو اللہ کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر اللہ تیرے ساتھ خیر کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی بھی ہٹانے والا نہیں۔ جو بھی تکلیف انسان کو پہنچتی ہے چاہے وہ ذہنی تکلیف ہو یا جسمانی تکلیف، یا مالی نقصان ہو یا جانی نقصان، کوئی بیماری، کوئی فقر و فاقہ یا کوئی درد انسان کو پہنچتا

ہوتو یہ بات ذہن میں رہے کہ اس تکلیف، نقصان اور درد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا ہٹا نہیں سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ کریں، چاہے وہ خیر اور بھلائی دنیوی ہو یا دینی، اس خیر، فضل اور بھلائی کو کوئی دور نہیں کرسکتا سوائے اللہ کے۔ اللہ کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اس کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔ وہی اللہ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے، عطا کرنے والا بھی وہی اور روکنے والا بھی وہی، دینے والا بھی وہی اور محروم کرنے والا بھی وہی ہے۔ وہ اللہ جو بھی کرتا ہے اپنی حکمت اور اپنے علم سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل عموماً اس کی رحمت وعنایت ہی سے ہوتا ہے۔ جو ضرر اور تکلیف انسان کو پہنچتی ہے اس کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے، اس لئے کہ بلائیں جو نازل ہوتی ہیں وہ گناہوں کی وجہ سے نازل ہوتی ہیں اور وہ گناہ توبہ ہی سے مٹتے ہیں۔ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۳۰ میں یہ حقیقت بتلادی گئی: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ اور تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کئے ہوئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے اور بہت سے کاموں سے تو وہ درگزر ہی کرتا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۷ میں بھی یہ بات بتلائی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں: وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ'' اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو خود اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ اللہ تعالیٰ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جسے چاہے پہنچادے۔ اللہ تعالیٰ مختار کُل اور قادر مطلق ہے۔ اس کا ارادہ اور اس کا فیصلہ دنیا میں چلتا ہے اور قیامت کے دن بھی اسی کی سلطنت رہے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنا فضل عطا کردے۔ اس کی قیادت میں اس کی اپوزیشن نہیں ہے جو اس کا راستہ روک دے، اس کے منصوبوں کو روک دے اور اس کے پلان کی تعمیل میں رکاوٹ ڈالے۔ کسی میں یہ طاقت نہیں کہ وہ جس پر اپنا فضل کرنا چاہے کوئی اس فضل کو اس پر آنے سے روک دے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۹ میں یہ بات کہی گئی کہ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ تجھے جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔ سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۵۶ میں ہے: نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچادیتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دن جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ آسمان دنیا پر تشریف لاتا ہے اور کہتا ہے، ہے کوئی مجھ سے دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی مجھ سے مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ ہے کوئی مجھ سے رزق طلب کرنے والا کہ میں اسے رزق عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے تکلیف کے دور کرنے کا سوال کرے کہ میں اس کی تکلیف کو دور کروں؟ (یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہتا ہے) یہاں تک کہ فجر ہوجاتی ہے۔ (مسند احمد:۷۵۹۲)

﴿درس نمبر:۹۱۷﴾ **اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے حق آ گیا ہے** ﴿یونس:۱۰۸۔۱۰۹﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْجَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! قَدْ یقیناً جَآءَكُمُ آ گیا ہے الْحَقُّ حق (قرآن) مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے فَمَنِ چنانچہ جس نے اهْتَدٰى ہدایت کو اپنایا فَاِنَّمَا تو یقیناً يَهْتَدِىْ وہ ہدایت کو اپنائے گا لِنَفْسِهٖ اپنے ہی نفس کے لیے وَمَنْ اور جس نے ضَلَّ گمراہی اختیار کی فَاِنَّمَا تو یقیناً يَضِلُّ وہ گمراہی اختیار کرے گا عَلَيْهَا اپنے ہی نفس کے خلاف وَمَآ اور نہیں ہوں اَنَا میں عَلَيْكُمْ تم پر بِوَكِيْلٍ نگران ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ اور آپ پیروی کریں مَا اس چیز کی جو يُوْحٰٓى وحی کی جاتی ہے اِلَيْكَ آپ کی طرف وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں حَتّٰى یہاں تک کہ يَحْكُمَ فیصلہ کرے اللّٰهُ اللہ وَهُوَ اور وہ خَيْرُ بہترین الْحٰكِمِيْنَ فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ: کہہ دو کہ لوگو! تمہارے رب کے ہاں سے تمہارے پاس حق آ چکا ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو ہدایت سے اپنے ہی حق میں بھلائی کرتا ہے اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں ﴿۱۰۸﴾ اور (اے پیغمبر!) تمہیں جو حکم بھیجا جاتا ہے اُس کی پیروی کئے جاؤ اور (تکلیفوں پر) صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۱۰۹﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! کہہ دو کہ لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس حق آ گیا ہے۔

۲۔ اب جو شخص ہدایت کا راستہ اپنائے گا وہ خود اپنے فائدے کے لئے اپنائے گا۔

۳۔ جو گمراہی اختیار کرے گا اس کی گمراہی کا نقصان خود اسی کو پہنچے گا۔

۴۔ میں تمہارے کاموں کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

۵۔ جو وحی تمہارے پاس بھیجی جا رہی ہے تم اس کی اتباع کرو۔

۶۔ صبر سے کام لو۔

۷۔ یہاں تک کہ اللہ کوئی فیصلہ کر دے۔

۸۔ وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

یہ سورۂ یونس کی آخری دو آیتیں ہیں۔ ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب خاتم النبیین حضرت محمد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ رہے ہیں کہ اے پیغمبر! آپ دنیا جہاں کے سارے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات کہہ دیجئے کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ پہنچا ہے۔اس حق بات کو تم قبول کرلو۔ میرا کام یہ نہیں ہے کہ میں زبردستی کرتے ہوئے تم سے یہ بات قبول کروالوں۔میرا کام تو بس نصیحت کرنا ہے۔میں تو تم پر داروغہ نہیں ہوں۔حق کی بارش برستی ہے تو اس برسات سے استفادہ کرو،اگر ناقدری کروگے تو حق کی پیاس نہیں بجھے گی اور تم پیاسے کے پیاسے رہ جاؤگے۔تمہارے پاس حق پہنچ چکا ہے کا مطلب یہ ہے کہ ایک طرف تمہاری جانب آخری رسول آ چکے ہیں اور دوسری طرف ان کے ذریعہ سے تم کو آسمانی کتاب دی گئی ہے۔بس قرآن اور نبی کی شکل میں تمہارے پاس حق بات آ چکی ہے۔

فَمَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِىۡ لِنَفۡسِهٖ کے ذریعہ یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ جو شخص دینِ حق کی راہ پالیتا ہے اور ہدایت سے سرشار ہوجاتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ خود اس کا فائدہ ہے جس نے ہدایت کو پالیا۔ایمان قبول کرنے والا اور ہدایت کی منزل تک پہنچنے والا کسی دوسرے پر احسان نہ جتائے کہ میں نے ہدایت پالی ہے اور میں نے ایمان قبول کرلیا ہے۔اس کا ہدایت حاصل کرلینا خود اس کے لئے نفع بخش اور فائدہ مند ہے۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۵ میں بھی یہ بات یوں بیان کی گئی ہے:مَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِىۡ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا جو راہِ راست حاصل کرلے وہ خود اپنے ہی بھلے کے لئے راہ یافتہ ہوتا ہے اور جو بھٹک جائے اس کا بوجھ اسی کے اوپر ہے۔سورۂ زمر کی آیت نمبر ۴۱ میں یوں کہا گیا:فَمَنِ اهۡتَدٰى فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ جو شخص راہِ راست پر آجائے اس کے اپنے لئے نفع ہے اور جو گمراہ ہوجائے اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے۔آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے مجھے جتنا علم اور ہدایت دے کر مبعوث فرمایا اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ زمین پر مینہ برسا،اس زمین میں سے کچھ حصہ ایسا تھا کہ جس نے پانی اپنے اندر جذب کرلیا اور بہت کثرت سے چارہ اور سبزہ اگایا اور زمین کا کچھ حصہ سخت تھا کہ وہ پانی کو روک لیتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو نفع دیتے ہیں،لوگ اس میں سے پیتے ہیں،اپنے جانوروں کو پلاتے ہیں،گھاس چراتے ہیں اور زمین کا کچھ حصہ چٹیل میدان ہے کہ وہ پانی کو نہیں روکتا اور نہ ہی اس میں گھاس پیدا ہوتی ہے تو یہی مثال اس کی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور جو دین اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر مبعوث فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے لوگوں کو فائدہ پہنچایا،چنانچہ اس نے خود بھی دین سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور مثال ان لوگوں کی کہ جنہوں نے اس طرف سر بھی نہیں اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت (دین) کو جسے مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اس کو قبول نہیں کیا۔(مسلم:۲۲۸۲۔بخاری:۷۹)

وَمَآ اَنَا عَلَیۡکُمۡ بِوَکِیۡلٍ میں تمہارے کاموں کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملات میں ذمہ دار نہیں بنایا ہے کہ میں زبردستی تم کو ایمان لانے پر مجبور کروں۔ میں تو بس ڈرانے والا ہوں: اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ ۔(الشعراء: ۱۱۵) میں اس شخص کو ڈراتا ہوں جو منہ موڑتا ہے اور جھٹلاتا ہے اور میں اس کو خوشخبری سناتا ہوں جو ہدایت کی راہ اختیار کرتا ہے۔

سورۂ یونس کی اس آخری آیت میں رسولِ رحمت ﷺ کو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ وَاتَّبِعۡ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡکَ آپ اس چیز کی اتباع کیجئے جو آپ کو وحی کے ذریعہ سے بتلائی جارہی ہے۔ ہر نبی نے اسی چیز کی اتباع کی جس کی وحی اس نبی کو کی گئی۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی جو حکم دیا جاتا تھا اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ وہ اس وحی کے پابند تھے جو ان کی طرف کی جاتی تھی۔ رسولِ رحمت ﷺ کو بھی کہا جارہا ہے کہ آپ صرف وحی کی اتباع کیجئے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۰۶ میں بھی یہی حکم یوں دیا گیا: اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ آپ خود اس طریقہ پر چلتے رہئے جس کی وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آتی ہے۔ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۲ میں بھی یہ حکم دیا گیا: وَّاتَّبِعۡ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ جو کچھ آپ کی جانب آپ کے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اس کی تابعداری کریں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۰ میں کہا گیا: وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ الَّذِیۡ جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ مَا لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ اگر آپ نے باوجود اپنے پاس علم آجانے کے پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ کوئی ولی ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔

اس کے بعد رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کی گئی کہ وَاصۡبِرۡ حَتّٰی یَحۡکُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَهُوَ خَیۡرُ الۡحٰکِمِیۡنَ اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ فیصلہ فرمادے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ دعوتِ دین کے میدان میں داعی کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ صبر سے کام لے۔ دشمنوں کی جانب سے مخالفت کا طوفان کھڑا ہوگا اور مخالفین کی جانب سے مخالفت کی آندھیاں آئیں گی۔ ان ناموافق حالات میں صبر ہی وہ ڈھال ہے جس کے ذریعہ سے دشمن کی طاقت کو مفلوج کیا جاسکتا ہے اور مدعو کے دل میں اپنی محبت پیدا کی جاسکتی ہے۔ صبر کا دامن تھامنے والا داعی کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوتا۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۲۷ میں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُکَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡهِمۡ وَلَا تَکُ فِیۡ ضَیۡقٍ مِّمَّا یَمۡکُرُوۡنَ آپ صبر کریں بغیر توفیقِ الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے اور ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں اور جو مکر وفریب یہ کرتے رہتے ہیں ان سے تنگ دل نہ ہوں۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۳۰ میں کہا گیا: فَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے۔

سورۂ ہود مَكِّيَّةٌ

یہ سورت دس رکوع اور ایک سو تیئس آیات پر مشتمل ہے۔

قرآنِ مجید محکم اور مفصل کتاب ہے

﴿درس نمبر:۹۱۸﴾ ﴿ہود:۱۔۲﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ط اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: الٓرٰ الٓرٰ كِتٰبٌ (یہ) کتاب ہے اُحْكِمَتْ محکم کی گئی ہیں اٰيٰتُهٗ اس کی آیتیں ثُمَّ پھر فُصِّلَتْ تفصیل سے بیان کی گئی ہیں مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ بڑے حکمت والے خوب خبردار کی طرف سے ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا یہ کہ تم عبادت نہ کرو اِلَّا اللّٰهَ مگر اللہ ہی کی اِنَّنِيْ بے شک میں لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْهُ اسی کی طرف سے نَذِيْرٌ ڈرانے والا وَّبَشِيْرٌ اور خوشخبری دینے والا ہوں ۙ

ترجمہ: الٓرٰ۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور اللہ حکیم وخبیر کی طرف سے تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں ۙ (وہ یہ) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور میں اس کی طرف سے تمہیں ڈر سنانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں ۙ

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں۔

۲۔ پھر واضح طور پر بیان کی گئی ہیں۔

۳۔ یہ حکمت والے باخبر کی طرف سے ہے۔

۴۔ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔

۵۔ میں اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔

سورۂ بقرہ، آل عمران، اعراف، یونس، ہود، یوسف، رعد، ابراہیم، حجر، مریم، طٰہٰ، الشعراء، النمل، القصص، العنکبوت، الروم، لقمان، السجدہ، یٰسٓ، ص، مومن، حٰم السجدہ، الشوریٰ، الزخرف، الدخان، الجاثیہ، الاحقاف، ق اور القلم۔ قرآنِ مجید میں یہ ایسی انتیس سورتیں ہیں جن کا آغاز حروفِ مقطعات سے کیا گیا ہے، جن میں سے ایک سورۂ ہود بھی ہے۔ سورۂ ہود کا آغاز الٓرٰ سے ہوا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اس کا معنی ومطلب اللہ ہی کو معلوم ہے۔

قرآنِ مجید ہر اعتبار سے مضبوط ومحکم ہے اور لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے منظّم ہے۔ اس میں کسی بھی قسم کا کوئی خلل اور نقص کسی بھی اعتبار اور جہت سے نہیں ہے۔ قرآنِ مجید کی یہ خصوصیت بھی اس سورت کی پہلی آیت میں بیان کی

گئی ہے کہ اس میں احکام، قصے اور نصیحتیں واضح اور صاف طور پر بیان کی گئی ہیں۔قرآنِ مجید کو فصل در فصل یعنی کئی سورتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔قرآنِ مجید کو ایک ہی وقت میں نازل نہیں کیا گیا بلکہ تھوڑا تھوڑا نازل کیا گیا ہے۔امت کو جب جب جن احکام کی ضرورت پڑی اور جس حکم کا تقاضا ہوا اس وقت وہ احکام نازل کئے گئے۔قرآنِ مجید روئے زمین کی ایجاد نہیں ہے بلکہ یہ قرآنِ مجید اس رب ذوالجلال کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو حکمت کا مالک ہے اور لوگوں کے تمام احوال سے باخبر ہے۔وہ ایسے رب کا کلام ہے جو تمام امور کے انجام سے بھی باخبر ہے۔

سورۂ ہود کی دوسری آیت میں وہ اہم ترین حکم دیا گیا ہے جو انسان کی بندگی کے لئے لازمی اور ضروری ہے، وہ ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔یعنی صرف اور صرف اللہ کی عبادت کرو۔اللہ تعالیٰ نے جن نبیوں اور رسولوں کو مختلف قوموں کی جانب بھیجا ان تمام نبیوں اور رسولوں نے اپنی قوموں کو ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا۔سورۂ ہود کی آیت نمبر ۸۴ میں یوں ہے: وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَیۡبًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔آیت نمبر ۵۰ میں یوں ہے: وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمۡ هُوۡدًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو ہم نے بھیجا۔اس نے کہا کہ میری قوم والو! اللہ ہی کی عبادت کرو۔آیت نمبر ۶۱ میں یوں ہے: وَاِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ اور قومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو۔

رسولِ رحمت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نذیر اور بشیر یعنی ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ کی زبانی یہ اعلان کر دیا گیا کہ اِنَّنِیۡ لَکُمۡ مِّنۡهُ نَذِیۡرٌ وَّبَشِیۡرٌ بیشک میں تمہیں اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۹ میں بھی کہا گیا کہ فَقَدۡ جَآءَکُمۡ بَشِیۡرٌ وَّ نَذِیۡرٌ پس اب تو یقیناً خوشخبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا آ پہنچا۔سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۵۶ میں یہ بات کہی گئی: وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا ہم نے آپ کو خوشخبری اور ڈر سنانے والا نبی بنا کر بھیجا ہے۔اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ دعوتِ دین میں دونوں پہلوؤں پر نظر رکھنی چاہیئے، صرف بشیر بن کر بشارت ہی نہ دیں یا صرف نذیر بن کر ڈراتے ہی نہ رہیں بلکہ مدعو احباب کو ان کے اچھے کاموں پر خوشخبریاں دیں اور ان کی برائیوں پر انہیں ڈرائیں۔

استغفار کے اثرات وثمرات

درس نمبر: ۹۱۹ — ہود: ۳۔۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

وَّاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡهِ یُمَتِّعۡکُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤۡتِ کُلَّ ذِیۡ فَضۡلٍ فَضۡلَهٗ ؕ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ کَبِیۡرٍ ۝ اِلَی اللّٰهِ مَرۡجِعُکُمۡ ۚ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا اور یہ کہ تم مغفرت طلب کرو رَبَّكُمْ اپنے رب سے ثُمَّ پھر تُوْبُوْٓا تم توبہ کرو اِلَيْهِ اُسی کی طرف يُمَتِّعْكُمْ وہ تمہیں فائدہ دے گا مَّتَاعًا حَسَنًا بہت اچھا فائدہ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک وقت مقرر تک وَّيُؤْتِ اور وہ دے گا كُلَّ ہر ذِىْ فَضْلٍ صاحبِ فضل کو فَضْلَهٗ اس کا فضل وَاِنْ اور اگر تَوَلَّوْا تم منہ پھیرو گے فَاِنِّىْٓ تو بے شک میں اَخَافُ ڈرتا ہوں عَلَيْكُمْ تم پر عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ۞ اِلَى اللّٰهِ اللہ ہی کی طرف ہے مَرْجِعُكُمْ تمہارا لوٹنا وَهُوَ اور وہ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ ہر چیز پر قَدِيْرٌ خوب قادر ہے ۞

ترجمہ: اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو وہ تمہیں ایک وقت مقرر تک متاعِ نیک سے بہرہ مند کرے گا اور ہر صاحبِ بزرگی کو اُس کی بزرگی (کی داد) دے گا اور اگر رُوگردانی کرو گے تو مجھے تمہارے بارے میں (قیامت کے) بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے ۞ تم (سب) کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۞

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اپنے رب سے بخشش مانگو۔

۲۔ اس کے آگے توبہ کرو۔

۳۔ وہ تمہیں ایک مقررہ وقت تک خوش عیش زندگی دے گا۔

۴۔ ہر زیادہ عمل کرنے والے کو اس کا ثواب عنایت فرمائے گا۔

۵۔ اگر تم اعراض کرو تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔

۶۔ تم کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

۷۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ان آیتوں میں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اپنے کئے ہوئے گناہوں پر استغفار کرو یعنی شرک، کفر اور دوسرے گناہوں سے مغفرت طلب کرو اور جو کچھ جرم تم سے صادر ہوئے ہیں پوری ندامت اور شرمندگی کے ساتھ اللہ کے حضور سچی توبہ کرو اور یہ پکا ارادہ کرو کہ آئندہ تم ان گناہوں کو دوبارہ نہیں کرو گے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو گے اور سچی توبہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں تمہیں خوش عیشی عطا فرمائے گا یعنی تمہاری مرضی کے مطابق دنیا میں تمہیں بہتر منافع عطا کرے گا۔ تمہیں اچھی زندگی بخشے گا اور وسیع رزق دے گا اور یکے بعد دیگرے نعمتوں پر نعمتیں عطا کرے گا۔ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقررہ وقت تک اللہ تعالیٰ تمہیں یہ سب کچھ عطا کرے گا، یعنی تمہاری موت تک تمہیں خوش عیشی عطا فرمائے گا۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۹۷ میں یوں کہا گیا: فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً پس ہم اس کو اچھی زندگی عطا کریں گے۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا اسی وقت فائدہ مند ہے جبکہ بندہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کا اظہار کرے، استغفار کی تکمیل سچی توبہ ہی سے ممکن ہے۔اس لئے بندے کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی طلب بھی کرتا رہے اور ساتھ ہی سچی توبہ کی فکر بھی کرے۔صرف زبانی طور پر اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِی کہتے رہنا اور سچی توبہ سے گریز کرتے رہنا بندۂ مومن کے لئے زیبا نہیں دیتا۔اس لئے کہ استغفار کا مطلب تو صرف اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرنا ہے اور توبہ اپنے اندر وسیع معنی رکھتا ہے کہ پہلے تو اس گناہ کو چھوڑ دے جس کا ارتکاب کیا ہے، دوسرے جو کچھ گناہ ہوا ہے اس پر شرمندگی بھی ہو اور تیسرے یہ کہ اس گناہ کے دوبارہ نہ کرنے کا دل میں پختہ ارادہ اور عزم بھی ہو۔

قرآنِ مجید میں بار ہا استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۹ میں یوں ہے: وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۰۶ میں یوں کہا گیا: وَّاسۡتَغۡفِرِ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ۔سورۃ النصر کی آیت نمبر ۳ میں کہا گیا: فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا اور اپنے رب کی تسبیح کرنے لگ جا حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت کی دعاء مانگ، بیشک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔استغفار کے مفید نتائج سورۂ نوح کی آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲ میں یوں بیان کئے گئے ہیں: فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّیُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِیۡنَ وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ جَنّٰتٍ وَّیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ اَنۡہٰرًا اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ، وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا۔

اس کے بعد اللہ کے حکموں سے منہ موڑنے پر یہ وعید بیان کی گئی کہ اگر تم منہ موڑو گے تو مجھے قیامت کے دن کے بڑے عذاب کا ڈر ہے۔قرآنِ مجید کا طرزِ بیان ایسا ہی ہوتا ہے کہ اچھے کام کے فوائد جہاں بیان کئے جاتے ہیں وہیں بُرے کام کے عواقب ونتائج بھی بیان کئے جاتے ہیں۔اللہ کے حکموں سے منہ موڑنے کا انجام عذابِ عظیم بیان کیا گیا ہے۔اللہ کے حکموں سے منہ موڑنا اور سرکشی کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۳۷ میں بیان کیا گیا: وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا ہُمۡ فِیۡ شِقَاقٍ اور اگر وہ منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۲۰ میں کہا گیا: وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡکَ الۡبَلٰغُ اور اگر یہ روگردانی کریں تو آپ پر صرف پہنچادینا ہے۔

اس آیت کے ذریعہ یہ بتلایا جارہا ہے کہ جس پیغام کی طرف میں تمہیں بلا رہا ہوں یعنی ایک اللہ کی عبادت کی طرف کہ جس کا کوئی شریک نہیں اگر تم منہ موڑو گے تو مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم پر قیامت کے دن کا بڑا عذاب ہوگا۔آخر میں یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ اِلَی اللّٰہِ مَرۡجِعُکُمۡ تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔سورۂ آل عمران میں کہا گیا: ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

﴿درس نمبر: ۹۲۰﴾ ## ساری مخلوقات کا رزق اللہ کے ذمہ ہے ﴿ہود: ۵۔۶﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَآ آگاہ رہو! اِنَّهُمْ بے شک وہ يَثْنُوْنَ دوہرے کرتے ہیں صُدُوْرَهُمْ اپنے سینے لِيَسْتَخْفُوْا تاکہ وہ چھپ جائیں مِنْهُ اس (اللہ) سے اَلَا آگاہ رہو! حِيْنَ جس وقت يَسْتَغْشُوْنَ وہ اوڑھتے ہیں ثِيَابَهُمْ اپنے کپڑے يَعْلَمُ وہ (اللہ) جانتا ہے مَا جو يُسِرُّوْنَ وہ چھپاتے ہیں وَمَا اور جو يُعْلِنُوْنَ وہ ظاہر کرتے ہیں اِنَّهٗ بلاشبہ وہ (اللہ) عَلِيْمٌۢ خوب جانتا ہے بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سینوں کے راز ۝ وَمَا اور نہیں مِنْ دَآبَّةٍ کوئی چلنے والا (جاندار) فِي الْاَرْضِ زمین میں اِلَّا مگر عَلَى اللّٰهِ اللہ ہی پر ہے رِزْقُهَا اس کا رزق وَيَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے مُسْتَقَرَّهَا اس کی قرارگاہ وَمُسْتَوْدَعَهَا اور اس کی جائے امانت كُلٌّ ہر چیز فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ واضح کتاب میں (تحریر) ہے ۝

ترجمہ: دیکھو! یہ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں تاکہ اللہ سے پردہ کریں، سن رکھو جس وقت یہ کپڑوں میں لپٹ کر پڑتے ہیں (تب بھی) وہ اُن کی چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہے وہ تو دلوں تک کی باتوں سے آگاہ ہے ۝ اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اُس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے وہ جہاں رہتا ہے اُسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اُسے بھی، یہ سب کچھ کتابِ روشن میں (لکھا ہوا) ہے ۝

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ خبردار! وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپالیں۔

۲۔ خبردار! جب وہ اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیتے ہیں وہ اس وقت سب باتیں جانتا ہے جو پوشیدہ طور پر کرتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

۳۔ بلاشبہ وہ سینوں کے اندر کی چیزوں کو جانتا ہے۔

۴۔ زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔

۵۔ وہ ہر ایک کے ٹھکانہ کو جانتا ہے۔

۶۔ وہ ٹھکانہ زیادہ عرصہ رہنے کا ہو یا چند دن رہنے کا ہو۔

۷۔ سب کچھ کتابِ مبین میں ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول معالم التنزیل میں یوں ہے کہ یہ آیت ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئی جس کا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب سے گزرتا تھا تو اپنا سینہ پھیر کر، کمر اور سر کو جھکا کر اور چہرہ کو ڈھک کر جاتا تھا تاکہ رسولِ رحمت ﷺ اس کو نہ دیکھ سکیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ منافق اپنے سینوں کو پھیر کر بیٹھتے تھے تاکہ اللہ کی کتاب نہ سن پائیں اور اللہ کا ذکر بھی ان کے کانوں میں نہ پڑے۔ (تفسیر طبری) بعض مفسرین نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ بعض کافر گھر میں داخل ہوکر پردہ ڈال کر اپنی کمر کو موڑتے اور کپڑا اوڑھ کر لیٹ جاتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ کیا اللہ کو اب بھی معلوم ہوگا جو کچھ ہمارے دل میں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ خبردار! وہ لوگ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ اللہ سے چھپ جائیں، خوب سمجھ لیں کہ وہ جب اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول اَلَآ اِنَّھُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ کچھ لوگ تھے جو کھلی جگہ میں حاجت کے لئے بیٹھنے سے شرماتے تھے اور آسمان کی جانب اپنے ستر کھولنے سے بھی شرماتے تھے اور اپنی بیویوں سے صحبت کرتے وقت بھی ستر کو آسمان کی طرف کھولنے سے شرماتے تھے، تو یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی وہ لوگ ناپسند کرتے تھے کہ اپنے ستر کے ساتھ آسمان کا رخ کریں اور ان کا درمیانی حصہ حائل ہو تو گویا یہ آیت مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ (بخاری: ۴۶۸۱)

یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ کے ذریعہ یہ حقیقت بتلادی گئی کہ لوگوں کا علانیہ کام کرنا اور چھپ کر کام کرنا اللہ کیلئے دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ سب باتیں جانتا ہے جو پوشیدہ طور پر وہ کرتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو سینوں کے اندر کی چیزوں کو بھی جانتے ہیں۔ یہ بات سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۷۷ میں بھی بیان کی گئی ہے: اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدگی اور ظاہرداری سب کو جانتا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۳ میں کہا گیا: یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَھْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی جانتا ہے اور تمہارے ظاہرا احوال کو بھی جانتا ہے اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۷۸ میں یوں کہا گیا: أَلَمْ یَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرَّھُمْ وَنَجْوَاھُمْ وَأَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا بھید اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ غیب کی تمام باتوں سے خبردار ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے خالق بھی ہیں اور رازق بھی ہیں۔ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انس وجن اور تمام حیوانات کو پیدا کر کے یوں ہی چھوڑ دیا کہ ان کے رزق کی ذمہ داری اس پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر چلنے والے سارے چوپایوں کے رزق کی ذمہ داری لے رکھی ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ یعنی ہر مخلوق کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے۔ وہ مخلوقات چاہے سمندروں میں تیرنے والی ہوں یا خشکی پر چلنے والی ہوں یا ہواؤں میں اُڑنے والی ہوں، ہر قسم

کے چھوٹے بڑے تمام جان والی مخلوقات کی روزی اللہ کے ذمہ ہے اور ہر ایک کو اس کے مناسب غذا دے رہا ہے۔ جب مخلوق اپنی غذا کے لئے حرکت کرے گی، غذا تلاش کرے گی اور اس کے لئے محنت کرے گی تو اللہ اس کو وہ روزی برابر عطا فرمائیں گے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲ میں اس جانب اشارہ دیا گیا: وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، خبردار! باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۷ میں کہا گیا کہ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ جو کچھ ہم نے تم کو رزق دیا اس میں سے کھاؤ۔ معلوم یہ ہوا کہ جو کچھ کھانے پینے کی اشیاء ہم استعمال کر رہے ہیں اور اس کے علاوہ جو بھی ہم کو مل رہا ہے وہ رب ذوالجلال کی طرف سے دیا ہوا رزق ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۰ میں کہا گیا: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا رزق کھاؤ پیو۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳۰ میں یوں کہا گیا: اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ یقیناً تیرا رب جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ دنیا جہاں کا سارا رزق اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتے ہیں۔ دنیا میں کروڑوں اربوں انسان ہیں اور ڈھیر ساری مخلوقات ہیں، ان سب کیلئے زمین سے کون روزی تیار کر رہا ہے؟ اللہ۔ ہاں! اللہ تعالیٰ نے حصولِ رزق کو عمل اور محنت سے جوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اور دیگر مخلوقات کے دلوں میں یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ انہیں کیا کھانا ہے اور کیا نہیں کھانا ہے؟ بیل، گائے، بکری اور بھینس اپنی غذا کھا رہے ہیں۔ سانپ، بچھو، کیڑے، مکوڑے اپنی غذا کھا رہے ہیں۔ پرندے اور درندے اپنی غذا کھا رہے ہیں۔ اللہ نے ہر ایک کو رزق کی طلب میں اس کے مناسب انداز میں لگا رکھا ہے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۵۰ میں کہا گیا: قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک کو اس کی خاص صورت شکل عنایت فرمائی پھر راہ بتلا دی۔

وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا کہ جتنے بھی چلنے پھرنے والے ہیں ان سب کے جو ٹھکانے ہیں اللہ تعالیٰ کو ان سب کے رہنے کی جگہوں کا پتہ ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہو اور کسی مخلوق کو بھول گیا ہو۔ پہاڑوں کے اندر رہنے والے جانوروں کو، زمین کے سوراخوں میں آباد چیونٹیوں، کیڑوں اور مکوڑوں نیز دوسری تمام مخلوقات کا پورا پورا علم اللہ تعالیٰ کو ہے کہ وہ کہاں کہاں ہیں؟

سات دن میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش

درس نمبر: ۹۲۱ — ہود: ۷-۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَئِنْ

اَخَّرۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعۡدُوۡدَةٍ لَّيَقُوۡلُنَّ مَا يَحۡبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمۡ لَيۡسَ مَصۡرُوۡفًا عَنۡهُمۡ وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَهُوَ اور (اللہ) وہ ہے الَّذِیۡ جس نے خَلَقَ پیدا کیا السَّمٰوٰتِ آسمانوں کو وَالۡاَرۡضَ اور زمین کو فِیۡ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں وَّکَانَ اور تھا عَرۡشُهٗ اس کا عرش عَلَی الۡمَآءِ پانی پر لِیَبۡلُوَکُمۡ تاکہ وہ تمہیں آزمائے اَیُّکُمۡ کہ کونسا تمہارا اَحۡسَنُ اچھا ہے عَمَلاً عمل (کرنے) میں وَلَئِنۡ اور البتہ اگر قُلۡتَ آپ کہیں اِنَّکُمۡ بلاشبہ تم مَّبۡعُوۡثُوۡنَ اُٹھائے جاؤ گے مِنۡۢ بَعۡدِ الۡمَوۡتِ مرنے کے بعد لَیَقُوۡلَنَّ (تو) البتہ ضرور کہیں گے الَّذِیۡنَ وہ لوگ جنہوں نے کَفَرُوۡۤا کفر کیا اِنۡ نہیں ہے هٰذَاۤ یہ اِلَّا مگر سِحۡرٌ جادو مُّبِیۡنٌ ظاہر ۝ وَلَئِنۡ اور البتہ اگر اَخَّرۡنَا ہم مؤخر کردیں عَنۡهُمُ ان (پر) سے الۡعَذَابَ عذاب اِلٰۤی اُمَّةٍ مَّعۡدُوۡدَةٍ ایک گنی چنی مدت تک لَّیَقُوۡلُنَّ توالبتہ وہ (کافر) ضرور کہیں گے مَا کونسی چیز یَحۡبِسُهٗ اسے روک رہی ہے؟ اَلَا آگاہ رہو! یَوۡمَ جس دن یَاۡتِیۡهِمۡ وہ (عذاب) ان کے پاس آئے گا لَیۡسَ (تو) نہیں مَصۡرُوۡفًا وہ پھیرا جائے گا عَنۡهُمۡ ان سے وَحَاقَ اور گھیر لے گا بِهِمۡ انہیں مَّا وہ (عذاب) کہ کَانُوۡا تھے وہ بِهٖ اس کے ساتھ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ استہزاء کرتے ۝

ترجمہ: اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا ہے (اُس وقت) اُس کا عرش پانی پر تھا (تمہارے پیدا کرنے سے) مقصود یہ ہے کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے؟ اور اگر تم کہو کہ تم لوگ مرنے کے بعد (زندہ کرکے) اٹھائے جاؤ گے تو کافر کہہ دیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے ۝ اور اگر ایک مدت معیّن تک ہم اُن سے عذاب روک دیں تو کہیں گے کہ کونسی چیز عذاب کو روکے ہوئے ہے؟ دیکھو جس روز وہ اُن پر واقع ہوگا (پھر) ٹلنے کا نہیں اور جس چیز کیساتھ یہ مذاق کیا کرتے ہیں وہ اُن کو گھیر لے گی ۝

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔

۲۔ اللہ کا عرش پانی پر تھا۔

۳۔ تاکہ اللہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے؟

۴۔ اگر آپ ان سے کہیں کہ بیشک تم موت کے بعد اُٹھائے جاؤ گے تو کافر لوگ ضرور یوں کہیں گے کہ پس یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

۵۔ اگر ہم تھوڑی سی مدت تک ان سے عذاب کو موخر کردیں تو وہ ضرور یوں کہیں گے کہ عذاب کو کون سی چیز روک رہی ہے؟

۶۔ خبردار! جس دن ان کے پاس عذاب آجائے گا تو وہ ان سے ہٹایا نہ جائے گا۔

۷۔جس کا وہ مذاق بنایا کرتے تھے وہ ان کو گھیر لے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو یہاں اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ اس کو ہر چیز پر قدرت وطاقت ہے۔ایسا نہیں ہے کہ بندوں کی طرح کسی کام کرنے کی طاقت ہو اور کسی کام کی طاقت نہ ہو۔اللہ تعالیٰ اس قسم کی عاجزی اور کمزوری سے بالکل پاک ہے۔وہ جس کا ارادہ کرے ایسا نہیں ہے کہ وہ کام اس کے لئے مشکل ثابت ہو گیا اور اس نے وہ کام چھوڑ دیا۔وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وہ پاک پروردگار تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔وہ اس قدر قادر اور مختار ہے کہ اس نے تمام آسمانوں اور زمین کو صرف چھ دن میں پیدا فرمایا، چھ دن سے مراد یہ چھ دن نہیں جو ہماری گنتی میں ہیں یعنی بارہ گھنٹے والے دن بلکہ چھ دن سے مراد وہ دن ہیں جو اللہ کے ہاں چھ دن ہیں۔اللہ کے ہاں کا ایک دن ہمارے پاس کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔سورۂ حج کی آیت نمبر ۴۷ میں یہی بات کہی گئی: وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ کہ تمہارے رب کے پاس ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہے جو تم شمار کرتے ہو۔اس کا واضح مطلب یہ نکلا کہ آسمانوں اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دنوں کے حساب سے چھ ہزار سال میں پیدا فرمایا۔سورۂ معارج کی آیت نمبر ۴ پر بھی غور کیجئے کہ اللہ کے ہاں کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے: تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ جس کی طرف روح القدس اور دوسرے فرشتے چڑھتے ہیں اس روز نازل ہوگا جس کا طول پچاس ہزار برس ہوگا۔

وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین پیدا فرمائے اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے پانی کا بھی وجود تھا اور عرش کا بھی۔عرش تمام مخلوقات میں اعظم ترین مخلوق ہے اور ہم اس عرش کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہیں۔ہم تو بس اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس عرش کے بارے میں اطلاع دی۔رہی بات اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ یعنی اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی، اس سلسلہ میں ہم کو اللہ کا عرش پر مستوی ہونا تو معلوم ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں فرمایا کہ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (الاعراف:۵۴) پھر آسمان کی طرف قصد کیا۔مگر عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت کا ہمیں کوئی پتہ نہیں ہے۔اس آیت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ پانی اور عرش دونوں آسمانوں اور زمین کے وجود سے پہلے موجود تھے۔یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر چیز کی پیدائش سے پہلے عرش موجود تھا۔عرش کا تذکرہ قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں ہے۔سورۂ اعراف آیت نمبر ۵۴، توبہ: ۱۲۹، یونس :۳، طٰہٰ :۵، بروج:۱۵، التکویر:۲۰ اور سورۃ الحاقہ میں یہ بات بتلائی گئی کہ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ اور تیرے رب کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

زمین وآسمان کی تخلیق اور عرش کے تذکرہ کے بعد انسانوں سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ

اَحۡسَنُ عَمَلاً یہ سب کچھ اس لئے پیدا کیا گیا تا کہ اللہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے؟ آسمان و زمین کی پیدائش ان بندوں کے نفع کے لئے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تا کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں کیا: وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ (الذاریات:۵۶) سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۱۱۵ میں کہا گیا: اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟ اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اگر آپ ان کے سامنے مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جانے کی بات کہتے ہیں تو ان مشرکوں کا حال یہ ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے، یعنی باطل اور دھوکہ ہے۔ ان مشرکوں نے حق سے منہ موڑنے کے لئے اس طرح کا بہانہ تلاش کر لیا تھا۔

وَلَئِنۡ اَخَّرۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ کے ذریعہ یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ اگر ان مشرکین پر سے عذاب کو ملتوی کر دیا جاتا ہے تو اس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اس مہلت سے فائدہ اُٹھانے کے بجائے یہ کہتے ہیں کہ اس عذاب کو کس چیز نے روک رکھا ہے؟ مشرکین کا مقصد اس سے یہ تھا کہ اگر ہم عذاب کے مستحق ہیں تو پھر ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بتلا دی کہ ان مشرکوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس دن عذاب آ جائے گا تو وہ عذاب ان سے ہٹایا نہ جائے گا۔ جس عذاب کا یہ مشرکین مذاق اُڑا رہے ہیں وہ عذاب انہیں گھیر کر رہے گا۔ انہیں یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ عذاب کا وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق ان پر اسکے مقررہ وقت پر عذاب بھیجیں گے۔

صبر اور نیک عمل پر مغفرت

درس نمبر:۹۲۲ — ہود:۹۔۱۰۔۱۱

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَئِنۡ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً ثُمَّ نَزَعۡنٰهَا مِنۡهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـئُوۡسٌ كَفُوۡرٌ ۝ وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ نَعۡمَآءَ بَعۡدَ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ لَيَقُوۡلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّىۡ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوۡرٌ ۝ۙ اِلَّا الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ كَبِيۡرٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَئِنۡ اور البتہ اگر اَذَقۡنَا ہم چکھائیں الۡاِنۡسَانَ انسان کو مِنَّا اپنی طرف سے رَحۡمَةً رحمت ثُمَّ پھر نَزَعۡنٰهَا ہم وہ (رحمت) چھین لیں مِنۡهُ اس سے اِنَّهٗ (تو) بےشک (ہو جاتا ہے) وہ لَيَـئُوۡسٌ انتہائی ناامید كَفُوۡرٌ بہت ناشکرا ۝ وَلَئِنۡ اور البتہ اگر اَذَقۡنٰهُ ہم چکھائیں اس کو نَعۡمَآءَ راحت بَعۡدَ ضَرَّآءَ (اس) تکلیف کے بعد مَسَّتۡهُ جو پہنچی اسے لَيَقُوۡلَنَّ تو وہ ضرور کہے گا ذَهَبَ چلی گئیں السَّيِّاٰتُ برائیاں (دکھ درد) عَنِّىۡ مجھ سے اِنَّهٗ بلاشبہ وہ لَفَرِحٌ البتہ بہت اترانے والا فَخُوۡرٌ بڑا شیخی بگھارنے والا ہے ۝ۙ اِلَّا مگر الَّذِيۡنَ وہ لوگ جنہوں نے صَبَرُوۡا صبر کیا وَعَمِلُوا اور عمل کیے الصّٰلِحٰتِ نیک اُولٰٓئِكَ یہی لوگ لَهُمۡ ان کے لیے ہے مَّغۡفِرَةٌ

مغفرت وَّاَجْرٌ‘‘ اوراجر کَبِیْرٌ‘‘ بہت بڑا ۝

ترجمہ: اوراگرہم انسان کواپنے پاس سے نعمت بخشیں پھراس سے اس کوچھین لیں تو وہ نا امید (اور) ناشکرا (ہو جاتا) ہے ۝ اوراگرتکلیف پہنچنے کے بعد آسائش کا مزہ چکھائیں (تو خوش ہوکر) کہتا ہے کہ سب سختیاں مجھ سے دُور ہو گئیں بیشک وہ خوشیاں منانے والا (اور) فخر کرنے والا ہے ۝ ہاں! جنہوں نے صبر کیا اورعمل نیک کیئے یہی لوگ ہیں جن کیلئے بخشش اوراجرِ عظیم ہے ۝

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگرہم انسان کواپنی رحمت کا مزہ چکھادیں، پھرہم اسے اس سے چھین لیں تو وہ نا اُمید اور ناشکرا ہوجاتا ہے۔

۲۔ اگرکسی تکلیف کے بعد جواسے پہنچی تھی ہم اسے نعمت چکھادیں تو وہ کہتا ہے کہ میری ساری بدحالیاں دفع ہوگئیں۔

۳۔ بے شک وہ اترانے لگتا ہے شیخی بگھارتا ہے۔

۴۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے صبر کواختیار کیا اورنیک کام کرتے رہے۔

۵۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے۔

ان تین آیتوں میں سے پہلی آیت میں انسان کا یہ مزاج بیان کیا گیا ہے بلکہ اس کی کمزوری بتلائی گئی ہے کہ اگر ہم انسان کواپنی رحمت اورمہربانی کا مزہ چکھادیں، اس کے بعد وہ نعمت اس سے چھین لیں تو وہ انسان مایوس بھی ہوجاتا ہے اورناشکرا بھی بن جاتا ہے۔ اس نعمت کے چلے جانے پر جواس کے پاس تھی واویلا مچاتا ہے۔ بندگی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس نعمت کے چھین جانے پرصبر سے کام لیتا، اللہ کے فیصلہ پرراضی ہوجاتا اور جونعمتیں موجود ہیں ان پرشکر بجالاتا۔ یہ انسان کی کمزوری ہے کہ صحت، قوت، طاقت، عزت، عروج، کامیابی، عافیت، فتح وکامرانی دیئے جانے کے بعد جب اس سے یہ چیزیں چھین لی جاتی ہیں اوران کی جگہ بیماری، کمزوری، ذلت، پستی، ناکامی اورشکست وغیرہ دے دیتے ہیں تواس کی ساری امیدیں ختم ہوجاتی ہیں اوروہ ناامیدی کا چہرہ لئے پھرتا ہے اورناشکری کرنے لگتا ہے۔ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوکرناامیدی کے دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے۔ سورۂ روم کی آیت نمبر ۳۶ میں بھی یہ بات یوں بیان کی گئی ہے: وَاِذَآ اَذَقْنَاالنَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْابِهَا ط وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ م بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَاهُمْ يَقْنَطُوْنَ اور جب ہم لوگوں کورحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ خوب خوش ہوجاتے ہیں اوراگرانہیں ان کے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو ایک دم وہ محض ناامید ہوجاتے ہیں۔ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۴۸ میں یوں کہا گیا: وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ م بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ‘‘ اوراگرانہیں ان کے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے توبیشک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

اس کے بعد دوسری صورت بیان کی جارہی ہے کہ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ

السَّیِّاٰتُ عَنِّیۡ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوۡرٌ اور اگر کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی ہم اسے نعمت چکھا دیں تو وہ کہتا ہے کہ میری بدحالیاں دفع ہوگئیں، بیشک وہ اترانے لگتا ہے، شیخی بگھارتا ہے۔ یعنی جب انسان کو کسی دکھ، پریشانی، تکلیف، مصیبت، بیماری، ناکامی، ذلت ورسوائی وغیرہ کے بعد آرام، راحت، نعمت، سکھ، صحت، کامیابی، عزت اور بلندی وغیرہ مل جاتی ہے تو بجائے اللہ کا شکر بجالانے کے غرور وگھمنڈ کرنے لگتا ہے، لوگوں کے سامنے اترانے لگتا ہے اور مجلسوں اور محفلوں میں شیخی بگھارنے لگتا ہے اور یوں کہنے لگتا ہے کہ میرا سب دکھ درد رخصت ہوگیا۔ اب تو میں ہمیشہ نعمتوں ہی میں رہوں گا، جبکہ اس ملی ہوئی نعمت کا باقی رہنا ضروری نہیں ہوتا۔ نعمت دینے والا پروردگار اس نعمت کو چھین بھی سکتا ہے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۲۱ میں یوں کہا گیا: وَاِذَاۤ اَذَقۡنَا النَّاسَ رَحۡمَةً مِّنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُمۡ اِذَا لَهُمۡ مَّكۡرٌ فِیۡۤ اٰیَاتِنَا اور جب ہم لوگوں کو اس امر کے بعد کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے میں چالیں چلنے لگتے ہیں۔ سورۂ روم کی آیت نمبر ۳۳ میں کہا گیا: ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمۡ مِّنۡهُ رَحۡمَةً اِذَا فَرِیۡقٌ مِّنۡهُمۡ بِرَبِّهِمۡ یُشۡرِكُوۡنَ پھر جب وہ اپنی طرف سے رحمت کا ذائقہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک جماعت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے۔

یہ تو عام انسان کا مزاج اور کردار ہوتا ہے، لیکن جو لوگ ایمان کی کیفیت میں ڈوب کر زندگی بسر کرتے ہیں اور نیک کاموں سے اپنی زندگی کو منور کرتے ہیں ان کا معاملہ ایسا نہیں ہوتا۔ وہ مصیبتوں میں صبر سے کام لیتے ہیں اور امید سے اپنا رشتہ نہیں توڑتے اور نعمتوں پر وہ مسرور تو ہوتے ہیں مگر مغرور نہیں ہوتے۔ ایسے ایمان والوں کے لئے جو نیک اعمال بھی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا بھی اعلان ہے اور بہت بڑے اجر کی بشارت بھی ہے۔

قرآن جیسی دس سورتیں پیش کرنے کا چیلنج

درس نمبر: ۹۲۳ — ہود: ۱۲۔۱۳۔۱۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعۡضَ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدۡرُكَ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ نَذِیۡرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ وَّكِیۡلٌ ﴿۱۲﴾ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ مُفۡتَرَیٰتٍ وَّادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَكُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ بِعِلۡمِ اللّٰهِ وَاَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَعَلَّكَ پھر شاید کہ آپ تَارِكٌۢ چھوڑنے والے ہوں بَعۡضَ بعض مَا وہ (چیز) جو یُوۡحٰی وحی کی جاتی ہے اِلَیۡكَ آپ کی طرف وَضَآئِقٌۢ اور تنگ ہونے والا ہو بِهٖ بوجہ اس کے صَدۡرُكَ آپ کا سینہ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا کہ وہ (کافر) کہیں لَوۡلَاۤ کیوں نہیں اُنۡزِلَ نازل کیا گیا عَلَیۡهِ اس پر كَنۡزٌ کوئی خزانہ اَوۡ یا جَآءَ (کیوں نہیں) آیا مَعَهٗ اس کے ساتھ مَلَكٌ کوئی فرشتہ؟ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ آپ تو صرف نَذِیۡرٌ ڈرانے والے ہیں

وَاللّٰهُ اوراللہ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ ہر چیز پر وَّكِيْلٌ نگران ہے ﴿۱۲﴾ اَمْ کیا يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں افْتَرٰىهُ (کہ) اس نے اس (قرآن) کو خود گھڑا ہے قُلْ کہہ دیجئے فَاْتُوْا چنانچہ لے آؤ تم بِعَشْرِ دس سُوَرٍ سورتیں مِّثْلِهٖ اس جیسی مُفْتَرَيٰتٍ گھڑی ہوئی وَّادْعُوْا اور بلالو (تعاون کے لیے) مَنِ جنہیں اسْتَطَعْتُمْ (بلانے کی) تم طاقت رکھتے ہو مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے اِنْ اگر كُنْتُمْ ہو تم صٰدِقِيْنَ سچے ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا پھر اگر وہ جواب نہ دیں لَكُمْ تمہیں فَاعْلَمُوْٓا تو تم جان لو اَنَّمَآ کہ یقیناً اُنْزِلَ نازل کیا گیا ہے یہ (قرآن) بِعِلْمِ اللّٰهِ اللہ کے علم کے ساتھ وَاَنْ اور یہ کہ لَّآ نہیں اِلٰهَ کوئی معبودِ (برحق) اِلَّا (مگر) هُوَ وہی فَهَلْ تو کیا اَنْتُمْ (اب) تم مُّسْلِمُوْنَ مسلمان ہوتے ہو؟ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: شاید تم کچھ چیز وحی میں سے جو تمہارے پاس آتی ہے چھوڑ دو اور اس (خیال) سے تمہارا دل تنگ ہو کہ (کافر) یہ کہنے لگیں کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل ہوا یا اس کیساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ اے محمد ﷺ! تم تو صرف نصیحت کرنے والے ہو اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے ﴿۱۲﴾ یہ کیا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنا لیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو بلا بھی لو ﴿۱۳﴾ اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ (یہ) اللہ کے علم سے اُترا ہے اور یہ کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تمہیں بھی اسلام لے آنا چاہیئے ﴿۱۴﴾

تشریح: ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ایسا ہونے والا تو نہیں ہے کہ آپ ان احکام میں سے بعض احکام کو چھوڑ دیں جو آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں۔
۲۔ اس بات سے آپ کا دل تنگ ہو رہا ہے کہ وہ یوں کہہ رہے ہیں کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟
۳۔ یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟
۴۔ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔
۵۔ اللہ ہر چیز کا اختیار رکھنے والا ہے۔
۶۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے اس قرآن کو خود سے بنا لیا ہے۔
۷۔ آپ فرما دیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں لے آؤ جو بنائی ہوئی ہوں۔
۸۔ اللہ کے سوا جس کو بھی بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔
۹۔ اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو یقین کر لو کہ یہ اللہ کے علم کے مطابق اتارا گیا ہے۔
۱۰۔ یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔
۱۱۔ تو کیا تم اسلام قبول کرنے والے ہو؟

مشرکین، رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔ ان

مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے کیلئے یہ بات بھی نکال لی تھی کہ یہ کیسے رسول ہیں کہ ان کو نہ کوئی خزانہ دیا گیا اور نہ ہی ان کے ساتھ کوئی فرشتہ آیا، جو کہتا پھرے کہ یہ محمد بن عبداللہ واقعی اللہ کے نبی ہیں۔اس قسم کے اعتراضات سے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی تکلیف ہوتی تھی۔ایسے موقع پر رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات کہی گئی کہ پیغمبر! تنگدلی کی وجہ سے کہیں آپ بعض ان چیزوں کو تو نہ چھوڑ بیٹھیں گے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہیں جو چیزیں کافروں کو ناگوار ہیں۔چونکہ آپ (ﷺ) ایسا ہرگز نہیں کر سکتے ، اس لئے آپ (ﷺ) کے اس طرح تنگدل ہونے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مکہ کے رئیسوں نے کہا کہ اے محمد! ہمارے لئے مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنا دیجئے ، اگر واقعی آپ رسول ہیں۔بعض رئیسوں نے یہ بھی کہا کہ ہمارے پاس ایسے فرشتوں کو لائیے جو آپ کی نبوت کی گواہی دیتے ہوں۔رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر مراغی)

اس آیت کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ لوگوں کی رضامندی یا ناراضگی کی بنیاد پر آپ (ﷺ) اپنے فریضہ کی ادائیگی میں کمی یا کوتاہی مت کیجئے۔آپ پر جو وحی کی گئی ہے آپ اس کو ان کے سامنے بلاخوف وخطر بیان کر دیجئے۔مشرکوں کے اعتراضات پر دل کے تنگ ہونے کے سلسلہ میں سورۂ حجر کی آیت نمبر ۹۷ میں بھی یہ بات کہی گئی: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ہمیں معلوم ہے کہ آپ کا دل مشرکوں کے کہنے پر تنگ ہوتا ہے۔مشرکوں کے اسی قسم کے اعتراض کا تذکرہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۷ اور ۸ میں بھی ہے: وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَکٌ فَیَکُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًا ۙ اَوْ یُلْقٰٓی اِلَیْهِ کَنْزٌ اَوْ تَکُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْکُلُ مِنْهَا اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جاتا کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہو کر ڈرانے والا بن جاتا یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس میں سے یہ کھاتا؟

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ آپ کا منصب یہ ہے کہ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِیْرٌ "آپ تو ڈرانے اور آگاہ کرنے والے ہیں۔یعنی آپ پر تو یہی ذمہ داری ہے کہ اس وحی کے ذریعہ جو آپ پر نازل کی گئی آپ ڈرائیں اور مشرکوں کے ناموافق باتوں کی کوئی پرواہ ہی نہ کریں۔آپ کے سامنے تو گزرے ہوئے نبیوں کا نمونہ ہے جن کو ستایا گیا اور تکلیفیں دی گئیں، مگر ان نبیوں نے صبر سے کام لیا، یہاں تک کہ اللہ کی مدد ان کے پاس آئی۔وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ "اور اللہ ہر چیز کا نگران ہے۔وہ اپنے بندوں کی نگرانی بھی کرتا ہے اور ان کی حفاظت بھی کرتا ہے۔پس آپ اللہ پر توکل کیجئے اور ان کی پرواہ نہ کیجئے۔اللہ تعالیٰ ان کی حالتوں سے واقف ہے، ان کو ان کے بُرے اعمال کا ضرور بدلہ دے گا، جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۲ میں کہا گیا: لَیْسَ عَلَیْکَ هُدٰهُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ آپ پر ان کی ہدایت کی ذمہ داری نہیں ہے۔اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔سورۂ غاشیہ کی آیت نمبر

۲۱اور۲۲میں کہا گیا: فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ آپ نصیحت کیجئے آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں، ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

اس کے بعد مشرکوں کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے بلکہ اس اعتراض پر چیلنج کیا گیا ہے کہ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا یہ مشرک یہ کہتے ہیں کہ محمد عربی نے اس قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے؟ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ آپ کہہ دیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں لے آؤ جو بنائی ہوئی ہوں اور اللہ کے سوا جس کو بھی بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ یعنی اگر ان مشرکین کے کہنے کے مطابق یہ بات درست ہے کہ محمد عربی (ﷺ) نے اس قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر بنالیا ہے تو تم بھی تو انسان ہو، پڑھے لکھے ہو، ادیب و شاعر ہو، تم اتنی بڑی کتاب نہیں بلکہ اس جیسی کتاب کی دس سورتیں تم بنالاؤ اور تم دو چار یا آٹھ دس افراد نہیں، اللہ کے علاوہ جس کو بھی تم اس کام کے لئے بلا سکتے ہو بلا لو، واقعی اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ محمد (ﷺ) نے اس کتاب کو گھڑ لیا ہے۔ لیکن یہ مشرکین اس جیسی ایک سورت لانے سے بھی عاجز آ گئے۔

اگر یہ مشرکین اس چیلنج کو قبول نہ کرسکیں اور اس قرآن جیسی دس سورتیں نہ لاسکیں تو جان لو کہ یہ مشرک اس دعویٰ سے عاجز ہیں اور وہ جھوٹے ہیں۔ قرآنِ مجید اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے۔ قرآنِ مجید وہ مقدس کتاب ہے جو ایک معجزہ ہے، جس کتاب کا انداز معجزانہ ہے، جس میں ایسی غیب کی خبریں ہیں جن سے یہ مشرکین ناواقف ہیں اور ایسے احکامات ہیں جن احکامات کو یہ مشرکین بیان نہیں کرسکتے۔ یہ قرآن اللہ کے علم سے نازل کی گئی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ معبودِ برحق ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؟ کیا تم اسلام قبول کرنے والے ہو؟ یعنی اے مشرکو! اس قدر حق بات واضح ہوجانے کے بعد بھی تم لوگ اسلام میں داخل ہوتے ہو یا نہیں؟

جو دنیا چاہتا ہے اسے دنیا ملے گی

درس نمبر: ۹۲۴ — ہود: ۱۵۔۱۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَنْ جو کوئی كَانَ يُرِيْدُ چاہتا ہے الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی وَزِيْنَتَهَا اور اس کی زینت نُوَفِّ (تو) ہم پوری دے دیتے ہیں اِلَيْهِمْ انہیں اَعْمَالَهُمْ (جزا) ان کے عملوں کی فِيْهَا اسی (دنیا) میں وَهُمْ اور وہ فِيْهَا اس (دنیا) میں لَا يُبْخَسُوْنَ کم نہیں دیئے جاتے ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں کہ لَيْسَ نہیں لَهُمْ ان کے لیے فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں اِلَّا مگر النَّارُ آگ (ہی) وَحَبِطَ اور برباد ہوا مَا وہ جو کچھ صَنَعُوْا انہوں نے کیا تھا فِيْهَا اس (دنیا) میں وَبٰطِلٌ اور باطل (ضائع) ہوگیا مَّا جو كَانُوْا

یَعۡمَلُوۡنَ وہ عمل کرتے تھے ۞

ترجمہ: جولوگ دنیا کی زندگی اور اُس کی زیب وزینت کے طالب ہوں، ہم اُن کے اعمال کا بدلہ اُنہیں دنیا ہی میں دیدیتے ہیں اور اس میں اُن کی حق تلفی نہیں کی جاتی ۞ یہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے آخرت میں آتش (جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے کیے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہو گئے ۞

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو شخص دنیا کو اوراس کی زینت کو چاہتا ہے ہم اس کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں پورا پورا دے دیں گے۔

۲۔ اس میں ان پر ظلم نہ ہوگا۔

۳۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۴۔ دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ سب برباد ہو گیا۔

۵۔ جو کچھ وہ کرتے تھے وہ سب باطل ہو گیا۔

ایک وہ شخص جس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہو اور جو آخرت کے یقین کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہو، اس شخص کے دل میں آخرت کی اہمیت ہوتی ہے۔ وہ آخرت کی نعمتوں کو بڑی نعمت تصور کرتا ہے۔ اس کے نزدیک دنیا حقیر سی محسوس ہوتی ہے۔ جس شخص کا دل اللہ پر ایمان اور آخرت کے یقین سے محروم ہو اس کو دنیا ہی بڑی اور قیمتی چیز معلوم ہوتی ہے۔ جو دنیا کے طالب ہوتے ہیں اور ان کی زندگی کا مقصد ہی دنیا ہو تو آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں رہے گا۔ جب دنیا اور دنیا کی زینت ہی ان کے نزدیک سب سے بڑی چیز ہے، ایسے لوگوں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ دنیا میں اس قسم کے لوگ جو اچھے کام کر لیتے ہیں، یعنی فقیروں، غریبوں محتاجوں وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں اور رشتہ داروں وغیرہ کے ساتھ صلہ رحمی وغیرہ کرتے ہیں اس کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دیا جائے گا، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں رہے گا۔

اس آیت میں یہی حقیقت بتلائی گئی ہے کہ جو شخص اپنے اچھے عمل اور احسان اور ایثار وغیرہ کے ذریعہ دنیا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا صلہ اور پھل دنیا ہی میں عطا فرماتے ہیں، اس طرح کہ ایسے لوگوں کے رزق میں وسعت عطا فرمائیں گے، لیکن آخرت میں انہیں کچھ بھی نہیں ملے گا، یعنی جس شخص کا ارادہ دنیا کی محبت اور دنیا کی زینت ہی تک محدود ہو اور آخرت کی سعادتمندی کا طلبگار نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص تک اس کے عمل کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔ دنیا میں ایسے شخص کو صحت، حکومت، رزق کی وسعت اور اولاد کی کثرت اور اس کو دنیا ہی میں اس کا پورا بدلہ دے دیا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے صرف دنیا ہی دنیا ہے اور آخرت میں ایسے لوگوں کے لئے دوزخ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، اس لئے کہ ایسے لوگوں کو دنیا مطلوب تھی اور دنیا کی زینت ہی مقصود تھی، ان کو ان کے اچھے عمل کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا گیا اور آخرت میں ان کے لئے ان کے بُرے اعمال یعنی کفر وشرک اور دیگر بُرے اعمال کا بدلہ ہی رہ گیا،

اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی رضامندی کے لئے اپنی دنیوی زندگی میں کچھ بھی نہیں کیا تھا۔

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۷اور ۱۸ میں بھی اس حقیقت کی یوں وضاحت کی گئی ہے: وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا اور ہم نے نوح کے بعد بہت سی امتوں کو ہلاک کرڈالا اور تمہارا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے اور دیکھنے والا کافی ہے۔ جو شخص دنیا کی آسودگی کا خواہشمند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں، پھر اس کے لئے جہنم کو ٹھکانہ مقرر کررکھا ہے جس میں وہ مذموم ہوکر اور درگاہ الٰہی سے راندہ ہوکر داخل ہوگا۔

اس حدیث سے بھی یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ آدمی کے لئے وہی ہے جو وہ نیت کرتا ہے۔ آخرت کی نیت سے اور اللہ کی رضامندی کی نیت سے عمل کرے گا تو آخرت میں اجر وثواب ملے گا اور اگر صرف دنیا کے لئے کیا تھا تو صرف دنیا ہی میں اس کا بدلہ ملے گا۔ (ابوداود: ۲۲۰۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ اِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَانَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِامْرَ اَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَاهَاجَرَ اِلَيْهِ۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔ پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو پس اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اس کو پائے یا عورت کی طرف ہو کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ریاکاری اور دکھاوے کے ساتھ جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں انہیں دنیا میں تو اس کا صلہ مل جائے گا، مگر ایسے لوگ آخرت کے نیک بدلہ سے محروم رہ جائیں گے، اس لئے کہ جنت کا ثواب ایمان اور عملِ صالح کے ذریعہ تزکیہ نفس اور گناہوں سے پرہیز کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ بندہ کا کام نیت کو درست کرنا ہے اور اللہ کا کام اس کا بدلہ دینا ہے۔

﴿درس نمبر: ۹۲۵﴾ قرآنِ مجید کے بارے میں شک میں نہ پڑو ﴿ہود: ۱۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَفَمَنْ کیا پھر (طالب دنیا اس شخص جیسا ہوسکتا ہے) جو کَانَ ہو عَلٰی بَيِّنَةٍ واضح دلیل پر مِّنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے وَيَتْلُوْهُ اوراس کے پیچھے شَاهِدٌ ایک شاہد (گواہ) ہو مِّنْهُ اس (اللہ) کی طرف سے وَمِنْ قَبْلِهٖ اوراس سے پہلے کِتٰبُ مُوْسٰٓی موسیٰ کی کتاب (ہو) اِمَامًا درانحالیکہ وہ پیشوا وَّرَحْمَةً اوررحمت ہے اُولٰٓئِکَ یہی لوگ يُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں بِهٖ اس (قرآن) کےساتھ وَمَنْ اورجو شخص يَّکْفُرْ کفرکرے بِهٖ اس کےساتھ مِنَ الْاَحْزَابِ گروہوں میں سے فَالنَّارُ تو آگ ہی مَوْعِدُهٗ اس کی وعدہ گاہ ہے فَلَا تَکُ لہٰذا نہ ہوں آپ فِیْ مِرْيَةٍ شک میں مِّنْهُ اس سے اِنَّهُ بلاشبہ وہ (قرآن) الْحَقُّ حق ہے مِنْ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے وَلٰکِنَّ اورلیکن اَکْثَرَ اکثر النَّاسِ لوگ لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے ۱۷؎

ترجمہ: بھلا جولوگ اپنے رب کی طرف سے دلیل (روشن) رکھتے ہوں اور اُن کیساتھ ایک (آسمانی) گواہ بھی اُس کی جانب سے ہواوراس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہو جو پیشوا اور رحمت ہے (تو کیا وہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے) یہی لوگ تو اس پر ایمان لاتے ہیں۔اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس سے منکر ہوتو اُس کا ٹھکانہ آگ ہے تو تم اس (قرآن) سے شک میں نہ ہونا یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ۱۷؎

تشریح: اس آیت میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جو شخص قرآن پر قائم ہے جواس کے رب کے پاس سے آیا ہے

۲۔اس کے ساتھ اسی میں سے گواہ بھی ہے

۳۔اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی

۴۔کیا منکر آدمی اس کے برابر ہوسکتا ہے؟

۵۔یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں

۶۔جماعتوں میں سے جو شخص اس کا منکر ہو دوزخ اس کی جگہ ہے

۷۔جس میں اس کے بھیجنے کا وعدہ ہے

۸۔تم اس کے بارے میں شک میں نہ پڑو

۹۔بیشک وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے

۱۰۔لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔

اس آیت کو سمجھنے کے لئے دو طرح کے لوگوں کا تصور ذہن میں لے آئیے۔ایک وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے دلیل رکھتا ہو، جو نور اور بصیرت رکھتا ہو، ایسا نور اور ایسی بصیرت جو حق اور درست بات کی رہنمائی کرتی ہے اور اس کی اس دلیل کی تائید اور اس کے درست اور حق ہونے کی گواہی دے۔یعنی قرآنِ مجید یا انجیل یا تورات اس حق بات کی تصدیق اور گواہی دے۔ظاہر ہے کہ یہ وہ مومن ہے جو دینِ فطرت پر یقین رکھتا ہے اور کلمۂ لا الٰہ الا اللہ اس کے دل

پر چھایا ہوا ہوتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جس نے دنیا اور دنیا کی زینت ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے، جس کے دل میں آخرت اور اس کی نعمتوں کا کوئی تصور نہیں، جو ایمان سے محروم مشرکانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ فیصلہ کن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ دلیل، نور، روشنی، بصیرت اور ایمان رکھنے والے کا درجہ اعلیٰ ہے اور وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہے اور اس سے محروم کافر اور مشرک کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ کے ذریعہ یہ بات بتلائی گئی کہ ان کافروں کی جماعتوں اور گروہوں میں سے جو شخص اس آفاقی مقدس کتاب قرآنِ مجید کا انکار کرتا ہے اس سے یہ وعدہ ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ ایسے لوگوں کے دوزخی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ ان کا انجام حتمی ہے اور یہ اس بات کا بدلہ ہے کہ انہوں نے نبی کو جھٹلایا، قرآنِ مجید کو جھٹلایا اور آخرت کو جھٹلایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا: وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يَسْمَعُ بِىْ اَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ يَهُوْدِىٌّ وَلَا نَصْرَانِىٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِىْ اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَّا كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارْ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اس امت میں سے کسی بھی شخص نے چاہے وہ یہودی ہو یا نصرانی ہو میرے بارے میں سنا اور مر گیا اس حال میں کہ ایمان نہیں لایا اس پر جسے میں لے کر آیا ہوں تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ (مسلم: ۱۵۳)

فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ کے ذریعہ یہ بات کہی جارہی ہے کہ اے مخاطب! اس قرآنِ مجید کے بارے میں شک میں مت پڑ، اس لئے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے، جس میں کسی بھی قسم کا شک نہیں ہے۔ سورۃ السجدہ کی دوسری آیت میں یہی بات یوں بیان کی گئی: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ یہ نازل شدہ کتاب ہے جس میں شک نہیں ہے اور یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ اس قرآنِ مجید کے رب ذوالجلال کی طرف سے نازل ہونے کے باوجود اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔ سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۱۰۳ میں بھی یہ بات کہی گئی کہ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ گو آپ لاکھ چاہیں لیکن اکثر لوگ ایماندار نہ ہوں گے۔ اس آیت کے ذریعہ واضح انداز میں یہ بات بتلادی گئی کہ مسلمانوں کے علاوہ جتنی بھی جماعتیں ہیں چاہے وہ مشرک ہوں یا کافر دوزخ ان کا ٹھکانہ ہوگا، خواہ بظاہر وہ کیسے بھی اچھے عمل کرتے ہوں۔

﴿درس نمبر: ۹۲۶﴾ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے ﴿ہود: ۱۸۔۱۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَنْ اور کون شخص اَظْلَمُ زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ اس سے جس نے افْتَرٰى باندھا عَلَى اللّٰهِ اللہ پر كَذِبًا جھوٹ؟ اُولٰٓئِكَ یہ لوگ يُعْرَضُوْنَ پیش کئے جائیں گے عَلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب پر وَيَقُوْلُ اور کہیں گے الْاَشْهَادُ گواہ (فرشتے) هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے كَذَبُوْا جھوٹ بولا تھا عَلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب پر اَلَا آ گاہ رہو! لَعْنَةُ اللّٰهِ اللہ کی لعنت ہے عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ظالموں پر ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَصُدُّوْنَ روکتے ہیں عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ سے وَيَبْغُوْنَهَا وہ تلاش کرتے ہیں اس میں عِوَجًا کجی وَهُمْ اور وہی (لوگ) بِالْاٰخِرَةِ آخرت کے ساتھ هُمْ كٰفِرُوْنَ کفر کرنے والے ہیں ﴿۱۹﴾

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرے ایسے لوگ اللہ کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ سن رکھو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے ﴿۱۸﴾ جو اللہ کے رستے سے روکتے ہیں اور اُس میں کجی چاہتے ہیں اور وہ آخرت سے بھی انکار کرتے ہیں ﴿۱۹﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔
۲۔ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔
۳۔ گواہی دینے والے کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف نسبت کر کے جھوٹ بولا۔
۴۔ خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔
۵۔ جو اللہ کی راہ سے روکتے رہے۔
۶۔ اس میں کجی تلاش کرتے رہے۔
۷۔ یہ لوگ آخرت کے منکر ہیں۔

جو بات اللہ تعالیٰ نے نہیں بتلائی اس بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا یا اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں، اسی کو قرآنِ مجید کی زبان میں افتراء علی اللہ کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنا، یہی سب سے بڑا ظلم ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ اس آیت میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ یعنی اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے۔ مکہ کے مشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے لئے شریک ٹھہراتے تھے۔ جب ان مشرکین سے یہ کہا جاتا تھا کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار مت دو تو وہ مشرک یوں کہتے تھے کہ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ یہ بت اللہ کے یہاں ہمارے لئے سفارش

کریں گے اور یہ مشرک یوں کہتے تھے کہ مَا نَعْبُدُ هُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔ مشرکوں کی یہ باتیں اس لئے بے بنیاد اور حقیقت کے برعکس ہیں کہ انہوں نے خود ہی یہ باتیں اپنی طرف سے بنالی تھیں، انہیں زمین و آسمان کے خالق و مالک کی طرف سے یہ باتیں نہیں بتائی گئی تھیں، خود سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی باتیں تجویز کرنا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۰ میں گواہی کو چھپانے والے کو بھی بڑا ظالم کہا گیا: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ اللہ کے پاس شہادت چھپانے والے سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا؟ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۲۱ میں بھی کہا گیا کہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اور اس سے زیادہ بے انصاف کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اللہ کی آیات کو جھوٹا بتلائے؟ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ کفر اور شرک میں غرق رہنے والے اور اللہ پر جھوٹ اور بہتان باندھنے والے قیامت کے دن اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے اور ان کا سخت ترین حساب لیا جائے گا۔ یوں تو ساری انسانیت قیامت کے دن رب ذوالجلال کے روبرو پیش ہوگی، لیکن ان کافروں اور مشرکوں کو بطورِ خاص رب ذوالجلال کے حضور پیش کیا جائے گا تاکہ بطورِ خاص ان مجرموں کی رسوائی ہو۔ ان کی پیشی ان جگہوں پر ہوگی جن جگہوں پر حساب اور سوال ہوگا۔ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اور وہاں جو گواہ ہوں گے وہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا۔ یہاں گواہ سے کون مراد ہیں؟ گواہوں سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام، فرشتے اور دیگر مومن ہیں۔ بعض مفسرین نے الْاَشْهَادُ یعنی گواہوں سے مراد ان کے اعضاء و جوارح یعنی ان مشرکوں کے ہاتھ پیر مراد لیا ہے کہ خود ان مشرکوں کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ گواہی دینے والے یہ اعلان بھی کریں گے کہ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ خبردار! اللہ کی لعنت ظالموں پر ہے۔ گواہی دینے کی یہ بات سورۂ مومن کی آیت نمبر ۵۱ میں بھی بتلائی گئی ہے: اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیوی زندگی میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔ جن ظالموں پر لعنت کا اعلان کیا گیا وہ ظالم کون ہیں؟ وہ ظالم وہ ہیں جو لوگوں کو حق کی اتباع کرنے سے اور اللہ پر ایمان اور اطاعت سے روکتے تھے اور اس ہدایت والے راستہ سے روکتے تھے جو راستہ اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچاتا ہے اور یہ ظالم لوگ جنت کے درمیان آڑے آجاتے تھے۔

وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور اللہ کے راستہ کے بارے میں کجی تلاش کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کے دین میں عیب نکالتے تھے۔ یہ لوگ دینِ حق سے خود بھی بچتے تھے اور جو لوگ اسلام قبول کر چکے ان کو بھی اس دینِ حق سے ہٹانا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان جرائم سے بچائے۔ آمین

﴿درس نمبر: ۹۲۷﴾ ﴿ہود: ۲۰۔۲۱۔۲۲﴾

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں کو برباد کر بیٹھے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اُولٰٓئِكَ یہ لوگ لَمْ يَكُوْنُوْا نہ تھے مُعْجِزِيْنَ عاجز کرنے والے فِي الْاَرْضِ زمین میں وَمَا اورنہیں كَانَ تھا لَهُمْ ان کیلئے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا مِنْ اَوْلِيَآءَ کوئی حمایتی يُضٰعَفُ دگنا کیا جائے گا لَهُمُ ان کے لیے الْعَذَابُ عذاب مَا كَانُوْا نہ تھے وہ يَسْتَطِيْعُوْنَ استطاعت رکھتے السَّمْعَ (حق) سننے کی وَمَا كَانُوْا اور نہ تھے وہ يُبْصِرُوْنَ (حق کو) دیکھتے ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہی لوگ ہیں جنہوں نے خَسِرُوْٓا خسارے میں ڈالا اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ کو وَضَلَّ اور گم ہو گیا عَنْهُمْ ان سے مَّا جو كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ افترا باندھتے تھے ۝ لَا جَرَمَ یقیناً اَنَّهُمْ بلاشبہ وہ (لوگ) فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وہی خسارہ پانے والے ہیں ۝

ترجمہ: یہ لوگ زمین میں (کہیں بھاگ کر اللہ کو) ہرا نہیں سکتے اور نہ اللہ کے سوا ان کا حمایتی ہے (اے پیغمبر!) ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا کیونکہ یہ (شدتِ کفر سے تمہاری بات) نہیں سن سکتے تھے اور نہ (تمہیں) دیکھ سکتے تھے ۝ یہی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا اور جو کچھ یہ افتراء کیا کرتے تھے ان سے جاتا رہا ۝ بلاشبہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان پانے والے ہیں ۝

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ وہ لوگ تھے جو زمین میں عاجز کرنے والے نہ تھے۔

۲۔ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں۔

۳۔ ان کو دوہرا عذاب دیا جائے گا۔

۴۔ یہ لوگ سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور نہ دیکھتے تھے۔

۵۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں کو برباد کر بیٹھے۔

۶۔ جو کچھ انہوں نے جھوٹ بنایا تھا وہ سب غائب ہو گیا۔

۷۔ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں تھے۔

پچھلی آیتوں میں ان ظالموں کا تذکرہ تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور لوگوں کو اللہ کے راستہ سے

روکا، دین میں کجی تلاش کی اور آخرت کا انکار کیا۔ ایسے ظالموں اور کافروں کی بے بسی یہاں بیان کی جارہی ہے کہ اُولٰٓئِکَ لَمْ یَکُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ یہ لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہ تھے کہ اللہ کے عذاب سے بچ کر کہیں چھپ جاتے اور اللہ کی قدرت سے باہر ہوجاتے اور موت سے بچ جاتے۔ جب یہ ظالم و کافر دنیا میں اللہ کو عاجز کرکے کہیں نہیں جاسکتے تھے تو یہ آخرت میں اللہ کے عذاب سے کیسے بچ جائیں گے؟ یہ سارے ظالم، کافر اور مجرم لوگ اللہ کی سلطنت اور اسکے قہر اور عذاب کے دائرہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ان کے ان جرائم کا انتقام لینے کی طاقت رکھتا ہے۔

وَمَا کَانَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ اَوْلِیَآءَ اور ان ظالموں اور کافروں کا اللہ کے سوا کوئی مددگار بھی نہیں ہوگا۔ وہ باطل معبود جن کے بارے میں ان کافروں کا تصور یہ ہیکہ یہ ان کے حق میں اللہ کے ہاں سفارش کریں گے، یہ باطل معبود ان کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے۔ اللہ کے علاوہ کوئی بھی ان کی مدد نہیں کرسکے گا اور نہ ہی اللہ کے عذاب سے ان میں سے کوئی روک سکے گا بلکہ ان کے ساتھ جو معاملہ ہوگا وہ یہ کہ یُضٰعَفُ لَھُمُ الْعَذَابُ ان کے لئے دوہرا عذاب دیا جائے گا۔ یہ دوہرا عذاب انہیں اس لئے دیا جائے گا کہ یہ خود بھی گمراہ تھے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا تھا۔ یہ حق بات کو سننے سے بہرے بنے ہوئے تھے اور حق کی اتباع سے اندھے بن کر زندگی بسر کررہے تھے۔ یہ لوگ حق بات سے دور بھاگتے تھے۔ یہ اگر چاہتے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کی نشانیاں خود اپنے اندر پاتے، خود ان کی تخلیق قدرت کی نشانی تھی، مگر ان بدنصیبوں نے عقل سے کام نہیں لیا۔

ان ظالموں کے اللہ کو عاجز نہ کرنے سے متعلق قرآنِ مجید کی دوسری متعدد آیات میں بھی ذکر ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۳۴ میں یوں کہا گیا: وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ اور تم عاجز نہیں کرسکتے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۲ میں یوں کہا گیا: وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۵۱ میں بھی کہا گیا: وَمَا ھُمْ بِمُعْجِزِیْنَ یہ ہمیں ہرانے والے نہیں ہیں۔ پھر ان ظالموں کا انجامِ بد بیان کیا جارہا ہے: اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ وَضَلَّ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں کو برباد کر بیٹھے اور جو کچھ انہوں نے جھوٹ بنایا تھا وہ سب غائب ہوگیا۔ یہ لوگ اس لئے خسارہ میں ہیں کہ انہوں نے دہکتی آگ میں اپنے آپ کو داخل کرلیا، جس کی گرمی کو بڑھایا جاتا رہے گا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۹۷ میں جس کی وضاحت یوں کی گئی: کُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰھُمْ سَعِیْرًا جب کبھی وہ بجھنے لگے گی ہم ان پر اسے اور بھڑکا دیں گے۔ مال و دولت کی جو تجارت ہوتی ہے اس میں مالی نقصان ہوتا ہے، مگر ان ظالموں اور کافروں نے جو نقصان کرلیا وہ جانی نقصان ہے جو مالی نقصان سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ ان کافروں کے جانی نقصان کا منظر سورۃ الاعلیٰ میں یوں کھینچا گیا: ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی پھر وہ اس جہنم میں نہ مرے گا نہ زندہ رہے گا۔ اس سے بڑھ کر جان کے خسارہ کی کیا بات ہوسکتی ہے؟

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اوران سے وہ سب کچھ گم ہو گیا جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ باطل معبودوں کے بارے میں جو کچھ وہ گھڑا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جائے گا۔ ان بتوں سے انہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا بلکہ الٹا ان کا ان بتوں سے نقصان ہی ہوگا جس کو سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۶ میں یوں بیان کیا گیا: وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔ پھر کہا گیا کہ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ آخرت میں سب سے بڑھ کر خسارہ میں ہوں گے۔

اہلِ جنت کون ہیں؟

﴿درس نمبر: ۹۲۸﴾ ﴿ہود: ۲۳۔۲۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ بے شک الَّذِيْنَ وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کیے الصّٰلِحٰتِ نیک وَاَخْبَتُوْٓا اور انہوں نے عاجزی کی اِلٰى رَبِّهِمْ اپنے رب کی طرف اُولٰٓئِكَ یہ لوگ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ جنتی ہیں هُمْ وہ فِيْهَا اس میں خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ دونوں فریقوں کی مثال كَالْاَعْمٰى مانند (مثال) اندھے وَالْاَصَمِّ اور بہرے وَالْبَصِيْرِ اور دیکھنے والے وَالسَّمِيْعِ اور سننے والے (کے ہے) هَلْ کیا يَسْتَوِيٰنِ وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں مَثَلًا مثال میں؟ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پھر تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی، یہی صاحبِ جنت ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے ﴿۲۳﴾ دونوں فریقوں یعنی کافر اور مومن کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا بہرا ہو اور ایک دیکھتا سنتا، بھلا دونوں کا حال یکساں ہو سکتا ہے؟ پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟ ﴿۲۴﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور اپنے رب کی طرف جھکے

۲۔ یہ لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

۳۔ دونوں فریق کی مثال ایسی ہے جیسے اندھا ہو اور بہرا ہو

۴۔ کیا دونوں حالت کے اعتبار سے برابر ہوں گے؟

۵۔ کیا تم نہیں سمجھتے؟

ایک بندے کے لئے یہ دو نعمتیں بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کو ایمان کی دولت مل جائے۔

دوسرے یہ کہ اس ایمان کی دولت کے ساتھ نیک اعمال کی توفیق نصیب ہو جائے۔ہم جس ملک میں زندگی بسر کر رہے ہیں اس ملک میں ہمیں جگہ جگہ ایسی مندریں دیکھنے کو ملتی ہیں جہاں شرک کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔کفر وشرک کے مناظر ہمارے آگے بھی ہیں اور پیچھے بھی اور اس کفر وشرک کے درمیان اللہ تعالیٰ نے توحید اور ایمان کی جو عظیم دولت ہمیں عطا فرمائی ہے اس نعمت پر بار بار اللہ کے روبرو سجدہ ریز ہو کر ہمیں شکر بجالانا چاہئے۔تھوڑی دیر کے لئے غور کیجئے کہ اگر ہم کسی کافر گھرانے میں پیدا ہوتے تو ہمارا کیا حشر ہوتا؟ ہم کس قدر بدنصیب ہوتے؟ اللہ تعالیٰ نے ہم کو مومن گھرانہ میں پیدا فرمایا، یہ بہت بڑی نعمت ہے۔اگر ہماری زندگیوں میں اعمالِ صالحہ ہیں تو پھر تو بشارت پر بشارت، مسرت پر مسرت اور نعمت پر نعمت ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کی حالت میں اعمالِ صالحہ کرتے ہوئے موت عطا فرمائے۔وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔(آل عمران:۱۰۲)اور تمہیں موت نہ آئے مگر اسلام کی حالت میں۔

اس آیت میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ ایک اور خصوصیت کا اضافہ کیا گیا ہے وہ ہے اپنے رب کی طرف جھکنا۔جو لوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال اختیار کریں اور اپنے رب کی طرف جھکیں تو ایسے خوش نصیب لوگوں کے حق میں یہ خوشخبری دی گئی کہ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ یہ جنتی ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ قرآنِ مجید کا یہ طرزِ بیان آپ ہر جگہ محسوس کریں گے کہ جہاں حق کا ذکر ہوتا ہے وہاں باطل کا تذکرہ ہوتا ہے اور جہاں خیر کا ذکر ہوتا ہے وہاں شر کا ذکر ہوتا ہے۔پچھلی آیات میں کافروں، ظالموں اور بدبختوں کا ذکر تھا اور یہاں ایمان والوں، نیک اعمال کرنے والوں اور اپنے رب کی طرف جھکنے والوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، دنیا میں نیک اعمال اختیار کریں، نیکیوں پر ثابت قدم رہیں، برائیوں سے بچتے رہیں، خشوع و خضوع والی زندگی بسر کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، ان کے لئے نعمتوں والے اعلیٰ و بالا باغات ہیں، جن میں موجود نعمتوں کو نہ گنا جا سکتا ہے اور نہ شمار کیا جا سکتا ہے۔وہاں وہ نعمتیں ہوں گی جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور کسی کان نے سنا نہیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان نعمتوں کا تصور آیا۔یہ مومن اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔دائمی طور پر اس میں ٹھہریں گے۔انہیں اس جنت سے کوئی نکال نہیں سکے گا۔نہ ہی اس جنت میں انہیں موت آئے گی اور نہ ہی انہیں بڑھاپا آئے گا اور نہ ہی جنت میں اہلِ جنت بیمار پڑیں گے اور نہ ہی جنت میں ان کے جسموں سے کوئی گندگی نکلے گی۔بس ایک ایسا پسینہ ان کے جسموں سے نکلے گا جس کی خوشبو مشک کی ہوگی۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۲ میں بھی ایمان اور عملِ صالح پر جنت کی بشارت دی گئی ہے:وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ سورۂ بینہ کی آیت نمبر ۷ میں ایمان اور عملِ صالح اختیار کرنے والوں کو بہترین مخلوق قرار دیا گیا:اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا اُولٰٓئِکَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔

کافروں اور مومنوں کے تذکرے کے بعد اور ان دونوں کے انجام کو بیان کر دینے کے بعد یہ بات بیان کی

جارہی ہے کہ مَثَلُ الۡفَرِیۡقَیۡنِ کَالۡاَعۡمٰی وَالۡاَصَمِّ وَالۡبَصِیۡرِ وَالسَّمِیۡعِ یعنی ایک طرف کافروں کا گروہ ہے اور دوسری طرف مومنوں کا گروہ ہے۔ کافروں کی مثال اندھے اور بہرے کی سی ہے اور مومنوں کی مثال بینا اور سننے والے کی سی ہے۔ ظاہر ہے کہ بینا اور نابینا دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵۰ میں کہا گیا: قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَالۡبَصِیۡرُ کہہ دیجئے کہ کیا بینا اور نابینا دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ یعنی دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ جس طرح بینا اور نابینا برابر نہیں ہوسکتے اسی طرح کافر اور مومن دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ کافر دوزخی تو مومن جنتی ہے۔ کافر اللہ کا دشمن تو مومن اللہ کا دوست ہے۔ کافر اللہ کے عذاب کا مستحق ہے تو مومن اللہ کی رحمت کا حقدار ہے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟

درس نمبر: ۹۲۹ — حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو پیغام — ہود: ۲۵۔۲۶۔۲۷

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖۤ ۫ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۲۵﴾ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الۡمَلَاُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ مَا نَرٰىکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثۡلَنَا وَمَا نَرٰىکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیۡنَ هُمۡ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاۡیِ ۚ وَمَا نَرٰی لَکُمۡ عَلَیۡنَا مِنۡ فَضۡلٍۭ بَلۡ نَظُنُّکُمۡ کٰذِبِیۡنَ ﴿۲۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدۡ اور البتہ تحقیق اَرۡسَلۡنَا ہم نے بھیجا نُوۡحًا نوح کو اِلٰی قَوۡمِهٖۤ اس کی قوم کی طرف اِنِّیۡ (اس نے کہا) بےشک میں لَکُمۡ تمہارے لیے نَذِیۡرٌ ڈرانے والا ہوں مُّبِیۡنٌ ظاہر ﴿۲۵﴾ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوۡۤا کہ تم عبادت مت کرو اِلَّا اللّٰهَ مگر اللہ ہی کی اِنِّیۡۤ بلاشبہ میں اَخَافُ ڈرتا ہوں عَلَیۡکُمۡ تم پر عَذَابَ یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ ایک دردناک دن کے عذاب سے ﴿۲۶﴾ فَقَالَ چنانچہ کہا الۡمَلَاُ ان سرداروں نے الَّذِیۡنَ جنھوں نے کَفَرُوۡا کفر کیا مِنۡ قَوۡمِهٖ اس کی قوم میں سے مَا نَرٰىکَ ہم تجھے نہیں دیکھتے اِلَّا مگر بَشَرًا بشر ہی مِّثۡلَنَا اپنے جیسا وَمَا نَرٰىکَ اور ہم تجھے نہیں دیکھتے اتَّبَعَکَ (کہ) تیری اتباع کیا ہو اِلَّا مگر الَّذِیۡنَ ان لوگوں نے کہ هُمۡ وہ اَرَاذِلُنَا کم ترین ہیں ہم میں سے بَادِیَ الرَّاۡیِ سرسری رائے سے وَمَا نَرٰی اور ہم نہیں دیکھتے لَکُمۡ تمہارے لیے عَلَیۡنَا اپنے اوپر مِنۡ فَضۡلٍ کوئی فضل بَلۡ بلکہ نَظُنُّکُمۡ ہم تمہیں گمان کرتے ہیں کٰذِبِیۡنَ جھوٹا ﴿۲۷﴾

ترجمہ: اور ہم نے نوح کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا (تو اُنھوں نے اُن سے کہا) کہ میں تمہیں کھول کھول کر ڈر سنانے (اور یہ پیغام پہنچانے) آیا ہوں ﴿۲۵﴾ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تمہاری نسبت عذابِ الیم کا خوف ہے ﴿۲۶﴾ تو اُن کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ ہم تمہیں اپنے ہی جیسا ایک آدمی دیکھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیرو وہی لوگ ہوئے ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں اور وہ بھی رائے ظاہر سے (نہ غور و تعمق سے) اور ہم تم میں اپنے اوپر کسی طرح کی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں ﴿۲۷﴾

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔

۲۔انہوں نے قوم سے کہا کہ میں تمہیں کھول کھول کر سنانے والا ہوں۔

۳۔اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

۴۔میں تمہارے بارے میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔

۵۔قوم کے سرداروں نے کہا جو کافر تھے کہ ہم تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھ رہے ہیں۔

۶۔جو لوگ تمہاری اتباع کرنے والے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ ہم میں رذیل ترین لوگ ہیں۔

۷۔جو سرسری رائے میں تمہارے ساتھ ہوئے ہیں۔

۸۔ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں دیکھتے۔

۹۔بلکہ ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔

گزشتہ آیتوں میں رسولِ رحمت ﷺ کی نبوت و رسالت اور قرآنِ مجید کے وحی الٰہی ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد کافروں اور مومنوں کا ذکر کیا گیا اور دونوں کا انجام بھی بتلایا گیا اور اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کے ذریعہ عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی۔اس کے بعد نبیوں کے قصے بیان کئے جارہے ہیں تاکہ ان قصوں سے امتِ محمدیہ سبق اور نصیحت حاصل کرے۔نبیوں کے ان قصوں میں مشترکہ طور پر ایک ہی اصول کی طرف دعوت دیئے جانے کی بات کہی گئی کہ سارے ہی انبیاء کرام علیہم السلام نے ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا۔مرنے کے بعد جی اٹھنے اور زندگی بھر کے اچھے بُرے اعمال کی جزا اور سزا پر ایمان کی طرف توجہ دلائی۔ان نبیوں کو کافروں کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں اور تکلیفوں پر صبر کو لازم پکڑنے کی تلقین کی گئی۔یہاں نبیوں میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا گیا۔حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سورۂ یونس میں بھی موجود ہے۔یہاں دوبارہ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا جارہا ہے،اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصے میں بھی نصیحتیں ہیں اور فائدے بھی ہیں۔حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ یوں کیا گیا: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اور ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔حضرت نوح علیہ السلام،حضرت آدم علیہ السلام کے ایک ہزار سال بعد تشریف لائے۔اس وقت ان کی قوم میں بُت پرستی آچکی تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بات کہی کہ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ ’’مُّبِیْنٌ‘‘ میں تمہیں کھول کھول کر سنانے والا ہوں۔یعنی میں تمہیں اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں اگر تم نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کی،پس تم اللہ پر ایمان لے آؤ اور اس کی اطاعت کرو اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو،اس لئے کہ میں قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں،اس لئے کہ قیامت کے دن کا عذاب دردناک عذاب ہے۔جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو شرک سے روکا اور ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا تو قوم

کے سرداروں نے جاہلانہ قسم کی باتیں کیں۔تقریباً قوموں کا یہی حال تھا کہ قوم کے جو بڑے سردار ہوتے تھے وہی نبیوں کی مخالفت پر کمربستہ ہوتے تھے اور نبیوں کے ساتھ بحث وتکرار کرنے میں پیش پیش رہتے تھے۔قوم کے دوسرے لوگ عموماً ان سرداروں کی اتباع کرتے تھے۔قوم کے سرداروں نے حضرت نوح علیہ السلام سے چار باتیں کہیں۔پہلی بات ان سرداروں نے یہ کہی: مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ہم تو آپ کو اپنے ہی جیسا آدمی سمجھتے ہیں۔ یعنی اے نوح! آپ فرشتے تو نہیں ہیں بلکہ آپ تو جنس کے اعتبار سے ہماری طرح کے انسان ہیں۔ہم تمہارے اندر کوئی ایسی خصوصیت تو نہیں پاتے کہ ہم پر تمہاری اطاعت واجب ہو۔

دوسری بات ان سرداروں نے یہ کہی کہ وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ اور جو لوگ آپ کی اتباع کرنے والے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ ہم میں رذیل ترین لوگ ہیں جو سرسری رائے میں تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔یعنی اے نوح! تمہارے نقشِ قدم پر چلنے والے تو ہماری قوم کے وہ کمزور لوگ ہیں جو کوئی معزز طبقہ سے تعلق نہیں رکھتے۔وہ تو صرف سرسری رائے رکھنے والے ہیں۔وہ خاص لوگ نہیں بلکہ کمزور قسم کے عام لوگ ہیں، محنت مزدوری اور کھیتی باڑی کرنے والے اور لوہار، بڑھئی، موچی وغیرہ جن میں تفکر اور تدبر کی صلاحیت نہیں۔ اے نوح! اگر آپ سچے ہوتے تو لوگوں میں جو عقلمند اور شریف قسم کے لوگ ہیں وہ تم پر ایمان لے آتے اور تمہاری اتباع کرتے۔سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۱۱۱ میں بھی ہے: اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں جبکہ رذیل قسم کے لوگ تمہاری اتباع کرتے ہیں؟

تیسری بات ان سرداروں نے یہ کہی کہ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں دیکھتے۔یعنی قوت وطاقت، مال ودولت، علم اور عقل وغیرہ میں ظاہری طور پر تم میں ہم سے بڑھ کر کوئی امتیاز بھی نہیں ہے۔سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۱۱ میں یہ جملہ بھی ہے: لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اگر یہ دین کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے پہلے نہ دوڑ پڑتے۔

چوتھی بات ان سرداروں نے یہ کہی کہ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ بلکہ ہم تو تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔یعنی تمہارا جو دعویٰ ہے کہ تم اللہ کے نبی ہو اور تمہارا جو کہنا ہے کہ آخرت میں سعادت مندی ملے گی وغیرہ ان ساری باتوں کو ہم جھوٹ تصور کرتے ہیں۔

درس نمبر: ۹۳۰ — ## نبی اپنی امت سے معاوضہ نہیں مانگتے — ہود: ۲۸۔۲۹۔۳۰

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۝ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا

بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ يٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ (نوح نے) کہا يٰقَوْمِ اے میری قوم! اَرَءَيْتُمْ دیکھو تو اِنْ اگر كُنْتُ ہوں میں عَلٰى بَيِّنَةٍ واضح دلیل پر مِّنْ رَّبِّيْ اپنے رب کی طرف سے وَاٰتٰىنِيْ اور اس نے دی ہو مجھے رَحْمَةً رحمت (نبوت) مِّنْ عِنْدِهٖ اپنے پاس سے فَعُمِّيَتْ پھر پوشیدہ کردی گئی ہو وہ (دلیل) عَلَيْكُمْ تم پر اَنُلْزِمُكُمُوْهَا کیا ہم (زبردستی) چپکادیں گے تم پر اس (پرایمان لانے) کو وَاَنْتُمْ جبکہ تم لَهَا اس کو كٰرِهُوْنَ ناپسند کرتے ہو؟ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم! لَآ اَسْئَلُكُمْ میں تم سے نہیں مانگتا عَلَيْهِ اس (تبلیغ) پر مَالًا کوئی مال اِنْ اَجْرِيَ میرا اجر نہیں ہے اِلَّا مگر عَلَى اللّٰهِ اللہ پر وَمَآ اور نہیں ہوں اَنَا میں بِطَارِدِ دھتکارنے والا الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے اِنَّهُمْ بے شک وہ مُّلٰقُوْا ملنے والے ہیں رَبِّهِمْ اپنے رب سے وَلٰكِنِّيْۤ اور لیکن میں اَرٰىكُمْ تمہیں دیکھتا ہوں قَوْمًا ایسے لوگ تَجْهَلُوْنَ (کہ) تم جہالت کرتے ہو ﴿۲۹﴾ وَ يٰقَوْمِ اور اے میری قوم! مَنْ کون يَّنْصُرُنِيْ میری مدد کرے گا مِنَ اللّٰهِ اللہ (کے عذاب) سے اِنْ اگر طَرَدْتُّهُمْ میں انہیں دھتکاردوں؟ اَفَلَا کیا پھر نہیں تَذَكَّرُوْنَ تم نصیحت حاصل کرتے؟ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ اے قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے (روشن) دلیل رکھتا ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے رحمت بخشی ہو جس کی حقیقت تم سے پوشیدہ رکھی گئی ہے تو کیا ہم اس کیلئے تمہیں مجبور کر سکتے ہیں؟ اور تم ہو کہ اس سے ناخوش ہو رہے ہو ﴿۲۸﴾ اور اے قوم! میں اس (نصیحت) کے بدلے تم سے مال وزر کا خواہاں نہیں ہوں میرا اصلہ تو اللہ کے ذمہ ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں میں ان کو نکالنے والا بھی نہیں ہوں وہ تو اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نادانی کرر ہے ہو ﴿۲۹﴾ اور برادرانِ ملت! اگر میں ان کو نکال دوں تو (عذابِ الٰہی سے (بچانے کیلئے) کون میری مدد کرسکتا ہے بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے؟ ﴿۳۰﴾

تشریح: پچھلی آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے اعتراضات کا ذکر تھا۔قوم نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم تو تم کو ہم جیسا ہی انسان خیال کرتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری اتباع تو رذیل قسم کے لوگ ہی کرتے ہیں، تم کو ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور ہم تو تم کو جھوٹا تصور کرتے ہیں۔ان تین آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا کہا اس کا تذکرہ ہے۔قوم کے ان اعتراضات کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ ۔الخ۔اے میری قوم! تم ہی بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے حجت اور دلیل پر ہوں۔اس نے اپنی طرف سے رحمت یعنی نبوت عطا فرمادی اور وہ تم سے پوشیدہ کردی گئی، جسے تم اپنی جاہلانہ سمجھ کی وجہ سے جھٹلا رہے ہو تو میں کیا کرسکتا ہوں؟ میرے رب کی طرف سے جو کچھ میں تمہارے پاس لے کر آیا

ہوں اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ میں اپنے رب کی طرف سے حق پر ہوں۔ جب اللہ نے مجھے اپنی طرف سے نبوت اور وحی کی شکل میں رحمت عطا فرمائی ہے اور وہ چیز تم پر چھپا دی گئی ہے جس کی وجہ سے تم اس ہدایت کی طرف نہیں آرہے ہو اور اس کی قدر و قیمت کا علم و احساس تمہیں نہیں ہو رہا ہے بلکہ تم تو اس نبوت کو جھٹلانے میں جلدی مچا رہے ہو۔ تم ہی بتاؤ کہ کیا میں تم پر اس نبوت کو قبول کرنے پر زبردستی کروں اور تم پر غصہ کروں؟ اور تم لوگ تو اس سے نفرت کرتے چلے جا رہے ہو اور منہ موڑتے چلے جا رہے ہو اور تمہیں اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ دین میں زبردستی نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ اے میری قوم! میں تم سے اس پر کوئی مال طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ہے۔ یعنی جو کچھ میں تمہارے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کر رہا ہوں اس پر میں تم سے کوئی مال و متاع کا طلبگار نہیں ہوں۔ میری اس تبلیغ کا مقصد تم سے مال و دولت حاصل کرنا نہیں ہے۔ میں تو اس محنت و جدو جہد کا معاوضہ میرے رب سے لے لوں گا۔ یہ جملہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد تمام ہی نبیوں نے اپنی قوموں سے کہا۔ حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب علیہم السلام اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ بات کہی۔ قرآنِ مجید اس کی گواہی دیتا ہے۔ ملاحظہ کریں سورۂ یونس آیت نمبر ۷۲: اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۔ سورۂ ہود آیت نمبر ۵۱ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى الَّذِىْ فَطَرَنِىْ میرا اجر اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ سورۂ شعراء آیت نمبر ۱۰۹ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میرا بدلہ تو صرف رب العالمین کے ہاں ہے۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لے آئے ہیں میں ان کو ہٹانے والا نہیں ہوں۔ اے سردارو! ان مومنوں کو جو ایمان لے آئے ہیں جو بظاہر تمہیں بے حیثیت معلوم ہو رہے ہیں، تمہاری خاطر میں ان کو اپنے سے دور کرنے والا نہیں ہوں اور میری مجلس سے محروم کرنے والا نہیں ہوں۔ قوم کے سرداروں نے اپنے مزاج کے مطابق مغرورانہ لہجہ میں نبیوں سے مطالبہ کیا تھا کہ ان کمزور مومنوں کو ان کی مجلس سے دور کر دیا جائے۔ مگر نبیوں نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور ان پر ایمان لانے والے ان غریب و کمزور مومنوں کو اپنی مجلس سے کبھی دور نہیں کیا۔ رسولِ رحمت ﷺ سے بھی قریش نے یہی مطالبہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو حکم دیا: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الانعام:۵۲) اور ان لوگوں کو نہ نکالیے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں، خاص اسی کی رضامندی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ بیشک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ یعنی یہ اتباع کرنے والے خوش نصیب لوگ اپنے رب سے ملاقات کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا حساب کرے گا جیسے تمہارے اعمال کا حساب کرے گا۔ اگر ان کو مجلس سے ہٹا دیا گیا تو اس کا بدلہ دے گا۔ وَلٰكِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ یعنی میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم جہالت کر رہے ہو۔

تم لوگ جہالت کی اندھیریوں میں بھٹک رہے ہو۔ اس لئے کہ تم ان کمزور مومنوں کو ہٹا دینے کا مطالبہ کر رہے ہو۔ تمہیں یہ جان لینا چاہئے کہ آدمی کی فضیلت اور برتری مال و دولت سے نہیں ہے، جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔ آدمی کی فضیلت اور برتری تو اعلیٰ اخلاق اور اچھے اعمال سے ہے۔

وَ یٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ اگر میں ان کو ہٹا دوں تو اللہ کے مواخذہ سے مجھے کون بچائے گا؟ کیا تم نہیں سمجھتے ہو؟ یعنی اگر میں نے تمہارے کہنے کے مطابق ان بظاہر کمزور اور غریب مومنوں کو میری مجلس سے ہٹا کر مجھ سے دور کر دیا تو اے سردارو! تم مجھے یہ بتاؤ کہ کون مجھے اللہ کی طرف سے ہونے والے مواخذہ سے بچائے گا؟ اور اگر میں ایسا کروں تو یہ ان پر بڑا ظلم ہو جائے گا اور میں ظالم ٹھہروں گا۔ اسی کی طرف اشارہ کیا گیا سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵۲ میں کہ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اگر آپ ان کو نکال دیں تو آپ ظلم کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ غربت اور ظاہری پستی کی بنیاد پر دینی مجلسوں سے کسی کو دور کرنا جرم ہے اور ایسا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ظالم ہے۔ دینی مجلسوں میں مالدار اور غریب دونوں برابر ہیں۔ غربت کی وجہ سے کسی دینی مجلس سے کسی غریب و مسکین کو دور نہیں کیا جا سکتا۔

﴿درس نمبر:۹۳۱﴾ قومِ نوح کا حضرت نوح علیہ السلام سے عذاب کا مطالبہ ﴿ہود:۳۱۔۳۲﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَاۤ اَقُوْلُ اور میں نہیں کہتا لَكُمْ تم سے عِنْدِیْ (کہ) میرے پاس خَزَآئِنُ اللّٰهِ اللہ کے خزانے ہیں وَلَاۤ اَعْلَمُ اور نہ میں جانتا ہوں الْغَیْبَ غیب وَلَاۤ اَقُوْلُ اور نہ میں کہتا ہوں اِنِّیْ (یہ کہ) بیشک میں مَلَكٌ فرشتہ ہوں وَّلَاۤ اَقُوْلُ اور نہ میں کہتا ہوں لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کیلئے جنہیں تَزْدَرِیْۤ حقیر دیکھتی ہیں اَعْیُنُكُمْ تمہاری آنکھیں لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ ہرگز نہیں دے گا انہیں اللّٰهُ اللہ خَیْرًا کوئی بھلائی اَللّٰهُ اللہ اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِمَا جو کچھ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ان کے دلوں میں ہے اِنِّیْۤ (اگر میں نے کہا تو) بلاشبہ میں اِذًا تب لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ضرور ظالموں میں سے ہوں گا ۝ قَالُوْا انہوں نے کہا یٰنُوْحُ اے نوح! قَدْ تحقیق جٰدَلْتَنَا تو نے جھگڑا کیا ہم سے فَاَكْثَرْتَ اور تو نے خوب کیا جِدَالَنَا ہم سے جھگڑا فَاْتِنَا لہٰذا تو لے آ ہم پر بِمَا وہ (عذاب) جس کا تَعِدُنَاۤ تو ہمیں وعدہ دیتا ہے اِنْ اگر كُنْتَ ہے تو مِنَ الصّٰدِقِیْنَ سچوں میں سے ۝

ترجمہ: میں نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا

ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ ان لوگوں کی نسبت جن کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو کہتا ہوں کہ اللہ ان کو بھلائی (یعنی اعمال کی نیک جزا) نہیں دے گا۔ جو اُن کے دلوں میں ہے اُسے اللہ خوب جانتا ہے اگر میں ایسا کہوں تو بے انصافوں میں ہوں ۞ انہوں نے کہا کہ نوح! تم نے ہم سے جھگڑا تو کیا اور جھگڑا بھی بہت کیا لیکن اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر لا نازل کرو ۞

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔

۲۔ میں غیب کو نہیں جانتا۔

۳۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔

۴۔ جن لوگوں کو تمہاری آنکھیں حقارت کے ساتھ دیکھ رہی ہیں میں ان کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ ہرگز انہیں خیر عطا نہ کرے گا۔

۵۔ جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اللہ خوب جاننے والا ہے۔

۶۔ اگر میں ایسا کروں تو میں بیشک ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔

۷۔ وہ کہنے لگے کہ اے نوح! تم ہم سے جھگڑے اور تم نے ہم سے زیادہ جھگڑا کر لیا۔

۸۔ لہٰذا ہمارے پاس وہ لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔

پچھلی آیات میں حضرت نوح علیہ السلام نے جو کچھ اپنی قوم کے سرداروں سے کہا وہ باتیں بیان کی گئیں۔ اس کے علاوہ مزید یہ باتیں بھی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سرداروں سے کہیں۔ **وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ** میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ یہ بات حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے سرداروں کی اس بات کے جواب میں کہی کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم تم میں کوئی فضیلت کی چیز نہیں دیکھتے کہ جس سے تمہاری برتری ظاہر ہو، تو حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ میں نے تم سے یہ کب کہا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں؟ تمہیں یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ دنیا کی دولت کا کسی کے پاس زیادہ ہو جانا اللہ کے ہاں فضیلت کی بات نہیں ہے۔ نبوت، مال و دولت کی بنیاد پر نہیں دی جاتی، وہ تو اللہ کا فضل اور اس کا عطیہ ہوتا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے عنایت فرما دیتا ہے۔ تم جس مال و دولت اور خزانوں کی بات کر رہے ہو اللہ کے پاس اس مال و دولت کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ **وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ** میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا۔ یعنی غیب کا جاننا بھی ان امور میں سے نہیں ہے جن کی بنیاد پر نبوت دی جائے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۸ میں رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یہ اعلان کر دیا گیا: **قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ**

لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوۡٓءُ آپ فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذاتِ خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچاتا۔ وَلَآ اَقُوۡلُ اِنِّـىۡ مَلَكٌ' اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ یعنی میرا تعلق نہ جنات سے ہے اور نہ فرشتوں سے۔ میں تو انسان ہوں، تمہاری ہی طرح کا۔ ہاں! اللہ نے مجھے نبوت اور وحی کی سعادت بخشی ہے جس سے میں تم کو نصیحت کرتا ہوں اور اللہ کے پیغام کو تم تک پہنچاتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ وَّلَآ اَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ تَزۡدَرِىۡۤ اَعۡيُـنُكُمۡ لَنۡ يُّؤۡتِيَهُمُ اللّٰـهُ خَيۡرًا اور جن لوگوں کو تمہاری آنکھیں حقارت کے ساتھ دیکھ رہی ہیں میں ان کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ ہرگز انہیں خیر عطا نہ فرمائے گا۔ یعنی اے سردارو! تمہاری نظریں جن بے سرمایہ مسکین لوگوں کو جو حقارت کی نظر سے دیکھ رہی ہیں اور ان مسکینوں کے بارے میں تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ یہ دل سے ایمان نہیں لائے، میں ان کے بارے میں تمہاری حمایت اور موافقت نہیں کرسکتا اور میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اللہ انہیں کوئی خیر نہیں دے گا۔ میں تو ان مسکینوں کو مومن سمجھتا ہوں اور ان سے خیر وثواب کی امید بھی رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔ وہ اپنے علم کے مطابق ان کو جزا عطا فرمائے گا۔ اگر میں ان مسکینوں کو حقیر نگاہوں سے دیکھوں گا تو میرے رب کی نگاہوں میں ظالم شمار ہو جاؤں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ ساری باتیں سن کر ان کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ قَالُوۡا يٰنُوۡحُ قَدۡ جَادَلۡتَنَا فَاَكۡثَرۡتَ جِدَالَنَا فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور تم نے ہم سے کچھ زیادہ ہی جھگڑ لیا، لہٰذا ہمارے پاس وہ لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے ہو۔ قوم کے سرداروں نے ایک بات تو یہ کہی کہ اے نوح! تم نے ہم سے بہت زیادہ جھگڑا کرلیا اور دوسری بات یہ کہی کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس کی تم نے ہمیں دھمکی دی ہے۔ یعنی تم ہم سے جتنا بھی جھگڑا کرلو ہمارا فیصلہ تو یہی ہے کہ ہم نہ تم پر ایمان لائیں گے اور نہ ہی تمہاری اتباع کریں گے۔ بس تم وہ عذاب ہم پر لے آؤ جس کی دھمکی تم ہم کو دیتے آئے ہو۔ اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ آخرت سے پہلے دنیا میں بھی عذاب دیتا ہے۔

﴿درس نمبر:۹۳۲﴾ میری خیر خواہی تمہیں فائدہ نہیں دے سکتی اگر! ﴿ہود:۳۳۔۳۴۔۳۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اِنَّمَا يَاۡتِيۡكُمۡ بِهِ اللّٰهُ اِنۡ شَآءَ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ ۝ وَلَا يَنۡفَعُكُمۡ نُصۡحِىۡۤ اِنۡ اَرَدْتُّ اَنۡ اَنۡصَحَ لَكُمۡ اِنۡ كَانَ اللّٰهُ يُرِيۡدُ اَنۡ يُّغۡوِيَكُمۡ ‌ؕ هُوَ رَبُّكُمۡ ۚ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ ‌ؕ قُلۡ اِنِ افۡتَرَيۡتُهٗ فَعَلَىَّ اِجۡرَامِىۡ وَاَنَا بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تُجۡرِمُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس (نوح) نے کہا اِنَّمَا يَاۡتِيۡكُمۡ یقیناً لائے گا تم پر بِهِ وہ (عذاب) اللّٰهُ اللہ (ہی) اِنۡ اگر

شَآءَ اس نے چاہا وَمَآ اَنْتُمْ اور نہیں (ہو) تم بِمُعْجِزِيْنَ (اسے) عاجز کرنے والے ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ اور تمہیں نفع نہ دے گی نُصْحِيْٓ میری نصیحت اِنْ اگر اَرَدْتُّ میں چاہوں اَنْ اَنْصَحَ کہ میں نصیحت کروں لَكُمْ تمہیں اِنْ اگر كَانَ ہو اللّٰهُ اللہ يُرِيْدُ چاہتا اَنْ يُّغْوِيَكُمْ کہ تمہیں گمراہ رکھے هُوَ وہی رَبُّكُمْ تمہارا رب ہے وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے ﴿۳۴﴾ اَمْ کیا يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے افْتَرٰىهُ (کہ) اس نے خود گھڑا ہے اس (قرآن) کو قُلْ کہہ دیجئے اِنِ اگر افْتَرَيْتُهٗ میں نے خود گھڑا ہے اسے فَعَلَيَّ تو مجھ پر اِجْرَامِيْ میرا جرم وَاَنَا اور میں بَرِيْٓءٌ بری ہوں مِّمَّا اس سے جو تُجْرِمُوْنَ تم جرم کرتے ہو ﴿۳۵﴾

ترجمہ: نوح نے کہا کہ اس کو تو اللہ ہی چاہے گا تو نازل کرے گا اور تم (اس کو کسی طرح) ہرا نہیں سکتے O اور اگر میں یہ چاہوں کہ تمہاری خیر خواہی کروں اور اللہ یہ چاہے کہ تمہیں گمراہ کرے تو میری خیر خواہی تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتی، وہی تمہارا رب ہے اور تمہیں اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے O کیا یہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) نے قرآن اپنے دل سے بنالیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر میں نے دل سے بنالیا ہے تو میرے گناہ کا وبال مجھ پر اور جو گناہ تم کرتے ہو اس سے میں بری الذمہ ہوں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ اس چیز کو تمہارے پاس اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے۔

۲۔ تم اس کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

۳۔ میری خیر خواہی تمہیں فائدہ نہیں دے سکتی۔

۴۔ اگر میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ کروں

۵۔ اگر اللہ کا ارادہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کرے

۶۔ وہ تمہارا رب ہے۔

۷۔ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۸۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو اپنے پاس سے بنالیا۔

۹۔ آپ فرمادیجئے کہ اگر میں نے اس کو اپنے پاس سے بنالیا ہے تو مجھ ہی پر اس کا جرم ہے۔

۱۰۔ میں اس سے بری ہوں جو جرم تم کرتے ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بات کہی کہ عذاب کا اختیار میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، جو اللہ تمہیں تمہارے جرم کی سزا دے گا۔ وہ چاہے تو تمہیں جلد عذاب دے گا چاہے تو دیر سے عذاب دے گا اور جس کے ہاتھ میں عذاب دینے کا اختیار ہے وہ ایسا قادر و طاقتور خالق و مالک و مختار ہے کہ اس کو تم عاجز نہیں

کر سکتے۔یعنی اگر وہ تم پر عذاب نازل کرنیکا ارادہ کرلے تو تم اس کو اس کے ارادہ سے روک نہیں سکتے اور تم اس کے عذاب سے بھاگ بھی نہیں سکتے، اس لئے کہ تم سب اسی رب ذوالجلال کے قبضہ اور ملکیت میں ہو۔سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۳۴میں بھی یہ بات کہی گئی کہ اِنَّ مَا تُوۡعَدُوۡنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ بیشک آنے والی چیز ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔سورۂ توبہ کی آیت نمبر۳ میں کہا گیا: فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ غَيۡرُ مُعۡجِزِى اللّٰهِ جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

وَلَا يَنۡفَعُكُمۡ نُصۡحِىۡۤ اِنۡ اَرَدْتُّ اَنۡ اَنۡصَحَ لَكُمۡ اِنۡ كَانَ اللّٰهُ يُرِيۡدُ اَنۡ يُّغۡوِيَكُمۡ : حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ میرا تمہارے ساتھ خیر خواہی کرنا تم کو فائدہ نہیں دے گا۔اگر میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ کروں جبکہ اللہ کا ارادہ اس کے خلاف ہو کہ وہ یہ ارادہ کرے کہ تم کو گمراہ کردے۔یعنی تم کو مومن بنانے کی اگر میں کوشش کروں اور اس معاملہ میں تمہاری میں خیر خواہی کروں تو یہ بات یاد رکھو کہ میری یہ خیر خواہی کی کوشش اس وقت فائدہ مند ہوگی جب اللہ بھی تم کو ہدایت دینے کا ارادہ کرے۔اگر اللہ تعالیٰ تمہاری گمراہی کا ارادہ اور فیصلہ کرلے تو میری خیر خواہی اور کوشش کا کوئی فائدہ اور اثر تم پر نہیں ہوگا۔پیغمبروں نے اپنی قوم کی خیر خواہی کی، مگر قوموں نے اس خیر خواہی کو پسند نہیں کیا۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر۷۹ میں حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں یوں کہا گیا: فَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسَالَةَ رَبِّىۡ وَنَصَحۡتُ لَكُمۡ وَ لٰكِنۡ لَّا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِيۡنَ اس وقت حضرت صالح علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

هُوَ رَبُّكُمۡ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ قوم کے لوگو! اس حقیقت کو ذہن میں رکھو کہ وہی اللہ تمہارا رب ہے اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔وہی تمہارا خالق ہے اور وہی تمہارے سارے معاملات کو الٹ پلٹ کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔اللہ تمہارا رب ہے اور پالنہار ہے۔وہ ایسا انصاف کرنے والا حاکم ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا اور آخرت میں تم اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہو۔جب تم اس کے پاس جاؤ گے تو خیر اور شر سے متعلق جو کام بھی تم کرتے تھے اس کا وہ بدلہ دے گا۔

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰهُ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو اپنے پاس سے بنالیا۔آپ فرمادیجئے، اگر میں نے اس کو اپنے پاس سے بنالیا ہے تو مجھ ہی پر اس کا جرم ہے اور میں اس سے بَری ہوں جو جرم تم کرتے ہو۔حضرت نوح علیہ السلام سے متعلق بات چل رہی ہے اور اگلی آیتیں بھی حضرت نوح علیہ السلام سے ہی متعلق ہیں۔درمیان میں رسولِ رحمت ﷺ اور قرآنِ مجید سے متعلق یہ بات کہی جارہی ہے کہ کیا یہ مکہ کے کافر یہ کہتے ہیں کہ محمد نے قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ ان لوگوں سے کہئے کہ اگر واقعی میں نے

قرآنِ مجید کو خود سے گھڑ لیا ہے تو اس گناہ کا وبال میرے اوپر ہے اور میں تمہارے جرائم سے بَری ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے جرائم کی سزا تم کو دے گا۔ ہر ایک کو اپنے عمل کا جواب دینا ہے۔ سورۂ نجم کی آیت نمبر ۳۸ میں کہا گیا: اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

﴿درس نمبر: ۹۳۳﴾ ﴿ہود: ۳۶۔۳۷﴾

آپ ہماری نگرانی میں کشتی بنایئے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاُوْحِیَ اور وحی کی گئی اِلٰی نُوْحٍ نوح کی طرف اَنَّهٗ (یہ بات) کہ بےشک لَنْ یُّؤْمِنَ ہر کوئی ایمان نہیں لائے گا مِنْ قَوْمِکَ تیری قوم میں سے اِلَّا سوائے مَنْ اس شخص کے جو قَدْ اٰمَنَ ایمان لا چکا ہے (پہلے) فَلَا تَبْتَئِسْ چنانچہ تو غم مت کھا بِمَا بوجہ اس کے جو کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ وہ کر رہے ہیں ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ اور تو بنا الْفُلْکَ ایک کشتی بِاَعْیُنِنَا ہماری آنکھوں کے سامنے وَوَحْیِنَا اور ہماری وحی کے مطابق وَلَا تُخَاطِبْنِیْ اور گفتگو مت کرنا مجھ سے فِی الَّذِیْنَ ان لوگوں کی بابت جنہوں نے ظَلَمُوْا ظلم (کفر) کیا اِنَّهُمْ بلاشبہ وہ مُّغْرَقُوْنَ غرق کیے جائیں گے ﴿۳۷﴾

ترجمہ: اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے (لا چکے) اُن کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لائے گا تو جو کام یہ کر رہے ہیں اُن کی وجہ سے غم نہ کھاؤ O اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے روبرو بناؤ اور جو لوگ ظالم ہیں اُن کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا، کیونکہ وہ ضرور غرق کر دیئے جائیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ نوح کی طرف وحی کی گئی کہ بلاشبہ تمہاری قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں

۲۔ ان کے علاوہ اور کوئی شخص ہرگز ایمان نہ لائے گا

۳۔ یہ لوگ جو کام کرتے تھے آپ ان کی وجہ سے رنجیدہ نہ ہوں۔

۴۔ ہمارے حکم سے کشتی بنا لیجئے

۵۔ ظالموں کے بارے میں مجھ سے خطاب نہ کرنا

۶۔ بلاشبہ یہ لوگ غرق کئے جانے والے ہیں۔

مشرکینِ مکہ کے قرآنِ مجید سے متعلق رسولِ رحمت ﷺ پر الزام اور بہتان اور اس کے جواب کا تذکرہ کرنے کے بعد پھر سے حضرت نوح علیہ السلام ہی کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ ۔اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کو یہ خبر دے رہے ہیں کہ تمہاری قوم میں سے کوئی بھی شخص تمہاری اس دعوت کے نتیجہ میں اس کے بعد ایمان نہیں لائے گا۔ ہاں! اب تک جو ان میں سے ایمان لا چکا وہ لا چکا۔ اس لئے آپ کو ان لوگوں پر غمگین نہیں ہونا چاہئے اور ان کے اس معاملہ میں آپ کو رنجیدہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہدایت کے لئے اور انہیں راہِ راست پر لانے کے لئے بہت زیادہ کوشش کی اور مختلف طریقوں سے اپنی قوم کو سمجھایا جس کی تفصیل سورۂ نوح کی ان آیات میں بتلائی گئی: قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَھَارًا ۙ فَلَمْ یَزِدْھُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَاِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُھُمْ لِتَغْفِرَلَھُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَھُمْ فِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَھُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَکْبَرُوا اسْتِکْبَارًا ۚ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُھُمْ جِھَارًا ۙ ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَھُمْ وَاَسْرَرْتُ لَھُمْ اِسْرَارًا حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں اپنی قوم کو دن ورات دینِ حق کی طرف بلاتا رہا تو وہ میرے بلانے پر اور زیادہ بھاگتے ہی رہے۔ میں نے جب جب ان کو بلایا تا کہ آپ ان کو بخش دیں تو انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھوس لیں، اپنے کپڑے اوڑھ لئے، اَڑ گئے اور بڑا غرور کرنے لگے۔ پھر بھی میں ان کو کھلے طور پر بلاتا رہا، علانیہ بھی سمجھایا اور پوشیدہ طور پر بھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی اس قدر کوشش، جدوجہد اور محنت کے باوجود قوم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ سوائے چند لوگوں کے سارے ہی لوگوں نے انکار کردیا اور ایمان قبول نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بالآخر یہ خبر دی کہ آپ کی کوشش سے اب تک جو لوگ ایمان لائے وہی ہیں جن کو ہدایت نصیب ہوگئی۔ اب اس کے بعد آپ کی قوم میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے حق میں یہ دعاء بھی فرمائی: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا (نوح:۲۶) میرے پروردگار! زمین پر کافروں میں سے ایک بسنے والے کو بھی نہ چھوڑیئے۔

فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ کے ذریعہ حضرت نوح علیہ السلام کو کہا جارہا ہے کہ یہ لوگ جو کام کرتے تھے ان کی وجہ سے رنجیدہ نہ ہوں۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا جارہا ہے کہ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا اور ہمارے حکم سے اور ہماری نگرانی میں کشتی تیار کیجئے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ ہماری نگرانی اور حفاظت میں آپ کشتی تیار کیجئے۔ ہم آپ کو کشتی بنانے کا طریقہ وحی کے ذریعہ بتلائیں گے تا کہ اس معاملہ میں تم سے کوئی غلطی نہ ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانے کے لئے تختے لئے، ان میں کیلیں ٹھونکتے رہے جس کا اشارہ سورۂ قمر کی آیت نمبر ۱۳ میں ملتا ہے: وَحَمَلْنٰہُ عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کردیا۔ قرآنِ مجید میں بِاَعْیُنِنَا کا یہ لفظ پوری توجہ اور نگرانی کے معنی میں لیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا: وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ تا کہ اے موسیٰ! تمہاری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائے۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام سے کہا گیا کہ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ اے نوح! ظالموں کے بارے میں مجھ سے خطاب نہ کرنا، بلاشبہ یہ لوگ غرق کئے جانے والے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اس مجرم قوم کے بارے میں مجھ سے رجوع مت کیجئے، تمہاری اس قوم کے معاملہ میں مجھ سے دعاء بھی مت کیجئے اور ان پر سے عذاب کے ہٹائے جانے کی سفارش بھی مجھ سے نہ کیجئے، اس لئے کہ یہ وہ مجرم قوم ہے جس پر عذاب واجب ہو چکا ہے اور ان کے غرق کرنے کا فیصلہ پہلے سے ہو چکا ہے۔ یعنی اے نوح! اس قوم کے بارے میں تمہارے دل میں نرمی، مہربانی اور شفقت کا پہلو نہیں ہونا چاہیئے۔

﴿درس نمبر: ۹۳۴﴾

قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کا مذاق اُڑایا

﴿ہود: ۳۸۔۳۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ قف وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ط قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لا مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَصْنَعُ اور وہ (نوح) بناتا تھا الْفُلْكَ کشتی وَكُلَّمَا اور جب بھی مَرَّ گزرتے عَلَيْهِ اس کے پاس سے مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ اس کی قوم کے سردار سَخِرُوْا (تو) وہ مذاق کرتے تھے مِنْهُ اس سے قَالَ اس (نوح) نے کہا اِنْ اگر تَسْخَرُوْا تم (آج) مذاق کرتے ہو مِنَّا ہم سے فَاِنَّا تو بے شک ہم بھی نَسْخَرُ (ایک روز) مذاق کریں گے مِنْكُمْ تم سے كَمَا جس طرح تَسْخَرُوْنَ تم مذاق کرتے ہو ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ چنانچہ عنقریب تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے مَنْ کون شخص ہے کہ يَّاْتِيْهِ آتا ہے اس پر عَذَابٌ ایسا عذاب يُّخْزِيْهِ جو اس کو رسوا کردے گا (دنیا میں) وَيَحِلُّ اور اترے گا عَلَيْهِ اس پر عَذَابٌ مُّقِيْمٌ دائمی عذاب (آخرت میں) ﴿۳۹﴾

ترجمہ: تو نوح نے کشتی بنانی شروع کردی اور جب اُن کی قوم کے سردار اُن کے پاس سے گزرتے تو اُن سے مذاق کرتے۔ وہ کہتے کہ اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو جس طرح تم ہم سے مذاق کرتے ہو اسی طرح (ایک وقت) ہم بھی تم سے مذاق کریں گے O اور تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اُسے رسوا کرے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے؟

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ کشتی بنا رہے تھے

۲۔ جب ان کی قوم کے سرداران پر گزرتے تھے تو ان سے ہنسی کرتے تھے

۳۔وہ جواب دیتے تھے کہ اگر تم ہم پر ہنس رہے ہو تو بلاشبہ ہم تم پر ہنسیں گے
۴۔عنقریب تم جان لو گے کہ کس کے پاس عذاب آتا ہے؟
۵۔جو اس کو رسوا کر دے گا
۶۔اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کشتی بنانا شروع کیا۔جب بھی ان کی قوم کے سرداروں کی جماعت کا گزر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس سے ہوتا اور وہ دیکھتے کہ حضرت نوح علیہ السلام کشتی تیار کر رہے ہیں تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے تھے،ان کے کشتی بنانے کا یہ عمل قوم کے سرداروں کو اچنبھا لگ رہا تھا۔ وہ جھٹلا رہے تھے اس بات کو کہ انہیں غرق کر دیا جائے گا۔مذاق اڑاتے ہوئے قوم کے یہ سردار طرح طرح کی باتیں کہتے تھے۔کوئی کہتا کہ تم تو اس کشتی پر بیٹھ کر محفوظ ہو جاؤ گے،کوئی کہتا کہ یہ کشتی خشکی میں کیسے چلے گی؟ ظاہر ہے کہ اس قدر پانی کا دور دور تک تصور نہیں تھا،اس لئے قوم کے ان سرداروں کو یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ کیا اتنا پانی آئے گا کہ یہ سب ڈوب جائیں گے؟ کوئی حضرت نوح علیہ السلام سے یہ کہتا کہ ابھی تک تو تم نبی تھے،یہ بڑھئی کب سے ہو گئے؟ حضرت نوح علیہ السلام نے ان تمام باتوں کا ایک ہی جواب سخت ترین وعید اور ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ دیا کہ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ اگر تم ہم پر ہنس رہے ہو تو بلاشبہ ہم تم پر ہنسیں گے،جیسا کہ تم ہنسی کر رہے ہو۔یعنی تمہارے گمان کے مطابق ایک ایسی چیز کے بنانے پر تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو کہ یہ چیز کچھ بھی فائدہ نہیں دے گی،یہاں کی خشک سرزمین کا کشتی سے کیا لینا دینا،کشتی سے خشکی کا کیا رشتہ ہے؟ تو یاد رکھو کہ آج تو تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو لیکن جب طوفان آجائے گا اور ہر طرف پانی ہی پانی نظر آئے گا اور ہم کشتی پر سوار رہیں گے اور تم ڈوب رہے ہوں گے،اس وقت ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے جس طرح آج تم ہمارا تمسخر کر رہے ہو۔مستقبل میں ہم تمہارا تمسخر کریں گے اور اس وقت بھی تمسخر کریں گے جب آخرت میں تم اس جرم کے بدلہ میں عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے۔قوموں نے اپنے نبیوں کا مذاق اڑایا۔سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۴۱ میں فرمایا گیا: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور تجھ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ہنسی مذاق کیا گیا،پس ہنسی کرنے والوں کو ہی اس چیز نے گھیر لیا جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ عنقریب تم جان لو گے کہ کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا؟ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بات بھی صاف بتلا دی کہ جب ہمارا کام پورا ہو جائے گا،یعنی کشتی سازی کا کام مکمل ہو جائے گا،طوفان آجائے گا،ہم سب کشتی پر سوار ہو جائیں گے اور جب تم سب ڈوب رہے ہوں گے اس وقت تمہیں پتہ چل جائے گا کہ دنیا میں کس پر وہ عذاب آیا جس سے اس کی ذلت ہو اور یہ غرق ہونا تو دنیا کا عذاب ہے،اس کے علاوہ آخرت میں دائمی اور

ابدی جو عذاب ہوگا وہ اس سے زیادہ دردناک ہوگا۔ قرآنِ مجید میں مجرموں کے لئے دنیا میں رسوائی اور قیامت کے دن عذاب کی بات دیگر مقامات پر بھی کہی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۵ میں کہا گیا: فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا تم میں سے جو بھی ایسا کرے اس کی سزا اس کے سوا کیا ہوگی دنیا میں رسوائی اور قیامت کے دن سخت عذاب کی مار۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳۳ میں کہا گیا: ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت اور خواری اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے۔ سورۂ حج کی آیت نمبر ۹ میں یوں کہا گیا: لَهٗ فِی الدُّنْيَا خِزْیٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ اسے دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور قیامت کے دن بھی ہم اسے جہنم میں جلنے کا عذاب چکھائیں گے۔

درس نمبر: ۹۳۵ — حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی پر سوار ہونے کا حکم — ہود: ۴۰-۴۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: حَتّٰٓى حتیٰ کہ اِذَا جب جَآءَ آیا اَمْرُنَا ہمارا حکم وَفَارَ اور جوش مارا التَّنُّوْرُ تنور نے قُلْنَا (تو) ہم نے کہا احْمِلْ سوار کرلے فِيْهَا اس (کشتی) میں مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ ہر قسم سے جوڑا اثْنَيْنِ (نر اور مادہ ہر ایک سے) دو وَاَهْلَكَ اور اپنے گھر والوں کو اِلَّا سوائے مَنْ اس شخص کے کہ سَبَقَ پہلے گزر چکا عَلَيْهِ اس کی بابت الْقَوْلُ حکم وَمَنْ اور ان کو (بھی سوار کرلے) جو اٰمَنَ ایمان لاچکے وَمَآ اٰمَنَ اور ایمان نہ لائے تھے مَعَهٗٓ اس کے ساتھ اِلَّا مگر قَلِيْلٌ تھوڑے ہی (لوگ) ۝ وَقَالَ اور (نوح نے) کہا ارْكَبُوْا تم سوار ہو جاؤ فِيْهَا اس (کشتی) میں بِسْمِ اللّٰهِ اللہ کے نام کے ساتھ ہے مَجْرٖىهَا اس کا چلنا وَمُرْسٰىهَا اور اس کا ٹھہرنا اِنَّ بے شک رَبِّیْ میرا رب لَغَفُوْرٌ البتہ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے ۝

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور جوش مارنے لگا تو ہم نے (نوح کو) حکم دیا کہ ہر قسم کے جانداروں) میں سے جوڑا جوڑا (یعنی) دو (دو جانور ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ) لے لو اور جس شخص کی نسبت حکم ہو چکا ہے (کہ ہلاک ہو جائے گا) اس کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو اور جو ایمان لایا ہو اُس کو کشتی میں سوار کر لو اور ان کیساتھ بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے ۝ (نوح نے) کہا کہ اللہ کا نام لے کر (کہ اُسی کے ہاتھ میں) اس کا چلنا اور ٹھہرنا (ہے) اس میں سوار ہو جاؤ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے ۝

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا

۲۔تنور جوش مارنے لگا

۳۔ہم نے نوح کو حکم دیا کہ ہر قسم کے جانداروں میں سے جوڑا لے لو

۴۔جس شخص کی نسبت حکم ہو چکا ہے اس کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو اور جو ایمان لایا اُس کو کشتی میں سوار کر لو

۵۔حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ بہت کم لوگ ایمان لائے تھے

۶۔حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ اللہ کا نام لے کر اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے، اس میں سوار ہو جاؤ۔

۷۔بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سب کچھ بتلا دیا تھا کہ طوفان آئے گا اور تم غرق ہو جاؤ گے اور نجات اسی میں ہے کہ تم ایمان لالو تا کہ تم اس کشتی میں سوار ہو کر اپنی جان بھی بچالو اور اپنی آخرت بھی بنالو۔مگر قوم اپنے ناپاک فیصلہ پر قائم رہی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہنچا۔اس کی منظر کشی ان آیات میں کی جارہی ہے۔ یہاں تک کہ مسلسل بارش کے ذریعہ ہلاکت کا ہمارا حکم جب آ پہنچا اور تنور جوش مارنے لگا، اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت پر جو ایمان لائے ان کو بچالیا جائے اور اللہ تعالیٰ کو یہ بھی منظور تھا کہ درندوں، پرندوں اور چوپایوں کی نسلیں بھی باقی رہیں اور طوفانِ نوح کے بعد یہ نسلیں زندہ رہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ جو اہلِ ایمان ہیں انہیں کشتی میں سوار کرلیں اور اپنے گھر والوں کو بھی کشتی میں سوار کرلیں اور جانوروں میں سے بھی ہر قسم سے جوڑے یعنی مذکر اور مونث سوار کرلیں تا کہ ان جوڑوں کے ذریعہ طوفان کے بعد ان کی نسلوں کا سلسلہ جاری رہے۔ آپ کے گھر والوں میں سے سارے مرد حضرات اور خواتین کو سوار کرلیں۔ ہاں! تمہاری بیوی کو سوار نہ کریں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ کشتی میں سوار ہونے والوں کی تعداد ۸۰ تھی جن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم) ان میں حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے اور ان کی بیویاں بھی تھیں۔بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں، ایک مومنہ تھی اور دوسری کافرہ۔ جو کافرہ تھی وہ غرق ہوگئی اور جو مومنہ تھی وہ کشتی میں سوار کر لی گئی۔بعض مفسرین نے کشتی میں سوار ہونے والوں کی کل تعداد ۶ یا ۸ لکھی ہے۔(تفسیر طبری) قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے تعداد کی وضاحت نہیں کی ہے۔جب پانی آیا تو پہلے تنور سے ابلنا شروع ہوا اور یہ تنور سے پانی کا ابلنا طوفان کے آغاز کی علامت تھی۔وَفَارَ التَّنُّوْرُ کا یہ مطلب نہیں کہ سارا پانی تنور ہی سے نکلا، اس لئے کہ سورۂ قمر کی آیت نمبر ۱۱ اور ۱۲ میں ہے: فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ہم نے خوب بہنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے۔پھر پانی اس کام کے لئے مل گیا جو پہلے سے تجویز ہو چکا تھا، یعنی آسمان کا پانی اور زمین کا پانی

دونوں مل گئے۔اس طرح پانی کی زیادتی کے ذریعہ کافروں کی ہلاکت کا فیصلہ کر دیا گیا۔سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر ۱۱ اور ۱۲ میں فرمایا گیا:اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ بیشک جب پانی میں طغیانی آ گئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا تاکہ اسے ہم تمہارے لئے نصیحت بنا دیں اور تاکہ اسے یاد کرنے والے کان یاد رکھیں۔

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ اس میں سوار ہو جاؤ اللہ کے نام سے، اسی کے نام سے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے، بلاشبہ میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔اس کشتی کا چلنا بھی اللہ کے نام سے ہے اور اس کا ٹھہرنا بھی اللہ ہی کے نام سے ہے۔بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ طوفان کے دوران جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی کو روکنا چاہتے تو بسم اللہ کہہ دیتے اور جب چاہتے تھے کہ کشتی چل پڑے تو پھر بسم اللہ کہہ دیتے تھے۔(تفسیر الرازی)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (المومنون:۲۸) جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی پر بیٹھ جائیں تو یوں کہنا کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ تعلیم بھی دی کہ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (المومنون:۲۹) اے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ میں اتار اور تو بہترین اتارنے والوں میں سے ہے۔

درس نمبر:۹۳۶ ہود:۴۲۔۴۳

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا تو ہمارے ساتھ سوار ہو جا

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰی نُوْحُ ِۨابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ يَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَهِیَ اور وہ (کشتی) تَجْرِیْ چلتی تھی بِهِمْ انہیں لے کر فِیْ مَوْجٍ ایسی موجوں میں كَالْجِبَالِ جو پہاڑوں جیسی تھیں وَنَادٰی اور پکارا نُوْحُ نوح نے ابْنَهٗ اپنے بیٹے کو وَكَانَ اور تھا وہ فِیْ مَعْزِلٍ (سب سے) الگ تھلگ يّٰبُنَیَّ اے میرے بیٹے! ارْكَبْ تو (بھی) سوار ہو جا مَّعَنَا ہمارے ساتھ وَلَا تَكُنْ اور نہ ہو تو مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ کافروں کے ساتھ ۝ قَالَ اس نے کہا سَاٰوِیْٓ ابھی میں پناہ لے لیتا ہوں اِلٰی جَبَلٍ کسی پہاڑ کی طرف يَّعْصِمُنِیْ وہ

بچالے گا مجھے مِنَ الْمَآءِ پانی سے قَالَ (نوح نے) کہا لَا عَاصِمَ نہیں کوئی بچانے والا الْیَوْمَ آج مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اللہ کے حکم (عذاب) سے اِلَّا مگر مَنْ جس پر رَّحِمَ وہ (اللہ) رحم کرے وَحَالَ اور حائل ہوگئی بَیْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان الْمَوْجُ موج فَکَانَ چنانچہ وہ ہوگیا مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ غرق شدہ لوگوں میں سے ۝

ترجمہ: اور وہ اُن کو لے کر (طوفان کی) لہروں میں چلنے لگی (لہریں کیا تھیں) گویا پہاڑ (تھے) اس وقت نوح نے اپنے بیٹے کو کہ (کشتی سے) الگ تھا پکارا کہ بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ ہو ۝ اُس نے کہا کہ میں (ابھی) پہاڑ سے جا لگوں گا وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے (اور نہ کوئی بچ سکتا ہے) مگر جس پر اللہ رحم کرے اتنے میں دونوں کے درمیان لہر حائل ہوئی اور وہ ڈوب کر رہ گیا ۝

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑوں جیسی موجوں میں چلنے لگی

۲۔ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو آواز دی

۳۔ اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا

۵۔ کافروں کے ساتھ مت ہو

۶۔ وہ کہنے لگا کہ میں عنقریب کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا

۷۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں

۸۔ مگر وہی جس پر وہی رحم فرمادے

۹۔ ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی

۱۰۔ وہ غرق کئے جانے والوں میں سے ہوگیا۔

جس کشتی پر حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے گھر والے اور وہ لوگ جو ایمان لائے تھے سب سوار ہوگئے اور ان کے ساتھ ہر قسم کے جانور مذکر اور مونث بھی سوار تھے۔ کشتی تیزی سے چلنے لگی اور وہ کشتی ان تمام کو لے کر پانی کی سطح پر چل رہی تھی۔ یہاں تک کہ پانی پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ گیا بلکہ پانی پہاڑوں کی چوٹی سے بھی پندرہ زرع اور بلند ہوگیا۔ بعض مفسرین نے اسّی میل کی بلندی تک پانی کی بلندی شمار کی ہے۔ پانی کی جو موجیں تھیں وہ پہاڑوں کی طرح بلند اور کشادہ تھیں اور اس وقت تیز و تند ہوائیں بھی چل رہی تھیں۔ الغرض خوفناک ماحول تھا اور یہ کشتی اس طوفان میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اجازت اور اس کی نگرانی اور حفاظت میں چل رہی تھی۔ سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر ۱۱ اور ۱۲ میں اس منظر کو یوں بیان کیا گیا ہے: اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰکُمْ فِی الْجَارِیَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَکُمْ تَذْکِرَةً وَّ تَعِیَهَآ اُذُنٌ

وَّاعِيَةٌ بیشک جب پانی میں طغیانی آ گئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا تا کہ اسے ہم تمہارے لئے نصیحت بنا دیں اور تا کہ اسے یاد کرنے والے کان یاد رکھیں۔ سورۂ قمر کی آیت نمبر ۱۳ اور ۱۵ میں بھی یہ بات یوں بتلائی گئی: وَ حَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۙ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ''اور ہم نے نوح کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی سوار کر لیا اور ہم نے اس کشتی کو ایک نشانی بنا چھوڑا تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟''

باپ کی محبت جاگ گئی اور شفقت کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پکارا جبکہ بیٹے کی اخلاقی اور ایمانی حالت یہ تھی کہ وہ ہٹا ہوا تھا اور وہ کافر تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوتِ حق سے بیزار اور منکر تھا۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کا چوتھا بیٹا تھا۔ اس کا نام کنعان تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو بڑی محبت اور شفقت سے پکارا کہ اے بیٹے! کشتی میں ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور ہلاک ہونے والے کافروں کے ساتھ مت ہو جا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا جی یہ چاہ رہا تھا کہ وہ کافروں کے ساتھ غرق نہ ہو، وہ کشتی پر سوار ہوتے وقت ایمان قبول کر لے اور ان کے ساتھ سوار ہو جائے۔ مگر نافرمان بیٹے نے اپنے باپ حضرت نوح علیہ السلام کے حکم کی تعمیل نہیں کی اور اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی پہاڑ کی طرف چڑھ جاؤں گا اور پہاڑ کو اپنا ٹھکانہ بنا لوں گا اور وہ پہاڑ مجھے پانی میں ڈوبنے سے بچا لے گا۔ وہ یہ گمان کر رہا تھا کہ یہ ایک معمولی سیلاب ہے، اس سیلاب سے نجات پانا ممکن ہے۔ وہ یہ خیال کر رہا تھا کہ میں کسی بلند پہاڑ پر پہنچ کر یا کسی بلند مقام پر پہنچ کر نجات پا لوں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں۔ آج تو وہی بچ سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرما دے۔ آج کے دن اللہ کے عذاب سے دنیا کی کوئی چیز بچا نہیں سکتی۔ اللہ کا عذاب تو کافروں کا پیچھا کر رہا ہے۔ ہاں! آج وہی شخص بچ سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور جس پر اللہ رحم فرمائے وہی معصوم ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرماتے ہیں جو اپنے گناہوں پر نادم اور شرمندہ ہوتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو دیکھتے رہے اور پانی مزید بلند ہونے لگا، یہاں تک کہ باپ بیٹے کے درمیان پانی حائل ہو گیا اور بیٹا غرق ہونے اور ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گیا۔

طوفانِ نوح کا منظر

درس نمبر: ۹۳۷ — ہود: ۴۴-۴۵-۴۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقِيْلَ اور کہا گیا يٰٓاَرْضُ اے زمین! ابْلَعِىْ تو نگل لے مَآءَكِ اپنا پانی وَيٰسَمَآءُ اے آسمان! اَقْلِعِىْ تو تھم جا (برسنے سے) وَغِيْضَ اور کم کردیا گیا الْمَآءُ پانی وَقُضِىَ اور تمام کردیا گیا الْاَمْرُ (ان کا) کام وَاسْتَوَتْ اور وہ (کشتی) جا ٹھہری عَلَى الْجُوْدِيِّ جودی (پہاڑ) پر وَقِيْلَ اور کہا گیا بُعْدًا دوری (لعنت) ہے لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالم قوم کے لیے۝ وَنَادٰى نُوْحٌ اور نوح نے پکارا رَّبَّهٗ اپنے رب کو فَقَالَ چنانچہ اس نے کہا رَبِّ اے میرے رب! اِنَّ بلاشبہ ابْنِىْ میرا بیٹا مِنْ اَهْلِىْ میرے اہل میں سے ہے وَاِنَّ اور بلاشبہ وَعْدَكَ تیرا وعدہ الْحَقُّ حق (سچا) ہے وَاَنْتَ اور تو اَحْكَمُ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے الْحٰكِمِيْنَ تمام فیصلہ کرنے والوں سے۝ قَالَ (اللہ نے) کہا يٰنُوْحُ اے نوح! اِنَّهٗ بے شک وہ لَيْسَ نہیں ہے مِنْ اَهْلِكَ تیرے اہل میں سے اِنَّهٗ بلاشبہ اس کا عَمَلٌ عمل غَيْرُ صَالِحٍ غیر صالح ہے فَلَا تَسْئَلْنِ چنانچہ تو مجھ سے سوال مت کر مَا اس چیز کا کہ لَيْسَ نہیں ہے لَكَ تجھے بِهٖ اس کا عِلْمٌ کوئی علم اِنِّىْٓ بے شک میں اَعِظُكَ تجھے نصیحت کرتا ہوں اَنْ تَكُوْنَ کہ نہ ہو تو مِنَ الْجٰهِلِيْنَ جاہلوں میں سے۝

ترجمہ: اور حکم دیا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا تو پانی خشک ہو گیا اور کام تمام کر دیا گیا اور کشتی کوہِ جودی پر جا ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ بے انصاف لوگوں پر لعنت ۝ اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا! اللہ! میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں سے ہے (تو اُسکو بھی نجات دے) تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بہتر حاکم ہے۝ اللہ نے فرمایا کہ اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے وہ تو ناشائستہ افعال ہے تو جس چیز کی تمہیں حقیقت معلوم نہیں اُس کے بارے میں مجھ سے سوال ہی نہ کرو اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نادان نہ بنو ۝

تشریح: ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حکم ہوا کہ اے زمین! اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان! تھم جا

۲۔ پانی کم ہو گیا اور فیصلہ کر دیا گیا

۳۔ کشتی جودی پہاڑی پر ٹھہر گئی

۴۔ کہہ دیا گیا کہ کافروں کے لئے دوری ہے

۵۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا

۶۔ عرض کیا کہ اے میرے رب! بیشک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے

۷۔ بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو احکم الحاکمین ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح! بلاشبہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے

۹۔ بیشک اس کا عمل درست نہیں

۱۰۔تم مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے

۱۱۔میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں شامل نہ ہونا۔

جوطوفان حضرت نوح علیہ السلام کوغرق کرنے کے لئے آیا تھا وہ طوفان کتنے دن تک رہا اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہیکہ یہ کشتی ایک سو پچاس (۱۵۰) دن تک پانی پر رہی اور ایک قول یہ ہے کہ وہ چھ مہینوں تک پانی میں رہی۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی بلند یہ پانی تھا۔ یہ دہشت ناک منظر تھا کہ آسمان سے بھی پانی اور زمین سے بھی پانی اور ہر طرف پانی ہی پانی۔ جب روئے زمین کے سارے لوگ غرق ہوگئے اور صرف کشتی پر سوار لوگ ہی باقی رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ اپنے پانی کو نگل لے اور آسمان کو حکم دیا گیا کہ وہ تھم جائے۔ بس پانی کم ہوگیا اور فیصلہ کردیا گیا، یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے جس ظالم قوم کی ہلاکت کا وعدہ کیا تھا وہ وعدہ پورا ہوگیا اور کشتی عراق کی شمالی جانب جزیرہ میں جودی پہاڑ پرآ کر رک گئی، یعنی موصل نامی علاقہ میں۔ یہ ظالم قوم ہلاکت اور خسارہ سے دوچار ہوگئی اور اللہ کی رحمت سے دور ہوگئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ ظالم قوم ہمیشہ اللہ کی رحمت سے دور ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے مجرم لوگوں کا انجام یہی ہوتا ہے کہ وہ رحمت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر اتری۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اس پہاڑ پر ایک مہینہ تک رہے اور جب یہ یقین ہوگیا کہ پانی ختم ہوگیا ہے اور زمین اس لائق ہوگئی ہے کہ اس پر قیام کیا جائے تو حضرت نوح علیہ السلام اس پہاڑ سے نیچے تشریف لے آئے اور پھر یہ دنیا دوبارہ بسنی شروع ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ان تین بیٹوں سے جو کشتی میں سوار تھے نسلیں دوبارہ چلیں۔ ان تینوں بیٹوں کے نام یہ تھے: سام، حام اور یافت۔

اس موقع پر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے اپنے بیٹے سے متعلق یہ دعاء فرمائی کہ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ کہا کہ اے میرے رب! میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور آپ کا وعدہ سچا ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان کے اہل وعیال کو نجات عطا فرمائے گا۔ لیکن جب ان کا ایک بیٹا غرق ہوگیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے کہا کہ میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے ہے اور آپ کا وعدہ تو حق اور سچا ہے اور آپ تو احکم الحاکمین ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے ایک بات تو یہ کہی کہ یہ نافرمان بیٹا آپ کے اہل میں سے نہیں ہے، اس لئے کہ میں نے تو یہ وعدہ کیا تھا کہ تمہارے اہل میں سے جو ایمان لائے اس کو نجات دوں گا۔ اگر تمہارا یہ بیٹا بھی ایمان لے آتا تو ہم نجات دیتے۔ دوسری بات اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی کہ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ بیشک اس کا عمل درست نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے ہدایت اور اصلاح کی دعوت کا انکار کردیا اور یہ کافروں میں شامل ہوگیا ہے۔ اس کا یہ عمل تمہارے اہل میں ہونے سے رکاوٹ ہے۔ تیسری بات اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی: فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اے نوح! تم مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کرو

جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ یعنی تم مجھ سے ایسی گزارش مت کرو جس گزارش کے درست ہونے یا نہ ہونے کا تمہیں علم نہیں ہے۔ چوتھی بات یہ فرمائی کہ اِنِّیۡۤ اَعِظُکَ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِیۡنَ میں تمہیں اس بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادانوں میں شامل نہ ہونا۔ یعنی میں اس طرح کے سوال سے تمہیں روکتا ہوں اور تمہیں ڈراتا ہوں اس بات سے کہ تم گنہگاروں میں سے نہ ہو جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ کہا تھا کہ قَالَ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ اَنۡ اَکُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِیۡنَ کہا کہ میں ایسا جاہل ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتا ہوں۔

﴿درس نمبر:۹۳۸﴾ **اے نوح! تم سلامتی کے ساتھ اُتر جاؤ** ﴿ہود: ۴۷۔۴۸۔۴۹﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ اَنۡ اَسۡـَٔلَکَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ وَتَرۡحَمۡنِیۡۤ اَکُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ۝ قِیۡلَ یٰنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ عَلَیۡکَ وَ عَلٰۤی اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَکَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمۡ ثُمَّ یَمَسُّهُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝ تِلۡکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهَاۤ اِلَیۡکَ ۚ مَا کُنۡتَ تَعۡلَمُهَاۤ اَنۡتَ وَلَا قَوۡمُکَ مِنۡ قَبۡلِ هٰذَا ؕ فَاصۡبِرۡ ؕ اِنَّ الۡعَاقِبَةَ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ (نوح نے) کہا رَبِّ اے میرے رب! اِنِّیۡۤ بیشک میں اَعُوۡذُ بِکَ تیری پناہ میں آتا ہوں اَنۡ اَسۡـَٔلَکَ کہ میں تجھ سے سوال کروں مَا اس چیز کا کہ لَیۡسَ نہیں ہے لِیۡ مجھے بِهٖ اس کا عِلۡمٌ کوئی علم وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ اور اگر تو نے میری مغفرت نہ کی وَتَرۡحَمۡنِیۡۤ اور تو نے مجھ پر رحم نہیں کیا اَکُنۡ (تو) میں ہو جاؤں گا مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ خسارہ پانے والوں میں سے ۝ قِیۡلَ کہا گیا یٰنُوۡحُ اے نوح! اهۡبِطۡ اتر تو بِسَلٰمٍ سلامتی کے ساتھ مِّنَّا ہماری طرف سے وَبَرَکٰتٍ اور برکتوں کے (ساتھ) عَلَیۡکَ تجھ پر وَ عَلٰۤی اُمَمٍ اور جماعتوں پر مِّمَّنۡ ان میں سے جو مَّعَکَ تیرے ساتھ ہیں وَاُمَمٌ اور کچھ جماعتیں سَنُمَتِّعُهُمۡ عنقریب ہم فائدہ دیں گے انہیں ثُمَّ پھر یَمَسُّهُمۡ انہیں پہنچے گا مِّنَّا ہماری طرف سے عَذَابٌ اَلِیۡمٌ دردناک عذاب ۝ تِلۡکَ یہ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ کچھ خبریں ہیں الۡغَیۡبِ غیب کی نُوۡحِیۡهَاۤ ہم انہیں وحی کرتے ہیں اِلَیۡکَ آپ کی طرف مَا کُنۡتَ نہ تھے آپ تَعۡلَمُهَاۤ ان کو جانتے اَنۡتَ آپ وَلَا قَوۡمُکَ اور نہ آپ کی قوم مِنۡ قَبۡلِ هٰذَا اس (وحی) سے پہلے فَاصۡبِرۡ چنانچہ آپ صبر کریں اِنَّ بلاشبہ الۡعَاقِبَةَ (بہترین) انجام لِلۡمُتَّقِیۡنَ متقیوں کے لیے ہے ۝

ترجمہ: نوح نے کہا، میرے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی چیز کا تجھ سے سوال کروں جس کی مجھے حقیقت معلوم نہیں اور اگر تو مجھے نہیں بخشے گا اور مجھ پر رحم نہیں کرے گا تو میں تباہ ہو جاؤں گا ۝ حکم ہوا کہ نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کیساتھ (جو) تم پر اور تمہارے ساتھ کی جماعتوں پر (نازل کی گئی ہیں) اتر آؤ اور کچھ اور

جماعتیں ہوں گی جن کو ہم (دنیا کے فوائد سے) محفوظ کریں گے پھر ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۝ یہ (حالات) منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں اور اس سے پہلے نہ تم ہی ان کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم (ہی ان سے واقف تھی) تو صبر کرو کہ انجام پرہیز گاروں ہی کا (بھلا) ہے۝

تشریح: ان تین آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! بیشک میں آپ سے اس بات کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں آپ سے وہ سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے۔

۲۔ اگر آپ نے میری بخشش نہیں فرمائی تو میں خسارہ والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

۳۔ حکم ہوا کہ اے نوح! تم اتر جاؤ سلامتی کے ساتھ جو ہماری طرف سے ہے

۴۔ برکتوں کے ساتھ جو تم پر اور ان جماعتوں پر ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں۔

۵۔ بہت سی جماعتیں ایسی ہیں جنہیں ہم نفع پہنچائیں گے۔

۶۔ پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

۷۔ یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔

۸۔ اس سے پہلے آپ ان کو نہیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔

۹۔ آپ صبر کیجئے۔

۱۰۔ بلاشبہ انجام کار متقیوں کے لئے ہی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا کہ تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں سے نہیں ہے، اس کا عمل بھی درست نہیں ہے اور جس چیز کا علم تمہیں نہیں ہے اس بارے میں کوئی سوال بھی تم مجھ سے نہ کرو اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اس بات سے کہ تم جاہلوں میں سے نہ ہو جاؤ، تو حضرت نوح علیہ اسلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں کہا کہ اے اللہ! میں اس بات سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں آپ سے ایسا سوال کروں جس کا خود مجھے علم نہیں۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی نجات کا سوال فرما کر کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ یہ ایک اجتہادی غلطی تھی۔ اس کے پیچھے نیک نیت تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو ایک گناہ تصور کیا، اس لئے کہ انہوں نے ایک افضل چیز کو ترک کیا تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ دین کی بنیاد پر جو رابطے ہوتے ہیں وہ زیادہ قوی ہوتے ہیں، نسب کی بنیاد پر ہونے والے رابطوں کے مقابلہ میں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مومنوں کو نجات دی اور حضرت نوح کے بیٹے اور بیوی کو ہلاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ پہلے ایمان دیکھتے ہیں نسبتیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں لوگوں کو جو بدلہ دیتے ہیں وہ ان کے ایمان اور اعمال کی بنیاد پر دیتے ہیں،

حسب ونسب کی بنیاد پر نہیں دیتے۔سورۂ مومنوں کی آیت نمبر ۱۰۱ میں یوں کہا گیا: فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَ لُوْنَ پس جبکہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے نہ آپس کی پوچھ پچھ۔ جو شخص نسبت کی بنیاد پر غرور کرتا ہے اور اپنے رب کو راضی کرنے والے اعمال اختیار نہیں کرتا وہ جاہل مطلق ہے۔حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی فرمایا: وَاِلَّا تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ اے میرے اللہ! اگر آپ نے میری مغفرت نہیں فرمائی اور مجھ پر رحم نہیں فرمایا تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوجاؤں گا۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جس کی مغفرت نہ ہو اور جس پر اللہ کی رحمت نہ ہو وہ یقیناً خسارہ میں ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۴ میں اللہ کے فضل اور رحمت کے نہ ملنے کو خسارہ پانے کا سبب بیان کیا گیا ہے: فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَکُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ پھر اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم نقصان والے ہوجاتے۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۲۳ میں بھی مغفرت اور رحمت کے نہ ملنے کو خسارہ سے تعبیر کیا گیا ہے: وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں اور ہم پر رحم نہ کریں تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

جب کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور مومنوں کو نجات مل گئی تو حضرت نوح علیہ السلام کا اکرام واعزاز ہو رہا ہے کہ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ عَلَیْکَ وَعَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَکَ ۔الخ۔اے نوح! تم اتر جاؤ سلامتی کے ساتھ جو ہماری طرف سے ہے اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر اور ان جماعتوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں۔ چونکہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ رہنے والے مومنوں کا حال یہ تھا کہ وہ اس خوف میں تھے کہ وہ کیسے زندہ رہیں گے اور ان کے کھانے پینے کی چیزیں کس طرح فراہم ہوں گی؟ اس لئے کہ اس طوفان کے بعد نہ ہی حیوان بچے تھے اور نہ ہی نباتات میں سے کوئی چیز بچی تھی، اس لئے کشتی سے نکلنے کے وقت انہیں سلامتی کی بات کہی جارہی ہے۔ پھر برکت کا لفظ بھی کہا جارہا ہے کہ مستقبل میں تم سب کے لئے سلامتی بھی رہے گی اور برکت بھی رہے گی۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور برکت کے یہ دو الفاظ اس بات کا اشارہ دے رہے ہیں کہ کشتی سے بچ جانے والوں کی نسلیں باقی رہیں گی اور ان کی امیدیں پوری ہوں گی۔سورۂ صٰفّٰت کی آیت نمبر ۷۹ میں بھی اس جانب اشارہ ہے: سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ یعنی تمام جہاں میں کہ نوح پر سلام ہو۔

تِلْکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْکَ رسولِ رحمت ﷺ سے حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعہ کو بیان کئے جانے کے بعد کہا جارہا ہے کہ یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو وحی کے ذریعہ بتلائے گئے ہیں۔نہ آپ جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم جانتی اور مانتی تھی۔پس آپ دعوتِ دین کے اس میدان میں صبر سے کام لیجئے اور یہ حقیقت جان لیجئے کہ اچھا انجام تو متقیوں کے لئے ہی ہے۔

﴿درس نمبر:۹۳۹﴾

قومِ عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت

﴿ہود:۵۰۔۵۱۔۵۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۚ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِلٰى عَادٍ اور (ہم نے بھیجا) عاد کی طرف اَخَاهُمْ ان کے بھائی هُوْدًا ہود کو قَالَ اس نے کہا يٰقَوْمِ اے میری قوم! اعْبُدُوا اللّٰهَ تم اللہ کی عبادت کرو مَا نہیں ہے لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْ اِلٰهٍ کوئی معبود غَيْرُهٗ اس کے سوا اِنْ نہیں اَنْتُمْ (ہو) تم اِلَّا مگر مُفْتَرُوْنَ جھوٹ گھڑنے والے ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ اے میری قوم! لَآ اَسْـَٔلُكُمْ سوال نہیں کرتا میں تم سے عَلَيْهِ اس (تبلیغ) پر اَجْرًا کسی اجر کا اِنْ نہیں ہے اَجْرِيَ میرا اجر اِلَّا مگر عَلَى الَّذِيْ اس ذات پر جس نے فَطَرَنِيْ مجھے پیدا کیا اَفَلَا کیا پھر نہیں تَعْقِلُوْنَ تم عقل رکھتے؟ ﴿۵۱﴾ وَيٰقَوْمِ اور میری قوم! اسْتَغْفِرُوْا تم مغفرت طلب کرو رَبَّكُمْ اپنے رب سے ثُمَّ پھر تُوْبُوْٓا تم توبہ کرو اِلَيْهِ اسی کی طرف يُرْسِلِ وہ بھیجے گا السَّمَآءَ بادل عَلَيْكُمْ تم پر مِّدْرَارًا خوب برسنے والے وَّيَزِدْكُمْ اور تمہیں بڑھادے گا قُوَّةً قوت میں اِلٰى قُوَّتِكُمْ ساتھ تمہاری (موجودہ) قوت کے وَلَا تَتَوَلَّوْا اور تم روگردانی مت کرو مُجْرِمِيْنَ مجرم بن کر ﴿۵۲﴾

ترجمہ: اور ہم نے قومِ عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم شرک کر کے اللہ پر محض بہتان باندھتے ہو ﴿۵۰﴾ میری قوم! میں اس وعظ و نصیحت کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا، میرا صلہ تو اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا، بھلا تم سمجھتے کیوں نہیں؟ ﴿۵۱﴾ اور اے قوم! اپنے پروردگار سے بخشش مانگو پھر اس کے آگے توبہ کرو وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری طاقت پر طاقت بڑھائے گا اور دیکھو گنہگار بن کر روگردانی نہ کرو ﴿۵۲﴾

تشریح: ان تین آیتوں میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قومِ عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا۔

۲۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

۳۔ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

۴۔ تم تو صرف جھوٹ گھڑنے والے ہو۔

۵۔ اے میری قوم! میں تم سے اس پر کوئی مزدوری طلب نہیں کرتا۔

۶۔ میرا اجر صرف اللہ پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔

۷۔کیا تم سمجھ نہیں رکھتے

۸۔اے میری قوم! اپنے رب سے مغفرت طلب کرو۔

۹۔اس کے حضور توبہ کرو۔

۱۰۔وہ تم پر خوب بارشیں بھیج دے گا۔

۱۱۔جو تمہیں قوت حاصل ہے اس سے زیادہ قوت عطا فرمائے گا۔

۱۲۔تم مجرم بن کر روگردانی کرنے والے مت بنو۔

پچھلی آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ کیا گیا اور قوم کی سرکشی، ضد اور نافرمانی اور ان کے غرق کیئے جانے کی تفصیلات بتلائی گئیں۔ان آیتوں میں حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی مجرم قوم کا تذکرہ کیا جارہا ہے اور قوم کی سرکشی، ضد اور نافرمانی بتلائی جارہی ہے۔قوم عاد بڑی قوت و طاقت کی حامل تھی۔ وہ بڑے ڈیل ڈول والے تھے۔قومِ عاد کو اپنی قوت و طاقت پر ناز اور گھمنڈ تھا۔سورۂ فجر کی آیات نمبر ۶، ۷ اور ۸ میں یوں کہا گیا: اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قومِ عاد کے ساتھ کیا کیا؟ ستونوں والے اِرَم کے ساتھ جس کی مانند کوئی قوم ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی۔سورۂ حٰم السجدہ کی آیت نمبر ۱۵ میں یوں کہا گیا: فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَکْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً قومِ عاد نے تو بے وجہ زمین میں سرکشی شروع کردی اور کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ کیا انہیں یہ نظر نہ آیا کہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے بہت ہی زیادہ طاقتور ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی رہبری کے لئے انہی کی برادری میں سے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا۔حضرت ہود علیہ السلام نسب اور قبیلہ کے اعتبار سے قومِ عاد میں سے تھے، مگر دین کے اعتبار سے ان میں سے نہیں تھے۔ یہ عرب قبیلہ ہے۔یمن کے کنارے احقاف میں رہتا تھا۔ یہ کھیتی باڑی کرنے والے لوگ تھے۔قومِ عاد کے بارے میں سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۱۲۸ تا ۱۳۰ میں یوں کہا گیا کہ اَتَبْنُوْنَ بِکُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ کیا تم ایک ایک ٹیلے پر بطور کھیل تماشا یادگار عمارت بناتے ہو اور بڑی صنعت والے مضبوط محل تعمیر کرتے ہو؟ گویا کہ تم ہمیشہ یہیں رہوگے اور جب تم ہاتھ کسی پر ڈالتے ہو تو سختی اور ظلم سے پکڑتے ہو۔ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہی معبود برحق ہے۔جن بتوں سے یہ قوم چپکی ہوئی تھی اور ان بتوں کی پرستش کررہی تھی حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو اس بت پرستی اور شرک سے روکا اور

کہا کہ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ کہ دیکھو! اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، اسی اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے، وہی تمہیں روزی دے رہا ہے۔ اس نے تم پر بے حساب نعمتیں عطا کی ہیں۔ تم شرک کو اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو اور تم جو یہ سمجھ رہے ہو کہ یہ بت اللہ کے ہاں تمہارے سفارشی ہیں، یہ بالکل غلط ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۶۹ میں ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد دلائیں: فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تم سب اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کو کامیابی ملے۔ مگر ان کی قوم نے کہا کہ تم تو بے وقوف آدمی ہو اور ہم تمہیں جھوٹا آدمی سمجھتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ سَفَاهَةٍ (الاعراف:۶۶) حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ میں تم سے اس دعوت دینے والی محنت پر کوئی معاوضہ یا مزدوری بھی نہیں مانگتا، اس کا اجر تو میرا رب مجھے عطا کرے گا جس نے مجھے پیدا کیا۔ نبیوں نے اپنی قوموں سے عموماً یہی بات کہی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہ بات کہی: وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا (ہود:۲۹) اے میری قوم! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو توبہ اور استغفار کی جانب توجہ دلائی اور کہا کہ وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اے میری قوم! تم اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو۔ پھر اس سے توبہ کرو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے اپنے جرائم اور گناہوں پر سچی توبہ کرو گے اور اس سے مغفرت کی بھیک مانگو گے تو تمہاری زندگیوں میں انقلاب آ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی موسلا دھار بارشیں تم پر برسائے گا اور جس قدر تمہارے پاس اب قوت ہے اپنی طرف سے اور اپنی مہربانی سے تمہیں مزید قوت و طاقت سے نوازے گا۔ تمہارے لئے سلامتی اور عافیت اسی میں ہے کہ تم منہ موڑ کر گنہگار مت بنو بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق اپنی زندگی گزارو۔

قومِ ہود کی ہٹ دھرمی

﴿درس نمبر:۹۴۰﴾ ﴿ہود:۵۳۔۵۴۔۵۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۳ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۭ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝۵۴ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝۵۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْا انہوں نے کہا يٰهُوْدُ اے ہود! مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ نہیں لایا تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل وَمَا اور نہیں ہیں نَحْنُ ہم بِتَارِكِيْ چھوڑنے والے اٰلِهَتِنَا اپنے معبودوں کو عَنْ قَوْلِكَ (صرف) تیرے کہنے پر وَمَا اور نہیں ہیں نَحْنُ ہم لَكَ تجھ پر بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے O اِنْ نَّقُوْلُ ہم نہیں کہتے اِلَّا مگر اعْتَرٰىكَ (یہ کہ) تجھے مبتلا کر دیا ہے بَعْضُ اٰلِهَتِنَا ہمارے کسی معبود نے بِسُوْٓءٍ برائی (خللِ دماغ) میں قَالَ

(ہود نے) کہا إِنِّيْ بے شک میں أُشْهِدُ اللّٰهَ اللہ کو گواہ بناتا ہوں وَاشْهَدُوْٓا اور تم (بھی) گواہ رہو أَنِّيْ (کہ)
بے شک میں بَرِيْءٌ بری ہوں مِّمَّا ان سے جنہیں تُشْرِكُوْنَ تم شریک ٹھہراتے ہو O مِنْ دُوْنِهٖ اس (اللہ)
کے سوا فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا لہٰذا تم سب (مجھے نقصان پہنچانے کی) تدبیر کرلو ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنَ پھر تم مجھے مہلت نہ دو

ترجمہ: وہ بولے کہ اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی ظاہر دلیل نہیں لائے اور ہم (صرف) تمہارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں O ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آسیب پہنچا (کر دیوانہ کر) دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جنہیں تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں O (یعنی جن کی) اللہ کے سوا (عبادت کرتے ہو تو) تم سب مل کر میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی چاہو) کرلو اور مجھے مہلت نہ دو O

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قوم نے کہا کہ اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں لائے۔

۲۔ ہم تمہارے کہنے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔

۳۔ ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۴۔ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کوئی خرابی پہنچا دی ہے۔

۵۔ حضرت ہود علیہ السلام نے کہا کہ بیشک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں۔

۶۔ تم گواہ ہو جاؤ کہ بیشک میں ان چیزوں سے بَری ہوں جنہیں تم اللہ کے علاوہ شریک قرار دیتے ہو۔

۷۔ تم سب مل کر میرے بارے میں تدبیریں کرلو، پھر مجھے مہلت نہ دو۔

پچھلی آیتوں میں حضرت ہود علیہ السلام کی ان نصیحتوں اور ہدایات کا ذکر تھا جو انہوں نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کی تھیں۔ ان آیتوں میں ان نصیحتوں اور ہدایات کے جواب میں قوم نے ان سے کیا کہا اس کا ذکر موجود ہے۔ اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام نے قوم سے کیا کہا اس کا بھی ذکر موجود ہے۔ قوم نے پہلی بات تو یہ کہی کہ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے ہو۔ یعنی تمہیں رسول ماننے کے لیے تمہارے پاس کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ قوم کا حضرت ہود علیہ السلام پر یہ اعتراض صرف حماقت، جہالت اور غرور کے طور پر تھا۔ دوسری بات قوم نے یہ کہی کہ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ تمہارے کہنے کی وجہ سے ہم تو اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ یعنی صرف تمہارے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہم ان بتوں کی عبادت کو چھوڑ دیں، ہم ہرگز ان بتوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ تیسری بات قوم نے حضرت ہود علیہ السلام سے یہ کہی کہ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ قومِ ہود کا حضرت ہود کی نبوت کی تصدیق نہ کرنا ان کے عقل، ہوش وحواس کے بگاڑ کی وجہ سے

تھا۔اگر وہ عقلمند اور باہوش ہوتے تو ایسی حرکت ہرگز نہ کرتے۔چوتھی بات جو قوم ہود نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہی وہ یہ کہ اِنۡ نَّقُوۡلُ اِلَّا اعۡتَرٰىکَ بَعۡضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوۡٓءٍ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کوئی خرابی پہنچادی ہے۔حالانکہ ان نالائقوں کو اس بات کا علم تھا کہ یہ بت نہ نفع پہنچاسکتے ہیں اور نہ نقصان، نفع اور نقصان کے بارے میں اس قوم کا اعتراف تھا کہ اللہ ہی نافع اور ضار ہیں۔مگر اس کے باوجود ان لوگوں کا حضرت ہود علیہ السلام سے ایسی بیجا باتیں کرنا محض سرکشی،ضد اور بے عقلی کی وجہ سے تھا۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کی ان چار باتوں کے جواب میں یہ کہا: قَالَ اِنِّیۡۤ اُشۡهِدُ اللّٰهَ بیشک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں وَاشۡهَدُوۡۤا اَنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ اور تم بھی گواہ ہوجاؤ کہ بیشک میں ان چیزوں سے بَری ہوں جنہیں تم اللہ کے علاوہ شریک ٹھہراتے ہو۔یعنی اے میری قوم کے لوگو! تم جن بتوں کی عبادت میں لگے ہوئے ہو اور جس شرک میں تم مبتلا ہو۔یہاں حضرت ہود علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم کو بھی گواہ بناتا ہوں۔اگر حضرت ہود علیہ السلام ایسا کہتے ہوتو گواہی میں اللہ تعالیٰ کو اور ان مجرموں کو برابر درجہ دینا لازم آتا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ شرک سے بَری ہونے پر اللہ کی گواہی توحید کے ثبوت کے لیے درست ہے اور ثابت ہے،لیکن توحید کے ثبوت کے لیے ان مجرموں اور کافروں کی گواہی دینِ حق کی توہین ہے،اس لئے حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے یہ کہا کہ بیشک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم گواہ ہوجاؤ کہ بیشک میں ان چیزوں سے بَری ہوں جنہیں تم اللہ کے علاوہ شریک قرار دے رہے ہو۔

اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ مِنۡ دُوۡنِهٖ فَکِیۡدُوۡنِیۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ لَا تُنۡظِرُوۡنِ تم سب مل کر میرے بارے میں تدبیریں کرلو پھر مجھے مہلت نہ دو۔یعنی تم لوگ میرے خلاف جس قسم کی بھی تدبیریں کرنے کی طاقت رکھتے ہو وہ ساری تدبیریں کرلو،تم سب یعنی تم بھی اور تمہارے جتنے معبود ہیں جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کررہے ہو اور مجھے پلک جھپکنے کی بھی مہلت نہ دو۔اس جملہ میں دراصل اپنے معاملہ کو اللہ کے سپرد کرنے کی طرف اشارہ ہے کہ میں نے تو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا ہے۔وہ میری حفاظت ضرور کرے گا۔

﴿درس نمبر:۹۴۱﴾ ﴿ہود:۵۶۔۵۷﴾

ہرایک کی پیشانی اللہ کی گرفت میں ہے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنِّیۡ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیۡ وَرَبِّکُمۡ ؕ مَا مِنۡ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقَدۡ اَبۡلَغۡتُکُمۡ مَّاۤ اُرۡسِلۡتُ بِهٖۤ اِلَیۡکُمۡ ؕ وَیَسۡتَخۡلِفُ رَبِّیۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۚ وَلَا تَضُرُّوۡنَهٗ شَیۡئًا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ حَفِیۡظٌ ﴿۵۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنِّیۡ بے شک میں نے تَوَکَّلۡتُ بھروسہ کیا ہے عَلَی اللّٰهِ اللہ پر رَبِّیۡ جو میرا رب ہے وَرَبِّکُمۡ

اورتمہارا رب ہے مَا نہیں مِنْ دَآبَّةٍ کوئی چلنے والا (جاندار) اِلَّا مگر هُوَ وہ (اللہ) اٰخِذٌۢ پکڑے ہوئے ہے بِنَاصِيَتِهَا اس کی پیشانی اِنَّ بلاشبہ رَبِّیْ میرا رب عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے پر ہے ﴿۵۶﴾ فَاِنْ پھر اگر تَوَلَّوْا تم روگردانی کرو فَقَدْ تو تحقیق اَبْلَغْتُكُمْ میں نے پہنچادی ہے تمہیں مَّآ وہ چیز کہ اُرْسِلْتُ میں بھیجا گیا ہوں بِهٖٓ اس کے ساتھ اِلَيْكُمْ تمہاری طرف وَيَسْتَخْلِفُ اور (تمہارا) جانشین بنادے گا رَبِّیْ میرا رب قَوْمًا ایک اور قوم کو غَيْرَكُمْ تمہارے سوا وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ اورتم اسے نقصان نہیں پہنچا سکو گے شَيْئًا کچھ بھی اِنَّ بے شک رَبِّیْ میرا رب عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ ہر چیز پر حَفِيْظٌ نگہبان ہے ﴿۵۷﴾

ترجمہ: میں اللہ پر جو میرا اور تمہارا (سب کا) رب ہے بھروسہ رکھتا ہوں (زمین پر) جو چلنے پھرنے والا ہے وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے، بیشک میرا رب سیدھے رستے پر ہے ﴿۵۶﴾ اگر تم رُوگردانی کرو گے تو جو پیغام میرے ہاتھ سے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے وہ میں نے تمہیں پہنچا دیا ہے اور میرا رب تمہاری جگہ اور لوگوں کو لا بسائے گا اور تم اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتے، میرا رب تو ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿۵۷﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیشک میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔

۲۔ زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی اس کی گرفت میں نہ ہو۔

۳۔ بیشک میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے۔

۴۔ اگر تم روگردانی کرو تو میں سب کچھ پہنچا چکا ہوں جو پیغام دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔

۵۔ میرا رب تمہارے سوا کسی دوسری قوم کو تمہارے قائم مقام کر دے گا۔

۶۔ تم اسے کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکو گے۔

۷۔ بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔

پچھلی آیتوں میں حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو بات کہی تھی وہ یہ تھی کہ تم سب مل کر میرے خلاف جو تدبیریں کر سکتے ہو کرلو، اس کے علاوہ حضرت ہود علیہ السلام نے مزید جو کچھ کہا وہ ان آیتوں میں بیان کیا جارہا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے مزید کہا کہ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ یعنی تم لوگ سب مل کر میرا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے۔ تم لوگ تعداد کے اعتبار سے زیادہ ہو اور تم سب کے مقابلہ میں میں اکیلا ہوں، تم سب کی قوت و طاقت اور شان و شوکت میرے مقابلہ میں یقیناً زیادہ ہے اور میں تن تنہا ہوں، مگر اس کے باوجود تم میرا کچھ بھی بگاڑ نہ پاؤ گے، اس لئے کہ میرے ساتھ میرے رب کی نصرت و حمایت ہے۔ میں نے اس رب ذوالجلال پر بھروسہ کیا ہے۔ یہی وہ توکل ہے جو دنیا جہاں کی تمام طاقتوں پر بھاری ہے۔

وہی وہ اللہ ہے جس کے قبضہ اور گرفت میں دنیا جہاں کی ہر چیز ہے۔ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی اس کی گرفت میں نہ ہو۔ دنیا کی ہر چیز اسی رب ذوالجلال کی گرفت میں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ بیشک میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے۔ جب میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے تو میرے رب کی رضامندی بھی اسی صراطِ مستقیم پر چلنے ہی میں ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بات بھی کہی کہ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ اگر تم روگردانی کرو گے تو یہ بات یاد رکھ لو کہ میں وہ سب کچھ تم تک پہنچا چکا ہوں جو پیغام دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ یعنی ایک اللہ کی عبادت کا جو پیغام لے کر میں تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں وہ پیغام میں تم تک پہنچا چکا ہوں۔ اب میرے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عتاب اس بات پر نہیں ہوگا کہ میں نے دعوت وتبلیغ کے اس فریضہ میں کوئی کوتاہی کی ہے۔ میں نے تو میرا کام کر دیا ہے، مگر تم نے میری رسالت کو جھٹلا دیا اور اللہ کی طرف سے بھیجے گئے رسول سے دشمنی کی۔ پھر حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا میرا رب تمہارے سوا دوسری قوم کو تمہارے قائم مقام کر دے گا۔ یعنی اب تمہاری ہلاکت و بربادی کا وقت آ رہا ہے۔ تمہارا رب تو تم کو تباہ کر دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو اس روئے زمین پر آباد کر دے گا اور تم اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے۔ یعنی تمہارے شرک، کفر اور تمہاری نافرمانی اور سرکشی سے اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں ہے، جو کچھ نقصان ہوگا وہ تمہارا ہی ہوگا، تمہارے کفر کا وبال خود تم پر ہی پڑے گا۔ تم لوگ صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہو۔ تمہاری اس سرکشی سے نہ میرا نقصان ہے اور نہ ہی رب ذوالجلال کا نقصان ہے۔ مزید فرمایا کہ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حفاظت کی ذمہ داری اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ وہی ہے جس کے ارادہ اور فیصلہ سے ہر ایک محفوظ و مامون رہ سکتا ہے۔

﴿درس نمبر: ۹۴۲﴾ قومِ عاد نے اللہ کی آیتوں اور رسولوں کو جھٹلایا ﴿ہود: ۵۸۔۵۹۔۶۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَمَّا اور جب جَآءَ آ گیا اَمْرُنَا ہمارا حکم (عذاب) نَجَّيْنَا (تو) ہم نے نجات دی هُوْدًا ہود کو وَّالَّذِيْنَ اور ان لوگوں کو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے تھے مَعَهٗ اس کے ساتھ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی رحمت سے وَنَجَّيْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں نجات دی مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ شدید عذاب سے ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ اور یہ عَادٌ عاد ہیں جَحَدُوْا

انہوں نے انکار کیا تھا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیتوں کا وَعَصَوْا اور نافرمانی کی رُسُلَهٗ اس (رب) کے رسولوں کی وَاتَّبَعُوْٓا اور انہوں نے پیروی کی اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ہر سرکش عناد رکھنے والے کے حکم کی ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا اور وہ پیچھے لگائے گئے فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا اس دنیا میں لَعْنَةً لعنت وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت کے دن بھی اَلَآ آگاہ رہو! اِنَّ بلاشبہ عَادًا عاد (قوم) نے كَفَرُوْا انکار کیا رَبَّهُمْ اپنے رب کا اَلَا سن لو! بُعْدًا دوری ہے لِّعَادٍ عاد کے لیے قَوْمِ هُوْدٍ (یعنی) قوم ہود (کے لیے) ﴿۶۰﴾

ترجمہ: اور جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے ہُود کو اور جو لوگ اُن کیساتھ ایمان لائے تھے اُن کو اپنی مہربانی سے بچالیا اور انہیں عذابِ شدید سے نجات دی ﴿۵۸﴾ یہ (وہی) عاد ہیں جنہوں نے اللہ کی نشانیوں سے انکار کیا اور اُس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی اور ہر متکبر و سرکش کا کہا مانا ﴿۵۹﴾ تو اس دنیا میں بھی لعنت اُن کے پیچھے لگی رہی اور قیامت کے دن بھی (لگی رہے گی)۔ دیکھو! عاد نے اپنے رب سے کفر کیا (اور) سن رکھو ہُود کی قومِ عاد پر پھٹکار ہے ﴿۶۰﴾

تشریح: ان تین آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ہمارا حکم یعنی عذاب آ پہنچا۔

۲۔ ہم نے ہود کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو اپنی مہربانی سے بچالیا۔

۳۔ انہیں عذابِ شدید سے نجات دی۔

۴۔ یہ وہی عاد ہیں جنہوں نے اللہ کی نشانیوں سے انکار کیا۔

۵۔ اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی۔

۶۔ ہر متکبر اور سرکش کا کہا مانا۔

۷۔ اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگی رہی۔

۸۔ قیامت کے دن بھی لگی رہے گی۔

۹۔ عاد نے اپنے رب سے کفر کیا۔

۱۰۔ سن رکھو! ہود کی قومِ عاد پر پھٹکار ہے۔

جس قوم پر بھی عذاب آیا اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے نبی کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے نجات عطا فرمائی۔ یہاں حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ جب اس قوم پر عذاب آ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو اپنی مہربانی سے بچالیا اور اس شدید عذاب سے انہیں نجات دی۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۶۴ میں حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا کہ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوح کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچالیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی نجات کے بارے میں سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۸۳ میں فرمایا گیا: فَاَنۡجَیۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ پس ہم نے لوط علیہ السلام کو اوران کے گھر والوں کو بچا لیا سوائے ان کی بیوی کے۔حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں سورۂ ہود کی آیت نمبر ۶۶ میں یوں کہا گیا: فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا صٰلِحًا وَّالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَمِنۡ خِزۡیِ یَوۡمِئِذٍ پھر جب ہمارا فرمان آ پہنچا ہم نے صالح کو اوران پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے اس سے بھی بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی۔

اس کے بعد قوم عاد کی نافرمانی اور سرکشی کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ وَتِلۡکَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ وَعَصَوۡا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیۡدٍ اور یہ تھے قومِ عاد کے لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش ضدی کی بات کی اتباع کی۔ یہاں قومِ عاد کے تین جرائم کا ذکر ہے۔ پہلا جرم یہ کہ جَحَدُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا۔ دوسرا جرم یہ کہ انہوں نے رسولوں کی نافرمانی کی اور تیسرا جرم یہ کہ وقت کے نبی کی اتباع کرنے کے بجائے سرکش اور ضدی کی بات کی اتباع کی۔ یعنی ان رئیسوں اور سرداروں کی اتباع کی جو وقت کے نبی کے خلاف تھے اور اس قوم نے اتباع کرنے میں غور و فکر تک نہیں کیا کہ وہ کس کی اتباع کر رہے ہیں؟ اور انہیں کس کی اتباع کرنی چاہئے تھی؟ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وَاُتۡبِعُوۡا فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا لَعۡنَةً وَّیَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ یہ قوم دنیا میں بھی اللہ کی لعنت کا شکار ہوئی اور قیامت کے دن بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے گی۔ چنانچہ اس قوم کی ہلاکت و تباہی اس طرح ہوئی کہ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِکُوۡا بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَةٍ ۙ سَخَّرَهَا عَلَیۡهِمۡ سَبۡعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ (الحاقہ:۶) اور عاد بیحد تیز و تند ہوا سے غارت کر دیئے گئے جسے ان پر لگا تار سات رات اور آٹھ دن اللہ نے مسلط رکھا۔ سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۲۴ میں یوں کہا گیا: فَلَمَّا رَاَوۡهُ عَارِضًا مُّسۡتَقۡبِلَ اَوۡدِیَتِهِمۡ ۙ قَالُوۡا هٰذَا عَارِضٌ مُّمۡطِرُنَا ؕ بَلۡ هُوَ مَا اسۡتَعۡجَلۡتُمۡ بِهٖ ؕ رِیۡحٌ فِیۡهَا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ پھر جب انہوں نے عذاب کو بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ ابر ہم پر برسنے والا ہے۔ نہیں بلکہ دراصل یہ ابر وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے، ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ قومِ عاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا کَفَرُوۡا رَبَّهُمۡ ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّعَادٍ قَوۡمِ هُوۡدٍ خبردار! عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔ خبردار! قومِ عاد کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری ہے۔

درس نمبر: ۹۴۳ — ہود: ۶۱-۶۲

اے صالح! ہم تم سے کئی طرح کی امیدیں رکھتے تھے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ ؕ هُوَ اَنۡشَاَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ وَاسۡتَعۡمَرَکُمۡ فِیۡهَا فَاسۡتَغۡفِرُوۡهُ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡهِ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ قَرِیۡبٌ مُّجِیۡبٌ ۝ قَالُوۡا یٰصٰلِحُ قَدۡ کُنۡتَ فِیۡنَا

مَرۡجُوًّا قَبۡلَ هٰذَاۤ اَتَنۡهٰنَاۤ اَنۡ نَّعۡبُدَ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِىۡ شَكٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ مُرِيۡبٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِلٰى ثَمُوۡدَ اور (ہم نے بھیجا) ثمود کی طرف اَخَاهُمۡ ان کے بھائی صٰلِحًا صالح کو قَالَ اس نے کہا يٰقَوۡمِ اے میری قوم! اعۡبُدُوا اللّٰهَ تم اللہ کی عبادت کرو مَا نہیں ہے لَكُمۡ تمہارے لیے مِّنۡ اِلٰهٍ کوئی معبود غَيۡرُهٗ سوائے اس کے هُوَ اسی نے اَنۡشَاَكُمۡ تمہیں پیدا کیا مِّنَ الۡاَرۡضِ زمین سے وَاسۡتَعۡمَرَكُمۡ اسی نے تمہیں آباد کیا فِيۡهَا اس میں فَاسۡتَغۡفِرُوۡهُ سو تم اس سے مغفرت طلب کرو ثُمَّ پھر تُوۡبُوۡۤا تم توبہ کرو اِلَيۡهِ اسی سے اِنَّ رَبِّىۡ بے شک میرا رب قَرِيۡبٌ بہت قریب ہے مُّجِيۡبٌ (دعائیں) قبول کرنے والا ہے ۝ قَالُوۡا انہوں نے کہا يٰصٰلِحُ اے صالح! قَدۡ تحقیق كُنۡتَ تھا تو فِيۡنَا ہم میں مَرۡجُوًّا امیدوں کا مرکز قَبۡلَ هٰذَاۤ اس سے پہلے اَتَنۡهٰنَاۤ کیا تو ہمیں روکتا ہے اَنۡ نَّعۡبُدَ کہ ہم عبادت کریں مَا ان کی جن کی يَعۡبُدُ عبادت کرتے تھے اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا؟ وَاِنَّنَا بے شک ہم لَفِىۡ شَكٍّ البتہ ایسے شک میں ہیں مِّمَّا اس چیز (توحید) سے کہ تَدۡعُوۡنَاۤ تو ہمیں بلاتا ہے اِلَيۡهِ اس کی طرف مُرِيۡبٍ جو اضطراب میں ڈالنے والا ہے ۝

ترجمہ: اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (کو بھیجا) تو اُنہوں نے کہا کہ اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اُسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اُس میں آباد کیا تو اُس سے مغفرت مانگو اور اُس کے آگے توبہ کرو بیشک میرا رب نزدیک (بھی ہے اور دعا کا) قبول کرنے والا بھی ہے ۝ انہوں نے کہا کہ صالح اس سے پہلے ہم تم سے (کئی طرح کی) امیدیں رکھتے تھے۔ (اب وہ منقطع ہوگئیں) کیا تم ہمیں ان چیزوں کو پوجنے سے منع کرتے ہو جن کو ہمارے بزرگ پوجتے آئے ہیں؟ اور جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اُس میں ہمیں قوی شبہ ہے ۝

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا۔

۲۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو۔

۳۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

۴۔ اسی اللہ نے تمہیں زمین سے پیدا کیا۔

۵۔ اس زمین میں تم کو آباد کیا۔

۶۔ اللہ سے مغفرت مانگو۔

۷۔ اللہ کے آگے توبہ کرو۔

۸۔ بیشک میرا رب نزدیک بھی ہے اور دعاء کا قبول کرنے والا بھی ہے۔

۹۔ قوم نے کہا کہ اے صالح! اس سے پہلے ہم تم سے کئی طرح کی امیدیں رکھتے تھے اب وہ منقطع ہوگئیں۔

۱۰۔کیا تم ہمیں ان چیزوں کو پوجنے سے منع کرتے ہو جن کو ہمارے بزرگ پوجتے آئے ہیں۔

۱۱۔جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم شک میں پڑے ہیں؟

قومِ نوح اور قومِ عاد کے بعد قومِ ثمود کا تذکرہ کیا جارہا ہے اور کہا جارہا ہے کہ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا۔حضرت صالح علیہ السلام کی قوم جس کا نام ثمود ہے یہ حجاز اور شام کے درمیان حِجر کے مدائن میں آباد تھے اور ان کے شہروں کے آثار آج بھی باقی ہیں۔دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو سب سے پہلے توحید کی تعلیم دی اور یوں کہا کہ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں یاد دلائیں کہ ھُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ پہلی نعمت تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا، دوسری نعمت یہ کہ وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَا اللہ تعالیٰ نے تم کو اس زمین میں آباد فرمایا۔یعنی تم کو اس سرزمین میں تعمیر کرنے والا بنایا، اس سرزمین میں کھیتی باڑی اور صنعت وحرفت کرنے والا بنایا، زمین کو اس قابل بنایا کہ تم اس میں نفع بخش تعمیرات کرسکو اور اس زمین میں تصرف کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔جب تمہارے پروردگار نے تم پر یہ دو نعمتیں عطا فرمائی ہیں تو تم اس پروردگار کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ اور اس کی سرزمین میں گناہ کیوں کرتے ہو؟ فَاسْتَغْفِرُوْہُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ تم سب اپنے پروردگار سے اپنے کئے ہوئے گناہوں پر مغفرت طلب کرو، معافی مانگو اور ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو کہ آئندہ ایسے جرائم اور گناہوں کی طرف رخ نہیں کروگے۔پھر رب ذوالجلال کے بارے میں یہ حقیقت بھی بتلادی کہ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ" مُّجِیْبٌ" میرا پروردگار دور نہیں بلکہ قریب ہے۔جب تم سے قریب ہے تو تمہاری دعائیں اور تمہارے کلمات توبہ واستغفار سنتا ہے اور وہ پروردگار اس قدر مہربان ہے کہ تمہاری دعاء کو قبول بھی کرتا ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۶ میں یہی بات کہی گئی کہ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ" اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں قریب ہوں اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر سورۂ اعراف میں بھی گزرچکا ہے۔نیز سورۂ شعراء، سورۂ نحل، سورۂ قمر اور سورۂ حجر میں بھی ان کا ذکر آئے گا۔

جب حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کی تو قوم نے انہیں یہ کہا: قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ ھٰذَآ اے صالح! اس سے پہلے تو ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔یعنی ان ساری باتوں کے کہنے سے پہلے ہم تم کو بڑا عقلمند سمجھتے تھے، ہم کو تم سے امیدیں بھی تھیں کہ تم عقل کی باتیں کروگے، ہم کو امید تھی کہ تم ہمارے سردار بنوگے اور اہم معاملات میں ہم تم سے مشورے کریں گے۔اب تمہاری باتیں سن کر ہماری امیدوں پر پانی پھر گیا

ہے۔(نعوذ باللہ) مگر تم تو ایسے نکلے کہ ہم کو ہی تم ان معبودوں کی عبادت سے روک رہے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔ہم کو اس بات پر شک ہے،یعنی تمہارے اس دعوے پر ہمیں شک ہے۔

درس نمبر:۹۴۴ — یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے — ہود:۶۳۔۶۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتٰىنِىْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ قف فَمَا تَزِيْدُوْنَنِىْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ۝ وَ يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِىْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ (صالح نے) کہا يٰقَوْمِ اے میری قوم! اَرَءَيْتُمْ بھلا بتاؤ تو اِنْ اگر كُنْتُ ہوں میں عَلٰى بَيِّنَةٍ واضح دلیل پر مِّنْ رَّبِّىْ اپنے رب کی طرف سے وَاٰتٰىنِىْ اور اس نے دی ہو مجھے مِنْهُ اپنی طرف سے رَحْمَةً رحمت فَمَنْ تو کون يَّنْصُرُنِىْ میری مدد کرے گا مِنَ اللّٰهِ اللہ (کے عذاب) سے اِنْ اگر عَصَيْتُهٗ میں اس کی نافرمانی کروں؟ فَمَا پھر (اگر تمہاری مان لوں تو) نہیں تَزِيْدُوْنَنِىْ تم زیادہ کرو گے مجھے غَيْرَ سوائے تَخْسِيْرٍ خسارہ دینے کے ۝ وَ يٰقَوْمِ اور اے میری قوم! هٰذِهٖ یہ نَاقَةُ اللّٰهِ اللہ کی اونٹنی ہے لَكُمْ تمہارے لیے اٰيَةً عظیم نشانی فَذَرُوْهَا چنانچہ تم اسے چھوڑ دو تَاْكُلْ (کہ) کھاتی (چرتی) پھرے فِىْٓ اَرْضِ اللّٰهِ اللہ کی زمین میں وَلَا تَمَسُّوْهَا اور تم اسے ہاتھ نہ لگانا بِسُوْٓءٍ برائی کے ساتھ فَيَاْخُذَكُمْ ورنہ تمہیں پکڑے گا عَذَابٌ عذاب قَرِيْبٌ قریب ہی ۝

ترجمہ: صالح نے کہا کہ اے میری قوم! بھلا دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر ہوں اور اُس نے مجھے اپنے ہاں سے (نبوت کی) نعمت بخشی ہو تو اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو اُس کے سامنے میری کون مدد کرے گا؟ تم تو (کفر کی باتوں سے) میرا نقصان کرتے ہو ۝ اور (یہ بھی کہا کہ) اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے ایک نشانی (یعنی معجزہ) ہے تو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں (جہاں چاہے) چرے اور اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ دینا ورنہ تمہیں جلد عذاب آ پکڑے گا ۝

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! بھلا اگر میں اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر ہوں۔

۲۔اس نے مجھے اپنے ہاں سے نبوت کی نعمت بخشی ہو۔

۳۔اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو اس کے سامنے میری کون مدد کرے گا؟

۴۔تم تو کفر کی باتوں سے میرا نقصان کرتے ہو۔

۵۔اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی ہے۔
۶۔اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چرے۔
۷۔اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ دینا۔
۸۔ورنہ تمہیں جلد عذاب آ پکڑے گا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے صاف باتیں بتلا دیں کہ اے میری قوم کے لوگو! تم ہی بتاؤ کہ میں کیسے میرے اللہ کی نافرمانی کروں جبکہ میرے رب نے مجھے کھلی دلیل عطا کی ہے؟ میرے پروردگار نے اپنی مہربانی سے مجھے اپنی طرف سے نبوت کی یہ بیش بہا نعمت عطا فرمائی ہے۔تم ہی بتاؤ کہ میں کیا کروں؟ اللہ تعالیٰ نے جو بصیرت، یقین اور دلیل عطا کی ہے جس کے ساتھ میں تمہارے درمیان ہوں اور اس نے اپنی رحمت سے نبوت کا وہ منصب مجھے عطا فرمایا ہے جس کے تحت میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں وہ ساری باتیں تم تک پہنچاؤں جو بذریعہ وحی مجھے عطا کی گئی ہیں۔اب تم ہی بتاؤ کہ اگر میں تمہاری پیروی کروں اور تمہاری باتیں تسلیم کرلوں اور میرے رب کے احکام کی نافرمانی کروں تو پھر مجھے میرے رب کے عذاب سے کون بچا پائے گا؟ اور اگر میں تمہاری بات مان لوں اور ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دینا چھوڑ دوں تو یاد رکھو کہ تم مجھے نفع نہیں دے سکتے۔ایسی صورت میں تو صرف میرا ہی نقصان ہوگا کہ میں ہدایت کے دائرہ سے نکل کر ضلالت کے دلدل میں پھنس جاؤں گا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے ان سے بے تکی باتیں کیں اور بیہودہ انداز اختیار کیا اور کہا کہ اے صالح! اگر تم واقعی پیغمبر ہو تو وہ عذاب لا کر دکھا دو جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔قوم نے حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ کا بھی مطالبہ کیا اور معجزہ کی شکل وصورت خود ہی متعین کردی اور قوم نے کہا کہ اگر پہاڑ سے اونٹنی نکل آئے تو ہم مان لیں گے کہ آپ واقعی اللہ کے نبی ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ سے اونٹنی نکال دی۔حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: **هٰـذِهٖ نَـاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ** (الاعراف:۷۳) یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لیے دلیل ہے اس کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگاؤ، اگر ایسا کرو گے تو تم کو دردناک عذاب آ پکڑے گا اور حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے یہ بھی کہا تھا کہ اس اونٹنی کے پانی پینے اور تمہارے مویشیوں کے پانی پینے کے لیے باری بھی مقرر کی جاتی ہے۔**وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ** (القمر:۲۸) ہاں! انہیں خبردار کردیں کہ پانی ان میں تقسیم شدہ ہے ہر ایک اپنی باری پر حاضر ہوگا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو پوری تاکید کے ساتھ آگاہ کردیا تھا کہ اس اونٹنی کے نہ پیچھے پڑنا اور نہ اس کو کسی قسم کی تکلیف دینا اور نہ ہی اس اونٹنی کو قتل کرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ کے طور پر ظاہر کیا ہے۔مگر قوم نے اس اونٹنی کے ساتھ کیا حرکت کی اس کا ذکر اگلی آیتوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

اونٹنی کا قتل

﴿درس نمبر: ۹۴۵﴾ ﴿ہود: ۶۵۔۶۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَعَقَرُوْهَا پھر انہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں فَقَالَ تو (صالح نے) کہا تَمَتَّعُوْا تم فائدہ اُٹھالو فِيْ دَارِكُمْ اپنے گھروں میں ثَلٰثَةَ تین اَيَّامٍ دن ذٰلِكَ یہ وَعْدٌ (ایسا) وعدہ ہے غَيْرُ (کہ) نہیں مَكْذُوْبٍ جھوٹ بولا گیا (اس میں)﴿۶۵﴾ فَلَمَّا پھر جب جَآءَ آ گیا اَمْرُنَا ہمارا حکم (عذاب) نَجَّيْنَا (تو) ہم نے نجات دی صٰلِحًا صالح کو وَّالَّذِيْنَ اوران لوگوں کو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے تھے مَعَهٗ اس کے ساتھ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی رحمت سے وَمِنْ خِزْيِ اور رسوائی سے (بھی) يَوْمِئِذٍ اس (قیامت کے) دن کی اِنَّ بے شک رَبَّكَ آپ کا رب هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ وہی نہایت طاقتور بہت زبردست ہے ﴿۶۶﴾

ترجمہ: مگر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو (صالح نے) کہا کہ اپنے گھروں میں تین دن (اور) فائدہ اٹھالو، یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا﴿۶۵﴾ جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح کو اور جو لوگ اُن کیساتھ ایمان لائے تھے اُن کو اپنی مہربانی سے بچالیا اور اُس دن کی رسوائی سے (محفوظ رکھا)، بیشک تمہارا رب طاقتور اور زبردست ہے﴿۶۶﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پس انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

۲۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا تم اپنے گھروں میں تین دن اور فائدہ اٹھالو۔

۳۔ یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا۔

۴۔ جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی مہربانی سے انہیں بچالیا

۵۔ اس دن کی رسوائی سے محفوظ رکھا۔

۶۔ بیشک تمہارا رب طاقتور اور زبردست ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اپنے نبی کے ذریعہ دیئے گئے معجزے کی قدردانی نہیں کی۔ یہ اونٹنی قدرت کی ایک نشانی تھی جس کو حضرت صالح علیہ السلام کے لئے بطور معجزہ دی گئی تھی۔ قوم ثمود کو اس بات کی تاکید کردی گئی تھی کہ وہ اس اونٹنی کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور برائی کے ساتھ اس اونٹنی کو ہاتھ نہ لگائیں اور اس کو کسی قسم کی تکلیف بھی نہ دیں اور اسے قتل بھی نہ کریں۔ مگر ظالم اور نافرمان قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحت کو تسلیم نہیں کیا اور انہیں جھٹلایا اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ جس شخص نے قوم کے حکم سے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ

ڈالیں اس کا نام مفسرین نے قدار بن سالف لکھا ہے۔ (تفسیر طبری) سورۂ قمر کی آیت نمبر ۲۹ میں اس جانب اشارہ ہے: فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ تو ان لوگوں نے اپنے رفیق کو بلایا اور اس نے اونٹنی کو پکڑ لیا پھر اسے مار ڈالا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تین دن تک تم اپنے گھروں میں زندگی گزار لو، اس کے بعد تم پر عذاب آ جائے گا۔ عذاب کا یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے، یہ عذاب تم پر ضرور آ کر ہی رہے گا۔ وعدہ کے مطابق تین دن کے بعد عذاب آیا جس کی تفصیلات اگلے درس میں موجود ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی نجات کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے حضرت صالح (علیہ السلام) اور ان کے ساتھ جو لوگ ایمان لائے ان کو اپنی رحمت سے نجات دی۔ عذاب کے وقت قوم کی جو رسوائی اور ہزیمت ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس رسوائی، ذلت اور ہزیمت سے حضرت صالح علیہ السلام کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دی۔ پھر یہ بات فرمائی گئی کہ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ تمہارا پروردگار قوی بھی ہے کہ اس کی قوت جیسی قوت کسی کی بھی نہیں ہے۔ اس کی قوت و طاقت مثالی ہے۔ وہ اللہ عزیز یعنی غالب ہے، ہر چیز اس کے سامنے مغلوب ہے اور وہ ہر چیز پر غالب ہے۔

قومِ ثمود پر عذاب

﴿درس نمبر: ۹۴۶﴾ ﴿ہود: ۶۷۔۶۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝۶۷ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاْ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝۶۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاَخَذَ اور آ پکڑا الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے ظَلَمُوا ظلم کیا تھا الصَّيْحَةُ چیخ نے فَاَصْبَحُوْا تو وہ ہو گئے فِيْ دِيَارِهِمْ اپنے گھروں میں جٰثِمِيْنَ اوندھے منہ گرے ہوئے ۝۶۷ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا گویا کہ نہ رہے تھے وہ فِيْهَا ان (گھروں) میں اَلَآ آگاہ رہو! اِنَّ بے شک ثَمُوْدَاْ (قوم) ثمود نے كَفَرُوْا انکار کیا رَبَّهُمْ اپنے رب کا اَلَا سن لو! بُعْدًا دوری ہے لِّثَمُوْدَ ثمود کے لیے ۝۶۸

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا اُن کو چنگھاڑ (کی صورت میں عذاب) نے آ پکڑا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ۝۶۷ گویا کبھی ان میں بسے ہی نہ تھے۔ سن رکھو کہ ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا اور سن رکھو ثمود پر پھٹکار ہے ۝۶۸

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو چنگھاڑ نے آ پکڑا۔

۲۔ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

۳۔ گویا کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے۔

۴۔ سن رکھو کہ ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا۔

۵۔ سن رکھو ثمود پر پھٹکار ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب آیا اس کا منظر ان آیتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ ایک عذاب والی چیخ نے قوم ثمود کو آ پکڑا، وہ ایک بجلی تھی جو سخت ہلاک کرنے والی آواز تھی جو دلوں کو ہلا دیتی تھی اور اس کی آواز سنتے ہی دل سہم جاتے تھے۔ دلوں کو دہلا دینے والی اس چنگھاڑ سے اس قوم کا حال یہ ہو گیا کہ یہ لوگ ایک ساکت جسم کی طرح ہو گئے۔ یعنی اس سخت ترین آواز سے ٹھٹر کر رہ گئے اور اس چنگھاڑ نے ان کو موت کے منہ تک پہنچا دیا اور دنیا سے ان کا وجود ہی ختم ہو گیا اور وہ اپنے گھروں میں باقی ہی نہ رہے۔ اس قوم کا جرم یہ تھا کہ اس قوم نے اللہ کی نشانی کی ناقدری کی۔ اللہ کی جانب سے ایک نبی کے حق میں جو چیز معجزہ کے طور پر اونٹنی کی شکل میں بھیجی گئی تھی اس اونٹنی کی کونچیں ہی کاٹ ڈالیں اور اس اونٹنی کو قتل کر دیا۔ قومِ ثمود نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور ان کی طرف بھیجے گئے رسول کی نافرمانی کی اور یہ سب کچھ اپنے باپ دادا کی تقلید میں کیا، باوجود یہ کہ حضرت صالح علیہ السلام انہی کے نسب اور انہی کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت صالح علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ کی عبادت اور توحید پر کافی دلائل بھی پیش کئے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کی وہ اپنے کام میں لگے رہے اور لوگوں میں توحید اور دینِ حق کی دعوت دیتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ جس دین کی طرف وہ بلا رہے ہیں وہ حق ہے۔

قوم کے لوگوں نے کھلی آنکھوں سے اس اونٹنی کو دیکھا تھا جو ان کے مطالبہ کے مطابق پہاڑ کے اندر سے نکلی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پہاڑ کی چٹان کے اندر سے اس اونٹنی کو نکالا اور بغیر کسی نر کے اس اونٹنی کو حاملہ بنا کر پیدا کیا اور یہ اونٹنی عام اونٹنیوں کی طرح پیدا نہیں ہوئی بلکہ یکبارگی اللہ تعالیٰ نے اس کو حاملہ اونٹنی کی شکل میں اپنی قدرت وطاقت سے پیدا کیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ جو مومن تھے جن کو ایمان کی وجہ سے نجات ملی ان کی تعداد مفسرین نے چار ہزار لکھی ہے۔ اس قوم کی ہلاکت جس چنگھاڑ اور مہلک آواز سے ہوئی اس آواز کے سلسلہ میں مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آواز تھی اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک آواز تھی جو آسمان سے آئی تھی۔ اس لرزہ دینے والی آواز سے اس قوم کے دل پاش پاش ہو گئے۔ یہ ایک ہیبت ناک آواز تھی۔

قومِ ثمود کے اس واقعہ سے امتِ محمدیہ کو یہ سبق دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے آفاقی دین پر قائم رہیں، اپنے نبی کی اتباع واطاعت کریں، نجات، سلامتی اور کامیابی کے لیے یہی آفاقی فارمولہ ہے کہ نبی کی اتباع کی جائے اور نبی جس پیغام کو آفاقی کتاب کی شکل میں لائے ہیں اس کو اپنی زندگی کا دستور تسلیم کیا جائے۔

﴿درس نمبر: ۹۴۷﴾ **فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لے کر آئے** ﴿ہود: ۶۹۔۷۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝۶۹ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝۷۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق جَآءَتْ آئے رُسُلُنَآ ہمارے قاصد (فرشتے) اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم کے پاس بِالْبُشْرٰى خوشخبری کے ساتھ قَالُوْا انہوں نے کہا سَلٰمًا سلام (کرتے ہیں ہم) قَالَ (ابراہیم نے) کہا سَلٰمٌ سلام (ہو تم پر) فَمَا لَبِثَ پھر نہ دیر کی اس نے اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ کہ وہ لے آیا ایک بچھڑا حَنِيْذٍ بھنا ہوا ۝۶۹ فَلَمَّا چنانچہ جب رَاٰۤ دیکھے (ابراہیم نے) اَيْدِيَهُمْ ان کے ہاتھ لَا تَصِلُ نہیں پہنچے اِلَيْهِ اس (بچھڑے) کی طرف نَكِرَهُمْ (تو) انہیں بُرا جانا وَاَوْجَسَ اور (دل میں) محسوس کیا مِنْهُمْ ان سے خِيْفَةً خوف قَالُوْا انہوں نے کہا لَا تَخَفْ نہ ڈر (ہم سے) اِنَّآ بلاشبہ ہم اُرْسِلْنَآ بھیجے گئے ہیں اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ قوم لوط کی طرف ۝۷۰

ترجمہ: اور ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو سلام کہا انہوں نے بھی (جواب میں) سلام کہا ابھی کچھ وقفہ نہیں ہوا تھا کہ (ابراہیم) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے ۝۶۹ جب دیکھا کہ اُن کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتے (یعنی وہ کھانا نہیں کھاتے) تو اُن کو اجنبی سمجھ کر دل میں خوف کیا۔ (فرشتوں نے) کہا کہ خوف نہ کیجئے ہم قومِ لوط کی طرف (ان کو ہلاک کرنے کیلئے) بھیجے گئے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لے کر آئے۔

۲۔ انہوں نے سلام کے الفاظ بولے۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔

۴۔ پھر دیر نہ لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لے آئے۔

۵۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں پہنچ رہے ہیں۔

۶۔ تو ان کی طرف سے خوفزدہ ہوگئے۔

۷۔ انہوں نے کہا کہ آپ ڈرے نہیں۔

۸۔ ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کے تذکرہ کے بعد ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر

سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے اور قرآنِ مجید کی دیگر متعدد سورتوں میں بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کہیں ان کے والد کے ذکر کے ساتھ کیا گیا، کہیں ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا کہیں ان کی قوم کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔

ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ان فرشتوں کے ساتھ کیا گیا ہے جنہوں نے انہیں اسحاق و یعقوب کی خوشخبری دی۔ نیز ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ جن فرشتوں کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے کی بات ان آیتوں میں کہی گئی ہے وہ فرشتے دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اس لیے آئے تھے تاکہ انہیں قومِ لوط کی ہلاکت کی خبر دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین کے شہروں میں تھے اور قومِ لوط کی بستیاں ملک شام کے اطراف و اکناف تھیں۔ جب اللہ نے فرشتوں کو قومِ لوط پر عذاب کے لیے روئے زمین پر اتارا تو وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرے اور ان کے گھر پہنچ کر ان سے ملاقات کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ مہمانوں کی ضیافت بحسن وخوبی کرتے تھے۔ ہر آنے والے مہمان کی مہمان نوازی بہ نفسِ نفیس کرتے تھے۔ جو فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے وہ کون تھے؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ حضرت جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام تھے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دیگر سات فرشتے آئے تھے۔ عموماً جب مہمان کسی کے ہاں جاتا ہے تو کوئی نہ کوئی تحفہ لے جاتا ہے اور لے جانا بھی چاہئے، یہ فطری تقاضا بھی ہے اور محبتوں کے فروغ کا باعث بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو فرشتے آسمان سے رب ذوالجلال کی طرف سے آئے تھے وہ بھی گویا ایک خاص تحفہ بشارت کی شکل میں لے آئے تھے۔ ان فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری دی، یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کی: فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ (ہود:۷۱) ہم نے انہیں اسحاق کی خوشخبری دی۔ سورۂ ذاریات کی آیت نمبر ۲۸ میں یوں ہے: وَبَشَّرُوۡهُ بِغُلٰمٍ عَلِيۡمٍ اور انہوں نے ان کو علم والے بیٹے کی خوشخبری دی۔ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ ان فرشتوں کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو خوشخبری دی گئی وہ یہ تھی کہ قوم لوط کو ہلاک کیا جارہا ہے اور حضرت لوط کو نجات دی جارہی ہے۔

جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آنے والے کو چاہئے کہ وہ سلام کرے، یعنی مہمان میزبان کو سلام کرے۔ جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انکی مہمان نوازی میں تاخیر نہیں کی۔ چونکہ یہ فرشتے انسانی شکل میں آئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جان نہ سکے کہ یہ فرشتے ہیں، اس لیے فوراً ہی ان کے لیے کھانے پینے کا انتظام کیا اور انہوں نے بچھڑا تلا ہوا یا بھنا ہوا لاکر پیش کردیا۔ یہ ایک طرح کا پتھر کا گوشت تھا یعنی آگ سے یا سورج سے گرم ہوئے پتھر پر بھنا ہوا یہ بچھڑا تھا۔ اس آیت میں فَمَا لَبِثَ اَنۡ جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِيۡذٍ ہے یعنی پھر دیر نہ لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لے آئے۔ سورۂ ذاریات کی آیت

نمبر۲۶میں یوں ہے:فَرَاغَ اِلٰٓی اَھْلِہٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ پھر چپ چاپ جلدی اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے کا گوشت لے آئے۔مگر چونکہ وہ فرشتے تھے اور فرشتے انسانوں کی طرح نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں،تو ان فرشتوں نے اس بچھڑے کی طرف ہاتھ ہی نہیں بڑھایا،تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے اس جانب ہاتھ نہ بڑھانے کی وجہ سے خوف ہوگیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان فرشتوں سے کہہ بھی دیا کہ اِنَّا مِنْکُمْ وَجِلُوْنَ (الحجر:۵۲)ہمیں تم سے ڈر لگ رہا ہے۔فرشتوں نے کہا کہ لَا تَخَفْ آپ مت ڈریئے اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ ہم فرشتے ہیں اور ہم کو قومِ لوط کی ہلاکت کیلئے بھیجا گیا ہے۔

درس نمبر:۹۴۸ ## کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ ہود:۷۱۔۷۲۔۷۳

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَامْرَاَتُہٗ قَآئِمَۃٌ فَضَحِکَتْ فَبَشَّرْنٰھَا بِاِسْحٰقَ لا وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰٓی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ط اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ ط اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَامْرَاَتُہٗ اس (ابراہیم) کی بیوی قَآئِمَۃٌ کھڑی تھی فَضَحِکَتْ تو وہ ہنس پڑی فَبَشَّرْنٰھَا پھر ہم نے اسے خوش خبری دی بِاِسْحٰقَ اسحاق کی وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ اور اسحاق کے بعد یَعْقُوْبَ یعقوب (پوتے) کی ۝ قَالَتْ اس نے کہا یٰوَیْلَتٰی ہائے ہائے! ءَاَلِدُ (اب) کیا میں بچہ جنوں گی وَاَنَا حالانکہ میں عَجُوْزٌ بڑھیا ہوں وَّھٰذَا اور یہ بَعْلِیْ میرا خاوند (بھی) شَیْخًا بوڑھا ہے؟ اِنَّ بے شک ھٰذَا (یہ (تو) لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ البتہ ایک عجیب چیز ہے ۝ قَالُوْٓا (فرشتوں نے) کہا اَتَعْجَبِیْنَ کیا تو تعجب کرتی ہے مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اللہ کے حکم سے؟ رَحْمَتُ اللّٰہِ اللہ کی رحمت وَبَرَکٰتُہٗ اور اس کی برکتیں ہوں عَلَیْکُمْ تم پر اَھْلَ الْبَیْتِ اے اہل بیت اِنَّہٗ بلاشبہ وہ (اللہ) حَمِیْدٌ انتہائی قابلِ تعریف مَّجِیْدٌ نہایت بزرگی والا ہے ۝

ترجمہ: اور ابراہیم کی بیوی (جو پاس) کھڑی تھی ہنس پڑی تو ہم نے اُس کو اسحٰق کی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی ۝ اُس نے کہا کہ کیسے مجھے بچہ ہوگا؟ میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں یہ تو بڑی عجیب بات ہے ۝ انہوں نے کہا کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہلِ بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں ہوں وہ سزاوارِ تعریف اور بزرگوار ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔حضرت ابراہیم کی بیوی جو پاس کھڑی تھیں ہنس پڑی۔

۲۔ہم نے انہیں اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔

۳۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی نے کہا کہ کیسے مجھے بچہ ہوگا؟

۴۔میں تو بڑھیا ہوں۔

۵۔میرے میاں بھی بوڑھے ہیں۔

۶۔یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

۷۔فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟

۸۔اے اہلِ بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں

۹۔بیشک اللہ تعریف کے سزاوار ہے اور بزرگوار ہے۔

جس طرح سورۂ ہود کی ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کے تشریف لانے کا ذکر موجود ہے۔اسی طرح سورۂ حجر کی آیت نمبر ۵۱ تا ۶۳ میں بھی فرشتوں کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تشریف لانے کا واقعہ اس طرح مذکور ہے: وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ۝ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓي اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۝ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ ۝ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَاۗءَ اٰلَ لُوْطِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا احوال سنا دو O جب وہ ابراہیم کے پاس آئے تو سلام کہا (انہوں نے) کہا ہمیں تو تم سے ڈر لگتا ہے O (مہمانوں نے) کہا کہ ڈریئے نہیں ہم آپ کو ایک دانشمند لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں O (وہ) بولے کہ جب مجھے بڑھاپے نے آ پکڑا تو تم خوشخبری دینے لگے اب کیسی خوشخبری دیتے ہو؟ O (انہوں نے) کہا کہ ہم آپ کو سچی خوشخبری دیتے ہیں آپ مایوس نہ ہوں O (ابراہیم نے) کہا کہ اللہ کی رحمت سے (میں مایوس کیوں ہونے لگا اس سے) مایوس ہونا گمراہوں کا کام ہے O پھر کہنے لگے کہ فرشتو! تمہیں (اور) کیا کام ہے؟ O (انہوں نے) کہا کہ ہم ایک گنہگار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (کہ اس کو عذاب کریں) O مگر لوط کے گھر والے کہ ان سب کو ہم بچالیں گے O البتہ اُن کی بیوی (کہ) اُس کیلئے ہم نے ٹھہرادیا ہے کہ وہ پیچھے رہ جائے گی O پھر جب فرشتے لوط کے گھر گئے O تو لوط نے کہا کہ تم تو ناآشنا لوگ ہو O وہ بولے کہ (نہیں) بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں لوگ شک کرتے تھے۔

جس وقت فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ بھی وہیں کھڑی تھیں۔مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ پردہ کے پیچھے اس طرح کھڑی تھیں کہ وہ فرشتوں کو دیکھ سکیں یا فرشتوں کی خدمت کیلئے بطور خادمہ کھڑی تھیں۔جب انہوں نے ان کے اس بڑھاپے میں فرشتوں سے یہ

خوشخبری سنی کہ ان کے ہاں اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی آمد ہوگی تو وہ خوشی سے ہنس پڑیں، اس لیے کہ بڑھاپے کی وجہ سے بظاہر مایوسی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے اس قدرتی تحفہ اور انعام سے خوش ہوگئیں۔ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب قوم لوط کی ہلاکت کی خبر سنیں تو خوشی سے وہ ہنس پڑیں، اس لیے کہ وہ قومِ لوط کی حرکتوں سے بیزار تھیں اور ان کے کفر وعناد اور سرکشی سے بھی باخبر تھیں۔ یہاں حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام دونوں کا ایک ہی جگہ ذکر کیا گیا۔ اصل یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اسحاق کی پیدائش ہوگی، پھر حضرت اسحاق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیدائش ہوگی۔ دوسری جگہ اسحاق علیہ السلام کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کے دیئے جانے کی خوشخبری یوں دی گئی ہے: وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ (الانعام: ۸۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی بڑھاپے کی وجہ سے بانجھ ہوگئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ حائضہ بنادیا تاکہ ان سے اولاد ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بیوی کا نام مفسرین نے سارہ لکھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک بیوی ہاجرہ تھیں جن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، تو دوسری بیوی سارہ کو بھی تمنا ہوئی کہ ان کو بھی بیٹا ہو۔ مگر وہ اپنے بڑھاپے کی وجہ سے مایوس تھیں۔ پس انہیں ایک ایسے بیٹے کی بشارت دی گئی جو آگے چل کر نبی ہوں اور وہ نبی بھی ایسے کہ ان کے بیٹے بھی نبی ہوں یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام بیٹے اور حضرت یعقوب علیہ السلام پوتے۔

جب فرشتوں نے بشارت دی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ سارہ نے تعجب سے کہا کہ کیسے بیٹا ہوگا جبکہ میں بڑی بوڑھی اور بانجھ ہوں اور میرے شوہر ابراہیم بھی بڑھاپے کی عمر میں ہیں اور ایسے بوڑھوں سے عموماً اولاد نہیں ہوتی؟ ظاہر ہے کہ اگر میرے ہاں اولاد ہوگی تو یہ تو ایک عجیب وغریب بات ہوگی تو فرشتوں نے ان سے یہ کہا کہ تم اللہ کی تقدیر اور اس کے فیصلوں پر کیسے تعجب کرتی ہو؟ یہ بات اللہ کی قدرت کے سامنے تعجب کی نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وہ اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسٓ: ۸۲) بیشک اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت تو اے اہلِ بیت! تم پر بہت زیادہ ہے۔ تم تو نبوت کے بابرکت گھرانہ سے تعلق رکھتی ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں نبوت وراثت میں چلے گی اور ہوا بھی یہی کہ بنی اسماعیل اور بنی اسحاق سے انبیاء پیدا ہوئے۔

درس نمبر: ۹۴۹ — ## حضرت ابراہیم علیہ السلام نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے — ھود: ۷۴۔۷۵۔۷۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝۷۴ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۝۷۵ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝۷۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَمَّا پھر جب ذَهَبَ چلا گیا عَنْ اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم سے الرَّوْعُ خوف وَجَآءَتْهُ آ گئی اس کے پاس الْبُشْرٰى خوش خبری يُجَادِلُنَا (تو) وہ جھگڑتا تھا ہم سے فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ قوم لوط کے بارے میں ﴿۷۴﴾ اِنَّ بلاشبہ اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم لَحَلِيْمٌ البتہ بڑا بردبار اَوَّاهٌ بہت زیادہ آہ وزاری کرنے والا مُّنِيْبٌ رجوع کرنے والا تھا ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اے ابراہیم! اَعْرِضْ اعراض کر عَنْ هٰذَا اس (بات) سے اِنَّهٗ بے شک قَدْ تحقیق جَآءَ آ گیا ہے اَمْرُ رَبِّكَ تیرے رب کا حکم وَاِنَّهُمْ اور بلاشبہ وہ لوگ اٰتِيْهِمْ آئے گا ان پر عَذَابٌ (ایسا) عذاب غَيْرُ مَرْدُوْدٍ جو پھیرا نہ جائے گا (ان سے) ﴿۷۶﴾

ترجمہ: جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور اُن کو خوشخبری بھی مل گئی تو قومِ لوط کے بارے میں لگے ہم سے بحث کرنے ﴿۷۴﴾ بیشک ابراہیم بڑے تحمل والے، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے ﴿۷۵﴾ اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو تمہارے رب کا حکم آ پہنچا ہے اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے جو کبھی نہیں ٹلے گا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خوف جاتا رہا۔
۲۔ ان کو خوشخبری بھی مل گئی۔
۳۔ قومِ لوط کے بارے میں وہ ہم سے بحث کرنے لگے
۴۔ بیشک حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے تحمل والے نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے
۵۔ اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو
۶۔ تمہارے رب کا حکم آ پہنچا ہے۔
۷۔ ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے جو کبھی نہیں ٹلے گا۔

پچھلے درس میں یہ بات بتادی گئی کہ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں کھانے کیلئے ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈر گئے تھے، پھر جب فرشتوں نے حقیقت حال سے آگاہ کر دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل سے خوف چلا گیا، پھر فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت بھی دی اور قومِ لوط کی ہلاکت کی اطلاع بھی دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس بات کا علم ہوگیا کہ یہ عذاب کے فرشتے ہیں جو قومِ لوط کی ہلاکت کے لیے آئے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام فرشتوں سے بحث کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بحث کرنا گویا اللہ تعالیٰ سے جدال کے برابر تھا، اس لیے کہ وہ فرشتے اللہ کے حکم سے آئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ قومِ لوط پر عذاب نہ آئے، اس لیے کہ اس قوم میں حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے اور اگر قوم پر عذاب آتا تو حضرت لوط علیہ السلام بھی زد میں آجاتے۔ اسی حقیقت کو ان آیات میں بیان کیا گیا کہ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ پھر جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا خوف جاتا رہا اور اس کے پاس خوشخبری آ گئی

تو ہم سے قومِ لوط کے بارے میں جدال شروع کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عذاب کو رکوانے کیلئے وہاں حضرت لوط علیہ السلام کے موجود ہونے کو رحم لانے کیلئے پیش کیا۔ ان کے اس جذبہ کو یہاں یوں بیان کیا گیا: اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ لَحَلِيۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ'' حضرت ابراہیم علیہ السلام بردبار، رحم دل تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۳۱ اور ۳۲ میں بھی اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا: وَلَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ بِالۡبُشۡرٰى ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا مُهۡلِكُوۡۤا اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ ۚ اِنَّ اَهۡلَهَا كَانُوۡا ظٰلِمِيۡنَ ۚ‌ۖ قَالَ اِنَّ فِيۡهَا لُوۡطًا ‌ؕ قَالُوۡا نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِيۡهَا ۖ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ۖ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے تو کہنے لگے کہ ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کر دینے والے ہیں کہ یہاں کے رہنے والے نافرمان ہیں (۳۲) ابراہیم نے کہا کہ اس میں تو لوط بھی ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ جو لوگ یہاں رہتے ہیں ہمیں سب معلوم ہیں۔ ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیں گے بجز ان کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تسلی دی گئی کہ قومِ لوط کی بستی والوں کو تو ہلاک کر دیا جائے گا، اس لیے کہ یہ ظالم قوم ہے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اِنَّ فِيۡهَا لُوۡطًا اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام بھی ہیں تو فرشتوں نے اس کا جواب یوں دیا کہ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِيۡهَا ۖ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ۖ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ہم جانتے ہیں کہ اس میں کون ہے؟ ہم لوط کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دیں گے۔ ہاں! حضرت لوط کی بیوی کو نجات نہیں دیں گے، اس لیے کہ یہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے یعنی نافرمانوں میں سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں کی جانب سے جو جواب دیا گیا یہاں اس سلسلہ میں یہ جملہ موجود ہے: يٰۤـاِبۡرٰهِيۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا اے ابراہیم! اس بات سے اعراض کرو اِنَّهٗ قَدۡ جَآءَ اَمۡرُ رَبِّكَ تمہارے رب کا حکم بیشک آ چکا ہے۔ یعنی قومِ لوط کے بارے میں بحث اور جدال کرنے سے رُک جاؤ۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ آ چکا ہے اور جب اللہ کا حکم اور فیصلہ ہو چکا ہے تو اس بارے میں ہمیں گفتگو نہیں کرنی چاہئے۔ وَاِنَّهُمۡ اٰتِيۡهِمۡ عَذَابٌ غَيۡرُ مَرۡدُوۡدٍ قومِ لوط پر جو عذاب آنے والا ہے وہ تو آ کر ہی رہے گا واپس نہیں ہوگا۔ یہ فیصلہ نہ ہی جدال کی وجہ سے بدلے گا اور نہ ہی سفارش کی وجہ سے بدلے گا اور نہ ہی دعاء کی وجہ سے بدلے گا۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے جو ہو کر ہی رہے گا۔ یہ عذاب ان پر سے نہ ہی ٹلنے والا ہے اور نہ ہی واپس ہونے والا ہے۔

کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں ہے؟

درس نمبر: ۹۵۰ — ہود: ۷۷-۷۸

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِىۡٓءَ بِهِمۡ وَضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوۡمٌ عَصِيۡبٌ'' ۝ وَجَآءَهٗ قَوۡمُهٗ يُهۡرَعُوۡنَ اِلَيۡهِ ؕ وَمِنۡ قَبۡلُ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ ‌ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىۡ هُنَّ اَطۡهَرُ لَـكُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

وَلَا تُخۡزُوۡنِ فِیۡ ضَیۡفِیۡ ؕ اَلَیۡسَ مِنۡکُمۡ رَجُلٌ رَّشِیۡدٌ ﴿۷۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَمَّا اور جب جَآءَتۡ رُسُلُنَا آئے ہمارے قاصد لُوۡطًا لوط کے پاس سِیۡٓءَ (تو) وہ مغموم ہوا بِهِمۡ بوجہ ان کے وَضَاقَ اور تنگ ہوا بِهِمۡ بوجہ ان کے ذَرۡعًا دل میں وَّقَالَ اور کہا هٰذَا يَوۡمٌ یہ دن ہے عَصِيۡبٌ انتہائی سخت ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ اور آئی اس کے پاس قَوۡمُهٗ اس کی قوم يُهۡرَعُوۡنَ دوڑتی ہوئی اِلَيۡهِ اس کی طرف وَمِنۡ قَبۡلُ اور پہلے ہی سے كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ تھے وہ عمل کرتے السَّيِّاٰتِ بُرے قَالَ (لوط نے) کہا يٰقَوۡمِ اے میری قوم! هٰٓؤُلَآءِ یہ ہیں بَنَاتِىۡ بیٹیاں میری (قوم کی، ان سے نکاح کرلو) هُنَّ اَطۡهَرُ وہ بہت پاکیزہ ہیں لَـكُمۡ تمہارے لیے فَاتَّقُوا اللّٰهَ چنانچہ تم اللہ سے ڈرو وَلَا تُخۡزُوۡنِ اور تم مجھے رسوا نہ کرو فِىۡ ضَيۡفِىۡ میرے مہمانوں میں اَلَيۡسَ کیا نہیں ہے مِنۡكُمۡ تم میں رَجُلٌ کوئی بھی مرد رَّشِيۡدٌ بھلا؟ ﴿۷۸﴾

ترجمہ: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ اُن (کے آنے) سے غمناک اور تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے ﴿۷۷﴾ اور لوط کی قوم کے لوگ اُن کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے اور یہ لوگ پہلے ہی سے بُرا عمل کیا کرتے تھے۔ لوط نے کہا کہ اے قوم! یہ (جو) میری (قوم کی) لڑکیاں ہیں یہ تمہارے لئے (جائز اور) پاک ہیں تو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں (کے بارے) میں مجھے بے آبرو نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں؟

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ہمارے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے

۲۔ تو حضرت لوط علیہ السلام ان کے آنے سے غمناک اور تنگ دل ہوئے

۳۔ کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے

۴۔ قوم لوط کے لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بے تحاشہ دوڑتے ہوئے آئے

۵۔ اور یہ لوگ پہلے ہی سے بُرے عمل کرتے تھے

۶۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کہ اے میری قوم! یہ جو میری قوم کی لڑکیاں ہیں یہ تمہارے لیے جائز اور پاک ہیں

۷۔ اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے بے آبرو نہ کرو

۸۔ کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں ہے؟

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن فرشتوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا تھا جو ایک طرف ان کیلئے بیٹے کی خوشخبری لے آئے تھے تو دوسری طرف قوم لوط کی ہلاکت کی اطلاع بھی لے آئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات اور گفتگو کے بعد یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ یہ فرشتے انسانی شکل

میں تھے۔ سورۂ ہود میں حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے تذکرہ کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر شروع کیا جا رہا ہے۔ یہ پانچویں نبی ہیں جن کا تذکرہ اس سورت میں کیا جا رہا ہے۔ قوم لوط کا تعلق اردن سے ہے۔ یہ اہلِ سدوم ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے نکل کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے اور حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کے درمیان چار فرسخ کا فاصلہ تھا۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اس طرح دونوں کے درمیان فاصلہ ۱۲ میل کا ہوتا ہے۔ یہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس نوجوان انسانوں کی شکل میں گئے اور وہ فرشتے انتہائی حسین وجمیل تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام پہچان نہ سکے کہ یہ فرشتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام ان فرشتوں کے خوبصورت اور حسین نوجوانوں کی شکل میں آنے سے تنگدل ہو گئے، اس لیے کہ ان کی خبیث قوم کی خباثت سے حضرت لوط علیہ السلام بخوبی واقف تھے۔ انہیں خوف وخدشہ ہوا کہ قوم کے خبیث لوگ ان مہمانوں کے ساتھ بھی ایسی گری ہوئی حرکت نہ کر دیں۔ اسی لیے حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کہ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ "آج کا دن مصیبت کا دن ہے۔ جب قومِ لوط کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس مہمانوں کی آمد ہوئی ہے، تو وہ خوشی خوشی دوڑتے ہوئے آئے تا کہ وہ ان مہمانوں کے ساتھ بدفعلی کریں اور فحش حرکتیں کریں۔ ان مہمانوں کی آمد کی اطلاع قوم لوط کو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے دی تھی۔ قوم لوط پہلے ہی سے اس بُری حرکت کی عادی تھی جس کو یہاں یوں بیان کیا گیا: وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اور وہ اس سے پہلے بُرے کام کیا کرتے تھے۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۲۹ میں بھی ان کی خبیث حرکتوں کا ذکر موجود ہے: اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ کیا تم مردوں کے پاس بدفعلی کے لیے آتے ہو اور راستے بند کرتے ہو اور اپنی عام مجلسوں میں بے حیائیوں کے کام کرتے ہو؟

حضرت لوط علیہ السلام نے جب دیکھا کہ قوم کے یہ بدترین اور خبیث لوگ دوڑتے ہوئے آ رہے ہیں اور انہیں یہ خوف ہوا کہ کہیں ان مہمانوں کے ساتھ بدتمیزی نہ کریں، اس لیے کہا کہ دیکھو! یہ میری بیٹیاں ہیں یعنی وہ عورتیں جو میری امت میں ہیں یہ تمہارے لیے بہتر ہیں، تم ان عورتوں سے نکاح کر لو اور اپنی شہوت پوری کر لو ان پاکیزہ عورتوں کو چھوڑ کر ایسے کام کا ارادہ نہ کرو جو اللہ کی ناراضگی لانے والا کام ہے اور تمہیں یہ بھی تو دیکھنا چاہئے کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ تم ان کے ساتھ ایسا بُرا ارادہ کرتے ہوئے مجھے رسوا نہ کرو۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ کیا تم سب کی عقلوں پر پتھر پڑ گئے ہیں؟ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ "کیا تم میں کوئی اچھا آدمی صحیح رائے والا نہیں ہے؟ سورۂ شعراء کی آیات ۱۶۵ اور ۱۶۶ میں بھی حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم سے کیا ہوا خطاب یوں موجود ہے: اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶۵ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ کیا تم دنیا جہاں میں سے

لڑکوں پر مائل ہوتے ہو اور تمہارے پروردگار نے جو تمہارے لیے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔

﴿درس نمبر:۹۵۱﴾ اے کاش! مجھ میں تم سے مقابلہ کی طاقت ہوتی! ﴿ہود:۷۹۔۸۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَالَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْا انہوں نے کہا لَقَدْ البتہ تحقیق عَلِمْتَ تو جانتا ہے مَالَنَا (کہ) نہیں (ہے) ہمارے لیے فِيْ بَنٰتِكَ تیری (قوم کی) بیٹیوں میں مِنْ حَقٍّ کوئی حق (دلچسپی) وَ اِنَّكَ اور بلاشبہ تو لَتَعْلَمُ البتہ جانتا ہے مَا نُرِيْدُ جو ہم چاہتے ہیں ﴿۷۹﴾ قَالَ (لوط نے) کہا لَوْ اَنَّ کاش کہ لِيْ (ہوتی) میرے لیے بِكُمْ تمہارے مقابلے میں قُوَّةً کوئی قوت اَوْ یا اٰوِيْٓ میں پناہ پکڑتا اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ کسی مضبوط سہارے کی طرف

ترجمہ: وہ بولے کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری (قوم کی) بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں اور جو ہماری غرض ہے اُسے تم (خوب) جانتے ہو ﴿۷۹﴾ لوط نے کہا کہ اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قومِ لوط نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں۔

۲۔ جو ہماری غرض ہے اس سے تم خوب واقف ہو۔

۳۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کہ اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا۔

جب حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ تم میری ان بیٹیوں یعنی قوم کی عورتوں سے نکاح کرتے ہوئے اپنی شہوت پوری کرلو اور یہ خبیث حرکت جو مردوں کے ساتھ بدفعلی کی ہے یہ بیہودہ اور فحش حرکت ہرگز مت کرو تو قوم نے صاف طور پر کہہ دیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں ہے۔ یعنی اے لوط! تمہیں ہمارے بارے میں پورا علم ہے اور تمہیں اس کا تجربہ بھی ہے کہ ہم کو عورتوں کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ عورتوں سے ہمیں کسی بھی قسم کی دلچسپی نہیں ہے۔ تمہارے یہ کہنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے کہ ہم ان عورتوں سے شہوت پوری کریں۔ ہماری غرض وغایت، ہمارا نشانہ اور ہدف تو بس مرد ہی مرد ہیں۔ اور آپ کو ہماری مرضی اور خواہش کا پورا علم ہے، بار بار یہ بات کہنے کا کیا فائدہ؟ یعنی وہ اس جملہ کے ذریعہ حضرت لوط علیہ السلام کے سامنے باور کرنا چاہتے تھے

کہ جس کام کا ارادہ لے کر ہم آئے ہیں ہم اپنے ارادے میں عزم مصمم رکھتے ہیں۔ جب حضرت لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ قوم کے یہ لوگ اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں اور انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ ان کی طرف سے کی جانے والی نصیحت کا اب کوئی فائدہ ہی نہیں ہے تو حضرت لوط علیہ السلام کہنے لگے کہ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً کاش! تمہارے مقابلہ میں مجھے قوت حاصل ہوتی اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ یا میں کسی مضبوط پائے کی طرف ٹھکانہ پکڑ لیتا۔ یعنی کاش! میں کسی ایسی قوم کا فرد ہوتا جو کنبہ، قبیلہ اور جھتے والی ہوتی ہے۔

درمنثور نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد جو بھی کوئی نبی بھیجا گیا وہ عزت اور زور آور اور عزت والی قوم میں سے تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحمت فرمائے وہ مضبوط پائے کی طرف ٹھکانہ پکڑ رہے تھے۔ (بخاری: ۳۳۷۲)

تم میں سے کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے

﴿درس نمبر: ۹۵۲﴾ ﴿ہود: ۸۱۔۸۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ فَاَسْرِ بِاَهْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَکَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ۝۸۱ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ۬ مَّنْضُوْدٍ ۝۸۲ۙ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّکَ ؕ وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ۝۸۳ؑ النصف

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْا (فرشتوں نے) کہا یٰلُوْطُ اے لوط! اِنَّا بے شک ہم رُسُلُ قاصد ہیں رَبِّکَ تیرے رب کے لَنْ یَّصِلُوْٓا ہرگز وہ نہیں پہنچ سکیں گے اِلَیْکَ تجھ تک فَاَسْرِ لہٰذا تو لے چل بِاَهْلِکَ اپنے گھر والوں کو بِقِطْعٍ ایک حصے میں مِّنَ الَّیْلِ رات کے وَلَا یَلْتَفِتْ اور نہ پیچھے مڑ کر دیکھے مِنْکُمْ تم میں سے اَحَدٌ کوئی (بھی) اِلَّا سوائے امْرَاَتَکَ تیری بیوی کے اِنَّهٗ بیشک وہ (عذاب) مُصِیْبُهَا پہنچنے والا ہے اسے مَآ اَصَابَهُمْ جو انہیں پہنچے گا اِنَّ بیشک مَوْعِدَهُمُ ان کے وعدے کا وقت الصُّبْحُ صبح ہے اَلَیْسَ کیا نہیں ہے الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ صبح قریب؟ ۝۸۱ فَلَمَّا پھر جب جَآءَ اَمْرُنَا آ گیا ہمارا حکم (عذاب) جَعَلْنَا (تو) ہم نے کر دیا عَالِیَهَا اس کے اوپر والے حصے کو سَافِلَهَا اس کے نیچے والا (اور نیچے والے حصے کو اوپر) وَاَمْطَرْنَا اور ہم نے برسائے عَلَیْهَا اس (بستی) پر حِجَارَةً پتھر مِّنْ سِجِّیْلٍ کنکر (کی قسم) سے مَّنْضُوْدٍ تہ بہ تہ ۝۸۲ مُّسَوَّمَةً نشان زدہ عِنْدَ رَبِّکَ آپ کے رب کے ہاں (سے) وَمَا اور نہیں هِیَ وہ (بستی) مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ظالموں سے دور

ترجمہ: فرشتوں نے کہا کہ لوط! ہم تمہارے رب کے فرشتے ہیں یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے تو کچھ رات

رہے اسی میں اپنے گھر والوں کو لے کر چل دو اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی کہ جو آفت ان پر پڑنے والی ہے وہی اس پر پڑے گی، ان کے (عذاب کے) وعدے کا وقت صبح ہے اور کیا صبح کچھ دُور ہے؟ ۸۱ تو جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس (بستی) کو (الٹ کر) نیچے اوپر کر دیا اور اُن پر پتھر کی تہہ بتہہ (یعنی پے در پے) کنکریاں برسائیں ۸۲ جن پر تمہارے رب کے ہاں سے نشان کئے ہوئے تھے اور وہ (بستی ان) ظالموں سے کچھ دور نہیں

تشریح: ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ فرشتوں نے کہا کہ اے لوط! ہم تمہارے رب کے فرشتے ہیں۔

۲۔ یہ لوگ ہرگز تم تک پہنچ نہیں سکیں گے۔

۳۔ کچھ رات رہے اسی میں اپنے گھر والوں کو لے کر چل دو۔

۴۔ تم میں سے کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے۔

۵۔ مگر تمہاری بیوی کہ جو آفت ان پر پڑنے والی ہے وہی اس پر پڑے گی۔

۶۔ ان کے عذاب کے وعدہ کا وقت صبح ہے۔

۷۔ کیا صبح کچھ دور ہے؟

۸۔ جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس بستی کو الٹ کر نیچے اوپر کر دیا۔

۹۔ ان پر پتھر کی تہہ بہ تہہ کنکریاں برسائیں۔

۱۰۔ جن پر تمہارے رب کے ہاں سے نشان لگے ہوئے تھے۔

۱۱۔ وہ بستی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں۔

جب قومِ لوط نے ان مہمانوں کے ساتھ بدتمیزی کی بات کہی اور حضرت لوط علیہ السلام کو قوم کے ان خبیث لوگوں سے خوف ہوا کہ یہ ان مہمانوں کے ساتھ بدتمیزی کریں گے تو فرشتوں نے اپنی حقیقت بتلا دی کہ اے لوط! تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تو تمہارے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ تمہاری قوم کے لوگ ہمارے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے تا کہ ان خبیثوں کو ہلاک کرے اور ان کے شر سے تمہیں نجات دے۔ یہ لوگ بُرے ارادے سے نہ تمہاری طرف پہنچ سکیں گے اور نہ ہی تمہارے مہمانوں کی طرف پہنچ سکیں گے۔ اب فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ فَاَسْرِ بِاَهْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ آپ رات کے وقت اپنے گھر والوں کو لے کر باہر چلے جایئے اور برابر چلتے رہیں وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اور تم میں سے کوئی شخص بھی مڑ کر نہ دیکھے گا اِلَّا امْرَاَتَکَ مگر آپ کی بیوی آپ کے ساتھ نہیں جائے گی۔ بستی کے دوسرے لوگوں پر جو عذاب آئے گا وہی عذاب آپ کی بیوی پر بھی آئے گا اور یہ بات بھی بتلا دی گئی کہ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ

الصُّبۡحُ اس قوم پر جو عذاب آئے گا وہ صبح کے وقت آئے گا۔ پھر یہ بات کہی جارہی ہے کہ اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ کیا صبح قریب نہیں ہے؟ چنانچہ جب صبح ہوئی تو اللہ کا عذاب آ گیا۔ جن فرشتوں کو قومِ لوط پر عذاب کیلئے بھیجا گیا تھا ان فرشتوں نے ان بستیوں کا تختہ اٹھا کر پلٹ دیا، نیچے کی زمین اوپر اور اوپر کی زمین نیچے ہوگئی اور وہ سارے لوگ اس میں دب کر مر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اوپر سے پتھر بھی برسائے جو کنکر کے پتھر تھے جو لگا تار ان پر برس رہے تھے اور ان پتھروں پر نشان بھی لگے ہوئے تھے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ہر پتھر جس پر پڑتا تھا اس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔ بعض مفسرین نے یہاں یہ وضاحت بیان کی ہے کہ قومِ لوط علیہ السلام کے لوگ جس علاقہ میں موجود تھے ان پر تو زمین کے الٹنے کا عذاب آیا اور جو لوگ اِدھر اُدھر نکل رہے تھے ان پر پتھر برسے اور وہ لوگ پتھروں کی بارش سے ہلاک کردیئے گئے۔

حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا قومِ لوط میں سے کوئی رہ گیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کوئی باقی نہ رہا۔ ہاں! ایک شخص زندہ بچ گیا تھا جو مکۂ معظّمہ تجارت کے لیے گیا ہوا تھا وہ چالیس دن کے بعد حرم سے نکلا تو اس کو بھی پتھر لگ گیا جس کی وجہ سے ہلاک ہوگیا۔ (تاریخ دمشق) مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس بستی کو آسمان کی طرف اٹھایا اور اس کو الٹ کر زمین کی طرف گرادیا۔ (تفسیر طبری) سورۂ ذاریات کی آیت نمبر ۳۵ اور ۳۶ میں بھی اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے: فَاَخۡرَجۡنَا مَنۡ کَانَ فِیۡهَا مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدۡنَا فِیۡهَا غَیۡرَ بَیۡتٍ مِّنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ تو وہاں جتنے مومن تھے ان کو ہم نے نکال لیا﴿۳۵﴾ اور اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔

وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ بِبَعِیۡدٍ کے ذریعہ یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ جن بستیوں میں یہ عذاب آیا یہ بستیاں مکہ والوں سے دور نہیں ہیں۔ ہر ایک کو چاہئے کہ اس واقعۂ عذاب سے سبق حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے تاکہ وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ رہے۔

﴿درس نمبر: ۹۵۳﴾ ﴿ہود: ۸۴۔۸۵۔۸۶﴾

ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَیۡبًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ ؕ وَلَا تَنۡقُصُوا الۡمِکۡیَالَ وَالۡمِیۡزَانَ اِنِّیۡۤ اَرٰىکُمۡ بِخَیۡرٍ وَّ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ مُّحِیۡطٍ ﴿۸۴﴾ وَ یٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِکۡیَالَ وَالۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡیَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ ﴿۸۵﴾ بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۬ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَیۡکُمۡ بِحَفِیۡظٍ ﴿۸۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِلٰی مَدۡیَنَ اور (ہم نے بھیجا اہلِ) مدین کی طرف اَخَاهُمۡ ان کے بھائی شُعَیۡبًا شعیب کو قَالَ اس نے کہا یٰقَوۡمِ اے میری قوم اعۡبُدُوا اللّٰهَ تم اللہ کی عبادت کرو مَا لَکُمۡ نہیں ہے تمہارے لیے مِّنۡ اِلٰهٍ کوئی

معبود غَيْرُهٗ سوائے اس کے وَلَا تَنْقُصُوا اور تم کم مت کرو الْمِكْيَالَ ماپ کو وَالْمِيْزَانَ اور تول کو اِنِّيْٓ بے شک میں اَرٰىكُمْ تمہیں دیکھتا ہوں بِخَيْرٍ آسودگی میں وَّ اِنِّيْٓ اور بے شک میں اَخَافُ ڈرتا ہوں عَلَيْكُمْ تم پر عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ایک گھیرنے والے دن کے عذاب سے ۝۸۴ وَ يٰقَوْمِ اور اے میری قوم! اَوْفُوا تم پورا کرو الْمِكْيَالَ ماپ کو وَالْمِيْزَانَ اور تول کو بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ وَلَا تَبْخَسُوا اور مت کم دو تم النَّاسَ لوگوں کو اَشْيَآءَهُمْ ان کی چیزیں وَلَا تَعْثَوْا اور نہ تم پھرو فِي الْاَرْضِ زمین میں مُفْسِدِيْنَ فسادی بن کر ۝۸۵ بَقِيَّتُ اللّٰهِ اللہ کی بچت (جائز نفع) خَيْرٌ بہت بہتر ہے لَّكُمْ تمہارے لیے اِنْ كُنْتُمْ اگر ہو تم مُّؤْمِنِيْنَ مومن وَمَآ اور نہیں ہوں اَنَا میں عَلَيْكُمْ تم پر بِحَفِيْظٍ محافظ ۝۸۶

ترجمہ: اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو (بھیجا) تو اُنہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ماپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو۔ میں تو تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور (اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو) مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تمہیں گھیر کر رہے گا۝۸۴ اور اے میری قوم! ماپ اور تول انصاف کیساتھ پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو۝۸۵ اگر تمہیں (میرے کہنے کا) یقین ہو تو اللہ کا دیا ہوا نفع ہی تمہارے لئے بہتر ہے اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مدین کی طرف ان کے بھائی حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا

۲۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ ہی کی عبادت کرو۔

۳۔ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

۴۔ ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔

۵۔ میں تو تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں۔

۶۔ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تمہیں گھیر کر رہے گا۔

۷۔ اے میری قوم! ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔

۸۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔

۹۔ زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو۔

۱۰۔ اگر تمہیں میرے کہنے کا یقین ہو تو اللہ کا دیا ہوا نفع ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔

۱۱۔ میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ مدین کی ہدایت ورہبری کیلئے انہی کی برادری سے تعلق رکھنے والی شخصیت کو نبی بنا کر بھیجا جن کا نام شعیب ہے۔ جس شہر مدین کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا اس شہر کو مدین بن ابراہیم نے بسایا تھا۔ چنانچہ یہ شہر انہی کی جانب منسوب ہو گیا۔ حضرت نوح، حضرت صالح، حضرت ہود، حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہم السلام کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر کیا جارہا ہے۔ سورۂ اعراف میں بھی حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام اپنے قبیلہ میں انتہائی شریف انسان تھے۔ مدین، حجاز اور شام کے درمیان ایک شہر ہے حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو سب سے پہلی بات یہی کہی کہ اے میری قوم! تم سب ایک اللہ کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہ توحید کا اہم پیغام ہے جو اصل ایمان ہے جو پیغام ہر نبی نے اپنی قوم کو دیا اور یہ بھی کہا کہ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی ایک برائی یہ تھی کہ وہ ناپ تول میں ڈنڈی مارا کرتی تھی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اس سے یوں روکا: وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔

اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ میں تو تم کو دیکھ رہا ہوں تم آسودہ حال ہو۔ تمہارے پاس رزق کی فراوانی ہے، مال ودولت کی کثرت ہے اور معیشت کے اعتبار سے تم کمزور بھی نہیں ہو۔ پھر تم لوگ کیوں لوگوں کے حقوق مارتے ہو؟ اور حرص ولالچ میں پڑ کر ڈنڈی کیوں مار رہے ہو؟ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ مجھے ڈر ہے ایک ایسے دن کے عذاب کا جو گھیر لینے والا ہوگا، اس لیے کہ تم اللہ تعالیٰ کی جانب سے حرام کی ہوئی چیزوں میں مبتلا ہو۔ تمہاری اس نافرمانی کی سزا تم کو ملے گی اور جن نعمتوں میں تم ہو وہ نعمتیں سلب کر لی جائیں گی اور تم محروم رہ جاؤ گے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی یہ برائی کہ وہ ڈنڈی مارا کرتی تھی وہ ایسا جرم ہے جس جرم کے بارے میں سورۂ مطففین میں یوں کہا گیا: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام تاکید کے طور پر مزید وضاحت کے ساتھ اپنی قوم سے یہ کہہ رہے ہیں کہ وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ناپ تول کو پورا کرو۔ یعنی جب تم کسی کو کوئی چیز تول کر فروخت کرو یا دو تو پورا تولو اور انصاف کے ساتھ تولو۔ لوگوں سے چیزیں لیتے ہوئے بھی انصاف سے تولو اور ناپو اور لوگوں کو دیتے ہوئے بھی انصاف سے تولو اور ناپو۔ ناپ تول میں کچھ زیادہ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، لیکن کچھ کم نہیں ہونا چاہئے۔ سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۱۸۱ میں یوں کہا گیا: اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ناپ تول پورا بھر کر دو اور کم دینے والوں میں شامل مت ہو جاؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ وَلَا

تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَ هُمۡ اورلوگوں کوان کی چیزیں گھٹا کردینالوگوں کا حق مارنا ہے،تم اس گناہ سے بچو۔

پھرفرمایا کہ وَلَا تَعۡثَوۡا فِي الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ اورزمین میں فساد مچانے والے نہ بنو۔قومِ شعیب کی یہ حالت تھی کہ وہ بنے بنائے نظام میں بگاڑ پیدا کرتے تھے،لوگوں کا مال لوٹ لیتے تھے یعنی ڈکیتی کرتے تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہ بات کہی تھی:وَلَا تَعۡثَوۡا فِي الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ (البقرہ:۶۰) سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۷۴ میں بھی یہ حکم موجود ہے:فَاذۡكُرُوۡۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِي الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ تم اللہ کی نعمتوں کو یادکرواورزمین میں فسادمت پھیلاؤ۔سورۂ شعراء کی آیت نمبر۱۸۳اورسورۂ عنکبوت کی آیت نمبر۳۶ میں بھی یہی حکم موجود ہے۔

پھرفرمایا کہ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ اللہ کا دیا ہوا جوکچھ بچ جائے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگرتم مومن ہو۔یعنی ناپ تول پورا کرتے ہوئے جوکاروبار کروگے اوراس صورت میں جونفع ملے گا وہی تمہارے لیے بہتر ہے اوراس میں برکت بھی ہے۔

وَمَآ اَنَا عَلَيۡكُمۡ بِحَفِيۡظٍ کہہ کرحضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کواس حقیقت سے باخبر کردیا کہ تمہارے کاموں کی نگرانی میری ذمہ داری نہیں ہے۔میری ذمہ داری تم تک حق بات پہنچادینا ہے۔

﴿درس نمبر:۹۵۴﴾ میں تو جہاں تک ہو سکے اصلاح چاہتا ہوں ﴿ہود:۸۷۔۸۸﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَالُوۡا يٰشُعَيۡبُ اَصَلٰوتُكَ تَاۡمُرُكَ اَنۡ نَّتۡرُكَ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِيۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنۡتَ الۡحَلِيۡمُ الرَّشِيۡدُ ۝۸۷ قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كُنۡتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّىۡ وَرَزَقَنِىۡ مِنۡهُ رِزۡقًا حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ اُخَالِفَكُمۡ اِلٰى مَاۤ اَنۡهٰكُمۡ عَنۡهُ ؕ اِنۡ اُرِيۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ؕ وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ۝۸۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوۡا انہوں نے کہا يٰشُعَيۡبُ اے شعیب! اَصَلٰوتُكَ کیا تیری نماز تَاۡمُرُكَ تجھے حکم دیتی ہے اَنۡ نَّتۡرُكَ کہ ہم چھوڑ دیں مَا ان (معبودوں) کوجن کی يَعۡبُدُ عبادت کرتے تھے اٰبَآؤُنَاۤ ہمارے باپ دادا اَوۡ یا اَنۡ نَّفۡعَلَ ہم کرنا (چھوڑدیں) فِيۡۤ اَمۡوَالِنَا اپنے مالوں میں مَا نَشٰٓؤُا جو ہم چاہیں اِنَّكَ لَاَنۡتَ بلاشبہ تُو تو البتہ الۡحَلِيۡمُ بہت بردبار الرَّشِيۡدُ بڑا سمجھدار ہے ۝۸۷ قَالَ (شعیب نے) کہا يٰقَوۡمِ اے میری قوم! اَرَءَيۡتُمۡ بھلا بتلاؤ تو اِنۡ اگر كُنۡتُ ہوں میں عَلٰى بَيِّنَةٍ واضح دلیل پر مِّنۡ رَّبِّىۡ اپنے رب کی طرف سے وَرَزَقَنِىۡ اوراس نے دیا ہو مجھے مِنۡهُ اپنی طرف سے رِزۡقًا رزق حَسَنًا اچھا (تو کیسے اس کی نافرمانی کروں؟) وَمَاۤ اُرِيۡدُ اور میں نہیں چاہتا اَنۡ اُخَالِفَكُمۡ کہ تمہاری مخالفت کروں اِلٰى مَاۤ (اوراختیار کروں) ان کاموں کو (کہ) اَنۡهٰكُمۡ میں تمہیں روکتا ہوں عَنۡهُ ان سے اِنۡ اُرِيۡدُ نہیں میں چاہتا اِلَّا مگر الۡاِصۡلَاحَ اصلاح

(تمہاری) مَا جس قدر اسْتَطَعْتُ مجھے استطاعت ہے وَمَا تَوْفِيْقِيٓ اور مجھے توفیق نہیں اِلَّا مگر بِاللّٰهِ اللہ (کی مدد) کے ساتھ عَلَيْهِ اسی پر تَوَكَّلْتُ میں نے توکل کیا وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف اُنِيْبُ میں رجوع کرتا ہوں

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم اُن کو ترک کر دیں یا اپنے مال میں جو تصرف کرنا چاہیں تو نہ کریں؟ تم تو بڑے نرم دل اور نیک چلن ہو۝۸۷ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اُس نے اپنے ہاں سے مجھے نیک روزی دی ہو (تو کیا میں اُن کے خلاف کروں گا)؟ اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے میں تمہیں منع کروں خود اُس کو کرنے لگوں، میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے (تمہارے معاملات کی) اصلاح چاہتا ہوں اور (اس بارے میں) مجھے توفیق کا ملنا اللہ ہی (کے فضل) سے ہے میں اُسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ بتاتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں؟

۲۔ یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں؟

۳۔ بیشک تم تو بڑے بردبار ہو نیک چلن ہو۔

۴۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اے میری قوم! تم بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے ایک بڑی دولت عطا فرما دی ہے تو میں تمہیں حق کی دعوت دینا کیسے چھوڑ دوں؟

۵۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اس طرح تمہاری مخالفت کروں کہ جن کاموں سے میں تمہیں روکتا ہوں انہیں خود کرنے لگوں

۶۔ میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک مجھ سے ہو سکے۔

۷۔ جو کچھ مجھے توفیق ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

۸۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا۔

۹۔ میں اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔

اہلِ مدین نے حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحتوں کا جواب یہ دیا کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں اس بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں؟ اور تمہاری نماز ہمیں اس بات سے روکتی ہے کہ ہم اپنے مالوں کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کریں؟ قومِ شعیب نے یہ بات مذاق اڑاتے ہوئے کہی۔ ایک قسم کا تمسخر تھا جو قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ کیا۔ قوم شعیب نے حضرت شعیب علیہ السلام کے دیگر نیک اعمال کا تذکرہ نہیں کیا، صرف نماز کا تذکرہ کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت شعیب علیہ السلام

کثرت سے نماز پڑھا کرتے تھے، اس لیے قوم نے نماز کو نشانہ بنایا۔ قوم شعیب نے یہ بات حضرت شعیب علیہ السلام سے ایسے ہی کہی جیسے ہم کسی مصلح عالم دین سے یوں کہہ دیتے ہیں کہ کیا آپ کا علم اور آپ کی بزرگی آپ کو اس چیز سے روکتی ہے کہ ہم جس طریقہ پر ہیں اس طریقہ کو چھوڑ دیں؟ قوم دراصل حضرت شعیب علیہ السلام سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ ہم کو تمہاری نصیحتوں سے آزاد رکھیے اور ہم کو اپنے باپ دادا کے طریقہ کے مطابق بتوں کی عبادت کرنے دیجئے اور ہم کو اپنی مرضی سے اپنے اموال کے استعمال کرنے کی آزادی دیجئے۔ ان دونوں معاملات میں آپ کسی قسم کی مداخلت نہ کیجئے۔ قومِ شعیب نہ مال کی زکوٰۃ دیتی تھی اور نہ بھلائی کے کاموں میں اپنا مال خرچ کرتی تھی بلکہ اپنے مال کو بڑھانے اور جمع کرنے کے لیے ناپ تول میں کمی کرنے اور لوگوں کے مال کو گھٹا کر دینے کی ترکیبیں اور تدبیریں اختیار کرتی تھی۔ اس قوم میں مادیت کا بھوت سوار تھا۔ وہ کسی بھی طرح بکثرت مال حاصل کرنے کی فکر میں تھی کہ ان کی حرکتوں سے کس طرح لوگوں کا حق مارا جاتا ہے؟

قوم نے تمسخر اور مذاق اڑاتے ہوئے مزید ایک جملہ یہ بھی کہہ دیا کہ **اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ** بیشک تم تو بڑے بردبار اور نیک چلن ہو۔ اس جملہ سے قوم کا مقصد حضرت شعیب علیہ السلام کی تعریف کرنا نہیں تھا بلکہ اس کے برعکس کہنا مقصود تھا کہ چالاک، ذہین اور عقلمند تو ہم ہیں کہ مال و دولت حاصل کرنے کی تدبیریں جانتے ہیں اور تم جاہل اور بیوقوف قسم کے آدمی ہو۔ (نعوذ باللہ) قومِ شعیب کی ان تمام باتوں کے جواب میں حضرت شعیب علیہ السلام نے یوں کہا کہ اے میری قوم! تم ہی بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے ایک بڑی دولت بھی عطا فرمادی ہے تو میں تمہیں کیسے حق کی دعوت دینا چھوڑ دوں؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت کی وہ دولت عطا فرمائی ہے جو میرے رب کی طرف سے بہت بڑی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر اتنا بڑا فضل کیا گیا ہو تو کیا میں میرے رب کی طرف سے دی گئی ذمہ داری کو چھوڑ دوں اور حق کی دعوت دینا ہی ختم کردوں؟ ظاہر ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ میں میرے رب کی طرف سے دی گئی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں۔

اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ **وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْهُ** اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اس طرح تمہاری مخالفت کروں کہ جن کاموں سے میں تمہیں روکتا ہوں وہ کام میں خود کرنے لگ جاؤں۔ یعنی یہ کام مجھ سے ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جس کام سے میں تم کو سب کے سامنے روکوں اور تنہائی میں چھپ کر میں وہی کام کروں۔

اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ **اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ** میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں۔ یعنی میرا مقصد یہی ہے کہ میں اپنی نصیحتوں کے ذریعہ تمہاری اصلاح کروں۔ تمہارے اندر موجود بگاڑ کو دور کروں، تم کو بُرے کاموں سے روکوں اور تم کو بھلے کاموں کی تلقین کروں۔ میرا مشن اور میری تحریک یہ ہے کہ میں تم کو

بھلائی کے کاموں کا حکم دوں اور بُرائی کے کاموں سے روکوں۔ میں اس کوشش میں کسی بھی قسم کی کمی نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کا جھول ہوگا۔ میری استطاعت اور طاقت کے بقدر میری کوشش کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

پھر فرمایا کہ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ اور جو کچھ مجھے توفیق ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔یعنی جو عبادت بھی میں کرتا ہوں، نماز وغیرہ پڑھتا ہوں اور جو کچھ تبلیغ کرتا ہوں یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق کی وجہ سے ہے کہ میرے رب نے مجھے اس کی توفیق عطا فرمائی۔ میرے سارے کاموں میں میرے رب کی مدد اور اس کی ہدایت ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔یعنی میں اپنی زندگی کے تمام امور میں میرے رب پر ہی بھروسہ رکھتا ہوں۔ میری اس رسالت کی ذمہ داری کے ادا کرنے میں بھی میرا بھروسہ اللہ ہی پر ہے اور زندگی کے ہر معاملہ میں میں میرے رب کی طرف ہی رجوع کرتا ہوں۔ جب میرا بھروسہ میرے رب پر ہے تو مجھے تمہاری طرف سے پہنچنے والی تکلیف کا کوئی خوف بھی نہیں ہے۔

درس نمبر: ۹۵۵ — **تم اپنے رب سے استغفار کرو** — ہود: ۸۹۔۹۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ يٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ يٰقَوْمِ اور اے میری قوم! لَا يَجْرِمَنَّكُمْ نہ تمہیں اُکسائے شِقَاقِيْٓ میری مخالفت اَنْ يُّصِيْبَكُمْ کہ پہنچے تمہیں مِّثْلُ مَآ اَصَابَ مثل اس (عذاب) کے جو پہنچا تھا قَوْمَ نُوْحٍ قومِ نوح کو اَوْ یا قَوْمَ هُوْدٍ قومِ ہود کو اَوْ یا قَوْمَ صٰلِحٍ قومِ صالح کو وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ اور قومِ لوط نہیں مِّنْكُمْ تم سے بِبَعِيْدٍ کچھ دور ۝ وَاسْتَغْفِرُوْا اور تم مغفرت طلب کرو رَبَّكُمْ اپنے رب سے ثُمَّ پھر تُوْبُوْٓا تم توبہ کرو اِلَيْهِ اسی کی طرف اِنَّ رَبِّيْ بلاشبہ میرا رب رَحِيْمٌ بڑا رحم والا وَّدُوْدٌ نہایت محبت کرنے والا ہے ۝

ترجمہ: اور اے میری قوم! میری مخالفت تم سے کوئی ایسا کام نہ کرادے کہ جیسی مصیبت نوح کی قوم یا ہود کی قوم یا صالح کی قوم پر واقع ہوئی تھی ویسی ہی مصیبت تم پر واقع ہو اور لوط کی قوم (کا زمانہ تو) تم سے کچھ دُور نہیں ۝ اور اپنے رب سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو بیشک میرا رب رحم والا (اور) محبت والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے میری قوم! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو میری مخالفت ان عذابوں کا مستحق بنادے جو قوم نوح اور قومِ ہود اور قومِ صالح کو پہنچے ہیں۔

۲۔ قومِ لوط تم سے دور نہیں۔

۳۔تم اپنے رب سے استغفار کرو

۴۔پھر اس کے حضور میں توبہ کرو

۵۔بیشک میرا رب رحم فرمانے والا ہے بڑی محبت فرمانے والا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہٹ دھرمی، مخالفت اور طرح طرح کی باتوں کو سننے کے بعد یہ کہا کہ دیکھو! تم لوگ ضدمت کرو اور دشمنی پر مت اتر جاؤ۔ یہ بات یاد رکھو کہ اگر تم لوگ میری مخالفت پر ڑے رہو گے تو یہ مخالفت تمہارے لئے کہیں عذاب کا ذریعہ نہ بن جائے۔یعنی یہ ممکن ہے کہ تمہاری مخالفت تمہارے لیے عذاب کے آنے کا سبب بن جائے۔جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے مخالفت کی تو ان پر عذاب آیا اور قومِ ہود نے مخالفت کی تو ان پر بھی عذاب آیا اور قومِ ثمود نے مخالفت کی تو ان پر بھی عذاب آیا۔اگر تم بھی اپنے نبی کی مخالفت کرو گے تو تم پر بھی عذاب آئے گا اور قومِ لوط کی نافرمانی نے ان کو جس انجام تک پہنچایا ان پر جو عذاب آیا عذاب کا وہ زمانہ بھی تم سے کچھ دور نہیں ہے اور نہ وہ بستیاں تم سے دور ہیں جہاں قومِ لوط پر عذاب آیا۔اس لیے قوم کے لوگو! عبرت حاصل کرو۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کی مخالفت اور نافرمانی عذاب الٰہی کا سبب ہے۔اس لیے نبی کی مخالفت سے گریز کرنا چاہئے۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱۵ میں یوں کہا گیا کہ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اُسے اُدھر ہی چلا دیں گے اور قیامت کے دن اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔سورۂ انفال کی آیت نمبر ۱۳ میں یوں کہا گیا:وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔سورۂ حشر کی آیت نمبر ۴ میں یوں کہا گیا: ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ج وَمَنْ یُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرے تو اللہ اسے سخت عذاب دینے والا ہے۔سورۂ محمد کی آیت نمبر ۳۲ میں یوں کہا گیا: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی ۙ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْئًا ؕ وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ جن لوگوں کو سیدھا راستہ معلوم ہو گیا اور پھر بھی انہوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا اور پیغمبر کی مخالفت کی تو وہ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے اور اللہ ان کا سب کیا کرایا اکارت کر دے گا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کے حضور میں توبہ کرو۔یعنی تم لوگ کفر و شرک کو چھوڑو۔ نبی کے ساتھ دشمنی اور عناد کو ختم کرو۔ نبی کی

مخالفت سے گریز کرو اور جو کچھ جرائم تمہاری زندگی میں ہوئے ہیں اس پر ندامت کے آنسو بہاؤ اور اپنے رب کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور اسی رب ذوالجلال کے سامنے توبہ کرو اور آئندہ ایسی حرکتوں کے نہ کرنے کا عزم و ارادہ کرو۔ یہ بات یاد رکھو کہ جس رب ذوالجلال پر ایمان لانے کی باتیں میں کر رہا ہوں اور جس رب ذوالجلال نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے اس کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحم وکرم بھی فرماتا ہے اور اپنے بندوں سے محبت بھی رکھتا ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ بیشک میرا رب رحم کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔

قرآنِ مجید میں استغفار اور توبہ کا حکم بار بار دیا گیا ہے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۳ میں کہا گیا کہ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو۔ سورۂ نوح کی آیت نمبر ۱۰ میں یوں ہے: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ۚ اِنَّهٗ کَانَ غَفَّارًا اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ اور معافی مانگو وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ سورۂ مزمل کی آیت نمبر ۲۰ میں یوں کہا گیا: وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور تم اللہ سے مغفرت مانگو بیشک اللہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

﴿درس نمبر:۹۵۶﴾ اگر تمہارے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے ﴿ہود:۹۱۔۹۲۔۹۳﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىکَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُکَ لَرَجَمْنٰکَ ۫ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْٓ اَعَزُّ عَلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَکُمْ ظِهْرِیًّا ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ﴿۹۲﴾ وَ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَمَنْ هُوَ کَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ ﴿۹۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْا انہوں نے کہا یٰشُعَیْبُ اے شعیب! مَا نَفْقَهُ نہیں ہم سمجھتے کَثِیْرًا بہت کچھ مِّمَّا اس میں سے جو تَقُوْلُ تو کہتا ہے وَاِنَّا اور بے شک ہم لَنَرٰىکَ البتہ دیکھتے ہیں تجھے فِیْنَا اپنے درمیان ضَعِیْفًا ضعیف وَلَوْلَا اور اگر نہ ہوتا رَهْطُکَ تیرا قبیلہ لَرَجَمْنٰکَ (تو) یقیناً ہم تجھے سنگسار کر دیتے وَمَآ اور نہیں ہے اَنْتَ عَلَیْنَا تو ہم پر بِعَزِیْزٍ کچھ غالب ﴿۹۱﴾ قَالَ (شعیب نے) کہا یٰقَوْمِ اے میری قوم! اَرَهْطِیْٓ کیا میرا قبیلہ اَعَزُّ زیادہ دباؤ والا ہے عَلَیْکُمْ تم پر مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے وَاتَّخَذْتُمُوْهُ اور تم نے بنا رکھا ہے اس (اللہ) کو وَرَآءَکُمْ ظِهْرِیًّا اپنے پس پشت ڈالا ہوا اِنَّ بے شک رَبِّیْ میرا رب بِمَا اس کو جو تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے ہو مُحِیْطٌ گھیرنے والا ہے ﴿۹۲﴾ وَ یٰقَوْمِ اور اے میری قوم! اعْمَلُوْا تم عمل کرو عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اپنی جگہ پر اِنِّیْ بلاشبہ میں (بھی) عَامِلٌ عمل کر رہا ہوں سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عنقریب تم جان لوگے مَنْ کون شخص ہے کہ یَّاْتِیْهِ آتا ہے اس پر عَذَابٌ (ایسا) عذاب یُّخْزِیْهِ جو اسے رسوا کرے گا وَمَنْ اور کون ہے کہ هُوَ کَاذِبٌ وہ جھوٹا

ہے؟ وَارْتَقِبُوْٓا اورتم انتظار کرو اِنِّیْ بے شک میں (بھی) مَعَکُمْ تمہارے ساتھ رَقِیْبٌ منتظر ہوں

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ شعیب تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہم میں کمزور بھی ہو اور اگر تمہارے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے اور تم ہم پر (کسی طرح بھی) غالب نہیں ہو ۞ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر اللہ سے زیادہ ہے؟ اور اُس کو تم نے پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے میرا رب تو تمہارے سب اعمال پر احاطہ کئے ہوئے ہے ۞ اور برادرانِ ملت! تم اپنی جگہ کام کئے جاؤ میں (اپنی جگہ) کام کئے جاتا ہوں، تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رُسوا کرنے والا عذاب کس پر آتا ہے اور جھوٹا کون ہے؟ اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قومِ شعیب نے کہا کہ اے شعیب! تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آئیں۔

۲۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہم میں کمزور بھی ہو۔

۳۔ اگر تمہارے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے۔

۴۔ تم ہم پر کسی طرح بھی غالب نہیں ہو۔

۵۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر اللہ سے زیادہ ہے؟

۶۔ اس کو تم نے پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے۔

۷۔ میرا رب تو تمہارے سب اعمال پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۸۔ اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کئے جاؤ میں اپنی جگہ کام کئے جاتا ہوں۔

۹۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا؟

۱۰۔ یہ بھی جان لو گے کہ وہ کون شخص ہے جو جھوٹا ہے؟

۱۱۔ انتظار کرو بے شک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو نصیحت کرتے رہے، دینِ حق کی دعوت دیتے رہے اور برابر سمجھاتے رہے، قوم کی اصلاح کی اور ہمہ تن کوشش کرتے رہے؛ مگر قوم تھی کہ مخالفت، نافرمانی، سرکشی اور کفر و شرک پر جمی رہی۔ قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام سے ایک بات تو یہ کہی کہ یٰشُعَیْبُ مَانَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ تمہاری بہت سی باتیں اے شعیب! ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں۔ یعنی توحید کی بات جو تم کرتے ہو یہ بات تو ہم کو سمجھ میں ہی نہیں آتی، یعنی تمہاری باتیں ہم کو ہضم ہی نہیں ہوتیں۔ ہضم اس لیے نہیں ہوتی تھی کہ ان کا ہاضمہ خراب تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے پیغامِ حق میں خرابی یا کمی نہیں تھی، حقیقت یہ تھی کہ حق بات اور اچھی بات قوم کو ہضم نہیں ہوتی تھی۔ حالانکہ حضرت شعیب علیہ السلام بیان و

خطاب میں کمال رکھتے تھے۔ انہیں خطیب الانبیاء کا خطاب ملا تھا، جیسا کہ حضرت ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام سے یہ بھی کہا کہ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا اور ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہم میں کمزور ہو، یعنی اکیلے اور تنہا ہو، تمہارا کوئی حمایتی بھی نہیں ہے اور تمہارے اندر نفع پہنچانے یا نقصان پہنچانے کی قوت و طاقت بھی نہیں ہے۔ یعنی قوم یہ کہنا چاہتی تھی کہ ہم ساری قوم ایک جماعت ہیں اور تم اکیلے اور تنہا ہو، اس طرح ہماری طاقت کے مقابلہ میں تم کمزور ہو۔ قوم نے یہ بھی کہا کہ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ اگر تمہارا خاندان نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کردیتے، یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کردیتے۔ تمہارے خاندان کے جو لوگ ہیں وہ ہمارے مذہب کے لوگ ہیں، ان کا خیال رکھتے ہوئے ہم تمہیں سنگسار نہیں کررہے ہیں۔ اگر یہ پاس و لحاظ کی بات نہ ہوتی تو ہم تم کو سنگسار کردیتے۔ یعنی ہمارے دلوں میں تمہاری کوئی عزت نہیں ہے۔ صرف تمہارے خاندان کی وجہ سے ہم تم پر حملہ کرنے سے رُکے ہوئے ہیں۔ پھر قوم نے یہ بھی کہا کہ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ تم ہمارے نزدیک کچھ عزت والے بھی نہیں ہو۔ (نعوذ باللہ)

قوم کی ان تمام باتوں کو سن کر حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک عزت میں اللہ سے زیادہ بڑھ کر ہے؟ کیا تم لوگ میری قوم یعنی برادری کی وجہ سے مجھے زندہ چھوڑ رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہیں کہ اس کے حکموں کو تسلیم کیا جائے۔ پھر فرمایا کہ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا اور تم نے اللہ تعالیٰ کو پسِ پشت ڈال دیا۔ یعنی تم کو میری برادری اور کنبہ کا تو خیال ہے مگر اس رب ذوالجلال کا خیال نہیں جس نے مجھے اور تمہیں پیدا کیا ہے؟ تم اس رب ذوالجلال سے نہیں ڈرتے اور اس کے عذاب سے خوف نہیں کھاتے کہ اگر تم نے اس کے بھیجے ہوئے نبی کو جھٹلا دیا تو تمہارا رب تمہیں عذاب دے گا۔ یہ بات یاد رکھو کہ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ" بلاشبہ میرا رب ان کاموں کا احاطہ کئے ہوئے جنہیں تم کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا بھی علم ہے اور تمہارے احوال کا بھی علم ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ تمہارے بُرے اعمال کی سزا تمہیں دے گا۔

اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہا کہ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ" اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کرتے رہو میں بھی عمل کررہا ہوں۔ یعنی تم اپنے طریقہ کے مطابق اپنی مرضی سے کام کرتے رہو، یعنی میرے ساتھ اپنی طاقت کے بقدر جو سلوک کرنا چاہو کرو اور میں بھی میرے طریقہ سے جو کام کرنا ہے کروں گا جو میرے رب نے مجھے طاقت عطا کی ہے۔ یعنی تم اپنے کفر اور اپنی گمراہی پر قائم رہو اور میں دعوت کے اس فریضہ پر قائم رہوں گا۔ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ" عنقریب تم جان لوگے کہ رسوا کردینے والا عذاب کس پر آئے گا اور کون اپنے قول میں جھوٹا ہے؟ یہ بھی عنقریب معلوم ہوجائے گا۔

درس نمبر: ۹۵۷ **قومِ شعیب پر عذاب کی جھلکیاں** ہود: ۹۴-۹۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ۝٩٥

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَمَّا اور جب جَآءَ آیا اَمْرُنَا ہمارا حکم (عذاب) نَجَّيْنَا (تو) ہم نے نجات دی شُعَيْبًا شعیب کو وَّالَّذِيْنَ اور ان لوگوں کو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے تھے مَعَهٗ اس کے ساتھ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی رحمت سے وَاَخَذَتِ اور آ پکڑا الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنھوں نے ظَلَمُوا ظلم کیا تھا الصَّيْحَةُ چیخ نے فَاَصْبَحُوْا تو وہ ہو گئے فِيْ دِيَارِهِمْ اپنے گھروں میں جٰثِمِيْنَ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا گویا کہ نہ رہے تھے وہ فِيْهَا ان میں اَلَا آ گاہ رہو! بُعْدًا دوری ہے لِّمَدْيَنَ (اہلِ) مدین کے لیے كَمَا جیسے (رحمت سے) بَعِدَتْ دور ہوئے تھے ثَمُوْدُ ثمود ۝٩٥

ترجمہ: اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ اُن کے ساتھ ایمان لائے تھے اُن کو تو اپنی رحمت سے بچا لیا اور جو ظالم تھے اُن کو چنگھاڑ نے آ دبوچا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ۝ گویا اُن میں کبھی بسے ہی نہ تھے، سن رکھو کہ مدین پر (ویسی ہی) پھٹکار ہے جیسی ثمود پر پھٹکار تھی۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے شعیب علیہ السلام کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ان کو اپنی رحمت سے بچا لیا۔

۲۔ جو ظالم تھے ان کو چنگھاڑ نے آ دبوچا۔

۳۔ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

۴۔ گویا ان میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔

۵۔ سن رکھو کہ مدین پر ویسی ہی پھٹکار ہے جیسی ثمود پر پھٹکار تھی۔

قومِ شعیب اپنی سرکشی، نافرمانی اور مخالفت پر تلی رہی، بت پرستی کے جرم پر قائم رہی اور اس قوم نے ناپ تول میں ڈنڈی مارنے کا سلسلہ جاری رکھا اور حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحتوں کو تسلیم نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کا عذاب اس قوم پر آیا۔ اللہ تعالیٰ کا ہر قوم اور اس قوم کے نبی کے ساتھ معاملہ یہ رہا کہ جب بھی عذاب آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے نبی کو نجات عطا کی، اس نبی پر ایمان لانے والوں کو بھی نجات دی اور اس قوم کو ہلاک کر دیا جس قوم نے نبی کی مخالفت اور نافرمانی کی۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۶۵ میں ان لوگوں کی نجات کی بات کہی گئی جو لوگ برائی سے لوگوں کو روکتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے عذاب کی خبر دی گئی جنھوں نے ظلم کیا: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ

یَنۡهَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ۔الخ۔سورۂ ہود کی آیت نمبر ۵۸ میں حضرت ہود علیہ السلام کی نجات کے بارے میں یوں کہا گیا:
وَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا هُوۡدًا وَّالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّیۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِیۡظٍ اور جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے ہُود کو اور جو لوگ اُن کیساتھ ایمان لائے تھے اُن کو اپنی مہربانی سے بچا لیا اور انہیں عذابِ شدید سے نجات دی۔سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۱۵ میں حضرت نوح علیہ السلام اور کشتی والوں کی نجات کے سلسلہ میں یوں فرمایا:فَاَنۡجَیۡنٰهُ وَ اَصۡحٰبَ السَّفِیۡنَةِ ۔الخ۔سورۂ ہود کی آیت نمبر ۶۶ میں حضرت صالح علیہ السلام کی نجات کے بارے میں یوں کہا گیا:فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا صٰلِحًا وَّالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا پس جب ہمارا عذاب آیا تو ہم نے حضرت صالح علیہ السلام کو اوران کے ساتھ جو ایمان لائے اپنی خاص رحمت سے نجات دی اوران کی قوم پرعذاب کے بارے میں یوں فرمایا:وَاَخَذَتِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا الصَّیۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دِیَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ اور جن لوگوں نے ظلم کیا انہیں چیخ نے پکڑ لیا۔وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے رہ گئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے ظالموں پر جو عذاب آیا وہ عذاب ایک چنگھاڑ یعنی چیخ کی شکل میں آیا۔ اس قوم کی ہلاکت و تباہی کے لیے رب ذوالجلال کی جانب سے آئی وہ چیخ و چنگھاڑ ہی کافی ہوگئی۔قوم کے یہ ظالم لوگ اپنے گھروں میں اس طرح اوندھے منہ پڑے رہ گئے کہ گویا وہ لوگ ان میں تھے ہی نہیں۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۹۱ میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر آنے والے عذاب کے سلسلہ میں یوں موجود ہے:فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔یہاں قوم شعیب پر جو عذاب کی بات کہی گئی اَلرَّجۡفَةُ یعنی زلزلہ کا لفظ کہا گیا اور سورۂ ہود میں اَلصَّیۡحَةُ کا لفظ کہا گیا تو سوال یہ ہے کہ قومِ شعیب پر جو عذاب آیا وہ چنگھاڑ تھی یا زلزلہ؟اس سلسلہ میں مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ پہلے چنگھاڑ یعنی چیخ آئی اوراس کے بعد زلزلہ آیا۔سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۱۸۹ میں اس قوم کے عذاب کے سلسلہ میں یوں کہا گیا:فَکَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَهُمۡ عَذَابُ یَوۡمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ کَانَ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ چونکہ قومِ شعیب نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔وہ بڑے بھاری دن کا عذاب تھا۔سورۂ شعراء میں قوم شعیب کا یہ بے جا مطالبہ بھی مذکور ہے کہ اس ظالم قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا تھا کہ فَاَسۡقِطۡ عَلَیۡنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرادو۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سات دن تک سخت لو چلتی رہی جس سے ان کے بدن پک گئے اور کنوؤں اور چشموں کا پانی سوکھ گیا۔وہ گھبرا کر جنگل کی طرف نکلے،وہاں دھوپ کی شدت اور نیچے سے گرم زمین نے ان کے پاؤں کی کھال ادھیڑ دی۔پھر ایک سیاہ بادل سائبان کی شکل میں نمودار ہوا۔وہ سارے کے سارے خوشی کے مارے اس کے سایہ میں جمع ہوگئے۔اس وقت اچانک بادل سے آگ برسنا شروع ہوئی جس

سے سب ہلاک ہوگئے۔ (الدرالمنثور) مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ دو قومیں تھیں اور حضرت شعیب علیہ السلام دونوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یہ دونوں قومیں ایک ہی قسم کے جرائم میں مبتلا تھیں۔ اس لئے دونوں کو تبلیغ بھی ایک ہی طرح کی ہوئی۔ ان میں سے پہلی قوم کو "الصَّيحَةُ" یعنی چیخ سے ہلاک کیا گیا اور دوسری قوم پر یَوۡمُ الظُّلَّه کا عذاب آیا۔

فرعون قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا

درس نمبر: ۹۵۸ — ہود: ۹۶۔۹۷۔۹۸

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ ۙ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ فِرۡعَوۡنَ ۚ وَمَاۤ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِيۡدٍ ﴿۹۷﴾ يَقۡدُمُ قَوۡمَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَاَوۡرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئۡسَ الۡوِرۡدُ الۡمَوۡرُوۡدُ ﴿۹۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدۡ اور البتہ تحقیق اَرۡسَلۡنَا ہم نے بھیجا مُوۡسٰى موسیٰ کو بِاٰيٰتِنَا اپنی آیتوں کے ساتھ وَسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ اور واضح دلیل کے (ساتھ) ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کی طرف فَاتَّبَعُوۡۤا تو انہوں نے پیروی کی اَمۡرَ فِرۡعَوۡنَ فرعون کے حکم کی وَمَاۤ اور نہیں تھا اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ فرعون کا حکم بِرَشِيۡدٍ بھلائی والا ﴿۹۷﴾ يَقۡدُمُ وہ آگے آگے ہوگا قَوۡمَهٗ اپنی قوم کے يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ قیامت کے دن فَاَوۡرَدَهُمُ پھر انہیں جا داخل کرے گا النَّارَ آگ میں وَبِئۡسَ اور برا ہے الۡوِرۡدُ وہ گھاٹ الۡمَوۡرُوۡدُ جس پر وہ لائے جائیں گے

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور روشن دلیل دے کر بھیجا ﴿۹۶﴾ (یعنی) فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف تو وہ فرعون ہی کے حکم پر چلے اور فرعون کا حکم درست نہیں تھا ﴿۹۷﴾ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا اور اُن کو دوزخ میں جا اُتارے گا اور جس مقام پر وہ اُتارے جائیں گے وہ بُرا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں اور روشن دلیل دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا

۲۔ تو وہ فرعون ہی کے حکم پر چلے۔

۳۔ فرعون کا حکم درست نہیں تھا۔

۴۔ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا۔

۵۔ ان کو دوزخ میں جا اتارے گا۔

۶۔ جس مقام پر وہ اتارے جائیں گے وہ بُرا ہے۔

سورۂ ہود میں جہاں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام اور ان تمام کی اقوام کا ذکر ہے وہیں جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا ذکر بھی موجود ہے۔

قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل اور اس زمانہ کے ظالم و جابر بادشاہ فرعون کا ذکر بھی موجود ہے۔ سورۂ اعراف، سورۂ شعراء، سورۂ طٰہٰ، سورۂ قصص اور سورۂ مومن میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہاں یہ کہا گیا کہ **وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ** ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہماری نشانیوں اور روشن دلائل کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا۔ اٰیات یعنی نشانیوں سے وہ نو نشانیاں مراد ہیں جو نو نشانیاں بطور خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آیات سے مراد تورات ہے، جس میں شریعت موسوی اور احکام کی تفصیلات موجود ہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آیات سے مراد وہ نو نشانیاں ہیں جو معجزہ کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے عصا، ہاتھ، طوفان، ٹڈی، جوں، مینڈک، خون، پھلوں اور جانوں میں کمی، سمندر میں راستہ بن جانا۔ یہ نو نشانیاں ایسی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی سچائی کی واضح دلیل ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس کی جانب بھیجا گیا اس کی وضاحت اس جملہ میں ہے: **اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِہٖ** حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا گیا۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۰۳ میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی جانب بھیجے جانے کی بات کہی گئی ہے: **ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِھِمْ مُّوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِہٖ فَظَلَمُوْا بِھَا** پھر ہم نے بھیجا ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہماری آیتوں کے ساتھ فرعون اور ان کے سرداروں کی طرف، پس انہوں نے ان آیتوں کے ساتھ ظلم کیا۔ سورۂ نازعات کی آیت نمبر ۱۷ میں کہا گیا: **اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی** (اے موسیٰ!) آپ فرعون کے پاس جایئے، اس نے سرکشی کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دراصل پوری قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے، لیکن یہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر قوم میں ان کے سردار ہی اصل ہوتے ہیں۔ اگر قوم کے سردار کسی بات کو مان لیتے ہیں تو قوم کے دوسرے افراد خود بخود اس بات کو تسلیم کر ہی لیتے ہیں۔ قوم کے عام لوگوں کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بڑے جس راستے پر ہیں ہمیں بھی اسی راستے پر ہونا چاہئے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ وہ سرداروں سے خطاب کریں تا کہ وہ سردار ہدایت قبول کرلیں تا کہ عوام بھی ان کی وجہ سے راہِ راست پر آجائیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق بات بتلائی اور توحید کی دعوت دی تو **فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ** ان لوگوں نے فرعون کی بات کی اتباع کی۔ یعنی فرعون کے سرداروں نے فرعون کے طریقہ کی اتباع کی اور گمراہی اور سرکشی کے اس میدان میں فرعون کے مسلک اور طریقہ کو پسند کیا۔ جس طرح فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا ان سرداروں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا۔ جس طرح فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑا ان سرداروں نے بھی وہی کردار اپنایا۔

فرعون کے بارے میں یہاں یہ بات بتلائی گئی کہ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ اور فرعون کی بات سہی نہیں تھی۔ یعنی فرعون کا طریقہ اور رویہ معقول اور درست نہیں تھا۔ فرعون کے طریقۂ زندگی میں رشد و ہدایت نہیں بلکہ جہالت اور گمراہی تھی۔ اس کی زندگی میں کفر اور سرکشی تھی اور ظلم و بربریت اور فساد و بگاڑ تھا۔ قیامت کے دن فرعون کا کیا حال ہوگا؟ وہ یوں بیان کیا گیا: يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے ہوگا، پھر وہ ان کو دوزخ میں اتار دے گا۔ دنیا میں لوگوں نے فرعون کو اپنا قائد، رہنما اور رہبر تسلیم کیا۔ دنیا میں فرعون آگے اور قوم اس کے پیچھے رہی۔ قیامت کے دن بھی فرعون اپنی قوم کا قائد رہے گا۔ قیامت کے دن فرعون اپنی قوم کو اپنے پیچھے لے کر چلے گا اور خود بھی دوزخ میں جائے گا اور اپنی قوم کو بھی دوزخ میں اتار دے گا۔

فرعون کے بُرے انجام کا ذکر قرآنِ مجید کی مختلف آیتوں میں موجود ہے۔ سورۂ مزمل کی آیت نمبر ۱۶ میں یوں ہے: فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا پس فرعون نے ہمارے پیغمبر کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اس کو بڑے دردناک انداز سے پکڑ لیا۔ دنیا میں جن فاسقوں کی اتباع کی گئی اور ان کے بہکاوے میں آکر قوموں نے اپنی آخرت برباد کر لی ان کا انجامِ بد مختلف آیتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۶۸ میں کہا گیا: رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا اے ہمارے پروردگار! ان کو دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔ قیامت کے دن قومیں اپنے گمراہ سرداروں کے بارے میں یہ کہیں گی۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۴۵ اور ۴۶ میں آلِ فرعون کے بارے میں یوں کہا گیا: وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ غرض اللہ نے اس کو ان لوگوں کی تدبیروں کی برائیوں سے محفوظ رکھا اور فرعون والوں کو بُرے عذاب نے آ گھیرا۔ یعنی آتشِ جہنم کہ صبح و شام اس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہوگی تو حکم ہوگا کہ فرعون والوں کو سخت عذاب میں داخل کرو۔

وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ قیامت کے دن فرعون اور اس کے سرداروں کو جو سزا دی جائے گی اس کے بارے میں کہا گیا کہ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ وہ بہت ہی بُرا گھاٹ ہے جس پر لا کھڑے کیے جائیں گے۔ یعنی جس دوزخ میں ان کو اتارا جائے گا یہ بہت بُری جگہ ہے داخل ہونے کی، اس لیے کہ جس دوزخ میں انہیں اتارا جائے گا وہ دوزخ ان کے ڈالے جانے پر اور بھڑکے گی۔

درس نمبر: ۹۵۹ — دنیا میں بھی لعنت اور قیامت کے دن بھی — ہود: ۹۹۔۱۰۰۔۱۰۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَاۗىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّکَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ۱۰۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاُتْبِعُوْا اور وہ پیچھے لگائے گئے فِیْ هٰذِهٖ اس (دنیا) میں لَعْنَةً لعنت وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اور دن قیامت کے (بھی) بِئْسَ بُرا ہے الرِّفْدُ وہ عطیہ الْمَرْفُوْدُ جو عطیہ وہ دیئے جائیں گے ۹۹ ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ یہ کچھ خبریں ہیں الْقُرٰی ان (تباہ شدہ) بستیوں کی نَقُصُّهٗ ہم بیان کرتے ہیں ان کو عَلَیْکَ آپ پر مِنْهَآ ان میں سے کچھ قَآئِمٌ قائم ہیں وَّحَصِیْدٌ اور کچھ نیست و نابود کر دی گئیں ۱۰۰ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا وَلٰکِنْ اور لیکن ظَلَمُوْٓا انہوں نے (خود) ظلم کیا اَنْفُسَهُمْ اپنے نفسوں پر فَمَآ اَغْنَتْ چنانچہ فائدہ نہیں دیا عَنْهُمْ انہیں اٰلِهَتُهُمُ ان کے ان معبودوں نے الَّتِیْ یَدْعُوْنَ جنہیں وہ پکارتے تھے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے مِنْ شَیْءٍ کچھ بھی لَّمَّا جَآءَ جب آ گیا اَمْرُ حکم رَبِّکَ آپ کے رب کا وَمَا زَادُوْهُمْ انہوں نے ان کو زیادہ نہیں کیا غَیْرَ تَتْبِیْبٍ سوائے تباہی کے ۱۰۱

ترجمہ: اور اس جہاں میں بھی لعنت اُن کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی (پیچھے لگی رہے گی) جو انعام اُن کو ملا ہے بُرا ہے ۹۹ یہ (پرانی) بستیوں کے تھوڑے سے حالات ہیں جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں اُن میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض کا تہس نہس ہو گیا ۱۰۰ اور ہم نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا، غرض جب تمہارے رب کا حکم آ پہنچا تو جن معبودوں کو وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے وہ اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے۔ اور تباہ کرنے کے سوا اُن کے حق میں اور کچھ نہ کر سکے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس جہاں میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی۔

۲۔ قیامت کے دن بھی پیچھے لگی رہے گی۔

۳۔ جو انعام ان کو ملا ہے بُرا ہے۔

۴۔ یہ بستیوں کے تھوڑے سے حالات ہیں جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں۔

۵۔ ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض کا تہس نہس ہو گیا

۶۔ ہم نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔

۷۔ غرض جب تمہارے رب کا حکم آ پہنچا تو جن معبودوں کو وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے

۸۔ تباہ کرنے کے سوا ان کے حق میں اور کچھ نہ کر سکے۔

گزشتہ درس میں یہ بات بتلائی گئی تھی کہ قیامت کے دن فرعون اپنی قوم کے آگے ہو گا پھر وہ ان کو دوزخ میں اتار دے گا۔ یہاں فرعون اور آلِ فرعون کے بارے میں ایک بات کہی جا رہی ہے کہ ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت

لگادی گئی یعنی یہ لوگ دنیا میں ملعون ہوئے کہ دوزخ کے عذاب کے علاوہ ان پر بڑی لعنت ہے ان آنے والی امتوں کی طرف سے جو فرعون کے بعد آئیں گی۔ یعنی فرعون کے بعد آنے والی ساری قومیں اس پر اور اس کی آل پر لعنت کریں گی۔ یہ بات سورۂ قصص کی آیت نمبر۴۲ میں بھی کہی گئی: وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ اور اس دنیا سے ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگادی اور وہ قیامت کے روز بھی بدحالوں میں ہوں گے۔ قیامت کے دن بھی ان پر اللہ کی لعنت رہے گی یعنی قیامت کے دن ساری انسانیت فرعون اور آلِ فرعون پر لعنت کرے گی۔ اس طرح فرعون اور آلِ فرعون پر دو لعنتیں ہوں گی، یعنی عذاب کے علاوہ دنیا کی ایک لعنت اور قیامت کے دن کی ایک لعنت ہوگی۔ پھر فرمایا گیا کہ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ بُرا ہے جو بھی انہیں دیا گیا۔ یعنی بُرا انعام ہے جو فرعون اور آلِ فرعون کو دیا گیا۔

مختلف انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰی نَقُصُّهٗ عَلَیْکَ اے پیغمبر! یہ بستیوں کی خبریں ہیں جن کو ہم آپ سے بیان کررہے ہیں۔ یہ سات قصے ہیں جن کا بیان ہوا۔ حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہم السلام۔ ان قصوں میں عبرت بھی ہے اور نصیحت و موعظت بھی۔ ان قصوں کو صرف پڑھنا اور سننا ہی نہیں ہے بلکہ ان قصوں کے ہر جزئیہ سے سبق بھی حاصل کرنا چاہیئے اور اپنے آپ میں تبدیلی لانی چاہیئے۔ ان ہلاک شدہ بستیوں کے حالات و واقعات پر سنجیدگی سے غور کرنے والا ضرور اپنی زندگی میں ایسا فیصلہ لے گا جس فیصلہ سے اس کی دنیا بھی سدھر جائے اور آخرت بھی بن جائے۔ یہ بستیاں اس طرح اجڑ گئیں کہ ان کے تمام نشانات ہی مٹ گئے۔ گزری ہوئی قوموں کی تباہی کے حالات سے ایک سچے مومن کا دل نرم ہوجاتا ہے اور اللہ کے ذکر سے اس کے اعضاء و جوارح میں خشیتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے اور مومنوں کے دل کانپ جاتے ہیں۔ گزری ہوئی قوموں کے حالات کا رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی لوگوں کو معلوم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ واقعی محمد عربی ﷺ اللہ کے نبی ہیں، اس لیے کہ رسولِ رحمت ﷺ امی تھے۔ آپ ﷺ نے نہ کوئی تاریخی کتاب پڑھی تھی اور نہ جغرافیائی کتاب پڑھی تھی۔ مگر آپ ﷺ نے گزری ہوئی ان تمام قوموں کے حالات اور ان کے انجام کو بتلادیا۔ یہ حقیقت خود بتلاتی ہے کہ یہ علمِ الٰہی ہے، یہ آفاقی علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ یہ خود ایک بڑا معجزہ ہے جو آپ ﷺ کی نبوت کی علامت ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کو ان بستیوں کے حالات سے اس لئے باخبر کیا گیا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو ان گزری ہوئی قوموں کے بارے میں خبردار کریں اور قیامت تک مسلمان ان واقعات کی تلاوت کریں اور یہ بھی ایک تبلیغ ہے جو قیامت تک جاری رہے گی۔

مِنْهَا قَآئِمٌ وَّ حَصِیْدٌ کے ذریعہ یہ بات بتلائی گئی ہے کہ ان ہلاک شدہ بستیوں میں سے بعض بستیاں وہ ہیں جو

قائم ہیں اور بعض ایسی بستیاں ہیں جو بالکل ہی ختم ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کی ہلاکت وتباہی کے تذکرہ کے بعد اس بات کی وضاحت کردی کہ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ یہ بات اس لئے بتلائی جارہی ہے کہ ان بستیوں کی ہلاکت وتباہی سے کہیں کسی کے دل میں یہ بات نہ آئے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان قوموں پر ظلم کیا؟ یہ ظلم نہیں بلکہ زمین وآسمان کے خالق ومالک کا انصاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی شان ہی یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوقات پر احسان اور انصاف کرتا ہے کبھی ظلم نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (النساء:۴۰) بیشک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان ظالموں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۴۵ میں اس ظلم کی طرف اشارہ ہے: وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے سہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

گزری ہوئی قومیں باطل معبودوں کی عبادت کرتی تھیں اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ بُت ان کی سفارش کریں گے اور ان کی حفاظت کریں گے وغیرہ۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو ان قوموں کو کسی بھی باطل معبود نے نہیں بچایا اور نہ کوئی فائدہ پہنچایا اور نہ ہی کسی نقصان سے ان کو بچایا۔ یہی حقیقت یہاں بیان کی جارہی ہے کہ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ان کے معبودوں نے جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے کچھ بھی فائدہ نہ دیا جب آپ کے رب کا حکم یعنی عذاب آ پہنچا۔ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ اور انہوں نے ہلاکت کے علاوہ کسی چیز میں اضافہ نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کی پکڑ دُکھ دینے والی اور سخت ہے

درس نمبر: ۹۶۰ — ہود: ۱۰۲۔۱۰۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح ہے اَخْذُ رَبِّكَ پکڑ آپ کے رب کی اِذَآ جب اَخَذَ وہ پکڑتا ہے الْقُرٰى بستیوں کو وَهِيَ ظَالِمَةٌ جبکہ وہ ظالم ہوتی ہیں اِنَّ اَخْذَهٗٓ بلاشبہ اس کی پکڑ اَلِيْمٌ نہایت دردناک (اور) شَدِيْدٌ شدید ہے ۝ اِنَّ بے شک فِيْ ذٰلِكَ اس میں لَاٰيَةً یقیناً نشان (عبرت) ہے لِّمَنْ اس شخص کے لیے جو خَافَ ڈر گیا عَذَابَ الْاٰخِرَةِ عذاب آخرت سے ذٰلِكَ وہ (یوم آخرت) يَوْمٌ ایک دن ہے مَّجْمُوْعٌ (کہ) جمع کیے جائیں گے لَّهُ اس میں النَّاسُ سب لوگ وَذٰلِكَ اور وہ يَوْمٌ دن ہے مَّشْهُوْدٌ کہ جس میں (سب) حاضر کیے جائیں گے ۝ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اور ہم مؤخر نہیں کرتے اس دن کو اِلَّا مگر لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ وقت

مقرر (پورا کرنے) کیلئے ۞

ترجمہ: اور تمہارا رب جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے، بیشک اُس کی پکڑ دکھ دینے والی (اور) سخت ہے ۞ ان (قصوں) میں اُس شخص کیلئے جو عذابِ آخرت سے ڈرے عبرت ہے یہ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب (اللہ کے روبرو) حاضر کئے جائیں گے ۞ اور ہم اُس کے لانے میں ایک وقت معین تک تاخیر کررہے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تمہارا رب جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے

۲۔ اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے

۳۔ بیشک اس کی پکڑ دُکھ دینے والی اور سخت ہے

۴۔ ان قصوں میں اس شخص کے لیے جو عذابِ آخرت سے ڈرے عبرت ہے

۵۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے

۶۔ یہی وہ دن ہوگا جس میں سب اللہ کے روبرو حاضر کئے جائیں گے۔

۷۔ ہم اس کے لانے میں ایک وقت معین تک تاخیر کررہے ہیں۔

خالقِ ارض وسماء کا ایک دستور اور قانون بتلایا جارہا ہے کہ جب کسی بستی کے لوگ ظالم بن جاتے ہیں یعنی رب ذوالجلال کی بنائی ہوئی زمین میں شرک وکفر کی زندگی بسر کرنے لگ جاتے ہیں تو ایک دن اس بستی پر ایسا بھی آجاتا ہے کہ اس بستی کے لوگ اللہ کی سخت ترین پکڑ میں آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب پکڑنے پر آجاتے ہیں تو ان کی پکڑ اور گرفت سخت ترین بھی ہوتی ہے اور دردناک بھی۔ سورۂ قمر کی آیت نمبر ۴۲ میں اللہ تعالیٰ کی مضبوط پکڑ کے بارے میں یوں کہا گیا: كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ انہوں نے ہماری تمام نشانیاں جھٹلائیں پس ہم نے انہیں بڑے غالب قوی پکڑنے والے کی طرح پکڑلیا۔ سورۂ مزمل کی آیت نمبر ۱۶ میں فرعون کی گرفت کے سلسلہ میں یوں کہا گیا: فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے سخت وبال کی پکڑ میں پکڑلیا اور یہ حقیقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو پکڑلیں تو اللہ کی اس پکڑ سے کوئی کسی کو چھڑا نہیں سکتا۔ یہاں یہ بتلایا جارہا ہے کہ جس طرح ہم نے ان جھٹلانے والے ظالموں کو ہلاک کیا اسی طرح ہم ان کو بھی ہلاک کریں گے جو ان کی جیسی حرکتیں کریں گے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتے ہیں لیکن جب پکڑتے ہیں تو نہیں چھوڑتے۔ پھر رسولِ رحمت ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ"۔ یہ بات

بھی یہاں ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان بستی والوں کو ہلاک کرنا عدل و انصاف اور حکمت پر مبنی ہے۔ یہاں یہ حقیقت بھی بتلائی جارہی ہے کہ جو شخص آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو اس شخص کے لئے اس میں عبرت بھی ہے یعنی گزری ہوئی قوموں کے جو واقعات یہاں بیان کئے گئے ہیں ان واقعات میں آخرت سے ڈرنے والوں کے لئے عبرت ہے۔ جس شخص کے دل میں آخرت کا یقین ہوتا ہے وہ شخص گزری ہوئی قوموں کے حالات کو سنتا ہے اور کفر، ظلم اور دیگر گناہوں سے بچتا ہے ایسے شخص کے دل میں نبیوں کی طرف سے دی گئی خبروں کے بارے میں شک نہیں ہوتا، چاہے وہ معاملہ مرنے کے بعد جی اٹھنے کا ہو یا جزاء اور سزا کا ہو۔ ایسے لوگوں کے دل میں یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ جو پروردگار ظالموں کو دنیا میں عذاب دے رہا ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ آخرت میں بھی عذاب دے۔ ایسے مومن عقلمند یہ سمجھ جاتے ہیں کہ دنیا میں مجرموں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا ہے وہ آخرت کے عذاب کو سمجھنے کیلئے ایک نمونہ ہے۔

قیامت کے دن کے بارے میں یہاں یہ بات کہی جارہی ہے کہ ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ یہ ایسا دن ہوگا جس میں تمام آدمی جمع کئے جائیں گے اور یہ وہ دن ہوگا جو سب کی حاضری کا دن ہے۔ جس دن آخرت کا عذاب ہوگا یہ وہ دن ہوگا جس میں دنیا جہاں کے سارے ہی لوگ جمع ہوں گے۔ دنیا کے سب سے پہلے انسان سے لے کر دنیا کے سب سے آخری انسان تک سب کے سب جمع ہوں گے، کوئی ایک انسان بھی ان میں سے ایسا نہیں ہوگا جو اس دن جمع ہونے سے رہ جائے۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۴۷ میں یوں کہا گیا: وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا اور ان لوگوں کو ہم جمع کر لیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۲۵ میں یوں کہا گیا: فَکَیْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ پس کیا حال ہوگا جبکہ ہم انہیں اس دن جمع کریں گے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۸۷ میں یوں کہا گیا: لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وہ تم سب کو یقیناً قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ قیامت کا یہ دن سب کی حاضری کا دن ہوگا۔

وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ کے ذریعہ یہ بتلایا جارہا ہے کہ ہم اس دن کو موخر نہیں کر رہے ہیں مگر تھوڑی سی مدت کے لئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ یہ بتلا رہے ہیں کہ ہم قیامت کے قائم کرنے میں تاخیر نہیں کریں گے، صرف اتنی ہی مدت کی تاخیر ہوگی جو ہمارے علم کے اعتبار سے محدود مدت کے ختم پر ہے۔ جب ہمارے علم کے اعتبار سے وہ محدود مدت ختم ہوجائے گی تو قیامت برپا ہوجائے گی۔ وہ محدود مدت جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے وہ مدت جب ختم ہوجائے گی تو اس مدت میں نہ کمی ہوگی اور نہ ہی اضافہ ہوگا۔ وہی دنیا کی عمر کا آخری وقت ہوگا۔ لوگوں کو دی گئی مہلت ختم ہوجائے گی اور یہ مہلت والی مدت اس لئے دی گئی تا کہ لوگ اپنے اعمال کو درست کر لیں۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۵۸ میں یہی بات کہی گئی: بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا بلکہ ان کے لیے ایک وعدہ کی گھڑی مقرر ہے جس سے وہ سرکنے کی ہرگز جگہ نہ پائیں گے۔

درس نمبر:۹۶۱ **بد بخت دوزخ میں اور نیک بخت جنت میں** ہود:۱۰۵۔تا۔۱۰۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَوْمَ يَاْتِ لَاتَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ج فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ط اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ط عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَوْمَ (جب) وہ دن يَاْتِ آ جائے گا لَاتَكَلَّمُ (تو) نہ کلام کرے گا نَفْسٌ کوئی نفس اِلَّا مگر بِاِذْنِهٖ اس (اللہ) کے حکم سے فَمِنْهُمْ پھر کوئی ان میں سے شَقِيٌّ بد بخت ہوگا وَّسَعِيْدٌ اور کوئی نیک بخت ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ پھر وہ لوگ جو شَقُوْا بد بخت ہوں گے فَفِي النَّارِ تو (وہ) آگ میں ہوں گے لَهُمْ ان کے لیے (ہوگا) فِيْهَا اس (آگ) میں زَفِيْرٌ چیخنا چلانا وَّشَهِيْقٌ اور دھاڑنا ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَا اس (آگ) میں مَا دَامَتِ جب تک (باقی) رہیں گے السَّمٰوٰتُ آسمان وَالْاَرْضُ اور زمین اِلَّا مگر مَا شَآءَ جو چاہے رَبُّكَ آپ کا رب اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب فَعَّالٌ کر گزرنے والا ہے لِّمَا اس کو جو يُرِيْدُ وہ چاہتا ہے ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا اور لیکن الَّذِيْنَ وہ لوگ جو سُعِدُوْا نیک بخت بنائے گئے فَفِي الْجَنَّةِ تو (وہ) جنت میں ہوں گے خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَا اس میں مَا دَامَتِ جب تک (باقی) رہیں گے السَّمٰوٰتُ آسمان وَالْاَرْضُ اور زمین اِلَّا مگر مَا جو شَآءَ چاہے رَبُّكَ آپ کا رب عَطَآءً (یہ اللہ کی) عطا ہے غَيْرَ مَجْذُوْذٍ نہ ختم ہونے والی ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ: جس روز وہ آ جائے گا تو کوئی متنفس اللہ کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا پھر اُن میں سے کچھ بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت ﴿۱۰۵﴾ تو جو بد بخت ہوں گے وہ دوزخ میں (ڈال دیئے جائیں گے) اُس میں اُن کو چلانا اور دھاڑنا ہوگا ﴿۱۰۶﴾ (اور) جب تک آسمان و زمین ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا رب چاہے۔ بیشک تمہارا رب جو چاہتا ہے کر دیتا ہے ﴿۱۰۷﴾ اور جو نیک بخت ہوں گے وہ جنت میں (داخل کئے جائیں گے اور) جب تک آسمان اور زمین ہیں ہمیشہ اُسی میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا رب چاہے یہ (اللہ کی) بخشش ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔

تشریح: ان چار آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جس روز وہ دن آ جائے گا تو کوئی شخص اللہ کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا۔

۲۔ پھر ان میں سے کچھ بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت

۳۔ جو بد بخت ہوں گے وہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

۴۔ اس دوزخ میں ان کو چلاّنا اور دھاڑنا ہوگا۔

۵۔ جب تک آسمان وزمین ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا رب چاہے

۶۔ بیشک تمہارا رب جو چاہتا ہے وہ کر دیتا ہے

۷۔ جو نیک بخت ہوں گے وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

۸۔ جب تک زمین وآسمان ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے

۹۔ مگر جتنا تمہارا رب چاہے

۱۰۔ یہ اللہ کی بخشش ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔

جب سے یہ دنیا بنی ہے ہر انسان اپنی مرضی سے جو بولنا چاہے وہ بول رہا ہے اور دنیا کے اس آخری دن تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ہر شخص اپنی مرضی سے جو بولنا چاہے بولتا رہے گا، لیکن جب قیامت کا دن قائم ہو جائے گا تو سب کی بولتی بند ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سارے انسانوں کو اس دن کی یاد دلا رہے ہیں جس دن کوئی بھی شخص اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بات نہ کر سکے گا۔ قیامت کے دن کسی کو یہ اختیار نہیں رہے گا کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی کام کر سکے یا کوئی بات کر سکے۔ یہی بات اس آیت میں بیان کی جارہی ہے: يَوْمَ يَاْتِ لَاتَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ جس روز وہ دن آجائے گا کوئی شخص اللہ کے حکم کے بغیر کوئی بات نہ کر سکے گا۔ سورۂ نبا کی آیت نمبر ۳۸ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی ہے: يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا جس دن جبرئیل امین اور دوسرے فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا، مگر جس کو رحمٰن اجازت بخشے اور وہ بات بھی درست ہی کہے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۰۸ میں یوں کہا گیا: يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا اس روز لوگ پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے اور اس کی پیروی سے انحراف نہ کر سکیں گے اور رحمٰن کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی تو تم ایک ہلکی آواز کے سوا کوئی آواز نہ سنو گے۔

دوسری بات یہ کہی گئی کہ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ان میں بدبخت بھی ہوں گے اور نیک بخت بھی۔ محشر کا وہ وسیع وعریض میدان جس میں ساری انسانیت جمع ہوگی وہ ساری انسانیت دو حصوں میں بٹ جائے گی۔ ایک قسم ان بدبختوں کی ہوگی جنہوں نے اس دنیا میں کفر وشرک، فسق وفجور اور نافرمانی وسرکشی میں گزاری تھی۔ دوسری قسم ان نیک بختوں کی ہوگی جنہوں نے توحید وایمان، اعمالِ صالحہ اور اطاعت وفرمانبرداری میں گزاری تھی۔ یہ وہ نیک بخت لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب وپسندیدہ ہوں گے۔ پہلا طبقہ جن کو اس آیت میں شقی کہا گیا اللہ کے عذاب کا شکار ہوگا اور دوسرا طبقہ جنہیں سعید کہا گیا وہ ایمان واستقامت کی وجہ سے جنت کا حقدار ہوگا۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۷ میں یوں کہا گیا: فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا۔ اسی حقیقت کو تفصیل کے ساتھ یہاں یوں بیان کیا گیا: فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۙ۝

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ تو جو بد بخت ہوں گے وہ دوزخ میں (ڈال دیئے جائیں گے) اُس میں اُن کو چلانا اور دھاڑنا ہوگا ﴿۱۰۶﴾ (اور) جب تک آسمان و زمین ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا رب چاہے بیشک تمہارا رب جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں دونوں فریقوں کی اس حالت کو بیان کیا ہے جو قیامت کے دن ہوگی۔ پہلے بدبختوں کی حالت بیان کی گئی کہ ان بدبختوں کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، ان کو یہ سزا اس لئے دی جائے گی کہ انہوں نے بدترین عقیدہ اور بدترین اعمال کے ساتھ اپنی زندگی گزاری۔ دوزخ میں ان بدبختوں کا حال یہ ہوگا کہ دل کی تنگی، درد اور غم کی وجہ سے چیخ و پکار ہوگی۔ دوزخیوں کی اس پکار کے لئے قرآنِ مجید نے زفیر اور شھیق کا استعمال کیا۔ عربی زبان میں زفیر گدھے کی ابتدائی آواز کو اور شھیق اس کے پکارنے کی آخری آواز کو کہتے ہیں، گویا دوزخی دوزخ میں گدھوں کی طرح چیخیں گے۔ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زفیر دوزخیوں کی وہ سانس ہے جو ان کے مونہوں سے نکلے گی اور شھیق وہ سانس ہے جو واپس ان کے مونہوں میں لوٹتی ہے۔ نیک بخت لوگوں کے بارے میں یہ بات کہی گئی کہ یہ سعادت مند لوگ جنت میں ہوں گے اور جب تک آسمان و زمین ہے اس وقت تک رہیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ اسی جنت میں رہیں گے۔ دوزخیوں کا دوزخ میں اور جنتیوں کا جنت میں رہنا ہمیشہ ہمیش کیلئے ہوگا، جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۲۸ میں کہا گیا کہ النَّارُ مَثْوٰكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی چاہے تو اور بات ہے۔

عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ کے ذریعہ یہ بات کہی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ بخشش منقطع نہیں ہوگی، اس انعام کا سلسلہ جاری رہے گا۔

درس نمبر: ۹۶۲ — اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے — ہود: ۱۰۹۔۱۱۰۔۱۱۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَا تَكُ چنانچہ نہ ہوں آپ فِيْ مِرْيَةٍ شک میں مِّمَّا اس سے جو يَعْبُدُ عبادت کرتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ مَا يَعْبُدُوْنَ وہ عبادت نہیں کرتے اِلَّا مگر كَمَا جیسے يَعْبُدُ عبادت کرتے تھے اٰبَآؤُهُمْ ان کے باپ دادا مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَاِنَّا اور بے شک ہم لَمُوَفُّوْهُمْ البتہ پورا دیں گے انہیں نَصِيْبَهُمْ

ان کا حصہ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ نہیں کم کیا جائے گا (اس سے کچھ) ۝۱۰۹ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اٰتَيْنَا ہم نے دی مُوْسَى موسیٰ کو الْكِتٰبَ کتاب فَاخْتُلِفَ تو اختلاف کیا گیا فِيْهِ اس میں وَلَوْلَا اور اگر نہ ہوگی كَلِمَةٌ ایک بات سَبَقَتْ جو پہلے طئے ہو چکی ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے لَقُضِيَ (تو) ضرور فیصلہ کر دیا جاتا بَيْنَهُمْ ان کے درمیان وَاِنَّهُمْ اور یقیناً وہ لَفِيْ شَكٍّ ایسے شک میں ہیں مِّنْهُ اس سے (جو انہیں) مُرِيْبٍ بے چین کرنے والا ہے ۝۱۱۰ وَاِنَّ اور بے شک كُلًّا ہر ایک کو لَّمَّا اُس وقت لَيُوَفِّيَنَّهُمْ البتہ ضرور پوری جزا دے گا رَبُّكَ آپ کا رب اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال کی اِنَّهٗ بیشک وہ بِمَا ساتھ اس کے جو يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے ہیں خَبِيْرٌ خوب خبر دار ہے ۝۱۱۱

ترجمہ: تو یہ لوگ جو (غیر اللہ کی) پرستش کرتے ہیں اُس سے تم خلجان میں نہ پڑنا یہ اسی طرح پرستش کرتے ہیں جس طرح پہلے سے اُن کے باپ دادا پرستش کرتے آئے ہیں اور ہم ان کو ان کا حصہ پورا پورا بلا کم و کاست دینے والے ہیں ۝۱۰۹ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اُس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو اُن میں فیصلہ کر دیا جاتا اور وہ تو اس سے قوی شبہ میں (پڑے ہوئے) ہیں ۝۱۱۰ اور تمہارا رب ان سب کو (قیامت کے دن) ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا بیشک جو عمل یہ کرتے ہیں وہ اُس سے واقف ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ لوگ جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اس سے تم شک میں نہ پڑ جانا۔

۲۔ یہ اسی طرح پرستش کرتے ہیں جس طرح پہلے سے ان کے باپ دادا پرستش کرتے آئے ہیں۔

۳۔ ہم ان کو ان کا حصہ پورا بلا کم و کاست دینے والے ہیں۔

۴۔ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا۔

۵۔ اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا۔

۶۔ وہ تو اس سے قوی شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

۷۔ تمہارا رب ان سب کو قیامت کے دن ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے گا۔

۸۔ بیشک جو عمل یہ کرتے ہیں وہ اس سے واقف ہیں۔

پچھلی آیتوں میں نیک بختوں اور بد بختوں کا انجامِ بد بیان کیا گیا۔ مومنوں کے ساتھ رب ذوالجلال کی جانب سے اعزاز و اکرام اور کافروں کے لیے سزا و عذاب کی تفصیلات بتلائی گئیں۔ اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے متعلق اپنا دستور بتا دیا ہے کہ مشرکوں کا بُرا انجام کس طرح ہوگا؟ اس لئے اے پیغمبر! آپ ان مشرکوں کے انجام کے بارے میں شک میں نہ پڑیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر

یہ جن کی عبادت کر رہے ہیں وہ باطل ہے، گمراہی اور جہالت ہے اور ان کے لیے عذاب اور عقاب برحق ہے۔ اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ کو اس بات کی تسلی بھی ہے کہ آپ جس دین پر قائم ہیں وہ دینِ حق ہے اور ساتھ ہی ان مشرکوں کے لیے وعید بھی ہے۔

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ یہ مشرکین اسی طرح عبادت کر رہے ہیں جیسا کہ پہلے ان کے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے۔ یعنی جس طرح ان کے باپ دادا بتوں اور مورتیوں کی عبادت کرتے تھے آپ کے سامنے جو مشرک ہیں یہ مشرک بھی انہی بتوں اور مورتیوں کی عبادت کر رہے ہیں۔ ان بتوں کے معبود ہونے کے سلسلہ میں ان کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ یہ صرف اس لیے ان بتوں کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں کہ ان کے باپ دادا نے ان بتوں کی عبادت کی تھی۔

تیسری بات یہ بتلائی جا رہی ہے کہ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ اور ہم ان کو ان کا پورا حصہ دے دیں گے جس میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو ان کے شرک اور کفر کا پورا بدلہ دے گا اور ان مشرکوں کو ایسا عذاب دے گا کہ کسی اور کو ایسا عذاب نہیں دیا گیا۔ یعنی شرک کی سزا بہت زیادہ ہوگی، چونکہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے اور بھاری گناہ ہے، اس لیے اس شرک کی سزا بھی بھاری ہی ہوگی۔ ان مشرکوں نے دنیا میں جو نیکیاں کی ہوں گی مثلاً کسی کی خدمت کی ہوگی، کوئی کنواں کھودا ہوگا، کسی کو پیٹ بھر کھلایا ہوگا، کسی کی مشکل کو آسانی میں بدلا ہوگا، ان نیکیوں کا بدلہ ان مشرکوں کو ان کے مرنے سے پہلے ہی پورا دے دیا جائے گا اور وہ بدلہ صحت یا خوشی کی شکل میں یا کسی کی مصیبت کو دور کرتے ہوئے یا رزق کی وسعت کی شکل وغیرہ میں ہوگا۔ مشرکوں کے نیک اعمال کا جو بدلہ دیا جائے گا وہ دنیا ہی میں دیا جائے گا اور وہ بدلہ وقتی ہوگا جو زائل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ عادل ہیں، اس کے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ ان مشرکوں کو ان کے اچھے کاموں کا بدلہ دے دیا جائے، اس لئے انہیں جو کچھ دینا ہے دنیا ہی میں دے دیا جائے گا۔ اسی لیے مسلمانوں کو کافروں کے اچھے احوال کو دیکھ کر حیرت نہیں کرنی چاہئے کہ ان کافروں کو دنیا میں اس قدر وسعت، آرام اور راحت وغیرہ مل رہی ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ان کافروں اور مشرکوں کو جو کچھ دیا جا رہا ہے وہ صرف دنیا ہی میں ہے، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ آخرت میں تو انہیں دردناک اور شدید عذاب کا مزہ ہی چکھنا ہے۔

چوتھی بات یہ کہی جا رہی ہے کہ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ بلا شبہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی، اس میں اختلاف کیا گیا۔ یعنی آسمان سے اتری مقدس کتاب تورات کو کسی نے تسلیم کیا اور کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ دراصل اس میں رسولِ رحمت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اے پیغمبر! اگر مکہ کے یہ مشرکین قرآنِ مجید کا انکار کرتے ہیں تو آسمانی کتاب کے ساتھ یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتری ہوئی کتاب کا بھی انکار کیا گیا، اس لیے آپ غمگین نہ ہوں۔ آسمانی کتابوں اور صحیفوں کے ساتھ قوموں کا یہی رویہ رہا ہے۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ کے ذریعہ پانچویں بات یہ بتلائی جارہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بات طئے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کردیا گیا ہوتا، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق عذاب بھیج کر ان کا فیصلہ کردیا ہوتا اور وہ ہلاک ہو چکے ہوتے۔ یہ رب ذوالجلال کا حکم ہے اور اس کی حکمت ہے کہ اس نے نافرمان قوموں کی ہلاکت کے لیے مدتیں مقرر کر رکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق ہی اپنا حکم جاری فرماتے ہیں، یعنی جس طرح گزری ہوئی قوموں کے نافرمان لوگوں کو ہلاک کردیا گیا اور مومنوں کو نجات دی گئی ان مشرکوں کے بارے میں بھی کبھی کا فیصلہ کردیا جاچکا ہوتا۔

چھٹویں بات یہ بتلائی جارہی ہے کہ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ بلاشبہ وہ لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں جو شک کہ تردد میں ڈالنے والا ہے۔ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۱۴ میں بھی یہ بات کہی گئی کہ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ اور جو لوگ ان کے بعد اللہ کی کتاب کے وارث ہوئے وہ اس کی طرف سے بڑے بھاری شک میں ہیں۔ اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔

ساتویں بات یہ بتلائی گئی کہ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ اور بیشک جتنے لوگ ہیں آپ کا رب انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے گا۔ یعنی بندوں کے اچھے بُرے نیک اور بد سارے معاملات، ان بندوں کی اطاعت اور نافرمانی اور ان کے اچھے اور بُرے اعمال سب کچھ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق اور اپنی حکمت کے موافق ان سب کو جزا یا سزا دے گا۔

آٹھویں بات یہ ہے کہ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ یہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ جب وہ باخبر ہے تو اس کو معلوم ہے کہ کس کو جزا دینا ہے اور کس کو سزا دینا ہے؟

﴿درس نمبر:۹۶۳﴾ دین پر استقامت سے رہو اور سرکشی سے بچو ﴿ہود:۱۱۲۔۱۱۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَاسْتَقِمْ چنانچہ آپ ثابت رہیں كَمَآ جس طرح اُمِرْتَ آپ حکم کیے گئے ہیں وَمَنْ اور وہ لوگ (بھی) جنہوں نے تَابَ توبہ کی مَعَكَ آپ کے ساتھ وَلَا تَطْغَوْا اور تم سرکشی نہ کرو اِنَّهٗ بے شک وہ (اللہ) بِمَا ساتھ اس کے جو تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے ہو بَصِيْرٌ خوب دیکھنے والا ہے ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اور تم نہ جھکو اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظَلَمُوْا ظلم کیا فَتَمَسَّكُمُ ورنہ چھوئے گی تمہیں النَّار آگ وَمَا اور نہیں (ہوگا) لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے مِنْ اَوْلِيَآءَ کوئی دوست ثُمَّ پھر لَا تُنْصَرُوْنَ

تم مدد نہیں کیے جاؤ گے ۝۱۱۳

ترجمہ: سو (اے پیغمبر!) جیسا تمہیں حکم ہوتا ہے (اس پر) تم اور جو لوگ تمہارے ساتھ تائب ہوئے ہیں قائم رہو اور حد سے تجاوز نہ کرنا وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے ۝۱۱۲ اور جو لوگ ظالم ہیں اُن کی طرف مائل نہ ہونا نہیں تو تمہیں (دوزخ کی) آگ آ لپٹے گی اور اللہ کے سوا تمہارے اور دوست نہیں ہیں اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہو گئے تو پھر تم کو (کہیں سے) مدد نہ مل سکے گی۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! جیسا تمہیں حکم ہوتا ہے اس پر تم اور جو لوگ تمہارے ساتھ تائب ہوئے ہیں قائم رہو۔

۲۔ حد سے تجاوز نہ کرو۔

۳۔ وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

۴۔ جو لوگ ظالم ہیں ان کی طرف مائل نہ ہونا۔

۵۔ ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ آ لپٹے گی۔

۶۔ اللہ کے سوا تمہارے اور دوست نہیں ہیں۔

۷۔ اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہو گئے تو پھر تم کو کہیں سے مدد نہ مل سکے گی۔

رسولِ رحمت ﷺ کو اس آیت میں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ **فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ** آپ استقامت پر رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ یعنی آپ کو جس عقیدہ پر رہنے کی تعلیم دی گئی آپ اس عقیدہ پر قائم رہیے، اگرچہ کہ آپ کے سامنے کا سارا ماحول مشرکانہ ہے، مگر آپ کو اسی توحید کے عقیدہ پر قائم رہنا ہے جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے اور اسی آفاقی علم اور عمل پر آپ کو استقامت کے ساتھ رہنا ہے اور مشرکوں کی مخالفت کے باوجود آپ کو انہی اخلاق پر قائم رہنا ہے جن اخلاق کی تعلیم رب ذوالجلال کی جانب سے دی گئی ہے۔ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۱۵ میں بھی یہ حکم دیا گیا ہے: **فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ** ''تو اے نبی! اسی دین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہنا اور جیسا تم کو حکم ہوا ہے اسی پر قائم رہنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور کہہ دو کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تم میں انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے۔ ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا، ہم میں اور تم میں کچھ بحث و تکرار نہیں۔ اللہ ہم سب کو اکٹھا کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

رسولِ رحمت ﷺ سے مزید کہا جا رہا ہے کہ نہ صرف آپ استقامت کے ساتھ رہیے بلکہ **وَمَنْ تَابَ مَعَكَ**

جن خوش نصیب لوگوں نے پچھلی مشرکانہ زندگی سے توبہ کرتے ہوئے دینِ اسلام کو قبول کیا وہ بھی استقامت کے ساتھ رہیں۔ دین پر استقامت کے ساتھ رہنے والوں کو قرآنِ مجید میں یوں بشارت دی گئی: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے۔ ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے خوشی مناؤ۔

استقامت کی تعریف یہ ہے کہ جو راستہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ مومن بندوں کو دیا اور جس راستہ پر انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی اتباع کرنے والے چلتے رہے اس راستہ یعنی صراطِ مستقیم کو لازم پکڑنا اور اِدھر اُدھر مائل نہ ہونا اور آخر دم تک اسی راستہ پر چلنا استقامت ہے۔ جن کاموں کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا اس پر عمل کرنا اور جن کاموں سے روکا گیا ان سے رک جانا بھی استقامت میں داخل ہے۔

اس کے بعد اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ اور حد سے آگے نہ بڑھو، بیشک وہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ جو حدود قائم کئے ہیں ان حدود پر قائم رہنا فرمانبرداری ہے اور ان حدود سے تجاوز کرنا سرکشی اور نافرمانی ہے۔ فرعون نے چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی سرکشی کی تھی اس لئے فرعون کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا: اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی (النازعات: ۱۷) آپ فرعون کے پاس جائیے اس نے سرکشی کی ہے۔ گزری ہوئی قوموں نے سرکشی کی تو سورۂ فجر کی آیت نمبر ۱۱ میں کہا گیا کہ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ان سبھوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا۔ سورۃ النّازِعات کی آیت نمبر ۳۷ اور ۳۸ میں سرکشی کرنے والوں کا انجام بیان کیا گیا: فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ۝ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی پس جس نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دی ہوگی پس اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ اللہ کے بندوں کو سرکشی اور نافرمانی کرتے ہوئے اور اس کے حدود کو پامال کرتے ہوئے اس حقیقت سے باخبر رہنا چاہئے اور اس احساس کو زندہ رکھنا چاہئے کہ اس کا حقیقی خالق و مالک اس کی ہر حرکت سے باخبر ہے۔ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ ان کی ساری حرکتوں سے باخبر ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کو ایک اہم ترین نصیحت کی جارہی ہے کہ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کی طرف مت جھکو جنہوں نے ظلم کیا۔ یعنی کافروں، ملحدوں، زندیقوں اور مشرکوں کی طرف مائل مت ہو جاؤ۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ان ظالموں کی طرف ہرگز مائل نہیں ہونا ہے۔ ایسے ظالموں سے نہ محبت کی جائے اور نہ ہی ان کے کاموں پر خوشی اور رضامندی کا اظہار کیا جائے اور نہ ہی ان کے ان ظالمانہ کاموں میں مدد کی جائے اور ایسے ظالموں پر اعتماد بھی نہ کیا جائے۔ اگر تم ان ظالموں کی طرف مائل ہو جاؤ گے تو یہ بات یاد رکھو کہ فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ تو دوزخ کی آگ

تمہیں چھولے گی اور تم دوزخ کا ایندھن بن جاؤ گے۔

اس کے بعد مسلمانوں سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ **وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ** تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے، پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی۔ یہاں مسلمانوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی فکر کرو اور اللہ کی گرفت اور اس کے عذاب سے دوسرا کوئی بچانے والا نہیں ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کافروں کی طرف مائل ہونا اور ان کی صحبتوں میں رہنا اور عقیدہ وغیرہ میں ان کی موافقت کرنا دوزخ میں جانے کا باعث بن جاتا ہے۔ کافروں کے ساتھ حسنِ سلوک الگ چیز ہے، وہ تو دعوتِ دین کے لئے ضروری ہے۔ لیکن عقیدہ اور اعمال واخلاق کے اعتبار سے کافروں کی طرف مائل ہوجانا اور ان کے مذہب کی طرف جھک جانا ظاہر ہے کہ خطرہ کی بات ہے۔

نیکیاں گناہوں کو دور کردیتی ہیں

درس نمبر:۹۶۴ ہود:۱۱۴-۱۱۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۚ ۱۱۴
وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۱۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاَقِمِ اور آپ قائم کریں الصَّلٰوةَ نماز طَرَفَيِ النَّهَارِ دن کے دونوں طرفوں (حصوں) میں وَزُلَفًا اور کچھ گھڑیوں میں مِّنَ الَّيْلِ رات سے بھی اِنَّ بلاشبہ الْحَسَنٰتِ نیکیاں يُذْهِبْنَ دور کردیتی ہیں السَّيِّاٰتِ برائیوں کو ذٰلِكَ ذِكْرٰى یہ نصیحت ہے لِلذّٰكِرِيْنَ ذکر کرنے والوں کے لیے ۝۱۱۴ وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں فَاِنَّ تو بے شک اللّٰهَ اللہ لَا يُضِيْعُ نہیں ضائع کرتا اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں کا اجر ۝۱۱۵

ترجمہ: اور دن کے دونوں سروں (یعنی صبح اور شام کے اوقات میں) اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں نماز پڑھا کرو کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دُور کردیتی ہیں یہ ان کیلئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں ۝۱۱۴ اور صبر کئے رہو کہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ دن کے دونوں سروں یعنی صبح اور شام کے اوقات میں اور رات کی چند گھڑیوں میں نماز پڑھا کرو۔

۲۔ کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کردیتی ہیں۔

۳۔ یہ ان کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔

۴۔ صبر کرو۔

۵۔ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

یوں تو قرآنِ مجید میں متعدد بار نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (البقرہ:۴۳) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۷ میں کہا گیا: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں حکم کیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نمازیں پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ اکثر جگہ جمع کا صیغہ ہے کہ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور یہاں اَقِمِ الصَّلٰوةَ واحد کا صیغہ ہے۔ حکم دیا گیا کہ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ دن کے دونوں طرفوں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجیے۔ مفسرین تحریر فرماتے ہیں کہ اس حکم سے پانچوں نمازیں مراد ہیں۔ بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ طَرَفَيِ النَّهَارِ سے فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں اور ان دونوں نمازوں کا اہمیت کے ساتھ اس لیے حکم دیا گیا کہ فجر کے وقت نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور عصر کے وقت تجارت کی مشغولیت زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے نماز میں کوتاہی کا زیادہ خدشہ ہوتا ہے اور زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ سے عشاء کی نماز بھی مراد ہو سکتی ہے۔ بہر حال اس آیت میں تمام نمازوں کے قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۸ میں اسی طرح کا حکم موجود ہے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ نماز کو قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک اور فجر کا پڑھنا بھی۔ یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے۔ سورۂ روم کی آیت نمبر ۱۷ اور ۱۸ میں بھی نمازوں کا حکم اس انداز میں دیا گیا ہے: فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ پس اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھا کرو جبکہ تم شام کرو اور جب صبح کرو تمام تعریفوں کے لائق آسمانوں اور زمین میں صرف وہی ہے، تیسرے پہر کو اور ظہر کے وقت بھی اس کی پاکیزگی بیان کرو۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۳۰ میں یوں حکم دیا گیا: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى اور اپنے رب کی تسبیح اور تعریف بیان کرتا رہ سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے رات کو مختلف وقتوں میں بھی اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح کرتا رہ بہت ممکن ہے کہ تو راضی ہو جائے۔ ان تمام آیات کے ذریعہ مختلف انداز میں پانچوں نمازوں کی پابندی کا حکم اور اشارہ کیا گیا ہے۔

اس کے بعد نماز کا یہ فائدہ بتلایا جا رہا ہے کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اچھے کام اور نیک اعمال (جن میں پنج وقتہ نمازیں بھی ہیں) کا سب سے بڑا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس سے گزری ہوئی زندگی میں ہوئے گناہ مٹ جاتے ہیں، چھوٹی چھوٹی برائیاں بھی معاف کر دی جاتی ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسولِ رحمت ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا فَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ جو کوئی مسلم کوئی گناہ کرتا ہے پھر وضو کرتا اور دو رکعت نماز ادا کرتا ہے تو اس کی مغفرت

کر دی جاتی ہے۔اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دو رکعت کی اس ایک نیکی نے اس شخص کی مغفرت کر دی جس نے یہ نیکی کی۔حسنات سے کیا مراد ہے؟ مفسرین فرماتے ہیں کہ حسنات سے تمام نیک اعمال مراد ہیں، یہاں تک کہ گناہ کو چھوڑنا بھی نیکی ہے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں کا مطلب یہ ہے کہ نیکیوں سے چھوٹے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ رہی بات کبیرہ یعنی بڑے گناہوں کی، اس کا قانون توبہ ہے کہ یہ کبیرہ گناہ سچی توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔اسی کی وضاحت مسلم کی اس روایت سے ملتی ہے کہ اَلصَّلٰوتُ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ پانچ نمازیں کفارہ ہیں ان کے درمیان کی مدت کیلئے۔ فجر کی نماز اور ظہر کی نماز کے درمیان جو چھوٹے گناہ ہوتے ہیں وہ ان نمازوں کی وجہ سے معاف ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ ان نمازوں کے درمیان کبیرہ گناہ سے بچا رہا ہو۔ کبیرہ گناہوں کی معافی توبہ سے ہوتی ہے اور سچی توبہ کے چار شرائط ہیں: (۱) گناہ سے بچنا (۲) گناہ پر شرمندہ ہونا (۳) مستقبل میں اس گناہ کے نہ کرنے کا عزم کرنا (۴) اور ایسا نیک عمل کرنا جو گناہوں کے اثرات کو مٹانے میں مدد کرے۔

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔ جو شخص نصیحت حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لے اور تاریکی کی طرف جھکنے سے اپنے آپ کو بچا لے اور دین کے حدود میں تجاوز نہ کرے اور نیکیوں کے کرتے ہوئے استقامت کے ساتھ دین پر باقی رہے تو اس کے لئے یہ نصیحت ہے۔ پھر صبر کی تلقین کی جارہی ہے کہ وَاصْبِرْ صبر کرو فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ رب ذوالجلال کا رحمت والا پیارا قانون اور دستور یہ ہے کہ وہ اس دنیا میں نیکی کرنے والوں کے اجر و ثواب کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ بستیوں کو از راہِ ظلم تباہ نہیں کرتے

درس نمبر: ۹۶۵ ہود: ۱۱۶۔۱۱۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَوْلَا پھر کیوں نہ كَانَ ہوئے مِنَ الْقُرُوْنِ ان امتوں میں سے مِنْ قَبْلِكُمْ جو تم سے پہلے تھیں اُولُوْا بَقِيَّةٍ کچھ لوگ عقل و بصیرت والے يَنْهَوْنَ (کہ) وہ روکتے عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ زمین میں فساد (کرنے) سے اِلَّا مگر قَلِيْلًا تھوڑے ہی مِّمَّنْ ان لوگوں میں سے جنہیں اَنْجَيْنَا ہم نے نجات دی مِنْهُمْ ان میں سے وَاتَّبَعَ اور پیچھے لگے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے ظَلَمُوْا ظلم کیا مَآ ان چیزوں کے کہ اُتْرِفُوْا وہ (ظالم) آسودگی دیئے گئے تھے فِيْهِ ان (چیزوں) میں وَكَانُوْا اور تھے وہ مُجْرِمِيْنَ مجرم ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ اور نہیں

ہے رَبُّکَ آپ کا رب لِیُهْلِکَ کہ وہ ہلاک کردے الْقُرٰی بستیوں کو بِظُلْمٍ ظلم سے وَّاَهْلُهَا جبکہ ان کے رہنے والے مُصْلِحُوْنَ اصلاح کرنے والے ہوں ۱۱۷

ترجمہ: تو جو اُمتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں اُن میں ایسے ہوشمند کیوں نہ ہوئے جو ملک میں خرابی کرنے سے روکتے؟ ہاں! تھوڑے سے (تھے) جن کو ہم نے اُن میں سے مخلصی بخشی اور جو ظالم تھے وہ انہی باتوں کے پیچھے لگے رہے جن میں عیش و آرام تھا اور وہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے ۱۱۶ اور تمہارا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو جب کہ وہاں کے باشندے نیکوکار ہوں ازراہِ ظلم تباہ کردے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو امتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں ان میں ایسے ہوشمند کیوں نہ ہوئے جو ملک میں خرابی کرنے سے روکتے؟

۲۔ ہاں! ایسے تھوڑے سے تھے جن کو ہم نے ان میں سے مخلصی بخشی۔

۳۔ جو ظالم تھے وہ انہی باتوں کے پیچھے لگے رہے جن میں عیش و آرام تھا۔

۴۔ وہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

۵۔ تمہارا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو جب کہ وہاں کے باشندے نیکوکار ہوں ازراہِ ظلم تباہ کردے۔

دنیا میں قوموں کی ہلاکت و تباہی ہوتی ہے اور آخرت میں جو دوزخ میں جانے کا سبب ہوتا ہے بنیادی طور پر اس کی دو وجوہات ہوتی ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ اس قوم کے لوگ جب زمین میں فساد اور بگاڑ کا کام کرنے لگ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے انصاف پر مبنی نظام میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوششیں کرنے لگ جاتے ہیں، ایسے موقع پر قوم کے لوگ اتنے بے حس ہوجاتے ہیں کہ تماشا دیکھتے ہوئے خاموش رہ جاتے ہیں اور لوگوں کو اس فساد و بگاڑ سے نہیں روکتے تو اللہ تعالیٰ ان کی تباہی کا فیصلہ کرتے ہیں اور آخرت میں دوزخ کے عذاب میں جھونک دیتے ہیں۔ دوسری وجہ ان قوموں کی ہلاکت و تباہی کی یہ ہوتی ہے کہ یہ ظالم لوگ شہوتوں اور لذتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، ان کی زندگی کی سب سے بڑی مصروفیت یہی ہوجاتی ہے کہ وہ عیاشی اور فحاشی میں پھنسے ہوئے رہ جاتے ہیں۔

قوموں کی نجات اور سلامتی کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ ان قوموں میں ایسے سمجھدار لوگ موجود ہوں جو زمین میں کھلم کھلا فساد و بگاڑ کرنے والوں کو ان کی اس بیجا حرکت سے روکیں اور زندگی کے مقصد کو جان کر اپنی زندگی گزاریں اور خواہشات کی اتباع کے بجائے نبیوں اور رسولوں کی اتباع کریں اور اس آفاقی پیغام کو سامنے رکھ کر اس کے مطابق زندگی بسر کریں۔ یہی بات اس آیت میں کہی جارہی ہے کہ جو قومیں گزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار اور بصیرت والے لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد کرنے سے روکتے؟ ایسے سمجھدار لوگوں کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ قومیں تباہ و برباد ہوگئیں۔ قوم کو برائیوں سے روکنا، شر سے بچانا اور زمین میں ہونے والے

فساد و بگاڑ پر نظر رکھتے ہوئے اس فساد و بگاڑ کے سدِ باب کی کوششیں کرنا اس قوم کے سمجھدار لوگوں کی اہم ترین ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس آیت سے امتِ محمدیہ کو بھی سبق دیا گیا ہے کہ جب قوم کے عام لوگ فساد و بگاڑ کی کوشش کریں تو سمجھدار خاص لوگوں کا اہم ترین کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اس بگاڑ کے دروازوں کو بند کرنے کی منظّم اور منصوبہ بند کوششیں کریں۔ پچھلی قوموں میں چونکہ ایسے اہل رائے اور اہل فہم سمجھدار قسم کے لوگ موجود نہیں تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قومیں ہلاک و تباہ ہوگئیں۔

اِلَّا قَلِيۡلًا مِّمَّنۡ اَنۡجَيۡنَا مِنۡهُمۡ کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ ان قوموں میں قابلِ قدر ایسے لوگ نہیں تھے جو سمجھدار ہوں ہاں! تھوڑے بہت لوگ ایسے سمجھدار ضرور تھے ہم نے ان لوگوں کو نجات دی اس لئے کہ ان سمجھداروں نے لوگوں کو زمین میں فساد و بگاڑ سے روکا تھا۔ فساد و بگاڑ کے سلسلہ میں قرآنِ مجید میں بار بار مختلف حقیقتیں بیان کی گئی ہیں: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۵ میں کہا گیا: وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الۡفَسَادَ اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۸۵ میں فساد سے روکا گیا: وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا اور دنیا میں اس کے بعد کہ اس کی درستی کردی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۸۵ میں کہا گیا کہ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ اور زمین میں فساد اور خرابی نہ پھیلاؤ

بستیوں کی ہلاکت کی جو دوسری وجہ یہ تھی کہ ظالم لوگ اپنے نفس ہی کی اتباع کرتے رہے اور ان میں کی اکثریت ایسی ہے کہ انہیں دنیا کی آسائش میں چھوڑ دیا گیا، یعنی عیش و عشرت اور ظاہری عزت اور سلطنت وغیرہ میں۔ یہ وہ لوگ تھے جو نعمتوں اور خوشحال زندگی کی وجہ سے مغرور و گھمنڈی ہوگئے۔ یہ ظالم لوگ عیش و عشرت میں پڑ گئے اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا اور شہوتوں، لذتوں اور جاہ و مرتبہ، عزت اور عہدہ کے پیچھے پڑ گئے۔ وَاتَّبَعَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مَاۤ اُتۡرِفُوۡا فِيۡهِ وَكَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ اور جن لوگوں نے ظلم کی راہ اختیار کی وہ اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جس میں وہ تھے اور یہ لوگ مجرم تھے۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی بستی کو از راہِ ظلم ہلاک نہیں کرتے جب کہ اس بستی کے لوگ اصلاح پسند ہوں۔ جب قوم کے افراد قوم کی اصلاح کی فکر اور کوشش میں ہوں تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہلاک نہیں کرتے۔ ربِ ذوالجلال سے اس طرح کا ظلم ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ کسی قوم کو کیوں ہلاک کریں گے؟ جس قوم کو ربِ ذوالجلال نے اپنی قدرت و طاقت سے پیدا کیا ہو اور جس قوم سے ربِ ذوالجلال کو محبت ہو وہ قوم تو اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ کیوں اس قوم کو ہلاک کریں گے؟ کسی بھی قوم کی ہلاکت کے پیچھے معقول وجہ ہوتی ہے۔ کسی بھی قوم کو جبکہ وہاں اصلاح پسند افراد ہوں از راہِ ظلم ہلاک نہیں کیا جاتا۔ یہی حقیقت اس آیت میں بیان کی گئی: وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهۡلِكَ الۡقُرٰى بِظُلۡمٍ وَّاَهۡلُهَا مُصۡلِحُوۡنَ اور آپ کا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو بطورِ ظلم ہلاک کردے حالانکہ ان کے رہنے والے اصلاح کرنے والے ہوں۔

درس نمبر:۹۶٦ ہود:۱۱۸۔۱۱۹

جِنّات اور انسانوں سے جہنم کو بھر دوں گا

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝۱۱۸ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ ؕ وَ لِذٰلِکَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۱۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَوْ اور اگر شَآءَ چاہتا رَبُّکَ آپ کا رب لَجَعَلَ (تو) ضرور بنا دیتا النَّاسَ تمام لوگوں کو اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت وَّلَا يَزَالُوْنَ جبکہ وہ ہمیشہ رہیں گے مُخْتَلِفِيْنَ (باہم) اختلاف کرنے والے ہی ۝۱۱۸ اِلَّا سوائے مَنْ ان لوگوں کے جن پر رَّحِمَ رحم کیا رَبُّکَ آپ کے رب نے وَ لِذٰلِکَ اور اسی لیے خَلَقَهُمْ اس نے انہیں پیدا کیا وَتَمَّتْ اور پوری ہوئی کَلِمَتُ بات رَبِّکَ آپ کے رب کی لَاَمْلَئَنَّ (کہ) میں ضرور بھروں گا جَهَنَّمَ جہنم کو مِنَ الْجِنَّةِ جنوں سے وَالنَّاسِ اور انسانوں (سے) اَجْمَعِيْنَ سب سے ۝۱۱۹

ترجمہ: اور اگر تمہارا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے ۝۱۱۸ مگر جن پر تمہارا رب رحم کرے اور اسی لئے اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور تمہارے رب کا قول پورا ہو گیا کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر تمہارا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا

۲۔ لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔

۳۔ مگر جن پر تمہارا رب رحم کرے۔

۴۔ اسی لئے اس نے ان کو پیدا کیا ہے۔

۵۔ تمہارے رب کا قول پورا ہو گیا کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

ہر زمانہ میں یہ بات رہی ہے کہ دنیا میں کچھ لوگ دین حق پر رہتے ہیں اور کچھ لوگ باطل دین پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ مختلف زمانوں میں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہے ہیں۔ آج بھی یہی منظر ہمارے سامنے ہے کہ کوئی کافر ہے تو کوئی مشرک، کوئی مجوسی ہے تو کوئی زندیق، کوئی دہریہ ہے تو کوئی یہودی، کوئی نصرانی ہے تو کوئی سکھ، کوئی مسلمان ہے تو کوئی کمیونسٹ۔ یہ زمین و آسمان، یہ چاند و سورج، یہ ستارے اور سیارے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کا سجدہ کر رہے ہیں۔ سورۂ حج کی آیت نمبر ۱۸ میں یہی حقیقت بیان کی گئی: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ

یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں، بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایک انسان ہی ہے جس کا معاملہ یہ ہے کہ اس کو دنیا میں اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو حق بات کو قبول کرے، چاہے تو انکار کر دے۔ اسی اختیار میں اختبار یعنی امتحان ہے۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۲۹ میں یہی اختیار ظاہر کیا گیا ہے: وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ آپ فرما دیجئے کہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔ حق کے قبول کرنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے جبر یعنی زبردستی کا نظام نہیں رکھا۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ:۲۵۶) دین میں زبردستی نہیں ہے۔ اسی اختیار کی وجہ سے انسان مختلف ہو گئے۔ کسی نے کفر اختیار کیا اور کسی نے ایمان قبول کیا اور اس کا نتیجہ بھی مختلف ہی ہوگا کہ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (الشوریٰ:۷) ایک فریق جنت میں اور ایک فریق دوزخ میں ہوگا۔

اس حقیقت کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ کو کفر، شرک، سرکشی، عناد، ظلم وغیرہ ناپسند ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی طرف سے اختیار دے دیا، یہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ تو ایسے قادر مطلق ہیں کہ جھٹکے میں دنیا جہاں کے سارے ہی انسانوں کو مومن و مسلمان بنا کر ایک ہی صف میں کھڑا کر دیں۔ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اس ارادے سے باز رکھے؟ یہی حقیقت اس آیت میں بیان کی جا رہی ہے کہ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی جماعت بنا دیتا۔ سورۂ الم السجدہ کی آیت نمبر ۱۳ میں اسی حقیقت کو دوسرے الفاظ میں بیان کیا گیا: وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرما دیتے۔ دنیا میں یہ نظام رہے گا کہ وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ وہ برابر اختلاف میں رہیں گے۔ یعنی ہر زمانہ میں کافر بھی رہیں گے مومن بھی اور مشرک بھی رہیں گے موحد بھی۔

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ جن لوگوں نے دین کے ان احکامات پر جو انہیں دیئے گئے مضبوطی سے قائم رہنے کو اپنا معمول بنا لیا اور رسولوں کی اتباع کی وہ لوگ اس سے بالکل مستثنیٰ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی اتباع نے رب ذوالجلال کی رحمت کا مستحق بنا دیا۔ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ کے ذریعہ یہ بتلایا گیا کہ انہیں اسی لئے پیدا کیا گیا کہ وہ مختلف رہیں تاکہ اس شخص کو جس نے اپنے حسنِ اختیار سے حق کو اختیار کیا ہے اجر و ثواب کے ذریعہ اعزاز بخشا جائے اور اس شخص کو جس نے اپنے بُرے اختیار سے باطل کو اختیار کیا ہے سزا سے نوازا جائے۔ یہاں وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ انسانوں کی پیدائش کا مقصد ہی آپس میں مختلف رہنا ہے، اس لیے کہ انسان کی پیدائش کا اصل مقصد تو وہی ہے جو سورۃ الذاریات کی آیت نمبر ۵۶ میں بتلایا گیا کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

میں نے جن وانس کو صرف اس لئے پیدا کیا تا کہ وہ میری عبادت کریں۔ آگے یہ بات بیان کی گئی کہ تمہارے رب کی یہ بات پوری ہوئی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے بھردوں گا، جس میں سب دوزخی موجود ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کے کامل علم اور اس کی قضاء میں یہ بات پہلے ہی سے طئے شدہ ہے اور نافذ کردی گئی ہے کہ اس نے جن انسانوں اور جنات کو پیدا کیا ہے ان میں سے کون جنت کا مستحق ہوگا اور کون دوزخ کا ایندھن ہوگا؟ یہ لازمی بات ہے کہ جہنم کوانہی دونوں مخلوقات ہی سے بھرا جائے گا، یعنی جنات اور انسانوں سے۔ جن انسانوں اور جنات نے رسولوں کے احکامات کو اختیار نہیں کیا وہ اسی دوزخ میں بھر دیئے جائیں گے۔

﴿درس نمبر: ۹۶۷﴾ ## مومنوں کیلئے نصیحت اور عبرت ﴿ہود: ۱۲۰۔۱۲۱۔۱۲۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكُلًّا اور (ضرورت کی) ہر ایک چیز کو نَقُصُّ ہم بیان کرتے ہیں عَلَيْكَ آپ پر مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ رسولوں کی خبروں میں سے مَا نُثَبِّتُ کہ مضبوط رکھتے ہیں ہم بِهٖ اس کے ساتھ فُؤَادَكَ آپ کا دل وَجَآءَكَ اور آیا آپ کے پاس فِيْ هٰذِهِ اس (سورت یا واقعات) میں الْحَقُّ حق وَ مَوْعِظَةٌ اور نصیحت وَّذِكْرٰى اور یاددہانی لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے لیے ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ اور آپ کہہ دیجئے لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جو لَا يُؤْمِنُوْنَ نہیں ایمان لاتے اعْمَلُوْا تم عمل کرو عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اپنی جگہ پر اِنَّا بلاشبہ ہم (بھی) عٰمِلُوْنَ عمل کرنے والے ہیں ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا اور تم انتظار کرو اِنَّا بلاشبہ ہم (بھی) مُنْتَظِرُوْنَ انتظار کرنے والے ہیں ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: (اے محمد ﷺ!) اور پیغمبروں کے وہ سب حالات جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں اُن سے ہم تمہارے دل کو قائم رکھتے ہیں اور ان (قصوں) میں تمہارے پاس حق پہنچ گیا اور (یہ) مومنوں کیلئے نصیحت اور عبرت ہے ﴿۱۲۰﴾ اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان سے کہہ دو کہ تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ ہم (اپنی جگہ) عمل کئے جاتے ہیں ﴿۱۲۱﴾ اور (نتیجہ اعمال کا) تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں ﴿۱۲۲﴾

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! اور پیغمبروں کے وہ سب حالات جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں جن سے ہم تمہارے دل کو قائم رکھتے ہیں

۲۔ ان قصوں میں تمہارے پاس حق پہنچ گیا۔

۳۔ یہ مومنوں کے لئے نصیحت اور عبرت ہے۔

۴۔ جولوگ ایمان نہیں لائے ان سے کہہ دو کہ تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ ہم اپنی جگہ عمل کئے جاتے ہیں۔
۵۔تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

ان تین آیتوں میں پہلی جو بات بتلائی گئی کہ پیغمبروں کے جو حالات و واقعات اللہ تعالیٰ بیان کر رہے ہیں اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ان حالات و واقعات کو سننے اور پڑھنے سے دل کو تقویت پہنچتی ہے۔یعنی رسولِ رحمت ﷺ سے بطورِ خاص یہ بات کہی جارہی ہے کہ ان گزرے ہوئے پیغمبروں کے واقعات کو پوری اہمیت کے ساتھ ہم جو بیان کر رہے ہیں اس کا راست فائدہ آپ کو یہ ہوگا کہ ان واقعات و حالات کو جان کر آپ کا دل مضبوط ہوگا۔ یعنی نبوت و رسالت کے اس اہم ترین فریضہ کو ادا کرنے کیلئے جس مضبوط دل کی ضرورت ہے وہ دل آپ کو نصیب ہوگا۔ان واقعات و حالات سے صبر و تحمل، استقامت و برداشت، ہمت و حوصلہ جیسے اوصافِ جمیلہ پیدا ہوں گے اور مخالفین کی طرف سے پہنچنے والی اذیت و تکلیف کو سہنے کی صفت بھی پیدا ہوگی، اس لئے کہ گزرے ہوئے ان نبیوں اور رسولوں نے اپنی قوموں کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں اور رسولوں کی مدد کی اور ان نبیوں اور رسولوں کے دشمن کافروں کو رسوا کیا۔ یہ واقعات یقیناً آپ کے لئے اسوہ ہیں۔ گزرے ہوئے ان نبیوں اور رسولوں کے ان واقعات اور حالات کے ذریعہ آپ تک حق بھی آ گیا ہے، یعنی نبیوں کے قصوں پر مشتمل ان سورتوں کے ذریعہ آپ کے سامنے حق واضح ہو چکا ہے۔ان واقعات اور آیات میں سچائی، حق اور یقین کی وہ ساری باتیں آ گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، بعث بعد الموت، تقویٰ کی حقیقت اور شریفانہ اخلاق و عادات کا علم بھی ان کے ذریعہ سے ہو چکا ہے۔ نیز نبیوں اور رسولوں کے ان واقعات و حالات میں موعظت، عبرت اور نصیحت بھی ہے۔ان لوگوں کے لئے جن کے دل میں ایمان ہے اور ان واقعات و حالات کے ذریعہ یاد دہانی بھی مقصود ہے۔ایک ایسے شخص کے لئے جو سنجیدگی کے ساتھ ان واقعاتِ انبیاء پر غور و فکر کرے گا اور ان کے حالات کا جائزہ لے گا تو وہ ان واقعات سے سبق حاصل کرے گا۔نبیوں اور رسولوں کے قصے صرف پڑھنے اور آگے بڑھ جانے کے لئے نہیں ہوتے بلکہ ان کے قصے اور ان کے حالات نصیحت حاصل کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یہاں یہ اعلان بھی کروایا جارہا ہے کہ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۙ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۔ یہ اعلان صرف ایک اعلان نہیں بلکہ انکار کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کے لئے وعید بھی ہے کہ اے وہ لوگو! جنھوں نے ہمارے پیغام کو جھٹلا دیا اور کفر کیا ہے۔ یہ اعلان سن لو کہ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ تم اپنی جگہ کام کرو ہم اپنی جگہ کام کرتے ہیں اور تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔یعنی ہم نے تمہیں حق بات سمجھا دی ہے۔تمہیں چاہیے تھا کہ تم مان لیتے اور ایمان لا لیتے، مگر تم نے ایمان قبول نہیں کیا اور کفر پر تم قائم ہو۔اب یہ اعلان سن لو کہ تم اپنے طریقہ اور راستہ پر کام کرو اور اپنی حالت پر جیسے تم

اب تک تھے اب بھی رہو۔ میرے معاملہ میں جس قدر تمہاری طاقت ہے شر پہنچانے کی وہ کر گزرو۔ ہم بھی ہمارے طریقہ اور منہج پر کام کرتے ہیں اور خیر کی طرف بلانے کی ہماری جتنی طاقت ہے اتنا کریں گے۔ ہمارے انجام کا تم انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے انجام کا انتظار کرتے ہیں۔

﴿درس نمبر:۹۶۸﴾ **اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسی پر توکل کرو** ﴿ہود:۱۲۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۲۳

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کے لیے ہے غَيْبُ غیب السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف يُرْجَعُ لوٹائے جاتے ہیں الْاَمْرُ کام كُلُّهٗ سب کے سب فَاعْبُدْهُ سو آپ اسی کی عبادت کریں وَتَوَكَّلْ اور توکل کریں عَلَيْهِ اسی پر وَمَا اور نہیں ہے رَبُّكَ آپ کا رب بِغَافِلٍ غافل عَمَّا اس سے جو تَعْمَلُوْنَ تم عمل کرتے ہو ۝۱۲۳

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور تمام امور کا رجوع اُسی کی طرف ہے تو اُسی کی عبادت کرو اور اُسی پر بھروسہ رکھو اور جو کچھ تم کر رہے ہو تمہارا رب اس سے بے خبر نہیں ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے۔

۲۔ تمام امور کا رجوع اسی کی طرف ہے۔

۳۔ اسی اللہ کی عبادت کرو

۴۔ اسی اللہ پر بھروسہ رکھو

۵۔ جو کچھ تم کر رہے ہو تمہارا رب اس سے بے خبر نہیں ہے۔

اللہ کے بندوں کو اس حقیقت سے باخبر رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا علم وسیع و عریض سمندر کی طرح ہے اور اس کے مقابلہ میں اس کے سارے ہی بندوں کا علم قطرہ کی طرح ہے۔ آسمانوں اور زمین سے متعلق جو بھی علوم ہیں جن سے اللہ کے بندے بے خبر ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام علوم سے باخبر ہے۔ رب ذوالجلال سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ ہم اتنے کمزور ہیں کہ جس گھر کا دروازہ مقفل ہے جس کی کنجی ہمارے ہاتھ میں نہیں اس گھر کے اندر کیا ہے اور کیا ہو رہا ہے اس کا علم ہمیں نہیں ہوتا۔ سورۂ ہود کی اس آخری آیت میں یہ حقیقت بتا دی گئی کہ ماضی، حال اور مستقبل

تینوں زمانوں کے ان تمام احوال اور حقائق سے رب ذوالجلال واقف ہے جو آسمانوں اور زمین میں جہاں بھی واقع ہوئے اور ہورہے ہیں اور واقع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر جز اور کُل کا علم ہے، ہر حاضر وغائب کا علم ہے۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۷۷ میں بھی یہ بات کہی گئی: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں وزمین کا غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ سورۂ سبا کی آیت نمبر ۴۸ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں یوں کہا گیا کہ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے۔ سورۂ حجرات کی آیت نمبر ۱۸ میں کہا گیا: اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یقین مانو کہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں اللہ خوب جانتا ہے۔

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ بندوں کے تمام امور کا رجوع ایک اللہ کی طرف ہے۔ دنیا جہاں کے سارے انسانوں کی زندگی کے سارے کام اسی رب ذوالجلال کی طرف لوٹتے ہیں، اس لئے کہ ہر چیز کی اصل اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۰ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی: وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جاتے ہیں۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴۴ میں بھی یہی بات کہی گئی ہے۔ نہ صرف انسانوں کے امور (کام) اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے بلکہ دنیا جہاں کے سارے انسانوں کو بھی اسی ایک اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸ میں کہا گیا: ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۱ میں ہے: وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۸ میں کہا گیا: اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ تم سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے، پھر وہ تمہیں ہر وہ چیز بتادے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے۔

اس کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ پس تم اسی کی عبادت کرو اور اسی پر توکل کرو۔ یعنی جب سارے امور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہوں اور تم بھی اسی کی طرف لوٹو گے تو بس اسی میں کامیابی اور نجات، فلاح و سلامتی ہے کہ تم اسی ایک رب کی عبادت کرو اور اسی ایک رب پر بھروسہ رکھو۔ تمہارے تمام کاموں میں جس سطح کا توکل تمہیں رب ذوالجلال پر رکھنا چاہیئے اس سطح کا توکل اس پر رکھو، اس لئے کہ جو اس رب ذوالجلال پر بھروسہ کرتا ہے وہ رب ذوالجلال اس کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔ سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۲۱۷ میں بھی توکل کا حکم دیا گیا کہ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ اپنا پورا بھروسہ غالب مہربان اللہ پر رکھو۔ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳ میں بھی کہا گیا: وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا آپ اللہ ہی پر توکل رکھیں وہ کارسازی کے لئے کافی ہے۔

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ کے ذریعہ تنبیہ کی جارہی ہے کہ ہر عمل سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھو کہ تمہارے ہر عمل کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ تم سے بے خبر نہیں ہے۔

سورۂ یوسف مَكِّيَّةٌ

یہ سورت بارہ رکوع اور ایک سو گیارہ آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر:۹۶۹﴾ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے ﴿یوسف :۱-۲-۳﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ قف اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: الٓرٰ اللہ ہی معنی و مطلب جانتے ہیں تِلْكَ اٰيٰتُ یہ آیتیں ہیں الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ واضح کتاب کی ۞ قف اِنَّآ بلاشبہ ہم نے اَنْزَلْنٰهُ نازل کیا ہے اس کو قُرْءٰنًا قرآن عَرَبِيًّا عربی (زبان میں) لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھو ۞ نَحْنُ ہم نَقُصُّ بیان کرتے ہیں عَلَيْكَ آپ پر اَحْسَنَ بہترین الْقَصَصِ قصے بِمَآ اَوْحَيْنَآ بذریعہ اپنے وحی کرنے کے اِلَيْكَ آپ کی طرف هٰذَا الْقُرْاٰنَ یہ قرآن وَ اِنْ اور یقیناً كُنْتَ تھے آپ مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ البتہ بے خبروں میں سے ۞

ترجمہ: الٓرٰ۔ یہ کتابِ روشن کی آیتیں ہیں ۞ قف ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تا کہ تم سمجھ سکو ۞ (اے پیغمبر!) ہم اس قرآن کے ذریعے سے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ سناتے ہیں اور تم اس سے پہلے بے خبر تھے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں جو حق واضح کرنے والی ہیں۔

۲۔ ہم نے اس کو ایسا قرآن بنا کر اتارا ہے جو عربی زبان میں ہے تا کہ تم سمجھو۔

۳۔ ہم نے تم پر یہ قرآن جو وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اس کے ذریعہ ہم تمہیں ایک بہترین واقعہ سناتے ہیں۔

۴۔ جبکہ تم اس سے پہلے اس واقعہ سے بالکل بے خبر تھے۔

سورۂ یوسف ایک سو گیارہ آیات پر مشتمل ہے جس میں بارہ رکوع ہیں۔ یہ سورت مکی ہے یعنی ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اس سورت کا نام ''یوسف'' اس لئے ہے کہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہودیوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے بارے میں سوال کیا، چنانچہ یہ سورت نازل ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قصہ کو احسن القصص یعنی بہترین قصہ قرار دیا گیا۔ تفسیر درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک یہودی عالم رسولِ رحمت ﷺ کے پاس

آیا، اس وقت رسولِ رحمت ﷺ سورۂ یوسف تلاوت فرمارہے تھے۔ وہ کہنے لگا کہ اے محمد! یہ سورت آپ کو کس نے سکھائی ہے؟ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سورت مجھے اللہ تعالیٰ نے سکھائی ہے۔ اسے بڑا تعجب ہوا اور یہودیوں کے پاس جاکر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! محمد اسی طرح قرآن پڑھتے ہیں جیسا کہ تورات میں بعض چیزیں نازل ہوئی ہیں۔ اس کے بعد وہ شخص ان یہودیوں کو اپنے ہمراہ لے کر آیا وہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی صفات سے پہچان لیا جنہیں وہ جانتے تھے اور مہرِ نبوت کو بھی انہوں نے دیکھ لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سننے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ یوسف تلاوت فرمارہے تھے، انہیں بھی تعجب ہوا اور پھر اسی وقت مسلمان ہوگئے۔

یہ سورت عام الحزن میں نازل ہوئی یعنی یہ وہ سال تھا جو رسولِ رحمت ﷺ کے لئے غم کا سال تھا، جس سال آپ کی چہیتی بیوی حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے غمخوار چچا ابوطالب کا انتقال ہوا، جنہوں نے آپ کی ہر طرح نصرت و مدد کی تھی۔ یہ وہ دن تھے جن دنوں مکہ کے قریش آپ ﷺ پر ستم ڈھارہے تھے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ جو کوئی غمگین شخص سورۂ یوسف سنے گا تو ضرور اس کو راحت ملے گی۔ سورۂ یوسف کا آغاز بھی سورۂ یونس ہی کی طرح ہے۔ سورۂ یونس کا آغاز الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ سے ہوا اور سورۂ یوسف کا آغاز الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ سے ہوا ہے۔ سورۂ یونس میں الْحَكِيْمِ کا لفظ ہے اور سورۂ یوسف میں الْمُبِيْنِ کا لفظ ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت اسحاق کے پوترے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے تھے اور دوسری بیوی سے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک حقیقی بھائی بھی تھے جن کا نام بنیامین تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلی بیوی سے دس بیٹے تھے۔ سورۂ یوسف کی ان تین آیتوں میں جو باتیں بتلائی گئی ہیں وہ یہ ہیں:

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یہ کتاب مبین کی آیتیں ہیں۔ قرآنِ مجید کی آیتیں صاف اور واضح ہیں۔ ہر بات کھول کر بتائی جاتی ہے اور حلال و حرام کو اس کتاب میں واضح کردیا جاتا ہے اور حدود و احکام بھی کھول کھول کر بیان کئے جاتے ہیں، اس لئے اس قرآن کو کتابِ مبین کہا جاتا ہے۔ کتابِ حکیم اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب میں حکمت سے پُر باتیں ہوتی ہیں۔ قرآنِ مجید کی آیتوں کے ذریعہ ہر مبہم، پوشیدہ اور پیچیدہ بات کو واضح اور کھلے انداز میں واضح کردیا جاتا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ قرآنِ مجید کے نزول کے سلسلہ میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ یہ قرآنِ مجید اس زبان میں نازل کی گئی ہے جس کو عربی زبان کہا جاتا ہے اور یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کا صفاتی نام عربی بھی ہے اور عربی زبان تمام زبانوں میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور سب سے زیادہ

وسیع اور واضح زبان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اشرف کتاب کو اشرف زبان میں اشرف رسول پر اشرف فرشتے کے ذریعہ نازل فرمایا ہے اور اشرف زمین یعنی مکہ مکرمہ پر اور اشرف مہینہ یعنی رمضان المبارک اور اشرف رات یعنی شبِ قدر میں اتارا ہے۔ اس طرح قرآنِ مجید ہر پہلو سے اور ہر زاویہ سے اشرف ہی اشرف ہے۔

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ کے ذریعہ یہ بات بتائی گئی کہ اے پیغمبر! ہم آپ کو اچھی خبریں یعنی اچھے واقعات سنا رہے ہیں جو وحی کے ذریعہ آپ تک پہنچ رہے ہیں جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ کامل و مکمل اور مفصل ہے، جس میں عبرت کا سامان ہے۔ ہاں! اس وحی سے پہلے جو ہم نے آپ پر نازل کی آپ ان واقعات اور چیزوں سے ناواقف تھے۔ آپ کو اس سلسلہ میں علم نہیں تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر کیا حالات وحادثات پیش آئے؟

حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک خواب

﴿درس نمبر: ۹۷۰﴾ ﴿یوسف: ۴۔۵﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِذۡ قَالَ يُوۡسُفُ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡ رَاَيۡتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوۡكَبًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ رَاَيۡتُهُمۡ لِىۡ سٰجِدِيۡنَ ۝ قَالَ يٰبُنَىَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡيَاكَ عَلٰٓى اِخۡوَتِكَ فَيَكِيۡدُوۡا لَكَ كَيۡدًا ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِذۡ (یاد کرو) جس وقت قَالَ کہا يُوۡسُفُ یوسف نے لِاَبِيۡهِ اپنے باپ سے يٰۤاَبَتِ اے ابا جان! اِنِّىۡ بے شک میں نے رَاَيۡتُ دیکھا اَحَدَ عَشَرَ گیارہ كَوۡكَبًا ستاروں کو وَّالشَّمۡسَ اور سورج کو وَالۡقَمَرَ اور چاند کو رَاَيۡتُهُمۡ دیکھا میں نے ان کو لِىۡ اپنے لیے سٰجِدِيۡنَ سجدہ کرتے ہوئے ۝ قَالَ اس (یعقوب) نے کہا يٰبُنَىَّ اے میرے عزیز بیٹے! لَا تَقۡصُصۡ مت بیان کرنا رُءۡيَاكَ اپنا خواب عَلٰٓى اِخۡوَتِكَ اپنے بھائیوں پر فَيَكِيۡدُوۡا ورنہ وہ تدبیر کریں گے لَكَ تیرے لیے كَيۡدًا (بری) تدبیر اِنَّ بے شک الشَّيۡطٰنَ شیطان لِلۡاِنۡسَانِ انسان کے لیے ہے عَدُوٌّ دشمن مُّبِيۡنٌ ظاہر ۝

ترجمہ: جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ ابا! میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے، دیکھتا (کیا) ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں ۝ انہوں نے کہا کہ بیٹا! اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا نہیں تو وہ تمہارے حق میں کوئی فریب کی چال چلیں گے۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا تھا

۲۔ ابا جان! میں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے۔

۳۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

۴۔ انہوں نے کہا کہ بیٹا! اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا

۵۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے لئے کوئی سازش تیار کریں

۶۔ کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں یوں فرمایا:

''الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔''

حضرت یوسف علیہ السلام انتہائی خوبصورت تھے۔ اپنے باپ کی نگاہوں میں پسندیدہ اور چہیتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب سترہ یا اٹھارہ سال کی عمر کے تھے انہوں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ جب یہ عجیب وغریب خواب دیکھا تو انہوں نے اپنے ابّا جان حضرت یعقوب علیہ السلام سے اپنا خواب بیان کیا کہ اے میرے ابّا جان! میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ خواب میں سجدہ کرنے سے مراد وہ سجدہ نہیں جس کو سجدۂ عبادت کہا جاتا ہے جو باقاعدہ طور پر نماز کی حالت میں ادا کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں اور اچھے خواب نبوت کا جز ہوتے ہیں۔

یہاں اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا جو کہا گیا یعنی گیارہ ستارے اس سے مراد دراصل وہ گیارہ افراد ہیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں اور وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ یعنی سورج اور چاند سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے ماں باپ ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت کی یہی رائے ہے۔ ابن جریر طبری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک آدمی رسولِ رحمت ﷺ کے پاس آیا اس کا نام بستانۃ الیہودی تھا۔ اس نے کہا اے محمد! آپ مجھے بتایئے ان ستاروں کے بارے میں جن کو حضرت یوسف نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ انہیں سجدہ کر رہے ہیں کہ ان گیارہ ستاروں کے نام کیا ہیں؟ رسولِ رحمت ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کو ان ناموں کی خبر دی۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اس شخص سے پوچھا کہ اگر میں ان گیارہ ستاروں کے نام بتلا دوں تو کیا تم مومن بن جاؤ گے؟ اس نے کہا کہ ہاں! رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا: (۱) جریان (۲) طارق (۳) ذیال (۴) ذوالکناف (۵) قابس () وثاب (۷) عمودان (۸) فلیق (۹) مصبح (۱۰) ضروح (۱۱) ذوالفرغ۔ (ضیاء ونور۔ یعنی سورج اور چاند) یہ سن کر یہودی نے کہا ہاں! اللہ کی قسم یہ انہی کے نام ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس خواب سے حضرت یعقوب علیہ السلام اس کی تعبیر سمجھ گئے کہ حضرت یوسف کا مقام بلند ہوگا اور وہ عروج پر پہنچیں گے۔ ظاہر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس خواب کا علم ان کے گیارہ بھائیوں کو ہوگا تو انہیں حسد ضرور ہوگا اور اس حسد کے نتیجہ میں وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف کوئی سازش کریں

گے۔اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے یوں کہا: یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡیَاکَ عَلٰۤی اِخۡوَتِکَ فَیَکِیۡدُوۡا لَکَ کَیۡدًا اے میرے بیٹے! تم اپنا خواب اپنے بھائیوں کو مت بتانا ورنہ وہ تمہارے لیے کوئی تدبیر کریں گے۔یعنی تمہارے خلاف ایسی تدبیریں کریں گے کہ تم پر ناپسندیدہ حالات واقع ہوں گے۔ساتھ میں وضاحت کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ بات بھی بتادی کہ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔شیطان حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ساری ذریت سے دشمنی رکھتا ہے اور شیطان کی عادت اور خصلت یہ ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان فتنے ڈال دیتا ہے۔جیسا کہ خود حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ بات بتلائی جو اسی سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۱۰۰ میں ہے: مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ نَّزَغَ الشَّیۡطٰنُ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَ اِخۡوَتِیۡ اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور بھائیوں کے درمیان فساد ڈال دیا تھا۔

یہاں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ہر خواب ہر ایک کے سامنے قابلِ بیان نہیں ہوتا اور وہی خواب دوسروں کو بیان کیا جائے جو اچھا ہو۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے خواب میں وہ چیز دیکھے جو پسندیدہ ہو تو وہ خواب بیان کردے اور جب کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو دوسری کروٹ بدل کر سو جائے اور بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے اور اس خواب کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور یہ خواب کسی سے بیان نہ کرے۔ایسی صورت میں وہ خواب اس کے لیے باعثِ ضرر نہ ہوگا۔خواب ہر کس وناکس کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہئے۔خواب کے بارے میں کہا گیا کہ قُلِ الۡحَبِیۡبَ اَوِ لَلَّبِیۡبَ خواب یا تو اپنے دوست کے سامنے بیان کرو یا عقلمند کے سامنے بیان کرو، اس لئے کہ عموماً دشمن اور بے وقوف دونوں غلط تعبیر دیتے ہیں۔

تمہیں نبوت کیلئے منتخب کرے گا

﴿درس نمبر:۱۷۹﴾ ﴿یوسف :۶۔۷﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَکَذٰلِکَ یَجۡتَبِیۡکَ رَبُّکَ وَیُعَلِّمُکَ مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ وَیُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡکَ وَعَلٰۤی اٰلِ یَعۡقُوۡبَ کَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤی اَبَوَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ اِبۡرٰهِیۡمَ وَاِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ۝ لَقَدۡ کَانَ فِیۡ یُوۡسُفَ وَاِخۡوَتِهٖۤ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح یَجۡتَبِیۡکَ تجھے برگزیدہ کرے گا رَبُّکَ تیرا رب وَیُعَلِّمُکَ اور تجھے سکھائے گا مِنۡ تَاۡوِیۡلِ تعبیر کرنا الۡاَحَادِیۡثِ باتوں (خوابوں) کی وَیُتِمُّ اور وہ پوری کرے گا نِعۡمَتَهٗ اپنی نعمت عَلَیۡکَ تجھ پر وَعَلٰۤی اٰلِ یَعۡقُوۡبَ اور آلِ یعقوب پر کَمَاۤ جس طرح اَتَمَّهَا اس نے اسے پورا کیا تھا عَلٰۤی اَبَوَیۡکَ تیرے باپ دادا پر مِنۡ قَبۡلُ اس سے قبل اِبۡرٰهِیۡمَ ابراہیم وَاِسۡحٰقَ اور اسحاق (پر) اِنَّ بے شک رَبَّکَ تیرا رب عَلِیۡمٌ خوب جاننے والا حَکِیۡمٌ خوب حکمت والا ہے ۝ لَقَدۡ البتہ تحقیق کَانَ تھیں

فِیْ یُوْسُفَ یوسف میں وَاِخْوَتِہٖٓ اوراس کے بھائیوں (کے واقعے) میں اٰیٰتٌ نشانیاں لِّلسَّآئِلِیْنَ سوال کرنے والوں کے لیے ۞

ترجمہ: اوراسی طرح اللہ تمہیں برگزیدہ (وممتاز) کرے گا اور (خواب کی) باتوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا اور جس طرح اُس نے اپنی نعمت پہلے تمہارے دادا پردادا ابراہیم اوراسحاق پر پوری کی تھی اُسی طرح تم پراوراولادِ یعقوب پر پوری کرے گا بیشک تمہارا رب (سب کچھ) جاننے والا (اور) حکمت والا ہے ۞ ہاں! یوسف اوران کے بھائیوں (کے قصے) میں پوچھنے والوں کیلئے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اسی طرح تمہارا پروردگار تمہیں نبوت کے لئے منتخب کرے گا۔

۲۔اور تمہیں تمام باتوں کا صحیح مطلب نکالنا سکھائے گا۔

۳۔تم پراور یعقوب کی اولاد پر اپنی نعمت اس طرح پوری کرے گا جیسے اس نے اس سے پہلے تمہارے ماں باپ پراور ابراہیم اوراسحاق پر پوری کی تھی۔

۴۔یقیناً تمہارا پروردگار علم کا بھی مالک ہے حکمت کا بھی مالک ہے۔

۵۔حقیقت یہ ہے کہ جولوگ تم سے یہ واقعہ پوچھ رہے ہیں ان کے لئے یوسف اوران کے بھائیوں کے حالات میں بڑی نشانیاں ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جہاں اپنے فرزند صالح حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ کہا کہ یہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا وہیں یہ اہم بات بھی بتلادی کہ میں یہ سمجھ رہا ہوں اور یقین کررہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں منتخب فرمائے گا اور تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم بھی عطا فرمائے گا اور تم پر اپنا انعام بھی پورا فرمائے گا، جس میں نبوت کا عطا کرنا بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر اور آل یعقوب پر اپنا انعام بھی کامل فرمائے گا، جیسا کہ اس سے پہلے تمہارے پردادا حضرت ابراہیم علیہ السلام پراور تمہارے دادا حضرت اسحاق علیہ السلام پر کامل انعام فرمایا تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ حقیقت بتلادی کہ اس خواب سے اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے لئے چن لیا ہے اور تمہارے آل پراور دوسروں پر اپنی نبوت کیلئے تم کو منتخب کرلیا ہے اور خوابوں کی تعبیر کا یہ خصوصی علم بھی اللہ تعالیٰ تمہیں عطا کرے گا۔ یعنی وہ فہم وفراست اللہ تعالیٰ تمہیں عطا کرے گا کہ تم خوابوں کی تعبیر کا حق ادا کرتے ہوئے تعبیر دیں گے۔ خواب کی تعبیر کا تذکرہ اسی سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۱۰۰ میں یوں ہے: قَالَ یٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا اے میرے ابّا جان! یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا اوراسی سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۳۷ میں بھی خواب کی تعبیر کا

ذکر ہے: لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دو قیدی ساتھیوں سے کہا کہ جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں خواب کی تعبیر بتادوں گا۔

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ اے یوسف! اللہ تعالیٰ تمہیں رسول بنا کر اور تم پر اپنی وحی نازل فرما کر اپنی نعمت تم پر پوری کرے گا اور یعقوب کی آل پر بھی اپنی نعمت پوری کرے گا۔ یعنی تمہارے ابّا جان اور تمہارے بھائی اور ان کی ذریت پر اپنا انعام پورا کرے گا، جس طرح اس سے پہلے تمہارے دادا حضرت اسحاق پر اپنی نعمت مکمل کی گئی اور تمہارے ابّا جان کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اپنی نعمت مکمل کی گئی۔ ان نعمتوں کے دیئے جانے میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقدم رکھا کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت عطا فرمائی اور ان کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کو نبوت بخشی پھر ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو نبوت دی گئی اور ان کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی۔

اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اللہ تعالیٰ علم کے بھی مالک ہیں، حکمت کے بھی مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کون زیادہ مستحق ہے اس بات کے کہ وہ نبی اور رسول بنے؟ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصے میں سوال کرنے والوں کے لئے دلائل ہیں۔ یہ بات اس لئے کہی گئی ہے کہ یہودیوں نے آزمائش کے طور پر رسولِ رحمت ﷺ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ معلوم کیا تھا اور وحی کے ذریعہ رسولِ رحمت ﷺ کو وہ قصہ بتلا دیا گیا اور آپ ﷺ نے یہودیوں کو یہ واقعہ سنا دیا اور یہ واقعہ رسولِ رحمت ﷺ کی نبوت کے لئے دلیل بن گیا۔

یوسف کو کسی گہرے کنویں میں ڈال دو

﴿درس نمبر: ۹۷۲﴾ ﴿یوسف: ۸۔۹۔۱۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۚۖ ﴿۸﴾ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِذْ قَالُوْا جب انہوں نے (آپس میں) کہا لَيُوْسُفُ البتہ یوسف وَاَخُوْهُ اور اس کا بھائی (بنیامین) اَحَبُّ زیادہ پیارے ہیں اِلٰٓى اَبِيْنَا ہمارے باپ کو مِنَّا ہم سے وَنَحْنُ حالانکہ ہم عُصْبَةٌ ایک (طاقتور) جماعت ہیں اِنَّ بے شک اَبَانَا ہمارا باپ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ البتہ واضح غلطی میں ہے ﴿۸﴾ اقْتُلُوْا تم قتل کردو يُوْسُفَ یوسف کو اَوِ اطْرَحُوْهُ یا اسے پھینک دو اَرْضًا کسی زمین میں يَّخْلُ (کہ) خالی ہوجائے لَكُمْ تمہارے لیے وَجْهُ چہرہ اَبِيْكُمْ تمہارے باپ کا وَتَكُوْنُوْا اور تم ہوجانا مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد قَوْمًا صٰلِحِيْنَ

نیک لوگ ۞ قَالَ قَآئِلٌ کہا ایک کہنے والے نے مِّنْهُمْ ان میں سے لَا تَقْتُلُوْا نہ تم قتل کرو يُوْسُفَ یوسف کو وَاَلْقُوْهُ اور تم اسے ڈال دو فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ کنویں کی تہہ میں يَلْتَقِطْهُ (کہ) اُٹھالے جائے اسے بَعْضُ السَّيَّارَةِ کوئی مسافر اِنْ اگر كُنْتُمْ ہو تم فٰعِلِيْنَ کرنے والے ہی ۞

ترجمہ: جب انہوں نے (آپس میں) تذکرہ کیا کہ یوسف اور اُس کا بھائی ابا کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم جماعت (کی جماعت) ہیں کچھ شک نہیں کہ ابا صریح غلطی پر ہیں ۞ تو یوسف کو (یا تو جان سے) مار ڈالو یا کسی ملک میں پھینک دو پھر ابا کی توجہ صرف تمہاری طرف ہو جائے گی اور اُس کے بعد تم اچھی حالت میں ہو جاؤ گے ۞ اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو جان سے نہ مارو، کسی گہرے کنوئیں میں ڈال دو کہ کوئی راہ گیر نکال (کر دوسرے ملک میں) لے جائے گا اگر تم کو کرنا ہے (تو یوں کرو)۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب بھائیوں نے آپس میں تذکرہ کیا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے ابّا کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں

۲۔ حالانکہ ہم سارے بھائی جماعت کی جماعت ہیں

۳۔ بیشک ہمارے ابّا صریح غلطی میں ہیں

۴۔ تو یوسف کو یا تو جان سے مار ڈالو یا کسی ملک میں پھینک دو

۵۔ پھر تو ابّا کی توجہ صرف تمہاری طرف ہو جائے گی

۶۔ اس کے بعد تم اچھی حالت میں ہو جاؤ گے

۷۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو جان سے نہ مارو

۸۔ کسی گہرے کنویں میں ڈال دو کہ کوئی راہ گیر نکال کر دوسرے ملک میں لے جائے اگر تم کو کرنا ہے تو یہی کرو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپس میں یہ کہا کہ ہمارے ابّا جان کو تو بس یوسف اور اس کا حقیقی بھائی بنیامین ہی زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہماری پوری جماعت ہے۔ ہم دس بھائی ہیں۔ ہمارے ابّا جان کو تو دس افراد کی یہ جماعت فائدہ والی ہے، ہم تو ان کی خدمت کرتے ہیں اور ان کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ ہمارے ابّا جان کو یہ بڑی جماعت سے زیادہ یہ دونوں بھائی یعنی یوسف اور بنیامین کیوں زیادہ پیارے ہیں؟ دراصل یہ دس بھائی یہ کہنا چاہتے تھے کہ ہمارے ابّا جان کی محبت کا جو رخ ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ اس معاملہ میں ہمارے ابّا جان صریح غلطی میں ہیں۔ حضرت یوسف کے جو دس بھائی تھے ان کے یہ نام مفسرین نے ذکر کیے ہیں: (۱) یہودا (۲) روبیل (۳) شمعون (۴) لاوی (۵) رویالون (۶) یسخر (۷) دانی (۸) یفتالی (۹) جاد (۱۰) آشر۔ ان دس میں سے شروع کے جو چھ بھائی ہیں وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی لیا بنت لایان سے ہیں جو

حضرت یعقوب علیہ السلام کی خالہ کی بیٹی تھیں اور آخری کے چار زلفہ اور بلہہ نامی باندیوں سے ہیں۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی پہلی بیوی لیّا کا انتقال ہوگیا تو انہوں نے اپنی سالی یعنی لیّا کی بہن راحیل سے نکاح کیا اور راحیل سے دو بیٹے ہوئے، بنیامین اور یوسف۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے باپ پر جو الزام دھرا ہے کہ وہ یوسف اور بنیامین کو زیادہ چاہتے ہیں یہ بھائی آپس میں جو گفتگو کر رہے تھے اس سے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ ہمارے ابّا جان کی یہ واضح غلطی ہے کہ وہ ہم دس بھائیوں کے مقابلہ میں یوسف اور بنیامین کو زیادہ چاہتے ہیں اور ہمارے ابّا جان نے محبت میں عدل و انصاف کا معاملہ نہیں کیا ہے اور ان دو بھائیوں کو ہمارے ابّا جان کیسے فضیلت دے رہے ہیں جبکہ ان سے ابّا جان کو کوئی فائدہ بھی نہیں ہے؟ ہم دس بھائی تو نوجوان اور طاقتور ہیں اور معیشت اور دفاع کے معاملات میں ہم دس بھائی کھڑے ہوتے ہیں اور ہمارے ابّا جان ایک بڑی جماعت کے مقابلہ میں ان دونوں سے زیادہ کیوں محبت کرتے ہیں؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی کوئی غلطی نہیں تھی بلکہ خود ان بھائیوں کی غلطی تھی، اس لئے کہ یوسف اور بنیامین چھوٹے بھی تھے اور یتیم بھی تھے جن کی ماں راحیل کا انتقال ہوگیا تھا اور اس لئے بھی حضرت یوسف علیہ السلام سے حضرت یعقوب زیادہ محبت کرتے تھے کہ وہ ان میں نبوت کی صلاحیت محسوس کرتے تھے اور ان میں دانشمندی اور حکمت بھی زیادہ تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب نے اس میں اور زیادہ مضبوطی پیدا کر دی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپس میں یہ بھی کہا کہ یوسف کو قتل کر دیں یا کہیں دور دراز جگہ پھینک دیں جہاں سے کوئی خیر خبر نہ پہنچے۔ جب یوسف کو ابّا جان کی نگاہوں سے ہٹا دیں گے تو لامحالہ ان کا رخ ہماری طرف ہو جائے گا۔ اس طرح تمہاری دنیا بھی درست ہو جائے گی اور تمہارے کام بھی بن جائیں گے۔ وَتَكُونُوا مِنۢ بَعۡدِهِۦ قَوۡمًا صَٰلِحِينَ کا ایک مطلب مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یوسف کے بارے میں تمہیں جو کچھ کرنا ہے کرلو، یہ ہے تو گناہ کا کام، لیکن بعد میں توبہ کر کے نیک بن جانا۔ اس طرح ان بھائیوں نے گناہ سے پہلے توبہ کی بات کو دلوں میں چھپایا تھا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے یا قتل کرنے کی بات ہو رہی تھی تو ان بھائیوں میں سے ایک نے یعنی بڑے بھائی یہودا نے کہا کہ تم یوسف کو قتل کرنے میں پہل مت کرو اس لئے کہ قتل بڑا جرم ہے اور وہ تو تمہارا بھائی ہے۔ بعض مفسرین قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ سے روبیل نامی بھائی مراد لیا ہے۔ ہاں! یہ کام کر سکتے ہو کہ یوسف کو کسی کنویں میں ڈال دو۔ اگر ہم یوسف کو کنویں میں ڈال دیں گے تو تجارتی غرض سے جو مسافر یہاں سے گزریں گے وہ اس کو کنویں سے اٹھالیں گے، اس طرح تم یوسف سے خلاصی پالو گے اور تمہاری غرض بھی پوری ہو جائے گی۔ تمہارا مقصد یوسف کا قتل نہیں ہے بلکہ یوسف کو ابّا جان کی نظروں سے دور کرنا ہے۔ کنویں میں ڈالنے کی صورت میں تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اگر تم کو کرنا ہے تو یہ کام کرو کہ یوسف کو کنویں میں ڈال دو، اس کو قتل مت کرو۔

درس نمبر:۹۷۳ **یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے** یوسف:۱۱۔۱۲۔۱۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنَاصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْا انہوں نے کہا يٰٓاَبَانَا اے ہمارے ابا جان! مَالَكَ کیا ہے آپ کو لَا تَاْمَنَّا امین نہیں سمجھتے آپ ہمیں عَلٰى يُوْسُفَ یوسف پر وَاِنَّا حالانکہ یقیناً ہم لَهٗ اس کے لَنَاصِحُوْنَ البتہ خیرخواہ ہیں ۝ اَرْسِلْهُ آپ اسے بھیجیں مَعَنَا ہمارے ساتھ غَدًا کل يَّرْتَعْ کہ وہ (فراخی سے) کھائے وَيَلْعَبْ اور کھیلے کودے وَاِنَّا اور ہم یقیناً لَهٗ اس کی لَحٰفِظُوْنَ ضرور حفاظت کرنے والے ہیں ۝ قَالَ (یعقوب نے) کہا اِنِّيْ بے شک مجھے لَيَحْزُنُنِيْٓ البتہ رنج میں ڈالتی ہے اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ کہ تم لے جاؤ اسے وَاَخَافُ اور میں ڈرتا ہوں اَنْ يَّاْكُلَهُ کہ اسے کھا جائے الذِّئْبُ بھیڑیا وَاَنْتُمْ اس حال میں کہ تم عَنْهُ اس سے غٰفِلُوْنَ غافل ہو ۝

ترجمہ: (یہ مشورہ کر کے وہ یعقوب سے) کہنے لگے کہ ابا جان کیا سبب ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے؟ حالانکہ ہم اُس کے خیر خواہ ہیں ۝ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب میوے کھائے اور کھیلے کودے ہم اُس کے نگہبان ہیں ۝ انہوں نے کہا کہ یہ امر مجھے غمناک کرتا ہے کہ تم اُسے لے جاؤ (یعنی وہ مجھ سے جدا ہو جائے) اور مجھے یہ بھی خوف ہے کہ تم (کھیل میں) اُس سے غافل ہو جاؤ اور اُسے بھیڑیا کھا جائے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کہنے لگے کہ ابّا جان! کیا سبب ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے؟

۲۔ حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں

۳۔ کل یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے

۴۔ تا کہ وہ خوب میوے کھائے اور کھیلے کودے

۵۔ ہم یوسف کے نگہبان ہیں

۶۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ یہ بات مجھے غمناک کرتی ہے کہ تم یوسف کو لے جاؤ

۷۔ مجھے یہ بھی خوف ہے کہ تم کھیل کود میں یوسف سے غافل ہو جاؤ

۸۔ یوسف کو بھیڑیا کھالے

بہر حال بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کا منصوبہ تیار کیا اور اسی منصوبے کی تکمیل

کے لئے وہ اپنے ابّا جان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یٰٓاَبَانَا مَالَکَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ ابّا جان! کیا بات ہے آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اطمینان نہیں کرتے؟ وَاِنَّا لَہٗ لَنٰصِحُوْنَ حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں۔اس طرح بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی محبت اور شفقت کا اظہار کیا۔ وہ سب جانتے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے بے انتہاء محبت کرتے ہیں۔ بھائیوں نے کہا: ابّا جان! یوسف کو ہمارے ساتھ کل بھیج دیجئے تاکہ وہ ہمارے ساتھ کھائے پیے، کھیلے کودے اور ہم سب یوسف کی پوری حفاظت کریں گے۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی یہ خیال کیا کہ چلو! یوسف بھی تھوڑی بہت سیر وتفریح کرلے گا، اس کا دل بھی خوش ہوگا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے ساتھ بھیج دیا، بھیجتے ہوئے اس خدشہ اور خوف کا بھی اظہار کیا کہ مجھے یہ بات رنجیدہ کرتی ہے کہ تم یوسف کو لے جاؤ اور میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ تم یوسف سے غافل ہوجاؤ اور یوسف کو بھیڑیا کھا جائے۔یعنی بیٹے یوسف کی کسی بھی قسم کی جدائی میرے لئے غم کا باعث ہے اور تم تو تیراندازی اور جانوروں کو چرانے میں مشغول ہوجاؤ گے، اس طرح تم سب یوسف سے غافل رہو گے اور بھیڑیا یوسف کو کھا جائے گا اور انہیں اس کا احساس بھی نہ ہوگا۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیجنے کے سلسلہ میں جو معذرت کی اس میں دو وجوہات بیان کیں۔ایک یہ کہ یوسف کی جدائی سے مجھے غم ہوتا ہے اور دوسری یہ کہ اگر یہ بھائی کھیل کود وغیرہ میں مصروفیت کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام سے غافل ہوجائیں گے اور بھیڑیا انہیں کھا نہ جائے۔

درس نمبر: ۹۷۴ — یوسف: ۱۴۔۱۵

بھائی اس پر متفق ہوگئے کہ حضرت یوسف کو کنویں میں ڈال دیں

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْا انہوں نے کہا لَئِنْ البتہ اگر اَكَلَهُ اسے کھا جائے الذِّئْبُ بھیڑیا وَنَحْنُ جبکہ ہم عُصْبَةٌ ایک (طاقتور) جماعت ہیں اِنَّآ بلاشبہ ہم اِذًا اس وقت لَّخٰسِرُوْنَ یقیناً خسارہ پانے والے ہوں گے ﴿۱۴﴾ فَلَمَّا پھر جب ذَهَبُوْا بِهٖ وہ اس کو لے گئے وَاَجْمَعُوْٓا اور انہوں نے عزم کرلیا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ کہ وہ اسے ڈال دیں فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ کنویں کی گہرائی میں وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی کی اِلَيْهِ اس کی طرف لَتُنَبِّئَنَّهُمْ (کہ) تو انہیں ضرور خبر دے گا بِاَمْرِهِمْ هٰذَا ان کے اس کام کی وَهُمْ جبکہ وہ لَا يَشْعُرُوْنَ نہیں سمجھتے ہوں گے ﴿۱۵﴾

ترجمہ: وہ کہنے لگے کہ اگر ہماری موجودگی میں کہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں اسے بھیڑیا کھا گیا تو ہم

بڑے نقصان میں پڑ گئے ۱۴ غرض جب وہ اس کو لے گئے اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کو گہرے کنوئیں میں ڈال دیں تو ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ (ایک وقت ایسا آئے گا کہ) تم ان کو اس سلوک سے آگاہ کر دو گے اور ان کو (اس وحی کی) کچھ خبر نہ ہوگی۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بھائی کہنے لگے کہ اگر ہماری موجودگی میں کہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں اگر اسے بھیڑیا کھا گیا تو ہم بڑے نقصان میں پڑ گئے۔

۲۔ غرض جب بھائی یوسف کو لے گئے

۳۔ اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کو گہرے کنویں میں ڈال دیں

۴۔ ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ تم ان کو اس سلوک سے آگاہ کر دو گے اور ان کو اس وحی کی کچھ خبر نہ ہوگی

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے یہ کہا کہ مجھے یوسف کی جدائی غمگین کر دیتی ہے تو انہوں نے اس عذر کا کوئی جواب نہیں دیا، لیکن اس عذر کا جواب ضرور دیا کہ تم لوگ کھیل کود اور تیر اندازی وغیرہ میں مشغول ہو کر یوسف سے غافل ہو جاؤ گے تو ان بھائیوں نے کہا: لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اگر یوسف کو بھیڑیا کھا جائے اور ہماری پوری جماعت ہے تو اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ہم ایسی صورت میں بالکل ہی خسارہ میں پڑنے والے ہو جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی بڑی جماعت کے ہوتے ہوئے یوسف کو بھیڑیا کھا لے؟ اگر ہم سب بھائیوں کے ہوتے ہوئے یوسف کو بھیڑیا کھا گیا تو ہم بالکل ہی کسی کام کے نہ رہے۔ ایسی صورت میں ہم تو سب کچھ گنوا دینے والے اور ضائع کر دینے والے ہو جائیں گے۔ اس طرح یہ سارے بیٹے اپنے ابّا جان کو اطمینان دلا رہے تھے کہ آپ بےفکر رہیں، ہم یوسف کی پوری طرح حفاظت کریں گے اور ہم یوسف کی حفاظت کرنے کی پوری قدرت و طاقت بھی رکھتے ہیں۔ اگر ہم جیسے لمبے تڑنگے، قوت و طاقت رکھے والے جوانوں کی طاقت اور جوانی کچھ بھی کام نہ آئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم بالکل ہی اپاہج ہو گئے، اگر اتنا چھوٹا سا کام نہ کر سکے تو ہماری زندگی کا فائدہ ہی کیا ہے؟

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ پھر جب وہ سارے بھائی یوسف کو لے گئے اور اس بات پر متفق ہو گئے کہ انہیں اندھیرے کنویں میں ڈال دیں۔ ان بھائیوں نے جب باپ کو اس بات پر راضی کر لیا اور اطمینان بھی دلا دیا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی حفاظت کریں گے تو باپ نے انہیں یوسف کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ سب حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر چلے گئے اور پکا ارادہ کر لیا کہ انہیں کنویں میں ڈال دیں۔ جس کنویں میں ان بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈالا تھا اس کنویں کے بارے میں مختلف اقوال

ہیں۔بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وہ بیت المقدس کا کنواں تھا،بعض کہتے ہیں کہ وہ اردن کی سرزمین کا کنواں تھا اور بعض کہتے ہیں کہ مصر اور مدین کے درمیان واقع کسی جگہ کا کنواں تھا۔ان بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کو اتارا،ان کو خوب مارا،ان کی توہین کی اور ان کے قتل کا ارادہ کیا اور ان کو ڈول کے ذریعہ کنویں میں اتارا۔جب کنویں کی گہرائی کے آدھے حصہ تک پہنچے تو ان کو وہاں سے گرادیا تاکہ وہ مرجائیں۔چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام پانی میں گر پڑے اور ایک چٹان کا سہارا لیا۔پھر ان بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پکارا۔حضرت یوسف علیہ السلام نے اس گمان وامید پر کہ وہ ان پر رحم کریں گے جواب بھی دیا۔ان بھائیوں نے ایک چٹان سے حضرت یوسف کو مارنے کا ارادہ کیا،مگر بڑے بھائی یہودا نے ان بھائیوں کو اس ظالمانہ حرکت سے روکا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور ہم نے یوسف کے پاس وحی بھیجی کہ تم ضرور ان کو اس سلوک سے آگاہ کردو گے اور ان کو (اس وحی کی) کچھ خبر نہ ہوگی۔یعنی حضرت یوسف علیہ السلام سے یہاں یہ بات کہی جارہی ہے کہ جن بھائیوں نے تمہارے ساتھ یہ بدترین سلوک کیا ہے ایک وقت آئے گا کہ تم اپنے بھائیوں سے یہ بات بتلاؤ گے کہ تم نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا تھا اور ان بھائیوں کو اس وقت معلوم بھی نہیں ہوگا کہ جس سے یہ بات کررہے ہیں یہ وہی یوسف ہیں جن کو انہوں نے کنویں میں ڈال دیا تھا۔یہ رب ذوالجلال کی قدرت تھی اور اس کا وہ ارادہ تھا اور اس کی مہربانی اور رحمت بھی تھی کہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ عسر یعنی تنگی کے بعد یسر یعنی راحت کا معاملہ فرمایا اور اس مصیبت سے انہیں نجات دی جس مصیبت میں ان کے بھائی انہیں مبتلا کرنا چاہتے تھے۔اللہ تعالیٰ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ اس حقیقت سے باخبر کرنا ایسے ہی تھا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی جانب اس وقت وحی کی گئی جبکہ ان کی ماں کو فرعون کی جانب سے ان کے بچہ کے قتل کا خوف اور اندیشہ ہوا:وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ۔الخ۔(القصص:۷) ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو تو اسے دریا میں بہادینا۔ایسے وقت جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں ہیں ان کی طرف وحی کے ذریعہ تسلی دینا دراصل حضرت یوسف علیہ السلام کے دل کو مضبوط کرنا تھا اور ان کو اطمینان دلانا تھا کہ جو کچھ تمہارے بھائی تمہارے خلاف سازشیں اور حرکتیں کررہے ہیں اس پر تم غم نہ کرو،یقیناً تمہارے لئے تمہارے پروردگار کی طرف سے غم سے چھٹکارا بھی ہے اور غم سے نکلنے کے راستے بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے بھائیوں کی سازش کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور ایک وقت آئے گا کہ تم انہیں اس بات کی خبر دو گے کہ انہوں نے تمہارے ساتھ کس قدر بُری حرکت کی تھی؟اور جس وقت تم انہیں یہ بات کہو گے اس وقت ان بھائیوں کو اس بات کا پتہ بھی نہیں ہوگا کہ تم ہی یوسف ہو۔یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو اشارتاً یہ بھی بتلادیا گیا کہ تم کنویں سے صحیح سلامت زندہ نکلو گے اور تم ایسے مقام پر پہنچو گے کہ ان بھائیوں سے خطاب بھی کرسکو گے۔چنانچہ وہ وقت آیا

اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے یہ فرمایا جس کو اسی سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۸۹ میں بیان کیا گیا ہے: هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ کیا تمہیں اس کا علم ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا جبکہ تم جاہل تھے؟

سارے بھائی روتے ہوئے ابّا جان کے پاس آئے

﴿درس نمبر: ۹۷۵﴾ ﴿یوسف: ۱۶۔۱۷۔۱۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝۱۶ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ج وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝۱۷ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ط قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ط فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝۱۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَجَآءُوْ اور وہ آئے اَبَاهُمْ اپنے باپ کے پاس عِشَآءً عشاء کے وقت يَّبْكُوْنَ روتے ہوئے ۝۱۶ قَالُوْا انہوں نے کہا يٰٓاَبَانَآ اے ہمارے ابا جان! اِنَّا ذَهَبْنَا بے شک ہم گئے نَسْتَبِقُ (اور) دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے وَتَرَكْنَا اور ہم نے چھوڑ دیا يُوْسُفَ یوسف کو عِنْدَ مَتَاعِنَا اپنے سامان کے پاس فَاَكَلَهُ تو کھا گیا اسے الذِّئْبُ بھیڑیا وَمَآ اَنْتَ اور نہیں آپ بِمُؤْمِنٍ یقین کرنے والے لَّنَا ہماری بات کا وَلَوْ كُنَّا اور اگرچہ ہم صٰدِقِيْنَ سچے ۝۱۷ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ اور (لگا) لائے وہ اس کی قمیص پر خون كَذِبٍ جھوٹا قَالَ (یعقوب نے) کہا (حقیقت یہ نہیں) بَلْ بلکہ سَوَّلَتْ بنالی ہے لَكُمْ تمہارے لیے اَنْفُسُكُمْ تمہارے نفسوں نے اَمْرًا ایک بات فَصَبْرٌ سو صبر ہی جَمِيْلٌ بہتر ہے وَاللّٰهُ اور اللہ (ہی سے) الْمُسْتَعَانُ مدد طلب کی جاتی ہے عَلٰى مَا اس پر جو تَصِفُوْنَ تم بیان کرتے ہو ۝۱۸

ترجمہ: (یہ حرکت کر کے) وہ رات کے وقت باپ کے پاس روتے ہوئے آئے ۝۱۶ اور کہنے لگے کہ ابا جان! ہم تو دوڑنے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں مصروف ہو گئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے تو اُسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ ہماری بات کا، گو ہم سچ ہی کہتے ہوں یقین نہیں کریں گے ۝۱۷ اور اُن کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے یعقوب نے کہا کہ (حقیقۃ الحال یوں نہیں ہے) بلکہ تم اپنے دل سے (یہ) بات بنا لائے ہو اچھا صبر (کہ وہی) خوب ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ سارے بھائی رات کے وقت باپ کے پاس روتے ہوئے آئے

۲۔ کہنے لگے کہ ابّا جان! ہم تو دوڑنے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں مصروف ہو گئے

۳۔ یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔

۴۔آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے گو ہم سچ ہی کہتے ہوں
۵۔حضرت یوسف علیہ السلام کے کُرتے پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے
۶۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے ہو
۷۔اچھا صبر کہ وہی خوب ہے
۸۔جو تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔

بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال دیا۔رات کے وقت روتے ہوئے وہ سارے بھائی اپنے ابّا جان کے پاس آئے،اس لئے کہ انہیں اپنے باپ کے سامنے یہ ثابت کرنا تھا کہ انہوں نے یوسف کے ساتھ کوئی ظالمانہ حرکت نہیں کی ہے بلکہ بھیڑیے نے یوسف کو کھالیا ہے۔چنانچہ سارے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اے ہمارے ابّا جان! حقیقت یہ ہے کہ ہم سب آپس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کیلئے دوڑ لگانے میں مشغول ہو گئے تھے اور یوسف کو ہم نے ہمارے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا،بس بھیڑیے نے یوسف کو کھالیا۔یعنی ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ سامان کے پاس بھیڑیا آجائے گا اور یوسف کو کھا جائے گا۔ہمارا تو یہی خیال تھا کہ یہاں تک بھیڑیا نہیں آئے گا اور یوسف محفوظ رہیں گے۔یہ بھائی حقیقت میں نہیں رو رہے تھے بلکہ رونے کی ایکٹنگ کر رہے تھے اور انہیں یوسف کو کنویں میں ڈالنے کا غم بھی نہیں تھا،وہ جھوٹی بات بنا کر صرف دکھ اور غم کا اظہار کر رہے تھے۔ان بھائیوں نے اپنے باپ سے یہ بھی کہا کہ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ اگر ہم سچے بھی ہوں جب بھی آپ ہماری بات پر یقین کرنے والے نہیں ہیں،اس لئے کہ آپ یوسف سے زیادہ محبت کی وجہ سے ہم پر ہی الزام اور تہمت لگائیں گے اور آپ ہمارے بارے میں یہی گمان رکھتے ہیں کہ ہم جھوٹے ہیں۔

ان بھائیوں نے اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے ایک غیر دانشمندانہ ترکیب اختیار کی۔حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے سے پہلے ان کا کرتا ان کے جسم سے ان بھائیوں نے اتار لیا تھا تو انہوں نے اس کرتے پر جھوٹ موٹ کے خون سے رنگ آلود کر دیا۔مفسرین لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک جانور کو ذبح کیا اور اس کے خون سے کپڑے کو رنگ دیا تا کہ اپنے ابّا جان کو یہ بتلائیں کہ یہ یوسف کا کرتا ہے،جس وقت بھیڑیے نے ان کو کھایا وہ یہ کرتا پہنے ہوئے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ آدمی جب جرم کرتا ہے تو اس کی عقل کمزور ہو جاتی ہے۔جرم کے سرزد ہونے کی پریشانی میں آدمی کی عقل میں فتور آ جاتا ہے اور بیوقوں کی سی حرکت کرنے لگتا ہے۔ان بھائیوں نے کُرتے پر خون تو لگا دیا لیکن ان کا ذہن اس طرف نہیں گیا کہ اگر واقعی بھیڑیے نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کھالیا اور اسی کی وجہ سے ان کا کرتہ خون آلود ہوا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کرتے کے پھٹے بغیر بھیڑیا یوسف کو کھا جائے۔ان بھائیوں کی جھوٹی تدبیر میں بھی نقص تھا۔حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں جھوٹ موٹ کا خون لگانا بھائیوں کا کام تھا اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ

یہ تھا کہ اس کے ذریعہ سے ان بھائیوں کے جرم کا پتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو لگ جائے۔حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی فراست وبصیرت سے سمجھ گئے کہ یہ جھوٹ موٹ کا خون ہے۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خون نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی اس بات کی تصدیق نہیں کی اوران سے منہ موڑلیا اور کہا کہ یوسف کو بھیڑیے نے نہیں کھایا ہے: بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہیں ایک بات سجھادی ہے۔تم ایک بہانہ بنا کر میرے پاس لے آئے ہو۔اب میں کیا کرسکتا ہوں سوائے اس کے کہ اس حادثہ پر میں صبر کروں؟

گنتی کے چند درہم میں حضرت یوسف کو بیچ ڈالا

درس نمبر:۹۷۶ — یوسف:۱۹۔۲۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَجَآءَتْ اورآیا سَيَّارَةٌ قافلہ فَاَرْسَلُوْا چنانچہ انہوں نے بھیجا وَارِدَهُمْ اپنا پانی لانے والا فَاَدْلٰى تواس نے لٹکایا دَلْوَهٗ اپنا ڈول قَالَ (تو) اس نے کہا يٰبُشْرٰى واہ خوشخبری ہے! هٰذَا غُلٰمٌ یہ(تو) لڑکا ہے وَاَسَرُّوْهُ اورانہوں نے اسے چھپایا بِضَاعَةً پونجی سمجھ کر وَاللّٰهُ اوراللہ عَلِيْمٌۢ خوب جانتا تھا بِمَا اسے جو يَعْمَلُوْنَ وہ کررہے تھے ۝ وَشَرَوْهُ اورانہوں نے اس کو بیچ ڈالا بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ بہ قیمت ناقص دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (یعنی) گنتی کے چند درہموں میں وَكَانُوْا اور تھے وہ فِيْهِ اس کی بابت مِنَ الزّٰهِدِيْنَ بے رغبت ۝

ترجمہ: (اب اللہ کی شان دیکھو کہ اس کنوئیں کے قریب) ایک قافلہ آ وارد ہوا اورانہوں نے (پانی کیلئے) اپنا سقا بھیجا، اس نے کنوئیں میں ڈول لٹکایا (تو یوسف اس سے لٹک گئے) وہ بولا زہے قسمت یہ تو (نہایت حسین) لڑکا ہے اوراس کو قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپالیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اللہ کو سب معلوم تھا ۝ اوراس کو تھوڑی سی قیمت (یعنی) معدودے چند درہموں پر بیچ ڈالا اورانہیں ان (کے بارے) میں کچھ لالچ بھی نہ تھا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ایک قافلہ آیا

۲۔قافلہ والوں نے پانی لانے کیلئے ایک سقا بھیجا

۳۔سقانے اپنا ڈول کنویں میں لٹکایا۔

۴۔سقانے کہا واہ خوشخبری ہے۔

۵۔یہ تو لڑکا ہے۔

۶۔قافلہ والوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو چھپالیا پونجی سمجھ کر

۷۔اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کر رہے تھے

۸۔قافلہ والوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ناقص قیمت سے بیچ ڈالا

۹۔گنتی کے چند درہموں میں

۱۰۔وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں بے رغبت تھے۔

بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال دیا۔ اِدھر حضرت یوسف کے بڑے بھائی یہودا ہر دن حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے کھانا لے آتے اور کھلا دیتے۔ایک دن یہودا آئے تو دیکھا کہ یوسف کنویں میں نہیں ہیں۔ چنانچہ یہودا نے اپنے بھائیوں کو اس کی اطلاع دی۔ چنانچہ سارے بھائی کنویں کے پاس آئے اور اِدھر یہ معاملہ ہوا کہ ایک قافلہ کنویں کے قریب پہنچا جو مدین سے سفر کرتے ہوئے مصر جا رہا تھا۔ قافلہ کے یہ لوگ اسماعیلی عرب تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالے تین دن گزر چکے تھے۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انہیں کنویں میں ڈالنے کے بعد اس کنویں کے قریب ہی بیٹھے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بچاؤ کی تدبیر فرمائی اور ایک قافلہ والے جو وہاں سے گزر رہے تھے جنہوں نے کنویں کے قریب پڑاؤ ڈالا تھا ایک آدمی کو بھیجا تا کہ وہ پانی لے آئے۔ اس شخص نے اپنا ڈول کنویں میں ڈالا، جیسے ہی ڈول کنویں کے اندر ڈالا گیا حضرت یوسف علیہ السلام اس سے لٹک گئے، یعنی اس ڈول کو تھام لیا۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے نکل گئے۔ اس شخص نے جب اس حسین و جمیل لڑکے کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو خوشخبری دیتے ہوئے آواز لگائی کہ یٰبُشْرٰی هٰذَا غُلٰمٌ کیا ہی خوشی کی بات ہے کہ یہ ایک لڑکا ہے۔ قافلہ والے خوش ہو گئے کہ چلو! اس قدر حسین و جمیل لڑکا مل گیا، اس کو بیچا جائے گا تو نفع ملے گا۔ قافلہ والوں نے حضرت یوسف کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپا لیا تا کہ وہ سامانِ تجارت بن جائیں کہ اس کو مصر والوں میں بیچ دیں اور کچھ مال و متاع مل جائے اور اللہ تعالیٰ کو پورا علم ہے جو کچھ کہ یہ لوگ کر رہے تھے۔

اس واقعہ کے ذریعہ دراصل رسولِ رحمت ﷺ کو ایسے موقع پر تسلی دی گئی ہے جبکہ آپ ﷺ پر مکہ کے مشرکین ظلم ڈھا رہے تھے کہ جس طرح ہم نے یوسف کو مصیبتوں سے آزاد کر دیا آپ کو بھی اس مصیبت سے آزاد کریں گے اور اس میں تلقین بھی ہے کہ جس طرح یوسف علیہ السلام نے صبر کیا آپ بھی صبر سے کام لیجئے۔ بہر حال جب قافلہ والوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو چھپا لیا۔ ایک روایت کے اعتبار سے یہ بھی ہے کہ اسی دوران حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی وہاں پہنچ گئے اور قافلہ والوں سے یہ کہہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو واپس لے لیا کہ یہ تو ہمارا بھگوڑا غلام ہے۔ ہم سے بھاگ کر آ گیا تھا۔ چنانچہ ان بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے قبضہ میں لے کر اس قافلہ والوں کو کوڑی کے دام بیچ ڈالا جس کا ذکر یہاں یوں کیا گیا: وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ انہوں نے

یوسف کو معمولی سی قیمت پر بیچ دیا جو گنتی کے چند درہم تھے۔ بھائیوں نے حضرت یوسف کو قافلہ والوں کے ہاتھ جو بیچا تھا بیس درہم یا بائیس درہم میں بیچا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ یہ ایک ناقص قیمت تھی۔ حقیقت یہ تھی کہ یہ سارے بھائی حضرت یوسف سے بے رغبت تھے۔ ان کی نگاہوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کی کوئی قیمت ہی نہیں تھی۔ انہوں نے برائے نام بیچا تھا کہ کسی طرح یوسف اپنے باپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔

﴿درس نمبر: ۷۷۹﴾ ہم نے یوسف کو سرزمین مصر میں جگہ دی ﴿یوسف: ۲۱۔۲۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الَّذِى اشْتَرٰهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِىْ مَثْوٰهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۫ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَ اور کہا الَّذِى اس شخص نے جس نے اشْتَرٰهُ خریدا تھا اس (یوسف) کو مِنْ مِّصْرَ مصر سے لِامْرَاَتِهٖٓ اپنی بیوی سے اَكْرِمِىْ اچھا کر مَثْوٰهُ اس کا ٹھکانہ عَسٰٓى امید ہے کہ اَنْ يَّنْفَعَنَآ کہ وہ ہمیں نفع دے اَوْ نَتَّخِذَهٗ یا (یہ کہ) ہم بنالیں اس کو وَلَدًا بیٹا وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح مَكَّنَّا ہم نے قوت دی لِيُوْسُفَ یوسف کو فِى الْاَرْضِ زمین (مصر) میں وَلِنُعَلِّمَهٗ اور تاکہ ہم اسے سکھائیں مِنْ تَاْوِيْلِ تعبیر کرنا الْاَحَادِيْثِ باتوں (خوابوں) کی وَاللّٰهُ اور اللہ غَالِبٌ غالب ہے عَلٰٓى اَمْرِهٖ اپنے (ہر) کام پر وَلٰكِنَّ اور لیکن اَكْثَرَ اکثر النَّاسِ لوگ لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے ۝ وَلَمَّا اور جب بَلَغَ پہنچا وہ (یوسف) اَشُدَّهٗٓ اپنی جوانی کو اٰتَيْنٰهُ (تو) ہم نے اسے دیا حُكْمًا وَّعِلْمًا دانائی اور علم وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نَجْزِى ہم جزا دیتے ہیں الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں کو ۝

ترجمہ: اور مصر میں جس شخص نے اُسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے (جس کا نام زلیخا تھا) کہا کہ اس کو عزت و اکرام سے رکھو عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔ اس طرح ہم نے یوسف کو سرزمین (مصر) میں جگہ دی اور غرض یہ تھی کہ ہم اُن کو (خواب کی) باتوں کی تعبیر سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۝ اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو دانائی اور علم عطا کیا اور نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مصر میں جس شخص نے حضرت یوسف کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا

۲۔ یوسف کو عزت واکرام سے رکھو

۳۔ امید ہے کہ یوسف ہمیں فائدہ پہنچائے

۴۔ یا یوسف کو ہم اپنا بیٹا بنالیں

۵۔ ہم نے اس طرح حضرت یوسف کو سرزمین مصر میں جگہ دی

۶۔ غرض یہ تھی کہ ہم ان کو خواب کی باتوں کی تعبیر سکھائیں

۷۔ اللہ اپنے کام پر غالب ہے

۸۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

۹۔ جب حضرت یوسف جوانی کو پہنچے

۱۰۔ ہم نے یوسف کو دانائی اور علم عطا کیا۔

۱۱۔ نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں

جن قافلہ والوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے گنتی کے چند درہموں میں بیچ ڈالا تھا وہ قافلہ حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر مصر پہنچا اور مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچ دیا۔ جس شخص نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا وہ عزیز مصر تھا جو مصر کے خزانوں پر مقرر تھا جس کا نام مفسرین نے قطفیر یا اطفیر لکھا ہے۔ ان دنوں مصر کا جو بادشاہ تھا وہ ریان بن الولید تھا۔ یہ بادشاہ آگے چل کر مسلمان ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ ہی میں اس کی وفات ہوگئی۔ جس وقت عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر سترہ سال تھی۔ عزیز مصر کے گھر میں حضرت یوسف علیہ السلام تیرہ سال ٹھہرے اور مصر کے بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا وزیر بنالیا جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام تیس سال کی عمر کو پہنچ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو علم و حکمت عطا فرمائی جب وہ تینتیس سال کو پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات اس وقت ہوئی جبکہ ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر جو کچھ مصیبت گزری جبکہ وہ کنویں میں تھے ایک دردناک واقعہ ہے۔ جب عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا اور اپنے گھر لے آیا تو اس نے اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ اس کو اچھی طرح اکرام کے ساتھ رکھنا۔ یعنی اس کے لیٹنے بیٹھنے وغیرہ کی جگہ اچھی ہو اور یوسف کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ممکن ہے کہ آئندہ چل کر یوسف ہمیں نفع دے یا یہ کہ ہم یوسف کو اپنا بیٹا ہی بنالیں۔ عزیز مصر کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اولاد نہیں تھی، اس لئے عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنا لینے کی بات کہی۔ عزیز مصر کی بیوی کا نام زلیخا مشہور ہے۔ لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا نام راعیل تھا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سوکھے اور اندھیرے کنویں سے نکال کر مصر کے وزیر خزانہ کے گھر تک پہنچا دیا۔ غمزدہ اور مصیبت زدہ افراد کے لئے یہاں بڑا سبق ہے کہ جب مصیبت آجائے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کو یاد کریں اور اپنے اندر یہ حوصلہ رکھیں کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو مصیبت سے نکالنے کی قدرت و طاقت

رب ذوالجلال رکھتا ہے وہی ہم کو بھی اس مصیبت سے نکال کر آرام و راحت تک پہنچائے گا۔ سورۂ الم نشرح کی یہ دو آیتیں اسی جانب اشارہ کرتی ہیں: فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا سو یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔ بیشک مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں تین اشخاص بہت ہی زیادہ فراست و ذہانت کے حامل ہیں: (۱) عزیز مصر جنہوں نے حضرت یوسف کی قدر و قیمت کو پہچانا اور اپنی بیوی سے کہا کہ ان کو اچھی طرح اکرام سے رکھنا (۲) وہ لڑکی یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی جس نے اپنے باپ حضرت شعیب علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ کہا کہ ابّا جان! ان کو اپنے پاس بحیثیت اجیر رکھ لینا (۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنی فراست و ذہانت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔

عزیز مصر عمدہ سمجھ بوجھ اور روشن خیال کا مالک تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں اس کو جو توقعات تھیں ان توقعات میں وہ سچا تھا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام پر اس وقت انعام واحسان فرمایا جبکہ وہ اندھیرے کنویں میں تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے مصر کی سرزمین میں بہترین ٹھکانہ عطا فرمایا اور عزیز مصر کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت ڈال دی۔ اسی مقامِ بلند کا ذکر یہاں کیا گیا کہ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ اور اسی طرح ہم نے یوسف کو سرزمین میں قوت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک اور خوبی یہ عطا فرمائی کہ انہیں خوابوں کی تعبیر کا علم دیا گیا۔ خوابوں کی تعبیر کا علم ظاہری اسباب کے طور پر اس بات کا ذریعہ بنا کہ وہ مصر کے خزانوں کے ذمہ دار بن گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ سے جس کو چاہے عزت کی بلندیوں تک پہنچا دیں اور جس کو چاہے ذلیل وخوار کر دیں۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے۔ وہ جو چاہے کرے۔ دنیا کی ساری طاقتیں رب ذوالجلال کو مغلوب نہیں کرسکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے تدبیر کے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کو پہلے عزیزِ مصر کے گھر میں رکھا۔ اس طرح انتظامی امور میں حضرت یوسف علیہ السلام کی تربیت بھی ہوگئی، اس لئے کہ عزیزِ مصر ملک کے خزانوں کا منتظم تھا۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی مصر کے خزانے سپرد کر دیئے گئے، اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے مالیہ کی حفاظت اور دیکھ بھال کا طریقہ اور سلیقہ سیکھ لیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا وہ تحمل، برداشت اور صبر کام آیا جو انہوں نے اپنے بھائیوں سے پہنچی اذیتوں، تکلیفوں اور مصیبتوں پر کیا تھا۔

جب یوسف علیہ السلام بھرپور جوانی کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں علم وحکمت عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ اچھے کام کرنے والوں کو ایسے ہی اچھے بدلے عطا فرماتے ہیں۔ بھرپور جوانی کی عمر کونسی ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین کی رائے مختلف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تیس سے چالیس سال کے درمیان کی عمر مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تینتیس سال مراد ہے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چالیس سال مراد ہے۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ پچیس سال مراد ہے۔

درس نمبر: ۹۷۸ یوسف: ۲۳-۲۴-۲۵

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَرَاوَدَتْهُ اور اُس کو پھسلایا الَّتِیْ اس عورت نے کہ هُوَ وہ (یوسف) فِیْ بَيْتِهَا تھا اُس کے گھر میں عَنْ نَّفْسِهٖ اُس کے نفس سے وَغَلَّقَتِ اور بند کردیئے اُس عورت نے الْاَبْوَابَ (سب) دروازے وَقَالَتْ اور کہا هَيْتَ لَكَ لو آ جاؤ قَالَ اس (یوسف) نے کہا مَعَاذَ اللّٰهِ اللہ کی پناہ اِنَّهٗ تحقیق وہ (عزیز) رَبِّیْٓ میرا آقا ہے اَحْسَنَ اچھا کیا اس نے مَثْوَایَ میرا ٹھکانہ اِنَّهٗ بے شک لَا يُفْلِحُ نہیں فلاح پاتے الظّٰلِمُوْنَ ظالم لوگ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق هَمَّتْ ارادہ کیا اُس عورت نے بِهٖ اُس (یوسف) کا وَهَمَّ اور وہ (بھی) ارادہ کرلیتا بِهَا اس کا لَوْلَآ اگر نہ ہوتی اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ کہ دیکھ لی تھی اُس (یوسف) نے بُرْهَانَ رَبِّهٖ اپنے رب کی دلیل كَذٰلِكَ اسی طرح (اسے برہان دکھائی) لِنَصْرِفَ تاکہ ہم پھیردیں عَنْهُ اس سے السُّوْٓءَ برائی وَالْفَحْشَآءَ اور بے حیائی اِنَّهٗ بے شک وہ (یوسف) مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں میں سے تھا ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا اور وہ دونوں دوڑے الْبَابَ دروازے کو وَقَدَّتْ اور پھاڑ دی اُس عورت نے قَمِيْصَهٗ اُس (یوسف) کی قمیص مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے وَّاَلْفَيَا اور پایا دونوں نے سَيِّدَهَا اس کے خاوند کو لَدَا الْبَابِ دروازے کے نزدیک قَالَتْ اُس عورت نے کہا مَا جَزَآءُ کیا سزا ہے مَنْ اس کی جو اَرَادَ ارادہ کرے بِاَهْلِكَ تیری بیوی کے ساتھ سُوْٓءًا برائی کا اِلَّآ اَنْ سوائے اس کے کہ يُّسْجَنَ وہ قید کیا جائے اَوْ عَذَابٌ یا (دیا جائے) عذاب اَلِيْمٌ دردناک ﴿۲۵﴾

ترجمہ: تو جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے اُس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور دروازے بند کر کے کہنے لگی (یوسف) جلدی آؤ انہوں نے کہا کہ اللہ پناہ میں رکھے وہ (یعنی تمہارے میاں) تو میرے آقا ہیں انہوں نے مجھے اچھی طرح سے رکھا ہے (میں ایسا ظلم نہیں کرسکتا) بیشک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے ﴿۲۳﴾ اور اس عورت نے ان کا قصد کیا اور انہوں نے اس کا قصد کیا اگر وہ اپنے رب کی نشانی نہ دیکھتے (تو جو ہوتا، ہوتا) یوں اس لئے (کیا گیا) کہ ہم اُن سے برائی اور بے حیائی کو روک دیں بیشک وہ ہمارے خالص بندوں میں سے تھے ﴿۲۴﴾ اور دونوں دروازے کی

طرف بھاگے (آگے یوسف پیچھے زلیخا) اور عورت نے اُن کا کرتہ پیچھے سے (پکڑ کر جو کھینچا تو) پھاڑ ڈالا اور دونوں کو دروازے کے پاس عورت کا خاوند مل گیا تو عورت بولی کہ جو شخص تمہاری بیوی کیساتھ بُرا اِرادہ کرے اُس کی اس کے سوا کیا سزا ہے کہ یا تو قید کیا جائے یا دکھ کا عذاب دیا جائے؟

تشریح: ان تین آیتوں میں پندرہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام جس عورت کے گھر میں تھے اس عورت نے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلایا۔

۲۔ دروازے بند کر دیئے۔

۳۔ اس عورت نے کہا آ جاؤ میں تم ہی سے کہہ رہی ہوں

۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں

۵۔ بیشک تیرا شوہر میرا مربی ہے۔

۶۔ اس نے میرا اچھا ٹھکانہ بنایا ہے۔

۷۔ بیشک بات یہ ہے کہ ظلم کرنے والے کامیاب نہیں ہوتے۔

۸۔ اس عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اپنا کام نکالنے کا مضبوط ارادہ کر لیا تھا۔

۹۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے

۱۰۔ اسی طرح تا کہ ہم حضرت یوسف علیہ السلام سے برائی کو اور بے حیائی کو دور رکھیں

۱۱۔ بیشک حضرت یوسف ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے

۱۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور وہ عورت دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے۔

۱۳۔ اس عورت نے پیچھے سے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ چیر دیا۔

۱۴۔ دونوں نے اس عورت کے سردار کو دروازہ کے پاس پالیا۔

۱۵۔ وہ عورت کہنے لگی جو شخص تیرے گھر والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی سزا اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام انتہائی حسین وجمیل تھے۔ عزیزِ مصر نے اپنی بیوی سے کہہ دیا تھا کہ وہ یوسف کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرے اور اس کا پورا لحاظ رکھے۔ مگر ہوا یہ کہ عزیزِ مصر کی بیوی کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت چھا گئی، اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام انتہائی خوبصورت تھے۔ ظاہر ہے کہ ایک ہی گھر میں ایک عورت کی نگاہوں کے سامنے حسین وجمیل نوجوان ہو تو فطری طور پر محبت کا ہو جانا لازم سی بات ہے۔ حضرت یوسف

کے حسن و جمال نے زلیخا کو مجبور کیا کہ وہ ان کے سامنے زیب و زینت کرے۔ چنانچہ زلیخا نے خوب سج دھج کر حضرت یوسف کے سامنے پیشکش کر دی اور کہا کہ هَيْتَ لَكَ آ بھی جاؤ۔ یعنی زلیخا یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہو گئی اور اپنا مطلب نکالنے کے لئے ان کو پھسلانے لگی۔ اس نے سارے دروازے بھی بند کر دیئے تا کہ یوسف بھاگ نہ جائیں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اس نے سات دروازے بند کئے۔ ظاہر ہے کہ وہ کوئی چھوٹا گھر تو نہیں تھا وہ تو ایک محل تھا۔ اس نے گویا محل کے دروازے بند کر دیئے اور کہا کہ آگے بڑھو، یہ تیاری تو صرف تمہارے لئے ہی کی گئی ہے۔ اِدھر اس قدر پوری تیاری کے ساتھ دعوت دی گئی اور اُدھر خوفِ الٰہی اور امانت و دیانت کا یہ عالم کہ اس کلمہ کے ذریعہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک جانب زلیخا کو یہ بتلا دیا کہ یہ کام مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ اس معاملہ میں میں سب سے پہلے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ دوسری طرف اشارتاً یہ بھی بتلا دیا کہ زلیخا کی دعوت سے بچنا ایک ایسے وقت جبکہ محل میں سوائے اس عورت کے کوئی اور نہیں انسان کی طاقت سے باہر کی چیز محسوس ہوتی ہے۔ عموماً انسان ایسے وقت تو پھسلانے والیوں کے پھسلانے میں آ جاتا ہے اور بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ وہاں صرف ایک بڑی طاقت ہی کام کر سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو اپنی پناہ میں لے۔ اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ کی پناہ میں دے دیا۔ معاذ اللہ کے ذریعہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان امکانات کو ایک ہی جھٹکے میں ختم کر دیا اور زلیخا کی ساری تدبیروں پر پانی پھیر دیا۔ حالانکہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اشارہ میں کوئی بات نہیں کہی تھی بلکہ هَيْتَ لَكَ کہہ کر صاف ظاہر کر دیا تھا کہ آ جاؤ۔ میں تمہارے لیے تیار ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے یہ ایک بڑی آزمائش تھی۔ ملکۂ وقت کی اس فرمائش کو رد کرنا اور گناہ سے بچنا کوئی آسان کام بھی نہیں ہوتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے بعد زلیخا سے یہ بات بھی بتلا دی کہ میں اتنی بڑی خیانت والا کام ہرگز نہیں کر سکتا کہ جس آقا نے میری پرورش کی، مجھ کو اپنے گھر میں ٹھکانہ دیا اور ہر طرح سے میرا لحاظ رکھا اور میرا اکرام کیا میں اس کے ساتھ اتنی بڑی خیانت کا کام ہرگز نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی کے ساتھ یہ حرکت کروں۔ اس لئے صاف طور پر کہہ دیا کہ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ بیشک تیرا شوہر میرا مربی ہے۔ اس نے میرا اچھا ٹھکانہ بنایا ہے۔ پھر یہ بات بھی بتلا دی کہ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ اس قسم کا ظلم کرنے والے لوگ جو اپنے آقا ہی کے ساتھ اس طرح کا ظالمانہ رویہ اختیار کریں اور خیانت کریں ایسے لوگ کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔

اس کے بعد یہ بات کہی جا رہی ہے کہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ اور اس عورت نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کے ساتھ اپنا کام نکالنے کا مضبوط ارادہ کر لیا تھا اور یوسف بھی ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس برائی اور بے حیائی سے بچا لیا۔ زلیخا کے ظاہری عمل سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے مضبوط ارادہ کر لیا تھا، اس لئے کہ اس نے تو

سارے دروازے ہی بند کر لیے تھے اور یوسف علیہ السلام کے لئے بظاہر بچنے کا کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔ اگر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے رب کی دلیل دیکھ نہ لیتے تو وہ بھی زلیخا کے ساتھ اپنی جوانی کا تقاضا پورا کرنے کا ارادہ کر لیتے، لیکن چونکہ انہوں نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی اس لئے اس برائی کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کونسی دلیل تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھ لی تھی؟ اس سلسلہ میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت یعقوب علیہ السلام کی شبیہ ظاہر ہوگئی جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سینہ پر ہاتھ مار دیا۔ (روح المعانی) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اس عورت نے بُرے عمل کا ارادہ کیا تو اس نے بت کے اوپر کپڑا ڈال دیا جو گھر کے ایک کونے میں تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ تو یہ کیا عمل کر رہی ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس بت پر کپڑا ڈال رہی ہوں تاکہ وہ مجھے یہ بُرا عمل کرتے ہوئے نہ دیکھ لے اور مجھے اس معبود سے شرم آتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ایک بت سے شرما رہی ہے جو نہ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے، نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے۔ بھلا میں اپنے رب سے کیوں نہ شرماؤں جو ہر شخص کے ہر عمل کو جانتا ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ رّٰابُـرْهَـانَ رَبِّـهٖ سے مراد وہ علم وحکمت ونبوت ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دلیل سے مراد وہ علم ہے جو زنا کرنے پر سزا کا ہے۔ بہرحال حضرت یوسف علیہ السلام نے اس معصیت اور گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔

اب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے آپ کو بچانے کیلئے دروازے کی طرف دوڑ پڑے اور اُدھر زلیخا بھی دوڑی اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو روکنے کیلئے ان کے کرتہ کا پچھلا دامن پکڑ لیا۔ چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام دوڑ رہے تھے تو ان کا پچھلا دامن پھٹ گیا۔ اس کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام دروازے کی طرف بڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ دروازے بند ہونے کے باوجود کھلتے چلے گئے۔ دونوں آگے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ جب دروازے پر پہنچے تو زلیخا کا شوہر یعنی عزیزِ مصر آ رہے تھے تو دونوں میں مڈبھیڑ ہوگئی اور معاملہ ہی کچھ دوسرا ہوگیا۔ اب زلیخا نے بڑی چال چلی اور عورتوں کی چالیں اور ان کا مکر تو مشہور ہی ہے۔ زلیخا نے اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لئے کہا کہ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ جو شخص تیرے گھر والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے۔

یہاں شوہر کیلئے سید یعنی سردار کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ مصر کی عورتیں اپنے شوہر کو سید لقب سے پکارتی تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا دروازہ کی طرف دوڑ لگانا یہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا سے کوئی رغبت نہیں تھی۔

﴿درس نمبر:۹۷۹﴾ **تم عورتوں کے فریب بڑے بھاری ہوتے ہیں** ﴿یوسف:۲۶۔۲۷۔۲۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس (یوسف) نے کہا هِیَ اسی نے رَاوَدَتْنِیْ ورغلایا مجھے عَنْ نَّفْسِیْ میرے نفس سے وَشَهِدَ اور گواہی دی شَاهِدٌ ایک شاہد نے مِّنْ اَهْلِهَا اس عورت کے خاندان میں سے اِنْ كَانَ اگر ہے قَمِیْصُهٗ اس (یوسف) کی قمیص قُدَّ پھٹی ہوئی مِنْ قُبُلٍ آگے (کی طرف) سے فَصَدَقَتْ تو وہ عورت سچی ہے وَهُوَ اور وہ (یوسف) مِنَ الْكٰذِبِیْنَ جھوٹوں میں سے ہے ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ اور اگر ہے قَمِیْصُهٗ اس (یوسف کی قمیص قُدَّ پھٹی ہوئی مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے فَكَذَبَتْ تو وہ عورت جھوٹی ہے وَهُوَ اور وہ (یوسف) مِنَ الصّٰدِقِیْنَ سچوں میں سے ہے ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا پھر جب رَاٰ دیکھا (عزیز نے) قَمِیْصَهٗ اس کی قمیص قُدَّ پھٹی ہوئی تھی مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے قَالَ اس (عزیز) نے کہا اِنَّهٗ بے شک یہ مِنْ كَیْدِكُنَّ تم عورتوں کے مکروفریب سے ہے اِنَّ بلاشبہ كَیْدَكُنَّ تم عورتوں کا مکروفریب عَظِیْمٌ بہت بڑا ہے ﴿۲۸﴾

ترجمہ: یوسف نے کہا کہ اسی نے مجھے مائل کرنا چاہا تھا اور اس کے قبیلے میں سے ایک فیصلہ کرنے والے نے یہ فیصلہ دیا کہ اگر اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ سچی اور یوسف جھوٹا ﴿۲۶﴾ اور اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ جھوٹی اور وہ سچا ﴿۲۷﴾ جب اس کا کرتہ دیکھا (تو) پیچھے سے پھٹا تھا (تب اُس نے زلیخا سے کہا) کہ یہ تمہارا ہی فریب ہے اور کچھ شک نہیں کہ تم عورتوں کے فریب بڑے (بھاری) ہوتے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اسی عورت نے مجھے مائل کرنا چاہا تھا

۲۔ اس عورت کے قبیلہ میں سے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ دیا۔

۳۔ اگر یوسف (علیہ السلام) کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹا ہے۔

۴۔ اگر یوسف (علیہ السلام) کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ عورت جھوٹی ہے اور حضرت یوسف سچے ہیں۔

۵۔ جب اس کا کرتہ دیکھا تو وہ تو پیچھے سے پھٹا تھا۔

۶۔ تب اس نے کہا کہ یہ تمہارا ہی فریب ہے۔

۷۔ کچھ شک نہیں کہ تم عورتوں کے فریب بڑے بھاری ہوتے ہیں۔

جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام پر یہ الزام لگایا کہ یوسف نے تمہاری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے حقیقتِ حال سے عزیزِ مصر کو باخبر کردیا کہ ھِیَ رَاوَدَتۡنِیۡ عَنۡ نَّفۡسِیۡ اس عورت نے مجھے اپنا مطلب نکالنے کیلئے پھسلایا ہے اور غلط کام کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس طرز سے پتہ چلا کہ اگر کوئی شخص کسی پر تہمت لگائے تو اپنی براءت اور دفاع کیلئے حقیقتِ حال کا بیان کرنا بزرگی کی شان کے خلاف نہیں ہے۔ ایسے وقت خاموشی مناسب نہیں ہے بلکہ حقیقت کا بتلا دینا ہی مناسب ہے، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بیان کیا۔

﴿درس نمبر: ۹۸۰﴾ **یوسف! تم کچھ خیال نہ کرنا** ﴿یوسف: ۲۹-۳۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۜ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يُوْسُفُ اے یوسف! اَعْرِضْ درگزر کر عَنْ هٰذَا اس (بات) سے وَاسْتَغْفِرِیْ اور (بیوی سے کہا) تو مغفرت طلب کر لِذَنْۢبِكِ اپنے گناہوں کی اِنَّكِ كُنْتِ بلاشبہ تو ہی ہے مِنَ الْخٰطِئِيْنَ خطا کاروں میں سے ﴿۲۹﴾ وَقَالَ اور کہا نِسْوَةٌ عورتوں نے فِی الْمَدِيْنَةِ شہر (مصر) میں امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ عزیز کی بیوی تُرَاوِدُ پھسلاتی (ورغلاتی) ہے فَتٰهَا اپنے غلام کو عَنْ نَّفْسِهٖ اس کے نفس سے قَدْ تحقیق شَغَفَهَا گھر کر گئی اس کے دل میں حُبًّا (یوسف کی) محبت اِنَّا بے شک ہم لَنَرٰهَا البتہ دیکھتی ہیں اسے فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ظاہر گمراہی میں ﴿۳۰﴾

ترجمہ: یوسف اس بات کا خیال نہ کر اور (زلیخا) تو اپنے گناہ کی بخشش مانگ، بیشک خطا تیری ہی ہے ﴿۲۹﴾ اور شہر میں عورتیں گفتگو کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے اور اُس کی محبت اُس کے دل میں گھر کر گئی ہے ہم دیکھتی ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یوسف! اس بات کا خیال نہ کر۔

۲۔ زلیخا! تو اپنے گناہ کی بخشش مانگ

۳۔ بیشک خطا تیری ہی ہے

۴۔ شہر میں عورتیں گفتگو کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے

۵۔ اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے۔

۶۔ ہم دیکھتی ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے۔

جب عزیزِ مصر نے دیکھا کہ اس معاملہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی کوئی غلطی نہیں ہے اور ان پر صرف الزام اور تہمت ہے اور غلطی تو صرف زلیخا ہی کی ہے تو عزیزِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ یُوۡسُفُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا یوسف! تم اس بات کا کچھ خیال نہ کرو۔ یعنی اس بات سے اعراض کرو اور اس بات کو یہیں تک رہنے دو، اس کو آگے نہ بڑھاؤ اور یہ بات کسی سے مت کہو۔ اس کے بعد عزیزِ مصر نے اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ وَاسۡتَغۡفِرِیۡ لِذَنۡۢبِکِ تم اپنے اس گناہ پر رب ذوالجلال سے استغفار کرو۔ یعنی بخشش مانگو۔ عزیزِ مصر نے اپنی بیوی سے صاف طور پر یہ بات بھی کہی کہ اِنَّکِ کُنۡتِ مِنَ الۡخٰطِـِٕیۡنَ تم خطا کرنے والوں میں سے ہو۔ یعنی تم سے ہی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اس میں یوسف کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ بات کسی طرح شہر کی عورتوں تک پہنچ گئی اور وہ عورتیں جیسا کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے آپس میں اس واقعہ کا چرچا کرنے لگیں کہ دیکھو! عزیزِ مصر کی بیوی نے یہ حرکت کی۔ اس کو کیا ہوا کہ ایک بڑے گھر کی عورت جو محل میں رہتی ہے اور عزیزِ مصر کی بیوی ہے اس نے اپنے غلام کو اپنا مطلب نکالنے کے لئے پھسلایا ہے؟ عزیزِ مصر کی بیوی تو وہ ہے جس کا شوہر ہے، شوہر کے ہوتے ہوئے وہ ایک غلام پر فریفتہ ہوگئی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کے شوہر نے خریدا تھا اور اپنے گھر میں رکھا تھا۔ عورتوں کو اس بات پر اعتراض تھا کہ عزیزِ مصر کی بیوی جس پر فریفتہ ہوئی ہے وہ اس کے برابر کا آدمی تو نہیں ہے اور اس یوسف کی محبت بُری طرح اس کے دل میں گھر کر گئی ہے۔ زلیخا کو یوسف کی محبت نے اس بات کا موقع ہی نہیں دیا کہ وہ کس کی طرف مائل ہو رہی ہے؟ یوسف تو وہ ہے جس کو اس کے شوہر نے قیمت دے کر خریدا ہے۔ ہم تو زلیخا کو اس معاملہ میں کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا ہوا محسوس کرتے ہیں۔ یہ جو عورتیں تھیں جنھوں نے زلیخا کے بارے میں یہ بات کہی تھی وہ پانچ عورتیں تھیں۔

عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے

﴿درس نمبر:۹۸۱﴾ ﴿یوسف:۳۱۔۳۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَلَمَّا سَمِعَتۡ بِمَكۡرِهِنَّ اَرۡسَلَتۡ اِلَيۡهِنَّ وَاَعۡتَدَتۡ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتۡ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنۡهُنَّ سِكِّيۡنًا وَّقَالَتِ اخۡرُجۡ عَلَيۡهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيۡنَهٗۤ اَكۡبَرۡنَهٗ وَقَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ وَقُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيۡمٌ ۝ قَالَتۡ فَذٰلِكُنَّ الَّذِىۡ لُمۡتُنَّنِىۡ فِيۡهِ ؕ وَلَقَدۡ رَاوَدْتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ فَاسۡتَعۡصَمَ ؕ وَلَئِنۡ لَّمۡ يَفۡعَلۡ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسۡجَنَنَّ وَلَيَكُوۡنًا مِّنَ الصّٰغِرِيۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَمَّا پھر جب سَمِعَتۡ اس (عزیزِ مصر کی عورت) نے سنا بِمَكۡرِهِنَّ ان کی ملامت اَرۡسَلَتۡ (تو) اس نے (پیغام) بھیجا اِلَيۡهِنَّ ان کی طرف (بلانے کو) وَاَعۡتَدَتۡ اور تیار کیں لَهُنَّ ان کے لیے مُتَّكَاً نشست گاہیں وَّاٰتَتۡ اور اس نے دی كُلَّ وَاحِدَةٍ ہر ایک عورت کو مِّنۡهُنَّ ان میں سے سِكِّيۡنًا (ایک) ایک چھری وَّقَالَتِ اور (یوسف سے) کہا اخۡرُجۡ تو نکل عَلَيۡهِنَّ ان پر فَلَمَّا پھر جب رَاَيۡنَهٗۤ ان عورتوں نے اس

(یوسف) کو دیکھا اَكْبَرْنَهٗ (تو) اسے بہت بڑا جانا وَقَطَّعْنَ اورانہوں نے کاٹ لیے اَيْدِيَهُنَّ اپنے ہاتھ وَقُلْنَ اوروہ بولیں حَاشَ لِلّٰهِ پاکیزگی اللہ کی مَا هٰذَا نہیں ہے یہ بَشَرًا بشر اِنْ هٰذَآ یہ نہیں ہے اِلَّا مگر مَلَكٌ کوئی فرشتہ كَرِيْمٌ نہایت معزز ۝ قَالَتْ اس نے کہا فَذٰلِكُنَّ چنانچہ یہی تو ہے الَّذِیْ وہ شخص کہ لُمْتُنَّنِیْ تم نے مجھے ملامت کی فِيْهِ اس کے بارے میں وَلَقَدْ اورالبتہ تحقیق رَاوَدْتُّهٗ میں نے ورغلایا تھا اسے عَنْ نَّفْسِهٖ اس کے نفس سے فَاسْتَعْصَمَ تو اس نے (اپنے آپ کو) بچالیا وَلَئِنْ اورالبتہ اگر لَّمْ يَفْعَلْ اس نے نہیں کیا مَآ جو اٰمُرُهٗ میں اسے حکم دیتی ہوں لَيُسْجَنَنَّ (تو) وہ ضرور قید کیا جائے گا وَلَيَكُوْنًا اور یقیناً ہوگا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ بے عزت ہونے والوں میں سے ۝

ترجمہ: جب زلیخا نے اُن عورتوں کی (گفتگو جو حقیقت میں دیدارِ یوسف کیلئے ایک) چال (تھی) سنی تو اُن کے پاس (دعوت کا) پیغام بھیجا اور اُن کیلئے ایک محفل مرتب کی اور (پھل تراشنے کیلئے) ہر ایک کو ایک ایک چھری دی اور (یوسف سے) کہا کہ ان کے سامنے باہر آؤ جب عورتوں نے ان کو دیکھا تو ان کا رعب (حسن) ان پر (ایسا) چھا گیا کہ (پھل تراشتے تراشتے) اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بے ساختہ بول اٹھیں کہ سبحان اللہ! (یہ حسن) یہ آدمی نہیں کوئی بزرگ فرشتہ ہے ۝ تب زلیخا نے کہا کہ یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں اور بیشک میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر یہ بچا رہا اور اگر یہ وہ کام نہ کرے گا جو میں اُسے کہتی ہوں تو قید کر دیا جائے گا اور ذلیل ہوگا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر جب زلیخا نے ان عورتوں کی مکر کی باتیں سنیں تو انہیں بلوا بھیجا

۲۔ ان عورتوں کے لئے ایک ایسی مجلس تیار کی جس میں تکیہ لگا کر بیٹھیں

۳۔ ان عورتوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دے دی

۴۔ یوسف سے زلیخا نے کہا کہ ان عورتوں کے سامنے نکل آؤ

۵۔ جب ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو حیران رہ گئیں۔

۶۔ اپنے ہاتھ کاٹ لیے

۷۔ کہنے لگیں کہ حَاشَ لِلّٰهِ یہ شخص بشر نہیں ہے

۸۔ یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔

۹۔ زلیخا کہنے لگی یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں تم نے مجھ پر ملامت کی۔

۱۰۔ واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی۔

۱۱۔ یوسف بچ گیا۔

۱۲۔اگر یوسف نے وہ بات نہ مانی تو میں اسے حکم دے رہی ہوں تو ضرور اس کو جیل میں بھیج دیا جائے گا اور یہ ضرور بے عزت ہوگا۔

ان عورتوں کی آپس کی یہ باتیں زلیخا تک پہنچ گئیں اور زلیخا ان عورتوں کے مکروفریب کو بھانپ گئی۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ عورتیں مجھ پر لعن طعن کریں گی تو صفائی پیش کرنے کے لئے ان عورتوں کو بھی بلایا جائے گا، اس بہانہ یہ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کا مشاہدہ کرسکیں گی، جیسا کہ بعض مفسرین نے یہ حقیقت لکھی ہے۔ زلیخا نے ان عورتوں کو اپنے پاس بلایا جب وہ عورتیں زلیخا کے گھر آئیں اور کچھ کھا پی لیں تو ان عورتوں کے بیٹھنے کے لئے اس نے عمدہ قسم کے بستر بھی بچھا دیئے اور تکیے بھی لگا دیئے تا کہ وہ عورتیں جب آئیں تو تکیہ لگا کر بیٹھ جائیں۔ زلیخا نے ان عورتوں کے ہاتھوں میں ایک ایک چھری بھی دے دی اور ان کے سامنے گوشت یا میوے رکھ دیئے تا کہ چھری کے ذریعہ وہ گوشت یا میوے کھا سکیں۔ جس وقت یہ عورتیں ان چھریوں سے کاٹ کر کھانے کا ارادہ کر رہی تھیں اس وقت زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو آواز دی کہ اندر سے نکلو اور ان عورتوں کے سامنے آجاؤ۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام ان عورتوں کے سامنے آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر وہ عورتیں حیران رہ گئیں اور ایسی مبہوت رہ گئیں کہ انہیں یہ بھی دھیان نہ رہا کہ ہم کیا کاٹ رہی ہیں؟ گوشت یا پھل کاٹنے کے بجائے ان عورتوں نے اپنے ہاتھ ہی کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں کہ حَاشَ لِلّٰهِ یہ شخص بشر نہیں بلکہ یہ تو بڑے مرتبہ کا فرشتہ ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام انتہائی خوبصورت تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ جب معراج کی رات آسمانوں میں تشریف لے گئے تو وہاں انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقاتیں کیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات کا ذکر فرماتے ہوئے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اِذَا ھُوَ قَدْ اُعْطِیَ شَطْرُ الْحُسْنُ یوسف کو تو آدھا حسن دیا گیا ہے۔ (مسلم)

جب مصر کی یہ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر مبہوت رہ گئیں تو زلیخا نے ان عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تم نے دیکھا کہ یہ غلام کیسا ہے؟ تم سب اس معاملہ میں مجھ پر ملامت کر رہی تھیں۔ اب تم اپنا حال دیکھو کہ یوسف کے حسن و جمال کو دیکھ کر تمہارا کیا حال ہوا؟ تم نے تو اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اس طرح زلیخا نے ان عورتوں کے سامنے اپنی صفائی پیش کر دی اور اپنی مجبوری ظاہر کر دی کہ یوسف کا حسن ہی ایسا ہے کہ اس پر فریفتہ ہوئے بغیر رہنا ہی مشکل ہے۔ زلیخا نے اس بات کا اعتراف بھی کر لیا کہ میں نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے یوسف کو پھسلایا تھا، مگر یوسف اتنا نیک نکلا کہ وہ اس سے بالکل بچ نکل گیا۔ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بے قصور بھی ثابت کر دیا اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ یوسف ابھی میرے پھندے اور جال سے باہر نہیں نکلا ہے۔ میرا یہ تقاضا ابھی بھی جاری رہے گا۔ اگر یوسف نے میری یہ بات مان لی تو ٹھیک ہے ورنہ اسے ضرور بالضرور جیل بھیج دیا جائے گا اور جیل کی ذلت یوسف کو اٹھانی پڑے گی۔

یہاں زلیخا کی ذہانت کا بھی احساس ہوتا ہے کہ کس طرح تدبیر سے اس نے ان عورتوں کو اس کی بات سمجھنے پر مجبور کر دیا؟ زلیخا کو یقین تھا کہ یوسف کے حسن کو دیکھ کر مصر کی یہ عورتیں میوے یا گوشت کاٹنے کے بجائے چھریوں سے اپنے ہاتھ کاٹ لیں گی۔

﴿درس نمبر:۹۸۲﴾ **مجھے قید خانہ زیادہ محبوب ہے** ﴿یوسف:۳۳۔۳۴۔۳۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ (یوسف نے) کہا رَبِّ اے میرے رب! السِّجْنُ قید خانہ اَحَبُّ زیادہ پسندیدہ ہے اِلَيَّ مجھے مِمَّا اس سے کہ يَدْعُوْنَنِيْٓ یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں اِلَيْهِ جس کی طرف وَاِلَّا تَصْرِفْ اور اگر تو نہ پھیرے گا عَنِّيْ مجھ سے كَيْدَهُنَّ ان کا مکر اَصْبُ (تو) میں مائل ہو جاؤں گا اِلَيْهِنَّ ان کی طرف وَاَكُنْ اور میں ہو جاؤں گا مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ جاہلوں میں سے ۝ فَاسْتَجَابَ چنانچہ قبول کر لی (دعا) لَهٗ اس کی رَبُّهٗ اس کے رب نے فَصَرَفَ تو پھیر دیا اس نے عَنْهُ اس (یوسف) سے كَيْدَهُنَّ ان عورتوں کا مکر اِنَّهٗ هُوَ بیشک وہی ہے السَّمِيْعُ خوب سننے والا الْعَلِيْمُ خوب جاننے والا ۝ ثُمَّ پھر بَدَا لَهُمْ ان کے لیے ظاہر ہوا مِّنْۢ بَعْدِ مَا بعد اس کے کہ رَاَوُا الْاٰيٰتِ انہوں نے دیکھ لیں نشانیاں لَيَسْجُنُنَّهٗ کہ بہرصورت قید کریں وہ لوگ اس (یوسف) کو حَتّٰى حِيْنٍ کچھ وقت تک ۝

ترجمہ: یوسف نے دعا کی کہ اے اللہ! جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اُس کی نسبت مجھے قید پسند ہے اور اگر تو مجھ سے اُن کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں اُن کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا ۝ تو اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی اور اُن سے عورتوں کا مکر دفع کر دیا بیشک وہ سننے (اور) جاننے والا ہے ۝ پھر باوجود اس کے کہ وہ لوگ نشان دیکھ چکے تھے اُن کی رائے یہی ٹھہری کہ کچھ عرصے کیلئے ان کو قید ہی کر دیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعاء کی کہ اے رب! یہ عورتیں جس کام کی دعوت دے رہی ہیں اس کے مقابلہ میں قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

۲۔ اگر تو نے مجھے ان عورتوں کی چالوں سے محفوظ نہ کیا تو میرا دل بھی ان عورتوں کی طرف مائل ہو جائے گا۔

۳۔ جو لوگ جہالت کے کام کرتے ہیں ان میں مَیں بھی شامل ہو جاؤں گا۔

۴۔ چنانچہ یوسف کے رب نے ان کی دعاء قبول کی۔
۵۔ ان عورتوں کی چالوں سے یوسف کو محفوظ رکھا۔
۶۔ بیشک وہی اللہ ہے جو ہر بات سننے والا ہر چیز جاننے والا ہے۔
۷۔ پھر ان لوگوں نے حضرت یوسف کی پاکدامنی کی بہت سی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی مناسب یہی سمجھا کہ انہیں ایک مدت تک قید خانہ بھیج دیں۔

جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا عزیزِ مصر سے محل کے دروازہ کے پاس آمنا سامنا ہوا تو اسی وقت زلیخا نے پینترا بدلتے ہوئے اور سارا الزام حضرت یوسف علیہ السلام پر دھرتے ہوئے یہ کہہ دیا تھا کہ اس کی سزا اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ اس کو جیل میں ڈال دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے؟ اس کے علاوہ زلیخا نے مصر کی ان عورتوں کے سامنے جنہوں نے زلیخا پر ملامت کی تھی یہ بھی کہا تھا کہ اگر یوسف میری بات نہیں مانتے تو انہیں تو جیل میں جانا پڑے گا۔ اس کا صاف مطلب یہی تھا کہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پھندے میں پھنسانے کے لئے بضد تھی۔ اس کا حضرت یوسف علیہ السلام سے یہی اصرار تھا کہ وہ اس کے مطلب کو پورا کریں۔ ظاہر ہے کہ بات اس قدر صاف طور پر کھل کر سامنے آجانے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے دو ہی صورتیں تھیں، ایک صورت تو یہ کہ عزیزِ مصر کے محل ہی میں رہیں اور زلیخا کی بات مان کر اس کے تقاضے کو پورا کریں اور دوسری صورت یہ تھی کہ وہ محل کے آرام و راحت کی قربانی دیں اور جیل کی مشقتوں کو برداشت کریں۔ حضرت یوسف علیہ السلام تو نبی کے بیٹے اور پروردہ تھے، ان سے ایسی حرکت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب کی جانب متوجہ ہو کر یہی عرض کیا کہ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ اے میرے رب! یہ عورتیں مجھے جس کام کی دعوت دے رہی ہیں اس کے مقابلہ میں مجھے جیل جانا ہی زیادہ پسندیدہ ہے۔ جس جیل کی دھمکی مجھے زلیخا دے رہی ہے وہی جیل کی زندگی مجھے محبوب ہے اس گناہ کے مقابلہ میں جس کی دعوت مجھے یہ عورتیں دے رہی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہی مناسب سمجھا کہ عزیزِ مصر کا یہ محل چھوٹ جائے گا تو زلیخا اور مصر کی دوسری عورتوں کی تدبیروں اور مکاریوں سے نجات مل جائے اور اس گناہ سے بچنے کے لئے اگر مجھے جیل کی زندگی بھی گزارنی پڑے تو وہ مجھے پسند ہے۔ گویا حضرت یوسف علیہ السلام نے لذت کے مقابلہ میں مشقت کو ترجیح دی، اس لئے کہ دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں جیل کی زندگی آسان ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوری عاجزی و انکساری کے ساتھ یہ بھی کہا کہ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ اے اللہ! اگر آپ نے ان کا فن فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور بالکل نادانوں میں جا ملوں گا۔ یعنی اگر آپ نے ان کے فریب کے اثر کو مجھ سے دور نہیں کیا تو

میں ان کی خواہشات کی تکمیل کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور ایسی صورت میں میرا شمار ان جاہلوں میں ہو جائے گا جو خواہشات کے پیچھے چل پڑتے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤں گا جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے رب سے یہ کہنا چاہتے تھے کہ اگر آپ نے مجھ کو میرے حوالے کر دیا اور اپنی مدد نازل نہیں فرمائی اور میری حفاظت نہیں فرمائی تو مجھ میں اس برائی سے بچنے کی طاقت نہیں ہے۔ میں تو آپ کی قوت و طاقت ہی سے محفوظ رہ سکتا ہوں۔ آپ ہی میری مدد کرنے والے ہیں۔ آپ مجھے ہرگز میرے حوالے نہ فرمائیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا۔ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ ان کے رب نے ان کی دعا کو قبول فرما لیا فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ اور عورتوں کی چال بازی اور مکر و فریب کو حضرت یوسف علیہ السلام سے ہٹا دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! جیل مجھے پسند ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اے یوسف! تم نے خود اپنی جان کو قید میں رکھوانے کی دعا کر لی، اگر تم عافیت کی دعا کرتے ہم تم کو عافیت دے دیتے۔ (قرطبی، ج:۹، ص:۱۸۴)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ بندوں کو چاہئے کہ وہ عافیت کی دعا کریں اور کسی بھی مصیبت سے بچنے کے لئے اپنی طرف سے کوئی صورت تجویز نہ کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کی عیادت کی جو بہت زیادہ بیمار تھے۔ ان کی آواز بہت زیادہ ضعیف تھی اور چوزہ کی طرح دبلے پتلے ہو گئے تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا تھا کہ مجھے آخرت میں جو عذاب دینا ہے تو اس کے بدلہ میں اس دنیا میں تکلیف پہنچا دے۔ یہ سن کر رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! تمہیں عذاب سہنے کی کہاں طاقت ہے؟ تم نے یہ دعا کیوں نہ کی؟ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (مسلم، ج:۲، ص:۳۴۳) پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرمائیے اور آخرت میں بھی نعمت عطا فرمائیے اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھئے۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ پھر ان تمام نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ یوسف کو کچھ مدت کیلئے قید خانہ میں رکھیں۔ عزیزِ مصر اور اسکو مشورہ دینے والے غور و فکر کرتے رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں کیا کیا جائے اور اس مسئلہ کو کس طرح حل کیا جائے؟ حالات تو یہی بتلا رہے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بالکل بے گناہ ہیں اور غلطی تو صرف زلیخا کی ہے۔ لیکن جو باتیں مصر کی سرزمین میں پھیل گئی تھیں ان کو دبانے کیلئے ان سب کے ذہنوں میں یہی صورت نظر آ رہی تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل بھیج دیا جائے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل بھیج دیا گیا۔

یہاں مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ یعنی نشانیوں کو دیکھنے کے بعد کا جو جملہ ہے تو نشانیوں سے کیا مراد ہے، یعنی وہ کونسی نشانیاں تھیں؟ اس سلسلہ میں مفسرین نے یہ وضاحت کی ہے کہ ایک نشانی تو یہ تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ

پیچھے سے پھٹا تھا اور دوسری نشانی یہ تھی کہ گود میں موجود بچہ نے گواہی دی۔ بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ایک نشانی یہ بھی تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے جسم پر دوڑنے کے دوران خراش بھی آ گئی تھی۔ ان ساری نشانیوں کے بعد یہی مناسب سمجھا گیا کہ کچھ عرصہ کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل بھیج دیا جائے۔

﴿درس نمبر:۹۸۳﴾ دونوں قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا خواب بیان کیا ﴿یوسف:۳۶۔۳۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَدَخَلَ اور داخل ہوئے مَعَهُ اس کے ساتھ السِّجْنَ قید خانے میں فَتَيٰنِ دو جوان قَالَ کہا اَحَدُهُمَآ ان دونوں میں سے ایک نے اِنِّيْٓ بے شک میں اَرٰىنِيْٓ اپنے آپ کو دیکھتا ہوں اَعْصِرُ (کہ) میں نچوڑ رہا ہوں خَمْرًا شراب وَقَالَ اور کہا الْاٰخَرُ دوسرے نے اِنِّيْٓ بے شک میں اَرٰىنِيْٓ اپنے آپ کو دیکھتا ہوں اَحْمِلُ (کہ) میں اُٹھا رہا ہوں فَوْقَ رَاْسِيْ اپنے سر پر خُبْزًا روٹی تَاْكُلُ کھا رہے ہیں الطَّيْرُ پرندے مِنْهُ اس میں سے نَبِّئْنَا تو ہمیں بتلا بِتَاْوِيْلِهٖ اس کی تعبیر اِنَّا بے شک ہم نَرٰىكَ تجھے دیکھتے ہیں مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں میں سے ﴿۳۶﴾ قَالَ (یوسف نے) کہا لَا يَاْتِيْكُمَا نہیں آئے گا تم دونوں کے پاس طَعَامٌ کھانا تُرْزَقٰنِهٖٓ جو تم دیئے جاتے ہو اِلَّا مگر نَبَّاْتُكُمَا میں تمہیں بتلا دوں گا بِتَاْوِيْلِهٖ اس کی تعبیر قَبْلَ پہلے (اس سے) اَنْ يَّاْتِيَكُمَا کہ وہ آئے تمہارے پاس ذٰلِكُمَا یہ مِمَّا ان چیزوں میں ہے جو عَلَّمَنِيْ سکھائیں مجھے رَبِّيْ میرے رب نے اِنِّيْ بلاشبہ میں نے تَرَكْتُ چھوڑ دیا مِلَّةَ قَوْمٍ ان لوگوں کا دین (جو) لَّا يُؤْمِنُوْنَ نہیں ایمان لاتے بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَهُمْ اور وہ بِالْاٰخِرَةِ آخرت کے ساتھ (بھی) هُمْ كٰفِرُوْنَ وہ کفر کرنے والے ہیں ﴿۳۷﴾

ترجمہ: اور اُن کیساتھ دو اور جوان بھی قید خانہ میں داخل ہوئے، ایک نے اُن میں سے کہا کہ (میں نے خواب دیکھا ہے) دیکھتا (کیا) ہوں کہ شراب (کیلئے انگور) نچوڑ رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ (میں نے بھی خواب دیکھا ہے) میں یہ دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور جانوران میں سے کھا رہے ہیں۔ (تو) ہمیں ان کی تعبیر بتا دیجئے ہم تمہیں نیکوکار دیکھتے ہیں ﴿۳۶﴾ یوسف نے کہا کہ جو کھانا تمہیں ملنے والا ہے وہ آنے نہیں پائے گا کہ میں اُس سے پہلے تمہیں ان کی تعبیر بتا دوں گا یہ ان (باتوں) میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائی ہیں، جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور روزِ آخرت کا انکار کرتے ہیں میں اُن کا مذہب چھوڑے ہوئے ہوں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو اور نوجوان قید خانہ میں داخل ہوئے

۲۔ ان قیدیوں میں سے ایک نے ایک دن حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ میں خواب میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں

۳۔ دوسرے نے کہا کہ میں خواب میں یوں دیکھتا ہوں کہ میں نے اپنے سر پر روٹی اٹھائی ہوئی ہے اور پرندے اس میں سے کھا رہے ہیں۔

۴۔ ذرا ہمیں اس کی تعبیر بتاؤ

۵۔ ہمیں تم نیک آدمی نظر آتے ہو

۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا جو کھانا قید خانہ میں تمہیں دیا جاتا ہے وہ ابھی آنے نہیں پائے گا کہ میں تمہیں اس کی حقیقت بتادوں گا۔

۷۔ یہ اس علم کا ایک حصہ ہے جو میرے پروردگار نے مجھے عطا فرمایا ہے۔

۸۔ بات یہ ہے کہ میں نے ان لوگوں کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور جو آخرت کے منکر ہیں

جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام جیل گئے اس موقع پر دو جوان بھی جیل میں داخل ہوئے۔ ان کے علاوہ پہلے ہی سے جیل میں دوسرے قیدی بھی موجود تھے، جیسا کہ جیل میں عموماً ہوا کرتے ہیں۔ ان دو جوان قیدیوں کے بارے میں مفسرین نے یہ تحریر کیا ہے کہ مصر کے کچھ لوگوں نے بادشاہ کو قتل کروانے کا منصوبہ بنایا تھا اور ان منصوبہ کرنے والوں نے ان دونو جوانوں کو استعمال کیا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک بادشاہ کا ساقی تھا جس کی ذمہ داری بادشاہ کو مشروبات پلانے کی تھی اور دوسرا نوجوان بادشاہ کے لئے روٹی تیار کرنے والا تھا۔ قتل کا منصوبہ تیار کرنے والوں نے ان دونوں جوانوں سے یہ کہا کہ تم کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا کر بادشاہ کو کھلا پلا دو۔ رشوت کی لالچ میں دونوں نے یہ بات قبول کر لی۔ بعد میں چل کر ساقی یعنی مشروبات پلانے والے نے اس منصوبہ پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور روٹی بنانے والے نے رشوت قبول کر لی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ جب بادشاہ کھانا کھانے کے لئے بیٹھا تو ساقی نے بادشاہ سے کہا کہ آپ کھانا نہ کھایئے کیونکہ اس میں زہر ہے۔ دوسری طرف روٹی بنانے والے نے بادشاہ سے کہا کہ آپ پینے کی کوئی چیز مت پیجئے کیونکہ اس میں زہر ہے۔ بادشاہ نے ساقی سے کہا کہ تو نے جو کچھ پلانے کے لئے میرے پاس لایا ہے اس میں سے تو پی لے، اس نے پی لیا تو اس ساقی کو کوئی نقصان نہ ہوا۔ پھر بادشاہ نے روٹی بنانے والے سے کہا کہ تو اس کھانے میں سے کھالے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ پھر وہ کھانا ایک جانور کو کھلایا گیا جس سے وہ جانور مر گیا۔ بادشاہ نے پلانے والے اور روٹی تیار کرنے والے ان دونوں کو جیل

بھجوادیا۔ جب دونوں جیل میں گئے تو اسی دوران حضرت یوسف علیہ السلام بھی جیل میں تھے۔اس دوران دونوں میں سے ایک نے خواب دیکھا کہ وہ انگور سے شیرہ نچوڑ رہا ہے جس سے شراب بنائی جاتی ہے۔ یہ خواب دیکھنے والا بادشاہ کا ساقی تھا جو بادشاہ کو مشروبات پلانے کا ذمہ دار تھا اور دوسرے شخص یعنی روٹی بنانے والے نے یہ خواب دیکھا کہ وہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے لے جارہا ہے اور ان روٹیوں میں سے پرندے کھاتے جارہے ہیں۔ ان دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا خواب سنایا اور تعبیر دینے کی درخواست کی اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ آپ ہمیں اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں اور آپ کی بتائی ہوئی تعبیر درست ہی ہوگی۔

اس خواب کو سن کر حضرت یوسف علیہ السلام نے فوراً تعبیر نہیں دی بلکہ یوں فرمایا کہ **لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ** " **تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا** جو کھانا تمہیں جیل میں دیا جاتا ہے اس کھانے کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں خواب کی تعبیر بتادوں گا۔اسی کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ **ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ** یہ خواب کی تعبیر کا علم اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے کمال کی طرف ان کو متوجہ نہیں کیا بلکہ موقع جان کر رب ذوالجلال کی جانب ان قیدیوں کو متوجہ کیا اور رب ذوالجلال کا تعارف کروادیا۔ یہی ایک داعی کا مزاج ہونا چاہئے کہ وہ جس سے بھی ملاقات کرے دین کی دعوت پیش کرنے کا موقع تلاش کرتا رہے اور اس بات کا منتظر رہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا حسین موقع مل جائے جس موقع سے استفادہ کرتے ہوئے میں اللہ کے دین کی طرف سامنے والے کو راغب کروں اور توحید کا پیغام پہنچادوں۔حضرت یوسف علیہ السلام چاہتے تو خواب سن کر فوراً اس کی تعبیر دے دیتے، مگر انہوں نے وقت کا صحیح استعمال کیا۔

پھر یہ بات ان سے بیان کی گئی کہ **اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ** بیشک میں نے ان لوگوں کے دین کو چھوڑ رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان قیدی ساتھیوں سے صاف طور پر یہ بتلادیا کہ میرے پاس جو علم ہے یہ علم کہانت یا جادو وغیرہ سے متعلق نہیں ہے۔میں نہ نجومی ہوں اور نہ ہی جادوگر۔میرے علم کا تعلق وحی اور الہام سے ہے۔میرے رب نے مجھے یہ علم سکھایا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں اس مصلحت سے بھیجا کہ دین کی دعوت کے کام کا آغاز قید خانہ سے ہو، جہاں ضعیف، کمزور، فقیر، محتاج، تنگدست، مظلوم اور مجرم قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور ایسے لوگ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں دعوتِ حق کو پہلے تسلیم کرلیتے ہیں۔حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ بات بھی بتلادی کہ میں نے وہ دین چھوڑ دیا ہے جس کا تعلق اللہ پر ایمان سے نہیں ہے اور جو آخرت کا انکار کرتے ہیں۔میرا ان سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام ان قیدیوں کو یہ بتلانا چاہتے تھے کہ میں اللہ کے ساتھ اور آخرت کے معاملہ میں انکار اور کفر کرنے والوں کے ساتھ نہیں ہوں۔اس زمانہ کے کنعانی وغیرہ جو تھے جو فلسطین سے تعلق رکھتے تھے اور مصر کے جو لوگ تھے یہ سب کئی خداؤں کی پوجا کرتے تھے جیسے سورج کی پوجا اور بچھڑے کی پوجا وغیرہ۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان قیدیوں سے یہ بنیادی بات بتلا دی کہ میرا ایسے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور جو آخرت کے منکر ہیں۔

توحید کا عقیدہ تمام لوگوں پر اللہ کا فضل ہے

درس نمبر:۹۸۴ — یوسف:۳۸۔۳۹۔۴۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِ یْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاتَّبَعْتُ اور میں نے پیروی کی مِلَّةَ اٰبَآءِ یْٓ اپنے باپ دادا کے دین کی اِبْرٰهِیْمَ ابراہیم وَاِسْحٰقَ اور اسحاق وَیَعْقُوْبَ اور یعقوب (کے دین کی) مَا كَانَ نہیں ہے لَنَآ (جائز) ہمارے لیے اَنْ نُّشْرِكَ کہ ہم شریک ٹھہرائیں بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ مِنْ شَیْءٍ کسی چیز کو ذٰلِكَ یہ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ اللہ کے فضل سے ہے عَلَیْنَا ہم پر وَعَلَى النَّاسِ اور لوگوں پر وَلٰكِنَّ اور لیکن اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ لَا یَشْكُرُوْنَ نہیں شکر کرتے ﴿۳۸﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ کیا متفرق رب خَیْرٌ بہتر ہیں اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ یا اللہ ایک الْقَهَّارُ نہایت غالب؟ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ نہیں تم عبادت کرتے مِنْ دُوْنِهٖۤ سوائے اس کے اِلَّاۤ اَسْمَآءً مگر چند ناموں کی سَمَّیْتُمُوْهَاۤ وہ (نام) تم نے (خود ہی) رکھے ہیں اَنْتُمْ تم نے وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادا نے مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ نہیں نازل کی اللہ نے بِهَا ان کی مِنْ سُلْطٰنٍ کوئی دلیل اِنْ نہیں ہے الْحُكْمُ حکم اِلَّا لِلّٰهِ مگر اللہ ہی کا اَمَرَ اس نے حکم دیا اَلَّا تَعْبُدُوْۤا یہ کہ نہ تم عبادت کرو اِلَّاۤ اِیَّاهُ مگر صرف اُسی کی ذٰلِكَ یہی ہے الدِّیْنُ الْقَیِّمُ دین سیدھا وَلٰكِنَّ اور لیکن اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے ﴿۴۰﴾

ترجمہ: اور اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے مذہب پر چلتا ہوں، ہمیں شایاں نہیں ہے کہ کسی چیز کو اللہ کیساتھ شریک بنائیں یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر بھی اور لوگوں پر بھی لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ﴿۳۸﴾ میرے جیل خانے کے رفیقو! بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے یا (ایک) اللہ یکتا و غالب ﴿۳۹﴾ جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے اُن کی کوئی سند نازل نہیں کی (سن رکھو کہ) اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔ اُس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے۔
۲۔ ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک ٹھہرائیں۔
۳۔ یہ توحید کا عقیدہ ہم پر اور تمام لوگوں پر اللہ کے فضل کا حصہ ہے۔
۴۔ لیکن اکثر لوگ اس نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے
۵۔ اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جس کا اقتدار سب پر چھایا ہوا ہے؟
۶۔ اس کے سوا جس کی عبادت تم کرتے ہو ان کی حقیقت چند ناموں سے زیادہ نہیں ہے جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے رکھ لئے ہیں۔
۷۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں کوئی دلیل نہیں اتاری
۸۔ حاکمیت اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے
۹۔ اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو
۱۰۔ یہی سیدھا دین ہے
۱۱۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے قیدی ساتھیوں سے اپنا تعارف واضح انداز میں کرا دیا کہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اللہ اور آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ میں اس دین پر ہوں جس دین پر میرے ابّا جان حضرت یعقوب تھے اور میرے دادا اور پردادا حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم تھے۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی شرک کا کوئی کام نہیں کیا۔ یہ سب توحید پر نہ صرف قائم تھے بلکہ توحید کے اس پیغام کے داعی تھے۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے ان قیدیوں سے یہ بات بھی بتلا دی کہ ہمارے لئے یہ بات درست نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے لئے یہ زیب دیتا ہے کہ ہم زمین و آسمان کے خالق و مالک کے ساتھ شرک کریں۔ میرا تعلق جن نبیوں سے ہے ان نبیوں کے لئے بھی یہ بات درست نہیں ہے کہ وہ شرک کریں۔ ہمارے باپ دادا نے نہ کسی فرشتہ کی پوجا کی، نہ کسی جن کی پوجا کی، نہ کسی انسان کی پوجا کی اور نہ ہی انہوں نے کسی ایسے بت کی پوجا کی جو نہ سننے کی طاقت رکھتا ہو اور نہ دیکھنے کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے توحید کی اس عظیم نعمت کا تذکرہ بطور شکر فرمایا کہ **ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ** یہ ہم پر اور دوسرے لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ اللہ کے بندوں کو چاہئے کہ وہ توحید کی اس نعمت کا تصور کریں اور اپنے رب کی اس نعمت کا تذکرہ آپس میں کرتے رہیں کہ اس رب ذوالجلال نے انہیں توحید کی سب سے بڑی نعمت عطا فرمائی۔ اگر ہم کسی مشرک کے گھر پیدا ہو جاتے اور مشرکانہ زندگی میں لگ جاتے تو پھر ہمارا انجام کیا ہوتا؟ ہر مسلمان کو توحید کی اس نعمت پر شکر بجالانا چاہئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ یہاں

اپنے بندوں کی شکایت کررہے ہیں کہ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ اکثر لوگ اللہ کی ان نعمتوں پرشکر ہی ادا نہیں کرتے ۔اے اللہ! ہم بادیدۂ نم اپنی اس غفلت کا اعتراف کرتے ہیں۔ہمیں احساس ہے کہ ہم واقعی مجرم ہیں۔ ہمیں اپنے فضل وکرم سے آپ کی اس نعمت توحید پرشکر کرنے والا بندہ بنادیجئے۔آمین

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے قیدی ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا اور یوں ذہن سازی کی اور توحید کی طرف ان کی توجہ مرکوز کی۔يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم ہی بتاؤ اور اپنا دماغ لڑاؤ، اپنے دل ودماغ کوحرکت میں لاؤ اور اس بات پرغور کرو کہ جُدا جُدا بہت سے معبود بہتر ہیں یا وہ اللہ بہتر ہے جوتنہا ہے اکیلا ہے اور زبردست ہے۔وہ اپنی ذات اور اپنی صفات میں ایسا تنہا ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں۔لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ:۱۱) اس کے جیسی کوئی چیز نہیں۔ایسا زبردست کہ وہ سب پر غالب ہے اس پر کوئی غالب نہیں اس رب کے سامنے دنیا کی ساری چیزیں مغلوب اور بے بس ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان قیدیوں سے ان باطل معبودوں کی حقیقت بتلادی جن کی عبادت میں وہ لگے ہوئے تھے۔مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ تم لوگ اللہ کے سوا جن کی بھی عبادت کرتے ہو وہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے تجویز کرلیے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ان بتوں کی کوئی سند اور دلیل نازل ہی نہیں کی ہے۔یہ تمہاری یا تمہارے باپ دادا کی طرف سے گھڑی ہوئی چیزیں ہیں۔نہ ہی ان بتوں کی کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی ان بتوں کا کوئی مقام ومرتبہ ہے۔ جب ان بتوں کی کوئی حقیقت وحیثیت ہے ہی نہیں تو ان کی عبادت کیسے درست ہوسکتی ہے؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان قیدی ساتھیوں سے یہ بھی بتلادیا کہ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ دنیا جہاں کی ساری سلطنت اور ہر قسم کا اختیار اور سارے ارادے اللہ تعالیٰ ہی کے چلتے ہیں اور اسی رب ذوالجلال نے اپنے بندوں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں اور جس توحید خالص کی دعوت میں تمہیں دے رہا ہوں یہی وہ پیارا، مقدس، پاکیزہ، درست اور سیدھا دین ہے جس میں کسی قسم کی کوئی کجی نہیں ہے۔لیکن اس حقیقت سے بہت کم لوگ باخبر ہیں، باقی اکثر کا حال یہ ہے کہ وہ اس حقیقت سے بےخبر ہیں۔

﴿درس نمبر:۹۸۵﴾ حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں خوابوں کی تعبیر دی ﴿یوسف:۴۱۔۴۲﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ۝ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ؕ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: یٰصَاحِبَیِ السِّجۡنِ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! اَمَّآ لیکن اَحَدُ کُمَا تم دونوں میں سے ایک فَیَسۡقِیۡ تو وہ پلائے گا رَبَّهٗ اپنے مالک کو خَمۡرًا شراب وَاَمَّا اور لیکن الۡاٰخَرُ دوسرا فَیُصۡلَبُ سو وہ سولی دیا جائے گا فَتَاۡكُلُ اور کھائیں گے الطَّیۡرُ پرندے مِنۡ رَّاۡسِهٖ اس کے سر میں سے قُضِیَ فیصلہ کر دیا گیا ہے الۡاَمۡرُ اس معاملے کا الَّذِیۡ وہ جو فِیۡهِ اس کی بابت تَسۡتَفۡتِیٰنِ تم مجھ سے پوچھتے ہو ۝ وَقَالَ اور کہا لِلَّذِیۡ اس کو جسے ظَنَّ گمان کیا تھا اَنَّهٗ کہ وہ نَاجٍ نجات پانے والا ہے مِّنۡهُمَا ان دونوں میں سے اذۡكُرۡنِیۡ تو میرا ذکر کرنا عِنۡدَ رَبِّكَ اپنے مالک کے ہاں فَاَنۡسٰهُ چنانچہ اسے بھلوا دیا الشَّیۡطٰنُ شیطان نے ذِكۡرَ ذکر کرنا رَبِّهٖ اپنے مالک کے پاس فَلَبِثَ سو وہ (یوسف) ٹھہرا رہا فِی السِّجۡنِ جیل میں بِضۡعَ سِنِیۡنَ کئی سال ۝

ترجمہ: میرے جیل خانے کے رفیقو! تم میں سے ایک (جو پہلا خواب بیان کرنے والا ہے وہ) تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور جو دوسرا ہے وہ سُولی دیا جائے گا اور جانور اس کا سر کھا جائیں گے۔ جو امر تم مجھ سے پوچھتے تھے وہ فیصل ہو چکا ہے ۝ اور دونوں شخصوں میں سے جس کی نسبت (یوسف نے) خیال کیا کہ وہ رہائی پا جائے گا اُس سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر بھی کرنا لیکن شیطان نے اُن کا اپنے آقا سے ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف کئی برس جیل خانے ہی میں رہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے میرے قید خانے کے ساتھیو! اب اپنے خوابوں کی تعبیر سنو، تم میں سے ایک کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ قید سے آزاد ہو کر اپنے آقا کو شراب پلائے گا

۲۔ رہا دوسرا، تو اسے سولی دی جائے گی جس کے نتیجہ میں پرندے اس کے سر کو نوچ کر کھائیں گے

۳۔ جس معاملہ میں تم پوچھ رہے تھے اس کا فیصلہ اسی طرح ہو چکا ہے۔

۴۔ ان دونوں میں سے جس کے بارے میں ان کا گمان تھا کہ وہ رہا ہو جائے گا اس سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اپنے آقا سے میرا بھی تذکرہ کر دینا

۵۔ پھر ہوا یہ کہ شیطان نے اس کو یہ بات بھلا دی کہ وہ اپنے آقا سے حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کرتا

۶۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کئی برس قید خانہ میں رہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے قیدی ساتھیوں سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان دونوں کے خوابوں کی تعبیر بتلائیں گے، لیکن خوابوں کی تعبیر بتلانے سے پہلے توحید کی تعلیم دی اور یہ سبق دیا کہ ہم اگر کسی مشرک سے گفتگو کریں تو موقع اور محل کو ملحوظ رکھتے ہوئے حکمت و مصلحت کے ساتھ اس سے توحید سے متعلق ایسی بات کریں جو اس کے دل میں اتر جائے۔ لیکن یہ بات ضرور یاد رکھیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں قیدیوں سے بے تعلق ہو کر اپنا وقت

نہیں گزارا بلکہ توحید کا یہ پیغام تو بعد میں دیا، اس سے پہلے محبت، ہمدردی، ایثار اور غم خواری کے ذریعہ ان کا دل جیتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر کی درخواست پیش کرتے ہوئے اپنا یہ تاثر بھی پیش کیا کہ اِنَّا نَرٰىکَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ہم آپ کو نیک لوگوں میں شمار کرتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے حسنِ اخلاق اور ہمدردی و محبت سے ان قیدیوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کی۔ دعوتِ دین کا یہی اسلوب اور طریقہ ہے کہ پہلے مدعو کے دل میں اخلاق و کردار سے اپنی محبت پیدا کی جائے اور اس کے بعد دین کی دعوت دینے کا منصوبہ تیار کیا جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں کے خواب کی تعبیر یوں بیان کی کہ تم میں سے ایک شخص اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور دوسرے آدمی کو سولی دے دی جائے گی۔ یعنی اس کو سولی پر لٹکایا جائے گا اور سولی پر سے اتارنے سے پہلے اس کے سر میں سے پرندے نوچ نوچ کر کھاتے رہیں گے۔ پھر فرمایا کہ جس خواب کی تعبیر تم دونوں نے دریافت کی ہے اور اس کی جو تعبیر میں نے دی ہے اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں کے خوابوں کی تعبیر دے دی تو ان دونوں قیدیوں نے کہا کہ نہیں نہیں! ہم نے تو کوئی خواب دیکھا ہی نہیں۔ ہم تو یوں ہی دل لگی کے طور پر سوال لے کر آئے تھے۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ جس کے بارے میں تم سوال کر رہے ہو اب تو وہی فیصلہ ہوگا جو میں نے تعبیر کے ذریعہ تمہیں بتایا ہے۔ (روح المعانی، ج:۱۲، ص:۲۴۲) حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر دیتے ہوئے مطلق دو خوابوں کی تعبیر بیان کر دی، لیکن متعین طور پر یہ نہیں بتلایا کہ کون بادشاہ کو شراب پلائے گا اور کس کو سولی پر لٹکایا جائے گا؟ تا کہ وہ شخص غمزدہ نہ ہو جس کے بارے میں یہ تعبیر تھی کہ اس کو سولی پر لٹکایا جائے گا۔

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے جس کے بارے میں انہیں یقین ہوا کہ وہ نجات پائے گا اور دوبارہ بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر شراب پلائے گا اس شخص کو تنہائی میں یہ خبر دی کہ تجھے نجات ہوگی اور تو دوبارہ بادشاہ کے محل پہنچ کر شراب پلائے گا اور اس سے یہ بھی کہا کہ میرا تذکرہ تیرے بادشاہ کے سامنے ضرور کرنا، امید ہے کہ وہ مجھے قید خانہ سے نکال دے گا اس کے بعد کہ اس کو میرے اس گناہ سے بری ہونے کا علم ہوگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے آزاد ہونے کی ظاہری تدبیر اختیار کی جو عادتاً مطلوب بھی ہے اور شریعت کے خلاف بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ توکّل اسباب کو چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ اسباب کو اختیار کرتے ہوئے نظر ربِ ذوالجلال پر رکھنے کا نام توکّل ہے۔ مگر ہوا یہ کہ اس قیدی نے بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر اس واقعہ کو بادشاہ کے سامنے ذکر ہی نہیں کیا اور شیطان نے اس کو بادشاہ کے پاس ان کے تذکرہ کرنے کو بھلا دیا اور بھول جو ہوتی ہے وہ شیطان کے مکر و فریب سے ہوتی ہے اور شیطان نے اس لئے بھلایا تا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ سے نہ نکلیں۔ اگر وہ قید خانہ سے نکلیں

گے تو جس طرح قید خانہ میں قیدیوں میں توحید کی دعوت دی قید خانہ سے نکل کر عوام کے سامنے توحید کی دعوت دیں گے، اس لئے شیطان نے یہ بات بھلادی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ ظاہری تدبیر کامیاب نہ ہوسکی۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں چند سال رہے۔

بِضْعَ کا لفظ عربی زبان میں تین سے نو تک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں تین سال سے نو سال کا عرصہ رہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ سات سال قید خانہ میں رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بارہ سال رہے۔

﴿درس نمبر:۹۸۶﴾ **بادشاہ کا خواب** ﴿یوسف:۴۳۔۴۴۔۴۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَ اور کہا الْمَلِكُ بادشاہ نے اِنِّيْٓ بے شک میں اَرٰى دیکھتا ہوں (خواب میں) سَبْعَ بَقَرٰتٍ سات گائیں سِمَانٍ موٹی يَّاْكُلُهُنَّ (کہ) کھا رہی ہیں انہیں سَبْعٌ عِجَافٌ سات دبلی وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ اور سات بالیاں خُضْرٍ سبز وَّاُخَرَ اور دوسری يٰبِسٰتٍ خشک يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اے درباریو! اَفْتُوْنِيْ تم تعبیر بتلاؤ مجھے فِيْ رُءْيَايَ میرے خواب کی اِنْ كُنْتُمْ اگر ہو تم لِلرُّءْيَا خواب کی تَعْبُرُوْنَ تعبیر کر سکتے ۝ قَالُوْٓا انہوں نے کہا اَضْغَاثُ (یہ ہیں) پریشان اَحْلَامٍ خواب وَمَا نَحْنُ اور نہیں ہم بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ (ایسے) خوابوں کی تعبیر بِعٰلِمِيْنَ جاننے والے ۝ وَقَالَ اور کہا الَّذِيْ اس شخص نے جس نے نَجَا نجات پائی تھی مِنْهُمَا ان دونوں (قیدیوں) میں سے وَادَّكَرَ اور اسے یاد آیا (یوسف) بَعْدَ اُمَّةٍ ایک مدت کے بعد اَنَا اُنَبِّئُكُمْ میں تمہیں خبر دوں گا بِتَاْوِيْلِهٖ اس کی تعبیر کی فَاَرْسِلُوْنِ تم بھیجو مجھے ۝

ترجمہ: اور بادشاہ نے کہا کہ میں (نے خواب دیکھا ہے) دیکھتا (کیا) ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات خوشے سبز ہیں اور (سات) خشک۔ اے سردارو! اگر تم خوابوں کی تعبیر دے سکتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ ۝ انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان سے خواب ہیں اور ہمیں ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی ۝ اب وہ شخص جو دونوں قیدیوں میں سے رہائی پا گیا تھا اور جسے مدت کے بعد وہ بات یاد آ گئی بول اٹھا کہ میں آپ کو اس کی تعبیر (لا) بتاتا ہوں مجھے (جیل خانے) جانے کی اجازت دیجئے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بادشاہ نے اپنے درباریوں سے کہا کہ میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں۔
۲۔ نیز سات خوشے ہرے بھرے ہیں اور سات اور ہیں جو سوکھے ہوئے ہیں
۳۔ اے درباریو! اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کا مطلب بتاؤ
۴۔ درباریوں نے کہا کہ یہ پریشان قسم کے خیالات معلوم ہوتے ہیں
۵۔ ہم خوابوں کی تعبیر کے علم سے واقف بھی نہیں ہیں
۶۔ ان دو قیدیوں میں سے جو رہا ہو گیا تھا۔
۷۔ اسے ایک لمبے عرصے کے بعد یوسف (علیہ السلام) کی بات یاد آئی تھی
۸۔ میں آپ کو اس خواب کی تعبیر بتائے دیتا ہوں
۹۔ بس مجھے یوسف کے پاس قید خانے میں بھیج دیجئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں رہے یہاں تک کہ مصر کے بادشاہ ریان بن الولید کا ایک خواب آپ کے قید خانہ سے نکلنے کا ظاہری سبب بنا۔ قصہ یہ ہوا کہ مصر کے بادشاہ کو ایک خواب پیش آیا اور وہ اس خواب سے تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ اس کو اپنے اس حیرتناک خواب سے پریشانی ہوئی۔ اس نے اپنے دربار میں کاہنوں اور بڑے لوگوں اور اپنے امراء کو جمع کیا اور ان کے سامنے وہ خواب بیان کیا جو اس نے دیکھا تھا۔ پھر اس نے ان سب سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ اس خواب کی تعبیر ان میں سے کسی کی سمجھ میں نہ آئی اور سب نے اس کی تعبیر سے معذرت کر لی اور یہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی کہ اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ یہ تو یوں ہی خیالی خواب ہے جو سونے والے کے دماغ میں چلتے ہیں اور ہاضمہ کی خرابی کی وجہ سے ایسے خواب آتے ہیں یا تھکان کی وجہ سے بھی ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے جو خواب دیکھا تھا وہ خواب یہ تھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری ہیں اور ان کے علاوہ سات خشک یعنی سوکھی بالیں ہیں۔ بادشاہ نے اس خواب کو بیان کیا اور سب نے کہا کہ اگر تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم ہو تو مجھے اس کی تعبیر دو۔ ان درباریوں نے بادشاہ سے صاف یہ کہہ دیا کہ وَمَا نَحۡنُ بِتَاۡوِیۡلِ الۡاَحۡلَامِ بِعٰلِمِیۡنَ حقیقت یہ ہے کہ ہم خوابوں کی دنیا جانتے نہیں ہیں۔ بادشاہ کے دربار میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اس رہا شدہ قیدی کو حضرت یوسف علیہ السلام یاد آ گئے جن کے ساتھ قید خانہ میں اس قیدی نے وقت گزارا تھا جس کے خواب کی صحیح تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے دی تھی۔ اس ساقی قیدی نے بادشاہ سے اور ان درباریوں سے جو وہاں جمع تھے یوں کہا کہ میں اس خواب کی تعبیر کی خبر تمہیں دوں گا، بس تم اتنا کرو کہ مجھے میرے ساتھی یوسف کے پاس بھیج دو جو ابھی قید خانہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ اس ساقی کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا۔

﴿درس نمبر: ۹۸۷﴾

بادشاہ کے خواب کی تعبیر

﴿یوسف: ۴۶ تا ۴۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يُوْسُفُ (اس نے جا کر کہا) اے یوسف! اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اے بہت ہی سچے! اَفْتِنَا ہمیں تعبیر بتلا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سات گائیوں کی بابت سِمَانٍ جو موٹی ہیں يَّاْكُلُهُنَّ (کہ) انہیں کھا رہی ہیں سَبْعٌ عِجَافٌ سات دبلی وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ اور سات بالیاں خُضْرٍ سبز وَّاُخَرَ اور دوسری يٰبِسٰتٍ خشک لَّعَلِّيْٓ تاکہ میں اَرْجِعُ لوٹوں اِلَى النَّاسِ لوگوں کی طرف لَعَلَّهُمْ (اور) تاکہ وہ يَعْلَمُوْنَ جان لیں ۝ قَالَ اس (یوسف) نے کہا تَزْرَعُوْنَ تم کاشت کرو گے سَبْعَ سِنِيْنَ سات سال دَاَبًا لگاتار فَمَا پھر جو حَصَدْتُّمْ تم کاٹو فَذَرُوْهُ تو چھوڑ دو اسے فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اس کی بالی ہی میں اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑا سا مِّمَّا اس میں سے جو تَاْكُلُوْنَ تم کھاؤ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ پھر آئیں گے مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد سَبْعٌ سات (سال) شِدَادٌ سخت يَّاْكُلْنَ وہ کھا جائیں گے مَا اسے جو قَدَّمْتُمْ تم نے پہلے ذخیرہ کیا ہوگا لَهُنَّ ان کے لیے اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑا سا مِّمَّا اس (ذخیرے) میں سے جو تُحْصِنُوْنَ تم محفوظ رکھو گے (بیج کیلئے) ۝ ثُمَّ پھر يَاْتِيْ آئے گا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد عَامٌ ایک سال فِيْهِ اس میں يُغَاثُ بارش دیئے جائیں گے النَّاسُ لوگ وَفِيْهِ اور اس میں يَعْصِرُوْنَ وہ نچوڑیں گے

ترجمہ: (غرض وہ یوسف کے پاس آیا اور کہنے لگا) یوسف اے بڑے سچے ہمیں (اس خواب کی تعبیر) بتایئے کہ سات موٹی گایوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات خوشے سبز ہیں اور سات سوکھے تاکہ میں لوگوں کے پاس واپس جا کر تعبیر بتاؤں عجب نہیں کہ وہ (تمہاری قدر) جانیں ۝ انہوں نے کہا کہ تم لوگ سات سال متواتر کھیتی کرتے رہو گے تو جو (غلہ) کاٹو تو تھوڑے سے غلے کے سوا جو کھانے میں آئے اُسے خوشوں میں ہی رہنے دینا ۝ پھر اس کے بعد (خشک سالی کے) سات سخت (سال) آئیں گے کہ جو (غلہ) تم نے جمع کر رکھا ہوگا وہ اس سب کو کھا جائیں گے صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا جو تو اختیار سے رکھ چھوڑ گے ۝ پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا کہ خوب مینہ برسے گا اور لوگ اُس میں رس نچوڑیں گے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے یوسف! اے وہ شخص جس کی ہر بات سچی ہوتی ہے تم ہمیں اس خواب کا مطلب بتاؤ کہ سات موٹی گائیں

گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں۔

۲۔ سات خوشے ہرے بھرے ہیں اور دوسرے سات اور ہیں جو سوکھے ہیں۔

۳۔ شاید میں لوگوں کے پاس جاؤں اور انہیں خوابوں کی تعبیر بتاؤں تا کہ وہ بھی حقیقت جان لیں۔

۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تم سات سال تک مسلسل غلہ اگاؤ گے

۵۔ اس دوران جو فصل کاٹو اس کو اس کی بالیوں ہی میں رہنے دو

۶۔ البتہ تھوڑا سا غلہ جو تمہارے کھانے میں آئے وہ نکال لیا کرو۔

۷۔ پھر اس کے بعد تم پر سات سال ایسے آئیں گے جو بڑے سخت ہوں گے

۸۔ جو کچھ ذخیرہ تم نے ان سالوں کے واسطے جمع کر رکھا ہوگا اس کو کھا جائیں گے۔

۹۔ پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا کہ خوب بارش برسے گی اور لوگ اس میں رس نچوڑیں گے

ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اے یوسف! آپ تو اپنے قول و عمل میں سچے آدمی ہو اور باتوں کی درست تاویل اور خوابوں کی سچی تعبیر سے پوری طرح باخبر ہو، بادشاہ وقت کے خواب کی تعبیر دیجئے۔ آپ کا تعبیر دینا آپ کے قید خانہ سے رہا ہونے کا سبب بن جائے گا۔ اس خواب کی تعبیر بتلایئے کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں۔ سات ہری بالیاں ہیں اور دوسری سات خشک بالیاں ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس شخص پر اس بات پر کوئی ملامت بھی نہیں کی کہ اس شخص نے بادشاہ کے پاس کا تذکرہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے اس ساقی پر کوئی غصہ اور عتاب کیا۔ حالانکہ یہ موقع تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس سے مواخذہ کر سکتے تھے اور پوچھ سکتے تھے کہ تم نے اتنی اہم بات بادشاہ کو کیوں نہیں بتلائی؟ خواب کی تعبیر دینے سے پہلے چاہتے تو حضرت یوسف علیہ السلام یہ شرط بھی لگا سکتے تھے کہ اگر مجھے جیل سے رہا کر دیں تو میں اس خواب کی تعبیر دوں گا، بغیر کسی شرط کے سادگی کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتلا دی۔ یہ ہے انبیاء کرام علیہم السلام کا وسیع ظرف اور ان کے عمدہ و اعلیٰ اخلاق۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے اس خواب کی تعبیر یوں بتلائی کہ سات سال مسلسل ایسے آئیں گے جن میں خوب پیداوار ہوگی اور پھر سات سال ایسے آئیں گے جن میں قحط ہوگا۔ سات موٹی گائیوں کی تعبیر خوب پیداوار سے لی اور سات دبلی گائیوں کی تعبیر یہ لی کہ ان سات سال کی پیداوار کو اس کے بعد کے سات سال جو قحط کے ہوں گے کھا جائیں گے اور سات موٹی گائیوں کو سات فراوانی کے سال اور سات دبلی گائیوں کو قحط کے سال قرار دیا کہ قحط کے ان سات سالوں میں فراوانی کے زمانہ کے سات سال میں جمع کیا ہوا سارا غلہ اور ذخیرہ ختم ہو جائے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے نہ صرف بادشاہ کے اس خواب کی تعبیر بتلائی بلکہ اس خواب کی تعبیر کے نتیجہ میں جو ناسازگار

حالات آئیں گے ان حالات سے نمٹنے کیلئے بہترین تدبیر بھی بتلائی اور قحط کے سات سالوں کی معیشت کو قابو میں رکھنے کا فارمولہ بھی بتلادیا کہ پہلے سات سال تک غلہ اُگانے میں پوری کوشش اور محنت کی جائے اور جب کھیتی کاٹی جائے تو ضرورت کے بقدر بالیوں میں سے دانے نکال لیے جائیں اور باقی بالیوں کو اسی حالت میں محفوظ رکھا جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بالیوں کے اندر جو غلہ رہتا ہے وہ گھن سے محفوظ رہتا ہے جس کو کیڑے نہیں کھاتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ بھی بتایا کہ سات سال کی قحط سالی کے بعد پھر ایک سال ایسا آئے گا کہ خوب بارش ہوگی اور کھیتیاں خوب ہوں گی تو انگور کی فصل بھی زیادہ ہوگی اور لوگ ان انگوروں کو نچوڑ کر شراب بنائیں گے۔ یَعْصِرُوْنَ سے صرف انگور ہی نہیں زیتون اور تل وغیرہ بھی مراد ہیں۔

درس نمبر: ۹۸۸

عزیزِ مصر کی عورت کا اعتراف

یوسف: ۵۰۔۵۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ز اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۵۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَ اور کہا الْمَلِكُ بادشاہ نے ائْتُوْنِيْ بِهٖ تم لے آؤ اسکو میرے پاس فَلَمَّا پھر جب جَآءَهُ آیا اس کے پاس الرَّسُوْلُ قاصد قَالَ (تو) اس (یوسف) نے کہا ارْجِعْ تو لوٹ جا اِلٰى رَبِّكَ اپنے مالک کے پاس فَسْئَلْهُ اور اس سے پوچھ مَا کیا بَالُ حال ہے النِّسْوَةِ ان عورتوں کا الّٰتِيْ جنہوں نے قَطَّعْنَ کاٹ لیے تھے اَيْدِيَهُنَّ اپنے ہاتھ؟ اِنَّ بے شک رَبِّيْ میرا رب بِكَيْدِهِنَّ ان کے مکر کو عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے ۝ قَالَ اس (بادشاہ) نے کہا مَا خَطْبُكُنَّ کیا حال ہے تمہارا اِذْ جب رَاوَدْتُّنَّ تم نے پھسلانا (ورغلانا) چاہا تھا يُوْسُفَ یوسف کو عَنْ نَّفْسِهٖ اس کے نفس سے قُلْنَ انہوں نے کہا حَاشَ لِلّٰهِ اللہ کی پاکیزگی مَا عَلِمْنَا نہیں ہم نے جانی عَلَيْهِ اس کے ذمے مِنْ سُوْٓءٍ کوئی برائی قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ کہا عزیز (مصر) کی بیوی نے الْـٰٔنَ حَصْحَصَ اب واضح ہوگیا ہے الْحَقُّ حق اَنَا میں نے ہی رَاوَدْتُّهٗ اسے ورغلایا تھا عَنْ نَّفْسِهٖ اس کے نفس سے وَاِنَّهٗ اور بلاشبہ وہ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ البتہ سچوں میں سے ہے ۝۵۱

ترجمہ: (یہ تعبیر سن کر) بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس لے آؤ جب قاصد اُن کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اُن سے پوچھو کہ اُن عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟ بیشک میرا رب اُن کے مکروں سے خوب واقف ہے ۝۵۰ بادشاہ نے (عورتوں سے) پوچھا

بھلا اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا؟ سب بول اٹھیں کہ حاشا اللہ ہم نے اُس میں کوئی بُرائی معلوم نہیں کی، عزیز کی عورت نے کہا اب سچی بات ظاہر ہو ہی گئی ہے (اصل یہ ہے کہ) میں نے اُس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا اور وہ بیشک سچا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بادشاہ نے کہا کہ یوسف کو میرے پاس لے آؤ

۲۔ چنانچہ جب ان کے پاس قاصد پہنچا تو یوسف نے کہا

۳۔ اپنے مالک کے پاس جاؤ اوران سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا قصہ ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟

۴۔ میرا پروردگار ان عورتوں کے مکر سے خوب واقف ہے

۵۔ بادشاہ نے ان عورتوں کو بلا کر ان سے کہا تمہارا کیا قصہ تھا جب تم نے یوسف کو ورغلانے کی کوشش کی تھی؟

۶۔ ان سب عورتوں نے کہا کہ حَاشَ لِلّٰہِ ہم کو یوسف میں ذرا بھی کوئی برائی معلوم نہیں ہوئی۔

۷۔ عزیز کی بیوی نے کہا کہ اب تو حق بات سب پر کھل گئی ہے

۸۔ میں نے ہی یوسف کو ورغلانے کی کوشش کی تھی

۹۔ حقیقت یہ ہے کہ یوسف بالکل سچے ہیں

جب ساقی خواب کی تعبیر لے کر بادشاہ کے دربار میں پہنچا اور بادشاہ نے جب خواب کی یہ تعبیر سنی تو تعبیر دینے والے حضرت یوسف علیہ السلام کی اہمیت اور حیثیت اس کے دل میں بڑھ گئی اور خواب کی تعبیر سے بادشاہ نے اندازہ لگالیا کہ تعبیر دینے والا واقعی صاحبِ علم اور ماہر فن ہے۔ تعبیر سے بڑھ کر تدبیر پر بادشاہ متاثر ہوا کہ اس شخص نے تو پورے ملک کی مصیبت کو دور کرنے والی ایسی تدبیر بتلائی ہے کہ دانوں کو بالیوں ہی میں رہنے دو تا کہ اس غلہ کو کیڑے نہ کھا جائیں۔ بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا اور اس نے حکم دیا کہ حضرت یوسف کو دربار میں حاضر کیا جائے۔ بادشاہ نے اس لئے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے دربار میں بلایا کہ وہ اس خواب کی تعبیر کی تصدیق بھی کرلے، اس لئے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کے برابر نہیں ہوسکتی۔ اس لئے طمانیت قلب کے لئے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ نے اپنے دربار میں بلایا۔ جب بادشاہ کا قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ بادشاہ کے دربار میں چلیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدخانہ سے نکلنے میں عجلت سے کام نہیں لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے ایک بہترین موقع تھا کہ وہ ان کی بے گناہی ثابت کریں، اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اس قاصد سے کہا کہ تم اپنے آقا کے پاس جاؤ اور اس سے دریافت کرو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟ بیشک میرا رب ان کے فریب کو خوب

جاننے والا ہے۔ زلیخا کے معاملہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی جانب جو بات منسوب کی گئی اس کی صفائی حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے اہم تھی اس لئے انہوں نے یہ سوال اٹھایا تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اتنے عرصہ تک جو قید خانہ میں رکھا گیا وہ سراسر ظلم تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ قید خانہ سے نکلنے سے پہلے ان کے اس معاملہ کی تحقیق کی جائے تا کہ بادشاہ کو حقیقت کا علم ہو۔ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا اگر میں اتنی مدت قید خانہ میں رہتا جتنی مدت یوسف (علیہ السلام) تھے تو میں ضرور اس بلانے والے کے بلاوے کو قبول کر لیتا۔ (مسند احمد) چنانچہ جب قاصد نے بادشاہ سے یہ بات کہی تو بادشاہ نے عورتوں سے پوچھا کہ صحیح صورتِ حال بتلاؤ کہ واقعہ کیا ہے؟ عورتوں نے جواب دیا کہ ہم نے یوسف میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی جس کی وجہ سے ان کی طرف کوئی برائی منسوب کر سکیں۔ اگر ہم کوئی ایسی بات کہہ دیں جو حقیقت کے خلاف ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اپنی بات کو سچا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر رہے ہیں کہ یہ بات اللہ کے علم میں بھی ہے۔ اللہ کا علم تو صحیح ہے۔ ہم ایسی بات کہہ کر غلط بات اللہ کے علم کی طرف کیسے منسوب کریں؟ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ اس جملہ کے ذریعہ ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت کا اظہار کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر تعجب کا اظہار بھی کیا۔ عورتوں نے یہ کہا کہ ہم نے یوسف کی زندگی میں کوئی ایسی برائی نہیں دیکھی کہ ہم ان کے بارے میں کوئی بدگمانی کریں یا ان پر کوئی تہمت لگائیں۔ ان ساری باتوں کے بعد زلیخا نے کہا کہ اس وقت حق ظاہر ہو گیا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ میں نے ہی یوسف کو اپنے مطلب کے نکالنے کے لئے پھسلایا تھا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یوسف تو سچے لوگوں میں سے ہیں۔ بادشاہ کے دربار میں جو کچھ باتیں ہوئیں ان باتوں کا علم جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ہوا تو انہوں نے جو کہا وہ اگلے درس میں ملاحظہ فرمائیں۔

نفس تو برائی کی تلقین کرتا رہتا ہے

درس نمبر: ۹۸۹ — یوسف: ۵۲۔۵۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ یہ اس لیے تا کہ وہ جان لے اَنِّيْ (کہ) بے شک میں نے لَمْ اَخُنْهُ نہیں خیانت کی تھی اس کی بِالْغَيْبِ پیٹھ پیچھے وَاَنَّ اللّٰهَ اور یہ کہ بیشک اللہ لَا يَهْدِيْ نہیں چلنے دیتا كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ خیانت کرنے والوں کا مکر ﴿۵۲﴾ وَمَآ اُبَرِّئُ اور میں بری نہیں کرتا نَفْسِيْ اپنے نفس کو اِنَّ النَّفْسَ بے شک نفس (تو) لَاَمَّارَةٌ ضرور حکم دیتا ہے بِالسُّوْٓءِ برائی کا اِلَّا مگر مَا جس پر رَحِمَ رحم کرے رَبِّيْ میرا رب اِنَّ رَبِّيْ بے شک میرا رب غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿۵۳﴾

ترجمہ: (یوسف نے کہا کہ میں نے) یہ بات اس لئے (پوچھی ہے) کہ عزیز کو یقین ہو جائے کہ میں نے اُس کی پیٹھ پیچھے اُس کی (امانت میں) خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کرنے والوں کی تدبیر چلنے نہیں دیتا۵۲ اور میں اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس امارہ (انسان کو) بُرائی ہی سکھاتا رہتا ہے مگر یہ کہ میرا رب رحم کرے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں اس گفتگو کی خبر ملی تو انہوں نے کہا کہ یہ سب کچھ میں نے اس لیے کیا تاکہ عزیز کو یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی۔

۲۔ یہ بھی کہ جو لوگ خیانت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔

۳۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرا نفس بالکل پاک صاف ہے

۴۔ واقعہ یہ ہے کہ نفس تو برائی کی تلقین کرتا ہی رہتا ہے۔

۵۔ میرا رب رحم فرمادے تو بات اور ہے۔

۶۔ بیشک میرا رب بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس بات کی وضاحت بھی کر دی کہ میں نے جو جیل سے نکلنے میں دیر لگائی اور صورتِ حال کی تحقیق کرنے کے لیے بادشاہ کو آمادہ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ عزیزِ مصر کو پتہ چل جائے کہ میں نے اس کے غائبانہ میں اس کے گھر میں کوئی خیانت نہیں کی۔ بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ جملہ بھی زلیخا ہی نے کہا کہ میرا یہ اعتراف کرنا دُرست اور سچ ہے تاکہ یوسف کو قید خانہ ہی میں یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے غائبانہ میں کوئی خیانت نہیں کی ہے۔ میں نے ان کی پاکیزگی اور عفت پر کوئی طعنہ نہیں دیا ہے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔ یعنی قدرت کا فطری نظام اور دستور یہ ہے کہ جو شخص خیانت کرتا ہے اس کے فریب کو اللہ تعالیٰ چلنے نہیں دیتے۔ یعنی ایسا خائن اپنے فریب میں کامیاب نہیں ہوتا۔ چنانچہ عزیزِ مصر کی بیوی نے جو خیانت کی تھی تحقیق کرنے پر خود اس کے اپنے اقرار سے اس کا خائن ہونا ثابت ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میں اپنے نفس کو بَری نہیں بتاتا، اس لئے کہ انسان کے نفس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ بار بار برائی کا حکم دیتا ہے۔ ہاں! جس بندے پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے وہی بندہ نفس امارہ کے شر اور برائی سے بچ سکتا ہے بلکہ ایسے شخص کا نفس جس پر اللہ نے رحم فرمایا ہو برائی کا حکم ہی نہیں دیتا۔ نبیوں کی یہی شان ہوتی ہے کہ عام لوگوں کا نفس ان کو برائی کا حکم دیتا ہے، مگر نبیوں کا نفس انہیں برائی کا حکم نہیں دیتا۔ حضرت یوسف علیہ

السلام یہاں یہ بتانا چاہتے تھے کہ یہ میرا کمال نہیں ہے کہ اس گناہ سے میں بچ گیا بلکہ یہ رب ذوالجلال کا فضل واحسان ہے کہ اس نے مجھے بچالیا۔ اسی لئے سورۂ نجم کی آیت نمبر ۳۲ میں یہ حکم دیا گیا کہ **فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى** تم اپنےنفسوں کی پاک بازی بیان نہ کرو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کس نے تقویٰ اختیار کیا ہے؟ یہاں مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ دراصل زلیخا کا قول ہے کہ میں اپنے نفس کو بری نہیں سمجھتی، یعنی میں اپنے نفس کو پاکیزہ نہیں سمجھتی۔ حضرت ابوحیان فرماتے ہیں کہ یہ بات زلیخا ہی کی ہے کہ اس نے یہ کہا کہ میں اپنے نفس کو پاکیزہ قرار نہیں دیتی۔ نفس کی حالت ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ برائی کا حکم دیتا ہے۔ **اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ** کے ذریعہ سے زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس سے مستثنیٰ کر دیا کہ یوسف (علیہ السلام) نیک آدمی ہیں جن پر اللہ نے رحمت کی۔ ان کے نفس نے ان کو برائی کا حکم نہیں دیا۔ بیشک میرا رب بخشنے والا ہے اور اپنے بندوں پر مہربانی کرنے والا ہے۔ زلیخا نے اس جملہ کے ذریعہ اپنے نفس کے بارے میں اعتراف کرلیا تاکہ اس کے شوہر کو اس بات کا علم ہو جائے کہ فی نفسہ اس نے اپنے شوہر کے غائبانہ میں کوئی خیانت نہیں کی ہے اور کوئی بڑا گناہ اس سے سرزد نہیں ہوا ہے۔ ہاں! اس نے نوجوان یوسف (علیہ السلام) کو پھسلایا ضرور تھا، لیکن اس نے اپنے آپ کو بچالیا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ قصہ کی مناسبت سے یہی بات زیادہ مناسب ہے کہ یہ قول زلیخا کا ہے۔

﴿درس نمبر: ۹۹۰﴾

یوسف! ہمارے پاس تمہارا بڑا مقام ہے

﴿یوسف: ۵۴۔۵۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰي خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَ اور کہا الْمَلِكُ بادشاہ نے ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ تم اسے میرے پاس لاؤ اَسْتَخْلِصْهُ میں اِسے خالص کروں گا لِنَفْسِيْ اپنی ذات کے لیے فَلَمَّا پھر جب كَلَّمَهٗ (بادشاہ نے) اس (یوسف) سے بات چیت کی قَالَ (تو) کہا اِنَّكَ بے شک تو الْيَوْمَ آج لَدَيْنَا ہمارے ہاں مَكِيْنٌ مرتبے والا ہے اَمِيْنٌ امین ہے ۝ قَالَ (یوسف نے) کہا اجْعَلْنِيْ مجھے (نگران) بنادیں عَلٰي خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ زمین کے خزانوں (پیداوار) پر اِنِّىْ بیشک میں حَفِيْظٌ نہایت حفاظت کرنے والا عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہوں ۝

ترجمہ: بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے میرے پاس لاؤ میں اسے اپنا مصاحبِ خاص بناؤں گا پھر جب ان سے گفتگو کی تو کہا کہ آج سے تم ہمارے ہاں صاحبِ منزلت اور صاحبِ اعتبار ہو ۝ (یوسف نے) کہا کہ مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے کیونکہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بادشاہ نے کہا کہ یوسف کو میرے پاس لے آؤ۔
۲۔ میں یوسف کو خالص اپنا معاون بناؤں گا
۳۔ چنانچہ جب یوسف (علیہ السلام) بادشاہ کے پاس آ گئے اور بادشاہ نے ان سے باتیں کیں تو اس نے کہا آج سے ہمارے پاس تمہارا بڑا مرتبہ ہوگا۔
۴۔ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے کہا آپ مجھے ملک کے خزانوں کے انتظام پر مقرر کر دیجئے۔
۵۔ یقین رکھئے کہ مجھے حفاظت کرنا خوب آتا ہے اور میں اس کام کا پورا علم رکھتا ہوں۔

جب مصر کے بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی اور اس گناہ کے سلسلہ میں ان کی بے گناہی کا یقین ہوا، نیز درست تعبیر کا علم ہوا اور غلہ کی حفاظت کیلئے حضرت یوسف علیہ السلام کی جانب سے دی گئی انمول تدبیر سے ان کے علم وحکمت اور دانائی کا احساس ہوا تو اس نے کہا کہ **ائْتُونِیْ بِہٖٓ** یوسف کو میرے پاس لے آ **وَ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ** میں یوسف کو خالص اپنے لئے رکھوں گا۔ یعنی میں یوسف کو میرے خاص لوگوں میں شمار کروں گا اور اہلِ شوریٰ میں ان کو شامل کروں گا۔ یہ جملہ کہنے والا عزیزِ مصر نہیں تھا بلکہ مصر کا بادشاہ تھا۔ راجح قول مفسرین نے اسی کو قرار دیا ہے۔ اب تک تو حضرت یوسف علیہ السلام عزیزِ مصر کے خاص تھے اس لئے کہ جیل جانے سے پہلے اسی کے گھر میں رہا کرتے تھے۔ اب جو جیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا گیا وہ مصر کے بادشاہ ریان بن الولید کی جانب سے بلایا گیا۔ بہرحال بادشاہ نے چاہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا معتمد شخص بنائے۔ پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام سے بادشاہ نے گفتگو کی اور ان کے عمدہ اخلاق وکردار کو دیکھا، ان کے حسنِ ادب اور علم وحکمت کا اندازہ لگایا، نیز ان کی ہمت اور حوصلہ کا بھی اسے احساس ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے اندر معیشت کو مستحکم کرنے کی بھی صلاحیت محسوس ہوئی تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ **اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ** آج تم ہمارے پاس باعزت ہو اور معتبر بھی ہو۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ سے نکلے تو پہلے غسل کیا اور پاکیزگی اختیار کی اور نئے کپڑے پہنے۔ پھر جب بادشاہ کے دربار میں داخل ہوئے تو یوں دعا کی **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنْ خَیْرِهٖ وَاَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ وَقُدْرَتِکَ مِنْ شَرِّهٖ** اے اللہ! میں تجھ سے اس کا خیر مانگتا ہوں اور تیری عزت اور قدرت کے ذریعہ اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے عربی زبان میں بادشاہ کو سلام کیا تو اس نے پوچھا کہ یہ کونسی زبان ہے؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے چچا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان ہے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو عبرانی زبان میں دعا دی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کونسی زبان ہے؟ فرمایا کہ یہ میرے باپ دادا کی زبان ہے۔

جب بادشاہ کی زبان سے حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ سنا کہ اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ" آج تم ہمارے پاس باعزت ہو اور امین ہو تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خود ہی فرمایا کہ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردو اور اسی کے ساتھ اپنے بارے میں یہ حقیقت بھی بتلا دی کہ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ" میں خزانوں کی حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور حفاظت کے سلسلہ میں علم بھی رکھنے والا ہوں۔ ظاہر ہے کہ خزانوں کی حفاظت یعنی مالیہ کی ذمہ داری اہم بات ہوتی ہے جس کے لئے ہر پہلو سے ذمہ دار کو بیدار مغز اور چوکنا رہنا ضروری ہوتا ہے اس لئے کہ حکومت کے مال میں چوری کے خدشات بھی ہوتے ہیں اور حکومت کے مال کو بیجا اڑانے والے بھی بہت ہوتے ہیں، اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو اس جملہ سے مطمئن کردیا کہ میرے اندر مالیہ کی حفاظت کی صلاحیت بھی ہے اور اس ضمن میں جن معلومات کی ضرورت ہوتی ہے میں ان معلومات کا حامل بھی ہوں۔ یعنی مالیہ کی حفاظت کا پلان، منصوبہ اور اس سلسلہ میں خرچ کے معاملہ میں اعتدال اور توازن اختیار کرنے کی مہارت بھی میرے پاس موجود ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وزیر خزانہ یعنی وزیر مالیہ بنا دیا۔

﴿درس نمبر:۹۹۱﴾ ## مومن اور متقی کیلئے آخرت کا اجر بہتر ہے ﴿یوسف:۵۶۔۵۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۗ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٥٦ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝٥٧

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح مَكَّنَّا ہم نے اقتدار دیا لِيُوْسُفَ یوسف کو فِي الْاَرْضِ زمین (مصر) میں يَتَبَوَّاُ وہ جگہ پکڑتا تھا مِنْهَا اس (ملک) میں حَيْثُ يَشَآءُ جہاں وہ چاہتا نُصِيْبُ ہم پہنچاتے ہیں بِرَحْمَتِنَا اپنی رحمت مَنْ نَّشَآءُ جسے چاہیں وَلَا نُضِيْعُ اور ہم ضائع نہیں کرتے اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں کا اجر ۝٥٦ وَلَاَجْرُ اور یقیناً اجر الْاٰخِرَةِ آخرت کا خَيْرٌ بہت بہتر ہے لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَكَانُوْا اور وہ رہے يَتَّقُوْنَ ڈرتے ۝٥٧

ترجمہ: اس طرح ہم نے یوسف کو ملک (مصر) میں جگہ دی اور وہ اس ملک میں جہاں چاہتے تھے رہتے تھے۔ ہم اپنی رحمت جس پر چاہتے ہیں کرتے ہیں اور نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے ۝٥٦ اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے اُن کیلئے آخرت کا اجر بہت بہتر ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس طرح ہم اپنی رحمت جس کو چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں

۲۔ نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے

۳۔آخرت کا جو اجر ہے وہ ان لوگوں کے لئے کہیں زیادہ بہتر ہے جو ایمان لاتے اور تقویٰ پر کاربند رہتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے یوسف کو اسی طرح زمین میں بااختیار بنادیا کہ اس میں جہاں چاہے وہ رہے۔ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچادیں۔کہاں وہ زمانہ کہ اندھیرے اور خشک کنویں میں حضرت یوسف علیہ السلام تھے اور پھر قافلہ والوں کے ہاتھوں میں چلے گئے، پھر مصر میں فروخت کئے گئے، پھر قید خانہ کی صعوبتوں میں رہے اور ان تمام مراحل میں صبر، برداشت، تحمل اور رضائے الٰہی پر قائم رہے؟ اور پھر اللہ تعالیٰ نے آج ان کو مصر کی سرزمین میں وزیر خزانہ بنادیا۔

اللہ تعالیٰ اپنا دستور بتلارہے ہیں کہ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچادیں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔اس کے ارادے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔وہ اپنی رحمت کا خود مالک و مختار ہے۔اپنی رحمت جس پر چاہے اتارے، جس کو چاہے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک اور دستور بھی بتلادیا کہ وَلَا نُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ہم اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے انصاف کا ترازو ایسا ہے کہ وہاں اچھے کام کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ اجر دیا جاتا ہے۔وہاں ظلم کا کوئی تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔اللہ کے دربار میں ایسا نہ کبھی ہوا اور نہ کبھی ہوگا کہ کسی نے کوئی اچھا کام کیا ہو اور اس کے اجر کو ضائع کردیا گیا ہو۔

یہاں اشارہ ہے اس طرف کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی ایذاؤں پر جو صبر کیا ہم ان کے اس صبر کو بے کار جانے نہیں دیں گے اور انہوں نے عزیزِ مصر کی بیوی کی وجہ سے قید خانہ کی جو صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں ان کو بھی ضائع نہیں کریں گے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام پر گزری تمام مصیبتوں اور مشقتوں کے بعد ان کے لئے سلامتی کی راہیں پیدا کیں، ان کی مدد و نصرت فرمائی اور ان کو وہ اونچا مقام عطا کیا کہ ان کے بھائی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے کہ جس بھائی کو وہ سوکھے اور اندھیرے کنویں میں ڈال رہے ہیں اس کا مستقبل کس قدر روشن ہے؟ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زلیخا ایک مرتبہ راستہ کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔اس دوران حضرت یوسف علیہ السلام کا وہاں پر سے گزر ہوا تو زلیخا نے کہا کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے غلام کو بادشاہ بنادیا اس کی اطاعت کی وجہ سے اور بادشاہ کو غلام بنادیا اس کی نافرمانی کی وجہ سے۔

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ اور یہ حقیقت ہے کہ آخرت کا ثواب ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔یہاں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ اچھے کاموں کا جو صلہ دنیا میں ملتا ہے وہ اپنی جگہ ہے مگر آخرت کا جو اجر اور صلہ ملتا ہے وہ اس صلہ سے بہتر ہوتا ہے جو دنیا میں دیا جاتا ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائیں اور تقویٰ کی روش اختیار کریں۔معلوم یہ ہوا کہ ایمان اور تقویٰ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی

طرف سے جو آخرت میں اجر دیا جاتا ہے وہ دنیا کے انعامات اور صلہ کے مقابلہ میں کئی گنا بہتر ہوتا ہے۔ مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ صرف وزیر خزانہ اور منتظم معاشیات بنایا بلکہ اس نے سلطنت کے دوسرے امور بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دیئے اور خود گوشہ نشین ہو گیا تھا۔

﴿درس نمبر: ۹۹۲﴾ **حضرت یوسف علیہ السلام بہترین مہمان نواز** ﴿یوسف: ۵۸۔۵۹۔۶۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَجَآءَ اور آئے اِخْوَةُ يُوْسُفَ یوسف کے بھائی فَدَخَلُوْا تو وہ داخل ہوئے عَلَيْهِ اس پر فَعَرَفَهُمْ تو اس نے اُن کو پہچان لیا وَهُمْ جب کہ وہ (بھائی) لَهٗ اسے مُنْكِرُوْنَ پہچاننے والے نہ تھے ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا اور جب جَهَّزَهُمْ اس (یوسف) نے ان کے لیے تیار کر دیا بِجَهَازِهِمْ ان کا سامان قَالَ (تو) کہا ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ تم لانا میرے پاس بھائی لَّكُمْ اپنا مِّنْ اَبِيْكُمْ جو تمہارے باپ کی طرف سے ہے اَلَا تَرَوْنَ کیا نہیں دیکھتے تم اَنِّيْٓ (کہ) بے شک میں اُوْفِي پورا دیتا ہوں الْكَيْلَ ماپ وَاَنَا اور میں خَيْرُ بہترین الْمُنْزِلِيْنَ مہمان نوازی کرنے والا ہوں؟ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ چنانچہ اگر لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ نہ لائے تم اُس کو میرے پاس فَلَا كَيْلَ تو نہیں کوئی ماپ (غلہ) لَكُمْ تمہارے لیے عِنْدِيْ میرے پاس وَلَا تَقْرَبُوْنِ اور نہ تم میرے قریب آنا ﴿۶۰﴾

ترجمہ: اور یوسف کے بھائی (کنعان سے مصر میں غلہ خریدنے کیلئے) آئے تو یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے انہیں پہچان لیا اور وہ ان کو پہچان نہ سکے ﴿۵۸﴾ جب یوسف نے اُن کیلئے ان کا سامان تیار کر دیا تو کہا کہ (پھر آنا تو) جو باپ کی طرف سے تمہارا ایک اور بھائی ہے اُسے بھی میرے پاس لیتے آنا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں ماپ بھی پوری پوری دیتا ہوں اور مہمان نوازی بھی خوب کرتا ہوں؟ ﴿۵۹﴾ اور اگر تم اُسے میرے پاس نہ لاؤ گے تو نہ تمہیں میرے ہاں سے غلہ ملے گا اور نہ تم میرے پاس ہی آ سکو گے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے اور وہ ان کے پاس اندر چلے گئے۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان بھائیوں کو پہچان لیا۔

۳۔ یہ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو نہیں پہچان رہے تھے

۴۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان تیار کر دیا

۵۔فرمایا کہ تمہارا جو ایک باپ شریک بھائی ہے اسے میرے پاس لے آنا

۶۔کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں

۷۔میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرنے والا ہوں۔

۸۔اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لئے میرے پاس کوئی غلہ نہیں ہے جو میں تمہیں ناپ کر دوں

۹۔میرے پاس مت آنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر کے مطابق مصر میں سات سال کی مسلسل خوشحالی اور فراوانی کے بعد قحط کے دنوں کا آغاز ہوگیا اور قحط مصر کی زمین سے تجاوز کرتے ہوئے کنعان کی سرزمین تک پہنچ گیا جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے گیارہ بیٹوں کے ساتھ رہا کرتے تھے۔حضرت یوسف علیہ السلام کی نرمی، مہربانی، انصاف اور ان کے بلند اخلاق کا قحط کے ان دنوں میں خوب چرچا ہوا۔ یہ بات حضرت یعقوب علیہ السلام تک بھی پہنچ گئی کہ مصر میں قحط سے متاثرہ لوگوں کو غلہ دیا جا رہا ہے اور یہ غلہ مفت نہیں دیا جا رہا تھا بلکہ اس زمانہ کے اعتبار سے روپے پیسے لے کر دیا جا رہا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی حکیمانہ تدبیر سے مصر کی زمین میں اس قدر غلہ جمع تھا کہ اس سے نہ صرف مصر بلکہ اطراف و اکناف کے شہروں اور علاقوں کی ضرورت بھی ہو رہی تھی۔لوگ دور دور سے مصر آ کر اپنی پونجی دے کر غلہ لے جا رہے تھے۔ملکِ شام کی سرزمین فلسطین کا ایک شہر کنعان جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام رہا کرتے تھے انہوں نے بھی اپنے دس بیٹوں کو مصر بھیجا تا کہ وہ مصر سے غلہ لے کر آئیں اور وہ غلہ کی قیمت لے کر مصر پہنچے۔ظاہر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تو وزیر خزانہ تھے اور غلہ کی تقسیم کی ذمہ داری تو دیگر اعلیٰ افسران کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور آنے والے لوگوں کیلئے غلہ کی منظوری صرف حضرت یوسف علیہ السلام دیتے تھے۔ جب یہ دس بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا۔حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ دس بھائی تو موجود ہیں مگر ان کا ماں شریک بھائی بنیامین ساتھ میں نہیں ہے۔ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نہیں پہچانا، ان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ ان کے بھائی ہیں۔انہوں نے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو قافلہ والوں کے ہاتھ کوڑی کے داموں بیچ دیا تھا۔ان کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ ان کا بھائی اتنے بڑے عہدہ پر فائز ہوگا۔حضرت یوسف علیہ السلام نے کسی تدبیر سے ان کی زبانوں سے یہ کہلوایا کہ ہمارا ایک اور بھائی بھی ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان بھائیوں نے جب دیکھا کہ ہر ایک کیلئے ایک اونٹ پر لدا اناج دیا جا رہا ہے اور یہ سارے بھائی اونٹوں پر سوار آئے تھے۔ان سب کو جب ایک ایک اونٹ پر لدا اناج دیا گیا تو ان بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمارا ایک اور بھائی ہے جو علاتی ہے، یعنی باپ شریک بھائی ہے، اس کو ہمارے ابّا جان نے اسی وجہ سے پاس رکھ لیا ہے اور ہمارے ساتھ نہیں بھیجا کہ ان کا ایک بیٹا گم ہوگیا تھا۔ ہماری درخواست ہے کہ اس بھائی کے حصہ کا اناج بھی ہمیں دے دیا جائے۔حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو

ہمارے قانون کے خلاف ہے، جو شخص حاضر ہوتا ہے ہم اسی کو دیتے ہیں۔

بہرحال جب سارے بھائی اپنا اپنا غلہ لے کر اپنے وطن واپس جانے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سب سے کہا کہ آئندہ جب آنا تو اپنے اس باپ شریک بھائی کو ضرور لے آنا اور دیکھو! میرا یہ معاملہ ہے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی بھی کرتا ہوں۔ تمہارا وہ بھائی بھی اگر آئے گا تو میں اس کو بھی پورا حصہ دوں گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم اس باپ شریک بھائی کو آئندہ نہیں لاؤ گے تو میرے پاس تمہارے نام کا کوئی غلہ نہیں ہوگا اور تم میرے پاس ہرگز نہ آنا۔ ظاہر ہے کہ قحط کے اس زمانہ میں غلہ کی بڑی اہمیت تھی اور وہ جانتے تھے کہ جو غلہ انہیں دیا جارہا ہے وہ کتنے دن کام آئے گا؟ دوبارہ ان بھائیوں کو آنے کی بہرصورت ضرورت پڑے گی۔

﴿درس نمبر:۹۹۳﴾ آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے ﴿یوسف :۶۱۔۶۲۔۶۳﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ۞ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۞ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْا انہوں نے کہا سَنُرَاوِدُ ہم ضرور مطالبہ کریں گے عَنْهُ اس کا اَبَاهُ اس کے باپ سے وَاِنَّا اور بے شک ہم لَفٰعِلُوْنَ (یہ کام) ضرور کرنے والے ہیں ۞ وَقَالَ اور (یوسف نے) کہا لِفِتْيٰنِهِ اپنے جوانوں (خادموں) سے اجْعَلُوْا تم رکھ دو بِضَاعَتَهُمْ ان کی پونجی (نقدی) فِيْ رِحَالِهِمْ ان کے سامان میں لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ تاکہ وہ اسے پہچان لیں اِذَا جب انْقَلَبُوْٓا وہ لوٹ کر جائیں اِلٰٓى اَهْلِهِمْ اپنے گھر والوں کی طرف لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ شاید کہ وہ پھر لوٹ آئیں ۞ فَلَمَّا چنانچہ جب رَجَعُوْٓا وہ لوٹے اِلٰٓى اَبِيْهِمْ اپنے باپ کی طرف قَالُوْا (تو) انہوں نے کہا يٰٓاَبَانَا اے ہمارے باپ! مُنِعَ روکا گیا ہے مِنَّا ہم سے الْكَيْلُ (آئندہ) ماپ (غلہ) فَاَرْسِلْ لہٰذا تو بھیج مَعَنَآ ہمارے ساتھ اَخَانَا ہمارا بھائی (بنیامین تاکہ) نَكْتَلْ ماپ (غلہ) لائیں ہم وَاِنَّا اور بے شک ہم لَهٗ اس کی لَحٰفِظُوْنَ ضرور حفاظت کرنے والے ہیں ۞

ترجمہ: اُنہوں نے کہا کہ ہم اس کے بارے میں اس کے والد سے تذکرہ کریں گے اور ہم (یہ کام) کر کے رہیں گے ۞ اور (یوسف نے) اپنے خدام سے کہا کہ ان کا سرمایہ (یعنی غلے کی قیمت) اُن کے سامان میں رکھ دو عجب نہیں کہ جب یہ اپنے اہل وعیال میں جائیں تو اُسے پہچان لیں (اور) عجب نہیں کہ یہ پھر یہاں آئیں ۞ جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس گئے تو کہنے لگے کہ ابا (جب تک ہم بنیامین کو ساتھ نہ لے جائیں) ہمارے لئے غلے کی بندش کر

دی گئی ہے تو ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجیے تا کہ ہم پھر غلہ لائیں اور ہم اُس کے نگہبان ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بھائیوں نے کہا کہ ہم اس کے باپ سے اس کے بارے میں درخواست کریں گے

۲۔ ہمیں یہ کام ضرور کرنا ہے

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خادموں سے کہا کہ ان کی پونجی ان کے کجاوؤں میں رکھ دو

۴۔ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ جائیں تو اسے پہچان لیں، شاید وہ پھر واپس آ جائیں

۵۔ پھر جب وہ اپنے باپ کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ ابّا جان! ہمیں غلہ دینے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔

۶۔ آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے تا کہ ہم غلہ لاسکیں۔

۷۔ بلاشبہ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دس بھائیوں سے یہ کہا کہ آئندہ جب آنا تو اپنے باپ شریک بھائی (بنیامین) کو ضرور لے آنا اور نہ لانے کی صورت میں یہ بات یاد رکھنا کہ تمہیں بھی غلہ نہیں دیا جائے گا۔ یہ سن کر بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ ہم اس کے بارے میں اس کے ابّا سے تذکرہ کریں گے اور ہم یہ کام کر کے رہیں گے، یعنی آپ کے حکم کے مطابق اس بھائی کو آئندہ ضرور لے کر ہی آئیں گے۔ ہم ہر ممکن کوشش کریں گے کہ اس بھائی کو اپنے ساتھ لے آئیں۔ اس گفتگو کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خادموں سے یہ کہا کہ ان دس افراد نے غلہ خریدنے کے لیے جو پونجی اپنے ساتھ لائی ہے اس پونجی کو ان ہی کے کجاوؤں میں رکھ دو۔ جب یہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ جائیں گے اور وہاں پہنچ کر دیکھیں گے تا کہ ان کے غلہ کی قیمت نہیں لی گئی ہے اور ان پر یہ احسان کیا گیا ہے کہ ان کی پونجی انہیں لوٹا دی گئی ہے تو وہ ضرور دوبارہ مصر واپس آئیں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ پونجی ان کے غلہ کے ساتھ اس لیے شامل کر دی کہ انہیں یہ خوف ہوا کہ اگر یہ پونجی انہیں نہیں دی گئی تو پونجی کے ان کے پاس نہ ہونے کی وجہ سے آئندہ یہ نہیں آئیں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ خواہش تھی کہ یہ بھائی آئندہ ضرور آئیں اور اپنے ساتھ اپنے بھائی بنیامین کو بھی لے آئیں۔ دراصل ایک بھائی کا دل اپنے بھائی کے دیدار کے لیے کس قدر تڑپ رہا ہوگا اس کا اندازہ ان تدبیروں سے لگایا جاسکتا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اختیار کیں؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خادموں کے ذریعہ بھائیوں کی پونجی کو ان کے کجاوؤں میں اس طرح رکھوایا کہ پہنچنے تک بھائیوں کو علم ہی نہیں ہوا کہ ان کی پونجی انہیں لوٹا دی گئی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو دوبارہ آنے کی ایک طرف ترغیب دی کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں کس طرح پورا پورا تول کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں؟ دوسری طرف دھمکی بھی دی کہ فَاِنْ لَّمْ

تَـاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہیں لاؤ گے تو میرے پاس تمہارے لیے غلہ نہیں ہوگا اور تم میرے قریب بھی نہ آنا۔

جب یہ سارے بھائی اپنے ابا جان کے پاس لوٹے تو انہوں نے ابا جان سے کہا کہ ہمیں غلہ دینے کی ممانعت کردی گئی ہے۔ آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے تاکہ ہم غلہ لاسکیں۔ ان بھائیوں نے اپنے ابا جان کو اس بات کی طمانیت بھی دی کہ بلاشبہ ہم اس بھائی (بنیامین) کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ان بھائیوں نے ابا جان کے سامنے اس بات کی وضاحت کردی کہ اگر آپ ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ مصر بھیجتے ہیں تو ہمیں مصر کے بادشاہ کی طرف سے غلہ ملے گا ورنہ نہیں ملے گا، اس لیے آپ اس بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے۔ ان بھائیوں نے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے کہا تھا کہ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کہ ہمارے ساتھ یوسف کو بھیجیے کہ وہ ہمارے ساتھ کھائے پیئے گا اور کھیلے کودے گا اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔ اسی طرح بنیامین کے بارے میں بھی ان بھائیوں نے یہی کہا کہ ہم اس بھائی کی حفاظت کریں گے۔ ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد آ گئی اور انہیں دوبارہ خوف پیدا ہوگیا کہ جس طرح یوسف کے ساتھ ان بھائیوں نے معاملہ کیا کہیں وہی معاملہ بنیامین کے ساتھ نہ کردیں، اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان بیٹوں سے ایک بات کہی۔ وہ کیا بات تھی اس کو اگلے درس میں پڑھیے۔

درس نمبر: ۹۹۴ — بھائیوں کو علم ہوا کہ ان کی پونجی واپس لوٹا دی گئی ہے — یوسف: ۶۴-۶۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓی اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۶۴﴾
وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَیْهِمْ ؕ قَالُوْا یٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِیْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا ۚ
وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَیْلَ بَعِیْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَیْلٌ یَّسِیْرٌ ﴿۶۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ کہا (یعقوب نے) هَلْ اٰمَنُكُمْ میں تمہیں امین نہیں سمجھتا عَلَیْهِ اس پر اِلَّا مگر كَمَآ جیسا کہ اَمِنْتُكُمْ میں تمہیں امین سمجھا تھا عَلٰٓی اَخِیْهِ اس کے بھائی پر مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَاللّٰهُ چنانچہ اللہ خَیْرٌ بہترین حٰفِظًا محافظ ہے وَّهُوَ اور وہی اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا اور جب فَتَحُوْا انہوں نے کھولا مَتَاعَهُمْ اپنا سامان وَجَدُوْا (تو) انہوں نے پائی بِضَاعَتَهُمْ اپنی پونجی رُدَّتْ واپس کردی گئی تھی اِلَیْهِمْ ان کی طرف قَالُوْا انہوں نے کہا یٰٓاَبَانَا اے ہمارے باپ مَا نَبْغِیْ (اور) کیا چاہتے ہیں ہم هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا یہ ہماری پونجی رُدَّتْ واپس کردی گئی ہے اِلَیْنَا ہماری طرف وَنَمِیْرُ اور ہم غلہ لائیں گے اَهْلَنَا اپنے اہل وعیال کے لیے وَنَحْفَظُ اور ہم حفاظت کریں گے اَخَانَا اپنے بھائی کی وَنَزْدَادُ اور ہم زیادہ

لائیں گے کَیۡلَ ماپ (غلہ) بَعِیۡرٍ ایک اونٹ کا ذٰلِکَ کَیۡلٌ یہ ماپ (غلہ لانا تو) یَّسِیۡرٌ بہت آسان ہے ﴿۶۵﴾

ترجمہ: (یعقوب نے) کہا کہ میں اُس کے بارے میں تمہارا اعتبار نہیں کرتا مگر ویسا ہی جیسا اُس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا بس اللہ ہی بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ﴿۶۴﴾ اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ اُن کا سرمایہ اُن کو واپس کر دیا گیا ہے کہنے لگے کہ ابا! ہمیں (اور) کیا چاہیئے (دیکھئے) یہ ہماری پونجی بھی ہمیں واپس کر دی گئی ہے اب ہم اپنے اہل وعیال کیلئے پھر غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی نگہبانی کریں گے اور ایک اونٹ بھر غلہ زیادہ لائیں گے (کہ) یہ غلہ (جو ہم لائے ہیں) تھوڑا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کیا میں اس پر تمہارا اعتبار کروں مگر جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی پر تمہارا اعتبار کر چکا ہوں؟

۲۔ اللہ سب سے بہتر نگہبان ہے۔

۳۔ اللہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

۴۔ جب ان بھائیوں نے سامان کھولا تو انہوں نے اپنی پونجی کو پایا کہ وہ پونجی ان کی طرف واپس کر دی گئی ہے۔

۵۔ سارے بھائی کہنے لگے کہ اور ہمیں کیا چاہیے؟ یہ ہماری پونجی ہے، ہماری طرف لوٹا دی گئی ہے۔

۶۔ ہم اپنے گھر والوں کے لیے لائیں گے۔

۷۔ ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے

۸۔ ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ لے آئیں گے

۹۔ یہ غلہ تھوڑا سا ہے۔

جب بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ کے ذریعہ اس بات کی طمانیت دی کہ ہم بنیامین کی حفاظت کریں گے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو جملہ کہا اس کو قرآنِ مجید نے قیامت تک کے لیے محفوظ رکھ دیا۔ کہا کہ هَلۡ اٰمَنُكُمۡ عَلَيۡهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنۡتُكُمۡ عَلٰۤى اَخِيۡهِ مِنۡ قَبۡلُ کیا میں اس پر تمہارا اعتبار کروں مگر جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی پر تمہارا اعتبار کر چکا ہوں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں سے یہ کہنا چاہتے تھے کہ کیا تم بنیامین کے ساتھ وہی برتاؤ کرو گے جو برتاؤ تم نے اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف کے ساتھ کیا؟ کیا تم بنیامین کو بھی میری نظروں سے غائب کر دو گے اور میرے اور اس کے درمیان میں بھی تم حائل ہو جاؤ گے اور جس طرح تم نے یوسف کے معاملہ میں مجھے غمگین کر دیا اسی طرح بنیامین کے معاملہ میں بھی ایسا ہی کرو گے؟

حضرت یعقوب علیہ السلام نے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر یہ پیارا جملہ اپنی زبان سے کہا: فَاللّٰهُ خَيۡرٌ

حٰفِظًا پس اللہ ہی سب سے بہتر نگہبان ہے۔ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ اگر میرا رب میرے بیٹوں کی حفاظت کرنا چاہے تو کوئی ان کو ہلاک نہیں کرسکتا؟ ہر معاملہ اللہ کے ارادے پر موقوف ہے۔ میرے رب کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی اپنی مہربانی سے حفاظت کرتا ہے اور میرا رب تو دنیا جہاں کے سارے انسانوں کی مہربانی سے بڑھ کر مہربانی کرنے والا ہے۔ میرے رب سے مجھے پوری امید ہے کہ وہ میرے ساتھ بھی رحم وکرم کا معاملہ فرمائے گا۔ وہ میری کمزوری اور میرے بڑھاپے پر رحم کرے گا اور مجھے پوری امید ہے کہ جو یوسف میری نگاہوں سے غائب ہے اس کو میرے پاس ضرور لوٹا دے گا۔ باپ اور بیٹوں کے درمیان یہ گفتگو ہوئی اور اب یہ سارے بھائی اپنے لائے ہوئے سامان کی جانب متوجہ ہوئے اور جو سامان تھا اس کو کھولنے لگے۔ جب سارا سامان کھولا اور اناج وغیرہ کو غور سے دیکھا تو یہ عجیب معاملہ دیکھا کہ جس غلہ کی قیمت لے کر گئے تھے مصر کے وزیرِ خزانہ نے وہ قیمت (پونجی) اس سامان میں رکھ دی ہے، یعنی انہی کی طرف لوٹا دی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خادموں سے کہہ دیا تھا کہ ان سارے بھائیوں کے کجاوؤں میں ان کی پونجی رکھ دی جائے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان بھائیوں نے یوں کہا کہ ہمیں اس سے بڑھ کر کیا چاہئے کہ ہماری پونجی ہمیں لوٹا دی گئی ہے؟ ہم پر مصر والوں نے کس قدر احسان کیا ہے کہ بغیر قیمت کے غلہ عنایت کیا ہے؟

سارے بھائیوں نے اپنے ابّا جان سے کہا کہ يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ابّا جان! ہمیں اور کیا چاہئے، یہ ہماری پونجی ہے جو ہماری طرف لوٹا دی گئی ہے۔ پھر ان بھائیوں نے اپنے ابّا جان سے کہا کہ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ اور ہم اپنے گھر والوں کے لیے لائیں گے اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ لائیں گے۔ یہ غلہ تھوڑا سا ہے۔ ان بھائیوں نے یہ کہا کہ اگر آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ مصر بھیجیں گے تو اپنے گھر والوں کے لیے غلہ لے آئیں گے اور آپ اس معاملہ میں بے فکر رہئے ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے۔ چونکہ مصر کے وزیرِ خزانہ ہر ایک آدمی کے لیے ایک اونٹ کا غلہ دیتے ہیں تو بھائی کے لیے بھی ایک اونٹ کا غلہ ملے گا۔ غلہ کی تقسیم میں حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیر یہ تھی کہ وہ ایک فرد کے لیے ایک اونٹ پر لدا اناج دیتے تھے۔

﴿درس نمبر: ۹۹۵﴾

تم سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا

﴿یوسف: ٦٦۔٦٧﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ (یعقوب نے) کہا لَنْ اُرْسِلَهٗ میں اسے ہرگز نہیں بھیجوں گا مَعَكُمْ تمہارے ساتھ حَتّٰى یہاں تک کہ تُؤْتُوْنِ تم مجھے دو مَوْثِقًا پختہ وعدہ مِّنَ اللّٰهِ اللہ کا لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖٓ (کہ) تم اسے ضرور میرے پاس لاؤ گے اِلَّآ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ مگر یہ کہ تم (سب) گھیرے جاؤ فَلَمَّآ پھر جب اٰتَوْهُ انہوں نے اس کو دیا مَوْثِقَهُمْ اپنا پختہ وعدہ قَالَ (تو) اس نے کہا اللّٰهُ اللہ عَلٰى مَا اس پر جو نَقُوْلُ ہم کہتے ہیں وَكِیْلٌ نگہبان ہے ۝ وَقَالَ اور اس (یعقوب) نے کہا یٰبَنِیَّ اے میرے بیٹو! لَا تَدْخُلُوْا تم مت داخل ہونا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ ایک ہی دروازے سے وَّادْخُلُوْا اور تم داخل ہونا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ متفرق دروازوں سے وَمَآ اُغْنِیْ اور میں کفایت نہیں کرسکتا عَنْكُمْ تم سے مِّنَ اللّٰهِ اللہ (کے فیصلے) سے مِنْ شَیْءٍ کچھ بھی اِنِ الْحُكْمُ نہیں ہے حکم اِلَّا لِلّٰهِ مگر اللہ ہی کا عَلَیْهِ اسی پر تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا وَعَلَیْهِ اور اسی پر فَلْیَتَوَكَّلِ پس چاہئے کہ بھروسہ کریں الْمُتَوَكِّلُوْنَ بھروسہ کرنے والے ۝

ترجمہ: (یعقوب نے) کہا کہ جب تک تم اللہ کا عہد نہ دو کہ اس کو میرے پاس (صحیح وسالم) لے آؤ گے میں اُسے ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا مگر یہ کہ تم گھیر لئے جاؤ (یعنی بے بس ہو جاؤ تو مجبوری ہے) جب انہوں نے ان سے عہد کرلیا تو (یعقوب نے) کہا کہ جو قول واقرار ہم کررہے ہیں اس کا اللہ ضامن ہے ۝ اور ہدایت کی کہ اے بیٹو! ایک ہی دروازے میں سے داخل نہ ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا اور میں اللہ کی تقدیر کو تم سے روک نہیں سکتا (بیشک) حکم اُسی کا ہے میں اُسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اہلِ توکل کو اُسی پر بھروسہ رکھنا چاہئیے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ میں بنیامین کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا۔

۲۔ یہاں تک کہ تم مجھے اللہ کی طرف سے مضبوط عہد نہ دے دو۔

۳۔ تم بنیامین کو ضرور لے کر آؤ گے

۴۔ مگر یہ کہ تمہیں گھیر لیا جائے

۵۔ جب بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنا عہد دے دیا تو والد نے کہا کہ ہم جو بات کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔

۶۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا اے میرے بیٹو! تم سب ایک ہی دروازے سے داخل مت ہونا

۷۔ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔

۸۔ میں اللہ کے حکم کو تم سے ذرا بھی ٹال نہیں سکتا۔

۹۔ حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔

۱۰۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا

۱۱۔ چاہئے کہ بھروسہ کرنے والے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

جب بھائیوں نے اپنے ابّا جان کو اس بات کا یقین دلایا کہ وہ اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بات تو درست ہے کہ غلہ زیادہ ملے گا لیکن تمہارا بھروسہ کیا ہے کہ تم بنیامین کی حفاظت کروگے؟ تم حفاظت کا وعدہ تو یقیناً کر رہے ہو۔ پھر صاف طور پر اپنے بیٹوں سے کہا کہ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِىْ بِهٖٓ میں تمہارے ساتھ بنیامین کو اس وقت تک نہیں بھیجوں گا جب تک کہ تم سب اس بات کا عہد نہیں کروگے کہ تم جب مصر سے واپس آؤ گے تو اس کو اپنے ساتھ ضرور لے آؤ گے۔ تم اگر اپنے ساتھ واپس بنیامین کو لانے کا پکا عہد کرتے ہو تو میں بنیامین کو تمہارے ساتھ بھیجوں گا۔ ہر حالت میں تمہاری ذمہ داری ہوگی کہ تم بنیامین کو بحفاظت میرے پاس لے آؤ۔ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ کے ذریعہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے یہ کہا کہ اپنی طرف سے تو تم اپنے بھائی کی حفاظت ضرور کرنا اور اس کی حفاظت میں کسی قسم کی کمی نہ کرنا، لیکن اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہوجائے کہ تم سب گھیرے میں آجاؤ یعنی تم سب ہی ہلاک ہوجاؤ یا اس کی حفاظت سے حقیقت میں عاجز اور بے بس ہوجاؤ تو اس میں کوئی مواخذہ اور باز پرس نہیں کروں گا، اس لیے کہ حقیقت میں کوئی معذوری اور مجبوری پیش آجائے تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں باز پرس نہیں کی جاسکتی۔

جب سارے بھائیوں نے اپنے ابّا جان کو اپنا عہد دے دیا یعنی پکا عہد کیا کہ ہم ضرور بنیامین کی حفاظت کریں گے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ کہا کہ اَللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ "ہم جو بات کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کیلئے بنیامین کو ان کے ساتھ بھیجنے کا فیصلہ کرنا ضروری بھی تھا، اس لیے کہ اس وقت غلہ کی مجبوری تھی اور بنیامین کو بھیجے بغیر بنیامین کے حصہ کا غلہ ملنا مشکل تھا۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو ان بھائیوں کے ساتھ بھیجنے کا فیصلہ کردیا۔ جب بنیامین کو لے کر سارے بھائی مصر کے لیے روانہ ہونے لگے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک حکیمانہ نصیحت کی اور یوں کہا کہ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ اے میرے بیٹو! جب تم مصر میں داخل ہونے لگو تو اس بات کا دھیان رکھو کہ مصر کے باب الداخلہ پر داخل ہوتے ہوئے سارے بھائی ایک ہی دروازے سے داخل مت ہو بلکہ سب الگ الگ دروازوں سے داخل ہو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ نصیحت اس لیے کی کہ یہ بھائی سارے کے سارے خوبصورت تھے۔ ظاہر ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن ممتاز تھا تو ان بھائیوں کی خوبصورتی بھی مثالی ہی ہوگی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خوف ہوا کہ ایک ساتھ اس قدر خوبصورت جماعت کو دیکھ کر مصر کے لوگ کہیں نظر نہ لگائیں اور ایسی صورت میں جبکہ ایک ساتھ گیارہ بھائی ہوں اور خوبصورتی میں بھی مثالی ہوں تو لوگوں میں حسد کا ہونا بھی یقینی ہوتا ہے، اس لیے

لوگوں کے حسد اور نظرِ بد سے بچانے کے لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ نصیحت کی۔ ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ظاہری تدبیر بتلائی اور حقیقت یہ ہے کہ ہوتا وہی ہے جو اللہ کا ارادہ ہوتا ہے۔ بندوں کو شر سے بچنے کی تدبیر کرنی چاہیے اور یقین رب ذوالجلال پر رکھنا چاہیے کہ وہی نفع اور نقصان کا مالک ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے یہ بھی فرمایا کہ وَمَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اور میں اللہ کے حکم سے تم کو ذرا بھی ٹال نہیں سکتا۔ یعنی ہمارا یہ احتیاط کرنا اللہ کی تقدیر کو روک نہیں سکتا، اس لیے کہ جب اللہ کوئی ارادہ کر لیتا ہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکم تو صرف اللہ ہی کا ہے۔ میں تو اس رب ذوالجلال پر توکل کرتا ہوں اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی رب ذوالجلال پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

درس نمبر: ۹۹۶ — حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس ٹھکانہ دیا — یوسف: ۶۸-۶۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۟۶۸ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۟۶۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَمَّا اور جب دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے مِنْ حَيْثُ جہاں سے اَمَرَهُمْ انہیں حکم دیا تھا اَبُوْهُمْ ان کے باپ نے مَا كَانَ نہیں تھا يُغْنِیْ وہ (یعقوب) کفایت (دفع) کر سکتا عَنْهُمْ ان سے مِّنَ اللّٰهِ اللہ (کے فیصلے) سے مِنْ شَیْءٍ کچھ بھی اِلَّا مگر حَاجَةً ایک حاجت (تمنا) تھی فِیْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ یعقوب کے دل میں قَضٰهَا (کہ) اس نے اسے پورا کیا وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ لَذُوْ عِلْمٍ البتہ صاحبِ علم تھا لِّمَا عَلَّمْنٰهُ بوجہ اس کے جو سکھایا تھا ہم نے اسے وَلٰكِنَّ اور لیکن اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے ۟۶۸ وَلَمَّا اور جب دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے عَلٰى يُوْسُفَ یوسف پر اٰوٰۤى اِلَيْهِ (تو) اس نے جگہ دی اپنے پاس اَخَاهُ اپنے بھائی کو قَالَ (اور) کہا اِنِّیْۤ بلاشبہ میں اَنَا اَخُوْكَ تیرا بھائی ہوں فَلَا تَبْتَئِسْ پس تو غم نہ کھا بِمَا بوجہ اس کے جو كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے تھے ۟۶۹

ترجمہ: اور جب وہ ان ان مقامات سے داخل ہوئے جہاں جہاں سے (داخل ہونے کیلئے) باپ نے اُن سے کہا تھا تو وہ تدبیر اللہ کے حکم کو ذرا بھی ٹال نہیں سکتی تھی ہاں! وہ یعقوب کے دل کی خواہش تھی جو انہوں نے پوری کی تھی اور بیشک وہ صاحبِ علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۟۶۸ اور جب وہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے حقیقی بھائی کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں جو سلوک یہ (ہمارے ساتھ)

کرتے رہے ہیں اُس پر افسوس نہ کرنا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب وہ اسی طرح داخل ہوئے جس طرح ان کے والد نے انہیں حکم دیا تھا

۲۔ اللہ کے حکم سے ذرا بھی انہیں کوئی چیز بچانے والی نہ تھی، مگر یعقوب کے جی میں ایک حاجت تھی جسے اس نے پورا کرلیا۔

۳۔ بلاشبہ وہ علم والے تھے اس وجہ سے کہ ہم نے انہیں سکھایا تھا۔

۴۔ لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے

۵۔ جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھکانہ دیا۔

۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے کہا کہ میں بے شک تیرا بھائی ہوں

۷۔ تم اس کا رنج مت کرو جو کچھ یہ لوگ کرتے رہے ہیں۔

سارے بھائی بنیامین کو لے کر اپنے ابّا جان کی نصیحت کے مطابق مصر کے مختلف دروازوں سے داخل ہوئے۔ اس وقت مصر کے چار دروازے تھے۔ باوجود یہ کہ یہ سارے بھائی متفرق دروازوں سے داخل ہوئے مگر ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں۔ ظاہری تدبیر کے باوجود کہ ان پر نظر نہ لگے مگر ان بھائیوں کی طرف چوری کی نسبت ہوگئی، یعنی جب بنیامین کو لے کر یہ سارے بھائی غلہ کے ساتھ واپس ہونے لگے تو ان پر چوری کا الزام لگا جس کی تفصیل اگلے درس میں آرہی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان بھائیوں کا مختلف دروازوں سے داخل ہونا اللہ تعالیٰ کی قضا اور قدرت کو ٹالنے والا تو نہیں تھا، بس صرف اتنی بات تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں جو ایک حاجت تھی وہ پوری ہوگئی۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو متفرق دروازوں سے داخل ہونے اور ایک دروازہ سے داخل نہ ہونے کی وصیت کی تھی۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ نظرِ بد سے بچنے کا ظاہری جو نسخہ بتایا گیا تھا، اس پر عمل ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں یہاں یہ بات بھی بتلادی کہ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ بلاشبہ یعقوب (علیہ السلام) بڑے علم والے تھے، اس وجہ سے کہ ہم نے یعقوب (علیہ السلام) کو علم سے نوازا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ حقیقت معلوم تھی کہ تدبیر ایک ظاہری سبب ہے، اس کی اتنی ہی اہمیت وحیثیت ہے، اصل تو اللہ تعالیٰ ہیں جو حقیقت میں ہر کام کرتے ہیں۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔

جب یہ گیارہ بھائی جن میں بنیامین بھی تھے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو سارے بھائیوں نے بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ آپ نے غلہ دینے کیلئے جو شرط لگائی تھی کہ جب تک ہمارے سوتیلے بھائی کو نہیں لے آئیں گے ہمیں غلہ نہیں دیا جائے گا ہم نے آپ کی یہ شرط پوری کردی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سب کی مہمان نوازی کی اور ان کے ساتھ صلہ رحمی، احسان اور مہربانی کا برتاؤ کیا۔ مفسرین نے

لکھا ہے کہ ہر دو بھائی کے لیے ایک ایک کمرہ دیا، اس طرح دس بھائیوں نے پانچ کمروں میں قیام کیا اور بنیامین جو باقی رہ گئے تھے ان کو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ساتھ رکھا اور بنیامین کو تنہائی میں ساری حقیقت بتلادی کہ وہ ان کے بھائی یوسف ہیں جن کے ساتھ ان کے بھائیوں نے یہ برتاؤ کیا تھا کہ ان کو کنویں میں ڈال دیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے سارے حالات بتلائے جوان پر گزرے اور یہ ہدایت کردی کہ یہ بات اپنے بھائیوں کو نہ بتلائیں اور ان کے بھائیوں نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا اس پر افسوس نہ کرنے کی نصیحت کی۔ بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ بھی بتلا دیا کہ وہ انہیں مصر ہی میں رہنے اور بھائیوں کے ساتھ نہ بھیجنے کی تدبیر کریں گے۔

صاحب التفسیر المنیر نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ہر دو بھائیوں کے لیے ایک ایک کمرہ مختص کیا اور دس بھائیوں کے لیے پانچ کمرے مختص ہوگئے تو بنیامین رونے لگے کہ کاش! میرا بھائی یوسف ہوتا تو وہ اور میں دونوں ایک کمرے میں رہتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تمہارا بھائی بھی تو اکیلا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے ساتھ رکھا اور ان کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھلایا پلایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو تسلی دی کہ اب وہ غمگین نہ ہوں، جو کچھ ہوا وہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہم کو بھلائی کے ساتھ ایک جگہ جمع کیا ہے۔

﴿درس نمبر:۹۹۷﴾ **ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا ہے** ﴿یوسف:۷۰۔۷۱۔۷۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ۝ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّا ذَا تَفْقِدُوْنَ ۝ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَمَّا پھر جب جَهَّزَهُمْ تیار کردیا اس (یوسف) نے ان کے لیے بِجَهَازِهِمْ ان کا سامان جَعَلَ (تو) رکھ دیا السِّقَايَةَ (مرصع) پیالہ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ اپنے بھائی کے سامان میں ثُمَّ اَذَّنَ پھر اعلان کیا مُؤَذِّنٌ ایک اعلان کرنے والے نے اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اے قافلہ والو! اِنَّكُمْ بے شک تم لَسٰرِقُوْنَ البتہ چور ہو ۝ قَالُوْا انہوں نے کہا وَاَقْبَلُوْا درآنحالیکہ وہ متوجہ ہوئے عَلَيْهِمْ ان کی طرف مَّا ذَا کیا چیز تَفْقِدُوْنَ تم گم پاتے ہو؟ ۝ قَالُوْا انہوں نے کہا نَفْقِدُ ہم گم پاتے ہیں صُوَاعَ الْمَلِكِ بادشاہ کا پیالہ وَلِمَنْ اور اس شخص کے لیے جو جَآءَ بِهٖ اسے لائے گا حِمْلُ بَعِيْرٍ ایک اونٹ بھر غلہ ہے وَّاَنَا اور میں بِهٖ ساتھ اس (وعدے) کے زَعِيْمٌ ضامن ہوں ۝

ترجمہ: جب ان کا اسباب تیار کردیا تو اپنے بھائی کے سامان میں گلاس رکھ دیا پھر (جب وہ آبادی سے باہر نکل گئے تو) ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ اے قافلے والو! تم تو چور ہو ۝ وہ اُن کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگے کہ

تمہاری کیا چیز کھوئی گئی ہے؟ ۞ وہ بولے کہ بادشاہ (کے پانی پینے) کا گلاس کھویا گیا ہے اور جو شخص اُس کو لے آئے اس کیلئے ایک اونٹ بھر غلہ (انعام) اور میں اس کا ضامن ہوں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر جب انہیں سامان دے کر تیار کر دیا تو ایک پانی پینے کا برتن اپنے بھائی بنیامین کے کجاوے میں رکھ دیا۔

۲۔ پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلہ والو! بلاشبہ تم چور ہو۔

۳۔ وہ لوگ کہنے لگے اور ان کی طرف آگے بڑھے کہ تم کس چیز کو گم پا رہے ہو؟

۴۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا ہے۔

۵۔ جو شخص اسے لے کر آئے اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ ہے

۶۔ میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ آرزو تھی کہ بنیامین کو اپنے ساتھ رکھیں اور ان کو بھائیوں کے ساتھ کنعان جانے نہ دیں، لیکن بغیر تدبیر کے بنیامین کو مصر میں اپنے ساتھ رکھ لینا حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے قانوناً و اصولاً درست نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے ایک تدبیر کی، وہ یہ کہ پانی پینے کا ایک برتن جس سے غلہ ماپ کر دیا جاتا تھا اس کو چپکے سے اپنے بھائی بنیامین کے کجاوے میں رکھ دیا۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ وہ پیالہ چاندی کا تھا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وہ سونے کا تھا۔ بنیامین کے کجاوے میں اس پیالہ کے رکھنے کا علم کسی کو بھی نہ ہونے دیا۔ جب کارندوں نے دیکھا کہ وہ سونے یا چاندی کا پیالہ غائب ہے جس سے غلہ ناپا جاتا ہے اور ان کارندوں کو اس کا علم نہیں تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے کجاوے میں یہ پیالہ رکھا ہے۔ چنانچہ کارندوں میں سے کسی ایک نے پکار کر کہا کہ اے قافلے والو! تم تو چور ہو۔ یہ اس وقت پکارا گیا جب سارے بھائی نکلنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ جیسے ہی یہ آواز آئی تو سارے بھائی پریشان ہو گئے۔ ان بھائیوں کو اپنی جماعت کے کسی فرد کے بارے میں چوری کا کوئی گمان بھی نہیں تھا۔ ان بھائیوں نے کارندوں کی طرف رخ کیا اور کہنے لگے کہ تمہاری کونسی چیز گم ہو گئی ہے؟ تو ان کارندوں نے انعام کا بھی اعلان کر دیا کہ جو شخص یہ پیمانہ لے آئے ہم اسے ایک اونٹ بھر کر غلہ دیں گے اور پکارنے والے نے یہ جملہ بھی کہا کہ اس انعام کے دلانے کا میں خود ذمہ دار ہوں۔

﴿درس نمبر:۹۹۸﴾ ہم زمین میں فساد کرنے کیلئے نہیں آئے ﴿یوسف:۷۳-۷۴-۷۵﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۞ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۞ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْا انہوں نے کہا تَاللّٰہِ اللہ کی قسم! لَقَدْ البتہ تحقیق عَلِمْتُمْ تم جانتے ہو (کہ) مَّا جِئْنَا نہیں آئے ہم لِنُفْسِدَ تاکہ ہم فساد کریں فِی الْاَرْضِ (اس) زمین میں وَمَا کُنَّا اور نہیں ہیں ہم سٰرِقِیْنَ چور ۞
قَالُوْا انہوں نے کہا فَمَا پھر کیا جَزَآؤُهٗ سزا ہے اس (چور) کی اِنْ کُنْتُمْ اگر ہوئے تم کٰذِبِیْنَ جھوٹے؟ ۞
قَالُوْا انہوں نے کہا جَزَآؤُهٗ اس کی سزا (یہ) ہے مَنْ جو شخص کہ وُّجِدَ پایا جائے وہ (پیالہ) فِیْ رَحْلِهٖ اس کے سامان میں فَهُوَ تو وہی شخص ہوگا جَزَآؤُهٗ بدلہ اس کا كَذٰلِكَ اسی طرح نَجْزِی ہم سزا دیتے ہیں الظّٰلِمِیْنَ ظالموں کو ۞

ترجمہ: وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! تمہیں معلوم ہے کہ ہم (اس) ملک میں اس لئے نہیں آئے کہ خرابی کریں اور نہ ہم چوری کیا کرتے ہیں ۞ بولے کہ اگر تم جھوٹے نکلے (یعنی چوری ثابت ہوئی) تو اُس کی سزا کیا ہے؟ ۞ انہوں نے کہا کہ اُس کی سزا یہ کہ جس کے سامان میں وہ دستیاب ہو وہی اُس کا بدل قرار دیا جائے، ہم ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ سارے بھائی کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم لوگ اس لئے نہیں آئے کہ زمین میں فساد کریں
۲۔ نہ ہی ہم چور ہیں
۳۔ وہ کہنے لگے کہ پھر اس کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے؟
۴۔ کہنے لگے کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے کجاوے میں یہ پیمانہ پایا جائے تو خود اس کی ذات ہی اس کا بدلہ ہے۔
۵۔ ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔

جب بھائیوں پر چوری کا الزام لگا تو سارے بھائیوں نے کہا کہ چوری اور ہم، یہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ کی قسم! آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم لوگ اس لئے نہیں آئے کہ زمین میں فساد و بگاڑ پیدا کریں اور نہ ہی ہم چور ہیں۔ ہمارے اخلاق، عادات اور طور طریق سے کیا تمہیں یہ محسوس ہورہا ہے کہ ہم چور ہیں؟ نہ ہی ہم کبھی چور تھے اور نہ ہی ہم نے چوری کی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے کارندوں نے برادرانِ یوسف سے پوچھا کہ اگر تم میں چور پایا جائے تو پھر اس کی جزاء کیا ہوگی؟ یعنی جس چوری کی تہمت تم پر لگائی جارہی ہے اس تہمت کی نفی کرنے میں تم اگر جھوٹے ثابت ہوں اور یہ بات واقعی ثابت ہوجائے کہ جو تہمت تم پر لگائی جارہی ہے وہ واقعی درست ہے تو بتاؤ کہ چور کو کیا سزا دی جائے یعنی تمہاری شریعت میں چوری کی سزا کیا ہے؟ تو برادرانِ یوسف نے کہا کہ جس کے کجاوے میں وہ پیمانہ مل جائے اس کو گرفتار کرلیا جائے۔ لوگوں پر اس قسم کا ظلم کرنے والے چوروں کو ہماری شریعت میں یہی سزا دی جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام ان دونوں کی شریعت میں یہی تھا کہ چور کو اس شخص کے حوالے کردیا جاتا تھا جس کے سامان کی چوری کی گئی اور وہ چور اس کا غلام بن جاتا تھا جس کے مال کی چوری کی

گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا مقصد ہی یہی تھا کہ اس پیمانہ کو بنیامین کے کجاوے میں رکھ کر ایسی صورت پیدا کی جائے جس سے بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس ہی رہیں۔

جب آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس تدبیر پر غور کریں گے تو یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس رکھ کر اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی، اس لیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس بات کا علم تھا کہ ابّا جان پہلے ہی سے ان کی جدائیگی کے غم میں ہیں، اب کی بار اگر یہ سارے بھائی بنیامین کے بغیر کنعان جائیں گے تو بنیامین کی غیر حاضری پر اور زیادہ غمگین ہوں گے اور ان کے دکھ میں اضافہ ہوگا اور اس دکھ کی زیادتی کا ذریعہ حضرت یوسف علیہ السلام بنیں گے۔ بظاہر یہ اشکال درست معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا منصوبہ اپنے والدین اور ان تمام بھائیوں کو جلد ہی مصر بلانے کا تھا اور بنیامین کا مصر ہی میں روک لینا اس لئے تھا تا کہ ابّا جان حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف اور بنیامین دونوں کو تلاش کرنے کے لئے ان کے بھائیوں کو بھیجیں اور یہ لوگ تیسری بار پھر آئیں۔ اگر بھائی کو نہ روکتے تو ممکن تھا کہ پھر والد کے بھیجنے پر بھی یہ لوگ نہ آتے، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تو یہ سارے بھائی مردہ کہہ چکے تھے۔ اب کم از کم ایک بھائی کی تلاش کرنا لازم ہی تھا، لامحالہ انہیں اپنے والد کے فرمان پر تیسری مرتبہ آنا پڑا۔

بنیامین نے اپنے اوپر چوری کے اس الزام کو اس لئے برداشت کیا کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ رہنے سے ایسے تنگ آ گئے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس رہ جانے کیلئے چوری کے الزام میں گرفتار ہونا تک انہیں گوارا تھا۔ ویسے بھی چوری کے الزام والی تدبیر حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین دونوں کے مشورہ ہی سے ہوئی تھی۔

﴿درس نمبر:۹۹۹﴾ **بھائیوں کے تھیلوں کی تلاشی** ﴿یوسف :۷۶۔۷۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَبَدَاَ چنانچہ شروع ہوا (لگا) وہ (یوسف) بِاَوْعِيَتِهِمْ (تلاشی لینے) ان کے بوروں کی قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ اپنے بھائی کے بورے سے پہلے ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا پھر اس نے نکال لیا وہ پیالہ مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ اپنے بھائی کے بورے سے كَذٰلِكَ اسی طرح كِدْنَا ہم نے تدبیر کی لِيُوْسُفَ یوسف کے لیے مَا كَانَ نہیں تھا وہ (یوسف) لِيَاْخُذَ کہ وہ لے سکتا اَخَاهُ اپنے بھائی کو فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ (اس) بادشاہ کے قانون میں اِلَّآ اَنْ

مگر یہ کہ یَّشَآءَ چاہے اللّٰہُ اللہ نَرۡفَعُ ہم بلند کرتے ہیں دَرَجٰتٍ درجے مَّنۡ جس کے نَّشَآءُ ہم چاہیں وَفَوۡقَ اوراوپر کُلِّ ہر ذِیۡ عِلۡمٍ صاحبِ علم کے عَلِیۡمٌ ایک بہت زیادہ علم والا ہے ۝ قَالُوۡۤا انہوں نے کہا اِنۡ اگر یَّسۡرِقۡ اس نے چوری کی ہے فَقَدۡ تو تحقیق سَرَقَ چوری کی تھی اَخٌ لَّهٗ اس کے ایک بھائی نے مِنۡ قَبۡلُ اس سے پہلے فَاَسَرَّهَا چنانچہ اس (بات) کو چھپایا یُوۡسُفُ یوسف نے فِیۡ نَفۡسِهٖ اپنے دل میں وَلَمۡ یُبۡدِهَا اورظاہر نہ کیا اس نے اسے لَهُمۡ ان کے لیے قَالَ کہا (دل میں) اَنۡتُمۡ شَرٌّ تم بدترین ہو مَّكَانًا مرتبے میں وَاللّٰهُ اوراللہ اَعۡلَمُ خوب جانتا ہے بِمَا اس کو جو تَصِفُوۡنَ تم بیان کرتے ہو ۝

ترجمہ: پھر یوسف نے اپنے بھائی کے سامان سے پہلے اُن کے سامان کو دیکھنا شروع کیا پھر اپنے بھائی کے سامان میں سے اُس کو نکال لیا۔ اس طرح ہم نے یوسف کیلئے تدبیر کی (ورنہ) وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق مشیّت الٰہی کے سوا اپنے بھائی کو نہیں لے سکتے تھے۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں اور ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے ۝ (برادرانِ یوسف نے) کہا کہ اگر اُس نے چوری کی ہو تو (کچھ عجب نہیں کہ) اُس کے ایک بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی۔ یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں مخفی رکھا اور اُن پر ظاہر نہ ہونے دیا (اور) کہا کہ تم بڑے بدقماش ہو اور جو تم بیان کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کے تھیلے کی تلاشی لینے سے پہلے دوسرے بھائیوں کے تھیلوں کی تلاشی لینے میں ابتداء کی۔

۲۔ پھر اس پیمانہ کو اپنے بھائی کے تھیلے سے برآمد کر لیا۔

۳۔ ہم نے یوسف کو اسی طرح تدبیر بتا دی۔

۴۔ بادشاہ کے قانون میں اپنے بھائی کو لے نہیں سکتے تھے، مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

۵۔ ہم جسے چاہیں درجات کے اعتبار سے بلند کرتے ہیں۔

۶۔ ہر جاننے والے سے اوپر زیادہ جاننے والے ہیں۔

۷۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کا بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے۔

۸۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس بات کو اپنے جی میں چھپا لیا اور اس کو ظاہر نہیں کیا۔

۹۔ کہا کہ تم زیادہ بُرے ہو

۱۰۔ اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کر رہے ہو۔

جب بھائیوں نے یہ کہا کہ جس کے سامان میں آپ لوگوں کی گم شدہ چیز نکل آئے اس کو ہی غلام بنالیا جائے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سارے بھائیوں کے سامانوں کی تلاشی لینا شروع کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو معلوم تھا کہ بنیامین کے کجاوہ میں ہی وہ پیمانہ ہے، مگراس کے باوجود پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی، اس لئے کہ اگر سیدھے بنیامین ہی کے کجاوے کی تلاشی لی جاتی تو اس میں شک ہوسکتا تھا کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی سازش ہے۔ جب پیمانہ بنیامین کے سامان سے نکلا تو سارے بھائی حیران رہ گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے ہاں روک لیا، اس لئے کہ بھائیوں نے پہلے ہی اس سزا کا اعتراف کرلیا تھا کہ جس کے کجاوے میں یہ پیمانہ ملے گا اس کو چھوڑا نہیں جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے یوسف کو اسی طرح تدبیر بتادی، اس لئے کہ بالراست حضرت یوسف علیہ السلام اپنی مرضی سے بنیامین کو اپنے ساتھ بادشاہ کے قانون کے مطابق رکھ نہیں سکتے تھے۔ اگر اللہ چاہے تو ظاہر بات ہے کہ اور بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم اور احسان سے حضرت یوسف علیہ السلام کو وہ علم وحکمت اور دانائی عطا فرمائی جس سے بہت آسانی سے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ رکھ سکے۔ اپنی اس تدبیر سے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے ساتھ رکھ لیا، اسی کو کہتے ہیں ”سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے“۔

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ“ کے ذریعہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تعریف کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم جس کے درجات کو چاہے بلند کرتے ہیں۔ دنیا جہاں کے سارے انسانوں میں سے جس کو اونچا درجہ نصیب ہوتا ہے وہ رب ذوالجلال کے ارادے ہی سے اس کا درجہ بلند ہوتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو سوکھے اور اندھیرے کنویں سے نکالنا، مصر کے بازار میں فروخت ہونا، مصر کے قیدخانہ میں کئی برس زندگی گزارنا، پھر اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے اس دور سے انہیں نکالا اور ان کے درجات کو بلند فرمایا۔ وہ اللہ کے نبی بھی بنے اور ملکِ مصر کے وزیرِ خزانہ بھی بنے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات کو بلند فرمایا۔

سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی ایمان والوں اور اہلِ علم کے درجات کی بلندی کی بات یوں کہی گئی: يَـرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّـذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اللہ تعالیٰ بلند کرتے ہیں درجات کو ان لوگوں کے جو تم میں سے ایمان لے آئے اور جو علم والے ہیں۔

وَفَـوْقَ كُـلِّ ذِىْ عِـلْـمٍ عَلِيْمٌ“ کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ ہر عالم کے اوپر ایک ایسا عالم ہوتا ہے جو اس سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی عالم نہیں ہے مگر یہ کہ اس سے بڑھ کر ایک عالم ہے۔ یہاں تک کہ یہ بات اللہ تک پہنچتی ہے اور اللہ ہی وہ ہے جس کے برابر یا جس سے بڑھ کر کسی کا علم نہیں ہے۔ یہاں اس بات کا اشارہ دیا جارہا ہے کہ اگر برادرانِ یوسف عالم تھے تو حضرت یوسف علیہ السلام

ان سے بڑھ کر عالم تھے۔

بھائیوں کو بنیامین کے خلاف بولنے کا موقع مل گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام سے یوں کہنے لگے کہ اگر اس بنیامین نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی۔ یہ بات سارے بھائی کس کے سامنے اور کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟ اسی یوسف کے بارے میں اسی یوسف کے سامنے کہہ رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے برملا اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ہی یہ کہا کہ تم لوگ جھوٹے ہو بلکہ اپنے دل ہی میں اس بات کو صبر و تحمل کے ساتھ چھپائے رکھا اور ان کے سامنے حقیقت کو ظاہر ہونے بھی نہ دیا اور یوں کہا کہ تم زیادہ بُرے ہو۔ یہ بات دل ہی دل میں کہی اور زبان سے ان کے سامنے یوں کہا اور اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھائیوں نے یہ بات کیوں کہی کہ اگر بنیامین نے چوری کی ہے تو اس میں تعجب کی بات کیا ہے؟ اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی تو ایسا کیا ہوا تھا کہ بھائیوں نے یہ بات حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں کہی؟ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے نانا کا بت چوری کیا تھا جو سونے اور چاندی کا تھا، اس کو توڑ پھوڑ کر راستے میں ڈال دیا تھا۔ غالباً بت پرستی کی نفرت کی وجہ سے ایسا کیا ہوگا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام دسترخوان سے کھانا چھپا لیتے تھے اور غریبوں اور محتاجوں کو دے دیا کرتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اسی عمل کو ان کے بھائیوں نے چوری سے تعبیر کیا۔

﴿درس نمبر: ۱۰۰۰﴾ ﴿یوسف: ۷۸۔۷۹﴾

بنیامین کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٧٨ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝٧٩

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْا انہوں نے کہا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اے عزیز! اِنَّ بے شک لَهٗۤ اس (بنیامین) کا اَبًا باپ شَيْخًا بوڑھا كَبِيْرًا بڑی عمر والا ہے فَخُذْ لہٰذا آپ لے لیں اَحَدَنَا ہم میں سے کسی ایک کو مَكَانَهٗ اس کی جگہ اِنَّا بے شک ہم نَرٰىكَ آپ کو دیکھتے ہیں مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ احسان کرنے والوں میں سے ۝٧٨ قَالَ (یوسف نے) کہا مَعَاذَ اللّٰهِ اللہ کی پناہ اَنْ نَّاْخُذَ کہ ہم لیں (کسی اور کو) اِلَّا سوائے مَنْ اس شخص کے کہ وَّجَدْنَا ہم نے پایا مَتَاعَنَا اپنا سامان عِنْدَهٗۤ اس کے پاس اِنَّاۤ (ایسا کیا تو) بلاشبہ ہم اِذًا اس وقت لَّظٰلِمُوْنَ البتہ ظالم ہوں گے ۝٧٩

ترجمہ: وہ کہنے لگے کہ اے عزیز! اس کے والد بہت بوڑھے ہیں (اور اس سے بہت محبت رکھتے ہیں) تو (اس کو چھوڑ دیجئے اور) اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ احسان کرنے والے ہیں O (یوسف نے) کہا کہ اللہ پناہ میں رکھے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اُس کے سوا کسی اور کو پکڑیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بھائی کہنے لگے کہ اے عزیز! اس کے والد ہیں جو زیادہ بوڑھے ہیں۔

۲۔ آپ بنیامین کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیجئے

۳۔ بلاشبہ ہم آپ کو اچھا برتاؤ کرنے والوں میں سے دیکھ رہے ہیں۔

۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اللہ ہمیں اس سے پناہ دے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہو اس کے سوا کسی دوسرے کو پکڑ لیں۔

۵۔ اگر ایسا کریں تو بلاشبہ ہم ظلم کرنے والے ہو جائیں گے۔

چونکہ برادرانِ یوسف اپنے ابّا جان سے منت سماجت کرنے کے بعد بنیامین کو اپنے ساتھ مصر لے آئے تھے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس رکھ لینے کی بات کہی اور اپنا فیصلہ سنایا تو یہ سارے بھائی پریشان ہو گئے کہ کنعان پہنچ کر اپنے ابّا جان کو کیا جواب دیں گے؟ اس سے پہلے انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ابّا جان کی نگاہوں سے دور اور محروم کر دیا، اب کی بار یہی معاملہ بنیامین کے ساتھ بھی ہوگا تو معاملہ اور زیادہ گمبھیر ہوگا۔ اس لئے ان بھائیوں نے ایک تدبیر سوچی اور حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کرنے لگے کہ یہ جو بنیامین ہے ان کے ابّا جان بڑے بوڑھے آدمی ہیں جن کی عمر زیادہ ہے اور ان کو بنیامین سے بہت زیادہ محبت اور پیار ہے، اگر انہیں بنیامین کے واپس نہ پہنچنے کی اطلاع ہوگی تو غم سے ان کا حال بُرا ہو جائے گا، اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ بنیامین کو ہمارے ساتھ جانے دیا جائے اور بنیامین کی جگہ ہم بھائیوں میں سے کسی ایک کو چوری کے جرم میں اپنے پاس رکھ لیا جائے اور ہم تو آپ کے حسنِ سلوک اور بہترین برتاؤ سے دیکھ رہے ہیں کہ آپ ظلم کرنے والے نہیں بلکہ کرم اور احسان کرنے والے ہیں۔ آپ ہماری یہ تجویز منظور کر لیجئے تاکہ ہمیں اپنے ابّا جان کے پاس شرمندہ ہونا نہ پڑے۔ ان بھائیوں کو اپنے والد کے سامنے شرمندہ ہونا اس قدر کٹھن اور دشوار محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے مقابلہ میں مصر میں غلام بن کر رہنے کو وہ تیار تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی اس تجویز اور سفارش کا جواب یہ دیا کہ معاذ اللہ! اللہ کی پناہ! یعنی ہم پہلے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ایسے ظلم سے کہ جس نے چوری نہیں کی اس کو اپنے ہاں روک لیں۔ یہ تو ہم سے ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ تمہارے مذہب اور شریعت کے اعتبار سے بھی یہ ظلم ہوگا کہ جس نے چوری کی اس کے علاوہ کسی اور کو لے لیا جائے اور غلام بنا لیا جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہاں اشارہ میں گفتگو کر رہے ہیں اور ان کی گفتگو کا حقیقی مقصد یہی تھا کہ میرے اللہ نے مجھے حکم دیا ہے اور مجھے وحی کی ہے کہ میں بنیامین کو اپنے پاس روکے رکھوں۔ اگر میں بنیامین کے علاوہ کسی دوسرے کو رکھ لوں گا تو میں ظالم شمار ہو جاؤں گا اور یہ بات وحی کے خلاف بھی ہوگی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے بنیامین کے بارے میں جو بات کہی اس میں اس قدر احتیاط تھی کہ انہوں نے اپنے بھائی کے لئے چوری کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ یوں کہا: اِلَّا مَنۡ وَّجَدۡنَا مَتَاعَنَا عِنۡدَهٗۤ ہم تو صرف اسی کو اپنے پاس روکیں گے جس کے پاس ہم اپنا مال پائیں گے۔

﴿درس نمبر: ۱۰۰۱﴾ **سارے بھائی علیحدہ ہو کر آپس میں مشورہ کرنے لگے** ﴿یوسف: ۸۰-۸۱﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا اسۡتَيۡـَٔسُوۡا مِنۡهُ خَلَصُوۡا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيۡرُهُمۡ اَلَمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اَبَاكُمۡ قَدۡ اَخَذَ عَلَيۡكُمۡ مَّوۡثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنۡ قَبۡلُ مَا فَرَّطۡتُّمۡ فِىۡ يُوۡسُفَ ۚ فَلَنۡ اَبۡرَحَ الۡاَرۡضَ حَتّٰى يَاۡذَنَ لِىۡۤ اَبِىۡۤ اَوۡ يَحۡكُمَ اللّٰهُ لِىۡ ۚ وَهُوَ خَيۡرُ الۡحٰكِمِيۡنَ ۝۸۰ اِرۡجِعُوۡۤا اِلٰٓى اَبِيۡكُمۡ فَقُوۡلُوۡا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابۡنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدۡنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمۡنَا وَمَا كُنَّا لِلۡغَيۡبِ حٰفِظِيۡنَ ۝۸۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَمَّا چنانچہ جب اسۡتَيۡـَٔسُوۡا وہ ناامید ہو گئے مِنۡهُ اس سے خَلَصُوۡا (تو) وہ الگ ہوئے نَجِيًّا (اور لگے) مشورہ کرنے قَالَ كَبِيۡرُهُمۡ کہا ان کے بڑے (بھائی) نے اَلَمۡ تَعۡلَمُوۡۤا کیا نہیں تم جانتے اَنَّ اَبَاكُمۡ بیشک تمہارے باپ نے قَدۡ اَخَذَ تحقیق لیا ہے عَلَيۡكُمۡ تم سے مَّوۡثِقًا پختہ وعدہ مِّنَ اللّٰهِ اللہ کا وَمِنۡ قَبۡلُ اور (کیا نہیں جانتے) اس سے پہلے مَا فَرَّطۡتُّمۡ جو تم کوتاہی کر چکے ہو فِىۡ يُوۡسُفَ یوسف کی بابت فَلَنۡ اَبۡرَحَ چنانچہ میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا الۡاَرۡضَ اس زمین (مصر) کو حَتّٰى یہاں تک کہ يَاۡذَنَ اجازت دے لِىۡۤ میرے لیے اَبِىۡۤ میرا باپ اَوۡ يَحۡكُمَ یا فیصلہ کر دے اللّٰهُ اللہ لِىۡ میرے لیے وَهُوَ اور وہ خَيۡرُ الۡحٰكِمِيۡنَ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ۝۸۰ اِرۡجِعُوۡۤا (اے بھائیو!) تم واپس جاؤ اِلٰٓى اَبِيۡكُمۡ اپنے باپ کی طرف فَقُوۡلُوۡا اور کہو يٰۤاَبَانَاۤ اے ہمارے باپ! اِنَّ ابۡنَكَ بے شک آپ کے بیٹے نے سَرَقَ چوری کی ہے وَمَا شَهِدۡنَاۤ اور نہیں گواہی دی ہم نے اِلَّا بِمَا مگر اس چیز کی جس کا عَلِمۡنَا ہمیں علم تھا وَمَا كُنَّا اور نہیں تھے ہم لِلۡغَيۡبِ حٰفِظِيۡنَ غیب کی حفاظت کرنے والے ۝۸۱

ترجمہ: ایسا کریں تو ہم بڑے بے انصاف ہیں۔ جب وہ اس سے ناامید ہو گئے تو الگ ہو کر صلاح کرنے لگے، سب سے بڑے نے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کا عہد لیا ہے؟ اور اس سے پہلے بھی تم یوسف کے بارے میں قصور کر چکے ہو تو جب تک والد صاحب مجھے حکم نہ دیں میں تو اس جگہ سے ہلنے کا نہیں یا اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی اور تدبیر کرے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ۝۸۰ تم سب والد صاحب کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ کے صاحبزادے نے (وہاں جا کر) چوری کی اور ہم نے تو اپنی دانست کے مطابق آپ سے (اس کو لے آنے کا) عہد کیا تھا مگر ہم غیب (کی باتوں) کے (جاننے اور) یاد رکھنے والے تو نہیں تھے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام سے بھائی نا امید ہو گئے۔
۲۔ تو وہاں سے علیحدہ ہو کر آپس میں مشورہ کرنے لگے
۳۔ ان بھائیوں میں جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کی قسم کھا کر پکا وعدہ لیا تھا۔
۴۔ اس سے پہلے تم یوسف کے بارے میں قصور کر چکے ہو
۵۔ اب میں اس سرزمین سے نہیں ٹلوں گا جب تک میرا باپ مجھے اجازت نہ دے
۶۔ یا اللہ میرے لئے فیصلہ نہ فرما دے
۷۔ وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے
۸۔ تم لوگ اپنے والد کے پاس چلے جاؤ۔
۹۔ ان سے کہو کہ اے ابّا جان! بیشک آپ کے بیٹے بنیامین نے چوری کر لی۔
۱۰۔ ہم اسی بات کی گواہی دے رہے ہیں جس میں ہم تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے بھائیوں کو بنیامین کے بارے میں صاف جواب مل گیا کہ وہ بنیامین ہی کو اپنے پاس رکھیں گے اوران کے بدلہ میں کسی دوسرے بھائی کو ہرگز نہیں رکھ سکیں گے تو سارے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار سے الگ ہو کر مایوسی کے عالم میں آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ ایسی صورت حال میں کیا کیا جائے؟ بھائیوں کی یہ گفتگو دوسرے تمام لوگوں سے ہٹ کر خاموشی میں ہوئی، گویا وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔ ان بھائیوں میں جو بڑا بھائی تھا جن کا نام روبیل یا یہودا تھا۔ بعض مفسرین نے ان کا نام شمعون بھی لکھا ہے۔ یہاں بڑے سے مراد ضروری نہیں کہ عمر میں بڑا ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو عقل اور رائے میں بڑا تھا اس نے یہ بات کہی۔ یہی وہ بھائی تھا جس نے اس وقت جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کی بات تمام بھائی کر رہے تھے تو اسی یہودا بڑے بھائی نے کہا تھا کہ تم یوسف کو قتل مت کرو بلکہ اس کو کسی کنویں میں ڈال دو۔ بڑے بھائی نے یہ کہا کہ کیا تمہیں یہ بات نہیں معلوم کہ تمہارے ابّا نے تم سے اللہ کی قسم لے کر پکا اور مضبوط وعدہ اور عہد لیا تھا کہ تم ضرور بنیامین کو حفاظت کے ساتھ مصر سے کنعان واپس لے آؤ گے اور اس کی حفاظت کرو گے؟ تمہیں معلوم ہے کہ تم اس سے پہلے بھی یوسف کے بارے میں قصور کر چکے ہو، جس سے ابّا جان کو تم غمزدہ کر چکے ہو۔ بڑے بھائی نے اپنے بھائیوں سے یہ بھی کہا کہ تم لوگ میرا یہ فیصلہ سن لو کہ میں مصر کی اس سرزمین سے ہرگز نہیں ہٹوں گا جب تک کہ میرا باپ مجھے اجازت نہ دے یا اللہ تعالیٰ میرے لیے فیصلہ نہ فرما دے اور وہ اللہ فیصلہ کرنے والوں میں بہتر فیصلہ کرنے والا

ہے۔ میں کسی بھی صورت میں بنیامین کو چھوڑ کر کنعان نہیں جاؤں گا۔ اس نے اپنے بھائیوں سے یہ بھی کہا کہ میں تو بنیامین کے بغیر مصر سے ہٹ نہیں سکتا، البتہ تم لوگ اپنے ابّا جان کے پاس لوٹ کر چلے جاؤ اور اپنے ابّا جان سے یہ کہو کہ تمہارے بیٹے بنیامین نے بادشاہ کا پیمانہ چوری کرلیا ہے اور ہم نے ہماری شریعت کا حکم انہیں بتادیا تھا کہ ہماری شریعت میں چور کی سزا یہ ہے کہ اس کو غلام بنا کر رکھ لیا جائے۔ چنانچہ مصر کے حاکم نے ہماری شریعت کے مطابق بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا ہے اور ہماری یہ گواہی کہ بنیامین نے پیمانہ چوری کیا ہے وہ ہمارے علم کے مطابق ہے۔ ہم نے خود دیکھا کہ بادشاہ کا پیمانہ بنیامین کے سامان میں سے نکلا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہم غیب کی باتوں کے جاننے والے نہیں ہیں۔ ہم نے تو قسم کھا کر اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ ہم بنیامین کی حفاظت کریں گے۔ ہماری طاقت میں جس قدر ممکن تھا ہم نے وہ کیا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ چوری کا یہ واقعہ پیش آجائے گا اور ایسی صورت پیدا ہوجائے گی کہ ہم بنیامین کو واپس کنعان لے آنے سے عاجز آجائیں؟

﴿درس نمبر:۱۰۰۲﴾ ﴿یوسف:۸۲۔۸۳﴾

میں صبرِ جمیل ہی کو اختیار کرتا ہوں

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۸۲ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِیْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۸۳

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَسْـَٔلِ اور پوچھ لیجئے الْقَرْيَةَ اس بستی (والوں) سے الَّتِیْ كُنَّا وہ جو تھے ہم فِيْهَا اس میں وَالْعِيْرَ اور اس قافلہ (والوں) سے (بھی) الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا وہ جو ہم آئے ہیں فِيْهَا اس میں وَاِنَّا اور بے شک ہم لَصٰدِقُوْنَ البتہ سچے ہیں ۝۸۲ قَالَ اس (یعقوب) نے کہا بَلْ سَوَّلَتْ (حقیقت یہ نہیں) بلکہ بنالی ہے لَكُمْ تمہارے لیے اَنْفُسُكُمْ تمہارے نفسوں نے اَمْرًا ایک بات فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ لہٰذا صبر (ہی) بہتر ہے عَسَى اللّٰهُ امید ہے اللہ اَنْ يَّاْتِيَنِیْ بِهِمْ یہ کہ لے آئے میرے پاس ان کو جَمِيْعًا اکٹھا اِنَّهٗ بے شک هُوَ الْعَلِيْمُ وہ خوب جاننے والا الْحَكِيْمُ خوب حکمت والا ہے ۝۸۳

ترجمہ: اور جس بستی میں ہم (ٹھہرے) تھے وہاں سے (یعنی اہلِ مصر سے) اور جس قافلے میں آئے ہیں اس سے دریافت کر لیجئے اور ہم (اس بیان میں) بالکل سچے ہیں ۝۸۲ (جب انہوں نے یہ بات یعقوب سے آکر کہی تو) انہوں نے کہا کہ (حقیقت یوں نہیں) بلکہ یہ بات تم نے اپنے دل سے بنالی ہے تو صبر ہی بہتر ہے عجب نہیں کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے بیشک وہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آپ اس بستی سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے۔

۲۔اس قافلہ سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہو کر آئے ہیں۔

۳۔بلا شبہ ہم سچ کہہ رہے ہیں

۴۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہیں ایک بات سُجھا دی ہے

۵۔میں صبر جمیل ہی کو اختیار کروں گا

۶۔امید ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا

۷۔بلا شبہ وہ علم والا حکمت والا ہے

مصر کی سرزمین سے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بڑے بھائی اپنے دوسرے تمام بھائیوں کو اپنے اس فیصلہ کے ساتھ کہ میں مصر کی سرزمین سے نہیں ہٹوں گا جب تک کہ میرے ابّا جان مجھے اجازت نہ دیں۔اس بڑے بھائی نے اپنے بھائیوں سے مزید یہ بات بھی کہی کہ تم اپنے ابّا جان سے یہ بھی کہنا کہ اگر آپ کو ہماری اس بات کا اعتماد نہیں ہے کہ بنیامین نے چوری کی ہے تو آپ مصر کی جس سرزمین میں یہ واقعہ پیش آیا وہاں کے لوگوں سے بھی دریافت کر لیجئے کہ جو بات ہم کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے یا جھوٹ؟ اور ہماری سچائی کی تحقیق اس سے آسان طریقہ سے بھی کی جا سکتی ہے کہ ہمارے ساتھ کنعان سے غلہ لینے کے لیے جو دوسرے قافلے والے آئے تھے ان سے بھی پوچھ لیجئے، وہ تو ہمارے ساتھ کنعان واپس آ چکے ہیں۔ابّا جان! یقین مانیے کہ ہم اپنی بات میں بالکل سچے ہیں۔غرض یہودا نے اپنے بھائیوں کے ذریعہ اپنے ابّا جان کو اپنے سچے ہونے اور انہیں مطمئن کرنے کی تدبیر بتلائی تاکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اطمینان ہو جائے کہ چوری کی جو نسبت بنیامین کی طرف کی گئی ہے وہ سچی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے ابّا جان کے پاس پہنچ کر وہی باتیں بتلائیں جن کی تلقین ان کے بڑے بھائی یہودا نے کی تھی۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میرے خیال میں حقیقت یہ ہے کہ تمہارے نفسوں نے اپنے پاس سے یہ بات بنالی ہے جو تم مجھے سمجھا رہے ہو۔ایسا کوئی واقعہ پیش ہی نہیں آیا ہے کہ بنیامین نے چوری کی ہو اور اس کو وہاں گرفتار کر لیا گیا ہو۔واقعہ کچھ اور ہے اور تمہارا بیان کچھ اور ہے۔بہر صورت جو بھی حقیقت ہو ایسی صورت میں صبر کرنا ہی بہتر ہے اور صبر بھی ایسا کہ جس میں کوئی شکایت بھی نہ ہو۔فَصَبْرٌ" جَمِيْلٌ" اور بندے کیلئے تو یہی مناسب اور بہتر ہے کہ مصیبت کی ان گھڑیوں میں صبر سے کام لے۔جب کسی مسلمان پر اس کی ذات کے سلسلہ میں یا اس کی اولاد اور اس کے مال کے سلسلہ میں کوئی ناپسند بات پیش آ جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کے فیصلہ پر راضی ہو جائے اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے اور شکوہ شکایت کے بجائے تحمل اور برداشت سے کام لے، جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صبر سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی۔جب حضرت یوسف علیہ السلام کی گمشدگی کی اطلاع حضرت یعقوب علیہ السلام کو ہوئی تھی تو انہوں نے یہ جملہ کہا تھا کہ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی

مَاتَصِفُوْنَ اس معاملہ میں جو کچھ تم کر رہے ہو میں اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ جب بنیامین کی گمشدگی کا علم ہوا تو ایک عجیب بات کہی کہ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا امید ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا۔

میں اپنے رنج وغم کی اللہ ہی سے شکایت کرتا ہوں

﴿درس نمبر:۱۰۰۳﴾ ﴿یوسف:۸۴۔۸۵۔۸۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝۸۴ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝۸۵ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّىْ وَحُزْنِىْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَتَوَلّٰى اور اس نے منہ پھیرا عَنْهُمْ ان سے وَقَالَ اور کہا يٰاَسَفٰى ہائے افسوس! عَلٰى يُوْسُفَ یوسف (کے بچھڑنے) پر وَابْيَضَّتْ اور سفید ہو گئیں عَيْنٰهُ اس کی آنکھیں مِنَ الْحُزْنِ غم سے فَهُوَ اور وہ كَظِيْمٌ غم سے بھرا ہوا تھا ۝۸۴ قَالُوْا انہوں نے کہا تَاللّٰهِ اللہ کی قسم! تَفْتَؤُا تَذْكُرُ تو سدا یاد کرتا رہے گا يُوْسُفَ یوسف کو حَتّٰى یہاں تک کہ تَكُوْنَ تو ہو جائے (غم میں) حَرَضًا گھل جانے والا اَوْ تَكُوْنَ یا تو ہو جائے مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ہلاک ہونے والوں سے ۝۸۵ قَالَ اس نے کہا اِنَّمَآ اَشْكُوْا بس میں تو شکایت کرتا ہوں بَثِّىْ اپنی بے قراری کی وَحُزْنِىْٓ اور اپنے غم کی اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف وَاَعْلَمُ اور میں جانتا ہوں مِنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جو تم نہیں جانتے ۝۸۶

ترجمہ: پھر اُن کے پاس سے چلے گئے اور کہنے لگے کہ ہائے افسوس یوسف (ہائے افسوس) اور رنج والم میں (اس قدر روئے کہ) ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور ان کا دل غم سے بھر رہا تھا ۝۸۴ بیٹے کہنے لگے کہ واللہ! اگر آپ یوسف کو اسی طرح یاد کرتے رہے تو یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دیدیں گے ۝۸۵ انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے رنج وغم کا اظہار اللہ ہی سے کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سب سے اپنا رخ پھیر لیا۔

۲۔ کہا کہ یوسف پر افسوس ہے

۳۔ غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔

۴۔ وہ گھٹتے رہتے تھے

۵۔ بیٹے کہنے لگے اللہ کی قسم! آپ تو یوسف کو برابر یاد کرتے رہیں گے

۶۔ یہاں تک کہ گھل جائیں یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں

۷۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا میں اپنے رنج اور غم کی اللہ ہی سے شکایت کرتا ہوں

۸۔اللہ کی طرف سے مجھے وہ علم عطا ہوا ہے جو تم نہیں جانتے

جب بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے بنیامین کے بارے میں چوری سے منسوب بات کی تو انہوں نے پہلے تو اپنے بیٹوں سے کہا کہ تمہارے نفسوں نے بس ایک بات سمجھا دی ہے، حقیقت سے اس کا گویا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ میں تو ایک طرف صبر کروں گا اور میں اپنے رب سے ناامید ہرگز نہیں ہوں۔ مجھے اپنے رب سے اس قدر امید ہے کہ نہ صرف بنیامین اور یہودا کو میرے پاس لے آئے گا بلکہ یوسف کو بھی میرے پاس لے آئے گا۔ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّاۡتِيَنِىۡ بِهِمۡ جَمِيۡعًا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا۔ یقین میں ڈوبی ہوئی یہ بات بظاہر ناممکن نظر آ رہی تھی مگر حضرت یعقوب علیہ السلام کا اللہ کی ذات پر یقین اور اسی سے اس قدر امید ہے کہ پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ رہے ہیں کہ بنیامین، یہودا اور یوسف یہ سب میرے پاس جمع ہو کر آئیں گے۔ ایسی شکل بنے گی کہ ہم سب ایک ساتھ ہوں گے۔ یقین میں ڈوبی یہ بات کہہ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے اپنا رخ موڑ لیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام پر غم کا ایک پہاڑ تھا۔ اپنے بڑے بیٹے کی جدائی کا غم اور چھوٹے دونوں بیٹوں یوسف اور بنیامین کی جدائی کا غم۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ کسی بھی مصیبت پر غم ممنوع نہیں ہے بشرطیکہ بندہ اللہ کے فیصلہ پر صبر کرے اور اپنے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دے اور اس سے راضی رہے۔ اپنے بیٹوں سے رخ موڑ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ یوسف پر افسوس ہے اور اس غم کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ یوسف کے اس غم میں حضرت یعقوب علیہ السلام گھٹتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایک باپ کے دل میں اپنے بیٹوں کی محبت یقیناً ایسی ہوتی ہے کہ اس غم سے باپ کے جسم کے اعضاء پر اثر پڑتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے غم میں اس قدر ڈوب گئے تھے کہ ان کی آنکھوں کی بینائی جا رہی تھی، ان کی آنکھیں سفید ہو چکی تھیں اور وہ اس غم میں گھٹتے ہی چلے جا رہے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس قدر مغموم دیکھ کر بیٹوں نے کہا کہ تَاللّٰهِ تَفۡتَؤُا تَذۡكُرُ يُوۡسُفَ حَتّٰى تَكُوۡنَ حَرَضًا اَوۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡهٰلِكِيۡنَ اللہ کی قسم! آپ تو برابر یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ گھل جائیں یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں۔ ان بیٹوں کا مطلب یہ تھا کہ ابّا جان! آپ تو یوسف کو بھولتے ہی نہیں، انہیں آپ برابر یاد کرتے رہتے ہیں۔ آخر کب تک آپ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے؟ کیا یوسف کو یاد کرتے کرتے آپ گھل جائیں گے یا یہ کہ آپ بالکل ہی ہلاک ہو جائیں گے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصیبت کے ایسے مواقع پر ایک مومن و مخلص بندے کو جو کہنا چاہیئے وہی کہا کہ اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ میں اپنے رنج اور غم کی شکایت اللہ ہی سے کرتا ہوں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں سے یہ کہنا چاہتے تھے کہ مجھے تنہا چھوڑ دو اور میں

اپنے غم کی شکایت تو صرف اس رب سے کروں گا جس کے پاس غم کو دور کرنے کی قوت وطاقت ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو علم مجھے دیا ہے وہ تمہیں نہیں دیا گیا ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۰۴﴾ **اللہ کی رحمت سے مایوس مت رہو** ﴿یوسف:۸۷۔۸۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يٰبَنِيَّ اے میرے بیٹو! اذْهَبُوْا تم جاؤ فَتَحَسَّسُوْا اور تلاش کرو مِنْ يُّوْسُفَ یوسف کو وَاَخِيْهِ اور اس کے بھائی کو وَلَا تَايْئَسُوْا اور نہ مایوس ہونا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت سے اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ بیشک نہیں مایوس ہوتے مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت سے اِلَّا مگر الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ کافرلوگ ہی ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا پھر جب دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے عَلَيْهِ اس (یوسف) پر قَالُوْا (تو) انہوں نے کہا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اے عزیز! مَسَّنَا پہنچی ہے ہمیں وَاَهْلَنَا اور ہمارے اہل وعیال کو الضُّرُّ تکلیف وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ اور لائے ہیں ہم پونجی مُّزْجٰةٍ ناقص فَاَوْفِ چنانچہ آپ پورا دیجیے لَنَا ہمارے لیے الْكَيْلَ ماپ (غلے کا) وَتَصَدَّقْ اور صدقہ خیرات کیجئے عَلَيْنَا ہم پر اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ يَجْزِى جزا دیتا ہے الْمُتَصَدِّقِيْنَ صدقہ خیرات کرنے والوں کو ﴿۸۸﴾

ترجمہ: بیٹا (یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر) جاؤ اور یوسف اور اُس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ اللہ کی رحمت سے بے ایمان لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں ﴿۸۷﴾ جب وہ یوسف کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ اے عزیز! ہمیں اور ہمارے اہل وعیال کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے اور ہم تھوڑا سا سرمایہ لائے ہیں آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا غلہ دیجئے اور خیرات کیجئے کہ اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے۔ ﴿۸۸﴾

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی بنیامین کا کچھ سراغ لگاؤ

۲۔ اللہ کی رحمت سے ناامید مت رہو

۳۔ یقین جانو کہ اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں

۴۔ چنانچہ جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے یوسف سے کہا اے عزیز! ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر سخت مصیبت پڑی ہوئی ہے

۵۔ہم ایک معمولی سی پونجی لے کر آئے ہیں

۶۔آپ ہمیں پورا پورا غلہ دے دیجئے

۷۔اللہ کے لیے ہم پر احسان کیجئے

۸۔یقیناً اللہ اپنی خاطر احسان کرنے والوں کو بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو جو علم عطا فرمایا تھا اس علم کی بنیاد پر انہیں یقین تھا کہ ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو بنیامین کے بارے میں ان کے بیٹوں کی باتیں درست بھی معلوم نہ ہوئیں۔اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف کو اور اس کے بھائی بنیامین کو تلاش کرو اور اس معاملہ میں تم اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو جاؤ۔ بھلائی کے کاموں میں تحسس یعنی تلاش کا معاملہ ہوتا ہے اور شر کے کاموں میں تجسس کا معاملہ ہوتا ہے۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی کی تلاش میں تجسس یعنی جاسوسی کا حکم نہیں دیا، چونکہ حضرت یوسف اور ان کے بھائی کے بارے میں خبر لینا خیر کا کام تھا اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے تحسس یعنی تلاش کرنے کا حکم دیا۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو سہ بارہ مصر جانے کا حکم دیا اور جاتے ہوئے اس امر کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے امید رکھیں اور مایوسی و نا امیدی کے دلدل میں پھنسنے سے گریز کریں، جس معاملہ کو لے کر وہ سفر کر رہے ہیں اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے امید قائم رکھیں اس لئے کہ اللہ کی رحمت سے مایوسی اور امید سے رشتہ توڑ لینا کافروں کا کام ہوتا ہے۔اللہ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں **اِنَّ الْمُؤْمِنَ مِنَ اللّٰهِ عَلٰی خَيْرٍ يَّرْجُوْهُ فِي الْبَلَاءِ وَيَحْمَدُهٗ فِي الرَّخَاءِ** بیشک مومن اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر ہی پر ہوتا ہے۔بلاؤں کے مواقع پر اس سے امید رکھتا ہے اور خوشحالی کے موقع پر اللہ کی حمد بیان کرتا ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے یوسف کے زندہ ہونے کا یقین کیسے ہوا جبکہ ان کی گمشدگی کو برسوں گزر چکے تھے۔اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کا علم یا تو خواب سے ہوا ہوگا اور انبیاء کے خواب جھوٹے نہیں ہو سکتے یا یہ کہ ملک الموت نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع دی ہو کہ انہوں نے یوسف کی روح قبض ہی نہیں کی۔ بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام کے سارے بھائی اپنے ابّا جان کے حکم سے مصر کی طرف روانہ ہوئے۔چونکہ بھائیوں کو غلہ ملنے کی بھی امید تھی چہ جائیکہ انہیں یوسف اور بنیامین کے ملنے کا یقین ہو یا نہ ہو۔

چنانچہ ان بھائیوں نے مصر پہنچ کر حضرت یوسف علیہ السلام سے غلہ کے بارے میں بات کی کہ اے عزیز! ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے یعنی اپنی فاقہ کشی کی تصویر پیش کی اور جو مختصر سی پونجی لے کر مصر پہنچے تھے اس پونجی کے بے حیثیت ہونے کا اعتراف بھی کیا کہ ہم ایسی پونجی لے کر آئے ہیں جو رد کر دیئے جانے کی مستحق ہے، باوجود پونجی کم ہونے کے آپ ہمیں پورا غلہ دے دیجئے اور ہم پر صدقہ کر دیجئے، بیشک اللہ صدقہ کرنے والوں کو اس کی جزا دیتا ہے۔ چونکہ یہ بھائی اس سے پہلے دو مرتبہ آ چکے تھے اور یہ ان کا کنعان سے مصر کا تیسرا دورہ تھا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ان بھائیوں کی مشقت اور باپ پر گزرے ہوئے حالات کی وجہ سے شدید احساس بھی ہو چکا تھا کہ اب تو حقیقت کھل کر آ جانی چاہئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا دل نرم ہو گیا۔ بھائیوں کی محبت اور باپ کی محبت نے وہ وقت لایا کہ راز کے پردوں کو ہٹایا جائے اور پردہ فاش کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے وہ بات کہی جو اگلی آیتوں میں آ رہی ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۰۵﴾ میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے ﴿یوسف:۸۹-۹۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَ اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس (یوسف) نے کہا هَلْ عَلِمْتُمْ کیا تمہیں معلوم ہے مَّا جو کچھ فَعَلْتُمْ تم نے کیا بِيُوْسُفَ یوسف کے ساتھ وَاَخِيْهِ اور اس کے بھائی کے ساتھ اِذْ اَنْتُمْ جب تھے تم جٰهِلُوْنَ نادان؟ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا انہوں نے کہا ءَ اِنَّكَ لَاَنْتَ کیا واقعی تو ہی ہے يُوْسُفُ یوسف؟ قَالَ اس نے کہا اَنَا (ہاں) میں يُوْسُفُ یوسف (ہی) ہوں وَهٰذَآ اور یہ اَخِيْ میرا بھائی ہے قَدْ مَنَّ اللّٰهُ تحقیق احسان کیا ہے اللہ نے عَلَيْنَا ہم پر اِنَّهٗ بیشک مَنْ يَّتَّقِ جو شخص ڈرتا ہے وَيَصْبِرْ اور صبر کرتا ہے فَاِنَّ اللّٰهَ تو بے شک اللہ لَا يُضِيْعُ نہیں ضائع کرتا اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں کا اجر ﴿۹۰﴾

ترجمہ: (یوسف نے) کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ جب تم نادانی میں پھنسے ہوئے تھے تو تم نے یوسف اور اُس کے بھائی کیساتھ کیا کیا تھا؟ ﴿۸۹﴾ وہ بولے کیا تم ہی یوسف ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! میں ہی یوسف ہوں اور (بنیامین کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے) یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے جو شخص اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تمہیں کچھ پتہ ہے کہ تم جب جہالت میں مبتلا تھے تو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟

۲۔اس پر وہ بھائی بول اٹھے ارے! کیا تم ہی یوسف ہو؟

۳۔حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے

۴۔اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے

۵۔حقیقت یہ ہے کہ جو شخص تقویٰ اور صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

برادرانِ یوسف جب تیسری مرتبہ کنعان سے مصر پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کی اور فقر و فاقہ سے متعلق اپنی بپتا سنائی اور غلہ دینے کی فرمائش اور صدقہ کی درخواست کی تو اب وہ وقت آیا جب حضرت یوسف علیہ السلام نے برسوں سے اپنے سینہ میں رکھا وہ راز فاش کیا اور تمام بھائیوں سے خطاب کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ **هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ** کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا جبکہ تم جاہل تھے؟ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مصر پہنچ کر بھائیوں نے اپنی مجبوری اور فاقہ کشی والی بات کہی۔ان بھائیوں نے اپنی گھریلو حالت بیان کرتے ہوئے ان سے غلہ کی فرمائش کی اور اس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام ان کی فرمائش سے متعلق کوئی بات کہنے کے بجائے یہ کہہ رہے ہیں کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا جبکہ تم جاہل تھے؟ بظاہر دونوں میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا ہے کہ اے میرے بھائیو! یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ قحط سالی کی وجہ سے ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچ رہی ہے، تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ کوئی بڑی تکلیف نہیں ہے۔زندگی تو کسی نہ کسی طرح گزر رہی جاتی ہے۔ مالداری اور خوشحالی میں بھی زندگی گزر جاتی ہے، بدحالی اور فقر و فاقہ میں بھی زندگی گزر جاتی ہے۔لیکن تم اس بات پر غور کرو کہ تم برسوں سے باپ کو اپنے بیٹے یوسف سے جدا کر کے جو تکلیف پہنچا رہے ہو وہ تکلیف اصل تکلیف ہے۔تم نے بنیامین کے ساتھ جو بدسلوکی کی یہ اصل تکلیف ہے۔فقر و فاقہ جسمانی تکلیف ہے جبکہ باپ کو بیٹے سے جدا کرنا اپنے بھائی کے ساتھ بدسلوکی اور ظلم کرنا یہ ذہنی اور قلبی تکلیف ہے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے یہ بات کہی تو بھائیوں کو حیرت ہوئی کہ عزیزِ مصر کو یوسف اور اس کے بھائی کے بارے میں کیسے معلوم ہے کہ ہم نے ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ حضرت یوسف علیہ السلام کے اندازِ گفتگو سے بھائیوں نے بھانپ لیا کہ یہی یوسف ہیں جو یہ دردناک جملہ کہہ رہے ہیں۔اس لئے ان بھائیوں نے کہا: **ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ** کیا تم ہی واقعی یوسف ہو؟ اس سوال کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے صاف طور پر کہہ دیا کہ **اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ** میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام

اپنے بھائیوں سے گویا یوں کہہ رہے ہیں کہ میں ہی وہ بے بس اور مظلوم یوسف ہوں جس کی اللہ نے مدد کی اور مجھے وہ قوت بخشی اور وہ مقام عطا کیا جو تم دیکھ رہے ہو اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے جس کو تم نے مجھ سے جدا کر دیا تھا۔ یہ بھی میری ہی طرح مظلوم تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو رب ذوالجلال کی طرف متوجہ کیا اور کہا کہ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا بلاشبہ اللہ نے ہم پر احسان کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ سوکھے اور اندھیرے کنویں سے نکل کر شہر مصر میں اتنے بڑے مقام تک پہنچنے میں یوسف کا کمال نہیں بلکہ رب ذوالجلال کے احسان و کرم نے یہ کام کیا ہے۔ اللہ کے بندوں کو چاہیئے کہ جب وہ ترقی، کامیابی، عروج، فتح و کامرانی اور بلندی پر پہنچیں تو وہ کلمات اپنی زبان سے نہ نکالیں جس میں غرور وانانیت ہو بلکہ عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنی فتح، کامیابی، کامرانی اور سربلندی کو رب ذوالجلال کی طرف منسوب کریں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے سامنے یہ حقیقت برملا بتلادی کہ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا بلاشبہ اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے سامنے تکلیفوں اور مصیبتوں کا ذکر نہیں کیا جوان پران برسوں میں آئیں جن پر انہوں نے صبر سے کام کیا بلکہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی صرف نعمتوں کو یاد کیا اور اس کے احسانات کا تذکرہ فرمایا۔ بندۂ مومن کو چاہیئے کہ ماضی کی مصیبتوں کے تذکروں میں اپنا وقت ضائع نہ کرے بلکہ اللہ نے جس اچھی حالت میں اب رکھا ہے اس کا ذکر کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اس کے بعد تقویٰ اور صبر سے متعلق یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ والی زندگی بسر کرتا ہے اور تقویٰ کا حق ادا کرتا ہے اور آنے والی مصیبتوں پر صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں اور ہر ناپسندیدہ چیز سے اس کو نجات عطا فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ اچھے عمل کرنے والوں کے عمل کو نہ دنیا میں ضائع کرتا ہے اور نہ ہی آخرت میں ضائع کرتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں اور تکلیفوں پر صبر کیا اور عزیزِ مصر کے محل میں زلیخا کی پیشکش کے باوجود اپنے آپ کو تقویٰ کے دائرہ میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تقویٰ اور صبر کا صلہ ایسا عطا فرمایا جسکو تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

﴿درس نمبر:۱۰۰۶﴾ ﴿یوسف:۹۱۔۹۲۔۹۳﴾

بھائیو! آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہوگی

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ج وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْا انہوں نے کہا تَاللّٰهِ اللہ کی قسم! لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ البتہ تحقیق اللہ نے تجھے فضیلت دی

عَلَيْنَا ہم پر وَاِنْ اور بلاشبہ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ہم ہی خطا کار تھے ﴿۹۱﴾ قَالَ اس نے کہا لَا تَثْرِيْبَ نہیں کوئی ملامت عَلَيْكُمُ تم پر الْيَوْمَ آج يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ معاف کرے اللہ تمہیں وَهُوَ اور وہ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ سب مہربانوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ تم لے جاؤ میری قمیص هٰذَا فَاَلْقُوْهُ یہ اور اسے ڈال دو عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ میرے باپ کے چہرے پر يَاْتِ وہ ہوجائیں گے بَصِيْرًا دیکھنے والے وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اور تم لے آؤ میرے پاس اپنے اہل وعیال کو اَجْمَعِيْنَ سب کو ﴿۹۳﴾

ترجمہ: وہ بولے کہ اللہ کی قسم! اللہ نے تمہیں ہم پر فضیلت بخشی ہے اور بیشک ہم خطا کار تھے O (یوسف نے) کہا کہ آج کے دن (سے) تم پر کچھ عتاب (وملامت) نہیں ہے اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے O یہ میرا کرتہ لے جاؤ اور اُسے والد صاحب کے منہ پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائیں گے اور اپنے تمام اہل و عیال کو میرے پاس لے آؤ۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بھائیوں نے کہا اللہ کی قسم! اللہ نے تم کو ہم پر ترجیح دی ہے

۲۔ ہم یقیناً خطا کار تھے

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہوگی

۴۔ اللہ تمہیں معاف کرے

۵۔ وہ سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے

۶۔ میرا یہ قمیص لے جاؤ

۷۔ اس قمیص کو میرے والد کے چہرے پر ڈال دو

۸۔ اس سے میرے ابّا جان کی بینائی واپس آجائے گی

۹۔ اپنے سارے گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے تو بھائیوں کو اپنے جرم کا احساس ہوا۔ مصر کے اس تیسرے دورے میں ان بھائیوں کو اس حقیقت کا علم ہوا کہ جن سے ہم غلہ لے جاتے رہے اور اپنی ضرورتیں پوری کرتے رہے اور جس نے ہم کو بغیر پونجی کے سال بھر کا غلہ دیا وہ وہی یوسف ہے جو ان کا بھائی ہے، جس بھائی کو انھوں نے جہالت اور نادانی سے سوکھے اور اندھیرے کنویں میں ڈال دیا تھا۔ ان بھائیوں کی آنکھیں ندامت اور شرمندگی سے جھک گئیں اور ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اپنے اس جرم کا اعتراف کرتے۔ ان بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا اللہ کی

قسم! اللہ نے آپ کو ہم پر ترجیح دی ہے اور آپ کو ہم پر فضیلت، بزرگی اور برتری بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم بھی دیا، اعلیٰ اخلاق بھی دیئے، حکومت وسلطنت بھی عطا فرمائی، مال و دولت بھی عطا فرمایا اور نبوت بھی بخشی۔ ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ اور بلاشبہ ہم خطا کار ہیں۔ گویا وہ سارے بھائی اپنے جرم کا اعتراف کررہے تھے۔ ان بھائیوں کا یہ اعتراف معافی کے درجہ میں تھا۔ اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں معاف کردیا، نہ صرف معاف کردیا بلکہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا بھی کردی اور یوں فرمایا کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ تمہاری مغفرت فرمادے وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

یہاں اس حقیقت کو بھی آپ محسوس کریں کہ آدمی کے بڑے ہونے کی یہ بھی ایک بڑی علامت ہوتی ہے کہ وہ بڑے سے بڑے مجرم کو بھی معاف کردیتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے جو بھائی کھڑے ہوئے تھے وہ ایک معنی میں ان کے قاتل تھے جنہوں نے بڑی بے دردی کے ساتھ ان کو کنویں میں ڈال دیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام چاہتے تو ان کو ٹھکانے لگاسکتے تھے، ان کو جیل بھیج سکتے تھے، ان پر لعنت ملامت کرسکتے تھے، بدلے میں ان سب کو بھی کسی سوکھے کنویں میں ڈال سکتے تھے، اس لئے کہ وہ ایسے منصب پر فائز تھے کہ ان کو سارے اختیارات تھے۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے صاف کہہ دیا کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں، کوئی ملامت نہیں، میں بھی معاف کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کا ذکر جب بھی ہوتا ہے رسولِ رحمت ﷺ کی مبارک زندگی کا وہ لمحہ بھی یاد آجاتا ہے جب مکۂ مکرمہ فتح ہوا۔ رسولِ رحمت ﷺ کعبۃ اللہ کی چوکھٹ کے درمیان کھڑے ہوکر مکہ والوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ تم کیا کہتے ہو اور تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ مکہ والوں نے یہ جواب دیا تھا کہ آپ ہمارے بھائی کے بیٹے ہیں اور ہمارے چچا کے بیٹے ہیں۔ آپ حلیم اور رحیم ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اس وقت یوں فرمایا تھا کہ میں وہی کہتا ہوں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ الخ۔ رسولِ رحمت ﷺ کی اس خوش اخلاقی اور رحم دلی نے مکہ والوں کا دل جیت لیا اور لوگ اسلام میں خوشی خوشی داخل ہوگئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کردیا۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی اور پھر اپنے بھائیوں سے یہ کہا کہ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا بھائیو! میرا یہ کرتہ لے جاؤ اور اس کرتہ کو میرے ابّا جان کے چہرہ پر ڈال دو، تم دیکھو گے کہ اس کرتہ کو ابّا جان کے چہرے پر ڈالتے ہی میرے ابّا جان کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آئے گی۔ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور جب میرے ابّا جان کی بینائی لوٹ آئے تو تم سب بھائی اور ابّا جان وغیرہ کنعان سے مصر میرے پاس آجانا۔

﴿درس نمبر: ۱۰۰۷﴾

مجھے تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے

﴿یوسف: ۹۴۔۹۵۔۹۶﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝۹۴ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝۹۵ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۹۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَمَّا اور جب فَصَلَتِ الْعِيْرُ نکلا قافلہ (مصر سے) قَالَ اَبُوْهُمْ (تو) کہا ان کے باپ نے اِنِّيْ بے شک میں لَاَجِدُ البتہ پاتا ہوں رِيْحَ يُوْسُفَ یوسف کی خوشبو لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ اگر نہ ہو یہ بات کہ تم مجھے بہکا ہوا کہو ۝۹۴ قَالُوْا انہوں نے کہا تَاللّٰهِ اللہ کی قسم! اِنَّكَ بے شک تو لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ البتہ اپنی پرانی غلطی پر ہے ۝۹۵ فَلَمَّآ اَنْ چنانچہ جب جَآءَ الْبَشِيْرُ آیا خوشخبری دینے والا اَلْقٰىهُ (تو) اس نے ڈالی وہ (قمیص) عَلٰى وَجْهِهٖ اس کے چہرے پر فَارْتَدَّ تو پھر سے ہو گئے وہ بَصِيْرًا دیکھنے والے قَالَ اس (یعقوب) نے کہا اَلَمْ اَقُلْ کیا میں نے نہیں کہا تھا لَّكُمْ تم سے اِنِّيْٓ بے شک میں اَعْلَمُ جانتا ہوں مِنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے مَا وہ جو لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے؟ ۝۹۶

ترجمہ: اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو اُن کے والد کہنے لگے کہ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ (بوڑھا) بہک گیا ہے تو مجھے تو یوسف کی بُو آ رہی ہے ○ وہ بولے کہ واللہ! آپ اُسی قدیم غلطی میں (مبتلا) ہیں ○ جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا تو کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈال دیا اور وہ بینا ہو گئے (اور بیٹوں سے) کہنے لگے کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے؟

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا۔

۲۔ ان کے ابّا جان حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم لوگ مجھ کو یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا ہے تو یہ بات سن لو کہ مجھے تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔

۳۔ وہ بولے کہ واللہ آپ اسی قدیم غلطی میں مبتلا ہیں

۴۔ جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا تو یوسف علیہ السلام کے کرتہ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈال دیا

۵۔ وہ نابینا سے بینا ہو گئے۔

۶۔ بیٹوں سے کہنے لگے کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو مصر سے کنعان رخصت کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ تم سب کے سب

میرے پاس مصر آ جاؤ اور ساتھ ہی اپنی قمیص بھی بھائیوں کے حوالے کی اور یہ حقیقت بھی بتلا دی کہ اس قمیص کو میرے ابّا جان کے چہرہ پر ڈال دینا؛ پھر دیکھنا کہ میرے ابّا جان کی بینائی لوٹ آئے گی۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم کے مطابق سارے بھائی مصر سے رخصت ہوئے اور شہر مصر کو الوداع کہا اور مصر کے حدود سے آگے بڑھنے لگے۔ اِدھر بھائیوں کا رخ مصر سے کنعان کی طرف ہو رہا ہے اور اُدھر حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے اہل و عیال سے اور ان لوگوں سے جو ان کے اطراف تھے کہہ رہے ہیں کہ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ میں تو یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس خدشہ کا بھی اظہار کر دیا کہ مجھے تم لوگوں سے ڈر ہے کہ میری بات کو تم سچی نہیں مانو گے۔ اگر تم لوگ مجھے بے وقوف نہیں بناؤ گے اور یوں نہ کہو گے کہ یہ شخص بڑھاپے میں بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے تو تم میری اس بات کی تصدیق کر سکتے ہو کہ مجھے تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بڑے بھائی یہودا اس قمیص کو لے کر آ رہے تھے اور تین دن یا آٹھ دن کی مسافت پر یہ بھائی تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو کو حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا دیا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معجزہ کے طور پر اس خوشبو کو حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچایا گیا۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظالم نمرود نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو جبرئیل علیہ السلام جنت سے ایک قمیص اور ایک چٹائی لے کر اترے۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ قمیص پہنائی اور انہیں اس چٹائی پر بٹھایا اور وہ ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنے لگے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ قمیص حضرت اسحاق کو پہنائی اور انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنائی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنائی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جس مجلس میں یہ بات کہی اس وقت جو لوگ اس مجلس میں حاضر تھے انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ تو اپنی پرانی غلطی میں ہیں۔ یہ خام خیالی ہے۔ یوسف کی محبت نے آپ کو یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ اب یوسف کی ملاقات کی امید ہی کہاں ہے اور یوسف کا کرتہ کہاں ہے؟ آپ کی بہکی بہکی باتیں ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں۔ بہر حال جب وہ قافلہ کنعان پہنچ گیا اور جس کے ذمہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ رہنے کی خوشخبری دینا تھا اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ پر ڈال دیا۔ چہرہ پر کرتہ جیسے ہی پڑا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس لوٹا دی۔ یہ قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے یہودا نے ان کے چہرہ پر ڈالی تھی۔ جس کے غم سے ان کی آنکھیں چلی گئی تھیں اس کے وجود کی خوشی سے ان کی آنکھوں میں بینائی آ گئی۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی آ گئی تو کہنے لگے کہ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کیا میں نے تم سے یہ کہا نہیں تھا کہ میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے؟ یعنی میں نے تم سے اس وقت جبکہ تم مصر جا رہے تھے کیا یہ نہیں کہا تھا کہ تم یوسف کو تلاش کرو اور یوسف کے بارے میں اللہ کی نعمت سے مایوس مت رہو۔ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ جو باتیں مجھے بتلاتے ہیں۔ میں وہ باتیں جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے۔ میں جانتا تھا کہ میرا رب میرے بیٹے یوسف کو میری طرف لوٹائے گا۔

﴿درس نمبر:۱۰۰۸﴾ ﴿یوسف:۹۷-۹۸-۹۹﴾

ابّا جان! ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے ہماری مغفرت کی دعا فرمایئے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالُوْا انہوں نے کہا يٰٓاَبَانَا اے ہمارے باپ! اسْتَغْفِرْ لَنَا تو مغفرت طلب کر ہمارے لیے ذُنُوْبَنَآ ہمارے گناہوں کی اِنَّا كُنَّا بے شک ہم ہی تھے خٰطِئِيْنَ خطا کار ۝ قَالَ اس نے کہا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ عنقریب میں مغفرت طلب کروں گا لَكُمْ تمہارے لیے رَبِّيْ اپنے رب سے اِنَّهٗ هُوَ بے شک وہی الْغَفُوْرُ غفور ہے الرَّحِيْمُ رحیم ہے ۝ فَلَمَّا پھر جب دَخَلُوْا وہ داخل ہوئے عَلٰى يُوْسُفَ یوسف پر اٰوٰٓى (تو) اس نے جگہ دی اِلَيْهِ اپنے پاس اَبَوَيْهِ اپنے ماں باپ کو وَقَالَ اور کہا ادْخُلُوْا تم داخل ہو جاؤ مِصْرَ مصر میں اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ نے چاہا اٰمِنِيْنَ امن سے ۝

ترجمہ: بیٹوں نے کہا کہ ابا! ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی مغفرت مانگئے بیشک ہم خطا کار تھے O انہوں نے کہا کہ میں اپنے رب سے تمہارے لئے بخشش مانگوں گا بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے O جب (یہ سب لوگ) یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ مصر میں داخل ہو جایئے اللہ نے چاہا تو خاطر جمع سے رہیئے گا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیٹوں نے کہا کہ ابّا جان! ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت کی دعا فرما دیجئے

۲۔ بیشک ہم خطا کار تھے

۳۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنے رب سے تمہارے لیے بخشش مانگتا ہوں

۴۔ بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے

۵۔جب یہ سارے لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا

۶۔کہا کہ مصر میں داخل ہو جائیے

۷۔اللہ تعالیٰ نے چاہا تو سب چین سے رہیں گے

جب بھائیوں کو اپنے جرم کا احساس ہو گیا تو انہوں نے اپنے ابّا جان سے کہا کہ ابّا جان! آپ ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت کی دعا فرما دیجئے، بیشک ہم ہی خطا کار ہیں۔ان بھائیوں نے اپنی غلطی کا اعتراف اپنے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی کیا تھا کہ **تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ** اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی ہے اور ہم یقیناً خطا کار ہیں۔انہوں نے اپنے بھائی سے تو مغفرت کی دعا کی گزارش نہیں کی تھی بلکہ صرف اپنے ابّا جان سے دعا کی درخواست کی۔بیٹوں نے ابّا جان سے پوری نرمی، عاجزی اور لجاجت سے دعا کی درخواست کی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ **سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ** میں عنقریب تمہارے لیے میرے رب سے مغفرت کی دعا کروں گا۔اس لیے کہ میرا رب تو بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اور عیبوں کو چھپانے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعا کی گزارش پر فوراً دعا نہیں کی۔اس کی وجہ مفسرین نے یہ بیان کی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے رات کے آخری حصہ کا انتظار کیا جو دعا کی قبولیت کا خصوصی وقت ہوتا ہے۔بعض مفسرین نے جمعہ کی رات کا آخری حصہ یعنی سحر کا وقت مراد لیا ہے کہ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کیلئے مغفرت کی دعا کی۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی وقت دعا کیوں نہیں کی؟ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے آخری وقت میں دعا قبول ہوتی ہے، اس لیے **سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ** میں عنقریب دعا کروں گا فرمایا اور دعا میں تاخیر کی۔صاحبِ روح المعانی نے یہ بات نقل کی ہے کہ استغفار میں تاخیر کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے بیٹوں نے اپنے بھائی یوسف کے ساتھ زیادتی کی تھی، چونکہ حقوق العباد تو بہ و استغفار سے معاف نہیں ہوتے، اس لئے انہوں نے چاہا کہ یوسف سے بھی دریافت کر لیں کہ انہوں نے معاف کر دیا ہے یا نہیں؟ ان کے معاف کرنے کا علم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے معاف کروانے کے لیے دعا کی جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے اپنے بھائیوں کو تیسری بار رخصت کرتے ہوئے یہ ہدایت بھی دی تھی کہ تم سب اپنے گھر والوں کو لے کر میرے پاس آنا۔چنانچہ سارے بھائی اور ان کے والدین یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اہلیہ اور ان کے بیٹوں کی بیویوں اور ان کی اولاد وغیرہ کنعان سے مصر روانہ ہوئے۔حضرت یوسف علیہ السلام کو

ان کے والدین اور بھائیوں اور سارے خاندان کی مصر پہنچنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے شہر سے باہر آ کر ایک خیمہ میں ان سب کا استقبال کیا اور اپنے والدین کو اپنے نزدیک جگہ دی اور پھر شہر میں داخل ہونے کیلئے ان سب سے یوں کہا کہ اُدْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ آپ تمام مصر میں داخل ہو جائیے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امن چین سے مصر میں رہیئے۔ برادرانِ یوسف کا کنعان سے مصر یہ چوتھا دورہ تھا۔ اس سے پہلے یہ بھائی تین مرتبہ کنعان سے مصر غلہ لینے کے لیے آ چکے تھے۔

﴿درس نمبر:۱۰۰۹﴾ ﴿یوسف:۱۰۰﴾

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو شاہی تخت پر بٹھایا

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَرَفَعَ اور اونچا بٹھایا اَبَوَيْهِ اپنے ماں باپ کو عَلَى الْعَرْشِ تخت پر وَخَرُّوْا اور وہ گر پڑے لَهٗ اس کے لیے سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے وَقَالَ اور (یوسف نے) کہا يٰۤاَبَتِ اے میرے ابا جان! هٰذَا تَاْوِيْلُ یہ تعبیر ہے رُءْيَايَ میرے خواب کی مِنْ قَبْلُ جو پہلے (دیکھا) تھا قَدْ جَعَلَهَا تحقیق کر دیا ہے اسے رَبِّيْ میرے رب نے حَقًّا سچا وَقَدْ اَحْسَنَ اور تحقیق اس نے احسان کیا بِيْۤ میرے ساتھ اِذْ اَخْرَجَنِيْ جب اس نے مجھے نکالا مِنَ السِّجْنِ قید خانے سے وَجَآءَ بِكُمْ اور تمہیں (یہاں) لے آیا مِّنَ الْبَدْوِ صحرا سے مِنْۢ بَعْدِ اَنْ بعد اس کے کہ نَّزَغَ اختلاف ڈال دیا تھا الشَّيْطٰنُ شیطان نے بَيْنِيْ میرے درمیان وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ اور میرے بھائیوں کے درمیان اِنَّ رَبِّيْ بے شک میرا رب لَطِيْفٌ خوب تدبیر کرنے والا ہے لِّمَا اس کے لیے جو يَشَآءُ وہ چاہتا ہے اِنَّهٗ هُوَ بلاشبہ وہی ہے الْعَلِيْمُ خوب جاننے والا الْحَكِيْمُ نہایت حکمت والا ۝

ترجمہ: اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور سب یوسف کے آگے سجدے میں گر پڑے (اُس وقت) یوسف نے کہا کہ ابا جان! یہ میرے اُس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے (بچپن میں) دیکھا تھا میرے رب نے اُسے سچ کر دیا اور اُس نے مجھ پر (بہت سے) احسانات کئے ہیں کہ مجھے جیل خانے سے نکالا اور اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا، آپ کو گاؤں سے یہاں لایا۔ بیشک میرا رب جو چاہتا ہے تدبیر سے کرتا ہے۔ وہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا
۲۔وہ سب حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدے میں گر پڑے
۳۔حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا ابّا جان! یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جسے میرے پروردگار نے سچ کر دکھایا
۴۔اللہ نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا کہ مجھے قید خانے سے نکال دیا
۵۔آپ لوگوں کو دیہات سے شہر مصر لے آیا
۶۔حالانکہ اس سے پہلے شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال دیا تھا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ، بھائیوں اور ان کی اولاد وغیرہ کا مصر سے باہر نکل کر استقبال کیا اور ان سب کو یہ کہہ کر مصر کے اندر لے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو مصر میں امن چین کے ساتھ رہو گے۔اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سب کو پورے اعزاز، اکرام اور احترام کے ساتھ مصر میں ٹھہرنے کا انتظام کیا اور جس شاہی تخت پر حضرت یوسف علیہ السلام خود بیٹھا کرتے تھے اس پر اپنے ماں باپ کو بٹھایا اور قیامت تک کے انسانوں کو یہ سبق دیا کہ بیٹا جتنے بھی بڑے مقام اور بلند مرتبے پر پہنچ جائے اس کے سامنے ماں باپ کا درجہ کم نہیں ہوتا۔وہ اگر شاہی تخت پر بھی جلوہ افروز ہو جائے اس کو چاہئے کہ اس بلند مقام پر اپنے ماں باپ کو بٹھائے اور معاشرہ کو بتلائے کہ ماں باپ کی عظمت کا تقاضا یہی ہوتا ہے۔جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو تختِ شاہی پر بٹھایا تو ان کے ماں باپ اور سارے بھائی ان کے سامنے سجدے میں گر گئے۔یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کا سجدہ تو حرام ہے پھر کس طرح ان سب نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ گزری ہوئی امتوں میں تعظیم کے لئے اپنے بڑوں کا سجدہ درست تھا، لیکن امتِ محمدیہ کیلئے شریعتِ محمدی میں اس تعظیمی سجدہ کو بھی حرام قرار دے دیا گیا۔ماں باپ اور بھائیوں کا سجدہ کرنا دراصل اس خواب کی تعبیر تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا کہ سورج اور چاند اور گیارہ ستارے ان کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔اس خواب کو حضرت یعقوب علیہ السلام اسی وقت سمجھ گئے تھے جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے سامنے یہ خواب بیان کیا تھا اور یہ خواب اب شرمندۂ تعبیر اس طرح ہوا کہ ایسے حالات آئے کہ ماں باپ اور ان کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدے میں گر گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو اس خواب کی بھنک پڑ گئی تھی اور یہی خواب ان کے دلوں میں حسد کا ذریعہ بن گیا تھا۔پھر ان بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ وہ ظالمانہ سلوک کیا جس کی تفصیل اس سورت کے آغاز میں بیان کی گئی۔

جب ماں باپ اور بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدے میں گر گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے یوں کہا کہ اے میرے ابّا جان! یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔میرے رب نے اس کو سچا کر

دکھایا اور میرے ساتھ میرے رب نے کتنا بڑا احسان کیا کہ اس نے مجھے قید خانہ سے باہر نکالا اور اس بلند مقام پر پہنچایا اور آپ تمام کنعان جیسے دیہات میں مقیم تھے اللہ تعالیٰ نے آپ تمام کو مصر کی سرزمین میں پہنچا دیا اور دیہات کی زندگی سے شہری زندگی میں لے آیا۔ یہ سب کچھ اس مرحلہ کے بعد ہوا کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان بگاڑ کی صورت پیدا کر دی تھی اور ان بھائیوں نے میرے ساتھ وہ سلوک کیا جو یقیناً ظالمانہ تھا۔ یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس وقت قید خانہ سے رہائی کا واقعہ تو سنایا لیکن بھائیوں کی جانب سے کنویں میں ڈالے جانے کی بات نہیں کہی اور بھائیوں نے جو کچھ ان کے ساتھ سلوک کیا اس کو شیطان کی طرف منسوب کیا۔ یہ دراصل حضرت یوسف علیہ السلام کے بلند اخلاق ہیں کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کو مزید شرمندہ کرنا پسند نہیں کیا۔ اس خوشگوار ماحول میں پرانی باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ ماحول میں بدمزگی پیدا کرنا نہیں چاہتے تھے اور اس لئے بھی ان بھائیوں کی اس ظالمانہ حرکت کا تذکرہ نہیں کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان بھائیوں کو دل سے معاف کر دیا تھا۔ شریف اور کریم آدمی کی شرافت یہی ہوتی ہے کہ وہ ایسی تمام باتوں کو بھول جاتا ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۱۰﴾ مجھے دنیا سے اپنی اطاعت کی حالت میں اُٹھانا ﴿یوسف:۱۰۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: رَبِّ اے میرے رب! قَدْ اٰتَيْتَنِيْ تحقیق تو نے دی مجھے مِنَ الْمُلْكِ کچھ بادشاہی وَعَلَّمْتَنِيْ اور تو نے سکھایا مجھے مِنْ تَاْوِيْلِ تعبیر کرنا الْاَحَادِيْثِ باتوں (خوابوں) کی فَاطِرَ اے پیدا کرنے والے السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کے! اَنْتَ وَلِيّٖ تو (ہی) میرا کارساز ہے فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا اور آخرت (میں) تَوَفَّنِيْ تو مجھے فوت کر مُسْلِمًا مسلمان وَّاَلْحِقْنِيْ اور مجھے ملا دے بِالصّٰلِحِيْنَ صالحین کے ساتھ۔

ترجمہ: (جب یہ سب باتیں ہوگئیں تو یوسف نے اللہ سے دعا کی کہ) اے میرے رب! تو نے مجھے حکومت دی اور خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا میں اور آخرت میں میرا کارساز ہے تو مجھے (دنیا سے) اپنی اطاعت (کی حالت) میں اٹھانا اور (آخرت میں) اپنے نیک بندوں میں داخل کرنا۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یوں عرض کیا کہ اے میرے رب! تو نے مجھے حکومت دی اور خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا

۲۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا میں اور آخرت میں میرا کارساز ہے۔

۳۔تو مجھے دنیا سے اپنی اطاعت کی حالت میں اٹھانا

۴۔آخرت میں اپنے نیک بندوں میں داخل کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی زندگی کے کٹھن اور مشکل ترین حالات سے گزرنے کے بعد مصر کی سرزمین میں بڑا مقام حاصل کیا تھا۔حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک طرف بادشاہت ملی تھی تو دوسری طرف وہ نبوت سے بھی سرشار تھے۔مزید یہ کہ خوابوں کی تعبیر کا خصوصی علم بھی انہیں ملا تھا اور اپنے بھائیوں کے دوبارہ اور سہ بارہ آنے جانے کے بعد آپ کا پورا خاندان جس میں ان کے والدین، بھائی اور ان کے اہل وعیال سب تھے کنعان سے مصر آچکے تھے۔اللہ تعالیٰ کے ان عظیم احسانات کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام اپنے رب کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ اے میرے رب! آپ نے مجھے سلطنت کا ایک حصہ عطا فرمایا اور آپ نے مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم دیا۔حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ان دو نعمتوں کا تذکرہ کیا جوان پر بطور خاص ہوئیں ،سلطنت اور خوابوں کی تعبیر کا علم۔حضرت یوسف علیہ السلام نے مِنَ الْمُلْکِ کہہ کر یہ بتایا کہ سلطنت کا ایک بڑا حصہ انہیں دیا گیا تھا۔یعنی مصر کے بادشاہ نے اپنا اقتدار حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کیا تھا،خوابوں کی تعبیر کا علم بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں اس لئے بڑی نعمت تھی کہ خواب کی تعبیر کا علم ہونے ہی کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے بادشاہ کے خواب کی بہترین تعبیر دی اور یہی تعبیر اور بہترین تدبیر جیل سے رہائی کا سبب بنی۔مصر پہنچنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ابّا جان کا ہاتھ پکڑا اور ان کو تمام خزانوں کا دورہ کروایا،ان کو لے کر سونے چاندی، زیورات، کپڑوں اور ہتھیاروں کے خزانوں میں پہنچے اور تمام خزانوں کا تعارف کروایا اور دکھایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرمایا:فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اے آسمانوں اور زمین کے وجود میں لانے والے اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا اور آخرت میں میرے کام بنانے والے آپ ہی ہیں۔اے میرے رب! تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا آپ مجھے فرمانبرداری کی حالت میں موت عطا فرمایئے وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ اور نیک بندوں میں شامل فرمایئے۔حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی اس دعا سے ساری انسانیت کو اس بات کا سبق دیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں مل جائیں تو ہم نعمتوں میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہوجائیں بلکہ نعمتوں کے ملنے کے بعد بھی اپنے رب ہی کی جانب رجوع کریں اور اسی کے بھکاری اور فقیر بنے رہیں اور اس سے بھیک مانگتے رہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کو کارساز سمجھیں،اپنی صلاحیت اور اپنے علم پر غرور کرنے کے بجائے اپنی صلاحیتوں اور علم کو اللہ کی نعمت تصور کریں اور اپنے کاموں کی تکمیل کے سلسلہ میں یہ یقین پیدا کریں کہ ہمارے کاموں کو بنانے والے رب ذوالجلال ہی ہیں۔وہی ہمارے ولی یعنی کارساز ہیں۔آدمی ان نعمتوں میں گم ہوکر اپنی موت کو فراموش نہ

کرے بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کہ اس کی موت ایمان و اسلام کی حالت میں ہو، اطاعت و فرمانبرداری کے ماحول میں ہو اور اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا رہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نیک بندوں کی فہرست میں شامل رکھے۔

آپ اس تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں مانگتے

﴿درس نمبر: ۱۰۱۱﴾ ﴿یوسف: ۱۰۲۔تا۔۱۰۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْکَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ذٰلِکَ یہ مِنْ اَنْۢبَآءِ کچھ خبریں ہیں الْغَيْبِ غیب کی نُوْحِيْهِ ہم وحی کرتے ہیں ان کی اِلَيْکَ آپ کی طرف وَمَا كُنْتَ اور نہیں تھے آپ لَدَيْهِمْ ان (برادران یوسف) کے پاس اِذْ اَجْمَعُوْٓا جب انہوں نے اتفاق کیا تھا اَمْرَهُمْ اپنے معاملے پر وَهُمْ اور وہ يَمْكُرُوْنَ مکروفریب کرتے تھے ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ اور اکثر لوگ نہیں وَلَوْ اور اگر چہ حَرَصْتَ آپ حرص رکھیں بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْئَلُهُمْ اور آپ ان (مشرکینِ مکہ) سے نہیں مانگتے عَلَيْهِ اس (تبلیغ) پر مِنْ اَجْرٍ کوئی اجر اِنْ هُوَ نہیں ہے (وہ (قرآن) اِلَّا ذِكْرٌ مگر نصیحت لِّلْعٰلَمِيْنَ جہان والوں کے لیے ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ اور کتنی ہی نشانیاں ہیں (توحید اور قدرتِ الٰہی کی) فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین میں يَمُرُّوْنَ (کہ) وہ گزرتے ہیں عَلَيْهَا ان پر سے وَهُمْ اور وہ عَنْهَا ان سے مُعْرِضُوْنَ اعراض کرنے والے ہوتے ہیں ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر!) یہ اخبارِ غیب میں سے ہیں جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں اور جب برادرانِ یوسف نے اپنی بات پر اتفاق کیا تھا اور وہ فریب کر رہے تھے تو تم اُن کے پاس تو نہ تھے O اور بہت سے آدمی گو تم (کتنی ہی) خواہش کرو ایمان لانے والے نہیں ہیں O اور تم ان سے اس (خیر خواہی) کا کچھ صلہ بھی تو نہیں مانگتے۔ یہ قرآن اور کچھ نہیں تمام عالم کیلئے نصیحت ہے O اور آسمان و زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن پر یہ گزرتے ہیں اور اُن سے اعراض کرتے ہیں۔

تشریح: ان چار آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پیغمبر! یہ غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم آپ کی طرف بھیجتے ہیں

۲۔ جب برادرانِ یوسف نے اپنی بات پر اتفاق کیا تھا اور وہ فریب کر رہے تھے تو آپ ان کے پاس تو نہ تھے

۳۔ اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں

۴۔ اگر چہ آپ حرص کریں

۵۔ حالانکہ آپ ان سے اس تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں مانگتے

۶۔ یہ تو دنیا جہاں کے لئے بس ایک نصیحت کا پیغام ہے

۷۔ آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے۔

۸۔ مگر یہ ان سے منہ موڑ جاتے ہیں

حضرت یوسف علیہ السلام کا مفصل، پُر اثر اور سبق آموز قصہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ خاتم النبیین، سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت و رسالت کو اس بات سے ثابت کریں کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے متعلق جو غیب کی خبریں دی گئیں یہ بھی نبوت و رسالت کی اہم ترین علامت ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ اس واقعہ کے پیش آنے کے وقت موجود نہ تھے۔ آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہیں کیا تھا تو یہ بات واضح ہوگئی کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے رسولِ رحمت ﷺ کو اس واقعہ سے متعلق وحی کے ذریعہ اطلاع دی اور یہ اطلاع رسولِ رحمت ﷺ کو ہونا آپ کے نبی اور رسول ہونے کی علامت اور دلیل ہے۔

صاحبِ روح المعانی نے تحریر فرمایا ہے کہ یہودیوں نے مکہ کے مشرکین سے کہا کہ تم لوگ محمد ﷺ سے دریافت کرو کہ وہ کیا سبب تھا جس کی وجہ سے بنی اسرائیل اپنے وطن کو چھوڑ کر مصر میں آ کر آباد ہوئے؟ چنانچہ مکہ کے مشرکین نے رسولِ رحمت ﷺ سے دریافت کیا تو سورۂ یوسف نازل ہوئی۔ یہودی اس خیال میں تھے کہ اس سوال کا جواب محمد عربی ﷺ کے پاس نہیں ہوگا، اس طرح آپ ﷺ لاجواب ہو جائیں گے۔ لیکن جب سورۂ یوسف نازل ہوگئی اور اس میں یہ بات بھی واضح طور پر بتلا دی گئی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کا خاندان کس وجہ سے اور کس طرح کنعان سے مصر منتقل ہوئے تو یہ یہودی اپنی سازش میں ناکام ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے اس سخت موقف کو بتلا رہے ہیں کہ پیغمبر! باوجودیکہ آپ کا دل چاہتا ہو اور آپ حرص رکھتے ہوں کہ یہ مشرکین دین اسلام قبول کریں اور مومن بن جائیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ مشرکین اپنے دین سے ٹس سے مس ہونے والے نہیں ہیں، ان میں کی اکثریت کا یہی حال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی بیسیوں نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود ان مشرکوں کا حال یہ ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔ یہ شرک و کفر کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

پیغمبر! آپ اس وقت بھی ان کے سامنے نہیں تھے جب برادرانِ یوسف انہیں کنویں میں ڈال رہے تھے۔ جب یہ سارے بھائی یوسف اور ان کے ابّا جان کے خلاف تدبیریں کر رہے تھے جب بھی آپ ان کے سامنے نہیں تھے، لیکن

ہم نے آپ کو وحی کے ذریعہ یہ واقعات بتلائے۔ یہ ایک ہی واقعہ نہیں بلکہ آپ اس وقت بھی نہیں تھے جب حضرت مریم کی کفالت حاصل کرنے کیلئے لوگ اپنے قلم ڈال رہے تھے جس میں کفالت کا نصیبہ حضرت زکریا علیہ السلام کے حصہ میں آیا، جس کو سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۴۴ میں یوں کہا گیا: وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ اسی طرح آپ کوہِ طور پر بھی نہیں تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو بلایا تھا، جس کو سورۂ قصص کی آیت نمبر ۴۶ میں بتلایا گیا: وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا ۔ یہ سارے واقعات جن کے پیش آنے کے وقت آپ نہیں تھے، مگر ہم نے وحی کے ذریعہ ان سارے واقعات کی اطلاع دی۔ یہ خود اس بات کی علامت ہے کہ واقعی آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ یہ آپ کا معجزہ ہے کہ جن واقعات کو دنیا کا کوئی انسان جو آپ کے زمانہ کا تھا نہیں جانتا تھا۔ اس واقعہ کی خبر وحی کے ذریعہ آپ کو دی گئی۔ رسولِ رحمت ﷺ کو امید تھی کہ مکہ کے مشرکین کا اگر جواب دے دیا جائے تو وہ ایمان لے آئیں گے، مگر محض بغض، عناد اور حسد کی وجہ سے ان مشرکین نے ایمان قبول نہیں کیا اور اپنے کفر و شرک پر قائم رہے۔ اس سے یہ حقیقت بھی معلوم ہوئی کہ ہدایت اللہ کی مرضی اور ارادہ پر موقوف ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵۶ میں فرمایا: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ آپ جس کو چاہے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بھی بیان فرمائی ہے کہ پیغمبر! آپ کے مخلص ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے دعوتِ دین کے اس کام کا معاوضہ ان لوگوں سے کبھی نہیں مانگا ہے بلکہ آپ یہ محنت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور مخلوقِ خدا کی خیر خواہی اور بھلائی کے جذبہ سے انجام دیتے ہیں۔ جو قرآن آپ پر اتارا جارہا ہے اس قرآن کی شان یہ ہے کہ دنیا جہاں کے سارے لوگوں کے لئے یہ نصیحت نامہ ہے۔ سارے انس و جن اس کتابِ الٰہی سے نصیحت حاصل کریں اور اس سے ہدایت پائیں، اس لئے یہ کتاب اتاری گئی ہے۔

قدرت پر دلالت کرنے والی اور رب ذوالجلال کے خالق و مالک اور اس کے واحد ہونے کے سینکڑوں دلائل موجود ہیں جن پر یہ مشرکین غور و فکر نہیں کرتے۔ آسمانوں اور زمین میں، چاند سورج اور ستاروں میں، پہاڑوں اور سمندروں کے وجود میں، نباتات و جمادات میں اور دیگر زندہ مخلوقات میں کتنی نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر وہ خالقِ حقیقی کے وجود کو تسلیم کریں اور ایک اللہ کو مانیں؟ مگر ان کا حال یہ ہے کہ یہ ان ساری چیزوں کو دیکھ کر ان سے منہ موڑ لیتے ہیں اور بینا ہو کر بھی نابینا بنے ہوئے ہیں۔

﴿درس نمبر: ۱۰۱۲﴾ کیا وہ اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے؟ ﴿یوسف: ۱۰۶۔۱۰۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا اورنہیں یُؤۡمِنُ ایمان لاتے اَکۡثَرُهُمۡ اکثر ان کے بِاللّٰهِ اللہ کےساتھ اِلَّا وَهُمۡ مگر اس حال میں کہ وہ مُّشۡرِكُوۡنَ مشرک (ہی) ہوتے ہیں ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوۡۤا کیا پھر وہ بے خوف ہیں اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ کہ آئے ان کے پاس غَاشِيَةٌ چھا جانے والا مِّنۡ عَذَابِ اللّٰهِ کوئی عذاب اللہ کا اَوۡ تَاۡتِيَهُمُ یا آئے ان کے پاس السَّاعَةُ قیامت بَغۡتَةً اچانک وَّهُمۡ اس حال میں کہ وہ لَا يَشۡعُرُوۡنَ آگاہی نہ رکھتے ہوں ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: اور یہ اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر (اس کیساتھ) شرک کرتے ہیں ﴿۱۰۶﴾ کیا یہ اس (بات) سے بے خوف ہیں کہ اُن پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر اُن کو ڈھانپ لے یا اُن پر ناگہاں قیامت آ جائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو؟

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان رکھتے بھی ہیں تو اس طرح کہ وہ اس کے ساتھ شرک بھی کرتے جاتے ہیں

۲۔ بھلا کیا ان لوگوں کو اس بات کا ذرا ڈر نہیں ہے کہ اللہ کے عذاب کی کوئی بلا آ کر ان کو لپیٹ لے؟

۳۔ یا ان پر قیامت اچانک ٹوٹ پڑے؟

۴۔ انہیں پہلے سے احساس بھی نہ ہو۔

دنیا جہاں میں قدرت کی بے شمار نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود ان مشرکوں کی حالت یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان ہی نہیں لاتے، بس شرک کے دلدل ہی میں پھنسے ہوئے رہتے ہیں۔ جب ان مشرکوں کو توحید کی دعوت دی جاتی ہے اور ایک اللہ کو ماننے کی ترغیب دی جاتی ہے تو ان مشرکوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کو مانتے ہیں لیکن ساتھ ہی اللہ کے ساتھ شریک قرار دیتے ہیں، گویا یہ مشرکین ایک طرف اللہ کو بھی مانتے ہیں تو دوسری طرف دوسرے باطل معبودوں کو بھی معبود تسلیم کرتے ہوئے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ شرک کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو ماننا یہ اللہ کے ہاں معتبر نہیں ہے، ان کا یہ ماننا نہ ماننے کے برابر ہے۔

ان مشرکین کے بارے میں سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۲۵ میں اسی قسم کی بات کہی گئی کہ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ کہتے ہیں کہ اللہ نے۔ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے سب تعریف کے لائق اللہ ہے لیکن ان میں اکثر بے علم ہیں۔ یہ مشرکین زبان سے تو یہ مانتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ ہے مگر اس کے باوجود شرک میں پڑے رہتے ہیں اور بتوں کی عبادت ہی میں مست ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ مشرکین کو عذاب سے ڈرا رہے ہیں کہ اَفَاَمِنُوۡۤا اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ غَاشِيَةٌ مِّنۡ عَذَابِ اللّٰهِ کیا یہ لوگ اس بات سے مطمئن ہیں کہ ان پر اللہ کی طرف سے عذاب کی کوئی ایسی آفت آ پڑے جو ان کو گھیر لے اور ان کو

خبر بھی نہ ہو؟ یعنی کیا ان مشرکوں کو اس بات کا اطمینان ہے کہ ان پر اللہ کا عذاب نہیں آئے گا اور کیا اچانک قیامت نہیں آ سکتی؟ ان مشرکوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ایسا عذاب آ سکتا ہے جو انہیں ہر طرف سے گھیر لے یا اچانک قیامت بھی آ سکتی ہے اور ان کو اس کی خبر بھی نہیں ہوگی، اس لئے کہ قیامت بول کر نہیں آئے گی وہ تو اچانک ہی آئے گی۔ اس قسم کا مضمون سورۂ اعراف کی آیات ۹۷ تا ۹۹ میں یوں بیان کیا گیا ہے: اَفَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا بَيَاتًا وَّهُمۡ نَآئِمُوۡنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا ضُحًى وَّهُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوۡا مَكۡرَ اللّٰهِ‌ۚ فَلَا يَاۡمَنُ مَكۡرَ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡخٰسِرُوۡنَ کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب رات کو واقع ہو اور وہ (بے خبر) سو رہے ہوں ﴿۹۷﴾ اور کیا اہلِ شہر اس سے نڈر ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب دن چڑھے آ نازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں ﴿۹۸﴾ کیا یہ لوگ اللہ کے داؤ کا ڈر نہیں رکھتے (سن لو کہ) اللہ کے داؤ سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۴۵ تا ۴۷ میں بھی اسی قسم کی بات یوں کہی گئی ہے: اَفَاَمِنَ الَّذِيۡنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنۡ يَّخۡسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ يَاۡتِيَهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۴۵﴾ اَوۡ يَاۡخُذَهُمۡ فِىۡ تَقَلُّبِهِمۡ فَمَا هُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ ﴿۴۶﴾ اَوۡ يَاۡخُذَهُمۡ عَلٰى تَخَوُّفٍ‌ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ اب کیا جو لوگ بُری چالیں چلتے ہیں اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے یا ایسی طرف سے ان پر عذاب آ جائے جہاں سے ان کو خبر ہی نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے پکڑے تو وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے یا جب ان کو عذاب کا ڈر پیدا ہو گیا ہو تو ان کو پکڑ لے، بیشک تمہارا پروردگار بہت شفقت کرنے والا ہے مہربان ہے۔

﴿درس نمبر: ۱۰۱۳﴾ میں پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہوں ﴿یوسف: ۱۰۸۔۱۰۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ‌ ؔ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ‌ؕ وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾
وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى‌ؕ اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ‌ؕ وَلَدَارُ الۡاٰخِرَةِ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا‌ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلۡ کہہ دیجئے (اے پیغمبر!) هٰذِهٖ یہی ہے سَبِيۡلِىۡۤ میرا راستہ اَدۡعُوۡۤا میں بلاتا ہوں (تمہیں) اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف عَلٰى بَصِيۡرَةٍ بصیرت پر (ہوں) اَنَا وَمَنِ میں اور وہ لوگ جنہوں نے اتَّبَعَنِىۡ میری پیروی کی وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ اور پاک ہے اللہ (شریکوں سے) وَمَاۤ اَنَا اور نہیں میں مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ مشرکوں میں سے ﴿۱۰۸﴾ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا اور نہیں ہم نے بھیجے مِنۡ قَبۡلِكَ آپ سے پہلے اِلَّا رِجَالًا مگر مرد ہی نُّوۡحِىۡۤ ہم وحی کرتے تھے اِلَيۡهِمۡ ان کی طرف مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى بستیوں کے رہنے والوں میں سے اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا کیا انہوں نے سیر نہیں کی فِى الۡاَرۡضِ زمین میں فَيَنۡظُرُوۡا پس دیکھتے وہ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ کیسا ہوا انجام الَّذِيۡنَ ان لوگوں کا جو مِنۡ قَبۡلِهِمۡ

ان سے پہلے تھے؟ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ اورالبتہ آخرت کا گھر خَيْرٌ بہت بہتر ہے لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اتَّقَوْا تقویٰ اختیار کیا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پھر نہیں تم عقل رکھتے؟ ۱۰۹

ترجمہ: کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان) سمجھ بوجھ کر میں بھی (لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ۱۰۸
اور ہم نے تم سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے، کیا ان لوگوں نے ملک میں سیر (وسیاحت) نہیں کی کہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے اُن کا انجام کیا ہوا؟ اور متقیوں کیلئے آخرت کا گھر بہت اچھا ہے کیا تم نہیں سمجھتے؟

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے
۲۔ میں بھی پوری بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں
۳۔ جنہوں نے میری پیروی کی ہے وہ بھی
۴۔ اللہ ہر قسم کے شرک سے پاک ہے
۵۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں
۶۔ ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھیجے وہ سب مختلف بستیوں میں بسنے والے انسان ہی تھے۔
۷۔ تو کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر یہ نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے کی قوموں کا انجام کیسا ہوا؟
۸۔ آخرت کا گھر یقیناً ان لوگوں کے لئے کہیں بہتر ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا
۹۔ کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی مکہ کے مشرکین کے سامنے یہ اعلان کیا جا رہا ہے اور اس حقیقت سے باخبر کیا جا رہا ہے کہ اے مشرکو! تمہاری مخالفت کی وجہ سے میری اس دعوت و تبلیغ پر کسی قسم کا فرق نہیں پڑے گا۔ میں جس راہ پر ہوں یہ راستہ حق کا راستہ ہے، توحید کا راستہ ہے۔ میں پوری بصیرت کے ساتھ تمہیں اس سیدھے راستہ کی طرف بلا رہا ہوں اور جو لوگ میری اتباع کر رہے ہیں وہ بھی بصیرت پر ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس علم کی روشنی میں جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے میں صحیح اور حق راستہ پر ہوں اور میں اسی یقین کے ساتھ دعوت دے رہا ہوں کہ شرک اور کفر باطل ہے اور توحید و ایمان حق ہے، وہ طریقہ جس کی میں اتباع کر رہا ہوں اور وہ دین جس کی میں دعوت دے رہا ہوں وہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ہے کہ اس رب حقیقی کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا اور اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں جس دینِ حق کی طرف دعوت دے رہا ہوں اس میں شک نہیں بلکہ یقین ہے اور میں واضح دلیل کے ساتھ ہوں اور جو بھی مجھ پر ایمان لایا اور جس نے بھی میری رسالت کی تصدیق کی وہ بھی پورے وثوق اور یقین کے ساتھ اس دینِ حق

کی دعوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات سے بالکل پاک ہے کہ اس کا کوئی شریک ہو یا اس کی کوئی مثال ہو اور اللہ تعالیٰ وہ حقیقی معبود ہیں کہ نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ اس کا کوئی وزیر ہے اور نہ اس کا کوئی مشیر ہے جو اس کو مشورہ دے سکے۔ وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ بابرکت ذات ہے جو مقدس ہے۔ یہ وہ معبود ہے جس کی تسبیح زمین وآسمان اور اس میں رہنے والی ساری مخلوقات کرتی ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۴۴ میں یوں کہا گیا: تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَ الۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِیۡهِنَّ ؕ وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَ لٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِیۡحَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا ساتوں آسمانوں اور زمین اور ان کی ساری مخلوقات اس کی پاکی بیان کرتی ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو، لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو، حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا بردبار بہت معاف کرنے والا ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ نے جب مکۂ مکرمہ کی سرزمین میں حق کی دعوت پیش کی اور یہ بتلایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو مکہ کے مشرکین نے طرح طرح کے ایسے سوالات کئے جو بے تکے قسم کے تھے۔ ان مشرکین نے یہ بھی کہا کہ آپ تو ہمارے جیسے آدمی ہیں، رسول تو کسی فرشتے کو ہونا چاہئے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہاں یوں دیا کہ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰی اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سب آدمی ہی تھے جو مختلف بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے کہ ہم ان کی طرف وحی بھیجتے تھے۔ سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۱۴ میں کہا گیا: لَوۡ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنۡزَلَ مَلٰٓئِكَةً اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتوں کو نازل کرتا۔

اس کے بعد مشرکین کو بطور وعید یہ بتلایا جا رہا ہے کہ کیا یہ لوگ چل پھر کر یہ نہیں دیکھتے کہ ان کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزرے ہیں؟ اور آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

ایمان والوں کیلئے ہدایت اور رحمت کا سامان

﴿درس نمبر: ۱۰۱۴﴾ ﴿یوسف: ۱۱۰۔۱۱۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَتّٰۤی اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُوۡا جَآءَهُمۡ نَصۡرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنۡ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا یُرَدُّ بَاۡسُنَا عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدۡ كَانَ فِیۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیۡثًا یُّفۡتَرٰی وَ لٰكِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَ تَفۡصِیۡلَ كُلِّ شَیۡءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: حَتّٰۤی یہاں تک کہ اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ جب ناامید ہوگئے الرُّسُلُ رسول وَ ظَنُّوۡۤا اور انہوں نے گمان کیا اَنَّهُمۡ بے شک وہ قَدۡ كُذِبُوۡا تحقیق جھوٹ بولے گئے جَآءَهُمۡ (تو) آگئی ان کے پاس نَصۡرُنَا ہماری مدد فَنُجِّیَ پھر نجات دی گئی مَنۡ نَّشَآءُ اسے جسے ہم چاہتے تھے وَ لَا یُرَدُّ اور نہیں پھیرا جاتا بَاۡسُنَا ہمارا عذاب عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ مجرم قوم سے ﴿۱۱۰﴾ لَقَدۡ كَانَ البتہ تحقیق ہے فِیۡ قَصَصِهِمۡ ان کے بیان (احوال) میں عِبۡرَةٌ

عبرت لِّاُولِی الْاَلْبَابِ عقل والوں کے لیے مَا كَانَ نہیں ہے(یہ قرآن) حَدِيْثًا ایسی بات يُّفْتَرٰى کہ گھڑ لی گئی ہو وَلٰكِنْ اور لیکن (یہ تو) تَصْدِيْقَ تصدیق ہے الَّذِىْ اس کی جو بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے پہلے ہے وَ تَفْصِيْلَ اور تفصیل ہے كُلِّ شَىْءٍ ہر چیز کی وَّهُدًى اور ہدایت ہے وَّرَحْمَةً اور رحمت ہے لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے جو يُّؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں ۝

ترجمہ: یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ (اپنی نصرت کے بارے میں جو بات انہوں نے کہی تھی اس میں) وہ سچے نہ نکلے تو ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی پھر جسے ہم نے چاہا بچا دیا اور ہمارا عذاب (اتر کر) گنہگار لوگوں سے پھرا نہیں کرتا۝ ان کے قصے میں عقلمندوں کیلئے عبرت ہے۔ یہ (قرآن) ایسی بات نہیں ہے جو (اپنے دل سے) بنا لی گئی ہو بلکہ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں اُن کی تصدیق (کرنے والا) ہے اور ہر چیز کی تفصیل (کرنے والا) اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہاں تک کہ جب پیغمبر لوگوں سے مایوس ہو گئے
۲۔ کافر لوگ یہ سمجھنے لگے کہ انہیں جھوٹی دھمکیاں دی گئی تھیں
۳۔ تو ان پیغمبروں کے پاس ہماری مدد پہنچ گئی
۴۔ جن کو ہم چاہتے تھے انہیں بچا لیا گیا
۵۔ جو لوگ مجرم ہوتے ہیں ان سے ہمارے عذاب کو ٹالا نہیں جا سکتا
۶۔ یقیناً ان کے واقعات میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لئے بڑا عبرت کا سامان ہے۔
۷۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو جھوٹ موٹ گھڑ لی گئی ہو
۸۔ بلکہ اس سے پہلے جو کتابیں آ چکی ہیں ان کی تصدیق ہے اور ہر بات کی وضاحت بھی ہے
۹۔ جو لوگ ایمان لائیں ان کے لئے ہدایت اور رحمت کا سامان ہے

پچھلی آیت میں گزری ہوئی قوموں کے انجام کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنے کی بات کہی گئی کہ ان سب جھٹلانے والی قوموں کا کیا انجام ہوا؟ اس آیت میں یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ نبیوں اور رسولوں نے جب حق کی دعوت دی تو قوموں نے ان نبیوں اور رسولوں کو صاف جھٹلا دیا، ان کی باتوں کا انکار کیا، ان کی نافرمانی کی، انہیں اس کام سے روکا اور انہیں اذیت بھی پہنچائی۔ قوموں کے اس رویہ سے نبیوں اور رسولوں کو ایک قسم کی مایوسی ہوئی۔ ان نبیوں اور رسولوں نے اپنی اپنی قوموں کو یہ بات بتلائی تھی کہ ان جھٹلانے والوں اور انکار کرنے والوں کے مقابلہ میں ان نبیوں اور رسولوں کی مدد ہو گی۔ مگر جب اللہ کی مدد میں تاخیر ہوئی اور دشمن اپنی دنیا کی مستیوں میں مگن رہے اور عیش و آرام کی زندگی گزارتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کافروں اور مشرکوں کو مہلت دی جاتی رہی۔ ان حالات میں ان

نبیوں اور رسولوں نے یہ گمان کرلیا کہ ہم نے جو یہ سمجھا تھا کہ جلدی ہی ہماری مدد ہوگی اور دشمنوں کی ہلاکت ہوگی، ان نبیوں کا یہ گمان صحیح نہیں تھا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبیوں اور رسولوں کی مدد کا وعدہ تو تھا مگر کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جلد ہی مدد آنے کا خیال کرنا یہ ان نبیوں اور رسولوں کی طرف سے تھا اور دشمنوں کو لمبی مدت مل جانے کی وجہ سے نبیوں کو کچھ ایسا خیال اور گمان ہونے لگا کہ گویا دنیا میں ان کی مدد ہی نہ ہوگی، جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۴ میں کہا گیا کہ حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ جو ایمان لائے وہ کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔ اس ناامیدی کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آئی۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ پھر ہم نے جس کو چاہا اسے نجات دے دی اور یہ حقیقت بتلادی گئی کہ مجرم لوگوں سے ہمارا عذاب ہٹایا نہیں جائے گا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ وقتی طور پر نبیوں کو مشکلات اور مصائب سے گزرنا پڑتا ہے۔ ایک عرصہ تک آزمائشی دور چلتا ہے پھر اس کے بعد ایک وقت ایسا آہی جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کی ایسی مدد و نصرت فرماتے ہیں کہ کافروں کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ نبیوں کی نجات کی راہیں کھول دیتے ہیں اور طرح طرح کی آفاقی نصرتیں آنے لگتی ہیں تو دوسری طرف مجرموں اور کافروں کو ٹھکانے لگا دیا جاتا ہے۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۵۱ میں یہی بات کہی گئی کہ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ہم ہمارے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لے آئے دنیوی زندگی میں مدد کرتے ہیں۔ کافروں کی جانب سے ستائے جانے اور جھٹلائے جانے کے باوجود نبیوں کا ہی غلبہ ہوتا ہے۔ سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۲۱ میں یہ بات یوں بتلائی گئی: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ ضرور بالضرور میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے، بیشک اللہ طاقتور غالب ہے۔

قرآنِ مجید کی اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا۔ اس کے علاوہ قرآنِ مجید کی دیگر سورتوں میں بھی مختلف و متعدد واقعات بیان کئے گئے ہیں اور یہ قصے عقلمندوں کے لئے عبرت کا سامان ہیں۔ جو لوگ ان واقعات کو سرسری پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں انہیں اس سے کوئی فائدہ نصیب نہیں ہوتا، لیکن جو لوگ ان واقعات میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان واقعات سے سبق حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کو یقیناً فائدہ ملے گا۔ گزری ہوئی قوموں کی ہلاکت و تباہی اور گزرے ہوئے نبیوں کی نجات و سلامتی سے عقلمند یقیناً سبق و عبرت حاصل کرتے ہیں۔ قرآنِ مجید کے بارے میں یہ حقیقت بھی یہاں بتلائی جارہی ہے کہ قرآنِ مجید میں جو واقعات و احکام ہیں، وعدے اور وعیدیں ہیں اور ہر قسم کے عمدہ مضامین ہیں یہ گھڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کئے ہوئے ہیں اور یہ قرآن وہ مقدس آفاقی کتاب ہے جو توراۃ، انجیل اور زبور کی تصدیق کرتی ہے۔ اس قرآنِ مجید میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔ یہ قرآنِ مجید ایمان والوں کے لئے رحمت کے حاصل کرنے کا سبب بھی ہے اور ہدایت و رہنمائی بھی ہے۔

سورۂ رعد مَدَنِيَّةٌ

یہ سورت ۶ رکوع اور ۴۳ آیات پر مشتمل ہے۔

درس نمبر:۱۰۱۵ وہ حق ہے جو آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے (الرّعد :۱)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: الٓمّٓرٰ الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ یہ آیتیں ہیں الْكِتٰبِ کتاب کی وَالَّذِيْٓ اور وہ جو اُنْزِلَ نازل کیا گیا اِلَيْكَ آپ کی طرف مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے الْحَقُّ حق ہے وَلٰكِنَّ اور لیکن اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے ۝

ترجمہ: الٓمّٓرٰ ۔ (اے محمد ﷺ!) یہ کتابِ (الٰہی) کی آیتیں ہیں اور جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ کتاب کی آیتیں ہیں

۲۔ آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ اتارا گیا وہ حق ہے

۳۔ لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے

سورۂ رعد مدنی سورت ہے جس میں تینتالیس آیتیں ہیں اور یہ سورت چھ رکوع پر مشتمل ہے۔ چونکہ اس سورت میں بجلی اور کڑک وغیرہ کا تذکرہ ہے اس لئے اس سورت کا نام رعد رکھا گیا۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۱۲ اور ۱۳ میں اس رعد کا یوں ذکر ہے: هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝ اور وہی تو ہے جو تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کیلئے بجلی دکھاتا ہے اور بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہے ۝ اور رعد اور فرشتے سب اُس کے خوف سے اُس کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور وہ بڑی قوت والا ہے۔

سورۂ یوسف اور رعد دونوں میں ربط اس لئے ہے کہ سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ہے اور سورۂ رعد میں دیگر نبیوں اور ان کی قوموں کے تذکرے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو نجات دی اور کافروں کو ہلاک کیا؟ دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کے تذکرے موجود ہیں۔ سورۂ یوسف کی

آیت نمبر ۳۹ میں یوں ہے: ءَ اَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَیۡرٌ اَمِ اللّٰہُ الۡوَاحِدُ الۡقَہَّارُ کیا جدا جدا خدا بہتر ہیں یا ایک زبردست اللہ؟ سورۂ رعد کی آیت نمبر ۲ میں ہے: اَللّٰہُ الَّذِیۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَہَا اللہ ہی نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا جن کو تم دیکھتے ہو اور آیت نمبر ۱۶ میں کہا جا رہا ہے: قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ قُلِ اللّٰہُ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دیجئے کہ اللہ!

الٓمّٓرٰ ۔ یہ حروفِ مقطعات ہیں جن کا معنی و مطلب اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں ۔ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ یہ قرآنِ مجید کی آیتیں ہیں ۔ قرآنِ مجید کی عظمت کو بتلانے کیلئے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ یہ جو آیتیں تم پڑھ رہے ہو یا سن رہے ہو ان کو معمولی مت سمجھو ۔ یہ آفاقی مقدس کتاب قرآنِ مجید کی آیتیں ہیں ۔ اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ یہ پورا قرآن جو آپ کی طرف نازل کیا جا رہا ہے آپ کے پروردگار کی طرف سے ہے اور یہ حق اور سچ ہے جس میں باطل کا نام و نشان نہیں ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۷ میں کہا گیا کہ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ آپ کے رب کی طرف سے یہ سراسر حق ہے خبردار! آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳ میں یہ بات کہی گئی: وَ اَنۡزَلَ مَعَہُمُ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائی ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۲ میں یوں کہا گیا: تِلۡکَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتۡلُوۡہَا عَلَیۡکَ بِالۡحَقِّ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جنہیں ہم حقانیت کے ساتھ آپ پر پڑھتے ہیں ۔ اس کے بعد یہ حقیقت بھی بتلائی گئی کہ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ باوجود یہ کہ قرآنِ مجید حق کے ساتھ اتری ہوئی کتاب ہے لیکن اکثر لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے ۔

یہ بات ہر دور میں رہی کہ نبیوں اور رسولوں نے حق بات ان کے سامنے پیش کی مگر اکثر لوگوں نے ایمان قبول نہیں کیا اور ایمان لانے والوں کی تعداد کم رہی ۔ سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۱۰۳ میں بھی یہ بات کہی گئی کہ وَمَاۤ اَکۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِیۡنَ آپ خواہش کریں جب بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۰ میں بھی یہ بات کہی گئی: بَلۡ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بلکہ ان میں کے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ۔

﴿ درس نمبر: ۱۰۱۶ ﴾ وہی اللہ ہے جو دنیا کے کاموں کا انتظام کرتا ہے ﴿ الرّعد : ۲۔۳ ﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰہُ الَّذِیۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَہَا ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّکُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ۝ وَہُوَ الَّذِیۡ مَدَّ الۡاَرۡضَ وَجَعَلَ فِیۡہَا رَوَاسِیَ وَاَنۡہٰرًا ؕ وَمِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیۡہَا زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّہَارَ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَللّٰہُ الَّذِیْ اللہ وہ ذات ہے جس نے رَفَعَ بلند کیے السَّمٰوٰتِ آسمان بِغَیْرِ عَمَدٍ بغیر ستونوں کے تَرَوْنَھَا جنہیں تم دیکھتے ہو ثُمَّ اسْتَوٰی پھر وہ مستوی ہوا عَلَی الْعَرْشِ عرش پر وَسَخَّرَ اور کام میں لگایا الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ سورج اور چاند کو کُلٌّ یَّجْرِیْ ہر ایک چل رہا ہے لِاَجَلٍ مُّسَمًّی مقرر وقت کے واسطے یُدَبِّرُ الْاَمْرَ وہ تدبیر کرتا ہے کام کی یُفَصِّلُ تفصیل سے بیان کرتا ہے الْاٰیٰتِ (اپنی) نشانیاں لَعَلَّکُمْ تاکہ تم بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ اپنے رب کی ملاقات کا تُوْقِنُوْنَ یقین کرو ۞ وَھُوَ الَّذِیْ اور وہی ہے (اللہ) جس نے مَدَّ الْاَرْضَ بچھائی زمین وَجَعَلَ اور بنائے فِیْھَا اس میں رَوَاسِیَ پہاڑ وَاَنْھٰرًا اور نہریں وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھل جَعَلَ بنائے فِیْھَا اس میں زَوْجَیْنِ جوڑے اثْنَیْنِ دودو یُغْشِی وہ ڈھانپتا ہے الَّیْلَ النَّھَارَ رات سے دن کو اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بلاشبہ اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں ۞

ترجمہ: اللہ وہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان جیسا کہ تم دیکھتے ہو (اتنے) اونچے بنائے پھر عرش پر جا ٹھہرا اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا، ہر ایک، ایک میعاد تک گردش کر رہا ہے، وہی (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتا ہے (اس طرح) وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم اپنے رب کے رُوبرو جانے کا یقین کرو ۞ اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کئے اور ہر طرح کے میووں کی دو دو قسمیں بنائیں، وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ غور کرنے والوں کیلئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ ہی ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان بنائے جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔

۲۔ پھر وہ عرش پر جا ٹھہرا

۳۔ سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا

۴۔ ہر ایک میعاد تک گردش کر رہا ہے

۵۔ وہی اللہ ہے جو دنیا کے کاموں کا انتظام کرتا ہے

۶۔ اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کے روبرو جانے کا یقین کرو

۷۔ وہی اللہ ہے جس نے زمین کو پھیلایا

۸۔ اس زمین میں پہاڑ اور دریا پیدا کیے

۹۔ ہر طرح کے میوؤں کی دو قسمیں بنائیں

۱۰۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے

۱۱۔ غور کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں

سورۂ رعد کی ان آیتوں میں مسلسل رب ذوالجلال کی قدرت وطاقت کی جھلکیاں بتلائی جارہی ہیں اور یہ بتلایا جارہا ہے کہ جس رب کی تم عبادت کررہے ہو وہ کوئی معمولی ذات نہیں ہے، اس کی شان نرالی ہے، اس کا مرتبہ بلند ہے، اس کی عظمت نا قابلِ تصور ہے۔ رب ذوالجلال نے اپنی قدرت سے کیا کیا بنایا ہے اور کن کن چیزوں کو وجود بخشا ہے ان پر انسان اگر غور وفکر کرے تو وہ اس نتیجہ پر بہت جلد پہنچ سکتا ہے کہ ہمارا معبودِ حقیقی کس قدر قادر ومختار ہے؟ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اس بلند آسمان کا ذکر کیا جس کو اس نے بغیر ستونوں کے پیدا کیا۔ ایک انسان ایک ہزار مربع گز کی ایک عمارت تعمیر کرتا ہے تو بیسیوں ستونوں کی مدد حاصل کرتا ہے۔ ستونوں کے بغیر وہ عمارت کھڑی نہیں کرسکتا، مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منظر ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح بغیر ستونوں کے اس قدر بلند آسمان بنادیئے؟ سورۂ رحمان کی آیت نمبر۷ میں یوں کہا گیا: وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو رکھی۔ سورۃ النّٰزِعٰت کی آیت نمبر۲۸ میں یوں کہا گیا: رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا اس کی بلندی اونچی کی، پھر اسے ٹھیک ٹھاک کردیا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲۲ میں کہا گیا: اَلَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنادیا۔

اللہ تعالیٰ کے آسمان پر ٹھہرنے کی بات اس طرح کہی گئی کہ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ عرش پر مستوی ہونے کے سلسلہ میں تفصیلات سورۂ اعراف میں گزرچکی ہیں۔ رب ذوالجلال کی قدرت کی نشانیوں میں سورج اور چاند کا وہ مفید وموثر نظام ہے۔ سورج رب ذوالجلال کے حکم کا پابند ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق اس کی مقررہ مدت کے مطابق چل رہا ہے۔ اس سورج کی حرکت سے دن اور رات کی تبدیلی کا نظام ہے اور چاند بھی رب ذوالجلال کے حکم کا پابند ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق اس کی مقررہ مدت کے مطابق چل رہا ہے۔ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى کے ذریعہ یہی حقیقت بتلائی گئی ہے کہ سورج اور چاند اپنے مقررہ مدت کے مطابق چل رہے ہیں۔ چاند کے بارے میں رسولِ رحمت ﷺ سے لوگوں نے سوال کیا تھا جس کا تذکرہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۱۸۹ میں یوں ہے: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے یہ لوگوں کی عبادت کے وقتوں اور حج کے موسم کے لئے ہے۔ اسی چاند کی تاریخ سے ہم قربانی، روزے اور حج وغیرہ کے امور طئے کرتے ہیں۔ چاند کی حرکت اور اس کی روشنی میں چاند کے ظاہر ہونے اور چھپنے میں لوگوں کے لئے منافع ہیں۔ اس چاند کی ایک لکیر کو دیکھنے کیلئے لوگ تڑپتے ہیں، جب انہیں عید کی خوشیاں منانی ہوتی ہیں۔ سورج اور چاند کے بارے میں سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰ میں یوں کہا گیا: وَالشَّمْسُ تَجْرِىْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۞ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۞ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِىْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ اور سورج اپنے مقررہ راستے پر چلتا رہتا ہے، یہ اس غالب ودانا کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر

کر دیں یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ تو سورج ہی سے یہ ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کے مطابق اور اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق دنیا جہاں کے سارے نظام کی تدبیر کرتے ہیں۔ کسی کو زندگی بخشتے ہیں کسی کو موت دیتے ہیں، کسی کو عزت بخشتے ہیں کسی کو ذلت سے دوچار کرتے ہیں، کسی کو مالدار بناتے ہیں کسی کو غریب و مسکین بناتے ہیں، نیز دنیا جہاں کے لوگوں کے لئے چھوٹے بڑے اسباب پیدا کرتے ہیں۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر۳ میں بھی کہا گیا: يُدَبِّرُ الْاَمْرَ وہی تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟

آسمانوں کی تخلیق اور سورج اور چاند کے تذکرہ کے بعد زمین کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہی اللہ ہے جس نے زمین کو پھیلا دیا اور اس زمین میں وزنی پہاڑ پیدا کئے۔ یہ ایسے پہاڑ ہیں جو اپنی جگہ پر برسوں سے پڑے ہوئے ہیں۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر۱۵ میں بھی پہاڑوں کا تذکرہ یوں کیا گیا: وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو ڈال دیا تاکہ وہ تمہیں جنبش نہ دے سکیں۔ پہاڑوں کا وجود ہم انسانوں کے لئے کتنی بڑی نعمت ہے کہ اگر یہ نہ ہوتے تو ہم نہ چین سے بیٹھ سکتے تھے اور نہ لیٹ سکتے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح مستوی ہو گیا جیسا کہ اس کے لائق ہے اور عرش بھی ایک مخلوق ہے۔ ہم اس پر اس طرح ایمان لاتے ہیں جس طرح قرآنِ مجید نے بتایا اور عرش، آسمان و زمین سے بڑا ہے۔ حدیث میں ہے یہ جو ساتوں آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کی حیثیت کرسی میں ایک چٹیل میدان میں پڑے ہوئے حلقے کی طرح ہے اور کرسی عرش میں اس طرح ہے جیسے اس چٹیل میدان میں وہ کرسی۔

پہاڑوں کے ساتھ نہروں کا ذکر بھی کیا گیا۔ ان نہروں سے کتنی کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں؟ ہم ان کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور ہر قسم کے پھلوں میں دو دو قسم کے پھل بنا دیئے کہ ان پھلوں میں بھی مذکر و مونث ہوتے ہیں۔ ماہر نباتات سے اس کی تحقیق کی جا سکتی ہے اور اس اعتبار سے بھی دو دو قسمیں ہیں کہ کوئی میٹھا ہے تو کوئی کھٹا ہے، کوئی کالا ہے تو کوئی سفید ہے اور کوئی گرم ہے تو کوئی ٹھنڈا ہے۔ قدرت کی نشانیوں میں رات اور دن کا یہ نظام ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کی تاریکی سے دن کی روشنی کو ڈھانپ دیتے ہیں جس سے دنیا جہاں کے انسان دن بھر کی تھکان کو اپنی نیند کے ذریعہ اتار لیتے ہیں۔ غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔

ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھلوں کی پیدائش

درس نمبر: ۱۰۱۷ — الرّعد: ۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَفِي الْاَرْضِ اورزمین میں قِطَعٌ ٹکڑے ہیں مُّتَجٰوِرٰتٌ ایک دوسرے کے قریب وَّجَنّٰتٌ اور (اسی طرح) باغات ہیں مِّنْ اَعْنَابٍ انگوروں کے وَّزَرْعٌ اور کھیتیاں ہیں وَّنَخِيْلٌ اور کھجوریں ہیں صِنْوَانٌ جڑیں ملی ہوئی وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ اور جُدا جُدا يُّسْقٰى وہ سیراب کی جاتی ہیں بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ایک ہی پانی سے وَ نُفَضِّلُ اور ہم فضیلت دیتے ہیں بَعْضَهَا ان کے بعض کو عَلٰى بَعْضٍ بعض پر فِي الْاُكُلِ پھلوں (کے ذائقے) میں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں ۞

ترجمہ: اور زمین میں کئی طرح کے ٹکڑے بنائے ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگور کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت بعض کی بہت سی شاخیں ہوتی ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں (باوجودیکہ) پانی سب کو ایک ہی ملتا ہے اور ہم بعض میووں کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں۔ اس میں سمجھنے والوں کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ زمین میں ٹکڑے ہیں ایک دوسرے کے قریب

۲۔ انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں

۳۔ کھجوریں ہیں جن کی جڑیں ملی ہوئی ہیں اور جدا جدا بھی

۴۔ وہ سیراب کی جاتی ہیں ایک ہی پانی سے

۵۔ ہم فضیلت دیتے ہیں ان کے بعض کو بعض پر پھلوں کے ذائقے میں

۶۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔

انسان بھی عجیب ہے، انسانوں کے بنائے ہوئے مشینوں اور نت نئے کھلونوں اور سواریوں کی بناوٹ پر تو وہ تعجب کرتا ہے مگر وہ اس قدر ناداں ہے کہ رب ذوالجلال کی بنائی ہوئی ان عجیب وغریب چیزوں پر غور نہیں کرتا کہ کس طرح رب ذوالجلال نے زمین کے مختلف ٹکڑے بنائے؟ زمین کا ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے سے ملا ہوا ہے مگر اس کے باوجود قدرت کا کمال یہ ہے کہ ایک جگہ سے انگور پیدا ہوتا ہے اور ایک جگہ سے کھجور پیدا ہوتا ہے، ایک جگہ سے مختلف قسم کے غلے اگتے ہیں، کوئی بنجر زمین ہے تو کوئی زرخیز اور ڈھلوان زمین ہے، کسی زمین کو ریگستان کہا جاتا ہے تو کسی زمین کو صحرا اور گلستان کہا جاتا ہے۔ ایک ہی پانی زمین کے ان مختلف ٹکڑوں کے اندر داخل ہوا مگر زمین کے ان ٹکڑوں سے مختلف قسم کی چیزیں پیدا ہوئیں، کسی زمین سے انگور تو کسی زمین سے زیتون، کسی زمین سے کھجور تو کسی زمین سے اخروٹ و بادام، کسی زمین کے ٹکڑے سے پھول تو کسی ٹکڑے سے پھل۔ رب ذوالجلال کی وحدانیت کی یہ بہت بڑی دلیل ہے اور اس کے بے نیاز ہونے کی علامت ہے کہ ایک پانی سے مختلف قسم کی چھوٹی بڑی، میٹھی، کھٹی، کڑوی، پھیکی، لال پیلی، ہری نیلی، چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ کون ہے جو ان چیزوں میں رنگ اور مٹھاس بھر رہا ہے؟ کون ہے ان میں

خوبصورتی پیدا کر رہا ہے؟ وہی اللہ ہے جس نے اپنی قدرت کے یہ نظارے مخلوق کے سامنے پیش کیئے تا کہ یہ انسان غور وفکر کرے اور رب ذوالجلال کی وحدانیت کا یقین دل میں پیدا کرے۔ ان درختوں پر غور کریں۔ بعض درخت ایسے ہیں کہ جن درختوں کا آغاز ایک ہی تنے سے ہوتا ہے، پھر جب یہ بڑا ہوتا جاتا ہے تو اس کے دو تنے ہوجاتے ہیں یا اس کے پھر کئی تنے ہوجاتے ہیں جیسے کہ آم، جام، جامون، سنترہ وغیرہ کے ان کے کئی تنے ہوتے ہیں۔ بعض ایسے درخت ہوتے ہیں کہ ان کا صرف ایک ہی تنا ہوتا ہے، اوپر تک وہ ایک ہی تنے پر قائم ہے جیسے کھجور، ناریل، سپیاری اور پپیتا وغیرہ جن کا صرف ایک ہی تنا ہوتا ہے۔

بعض زمینیں کھاری ہوتی ہیں جن کا پانی بھی کھارا ہوتا ہے مگر اس زمین سے پھل میٹھے تیار ہوتے ہیں۔ اس کھاری زمین کا اثر اس میٹھے پھل پر نہیں ہوتا۔ یہ قدرت کی نشانیاں ہیں جو غور کرنے سے معلوم اور محسوس ہوتی ہیں۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۹ میں بھی کھجور، انگور، زیتون، انار وغیرہ کا تذکرہ یوں کیا گیا: وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اور وہی تو ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے، پھر ہم ہی ہیں جو بارش برساتے ہیں اس سے ہر طرح کے نباتات اُگاتے ہیں، پھر اس میں سے سبز پودے نکالتے ہیں اور ان پودوں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھے میں سے لٹکتے ہوئے گچھے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور نہیں بھی ملتے، یہ چیزیں جب پھلتی ہیں تو ان کے پھلوں پر اور جب پکتی ہیں تو ان کے پکنے پر نظر کرو، ان میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں اللہ کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۳۴ میں بھی کھجور اور انگور کا ذکر یوں ہے: وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ اور اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے اور اس میں چشمے جاری کردیئے۔

وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ اور ہم ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ باوجود یہ کہ زمین سے پیدا ہونے والی یہ ساری چیزیں مٹی اور پانی سے پیدا ہوئی ہیں مگر ان سے پیدا ہونے والے پھلوں کا ذائقہ اور رنگت الگ الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی مٹی اور پانی سے پیدا ہونے والی چیزوں کو ایک دوسرے پر فضیلت بخشی ہے کہ ان میں سے کوئی پھل زیادہ مزیدار اور زیادہ خوبصورت اور زیادہ طاقتور اور زیادہ صحت بخش ہے۔ یہ قدرت کا کمال ہے۔ عقلمندوں کے لیے اس میں بڑی نشانیاں موجود ہیں۔

﴿درس نمبر:۱۰۱۸﴾ **مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کا انکار کرنے والے کافر ہیں** ﴿الرّعد :۵۔۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۶ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ اِنْ اور اگر تَعْجَبْ آپ تعجب کریں فَعَجَبٌ تو عجیب ہے قَوْلُهُمْ ان کی (یہ) بات ءَاِذَا كُنَّا کیا جب ہم ہوجائیں گے تُرٰبًا مٹی ءَ اِنَّا (تو) کیا ہم لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ البتہ نئی پیدائش میں ہوں گے؟ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے ساتھ وَاُولٰٓئِكَ اور یہ لوگ ہیں الْاَغْلٰلُ (کہ) طوق ہوں گے فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ان کی گردنوں میں وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخی ہیں هُمْ فِيْهَا وہ اس میں خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے ۝۵ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ اور وہ آپ سے جلدی طلب کرتے ہیں بِالسَّيِّئَةِ برائی (عذاب) قَبْلَ الْحَسَنَةِ بھلائی (رحمت) سے پہلے وَقَدْ خَلَتْ اور تحقیق گزر چکی ہیں مِنْ قَبْلِهِمُ ان سے پہلے الْمَثُلٰتُ مثالیں (عذاب کی) وَاِنَّ رَبَّكَ اور بلاشبہ آپ کا رب لَذُوْ مَغْفِرَةٍ البتہ مغفرت والا ہے لِّلنَّاسِ لوگوں کے لیے عَلٰى ظُلْمِهِمْ ان کے ظلم کے باوجود وَاِنَّ رَبَّكَ اور بے شک آپ کا رب لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ البتہ سخت سزا دینے والا ہے ۝۶ وَيَقُوْلُ اور کہتے ہیں الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا لَوْ لَآ اُنْزِلَ کیوں نازل نہیں کی گئی عَلَيْهِ اس (رسول) پر اٰيَةٌ کوئی نشانی (معجزہ) مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے؟ اِنَّمَآ اَنْتَ (اے پیغمبر!) آپ تو صرف مُنْذِرٌ ڈرانے والے ہیں وَّلِكُلِّ قَوْمٍ اور ہر قوم کے لیے هَادٍ ایک رہنما ہے ۝۷

ترجمہ: اگر تم عجیب بات سننی چاہو تو کافروں کا یہ کہنا عجیب ہے کہ جب ہم (مرکر) مٹی ہوجائیں گے تو کیا ازسرِ نو پیدا ہوں گے؟ یہی لوگ ہیں جو اپنے رب سے منکر ہوئے ہیں اور یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی اہلِ دوزخ ہیں کہ ہمیشہ اس میں (جلتے) رہیں گے ۝۵ اور یہ لوگ بھلائی سے پہلے تم سے بُرائی کے جلد خواستگار (یعنی طالبِ عذاب) ہیں حالانکہ ان سے پہلے عذاب (واقع) ہوچکے ہیں اور تمہارا رب لوگوں کو باوجود اُن کی بے انصافیوں کے معاف کرنے والا ہے اور بیشک تمہارا رب سخت عذاب دینے والا ہے ۝۶ اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی نازل نہیں ہوئی سو (اے محمد ﷺ!) تم تو صرف ہدایت کرنے

والے ہو اور ہر ایک قوم کیلئے رہنما ہوا کرتا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر آپ کو تعجب ہو تو ان کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا ہوں گے؟

۲۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا

۳۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے

۴۔ یہ لوگ دوزخی ہیں جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے

۵۔ یہ لوگ عافیت سے پہلے آپ سے مصیبت کے جلدی آنے کا تقاضا کرتے ہیں

۶۔ حالانکہ ان سے پہلے عذاب کے واقعات گزر چکے ہیں

۷۔ بلاشبہ آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود انہیں بخش دینے والا ہے

۸۔ یہ بات یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت عذاب والا ہے۔

۹۔ جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں کی گئی؟

۱۰۔ آپ صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ہدایت دینے والے ہوتے چلے آئے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے جس کو پوری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ کسی بھی چیز کا پہلی مرتبہ وجود میں لانا مشکل ہوتا ہے اور جب کوئی چیز ایک مرتبہ وجود میں آ جاتی ہے تو اس کو دوسری مرتبہ وجود میں لانا بالکل آسان ہو جاتا ہے۔ ہر نئی چیز قابلِ تعجب ہوتی ہے اور وہ چیز دوبارہ وجود میں آئے تو اتنا زیادہ تعجب کی بات نہیں ہوتی۔ جب ہم اس حقیقت کو تسلیم کر لیں تو آئیے ہم اس بات پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی قدرت وطاقت سے پیدا کیا۔ جب یہ انسان مر جائے اور اسی انسان کو وہی پروردگار دوبارہ پیدا کرے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ ظاہر ہے کہ اس پر تعجب کیا جا سکتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس طرح خوبصورت پیرایہ میں اس انسان کو پیدا کیا؟ اگر اللہ تعالیٰ ان تمام انسانوں کو جنہیں اس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اگر دوسری مرتبہ قیامت کے دن پیدا کرے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ تعجب تو ان لوگوں پر ہے جو اس حقیقت کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد اور ان کے جسموں کے مٹی ہو جانے کے بعد ان کو از سرِ نو پیدا کیا جائے گا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہی بات بیان کر رہے ہیں کہ پیغمبر! آپ کو اگر ان مشرکین کے قیامت کے انکار سے تعجب ہے تو آپ کا تعجب کرنا معقول ہے۔ ان مشرکین کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے ہماری پیدائش ہو گی؟ حالانکہ اس رب کے لئے جس نے پہلی مرتبہ بغیر کسی نمونہ کے ان انسانوں کو پیدا کیا وہ اس نمونہ کے ہوتے ہوئے ان انسانوں کو کیا دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ جس نے ایک نطفہ سے انسان کو پیدا کیا وہ

اس بات پر کیا قادر نہیں ہے کہ وہ مٹی سے دوبارہ انسان کو پیدا کرے؟ جو لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کا انکار کرنے والے ہیں۔ ایسے لوگوں کو جو سزائیں دی جائیں گی ان میں سے ایک سزا یہ بھی ہوگی کہ ان کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہوں گے اور یہ دوزخی ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کافروں کو یہ بات جان لینا چاہئے کہ جو رب ذوالجلال بغیر ستون کے آسمانوں کو پیدا کر سکتا ہے، جو سورج اور چاند کو مسخر کر سکتا ہے، جو رات کو دن میں اور دن کو رات میں تبدیل کر سکتا ہے، جو بلند و بالا پہاڑ بنا سکتا ہے اور جو زمین کو فرش بنا کر اس قدر وسیع پیمانہ میں مخلوقات کے رہنے کا سامان پیدا کر سکتا ہے، جو رب ذوالجلال مٹی اور پانی سے طرح طرح کے میوے، غلے اور ترکاریاں پیدا کر سکتا ہے کیا وہ ان مرے ہوئے انسانوں کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۳۳ میں یہ سوال کیا گیا کہ اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَلَمۡ یَعۡیَ بِخَلۡقِھِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰی ؕ بَلٰۤی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ" کیا انہوں نے نہیں سمجھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے، ہاں! کیوں نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ان کافروں کے بارے میں یہ حقیقت بھی یہاں بیان کی جا رہی ہے کہ یہ لوگ اب جس عافیت اور سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں ان کو یہ زندگی اچھی نہیں لگ رہی ہے۔ یہ عافیت اور سلامتی کے بجائے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں۔ ان نالائقوں کو یہ نہیں معلوم کہ جب اللہ کا عذاب آ جائے گا تو وہ ٹالا نہیں جائے گا۔ اسی حقیقت کو سورۂ ہود کی آیت نمبر ۸ میں یوں بتلایا گیا: وَلَئِنۡ اَخَّرۡنَا عَنۡھُمُ الۡعَذَابَ اِلٰۤی اُمَّۃٍ مَّعۡدُوۡدَۃٍ لَّیَقُوۡلُنَّ مَا یَحۡبِسُہٗ ؕ اَلَا یَوۡمَ یَاۡتِیۡھِمۡ لَیۡسَ مَصۡرُوۡفًا عَنۡھُمۡ وَحَاقَ بِھِمۡ مَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَھۡزِءُوۡنَ اور اگر ایک مدت معین تک ہم ان سے عذاب روک دیں تو کہیں گے کہ کونسی چیز عذاب کو روکے ہوئے ہے؟ دیکھو جس روز وہ ان پر واقع ہوگی پھر ٹلنے کا نہیں اور جس چیز کا یہ مذاق اڑاتے ہیں وہ ان کو گھیر لے گی۔

اللہ کے عذاب کا معاملہ ایسا نہیں کہ پہلی بار آ رہا ہے، ان سے پہلے جو قومیں گزر چکی ہیں ان پر عذاب آ چکا ہے اور اس کا علم ان کو ہے، اس لئے کہ جن بستیوں اور قوموں پر عذاب آیا وہ ان بستیوں سے گزرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ بندوں کے جرائم اور گناہوں کو معاف بھی کرتا ہے بلکہ وہ معاف ہی زیادہ کرتا ہے: وَیَعۡفُوۡ عَنۡ کَثِیۡرٍ وہ زیادہ معاف کرتا ہے۔ مگر اس کی پکڑ اور گرفت اور اس کا عذاب بھی سخت ترین ہے، جیسا کہ سورۂ بروج کی آیت نمبر ۱۲ میں بتلایا گیا: اِنَّ بَطۡشَ رَبِّکَ لَشَدِیۡدٌ" یقیناً تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

اس کے بعد یہ بات کہی جا رہی ہے کہ ان کافروں کا مطالبہ یہ ہے کہ اگر آپ رسول ہیں تو آپ کی تصدیق و تائید کے لئے وہ معجزہ ظاہر ہونا چاہئے جو وہ چاہتے ہیں۔ یہ ان کافروں کا صرف حیلہ ہے، ہزاروں نشانیوں اور معجزات

کے باوجود یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ پیغمبر! بس آپ کا کام ڈرانا ہے، ہر قوم کے لئے رہنما ہوا کرتا ہے، آپ بھی رہنما ہیں۔ آپ اپنی ذمہ داری پوری کیجئے، ہدایت تو بس اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۱۹﴾ اللہ ہی اس بچے سے واقف ہے جو عورت کے پیٹ میں ہے ﴿الرّعد:۸۔تا۔۱۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۱۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَللّٰهُ يَعْلَمُ اللہ جانتا ہے مَا تَحْمِلُ جو کچھ اُٹھاتی ہے (پیٹ میں) كُلُّ اُنْثٰى ہر ایک مادہ وَمَا تَغِيْضُ اور جو کچھ کم کرتے ہیں الْاَرْحَامُ رحم وَمَا تَزْدَادُ اور جو کچھ زیادہ کرتے ہیں وَكُلُّ شَيْءٍ اور ہر ایک چیز عِنْدَهٗ اس کے ہاں بِمِقْدَارٍ ایک مقدار کے ساتھ ہے ۸ عٰلِمُ (وہ) جاننے والا ہے الْغَيْبِ پوشیدہ کا وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر (کا) الْكَبِيْرُ (وہ) بہت بڑا الْمُتَعَالِ نہایت بلند ہے ۹ سَوَآءٌ برابر ہے (اللہ کے علم میں) مِّنْكُمْ تم میں سے مَّنْ اَسَرَّ جو کوئی آہستہ کہے الْقَوْلَ بات کو وَمَنْ اور جو کوئی جَهَرَ بلند آواز سے کہے بِهٖ اسے وَمَنْ اور جو شخص کہ هُوَ مُسْتَخْفٍ وہ چھپنے والا ہے بِالَّيْلِ رات (کے اندھیرے) میں وَسَارِبٌ اور (جو) چلنے والا ہے بِالنَّهَارِ دن (کی روشنی) میں ۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ اس (انسان) کے لیے باری باری آنے والے فرشتے ہیں مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ اس کے آگے سے وَمِنْ خَلْفِهٖ اور اس کے پیچھے سے يَحْفَظُوْنَهٗ وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اللہ کے حکم سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ لَا يُغَيِّرُ نہیں بدلتا مَا بِقَوْمٍ اس (نعمت) کو جو کسی قوم کے پاس ہے حَتّٰى یہاں تک کہ يُغَيِّرُوْا وہ (خود) بدل لیں مَا بِاَنْفُسِهِمْ اس (کیفیت) کو جو ان کے دلوں میں ہے وَاِذَآ اور جب اَرَادَ اللّٰهُ اللہ ارادہ کرتا ہے بِقَوْمٍ کسی قوم کے ساتھ سُوْٓءًا برائی (عذاب) کا فَلَا مَرَدَّ تو کوئی پھیرنے والا نہیں لَهٗ اس کو وَمَا اور نہیں لَهُمْ ان (لوگوں) کے لیے مِّنْ دُوْنِهٖ سوائے اس (اللہ) کے مِنْ وَّالٍ کوئی کارساز ۱۱

ترجمہ: اللہ ہی اس بچے سے واقف ہے جو عورت کے پیٹ میں ہوتا ہے اور پیٹ کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی (واقف ہے) اور ہر چیز کا اُس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے ۸ وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بزرگ (اور) عالی رتبہ ہے ۹ کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اُس کے نزدیک) برابر ہے ۱۰ اُس کے آگے اور پیچھے اللہ کے چوکیدار ہیں جو اللہ کے حکم سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں، اللہ اُس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو نہ بدلے

اور جب اللہ کسی قوم کیساتھ بُرائی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر وہ پھر نہیں سکتی اور اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

تشریح: ان چار آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ ہی اس بچے سے واقف ہے جو عورت کے پیٹ میں ہوتا ہے

۲۔ پیٹ کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی واقف ہے

۳۔ ہر چیز کا اس کے ہاں اندازہ مقرر ہے

۴۔ وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے

۵۔ وہ سب سے بزرگ اور عالی رتبہ ہے

۶۔ کوئی تم میں سے چپکے سے بات کرے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن کی روشنی میں کھلم کھلا چلے پھرے اس کے نزدیک سب برابر ہے۔

۷۔ اس کے آگے اور پیچھے اللہ کے چوکیدار ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں

۸۔ اللہ اس نعمت کو جو کسی قوم کو حاصل ہے نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو نہ بدلے۔

۹۔ جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر وہ پھر نہیں سکتی

۱۰۔ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

مشرکوں کی طرف سے اپنی مرضی کے معجزات کے مطالبہ کا تذکرہ کرنے کے بعد یہ حقیقت یہاں بیان کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا جہاں کی تمام معلومات کو جاننے والا ہے۔ جب وہ ان ساری معلومات سے باخبر ہے تو ان مشرکوں کی نیتوں سے بھی باخبر ہے کہ یہ کس نیت سے معجزات کا مطالبہ کر رہے ہیں؟ محض ضد اور عناد کی وجہ سے یا حق بات کو قبول کرنے کی نیت سے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ وہ علیم وخبیر پروردگار ہیں جو ماں کے پیٹ میں رہنے والے بچہ سے بھی واقف ہیں۔ دنیا جہاں میں جتنی عورتیں ہیں اور جتنی مادہ مخلوقات ہیں چاہے وہ جانور ہوں یا پرندے ہوں یا درندے ہوں چاہے وہ خشکی میں رہنے والی ہوں یا سمندر میں ان تمام کے پیٹوں میں کیا ہے اس کا بھی علم اللہ تعالیٰ کو ہے کہ وہ حمل مذکر ہے یا مونث، ایک ہے یا کئی ہیں، نیک ہیں یا بُرے، خوبصورت ہیں یا بدصورت؟ ان کے مزاج اور ان کی صفتوں سے تک اللہ تعالیٰ واقف ہیں جبکہ یہ ساری آنے والی مخلوقات ابھی پیٹ میں ہیں، ان کی ابھی پیدائش بھی نہیں ہوئی۔ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۳۴ میں بھی یہ بات کہی گئی ہے: وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ اللہ تعالیٰ رحمِ مادر میں کیا ہے اس کو بھی جانتا ہے کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت، اچھا ہے یا بُرا، مرد ہے یا عورت؟ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے یہ تو ڈاکٹرس بھی آلات کے ذریعہ جانتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف اتنا ہی نہیں معلوم اس کے آگے کی باتیں بھی معلوم ہیں کہ ماں کے پیٹ کا یہ بچہ نیک بخت ہے یا بد بخت، یہ اعلیٰ اخلاق کا حامل ہوگا یا

بد اخلاق، یہ ظالم ہوگا یا منصف وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا بھی علم ہے کہ رحم میں کیا کمی بیشی ہوئی ہے کہ وہ حمل پورا ہوگا یا ناقص؟ اس کی مدت حمل نو ماہ ہوگی یا اس سے کم یا اس سے زیادہ؟

وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ہر چیز اللہ کے نزدیک ایک خاص مقدار کے ساتھ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہے کہ بچہ کتنے دن ماں کے پیٹ میں رہے گا؟ وہ پیدائش کے بعد کتنے دن تک دنیا میں رہے گا، اس کا رزق کتنا رہے گا اور کیا کیا رہے گا اور وہ دنیا میں کیا کیا کرے گا؟ وغیرہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس ہر ایک کی تقدیر مقرر ہے جس میں نہ کمی ہوگی اور نہ زیادتی۔ سورۂ قمر کی آیت نمبر ۴۹ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی ہے: اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے سے پیدا کیا ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کی بیٹیوں میں سے کسی ایک بیٹی نے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچائی کہ اس کا بیٹا موت کے قریب ہے اور وہ چاہتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو یہ کہلوا بھیجا کہ اللہ ہی کا ہے جو اس نے لیا اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس کو حکم دو کہ وہ صبر سے کام لے اور اجر پالے۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ پوشیدہ اور ظاہر تمام چیزوں کا جاننے والا ہے جن چیزوں تک انسانوں کی نگاہیں نہیں پہنچ پاتیں وہاں تک اللہ کا علم پہنچ جاتا ہے۔ اس رب ذوالجلال سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ رب ذوالجلال ایسا بڑا ہے کہ اس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ ایسا بلند ہیکہ اس سے بلند کوئی چیز نہیں۔ اس رب ذوالجلال نے ہر چیز کو اپنے علم کے دائرہ میں لے لیا ہے اور دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز پر اس کا قابو ہے۔ اس کے قابو سے باہر کوئی چیز نہیں۔ دنیا جہاں کی ساری گردنیں اس کے دربار میں جھکی ہوئی ہیں۔

بجلیاں بھی اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتی ہیں

﴿درس نمبر: ۱۰۲۰﴾ ﴿الرّعد: ۱۲-تا-۱۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ السجدة ۱۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هُوَ الَّذِيْ وہی ہے (اللہ) جو يُرِيْكُمُ تمہیں دکھاتا ہے الْبَرْقَ بجلی خَوْفًا ڈرانے کے لیے وَّطَمَعًا اور اُمید دلانے کے لیے وَّيُنْشِئُ اور وہی پیدا کرتا ہے السَّحَابَ الثِّقَالَ بھاری بادل ۝ وَيُسَبِّحُ تسبیح بیان کرتی ہے الرَّعْدُ گرج بِحَمْدِهٖ اس کی حمد کے ساتھ وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے (بھی) مِنْ خِيْفَتِهٖ اس کے

خوف سے وَيُرْسِلُ اوروہ بھیجتا ہے الصَّوَاعِقَ کڑکتی بجلیاں فَيُصِيبُ پھر پہنچاتا (گراتا) ہے بِهَا وہ (بجلیاں) مَنْ يَّشَآءُ جس پر چاہتا ہے وَهُمْ اوروہ (کافر) يُجَادِلُوْنَ جھگڑا کرتے ہیں فِي اللّٰهِ اللہ کی بابت وَهُوَ اوروہ شَدِيْدُ الْمِحَالِ شدید قوت والا ہے ﴿۱۳﴾ لَهٗ اسی کیلئے ہے دَعْوَةُ الْحَقِّ پکارنا سچا وَالَّذِيْنَ اور جنہیں يَدْعُوْنَ وہ (مشرک) پکارتے ہیں مِنْ دُوْنِهٖ سوائے اس (اللہ) کے لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ نہیں وہ جواب دیتے لَهُمْ ان کو بِشَيْءٍ کچھ بھی اِلَّا كَبَاسِطِ مگر جیسے (کوئی شخص) پھیلانے والا ہو كَفَّيْهِ اپنی دونوں ہتھیلیاں اِلَى الْمَآءِ پانی کی طرف لِيَبْلُغَ تاکہ وہ (پانی) پہنچے فَاهُ اس شخص کے منہ میں وَمَا هُوَ حالانکہ نہیں ہے وہ بِبَالِغِهٖ پہنچنے والا اس (کے منہ) تک وَمَا اور نہیں ہے دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ کافروں کا پکارنا اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مگر گمراہی میں ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ اوراللہ ہی کے لیے يَسْجُدُ سجدہ کرتا ہے مَنْ جو کوئی فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور زمین (میں ہے) طَوْعًا خوشی سے وَّكَرْهًا اور ناخوشی سے وَّظِلٰلُهُمْ اوران کے سائے بھی بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ صبح اور شام (کے وقت) ﴿۱۵﴾ السَّجْدَةُ

ترجمہ: اور وہی تو ہے جو تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا ہے اور بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہے ﴿۱۲﴾ اور رعد اور فرشتے سب اُس کے خوف سے اُس کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور وہ بڑی قوت والا ہے ﴿۱۳﴾ سُو دمند پکارنا تو اُسی کا ہے۔ اور جن کو یہ لوگ اُس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی پُکار کو کسی طرح قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے تاکہ (دُور ہی سے) اُس کے منہ تک آ پہنچے حالانکہ وہ (اس تک) کبھی بھی نہیں آ سکتا اور (اسی طرح) کافروں کی پکار بیکار ہے ﴿۱۴﴾ اور جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہیں اور اُن کی سائے بھی صبح وشام (سجدہ) کرتے ہیں۔

تشریح: ان چار آیتوں میں چودہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے جس سے تمہیں ڈر لگتا ہے اور امید بندھتی ہے

۲۔ وہ بھاری بادلوں کو پیدا کرتا ہے

۳۔ رعد اللہ کی تسبیح کے ساتھ اس کی تعریف بیان کرتا ہے

۴۔ فرشتے بھی اللہ کے خوف سے تسبیح بیان کرتے ہیں

۵۔ وہ بجلیاں بھیجتا ہے، پھر جسے چاہے پہنچا دیتا ہے

۶۔ حال یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں

۷۔ وہ سخت قوت والا ہے

۸۔سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے

۹۔جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ذرا بھی ان کی درخواست کو منظور نہیں کرتے

۱۰۔مگر جیسے کوئی شخص پانی کی طرف اپنی ہتھیلیاں پھیلائے ہوئے ہوتا کہ پانی اس تک پہنچ جائے

۱۱۔حالانکہ وہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں

۱۲۔کافروں کی پکار بس ضائع ہے

۱۳۔اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں خوشی اور مجبوری سے

۱۴۔ان کے سایے بھی سجدہ کرتے ہیں صبح اور شام کے اوقات میں

یہی وہ آیت ہے جس میں رعد یعنی بجلی کا تذکرہ ہے اور اسی الرعد کے نام سے یہ سورت ہے۔ہم کبھی بجلی کی چمک دیکھتے ہیں اور کڑک کی آواز سنتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے وہ بھاری بادل دیکھتے ہیں جن بادلوں سے بارش برستی ہے، یہ بجلی یہ بادل، یہ کڑک یہ بارش سب کچھ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں۔ یہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں، وہی اللہ ہے جو ہمیں یہ بجلی دکھاتا ہے جس بجلی سے ایک طرف ڈر لگتا ہے کہ کہیں کوئی اس بجلی کی زد میں آکر ہلاک یا زخمی نہ ہو جائے۔ دوسری طرف اس بجلی کی وجہ سے امیدیں بھی نظر آتی ہیں کہ اس کے بعد رحمت کی وہ بارش نازل ہوگی جو بارش مردہ زمین کے زندہ ہونے کا اور اس سے نباتات کے اُگنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و طاقت سے بھاری بادلوں کو پیدا کرتا ہے اور ان بادلوں کو اللہ تعالیٰ وہاں لے چلتے ہیں جہاں انہیں برسانا ہوتا ہے۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۷ میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی: وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْراً بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَاباً ثِقَالاً سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاء فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَالِكَ نُخْرِجُ الْموْتَى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی بارش) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری (بنا کر) بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہے تو ہم اس کو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر بادل سے بارش برساتے ہیں پھر بارش سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں اسی طرح ہم مُردوں کو (زمین سے) زندہ کر کے باہر نکالیں گے (یہ آیات اس لئے بیان کی جاتی ہیں) تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ جو لوگ ہوائی سفر کر چکے ہیں انہوں نے فضائی منظر دیکھا ہوگا کہ کس قدر تیزی کے ساتھ پہاڑ نما یہ بادل مشرق سے مغرب یا مغرب سے مشرق، شمال سے جنوب یا جنوب سے شمال سفر کرتے رہتے ہیں اور خدائی منصوبہ کے مطابق جہاں انہیں برسنا ہوتا ہے برستے ہیں؟ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۹ میں یوں کہا گیا: وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ اور اللہ ہی تو ہے جو ہوائیں چلاتا ہے پھر وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر ہم ان کو ایک بے جان علاقے کی طرف لے جاتے ہیں

پھراس سے یعنی بارش سے زمین کواس کے مردہ ہوجانے کے بعدزندہ کردیتے ہیں،اسی طرح مُردوں کا جی اٹھنا ہوگا۔
معلوم یہ ہوا کہ دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے یہاں تک کہ یہ رعد یعنی بجلی بھی جس کی آواز کو ہم سن کرڈرجاتے ہیں۔ یہ بجلی بھی اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتی ہےاوراس کی پاکی بیان کرتی ہے۔ہم زبان قال سے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور یہ بجلی زبانِ حال سے تسبیح بیان کرتی ہےاوراللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق فرشتے بھی اللہ کے خوف سے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ بجلیاں بھیجتا ہے پھرجس پر چاہتا ہےانہیں مصیبت بنا کرگرادیتا ہے، چنانچہ ہم اخبارات میں پڑھتے ہیں اور کبھی کبھی ایسے مناظراپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ فلاں پر بجلی گری اور وہ ہلاک ہوگیا،فلاں کی گائے یا بھینس پر بجلی گری اور وہ ہلاک ہوگئی وغیرہ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ایک صحابی کوایک شخص کی طرف توحید کی دعوت دینے کیلئے بھیجا۔اس نے کہا کہ تمہارا رب کون ہے جس کے ماننے کی تم دعوت دیتے ہو؟ وہ لوہے کا ہے یا تانبے کا، وہ چاندی کا ہے یا سونے کا؟ وہ صحابی رسولِ رحمت ﷺ کے پاس واپس آئے۔ آپ ﷺ نے انہیں دوبارہ بھیجا۔اس نے وہی سوال کیا، پھرسہ بارہ بھیجا۔اس نے وہی سوال کیا۔ پھر جب وہ صحابی آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بجلی نازل فرمادی جس کی وجہ سے وہ جل گیا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی:وَيُرۡسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيۡبُ بِهَا مَنۡ يَّشَآءُ وَهُمۡ يُجَادِلُوۡنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيۡدُ الۡمِحَالِ ۔
اس کے بعد یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا اوراس سے دعا کرنا ہی سچی پکاراورصحیح پکار ہے۔یہی حق کی پکار ہےاس لئے کہ جس کو پکارا جارہا ہے وہ ایسا قادرومختار پروردگار ہے جو سمیع بھی ہے کہ اس پکار کوسنتا ہےاور مجیب بھی ہے کہ اس پکار یعنی دعا کوقبول بھی کرتا ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۱۸۶میں کہا گیا:وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىۡ عَنِّىۡ فَاِنِّىۡ قَرِيۡبٌ ؕ اُجِيۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔ اللہ کے علاوہ جن کو یہ کفارومشرکین پکارتے ہیں ان باطل معبودوں اور بتوں میں اتنی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ کسی کی پکار کا جواب دیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف دورہی سے پھیلا دے تو جیسے وہ پانی اس کی طرف دوڑ کرنہیں آتا اسی طرح یہ کافر بھی محروم ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کا بتوں کو پکارنا بالکل بے سوداور بے فائدہ ہےاوران کی یہ محنت ضائع ہے۔آگے یہ حقیقت بھی بتلائی جارہی ہے کہ جس طرح آسمانوں اور زمین اوران میں کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور یہ بجلیاں بھی اللہ کی تسبیح اور حمد بیان کرتی ہیں اسی طرح آسمان وزمین میں جتنی چیزیں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اللہ تعالیٰ کا سجدہ کرتی ہیں اوران چیزوں کے سایے بھی صبح اورشام کے اوقات میں سجدہ کرتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مطابق چلتی ہیں اور وہ سب اللہ کے لئے اپنا سر جھکائے ہوئے ہیں۔

درس نمبر:۱۰۲۱ الرّعد :۱۶

کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتا ہے؟

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے مَنْ کون ہے رَّبُّ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا رب وَالْاَرْضِ اور زمین (کا) قُلِ اللّٰهُ کہہ دیجئے اللہ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ کہیے کیا پھر تم نے پکڑے ہیں مِّنْ دُوْنِهٖۤ سوائے اس (اللہ) کے اَوْلِيَآءَ (ایسے) حمایتی لَا يَمْلِكُوْنَ (کہ) وہ اختیار نہیں رکھتے لِاَنْفُسِهِمْ اپنے نفسوں کے لیے (بھی) نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا نفع کا اور نہ نقصان کا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي کہہ دیجئے! کیا برابر ہوتا ہے الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اندھا اور دیکھنے والا؟ اَمْ یا هَلْ تَسْتَوِي کیا برابر ہوتے ہیں الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ اندھیرے اور روشنی؟ اَمْ جَعَلُوْا کیا انہوں نے بنائے ہیں لِلّٰهِ اللہ کے لیے شُرَكَآءَ (ایسے) شریک خَلَقُوْا (کہ) انہوں نے پیدا کیا كَخَلْقِهٖ اس (اللہ) کے پیدا کرنے کے مانند؟ فَتَشَابَهَ لہٰذا مشتبہ ہوگئی الْخَلْقُ پیدائش عَلَيْهِمْ ان پر قُلِ کہہ دیجئے اللّٰهُ خَالِقُ اللہ (ہی) پیدا کرنے والا ہے كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا وَّهُوَ الْوَاحِدُ اور وہ یکتا ہے الْقَهَّارُ نہایت غالب ہے ۝

ترجمہ: ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ (تم ہی ان کی طرف سے) کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ۔ پھر (ان سے) کہو کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو کیوں کارساز بنایا ہے جو خود اپنے نفع و نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ (یہ بھی) پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں؟ یا اندھیرا اور اجالا برابر ہو سکتا ہے؟ بھلا (ان لوگوں نے) جن کو اللہ کا شریک مقرر کیا ہے کیا انہوں نے اللہ کی سی مخلوقات پیدا کی ہے جس کے سبب اُن کو مخلوقات مشتبہ ہوگئی ہے؟ کہہ دو کہ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ یکتا (اور) زبردست ہے۔

تشریح: اس آیت میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! ان کافروں سے کہیئے کہ وہ کون ہے جو آسمانوں اور زمین کی پرورش کرتا ہے؟

۲۔ آپ کہیئے کہ وہ اللہ ہے

۳۔ آپ کہیئے کہ کیا پھر بھی تم نے اس اللہ کو چھوڑ کر ایسے کارساز بنا لئے ہیں جنہیں خود اپنے آپ کو بھی نہ کوئی فائدہ پہنچانے کی قدرت حاصل ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔

۴۔ آپ کہیئے کہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتا ہے؟

۵۔ یا کیا اندھیریاں اور روشنی ایک جیسی ہو سکتی ہیں؟

۶۔یاان لوگوں نے اللہ کے ایسے شریک مانے ہوئے ہیں جنہوں نے کوئی چیز اسی طرح پیدا کی ہو جیسے اللہ پیدا کرتا ہے
۷۔اس وجہ سے ان کو دونوں کی تخلیق ایک جیسی معلوم ہو رہی ہو
۸۔اگر کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا ہے تو اس سے کہہ دیجئے کہ صرف اللہ ہر چیز کا خالق ہے
۹۔وہ تنہا ہی ایسا ہے کہ اس کا اقتدار سب پر حاوی ہے۔

پچھلی آیتوں میں اس حقیقت کو بتلایا گیا کہ آسمان وزمین میں جتنی چیزیں ہیں سب اسی ایک اللہ کا سجدہ کرتی ہیں اوراسی کے سامنے سب اپنا سر جھکاتی ہیں اوراس کی قدرت وعظمت کے سامنے اپنی پیشانی جھکا دیتی ہیں تو اب اللہ تعالیٰ ان بتوں کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اپنی وحدانیت کو ثابت کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ پیغمبر! آپ ان مشرکوں سے پوچھئے کہ آسمانوں اورزمین کا خالق اوررب کون ہے؟ پیغمبر! اس سوال کے بعد آپ خود ہی وہ درست جواب دیجئے جس جواب کے سوااورکوئی جواب ان کے پاس نہیں ہے، اس لئے کہ یہ مشرکین اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ہی آسمانوں اورزمین کا خالق ہے، جیسا کہ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۲۵ میں یوں کہا گیا: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ اوراگر آپ ان مشرکین سے سوال کریں کہ کس نے آسمانوں اورزمین کو پیدا کیا تو وہ ضرور بالضرور یہی کہتے ہیں کہ اللہ نے پیدا کیا۔ پیغمبر! جب اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہے تو آپ ایسی صورت میں انہیں بتلا دیجئے کہ اللہ ہی آسمانوں اورزمین کا خالق ہے وہی پالنہار ہے اوروہی ان دونوں کا نظام چلا رہا ہے۔

جب یہ حقیقت ہے کہ اللہ ہی آسمانوں اورزمین کا خالق اور رب ہے تو پھر تم کیوں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان پتھروں وغیرہ کو اپنا معبود قرار دیتے ہواورایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ خود کواورنہ کسی کو نفع دینے کا اختیار رکھتے ہیں اورنہ کسی کو نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں؟ اے مشرکو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر ایسے ناقص، کمزور اور بے حیثیت چیزوں کو اپنا معبود بنا بیٹھتے ہو؟ جب یہ ایسے معبود ہیں کہ خود اپنے آپ کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اورنہ نقصان پہنچا سکتے ہیں تو ان کی عبادت کرنے والوں کو یہ کیا نفع پہنچا سکیں گے اورکیا نقصان پہنچا سکیں گے؟ اب بتاؤ کہ وہ شخص جو ایسے باطل معبودوں کی عبادت کرنے والا اور وہ شخص جو خالص ایک طاقتور رب ذوالجلال کی عبادت کرنے والا یہ دونوں رتبہ اوردرجہ میں برابر ہوسکتے ہیں؟ یادرکھو کہ جو شخص ایک اللہ کی عبادت کررہا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اورروشنی میں ہے اور جو شخص ان بتوں کی عبادت میں مصروف ہے وہ تو اندھیرے اورتاریکی میں ہے، جس طرح نابینا اور بینا یعنی اندھا اور دیکھنے والا دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ یہ مشرک اورموحد، یہ کافر اورمومن برابر نہیں ہوسکتے۔ مومن کا درجہ اونچا اور بلند ہے اور کافر اورمشرک کا کوئی درجہ ہی نہیں، جس طرح تاریکی اورروشنی برابر نہیں ہوسکتے یہ مشرک اور موحد دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ ان باطل معبودوں کو شریک قرار دیا ہے سوال یہ ہے کہ کیا ان باطل معبودوں میں سے کسی معبود نے کوئی چیز پیدا کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی قدرت وطاقت اوراپنے فضل و

احسان سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، سورج اور چاند کو پیدا کیا، سمندروں اور پہاڑوں کو پیدا کیا، ستاروں اور سیاروں کو پیدا کیا، بجلی، کڑک، بادل و بارش، دن اور رات کو پیدا کیا بھلا بتلاؤ کہ ان باطل معبودوں نے دنیا کی کوئی چیز اپنی طاقت سے پیدا کی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان بتوں کو خود ان کی عبادت کرنے والوں نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے، ان کو ایک خاص شکل دے کر جس جگہ وہ ہیں وہاں بٹھا دیا ہے، ان باطل معبودوں کے پاس کوئی اپنی طاقت وقوت ہی نہیں ہے اور نہ ہی کسی قسم کی صلاحیت ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اکیلا اور تنہا ہے۔ وہ غالب اور طاقتور ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۲۲﴾ جو چیز لوگوں کیلئے فائدہ مند ہوتی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے ﴿الرّعد:۱۷۔۱۸۔۱۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ۬ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝۱۷ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۱۸ النصف اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۱۹ۙ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَنْزَلَ اس (اللہ) نے نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے مَآءً پانی فَسَالَتْ تو بہہ پڑیں (اس سے) اَوْدِيَةٌ وادیاں بِقَدَرِهَا اپنے اندازے کے ساتھ فَاحْتَمَلَ پھر اُٹھا لیا السَّيْلُ سیلاب نے زَبَدًا رَّابِيًا اُبھرا ہوا جھاگ وَمِمَّا اور ان چیزوں میں بھی کہ يُوْقِدُوْنَ وہ تپاتے ہیں عَلَيْهِ انہیں فِي النَّارِ آگ میں ابْتِغَآءَ تلاش کرنے کے لیے حِلْيَةٍ زیور اَوْ مَتَاعٍ یا سامان؟ زَبَدٌ جھاگ ہے مِّثْلُهٗ اس (آبِ رواں کے جھاگ) کے مانند كَذٰلِكَ اسی طرح يَضْرِبُ اللّٰهُ (مثال) بیان کرتا ہے اللہ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ حق اور باطل (کی) فَاَمَّا الزَّبَدُ چنانچہ جو جھاگ ہے فَيَذْهَبُ تو وہ چلا جاتا ہے جُفَآءً خشک ہو کر وَاَمَّا اور لیکن مَا جو چیز يَنْفَعُ نفع دیتی ہے النَّاسَ لوگوں کو فَيَمْكُثُ تو وہ ٹھہرتی ہے فِي الْاَرْضِ زمین میں كَذٰلِكَ اسی طرح يَضْرِبُ اللّٰهُ بیان کرتا ہے اللہ الْاَمْثَالَ مثالیں ۝۱۷ لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اسْتَجَابُوْا قبول کیا (حکم) لِرَبِّهِمُ اپنے رب کا الْحُسْنٰى بھلائی ہے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا قبول نہیں کیا (حکم) لَهٗ اس کا لَوْ اگر اَنَّ لَهُمْ بے شک ہو ان کے لیے مَّا جو کچھ فِي الْاَرْضِ زمین میں ہے جَمِيْعًا سارا وَّمِثْلَهٗ اور اس کی مثل (اور) مَعَهٗ اس کے ساتھ لَافْتَدَوْا تو ضرور بدلے میں دے دیں وہ بِهٖ اسے اُولٰٓئِكَ یہ

لوگ لَهُمۡ ان کے لیے ہے سُوۡٓءُ الۡحِسَابِ بُرا حساب وَمَاۡوٰهُمۡ اوران کا ٹھکانہ جَهَنَّمُ جہنم ہے وَبِئۡسَ اور بُرا ہے الۡمِهَادُ (وہ) ٹھکانہ ۞ اَفَمَنۡ کیا پھر وہ شخص جو یَّعۡلَمُ جانتا ہے اَنَّمَآ اُنۡزِلَ (یہ بات کہ) یقیناً جو کچھ نازل کیا گیا اِلَيۡکَ آپ کی طرف مِنۡ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے الۡحَقُّ (وہ) حق ہے کَمَنۡ اس شخص کے مانند (ہوسکتا) ہے کہ هُوَ اَعۡمٰى وہ اندھا ہے؟ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ یقیناً نصیحت حاصل کرتے ہیں اُولُوا الۡاَلۡبَابِ عقل والے ہی ۞

ترجمہ: اُسی نے آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہہ نکلے پھر نالے پر پھولا ہوا جھاگ آ گیا اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کیلئے آگ میں تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔ اس طرح اللہ (صحیح اور غلط کی) مثالیں بیان فرماتا ہے (تا کہ تم سمجھو) ۞ جن لوگوں نے اللہ کے حکم کو قبول کیا اُن کی حالت بہت بہتر ہوگی اور جنہوں نے اُس کو قبول نہ کیا اگر روئے زمین کے سب خزانے اُن کے اختیار میں ہوں تو وہ سب کے سب اور اُن کیساتھ ہی اتنے اَور (نجات کے) بدلے میں صرف کر ڈالیں (مگر نجات کہاں) ایسے لوگوں کا حساب بھی بُرا ہوگا اور ان کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے ۞ بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو شخص تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے حق ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے؟ اور سمجھتے تو وہی ہیں جو عقل مند ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اسی اللہ نے آسمان سے پانی برسایا جس سے ندی نالے اپنی اپنی بساط کے مطابق بہہ پڑے۔

۲۔ پھر پانی کے ریلے نے پھولے ہوئے جھاگ کو اوپر اٹھایا۔

۳۔ اسی قسم کا جھاگ اس وقت اٹھتا ہے جب لوگ زیور یا برتن کے لیے دھاتوں کو آگ پر تپاتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال اسی طرح بیان کر رہا ہے کہ دونوں قسم کا جو جھاگ ہوتا ہے وہ تو باہر گر کر ضائع ہو جاتا ہے

۵۔ لیکن جو چیز لوگوں کے لئے فائدہ مند ہوتی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے

۶۔ اس قسم کی مثالیں ہیں جو اللہ بیان کرتا ہے

۷۔ بھلائی انہی لوگوں کے حصہ میں ہے جنہوں نے اپنے رب کا کہا مانا ہے۔

۸۔ جنہوں نے اس کا کہا نہیں مانا اگر ان کے پاس دنیا بھر کی ساری چیزیں بھی ہوں گی بلکہ اتنی ہی اور بھی تو وہ قیامت کے دن اپنی جان بچانے کے لئے وہ سب کچھ دینے کو تیار ہو جائیں گے

۹۔ان لوگوں کے لئے بُری طرح کا حساب ہے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے

۱۰۔جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا ہے برحق ہے، بھلا اس جیسا کیسے ہوسکتا ہے جو بالکل اندھا ہو؟

۱۱۔حقیقت یہ ہے کہ نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل و ہوش رکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ایمان کے نفع بخش ہونے اور کفر کے بے حیثیت ہونے کو دو مثالوں سے سمجھایا ہے۔ان دونوں مثالوں پر یکسوئی کے ساتھ غور کریں اور اس نتیجہ پر پہنچیں کہ ایمان نفع بخش اور فائدہ مند ہے اور کفر بے حیثیت اور مضر ہے جس کا انجام بد سے بدترین ہے۔ان آیتوں میں جو پہلی مثال دی گئی وہ یہ کہ ایمان کی مثال پانی کی ہے جس طرح بارش کی شکل میں آسمان سے اترنے والا پانی زمین کے لیے بھی نفع بخش ہے اور زمین پر بسنے والوں کے لئے بھی نفع بخش ہے اسی طرح ایمان ان لوگوں کے لئے نفع بخش ہے جو اس کو قبول کر لیتے ہیں کہ اس ایمان کی بدولت ان کا انجام بہترین ہوجاتا ہے۔کفر کی مثال یہ دی گئی کہ جب تیز بارش ہوتی ہے تو یہ پانی خس و خاشاک یعنی کوڑے کرکٹ اور کچرے کو بہا کر لے چلا جاتا ہے اور اس کچرے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔جب وہ انسان کے راستہ میں آتا ہے تو اس کو انتہائی لاپرواہی کے ساتھ اس کو کنارے پھینک دیا جاتا ہے۔کفر کی مثال اس کچرے کی سی ہے جو پانی کے اوپر جھاگ کی طرح بے حیثیت ہو کر ٹھہرا رہتا ہے۔ایمان کی دوسری مثال یہ دی گئی کہ جب سونے اور چاندی کو پگھلایا جاتا ہے اور آگ میں تپایا جاتا ہے تو خالص سونا یا چاندی الگ ہوجاتا ہے اور اس میں سے جو جھاگ ہوتا ہے وہ بے حیثیت ہو کر گر جاتا ہے جس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے۔اس کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ جب ہم دو تولے یا تین تولے سونا جو ہمارے پاس ہوتا ہے وہ سنار کے پاس بیچنے کے لئے جاتے ہیں تو وہ اس کا ویسٹیج (Wastage) نکالتا ہے، اس لئے کہ وہ جب اس سونے کو تاپتا ہے تو اس کا جھاگ نکل جاتا ہے۔معلوم یہ ہوا کہ جو خالص سونا ہے، وہ ایمان ہے اور جو جھاگ ہے وہ کفر ہے۔

ان دو مثالوں میں وہ پانی جو زمین کے اندر ٹھہر گیا وہ نافع ہے اور جو جھاگ ہے وہ بے کار ہے۔سونا تاپنے کے بعد جو رہ گیا وہ نافع ہے اور جو کچرا تھا وہ بے کار ہے۔بالکل اسی طرح ایمان نافع ہے اور کفر بے کار و بے حیثیت ہے اور میل کچیل اور خس و خاشاک ہے۔ایمان حق اور نافع ہے اور کفر باطل و بے حیثیت ہے۔ہم انسانوں کو چاہیئے کہ اس مثال سے سبق حاصل کریں اور اس پانی کی طرح بن جائیں جو زمین میں داخل ہو کر انسانوں کو نفع بخشتا ہے اور لاکھوں کروڑوں انسانوں کی پیاس اور بھوک مٹاتا ہے۔انسانوں کو بھی پانی کی طرح نافع بننا چاہیئے کہ اس کے وجود سے مجبور و بے بس انسانیت کو فائدہ پہنچے۔وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر عمدہ انداز میں پیدا کیا وہ کچرے اور میل کچیل کی طرح اپنے آپ کو بے حیثیت نہ بنائے جس سے کسی کا کوئی فائدہ نہیں۔یہ بات بھی یاد

رہے کہ جس طرح نفع بخش پانی کو لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اس انسان کو بھی اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں جو لوگوں کے لئے نفع بخش بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ عظیم میں ایسی ہی عمدہ اور اعلیٰ مثالیں پیش کرتے ہیں تا کہ لوگ ان مثالوں سے ان بڑی بڑی حقیقتوں کو سمجھیں اور تسلیم کریں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت کی خوشخبری دے رہے ہیں جنہوں نے اپنے رب کی اطاعت کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔ ساتھ ہی ان لوگوں کے حق میں یہ وعید بھی بیان کی جا رہی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں اگر یہ نافرمان لوگ قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے دنیا میں جو کچھ ہے سب کچھ اور اس کا دوگنا بھی دے دیں اور زمین بھر سونا بھی لا کر رکھ دیں تو وہ ہرگز اس عذاب سے بچ نہیں پائیں گے۔ قیامت کے دن ان کافروں اور نافرمانوں کے خرچ کرنے کو اللہ تعالیٰ کسی بھی صورت میں قبول نہیں فرمائیں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے اللہ کی اطاعت نہیں کی آخرت میں بدترین عذاب ہوگا۔ قیامت کے دن ان نافرمانوں کی جھڑتی لی جائے گی، ان کا مواخذہ ہوگا اور انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ یہاں ایک اور حقیقت یہ بیان کی گئی کہ وہ شخص جس کو یہ حقیقت معلوم ہو کہ اس کے رب کی طرف سے نازل کی ہوئی باتیں حق ہیں وہ اس اندھے کی طرح نہیں ہو سکتا جس کو اس بات کا علم ہی نہیں اور ایسی باتوں کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو واقع عقلمند ہیں۔

﴿درس نمبر: ۱۰۲۳﴾

عقلمند کون ہیں؟

﴿الرّعد: ۲۰ تا ۲۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۙ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ؕ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۙ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۚ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ؕ﴿۲۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو يُوْفُوْنَ پورا کرتے ہیں بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ کا عہد وَلَا يَنْقُضُوْنَ اور وہ نہیں توڑتے الْمِيْثَاقَ پختہ عہد کو ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو يَصِلُوْنَ ملاتے ہیں مَآ اس چیز کو کہ اَمَرَ اللّٰهُ حکم دیا ہے اللہ نے بِهٖٓ اس کی بابت اَنْ يُّوْصَلَ بِهٖ کہ ملایا جائے (اسے) وَيَخْشَوْنَ اور وہ ڈرتے ہیں رَبَّهُمْ اپنے رب سے وَيَخَافُوْنَ اور وہ ڈرتے ہیں سُوْٓءَ الْحِسَابِ برے حساب سے ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے صَبَرُوا صبر کیا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رضامندی تلاش کرنے کے لیے رَبِّهِمْ اپنے رب کی وَاَقَامُوا اور انہوں نے قائم کی الصَّلٰوةَ نماز وَاَنْفَقُوْا اور خرچ کیا مِمَّا اس میں سے جو رَزَقْنٰهُمْ ہم نے انہیں رزق دیا سِرًّا وَّعَلَانِيَةً پوشیدہ

اورظاہر وَّ يَدۡرَءُوۡنَ اوروہ دورکرتے ہیں بِالۡحَسَنَةِ اچھائی کےساتھ السَّيِّئَةَ برائی کو اُولٰٓئِكَ یہ لوگ لَهُمۡ ان کے لیے عُقۡبَى الدَّارِ (بہتر)انجام ہے آخرت کا ۝ جَنّٰتُ باغات ہیں عَدۡنٍ ہمیشہ رہنے کے يَّدۡخُلُوۡنَهَا وہ داخل ہوں گےان میں وَمَنۡ اوروہ(بھی)جو صَلَحَ نیک ہوئے مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ ان کے باپ داداؤں سے وَاَزۡوَاجِهِمۡ اوران کی بیویوں (سے) وَذُرِّيّٰتِهِمۡ اوران کی اولاد(سے)وَالۡمَلٰٓئِكَةُ اورفرشتے يَدۡخُلُوۡنَ داخل ہوں گے عَلَيۡهِمۡ ان پر مِّنۡ كُلِّ بَابٍ (جنت کے)ہر دروازے سے ۝ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ (اورکہیں گے)سلام ہو تم پر بِمَا بوجہ اس کے کہ صَبَرۡتُمۡ صبرکیا تم نے فَنِعۡمَ کیاہی اچھا ہے عُقۡبَى الدَّارِ انجام آخرت کا! ۝

ترجمہ: جواللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اوراقرار کونہیں توڑتے O اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُن کو جوڑے رکھتے ہیں اوراپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور بُرے حساب سے خوف رکھتے ہیں O اور جواللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے (مصائب پر) صبر کرتے ہیں اورنماز پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے پوشیدہ اورظاہر خرچ کرتے ہیں اورنیکی سے بُرائی کو دُور کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کیلئے عاقبت کا گھر ہے O (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اوراُن کے باپ دادا اور بیویوں اوراولاد میں سے جو نیکوکار ہوں گے وہ بھی (جنت میں جائیں گے) اورفرشتے (جنت کے) ہر ایک دروازے سے اُن کے پاس آئیں گے O اور (کہیں گے) تم پر رحمت ہو (یہ) تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اورعاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے۔

تشریح: ان پانچ آیتوں میں تیرہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔عقلمند وہ ہیں جواللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں

۲۔معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے

۳۔جن رشتوں کواللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے یہ لوگ انہیں جوڑے رکھتے ہیں

۴۔اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں

۵۔حساب کے بُرے انجام سے خوف کھاتے ہیں

۶۔یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی خوشنودی کی خاطر صبر سے کام لیا ہے

۷۔نماز قائم کی ہے

۸۔ہم نے انہیں جو رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے خفیہ بھی اور علانیہ بھی خرچ کیا ہے

۹۔وہ بدسلوکی کا دفاع حسنِ سلوک سے کرتے ہیں

۱۰۔وطنِ اصلی یعنی آخرت میں بہترین انجام ان کا حصہ ہے

۱۱۔یعنی ہمیشہ رہنے کے لئے وہ باغات ہیں جن میں وہ خود بھی داخل ہوں گے اوران کے باپ داداؤں، بیویوں

اور اولاد میں سے جو نیک ہوں گے وہ بھی اور ان کے استقبال کے لئے فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے

۱۲۔تم نے دنیا میں جو صبر سے کام لیا ہے اس کی بدولت اب تم پر سلامتی ہی سلامتی نازل ہوگی

۱۳۔تمہارے وطنِ اصلی میں یہ تمہارا بہترین انجام ہے۔

پچھلی آیت میں یہ بات بیان کی گئی: اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ نصیحت تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔عقلمندوں کا جب ذکر آ گیا تو پھر ان لوگوں کی فہرست بیان کی گئی جو واقعی عقلمند ہیں۔کسی بھی انسان کا ایمان قبول کر لینا اور ربّانی نصیحتوں کو تسلیم کر لینا اس کے عقلمند ہونے کی پہلی علامت ہوتی ہے۔جو ایسے عقلمند ہوتے ہیں ان کی پہلی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور معاہدوں کو نہیں توڑتے۔جو عہد انہوں نے عالمِ ارواح میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کیا تھا کہ الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو کہا تھا کہ بلٰی جی ہاں! یعنی ہم نے تسلیم کر لیا کہ آپ ہمارے رب ہیں۔یہ وہ عہد تھا جو عالمِ ارواح میں بندوں اور اس کے رب کے درمیان ہوا تھا اور عالمِ ارواح میں حقیقی پروردگار کے سامنے یہ عہد کیا کہ ہم ہمیشہ آپ کو اپنا رب تسلیم کریں گے اور اس دنیا میں بندے بن کر زندگی گزاریں گے۔اس عہد سے صرف یہ عہد بھی مراد ہو سکتا ہے یا ہر وہ عہد مراد ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا جو اس کی آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔عقلمند وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جب کبھی وہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں یا آپس میں ایک دوسرے سے عہد کرتے ہیں تو اس کو کبھی نہیں توڑتے بلکہ اس عہد کا پاس ولحاظ ہمیشہ رکھتے ہیں۔ان عقلمندوں کی یہ صفت ہوتی ہے کہ جن رشتوں کو جوڑے رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ان رشتوں کو ہمیشہ جوڑے رکھتے ہیں اور صلہ رحمی کرتے ہیں اور ان رشتوں کو توڑنے سے گریز کرتے ہیں۔یعنی جن انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ان تمام پر ایمان رکھتے ہیں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان جو بھائی بھائی کا رشتہ ہے اس رشتہ کا بھی لحاظ رکھتے ہیں اور تمام لوگوں سے متعلق جن حقوق کی تعلیم قرآنِ مجید اور سیرتِ رسول ﷺ سے ملتی ہے ان حقوق کو برابر ادا کرتے ہیں۔صلہ رحمی کے سلسلہ میں متعدد احادیث ہیں جن میں رسولِ رحمت ﷺ نے صلہ رحمی کی ترغیب دی ہے۔بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ أَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَیُنْسَالَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر میں درازی ہو وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے یعنی حسنِ سلوک کرے۔

عقلمندوں کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ان عقلمند بندوں کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ جو نیک کام کر رہے ہوتے ہیں اس معاملہ میں بھی ڈرتے ہیں کہ ان نیک اعمال میں کوئی کمی بیشی نہ ہو جائے اور جن نیک کاموں کو چھوڑ بیٹھتے ہیں اس پر بھی ڈرتے ہیں کہ ان اعمال کو چھوڑنے کا انجام کیا ہوگا؟ عربی زبان میں خشیت

کے معنی یہ ہیں کہ ایسا خوف جس میں تعظیم بھی ہو، یعنی اللہ کی عظمت اور اس کی بڑائی اور کبریائی اور اس کے بلند مقام کو ذہن میں رکھتے ہوئے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ہمارے کسی عمل سے ہمارا پروردگار ہم سے ناراض نہ ہو جائے اور قیامت کے دن کی سخت ترین پکڑ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس حساب کے بعد جو بُرا انجام ہوگا اس سے خوف کھاتے رہتے ہیں اور اس ڈر کے نتیجہ میں اپنا محاسبہ کرتے رہتے ہیں، گویا آخرت کے حساب سے پہلے دنیا میں یہ عقلمند لوگ اپنا حساب کرتے رہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ حساب کا خوف آدمی کو اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف مائل کرتا ہے اور اسی خوف کی وجہ سے وہ برائیوں سے گریز اور پرہیز کرتا ہے۔ یہ وہ عقلمند ہیں جو اپنے حقیقی پروردگار کو راضی اور خوش کرنے کے لئے دنیا میں آنے والی مصیبتوں پر صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں۔ ان کے ذہنوں پر یہ بات نقش کی ہوئی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ آدمی کا اللہ کی اطاعت کیلئے تکلیفیں برداشت کرنا یہ بھی صبر ہے اور گناہوں سے بچنے کے لئے برداشت کی صفت پیدا کرنا اور ان مراحل سے گزرتے ہوئے صبر سے کام لینا یہ بھی صبر ہے اور مصیبتوں کے پیش آنے پر اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا یہ بھی صبر ہے۔ عقلمند لوگ اللہ کو راضی کرنے کے لئے صبر کرتے ہیں اور صبر کے ساتھ نماز بھی قائم کرتے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۳ میں فرمایا گیا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرو۔

عقلمندوں کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں چھپ چھپا کر بھی خرچ کرتے ہیں اور علانیہ بھی خرچ کرتے ہیں۔ ریاکاری اور دکھاوے سے بچنا ہوتا ہے تو خاموش انداز میں چھپا کر اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ ایک ہاتھ کو دیا تو دوسرے ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا۔ کبھی کھلم کھلا اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ ان کے اکیلے خرچ کرنے کو دیکھ کر دوسروں کو حوصلہ ملتا ہے اور دوسروں کو خرچ کرنے کی تعلیم دینے کیلئے اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو اس کی اطلاع ہو۔ چاہے وہ اپنی بیوی بچوں، ماں باپ اور رشتہ داروں پر خرچ کریں چاہے یتیموں محتاجوں، تنگدستوں، مسافروں اور بیواؤں پر خرچ کریں۔ ایسے عقلمندوں کی قسمت میں آخرت کا بہترین انجام ہوگا اور ہمیشہ رہنے کے وہ باغات انہیں ملیں گے جن میں یہ عقلمند خود بھی داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا، بیوی بچوں میں سے جو نیک ہوں گے وہ بھی ان کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

﴿درس نمبر:۱۰۲۴﴾ **ایسے لوگوں کے حصے میں لعنت ہے** ﴿الرّعد :۲۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو يَنْقُضُوْنَ توڑتے ہیں عَهْدَ اللّٰهِ اللہ کا عہد مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ اس کو پختہ

کرنے کے بعد وَيَقْطَعُوْنَ اور وہ قطع کرتے ہیں مَآ اس چیز کو کہ اَمَرَ اللّٰهُ اللہ نے حکم دیا ہے بِهٖٓ اس کی بابت اَنْ يُّوْصَلَ یہ کہ (اسے) ملایا جائے وَيُفْسِدُوْنَ اور وہ فساد کرتے ہیں فِي الْاَرْضِ زمین میں اُولٰٓئِكَ یہ لوگ لَهُمُ اللَّعْنَةُ ان کے لیے لعنت ہے وَلَهُمْ اور انہی کے لیے سُوْٓءُ الدَّارِ برا گھر ہے (آخرت کا) ۲۵

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ سے مضبوط عہد کر کے اُس کو توڑ ڈالتے ہیں اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُن کو قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں ایسوں پر لعنت ہے اور اُن کیلئے گھر بھی بُرا ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ دوسری طرف جو لوگ اللہ سے کیئے ہوئے عہد کو مضبوطی سے باندھنے کے بعد توڑتے ہیں

۲۔ جن رشتوں کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے انہیں کاٹ ڈالتے ہیں

۳۔ زمین میں فساد مچاتے ہیں

۴۔ ایسے لوگوں کے حصہ میں لعنت آتی ہے

۵۔ اصلی وطن میں بُرا انجام انہی کا ہے۔

پچھلی آیتوں میں ان عقلمندوں کا تذکرہ تھا جو عہد کے پابند، صلہ رحمی کرنے والے، آخرت کے حساب سے ڈرنے والے، صبر سے کام لینے والے، نماز کو قائم کرنے والے، اللہ کی راہ میں علانیہ اور پوشیدہ خرچ کرنے والے، برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے والے تھے۔ پھر ان عقلمندوں کا حسنِ انجام بھی بتلایا گیا کہ ان کو جنت ملے گی۔ اس آیت میں عقل سے محروم ان بدقسمت لوگوں کا تذکرہ ہے اور ان کی صفتوں کی تفصیل ہے جن کا انجام یہ ہے کہ ان کا ٹھکانہ بُرا ہوگا اور ان پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان بدبختوں کی پہلی صفت یہ بیان کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے پختہ عہد کرنے کے بعد اس کو بڑی آسانی سے توڑ دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے کیئے ہوئے عہد کو توڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ کبیرہ گناہوں میں داخل ہے۔ عہد کو توڑنے میں یہ بھی شامل ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اُس کی قدرت کا انکار کر دے اور اس نے جن نبیوں، رسولوں اور کتابوں کو بھیجا ان کا انکار کر دے۔ عہد کو توڑنے میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ ان حقوق کو ادا کرنے میں کوتاہی کرے جن حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا۔ ان بدبختوں کی دوسری صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن رشتوں کو جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے ان رشتوں کو توڑ دے۔ بندہ کا اللہ تعالیٰ سے رشتہ ہے، اس رشتہ کو توڑنا بھی اس میں شامل ہے۔ اُمتی کا نبی سے رشتہ ہے، اس رشتہ کا لحاظ نہ رکھنا بھی اس میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ جو رشتہ داریاں ہیں چاہے وہ ننہیالی ہوں یا ددھیالی ہوں یا سسرالی ہوں، ان رشتوں کو توڑنا بھی اس میں شامل ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ رشتے ناطے توڑنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷ میں بھی عہد کو توڑنے اور رشتوں کو توڑنے اور زمین میں فساد کرنے کے بارے میں یوں وعید بیان کی گئی ہے: اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗئِكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ جو اللہ کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز یعنی رشتۂ قرابت کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس کو توڑ ڈالتے ہیں اور زمین میں خرابی کرتے ہیں یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ ان بدبختوں کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ زمین میں فساد و بگاڑ کا کام کرتے ہیں۔ یعنی اپنے خبیث کاموں کے ذریعہ زمین کے صالح نظام میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ اس طرح ایسے فسادی لوگ خود اپنے آپ پر بھی ظلم کرتے ہیں اور دوسروں پر بھی ظلم کرتے ہیں اور جس توحید کے نظام سے زمین کا فطری نظام قائم تھا اپنے شرک اور کفر کے ذریعہ اور دینِ حق سے ہٹ کر دوسرے باطل دین کی طرف بلا کر بگاڑ کا کام کرتے ہیں۔ اس طرح عدل وانصاف کی بنیاد پر جو نظام قائم رہتا ہے وہاں یہ تخریبی کارروائیوں کے ذریعہ اور فتنہ اور فساد کو برپا کرتے ہوئے امن وسلامتی کی فضاؤں کو پامال کرتے ہیں۔ ایسے بدبختوں کا انجام یہ بتلایا گیا کہ اُولٰۗئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ یہ وہ بدبخت اور بدقسمت لوگ ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم لوگ ہیں اور ان کے لئے بُرا گھر ہے یعنی بُرا انجام ہے۔ دوزخ کے عذاب کے وہ مستحق ہیں۔

ذکر سے دلوں میں اطمینان پیدا ہوتا ہے

﴿درس نمبر: ۱۰۲۵﴾ ﴿الرّعد: ۲۶۔تا۔۲۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ڻ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَللّٰهُ اللہ يَبْسُطُ الرِّزْقَ کشادہ کرتا ہے رزق لِمَنْ يَّشَاۗءُ جس کے لیے چاہے وَيَقْدِرُ اور وہ تنگ کرتا ہے (جس کے لیے چاہے) وَفَرِحُوْا اور وہ (کافر) اِتراتے ہیں بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیاوی زندگی پر وَمَا اور نہیں ہے الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا زندگانی دنیا فِي الْاٰخِرَةِ آخرت (کے مقابلے) میں اِلَّا مَتَاعٌ مگر تھوڑا سا فائدہ ۝ وَيَقُوْلُ اور کہتے ہیں الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا لَوْلَآ کیوں نہیں اُنْزِلَ نازل کی گئی عَلَيْهِ آپ پر اٰيَةٌ کوئی (بڑی) نشانی مِّنْ رَّبِّهٖ آپ کے رب کی طرف سے قُلْ کہہ دیجئے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ يُضِلُّ گمراہ کرتا ہے مَنْ يَّشَاۗءُ جسے چاہے وَيَهْدِيْٓ اور ہدایت دیتا ہے اِلَيْهِ اپنی طرف مَنْ اس شخص کو جو اَنَابَ (اس کی طرف) رجوع کرے ۝ڻ اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَتَطْمَىِٕنُّ اور مطمئن ہوتے ہیں

قُلُوْبُهُمْ ان کے دل بِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کے ذکر کے ساتھ اَلَا آگاہ رہو! بِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی تَطْمَىِٕنُّ مطمئن ہوتے ہیں الْقُلُوْبُ دل ۲۸ اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کیے طُوْبٰى لَهُمْ ان کے لیے راحت وفرحت ہے وَحُسْنُ مَاٰبٍ اور اچھا ٹھکانہ ہے ۲۹

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کا چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے اور کافر لوگ دنیا کی زندگی پر خوش ہو رہے ہیں اور دنیا کی زندگی آخرت (کے مقابلے) میں (بہت) تھوڑا فائدہ ہے O اور کافر کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی؟ کہہ دو کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو (اُس کی طرف) رجوع ہوتا ہے اُس کو اپنی طرف کا راستہ دکھاتا ہے O (یعنی) جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جن کے دل یادِ الٰہی سے آرام پاتے ہیں (اُن کو) اور سن رکھو کہ اللہ کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں O جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اُن کیلئے خوشحالی اور عمدہ ٹھکانہ ہے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں وسعت کر دیتا ہے

۲۔ جس کے لئے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے

۳۔ یہ کافر لوگ دنیوی زندگی میں مگن ہیں

۴۔ حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیوی زندگی کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ معمولی سی پونجی ہے

۵۔ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟

۶۔ کہہ دو کہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے

۷۔ اپنے راستہ پر انہی کو لاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کریں

۸۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جن کے دل اللہ کے ذکر سے آرام پاتے ہیں

۹۔ سن رکھو کہ اللہ کے ذکر سے دل آرام پاتے ہیں

۱۰۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں۔

۱۱۔ جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں

۱۲۔ ان کے حصے میں خوشحالی بھی ہے اور بہترین انجام بھی۔

پچھلی آیتوں میں مشرکین کیلئے آخرت میں بدترین ٹھکانے کی وعید بیان کی گئی۔ عموماً لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال گھومتا رہتا ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے کفر وشرک اور ان کی شرارتوں اور نافرمانیوں کے باوجود ان کے رزق

میں خوب فراوانی رہتی ہے اور ان کے مقابلہ میں بہت سے ایمان والے فرمانبردار ہوتے ہیں جو رزق کی تنگی کا شکار نظر آتے ہیں، دین کے دشمنوں کے ساتھ اس قدر مہربانی کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہاں یہ دیا ہے کہ دنیا میں جو رزق دیا جاتا ہے وہ ایمان اور کفر کی بنیاد پر نہیں دیا جاتا بلکہ رزق کی تقسیم اور وسعت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہے۔ وہ جس کو چاہے خوب رزق عطا کرے اور رزق کے خزانے جاری کر دے اور جس کو چاہے تنگی میں رکھے۔ وہ اس کا اپنا اختیار ہے۔ اس کے پیچھے پروردگار کا انصاف اور اس کی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی مومن و مسلمان کو آزمائش اور امتحان کے لئے رزق کی تنگی میں مبتلا کرتے ہیں اور اس کے بدلہ میں اس کے لئے آخرت میں اجرِ کثیر عطا فرماتے ہیں اور کبھی ڈھیل دینے کی غرض سے کافر کو خوب رزق دیا جاتا ہے تا کہ اس کو مہلت دے کر آزمایا جائے۔ ایسے کافروں کے لئے تو آخرت میں محرومی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ کسی کافر کو خوب رزق مل جانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ کے ہاں اس کا مرتبہ زیادہ ہے یا اللہ اس سے راضی اور خوش ہے اور کسی مومن کو رزق کی تنگی میں مبتلا کر دینا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہیں۔ سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۵۵ اور ۵۶ میں یہ بات بتلائی گئی: اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ کیا یہ لوگ اس خیال میں ہیں کہ ہم ان کو جو دولت اور اولاد دیئے جا رہے ہیں تو ان کو بھلائیاں پہنچانے میں جلدی دکھا رہے ہیں؟ نہیں! بلکہ ان کو حقیقت کا شعور نہیں ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۲ اور ۱۸۳ میں یوں کہا گیا کہ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ' جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے انہیں ہم اس طرح دھیرے دھیرے پکڑ میں لیں گے کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں یقین جانو کہ میری خفیہ تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

یہاں کافروں کے بارے میں یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ یہ کافر لوگ دنیا والی زندگی پر اترا رہے ہیں اور اس زندگی پر فریفتہ ہیں۔ دنیا کی اس محبت اور فریفتگی نے انہیں ایمان سے محروم کر دیا ہے اور ان کو آخرت کی کوئی فکر ہی نہیں ہے۔ حالانکہ دنیا کی اس زندگی کی آخرت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں۔ آخرت سمندر ہے اور دنیا اس کا ایک قطرہ ہے۔ اس حقیر دنیا کی خاطر آخرت کی کامیابی اور ایمان سے محروم رہ جانا بہت بڑی تباہی ہے اور کامیابی سے محرومی ہے۔ ان مشرکوں اور کافروں کی حالت یہ ہے کہ انہیں ان کے پاس جو دولت ہے اس کا علم ہے اور انہیں ان خزانوں کا علم نہیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں اگر غور کیا جائے تو دنیا کی یہ نعمتیں زائل ہونے والی ہیں۔ دنیا کی یہ نعمتیں تھوڑی بھی ہیں اور ہم سے رخصت ہونے والی بھی ہیں۔ دنیا کا حال یہ ہے کہ یا تو ہم ان نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا سے چلے جاتے ہیں یا یہ نعمتیں ہمیں چھوڑ کر چلی جاتی ہیں۔ مسلم اور ترمذی میں رسولِ رحمت ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حقیقت صرف اتنی ہی ہے کہ تم میں سے کوئی سمندر میں اپنی انگلیاں ڈالتا

ہے، ان انگلیوں سے لگ کر جس قدر پانی آتا ہے دنیا صرف اتنی ہی ہے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا ۔
کافروں اور مشرکوں نے ہمیشہ اپنی پسند کی نشانیوں کا مطالبہ کیا، مگر جو نشانیاں اور معجزات رسولِ رحمت ﷺ کو دیئے گئے ان سے ان کافروں نے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ ان معجزات اور نشانیوں سے وہ متاثر ہی نہیں ہوئے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں گمراہ کردیتے ہیں۔ ان کے کفر پر جمے رہنے، دین سے حد سے زیادہ عناد اور دشمنی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ کردیتے ہیں تو اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، ہدایت اور گمراہی دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ ہدایت کے مستحق تو وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں اور جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے سکون ملتا ہے۔ ایمان والوں کا دل تو اللہ کے ذکر سے ہی مطمئن ہوتا ہے۔ ذکر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کو خوشخبری دی جارہی ہے، جو ایمان لاتے ہیں اور نیک اعمال اختیار کرتے ہیں کہ طُوْبٰی لَھُمْ ان کے لئے خوشحالی بھی ہے اور حُسْنُ مَاٰبٍ ان کا ٹھکانہ بھی اچھا ہے۔ طُوْبٰی سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے کے مطابق جنت ہے۔ دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ طُوْبٰی جنت کا ایک درخت ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۲۶﴾ یہ لوگ اس ذات کی ناشکری کر رہے ہیں جو مہربان ہے ﴿الرّعد :۳۰۔۳۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كَذٰلِكَ (جیسے پہلے رسول بھیجے تھے) اسی طرح اَرْسَلْنٰكَ ہم نے آپ کو بھیجا فِيْٓ اُمَّةٍ ایسی امت میں قَدْ خَلَتْ (کہ) تحقیق گزر چکی ہیں مِنْ قَبْلِهَآ اس سے پہلے اُمَمٌ کئی امتیں لِّتَتْلُوَاْ تاکہ آپ پڑھیں عَلَيْهِمُ ان پر الَّذِيْٓ وہ (قرآن) جو اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کیا اِلَيْكَ آپ کی طرف وَهُمْ اور وہ يَكْفُرُوْنَ کفر کرتے ہیں بِالرَّحْمٰنِ رحمٰن کے ساتھ قُلْ کہہ دیجئے هُوَ رَبِّيْ وہ میرا رب ہے لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبودِ (برحق) اِلَّا هُوَ مگر وہی عَلَيْهِ اُسی پر ہی تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف مَتَابِ میرا لوٹنا ہے ۝ وَلَوْ اور اگر اَنَّ قُرْاٰنًا بے شک (ہوتا) کوئی قرآن سُيِّرَتْ (کہ) چلائے جاتے بِهِ اس کے ذریعے الْجِبَالُ پہاڑ اَوْ قُطِّعَتْ یا قطع کی جاتی بِهِ اس کے ذریعہ سے الْاَرْضُ زمین اَوْ كُلِّمَ یا بلوائے جاتے

بِهِ اس کے ذریعہ الْمَوْتٰی مردے (تو یہی قرآن ہوتا) بَلْ بلکہ لِّلّٰهِ اللہ ہی کیلئے ہے الْاَمْرُ معاملہ (اختیار) جَمِيْعًا سارا اَفَلَمْ کیا پھر (ابھی تک) نہیں يَايْئَسِ جانا الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جو اٰمَنُوْٓا ایمان لائے اَنْ لَّوْ یہ کہ اگر يَشَآءُ اللّٰهُ چاہتا اللہ لَهَدَی (تو) البتہ ہدایت دیتا النَّاسَ جَمِيْعًا سب لوگوں کو وَلَا يَزَالُ اور ہمیشہ رہیں گے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا تُصِيْبُهُمْ پہنچے گی انہیں بِمَا بوجہ اس کے جو صَنَعُوْا انہوں نے کیا قَارِعَةٌ سخت آفت اَوْ تَحُلُّ یا وہ اترے گی قَرِيْبًا قریب مِّنْ دَارِهِمْ ان کے گھروں کے حَتّٰی یہاں تک کہ يَاْتِيَ آ جائے وَعْدُ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ لَا يُخْلِفُ نہیں خلاف کرتا الْمِيْعَادَ (اپنے) وعدے کے ۝

ترجمہ: (جس طرح ہم اور پیغمبر بھیجتے رہے ہیں) اُسی طرح (اے محمد ﷺ!) ہم نے تمہیں اس اُمت میں جس سے پہلے بہت سی اُمتیں گزر چکی ہیں بھیجا ہے تا کہ تم اُن کو وہ (کتاب) جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے پڑھ کر سنا دو اور یہ لوگ رحمٰن کو نہیں مانتے کہہ دو وہی تو میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ○ اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس (کی تاثیر) سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین پھٹ جاتی یا مُردوں سے کلام کر سکتے (تو یہی قرآن ان اوصاف سے متصف ہوتا مگر) بات یہ ہے کہ سب باتیں اللہ کے اختیار میں ہیں تو کیا مومنوں کو اس سے اطمینان نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کے رستے پر چلا دیتا۔ اور کافروں پر ہمیشہ اُن کے اعمال کے بدلے بلا آتی رہے گی یا اُن کے مکانات کے قریب نازل ہوتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ پہنچے بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تیرہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! جس طرح دوسرے رسول بھیجے گئے تھے اسی طرح ہم نے تمہیں ایک ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں۔

۲۔ تا کہ تم ان کے سامنے وہ کتاب پڑھ کر سنا دو جو ہم نے وحی کے ذریعہ تم پر نازل کی ہے۔

۳۔ یہ لوگ اس ذات کی ناشکری کر رہے ہیں جو سب پر مہربان ہے

۴۔ کہہ دو کہ وہ میرا پالنے والا ہے۔

۵۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

۶۔ اسی پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے۔

۷۔ اسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے

۸۔ اگر کوئی قرآن ایسا بھی اترتا جس کے ذریعہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جاتے یا اس کی بدولت زمین شق

کردی جاتی یا اس کے نتیجے میں مُردوں سے بات کر لی جاتی تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے

۹۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تمام تر اختیار اللہ ہی کا ہے

۱۰۔ کیا پھر بھی ایمان والوں نے یہ سوچ کر اپنا ذہن فارغ نہیں کیا کہ اگر اللہ چاہتا تو سارے ہی انسانوں کو زبردستی راہ پر لے آتا؟

۱۱۔ جنہوں نے کفر اپنایا ہے ان پر تو ان کے کرتوت کی وجہ سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی کھڑکھڑانے والی مصیبت پڑتی رہتی ہے یا ان کی بستی کے قریب کہیں نازل ہوتی رہتی ہے۔

۱۲۔ یہاں تک کہ ایک دن اللہ نے جو وعدہ کر رکھا ہے وہ پورا ہو جائے گا

۱۳۔ یقین رکھو کہ اللہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

جب سے یہ دنیا بنی ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے مختلف علاقوں میں مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کی طرف رسولوں اور نبیوں کو بھیجا۔ رسولِ رحمت ﷺ سے پہلے کئی قومیں بھی گزری ہیں اور متعدد انبیاء بھی گزرے ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ کو آخری نبی بنا کر اس دنیا میں اس لئے بھیجا گیا تا کہ آپ ان لوگوں کے سامنے وہ آیتیں تلاوت کریں جن کو وحی کے ذریعہ آپ ﷺ تک پہنچایا گیا۔ چنانچہ رسولِ رحمت ﷺ کی زندگی کا مشن یہ بھی تھا کہ آپ لوگوں کے سامنے آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرتے تھے۔ سورۂ طلاق کی آیت نمبر ۱۱ میں یہی بات یوں کہی گئی: رَّسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ وہ رسول جو تمہیں اللہ کے صاف احکام پڑھ کر سناتا ہے تا کہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے۔ سورۂ جمعہ کی آیت نمبر ۲ میں رسولِ رحمت ﷺ کے اس مشن کے بارے میں یوں بتلایا گیا: هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ ۗ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ وہی تو ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یہ اعلان کروایا جا رہا ہے کہ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے تو بس اسی پر بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہونا بھی ہے۔

اس کے بعد قرآنِ مجید کی عظمت، اس کی شان اور اس کی ان تمام آسمانی کتابوں پر فضیلت بتلائی جا رہی ہے جو آسمانی کتابیں آپ ﷺ سے پہلے نازل کی گئی ہیں۔ اگر قرآن ایسا ہوتا جس کی وجہ سے پہاڑ چلا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ زمین کے ٹکڑے کر دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ مُردوں سے بات کرا دی جاتی تب بھی یہ کافر اور مشرک ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سارے امور اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔ وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا

ہے۔ وہ جو نہیں چاہتا وہ ہو ہی نہیں سکتا۔ صاحبِ معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے ایک سوال پر نازل ہوئی۔ عبداللہ بن امیہ اور ابوجہل ایک دن رسولِ رحمت ﷺ سے کہنے لگے کہ اگر آپ کی خوشی اس میں ہے کہ ہم آپ کی اتباع کر لیں تو اس قرآن کے ذریعہ مکہ کے پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر اور کہیں بھجوا دیجئے تا کہ مکہ کی سرزمین کشادہ ہو جائے اور مکہ کی سرزمین پھٹ جائے اور اس میں نہریں اور چشمے جاری ہو جائیں تا کہ ہم اس میں درخت لگائیں اور کھیتیاں بوئیں اور ہمیں باغات مل جائیں۔ آپ کا کہنا ہے کہ داود علیہ السلام کے لیے پہاڑ مسخر کر دیئے گئے اور سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر کر دی گئی تھی۔ لہٰذا ہمارے لئے بھی ہوا مسخر کر دیجئے۔ ہم تجارت کے لئے ملک شام آتے جاتے ہیں، اگر ہوا ہمارے لئے مسخر ہو جائے تو ہمارا کافی وقت بچ جائے گا وغیرہ۔ ان کافروں کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۱۱ میں بھی اس کی وضاحت یوں کی گئی: وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے، مگر یہ کہ اللہ چاہے، بات یہ ہے کہ یہ اکثر نادان ہیں۔ جب مکہ کے مشرکین نے اس قسم کی فرمائشیں کیں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولِ رحمت ﷺ سے خواہش ظاہر کی کہ یہ معجزات ظاہر ہو جاتے تو اچھا ہوتا تا کہ یہ لوگ اسلام قبول کر لیتے۔ اس کا جواب اس طرح دیا گیا کہ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا کیا پھر بھی ایمان والوں نے یہ سوچ کر اپنا ذہن فارغ نہیں کیا کہ اگر اللہ چاہتا تو سارے ہی انسانوں کو زبردستی راہ پر لے آتا؟ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ کافروں کی جانب سے جو معجزات کے مطالبے ہوتے تھے مگر ان مطالبوں کو پورا نہیں کیا جاتا تھا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کے مطالبات کا پابند نہیں ہے، وہ تو زمین و آسمان کا خالق اور مالک ہے۔ وہ قادر و مختار پروردگار ہے۔ وہ اپنی حکمت سے جو چاہے کرتا ہے، اس پر کوئی زبردستی نہیں کر سکتا۔

یہ مشرکین جو کچھ کر رہے ہیں اس کی سزا تو ان کو ملے گی اور ان کی حرکتوں کی وجہ سے ان پر آفتیں اور مصیبتیں آتی رہیں گی جیسا کہ مکہ والوں پر قحط آیا۔ جنگِ بدر کے موقع پر بڑے بڑے سردار ہلاک ہوئے اور قیدی بن کر ذلت سے دوچار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس کا کیا ہوا ہر وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے اور وہ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

آپ سے پہلے بھی پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا

درس نمبر: ۱۰۲۷ — الرّعد: ۳۲۔۳۳۔۳۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ قف فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ م بِمَا كَسَبَتْ ج وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ط قُلْ سَمُّوْهُمْ ط اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي

الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ اور البتہ تحقیق استہزا کیا گیا بِرُسُلٍ رسولوں کے ساتھ مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے فَاَمْلَيْتُ تو میں نے مہلت دی لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جنھوں نے كَفَرُوْا کفر کیا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ پھر میں نے ان کو پکڑا فَكَيْفَ كَانَ چنانچہ کیسا (شدید) تھا عِقَابِ میرا عذاب؟ ۝ اَفَمَنْ کیا پھر جو ذات (کہ) هُوَ قَآئِمٌ وہ نگہبان ہے عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ ہر نفس پر بِمَا ساتھ اس کے جو كَسَبَتْ اس نے کمایا (مانند اس کے ہے جو ایسا نہیں؟) وَجَعَلُوْا اور انھوں نے بنائے لِلّٰهِ اللہ کے لیے شُرَكَآءَ شریک قُلْ کہہ دیجئے سَمُّوْهُمْ تم ان کے نام تو لو اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ کیا تم خبر دیتے ہو اس (اللہ) کو بِمَا ان چیزوں کی کہ لَا يَعْلَمُ وہ (انہیں) نہیں جانتا فِي الْاَرْضِ زمین میں؟ اَمْ بلکہ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ (تم شریک ٹھہراتے ہو) ظاہری لفظ (کے اعتبار) سے بَلْ بلکہ زُيِّنَ مزیّن کر دیا گیا لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جنھوں نے كَفَرُوْا کفر کیا مَكْرُهُمْ ان کا مکر وَصُدُّوْا اور وہ روکے گئے عَنِ السَّبِيْلِ راہِ (حق) سے وَمَنْ اور جسے يُّضْلِلِ اللّٰهُ گمراہ کرے اللہ فَمَا تو نہیں ہے لَهٗ اس کے لیے مِنْ هَادٍ کوئی رہنما ۝ لَهُمْ عَذَابٌ ان کے لیے عذاب ہے فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اور البتہ آخرت کا عذاب اَشَقُّ سخت ترین ہے وَمَا اور نہیں ہے لَهُمْ ان کے لیے مِّنَ اللّٰهِ اللہ (کے عذاب) سے مِنْ وَّاقٍ کوئی بھی بچانے والا ۝

ترجمہ: اور تم سے پہلے بھی رسولوں کیساتھ مذاق ہوتے رہے ہیں تو ہم نے کافروں کو مہلت دی پھر پکڑ لیا سو (دیکھ لو کہ) ہمارا عذاب کیسا تھا O تو کیا جو (اللہ) ہر متنفس کے اعمال کا نگران (ونگہبان) ہے (وہ بتوں کی طرح بے علم و بے خبر ہو سکتا ہے؟) اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں ان سے کہو کہ (ذرا) ان کے نام تو لو کیا تم اُسے ایسی چیزیں بتاتے ہو جس کو وہ زمین میں (کہیں بھی) معلوم نہیں کرتا یا (محض) ظاہری (باطل اور جھوٹی) بات کی (تقلید کرتے ہو) اصل یہ ہے کہ کافروں کو ان کے فریب خوبصورت معلوم ہوتے ہیں اور وہ (ہدایت کے) رستے سے روک لئے گئے ہیں۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں O اُن کو دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے اور ان کو اللہ (کے عذاب سے) کوئی بھی بچانے والا نہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! حقیقت یہ ہے کہ تم سے پہلے پیغمبروں کا بھی مذاق اڑایا گیا تھا۔

۲۔ ایسے کافروں کو بھی میں نے مہلت دی تھی

۳۔ مگر کچھ وقت کے بعد میں نے ان کو گرفت میں لے لیا

۴۔اب دیکھ لو کہ میرا عذاب کیسا تھا؟

۵۔بھلا بتاؤ کہ ایک طرف وہ ذات ہے جو ہر شخص کے ہر کام کی نگرانی کر رہی ہے؟

۶۔دوسری طرف ان لوگوں نے اللہ کے ساتھ شریک مانے ہوئے ہیں

۷۔کہو کہ ذرا ان خدا کے شریکوں کے نام تو بتاؤ

۸۔اگر کوئی نام لو گے تو کیا اللہ کو کسی ایسے وجود کی خبر دو گے جس کا دنیا بھر میں اللہ کو بھی پتہ نہیں ہے؟

رسولِ رحمت ﷺ سے بطور تسلی یہ بات کہی جارہی ہے کہ اگر یہ مکہ کے مشرکین آپ کا مذاق اڑاتے ہیں اور آپ کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں تو آپ کو غمزدہ یا دل شکستہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ کسی بھی نبی کے ساتھ مذاق اڑانے اور تمسخر کرنے کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ آپ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں ان کا بھی مذاق اڑایا گیا ہے۔پیغمبر! اگر یہ مشرکین آپ کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کا مذاق اڑاتے ہیں اور آپ سے معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں تو آپ ان کی طرف سے ہونے والی اذیتوں پر صبر سے کام لیجئے۔گزرے ہوئے نبیوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اور ان نبیوں نے ان اذیتوں پر جو کچھ صبر کیا اور برداشت کیا یہ سب آپ کیلئے نمونہ ہے۔جو کافر آپ کے ساتھ اس قسم کا سلوک کر رہے ہیں ان کو ہم اگر کھلے عام آزاد چھوڑے ہوئے ہیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کو یوں ہی ہمیشہ چھوڑ دیا جائے گا، نہیں ہرگز نہیں! حقیقت یہ ہے کہ ان کافروں کیلئے ہماری طرف سے یہ مہلت ہے اور مہلت کی اس مدت کا علم تو ہم کو ہے اور ہم اپنی حکمت سے جب ان کو پکڑیں گے تو ان سب کو عذاب کا مزہ چکھا کر رہیں گے۔ آپ خود دیکھئے کہ گزری ہوئی قوموں کو جب ہم نے پکڑا تو ان سب کا کیا انجام ہوا؟ سورۂ حج کی آیت نمبر ۴۸ میں بھی رب ذوالجلال کے اس معمول کو یوں بیان کیا گیا: وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ج وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو میں نے مہلت دی جبکہ وہ ظلم کرنے والی تھیں۔پھر میں نے ان بستی میں رہنے والوں کو پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۰۲ میں یوں کہا گیا: وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ط اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جبکہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے، بیشک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے۔

اس کے بعد یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ جو ذات علیم وخبیر ہو جس کو دنیا جہاں کی ہر چیز کا پورا علم ہو کیا ایسی ذات بابرکت کے برابر وہ شخص یا وہ چیز ہوسکتی ہے جس کو کچھ بھی علم نہیں؟ یہ بت جن کی یہ مشرکین عبادت کر رہے ہیں ان معبودوں کی حالت یہ ہے کہ ان کو ان کی عبادت کرنے والے مشرکوں کے حال کا بھی علم نہیں۔ایسے بے بس، بے علم، بے عقل معبود کیا اس رب ذوالجلال کے برابر ہوسکتے ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں! ان مشرکوں نے یہ معبود اپنے ہاتھوں سے بنالئے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ذرا ان بتوں کا نام تو لو اور بتاؤ کہ ان بتوں اور معبودوں کی کیا حیثیت ہے؟ کچھ

بھی حیثیت ان بتوں کی نہیں ہے۔ یہ مشرکین گویا اللہ تعالیٰ کو بتا رہے ہیں کہ زمین میں آپ کے شریک ہیں حالانکہ اللہ کے علم میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ان مشرکین کی صرف زبانی باتیں ہیں کہ اللہ کے شریک زمین میں ہیں، جبکہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں، یہ صرف ظاہری اور ہوائی باتیں ہیں۔ ان کافروں کو ان کا یہ عمل خوشنما معلوم ہو رہا ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ سیدھے راستہ سے روک دیئے گئے ہیں۔ اللہ جس کو گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو سخت ترین ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۲۸﴾ اس جنت کا حال جو متقیوں کیلئے تیار کی گئی ہے ﴿الرّعد: ۳۵-۳۶﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ صفت اس جنت کی جس کا وُعِدَ وعدہ دیئے گئے ہیں الْمُتَّقُوْنَ متقی لوگ تَجْرِیْ (یہ ہے کہ) بہتی ہیں مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اس کے نیچے نہریں اُكُلُهَا اس کے پھل دَآئِمٌ دائمی ہیں وَّظِلُّهَا اور اس کا سایہ (بھی) تِلْكَ عُقْبَى یہ انجام ہے الَّذِيْنَ ان لوگوں کا جنہوں نے اتَّقَوْا تقویٰ اختیار کیا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ اور کافروں کا انجام النَّارُ آگ ہے ۝ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ کہ اٰتَيْنٰهُمُ ہم نے ان کو دی الْكِتٰبَ کتاب يَفْرَحُوْنَ وہ خوش ہوتے ہیں بِمَآ اس (قرآن) کے ساتھ جو اُنْزِلَ اتارا گیا اِلَيْكَ آپ کی طرف وَمِنَ الْاَحْزَابِ اور کچھ گروہ مَنْ يُّنْكِرُ وہ ہیں جو انکار کرتے ہیں بَعْضَهٗ اس کے بعض (احکام) کا قُلْ کہہ دیجئے اِنَّمَآ اُمِرْتُ مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ یہ کہ میں (صرف) اللہ کی عبادت کروں وَلَآ اُشْرِكَ اور نہ میں شریک ٹھہراؤں بِهٖ اس کے ساتھ (کسی کو بھی) اِلَيْهِ اَدْعُوْا میں اُسی کی طرف بلاتا ہوں وَاِلَيْهِ اور اُسی کی طرف مَاٰبِ میری واپسی ہے ۝

ترجمہ: جس باغ کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کے اوصاف یہ ہیں کہ اُس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں اُس کے پھل ہمیشہ (قائم رہنے والے) ہیں اور اُس کے سائے بھی۔ یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی ہیں۔ اور کافروں کا انجام دوزخ ہے O اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (کتاب) سے جو تم پر نازل ہوئی ہے خوش ہوتے ہیں۔ اور بعض فرقے اس کی بعض باتیں نہیں بھی مانتے۔ کہہ دو کہ مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کروں اور اُس کیساتھ (کسی کو) شریک نہ بناؤں میں اُسی کی طرف بلاتا ہوں اور اُسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ دوسری طرف وہ جنت جس کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔
۲۔ اس کے پھل بھی سدا بہار ہیں اور اس کی چھاؤں بھی
۳۔ یہ انجام ہے ان لوگوں کا جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا
۴۔ جبکہ کافروں کا انجام دوزخ کی آگ ہے
۵۔ اے پیغمبر! جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کلام سے خوش ہوتے ہیں جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔
۶۔ انہی گروہوں میں وہ بھی ہیں جو اس کی بعض باتوں کو ماننے سے انکار کرتے ہیں
۷۔ کہہ دو کہ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں
۸۔ اس کے ساتھ کسی کو خدائی میں شریک نہ مانوں
۹۔ اسی بات کی میں دعوت دیتا ہوں۔
۱۰۔ اسی ایک اللہ کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے۔

پچھلی آیت میں کافروں کے لئے دنیا اور آخرت میں عذاب کی وعید بیان کی گئی۔ اس آیت میں متقیوں کے لئے جو جزا اور نیک بدلہ دیا جائے گا اس کا ذکر ہے اور اس نعمت کا بھی تذکرہ ہے جو ایمان والوں کو نعمتوں والی جنت عطا کی جائے گی۔ قرآنِ مجید کا یہ عمدہ انداز اور اس کی بلند شان ہے کہ جہاں نیک لوگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہاں بُرے لوگوں کا ذکر بھی ہوتا ہے، جہاں نیک بختوں کا ذکر ہوتا ہے وہاں بدبختوں کا بھی ذکر ہوتا ہے، جہاں توحید اور موحدین کا ذکر ہوتا ہے وہاں شرک اور مشرکین کا ذکر بھی ہوتا ہے، جہاں وعدے کئے جاتے ہیں وہیں وعیدیں بھی بتلائی جاتی ہیں اور جہاں دوزخ کے تذکرے ہوتے ہیں وہاں جنت کی نعمتوں کی تفصیلات بھی بتلائی جاتی ہیں۔ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۱۱ میں قیامت کا انکار کرنے والوں کے لئے دوزخ کی وعید بیان کی گئی: وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا اور ہم نے قیامت کے جھٹلانے والے کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ آیت نمبر ۱۵ میں متقیوں کے لئے جنت کی خوشخبری سنائی گئی: قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ کہہ دیجئے کہ کیا وہ بہتر ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کی جنت جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے؟

اس آیت میں متقیوں کے لئے جنت کی خوشخبری دی جا رہی ہے: مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ جو لوگ اس دنیا میں تقویٰ والی زندگی بسر کرتے ہیں ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت تیار کر رکھی ہے۔ چندروزہ زندگی میں آدمی اللہ سے ڈرتے ہوئے اپنی مرغوب چیزیں چھوڑ دیتا ہے، اپنے نفس کو مار کر زندگی گزارتا ہے، رب ذوالجلال کی مرضی کے مطابق تقویٰ والی زندگی بسر کرتا ہے اور حرام چیزوں سے گریز کرتا ہے اور حلال کے دائرہ میں گنتی کے یہ چند دن گزارتا ہے۔ ایسے صابر و متقی بندوں کیلئے اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان وہ جنت عطا کرتے ہیں جو ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں نعمتوں کو اپنے

دامن میں رکھتی ہے۔سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۱۵ میں بھی متقیوں کے لئے ہمیشہ رہنے والی جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ سورۂ محمد کی آیت نمبر ۱۵ میں متقیوں کے لئے جس جنت کی خوشخبری دی گئی ہے اس جنت کی نعمتوں کی تفصیلات یوں بیان کی گئی ہیں: قُلْ اَذٰلِکَ خَیْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ کَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِیْرًا پوچھو کہ یہ بہتر ہے یا ہمیشہ کی جنت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ ہے؟ یہ ان کے اعمال کا بدلہ اور رہنے کا ٹھکانہ ہوگا۔

یہاں جنت کی ایک اہم خوبی یہ بیان کی گئی: اُکُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا جنت کے پھل ہمیشہ رہیں گے اور جنت کا سایہ بھی ہمیشہ رہے گا۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ مخصوص قسم کے پھل مخصوص موسم ہی میں ملتے ہیں، مگر جنت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں ہر قسم کے پھل ہر وقت ملتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوگا کہ جنت میں کسی ایسے پھل کے لئے جس کی ہمارے دل میں خواہش ہو لمبی مدت کا انتظار کرنا پڑے۔ دنیا میں سایہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ جس جگہ ہم بیٹھے ہوئے ہیں وہاں سایہ تھوڑی دیر رہتا ہے، اس کے بعد سایہ غائب ہو جاتا ہے۔ جنت میں جنتیوں کے لئے ایسا زائل ہونے والا سایہ نہیں دیا جائے گا بلکہ ایسا سایہ دیا جائے گا جو ہمیشہ رہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۷ میں جنت کے سایہ کے بارے میں یوں کہا گیا: وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا اور ہم انہیں گھنی چھاؤں میں لے جائیں گے۔ سورۂ واقعہ میں پھلوں کے بارے میں یوں ہے: وَفَاکِهَةٍ کَثِیْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ اور بکثرت پھلوں میں جو نہ ختم ہوں نہ روک لئے جائیں۔

پھر یہ بات کہی جارہی ہے کہ یہ ہے متقیوں کا انجام تِلْکَ عُقْبَی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اور وَّعُقْبَی الْکٰفِرِیْنَ النَّارُ کافروں کا انجام دوزخ ہے۔ متقیوں کو ان کے تقویٰ کی وجہ سے جنت اور کافروں کو ان کے کفر کی وجہ سے دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔ یہود و نصاریٰ جو اہلِ کتاب کہلاتے ہیں جن کو آسمانی کتابیں تورات وانجیل دی گئی تھیں ان یہود و نصاریٰ کی دو قسمیں ہیں۔ ان یہود و نصاریٰ کی پہلی قسم وہ ہے جو یقیناً خوش نصیب ہے جو قرآنِ مجید کے رسولِ رحمت ﷺ پر اترنے سے خوش ہوتے ہیں، اس لئے کہ یہ یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں میں یعنی تورات وانجیل میں رسولِ رحمت ﷺ کی سچائی کی گواہی پاتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۱ میں ہے: اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو ایسا پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے، یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس پاکیزہ اور حق شناس جماعت میں حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ہیں۔ نصاریٰ کی بھی ایک جماعت انہی افراد پر مشتمل تھی جن کا تعلق حبشہ، یمن اور نجران سے تھا۔ یہود و نصاریٰ کی دوسری جماعت ان بدبختوں کی تھی جو نبی اور نبی پر اتری ہوئی کتاب یعنی قرآنِ مجید کا انکار کرتی تھی، جیسے کعب ابن اشرف یہودی، عاقب اسقفی نجران اور ان کے چیلے وغیرہ۔ اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یہ اعلان کروایا جارہا ہے کہ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِکَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَاِلَیْهِ مَاٰبِ کہہ دیجئے پیغمبر! مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں۔ میں تو بس اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں اور

صرف اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔ جب مجھے اس کی طرف جانا ہے تو مجھے وہی جزا دے گا۔ جب وہی پروردگار مجھے جزا دینے والا ہے تو میں تو اسی کو راضی کرنے کی فکر کروں گا۔ میں کیوں تم کو راضی کرنے کی چکر میں پڑوں؟ میں تو بس جس ذمہ داری کے ساتھ میرے رب نے مجھے دنیا میں بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو اس رب ذوالجلال کی طرف بلاؤں تو میں لوگوں کو اسی ایک رب کی طرف بلاتا رہوں گا۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۶۴ میں یوں ہے: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ کہہ دو کہ اے اہل کتاب! جو بات ہمارے اور تمہارے دونوں کے درمیان یکساں تسلیم کی گئی ہے اس کی طرف آ ؤ وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔ پھر اگر یہ لوگ اس بات کو نہ مانیں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

﴿درس نمبر:۱۰۲۹﴾ ہم نے رسولوں کو بیویاں بھی دیں اور اولاد بھی ﴿الرّعد:۳۷۔۳۸۔۳۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝۳۷ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝۳۸ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝۳۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اس (قرآن) کو نازل کیا حُكْمًا حکم عَرَبِيًّا عربی زبان میں وَلَئِنِ اور البتہ اگر اتَّبَعْتَ آپ نے پیروی کی اَهْوَآءَهُمْ ان کی خواہشوں کی بَعْدَ مَا بعد اس کے کہ جَآءَكَ آیا آپ کے پاس مِنَ الْعِلْمِ علم مَا لَكَ تو (نہیں ہوگا آپ کے لیے مِنَ اللّٰهِ اللہ (کے عذاب) سے مِنْ وَّلِيٍّ کوئی حمایتی وَّلَا وَاقٍ اور نہ (کوئی) بچانے والا ۝۳۷ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجے رُسُلًا کئی رسول مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے وَجَعَلْنَا اور ہم نے کیں (بنائیں) لَهُمْ ان کے لیے اَزْوَاجًا بیویاں وَّذُرِّيَّةً اور اولاد وَمَا اور نہیں كَانَ ہے (اختیار) لِرَسُوْلٍ کسی رسول کے لیے اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ کہ وہ لے آئے کوئی نشانی (معجزہ) اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ کے حکم کے ساتھ لِكُلِّ اَجَلٍ ہر مقررہ وعدے کے لیے كِتَابٌ لکھا ہوا (وقت) ہے ۝۳۸ يَمْحُوا اللّٰهُ مٹاتا ہے اللہ مَا يَشَآءُ جو چاہتا ہے وَيُثْبِتُ اور ثابت رکھتا ہے (جو چاہے) وَعِنْدَهٗٓ اور اُسی کے پاس ہے اُمُّ الْكِتٰبِ اصل کتاب ۝۳۹

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان نازل کیا ہے اور اگر تم علم (ودانش) آنے کے بعد ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے چلو گے تو اللہ کے سامنے کوئی نہ تمہارا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا O اور

(اے محمد ﷺ!) ہم نے تم سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے اور ان کو بیویاں اور اولاد بھی دی تھی اور کسی پیغمبر کے اختیار کی بات نہ تھی کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے۔ ہر (حکم) قضا (کتاب میں) مرقوم ہے O اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) قائم رکھتا ہے اور اُسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اسی طرح ہم نے اس قرآن کو اس طور پر نازل کیا کہ عربی زبان میں خاص حکم ہے۔

۲۔ اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ گیا، اگر آپ نے ان کی خواہش کی اتباع کی تو کوئی ایسا نہیں جو اللہ کے مقابلہ میں آپ کی مدد کرنے والا اور بچانے والا ہو۔

۳۔ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے

۴۔ ہم نے ان کو بیویاں دیں اور ذریت بھی

۵۔ کسی رسول کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ کوئی آیت لے آئے مگر یہ کہ اللہ کا حکم ہو

۶۔ ہر زمانہ کے لئے لکھے ہوئے احکام ہیں

۷۔ اللہ مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے

۸۔ اللہ کے پاس اصل کتاب ہے۔

یہاں یہ بات بیان کی جارہی ہے کہ جس طرح رسولِ رحمت ﷺ سے پہلے رسولوں کو بھیجا گیا اور ان پر آسمانی کتابیں نازل کی گئیں اسی طرح اے پیغمبر! ہم نے آپ پر بھی یہ مقدس آفاقی کتاب قرآنِ مجید نازل کی ہے جس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ محکم ہے یعنی مضبوط، درست اور سیدھی کتاب ہے جس میں کسی بھی قسم کی کوئی کجی نہیں۔ مفسرین نے مُحۡکَمًا سے مراد یہ لیا ہے کہ یہ قرآنِ مجید ایسی کتاب ہے جو حق اور باطل کو صاف بیان کرتی ہے اور تمام امور کے بارے میں فیصلہ کن حقیقت بیان کرتی ہے اور حلال اور حرام کو واضح کرتی ہے۔ قرآنِ مجید کی دوسری صفت یہ ہے کہ پیغمبر! یہ آپ کی قوم کی زبان عربی میں نازل ہوئی ہے تاکہ اس کتاب کا سمجھنا ان کے لئے آسان ہو جائے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۴ میں بھی یہ بات کہی گئی ہے کہ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ ان کے سامنے بات کو واضح طور پر پیش کرے۔ ہمارے ملک کے ذی شعور اور ذمہ دار قسم کے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے علاقہ کی علاقائی زبان سے باخبر رہیں تاکہ ان کی زبان کو جان کر ان میں دین کی دعوت کا کام کرسکیں۔ ہمارے ملک کے بیشتر علماء اور داعی حضرات کا یہ عالم ہے کہ وہ عربی، فارسی اور اردو میں تو بڑے ماہر ہیں مگر اپنے علاقہ کی زبان سے ناواقف ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے اطراف میں قیام پذیر برادرانِ وطن سے اسلام کے پیغام کو پہنچانے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔

یہاں بظاہر رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بالراست کہا جا رہا ہے کہ اگر آپ نے لوگوں کے خواہشات کی اتباع کی اس کے باوجود کہ آپ کے پاس حقیقی علم آ چکا تو یہ بات یاد رکھیئے کہ اللہ کے مقابلہ میں آپ کی کوئی مدد کرنے والا اور آپ کو بچانے والا نہیں ہے۔ یہاں اشارتاً عام مسلمانوں سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ لوگوں کی خواہشات کی اتباع کے سلسلہ میں نبی کا بھی مواخذہ ہوسکتا ہے تو تمہارا تو اس سے زیادہ ہوگا۔ اس لئے اللہ کے حکموں کی اتباع کرو، لوگوں کی خواہشات کی اتباع مت کرو۔

مشرکین رسولِ رحمت ﷺ سے اپنی مرضی کے معجزات کا مطالبہ کرتے تھے جبکہ معجزات قوموں کی مرضی سے ظاہر نہیں کئے جاتے بلکہ رب ذوالجلال کے ارادے سے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ یہی بات یہاں بتلائی جارہی ہے کہ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ۔ الخ۔ کسی بھی نبی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کوئی آیت لے آئے یعنی کوئی معجزہ اپنی طرف سے ظاہر کرے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی اجازت نہ ہو کوئی آیت یعنی کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوسکتا۔ لوگوں کے فرمائشی معجزوں کو اگر کوئی نبی ظاہر نہ کرے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ نبی نہیں ہے۔ بعض مفسرین نے بِـــآيَةٍ سے مراد احکام لئے ہیں کہ کوئی نبی اپنی طرف سے کوئی حکم لے کر نہیں آتا۔ ہر نبی وہی حکم اپنی قوم کو دیتا ہے جو رب ذوالجلال کی طرف سے دیا جاتا ہے۔

یہودیوں نے رسولِ رحمت ﷺ پر یہ اعتراض کیا کہ آپ کی تو بہت سی بیویاں ہیں، جو شخص نبی ہو اسے نبوت کے کاموں سے اتنی فرصت کہاں کہ بہت ساری بیویاں رکھے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہاں یہ دیا ہے کہ اے پیغمبر! آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے تھے ہم نے ان کو بھی بیویاں دی تھیں اور ان کو بھی اولاد دی تھی۔ بیویوں کی کثرت اور اولاد کی کثرت دین کی دعوت دینے میں رکاوٹ نہیں بنتی ہے بلکہ متعدد بیویوں کی وجہ سے متعدد خاندانوں سے روابط اور تعلقات بڑھتے ہیں جن تعلقات کی وجہ سے دین کی دعوت کے کام میں وسعت ہوتی ہے اور وسائل اور اسباب کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ایک اور حقیقت یہاں یہ بیان کی گئی ہے کہ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ' ہر زمانہ کے لئے لکھے ہوئے احکام ہیں۔ ہر پیش آنے والے مخصوص زمانہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف احکامات نازل ہوتے رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس زمانہ کے اعتبار سے احکامات دیئے گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس زمانہ کی حکمت کے تقاضہ کے مطابق احکامات دیئے گئے۔

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ۔ الخ۔ یہاں یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جن احکام کو چاہتا ہے منسوخ کردیتا ہے اور جن احکام کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے۔ دنیا کا سارا نظام اللہ کی مرضی سے چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سب پابند ہیں۔ وہ کسی کے حکم کا پابند نہیں ہے۔ وہ جب چاہے جو چاہے جس کو چاہے جیسے چاہے حکم دے، اس پر اعتراض کرنے کا یا اس سے باز پرس کرنے کا کمزور اور حقیر بندوں کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ وہ مالکِ کُل ہے۔ وہ مختارِ کُل

ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے مٹاتا ہے اور جس کو چاہے ثابت رکھتا ہے کا مطلب بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے توبہ کرنے کی وجہ سے ان کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور ان کے بدلہ نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

آپ کے ذمہ تو بس پہنچا دینا ہے

درس نمبر: ۱۰۳۰ — الرَّعد: ۴۰۔۴۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْنَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِنْ مَّا اور اگر نُرِيَنَّكَ ہم آپ کو دکھائیں بَعْضَ الَّذِىْ بعض وہ (عذاب) جس کا نَعِدُهُمْ ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں اَوْنَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم آپ کو وفات دے دیں فَاِنَّمَا عَلَيْكَ تو آپ پر صرف الْبَلٰغُ پہنچانا ہی ہے وَعَلَيْنَا اور ہم پر ہے الْحِسَابُ حساب (لینا) ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا اَنَّا (کہ) بے شک ہم نَاْتِى چلے آتے ہیں الْاَرْضَ (ان کی) زمین کو نَنْقُصُهَا اسے کم کرتے ہوئے مِنْ اَطْرَافِهَا اس کے اطراف سے وَاللّٰهُ يَحْكُمُ اور اللہ حکم کرتا ہے لَا مُعَقِّبَ نہیں ہے کوئی رد کرنے والا لِحُكْمِهٖ اس کے حکم کو وَهُوَ اور وہ سَرِيْعُ الْحِسَابِ جلد حساب لینے والا ہے ۝ وَقَدْ مَكَرَ اور تحقیق تدبیریں کی تھیں (انبیاء کے خلاف) الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جو مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے تھے فَلِلّٰهِ بالآخر اللہ ہی کیلئے ہیں الْمَكْرُ تدبیریں جَمِيْعًا ساری يَعْلَمُ وہ جانتا ہے مَا تَكْسِبُ جو کچھ کماتا ہے كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس وَسَيَعْلَمُ اور عنقریب جان لیں گے الْكُفّٰرُ کافر لِمَنْ کس کے لیے ہے عُقْبَى الدَّارِ (اچھا) انجام آخرت کا؟ ۝ وَ يَقُوْلُ اور کہتے ہیں الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا لَسْتَ نہیں ہے تو مُرْسَلًا رسول قُلْ آپ کہہ دیجئے كَفٰى بِاللّٰهِ کافی ہے اللہ شَهِيْدًاۢ گواہ بَيْنِىْ میرے درمیان وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان وَمَنْ اور وہ شخص (بھی) کہ عِنْدَهٗ اس کے پاس ہے عِلْمُ الْكِتٰبِ کتاب کا علم ۝

ترجمہ: اور اگر ہم کوئی عذاب جس کا ان لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں تمہیں دکھائیں (یعنی تمہارے رُوبرو ان پر نازل کریں) یا تمہاری مدتِ حیات پوری کر دیں (یعنی تمہارے انتقال کے بعد عذاب بھیجیں) تو تمہارا کام (ہمارے احکام کا) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے O کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اُس کے کناروں کی طرف سے گھٹاتے چلے آتے ہیں اور اللہ (جیسا چاہتا ہے) حکم کرتا ہے کوئی اُس کے حکم کا رد کرنے والا نہیں اور وہ جلد حساب

لینے والا ہے O جو لوگ اُن سے پہلے تھے وہ بھی (بہت) چالیں چلتے رہے ہیں سو چال تو سب اللہ ہی کی ہے۔ ہر متنفس جو کچھ کر رہا ہے وہ اُسے جانتا ہے اور کافر جلد معلوم کرلیں گے کہ عاقبت کا گھر (یعنی انجامِ محمود) کس کیلئے ہے O اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم (اللہ کے) رسول نہیں ہو۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور وہ شخص جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے گواہ کافی ہے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں چودہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر ہم آپ کو بعض وہ وعدے دکھا دیں جو وعدے ہم ان مشرکین سے کر رہے ہیں

۲۔ یا ہم اے پیغمبر! آپ کو اٹھالیں

۳۔ آپ کے ذمہ تو بس پہنچا دینا ہے

۴۔ ہمارے ذمہ حساب لینا ہے

۵۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے کم کرتے چلے آ رہے ہیں؟

۶۔ اللہ حکم فرماتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں

۷۔ وہ جلد حساب لینے والا ہے

۸۔ جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے مکر کیا

۹۔ اللہ ہی کے لئے ہے اصل تدبیر

۱۰۔ جو بھی کوئی شخص عمل کرتا ہے اللہ اسے جانتا ہے

۱۱۔ کافر عنقریب جان لیں گے کہ بعد میں آنے والے گھر کا اچھا انجام کس کے لئے ہے؟

۱۲۔ جنہوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ تم پیغمبر نہیں ہو

۱۳۔ آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہونے کے لئے اللہ کافی ہے

۱۴۔ وہ لوگ کافی گواہ ہیں جن کے پاس کتاب کا علم ہے

یہاں رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ جو لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں اور ہماری طرف سے ان جھٹلانے والوں پر جس عذاب کے آنے کی خبر دی جارہی ہے اس میں آپ کو کسی طرح پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم نے ان جھٹلانے والوں کو آپ کی زندگی ہی میں کوئی عذاب بھیج دیا اور اس عذاب کو آپ نے دیکھ لیا تو ظاہر ہے کہ یہ آپ کی آنکھوں کے ٹھنڈی ہونے کا ذریعہ ہوگا اور اگر ہم نے آپ کو ان جھٹلانے والوں پر عذاب کے آنے سے پہلے ہی اس دنیا سے اٹھا لیا تو اس صورت میں بھی آپ کے لئے فکر کی بات نہیں ہے، اس لئے کہ آپ کا تعلق آپ کی ذمہ داری سے ہے کہ آپ کا کام تو حق کے اس پیغام کو ان تک پہنچا دینا ہے۔ اگر یہ جھٹلانے والے آپ

کی بات کو قبول نہ کریں تو ایسی صورت میں آپ پر کوئی ملامت بھی نہیں ہے اور اگر وہ لوگ قبول نہ کریں تو ان پر عذاب لانے کی ذمہ داری بھی آپ پر نہیں ہے۔ آپ کا کام پہنچانا ہے اور ہمارا کام ان جھٹلانے والوں کا حساب لینا ہے۔ پیغمبر! آپ بس اپنے کام میں مشغول و مصروف رہیں اور لوگوں تک حق کا یہ پیغام پہنچاتے رہیں۔ آپ کو دنیا میں نبی بنا کر بھیجنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ آپ اللہ کے اس پیغام حق کو لوگوں تک پہنچائیں۔ آپ نے تو اپنا وہ حق ادا کر دیا ہے۔ سورۂ غاشیہ کی آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶ میں یہی بات یوں کہی گئی ہے: فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۝ إِنَّ إِلَيْنَآ إِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم پس اے نبی ﷺ تم تو نصیحت کرتے رہو کہ تم نصیحت کرنے والے ہی ہو۔ تم ان پر داروغہ نہیں ہو۔ ہاں! جس نے منہ پھیرا اور نہ مانا تو اللہ اس کو بہت بڑا عذاب دے گا۔ بیشک ان کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ پھر ہمارے ہی ذمے ان سے حساب لینا ہے۔

اس کے بعد یہ بات کہی جارہی ہے کہ کیا یہ سارے مشرکین اس حقیقت کو بھول گئے کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے کم کرتے چلے آرہے ہیں؟ یعنی اس طرح کہ ہم آپ کو ایک زمین کے بعد دوسری زمین فتح کرتے چلے جارہے ہیں اور ان مشرکین کے مقابلہ میں آپ کی مدد و نصرت کر رہے ہیں۔ اس طرح اسلام سربلند ہوتا جارہا ہے اور کافروں اور مشرکوں کی ذلت و رسوائی بڑھتی چلی جارہی ہے۔ لوگ اسلام میں فوج در فوج داخل ہوتے چلے جارہے ہیں۔ ان حالات سے ان مشرکوں اور کافروں کو عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ ایمان والوں کا اقتدار بڑھتا چلا جارہا ہے۔ مکہ کے ظالم اقتدار سے محروم ہوتے چلے جارہے ہیں اور جن پر مکہ کی سرزمین میں ظلم کیا گیا تھا اور جن کو ہجرت پر مجبور کیا گیا تھا آج وہ اپنی شان و شوکت اور اسلام کے غلبہ کے ساتھ مشرکین کی نگاہوں کے سامنے عزت کی بلندیوں پر کھڑے ہیں۔ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۴۴ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی: بَلْ مَتَّعْنَا هَٰؤُلَآءِ وَآبَآءَهُمْ حَتَّىٰ طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۗ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ أَفَهُمُ الْغَالِبُونَ بلکہ ہم ان لوگوں کو اور ان کے باپ دادا کو متمتع کرتے رہے یہاں تک کہ اسی حالت میں ان کی عمریں بسر ہوگئیں، کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں تو کیا یہ لوگ غلبہ پانے والے ہیں؟ ایک طرف رسولِ رحمت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیکھ رہے تھے اور دوسری طرف مکہ کے مشرکین دیکھ رہے تھے کہ کس طرح ہزاروں کا لشکر مدینۂ منورہ سے مکۂ مکرمہ آیا اور مکہ فتح ہوگیا؟ فتح مکہ کے دن اسلام کے غلبہ کا دن تھا اور مسلمانوں کی کامیابی کا دن تھا اور کافر و مشرک اس دن کانپ رہے تھے، ان کے دل لرز رہے تھے: إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح حاصل ہوگئی اور اے نبی ﷺ! تم نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔

دنیا میں بڑے بڑے بادشاہوں، وزیروں اور حکمرانوں کے حکموں کو ٹال دیا جاتا ہے۔ یہ مناظر ہم موجودہ حالات میں بھی دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے حکمرانوں کے حکموں کو اپوزیشن نے ہٹا دیا۔ کل کا بادشاہ آج کا محکوم بنتے ہوئے تو ہم بارہا سنتے اور دیکھتے ہیں، صرف ایک ہی وہ طاقتور ذات ہے جس کو ہم اللہ رب العالمین کہتے ہیں، جس کا اگر حکم ہو جائے تو وہ حکم عملاً نافذ ہو کر ہی رہتا ہے۔ اس کے حکم کو ہٹانے اور ٹالنے کی کسی میں طاقت اور ہمت نہیں ہے۔ یہی حقیقت یہاں یوں بیان کی جا رہی ہے کہ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ اللہ حکم فرماتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب لانے کا فیصلہ کر دیں گے تو پوری قوم مل کر اپنی ساری طاقت جھونک کر بھی اس عذاب سے بچ نہیں سکتی اور اس کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکے گا۔ قومِ نوح، قومِ ثمود، قومِ عاد، قومِ لوط یہ ساری قومیں طاقت وقوت کی حامل تھیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں ہلاکت وتباہی کا فیصلہ کر دیا تو ان تمام طاقتور قوموں میں سے کسی بھی قوم میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ اللہ کے اس فیصلہ کو ہٹا سکیں۔ سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۲۷ میں یہ بتلا دیا گیا: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اور اے مکہ والو! تمہارے اردگرد کی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور بار بار ہم نے اپنی نشانیاں ظاہر کر دیں تا کہ وہ رجوع کریں۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کو ایک خاص انداز سے تسلی دی جا رہی ہے کہ پیغمبر! اگر مکہ کے یہ مشرکین آپ کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں تو یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے جو انبیاء گزرے ہیں ان کی قوموں نے بھی ان نبیوں کے خلاف تدبیریں کی ہیں قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں نے بھی طرح طرح کی تدبیریں کی ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی تمام تدبیروں پر اللہ کی تدبیر بھاری اور غالب ہے۔

سورۂ ابراہیم مَكِّيَّةٌ

یہ سورت ۷ رکوع اور ۵۲ آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر: ۱۰۳۱﴾

کافر اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکتے ہیں

﴿ابراہیم: ۱۔۲۔۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: الٓرٰ الٓرٰ كِتٰبٌ (یہ) کتاب ہے اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسے نازل کیا ہے اِلَيْكَ آپ کی طرف

لِتُخۡرِجَ تا کہ آپ نکالیں النَّاسَ لوگوں کو مِنَ الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے اِلَی النُّوۡرِ اُجالے کی طرف بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ان کے رب کے حکم سے اِلٰی صِرَاطِ (اس کے) راستے کی طرف الۡعَزِیۡزِ جو نہایت غالب ہے الۡحَمِیۡدِ خوب قابلِ تعریف ہے ۝ اللّٰهِ (یعنی) اللہ کی طرف) الَّذِیۡ وہ ذات کہ لَهٗ اسی کے لیے ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِی الۡاَرۡضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَوَیۡلٌ اور ہلاکت ہے لِّلۡکٰفِرِیۡنَ کافروں کے لیے مِنۡ عَذَابٍ شَدِیۡدِ سخت عذاب سے ۝ الَّذِیۡنَ وہ لوگ جو یَسۡتَحِبُّوۡنَ پسند کرتے ہیں الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا زندگانی دنیا کو عَلَی الۡاٰخِرَۃِ آخرت پر وَیَصُدُّوۡنَ اور وہ (لوگوں کو) روکتے ہیں عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ سے وَیَبۡغُوۡنَهَا اور تلاش کرتے ہیں اس میں عِوَجًا کجی اُولٰٓئِکَ یہ لوگ فِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ دور کی گمراہی میں ہیں ۝

ترجمہ: الٓر۔ (یہ) ایک (پرنور) کتاب (ہے) اس کو ہم نے تم پر اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاؤ (یعنی) ان کے رب کے حکم سے غالب اور قابلِ تعریف (اللہ کے) راستے کی طرف O وہ اللہ کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اُسی کا ہے اور کافروں کیلئے سخت عذاب (کی وجہ) سے خرابی ہے O جو آخرت کی نسبت دنیا کو پسند کرتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکتے اور اس میں کجی چاہتے ہیں یہ لوگ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ قرآنِ مجید ایک ایسی کتاب ہے جس کو ہم نے اے پیغمبر! آپ پر اس لئے نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاؤ

۲۔ ان کے رب کے حکم سے غالب اور قابلِ تعریف اللہ کے راستہ کی طرف

۳۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے

۴۔ کافروں کے لئے سخت عذاب کی وجہ سے خرابی ہے

۵۔ جو آخرت کی نسبت دنیا کو پسند کرتے ہیں

۶۔ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں

۷۔ یہ لوگ بڑی دور کی گمراہی میں پڑے ہیں۔

سورۂ ابراہیم مکی سورت ہے جو سات رکوع اور ۵۲ آیتوں پر مشتمل ہے۔ سورۂ ابراہیم کے سلسلہ میں رسولِ رحمت ﷺ نے اس بات کی تلقین فرمائی کہ اس کی تلاوت کی جائے۔ ایک آدمی رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے قرآن پڑھائیے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ الٓر والی سورتوں میں سے تین آیتیں پڑھو (سورۂ

ابراہیم کی ابتداء الٓـــرٰ سے ہوئی ہے)۔(مشکوٰۃ:۲۱۸۳) حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو کوئی سورۂ ابراہیم پڑھے گا تو اس کا معاملہ اور دین اللہ کے یہاں اچھا ہوگا۔(تفسیر الاحلام الکبیر) اس سورت کو سورۂ ابراہیم اس لئے کہا گیا کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک قصہ بیان کیا گیا ہے۔

اس سورت کی پہلی آیت میں قرآنِ مجید کے نزول کا مقصد عظیم بیان کیا گیا ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ پر اس لئے نازل کی ہے تاکہ آپ اس کتاب کے ذریعہ لوگوں کو کفر اور شرک کی اندھیریوں سے نکال کر ایمان وہدایت کی روشنی کی طرف لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے بالراست یہ فرما رہے ہیں کہ پیغمبر! یہ وہ عظیم کتاب ہے جو آپ پر نازل کی جارہی ہے۔ یہ اس لئے نازل کی گئی ہے کہ اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو جو کفر، گمراہی، سرکشی اور جہالت کی تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں ان کو ایمان وہدایت کی روشنی اور نور کی طرف لے آئیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۷ میں ایمان والوں کے اس مشن اور تحریک کی طرف نشاندہی کی گئی کہ اللہ تعالیٰ ان مومنوں کا دوست ہے جو لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف لے آتے ہیں: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ لا يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ سورۂ حدید کی آیت نمبر ۹ میں قرآنِ مجید کے نزول کا یہ عظیم مقصد یوں بیان کیا گیا: هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وہی وہ اللہ ہے جو اپنے بندہ پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تم کو تاریکی سے نور کی طرف لے آئے۔

رسولِ رحمت ﷺ نے اپنی ۶۳ سالہ زندگی میں یہ خدمت انجام دی اور لوگوں کو کفر وشرک کی گندگی سے نکالتے رہے۔ قرآنِ مجید کی آیات کی تلاوت کے ذریعہ لوگوں کو گمراہی اور ضلالت سے نکالتے رہے اور ان کو ایمان کی روشنی عطا کرتے رہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کے بعد یہ ذمہ داری امت کے افراد کے کاندھوں پر رکھی گئی۔ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم قرآنِ مجید کی تعلیمات کی روشنی میں لوگوں کی رہنمائی کرتے رہیں اور ہمارے ملک کے لاکھوں کروڑوں ایسے انسان ہیں جو کفر وشرک کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ان کو توحید ورسالت کی دعوت دیں اور اس قرآن کی تعلیمات کو ان تک پہنچانے کی تدبیریں اور کوششیں کریں۔ ظاہر ہے کہ دعوتِ دین کا یہ کام اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے ممکن ہے اور اس وقت ممکن ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اس کام کو آسان کردے کہ ہم ہدایت کے اس نور کو ان کے دلوں تک پہنچاسکیں۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ کے ذریعہ اسی جانب اشارہ ہے کہ اللہ کی مرضی اور اجازت کے بغیر لوگوں کو ضلالت اور گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ایمان وہدایت کی روشنی میں لے آنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس سیدھے راستہ کی طرف لوگوں کو لانا ہے جو اس غالب اور لائقِ تعریف پروردگار کا بے عیب راستہ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت بیان کی جارہی ہے کہ اللہ ہی ہے جس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو

آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان آسمانوں اور زمینوں کے خالق و مالک ہیں۔ وہی اللہ ہے جو ان آسمانوں اور زمین کے نظام کو چلا رہا ہے۔ اس کے حکم کے تابع یہ ساری چیزیں ہیں۔ یہ بات قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے تا کہ لوگوں کو خالقِ کائنات کی عظمت اور اس کی بلندی کا علم و احساس ہو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۷ میں یوں کہا گیا:
اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کیا تجھے علم نہیں کہ زمین و آسمان کی ملکیت اللہ ہی کیلئے ہے۔

سارے پیغمبر اپنی قوم کی زبان سے واقف تھے

﴿درس نمبر: ۱۰۳۲﴾ ﴿ابراہیم: ۴﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا اور ہم نے نہیں بھیجا مِنۡ رَّسُوۡلٍ کوئی رسول اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ مگر اُسی کی قوم کی زبان میں لِيُبَيِّنَ تا کہ وہ (کھول کر) بیان کرے لَهُمۡ ان کے لیے فَيُضِلُّ اللّٰهُ پھر گمراہ کرتا ہے اللہ مَنۡ يَّشَآءُ جسے چاہے وَيَهۡدِىۡ اور وہ ہدایت دیتا ہے مَنۡ يَّشَآءُ جسے چاہے وَهُوَ اور وہ الۡعَزِيۡزُ نہایت غالب الۡحَكِيۡمُ نہایت حکمت والا ہے ۝

ترجمہ: اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہ اپنی قوم کی زبان بولتا تھا تا کہ انہیں (احکامِ الٰہی) کھول کھول کر بتا دے پھر اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے جن پیغمبروں کو بھی بھیجا وہ اپنی ہی قوم کی زبان بولنے والے تھے
۲۔ تا کہ وہ اپنی قوم کے سامنے بات کو واضح کر دیں
۳۔ اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے ہدایت دے
۴۔ اللہ غالب ہے حکمت والا ہے

ربِ ذوالجلال نے اپنی قدرت سے جہاں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ستاروں اور سیاروں کو پیدا کیا، سورج اور چاند کو پیدا کیا، سمندر، پہاڑ، آگ، ہوا، مٹی، پانی، بجلی، کڑک، جمادات، نباتات، حیوانات اور چرند پرند وغیرہ کو پیدا کیا وہیں اپنی قدرت سے مختلف زبانیں بھی پیدا کیں۔ ہر ملک کی اپنی ایک زبان ہے بلکہ بعض ممالک ایسے ہیں جہاں ایک ہی ملک میں بیسیوں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں بیسیوں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ آسامیز، منی پوری، میزو، بنگالی، ہندی، پنجابی، گجراتی، کونکنی، مرہٹی، تلگو، کنڑی، اڑیہ، ٹمل، ملیالم، بنگالی، اُڑیہ، کشمیری، سندھی، سنسکرت اور اُردو وغیرہ۔ انسان کی زبان سے مختلف زبانوں کا بولا جانا بھی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ سورۂ روم

کی آیت نمبر ۲۲ میں مختلف رنگتوں اور زبانوں کو قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے: وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ رب ذوالجلال کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمان وزمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف بھی ہے۔ دانشمندوں کے لیے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں۔ زبان کی اپنی جگہ بڑی اہمیت ہے۔ اسی زبان کے ذریعہ ہم ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں، اپنے تعلقات قائم رکھتے ہیں، اسی زبان کے ذریعہ ہم کاروبار کرتے ہیں، ملازمت کرتے ہیں اور اسی زبان کے ذریعہ ہم دین کی دعوت بھی دے سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جس رسول کو بھی جس قوم کی جانب بھی بھیجا خصوصیت یہ رہی کہ اس رسول کو اس قوم کی زبان جاننے والا بنا کر بھیجا۔ ایسا نہیں ہوا کہ قوم جو زبان جانتی تھی اس زبان سے ان کی جانب بھیجا گیا رسول ناواقف ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر اس قوم کی رہنمائی و رہبری کرنے والا رسول خود اس قوم کی زبان سے ناواقف ہو تو وہ اس قوم کی صحیح رہبری و رہنمائی نہیں کر پائے گا۔ ایسی صورت میں نبی کو قوم تک اپنے پیغام کو پہنچانے میں کسی ترجمان کی ضرورت پڑے گی اور اکثر اوقات ترجمان پیغام دینے والے کے حقیقی پیغام کی ترجمانی نہیں کر پاتا اور ترجمان کے ذریعہ دیئے گئے پیغام کا اثر بھی فطری طور پر کم ہی ہوتا ہے۔ دعوت وتبلیغ اور فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے میں سب سے بڑا کردار زبان کا ہوتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کا جاننے والا ہی بنا کر بھیجا گیا۔ یہی حقیقت اس آیت میں بیان کی گئی۔

رسولِ رحمت ﷺ کو عرب کی سرزمین میں بھیجا گیا۔ آپ ﷺ کی قوم عربی زبان جانتی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بھی عربی زبان جاننے والا بنا کر بھیجا۔ قرآنِ مجید بھی عربی زبان میں نازل کیا گیا: اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف:۲) یقیناً ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۱۳ میں بھی کہا گیا: وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا اسی طرح ہم نے آپ پر عربی قرآن نازل فرمایا ہے۔ سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۱۹۵ میں یوں کہا گیا: بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ صاف عربی زبان میں۔ سورۂ حم السجدہ کی آیت نمبر ۴۴ میں یہ بات واضح طور پر کہی گئی کہ اگر قرآنِ مجید کو عجمی زبان میں نازل کیا جاتا تو لوگ ضرور یوں کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں بیان نہیں کی گئیں وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ اور اگر ہم اس قرآن کو غیر عربی زبان میں نازل کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں ہماری زبان میں کیوں کھول کر بیان نہیں کی گئیں؟ کیا خوب کہ قرآن تو عجمی اور مخاطب عربی۔

بہرحال ہر نبی نے اپنی قوم سے اسی زبان میں بات کی جو زبان وہ قوم جانتی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنے وطن سے ہجرت کر کے ملک شام میں آباد ہو گئے تھے اور وہاں پہنچ کر حضرت لوط علیہ السلام نے وہاں کی وہ زبان سیکھ لی

جو وہاں کے لوگ بولتے تھے اور ان کی زبان ہی میں تبلیغ کی۔ ہمارے ملک کی متعدد ریاستوں میں جو مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اس صورتِ حال کا تقاضا یہ ہے کہ ہم عربی، فارسی یا اردو اگرچہ بولتے ہوں اور ان زبانوں سے مانوس ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں صرف انہی زبانوں پر اکتفاء کرنا ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری دعوتِ دین کی ہے اور ہم کو داعی ہونے کی حیثیت سے اپنے علاقہ کی اس زبان سے واقف ہونا ازحد ضروری ہے جو اس علاقہ کی قوم بولتی ہے، مثلاً ہم اگر مہاراشٹرا میں ہوں تو ہم پر لازم ہے کہ ہم اردو کے ساتھ ساتھ مرہٹی زبان سیکھیں تا کہ ان مرہٹی زبان جاننے والوں سے ان کی زبان میں گفتگو کر سکیں اور دین کی دعوت دے سکیں۔ اگر ہم کرناٹک میں مقیم ہیں تو ہمیں کنڑی زبان سیکھنی ہوگی اور اگر آندھرا اور تلنگانہ میں ہیں تو ہمیں یہاں کی مقامی و ریاستی زبان تلگو سیکھنی ہوگی۔ ہم یہ کہہ کر پلہ نہیں جھاڑ سکتے کہ ہم کو یہ زبان باوجود کوشش کے نہیں آتی۔ یہ مایوسانہ اور بے عقل باتیں ہیں۔ ہمیں ایسی باتوں سے گریز کرنا چاہئے اور دینِ اسلام کی دعوت وتبلیغ کی جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ہمارے کاندھوں پر رکھی ہے ہمیں اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے اس زبان کو سیکھنے کی اشد ضرورت ہے۔

لِيُبَيِّنَ لَهُمْ کے ذریعہ یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ مدعو کو جب تک اس کی زبان میں دعوت نہیں دی جائے گی اس وقت تک وہ دعوت کے اس پیغام کو سمجھ نہیں پائے گا۔ یہاں ایک اور حقیقت یہ بتلائی گئی کہ ہدایت اور گمراہی دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں گمراہ کرتے ہیں۔ اس کے ہر کام میں حکمت ہے اور وہ ہر کام میں غالب ہے۔

﴿درس نمبر: ۱۰۳۳﴾ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نشانیاں دے کر بھیجا ﴿ابراہیم: ۵-۶﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے بھیجا مُوْسٰى موسیٰ کو بِاٰيٰتِنَآ اپنی آیات (معجزوں) کے ساتھ اَنْ اَخْرِجْ یہ کہ تو نکال قَوْمَكَ اپنی قوم کو مِنَ الظُّلُمٰتِ تاریکیوں سے اِلَى النُّوْرِ روشنی کی طرف وَذَكِّرْهُمْ اور یاد دلا ان کو بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اللہ کے احسان اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بیشک ان میں لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ہر صابر شاکر کے لیے ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى اور (یاد کرو) جب کہا موسیٰ نے لِقَوْمِهِ اپنی قوم

سے اذْكُرُوْا تم یاد کرو نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت عَلَيْكُمْ اپنے اوپر اِذْ اَنْجٰكُمْ جب اس نے تمہیں نجات دی مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ آلِ فرعون سے يَسُوْمُوْنَكُمْ وہ پہنچاتے تھے تم کو سُوْٓءَ الْعَذَابِ سخت عذاب وَيُذَبِّحُوْنَ اور وہ ذبح کرتے تھے اَبْنَآءَكُمْ تمہارے بیٹے وَيَسْتَحْيُوْنَ اور زندہ چھوڑتے تھے نِسَآءَكُمْ تمہاری بیٹیاں وَفِيْ ذٰلِكُمْ اور اس میں بَلَآءٌ آزمائش تھی مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے عَظِيْمٌ بہت بڑی ۶

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے جاؤ اور اُن کو اللہ کے دن یاد دلاؤ اس میں اُن لوگوں کیلئے جو صابر و شاکر ہیں (قدرتِ الٰہی کی) نشانیاں ہیں O اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ نے جو تم پر مہربانیاں کی ہیں اُن کو یاد کرو جب کہ تمہیں فرعون کی قوم (کے ہاتھ) سے مخلصی دی وہ لوگ تمہیں بُرے عذاب دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو مار ڈالتے تھے اور عورت ذات یعنی تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی (سخت) آزمائش تھی۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا

۲۔ تاکہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے جائیں

۳۔ ان کو اللہ کے دن یاد دلائیں

۴۔ اس میں ان لوگوں کے لئے جو صابر و شاکر ہیں قدرتِ الٰہی کی نشانیاں ہیں

۵۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو تم پر مہربانیاں کی ہیں ان کو یاد کرو

۶۔ جبکہ تمہیں فرعون کی قوم کے ہاتھ سے رہائی دی

۷۔ وہ لوگ تمہیں بُرے عذاب دیتے تھے

۸۔ تمہارے بیٹوں کو مار ڈالتے تھے

۹۔ عورت ذات یعنی تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے

۱۰۔ اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی سخت آزمائش تھی۔

رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے پیغمبر! جس طرح ہم نے آپ کو رسول بنایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی تاکہ آپ سارے لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں۔ اسی طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف نو نشانیاں دے کر بھیجا اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہی حکم دیا کہ وہ لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں، شر سے نکال کر خیر کی طرف لے آئیں، جہالت اور ضلالت سے نکال کر علم و ہدایت کی طرف لے آئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ وہ

گزرے ہوئے دنوں کو یاد دلا کر ان کو نصیحت کریں کہ گزری ہوئی قوموں نے کیسے کیسے جرم کئے اور کس طرح بداعمالیوں میں مبتلا ہوئے؟ جس کے نتیجہ میں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے طرح طرح کے عذاب آئے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ہلاک و برباد کیا اور ان کے مقابلہ میں ایمان والوں کو کس طرح نجات عطا کی؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ وہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں یاد دلائیں جو اُن پر ہوئیں کہ یہ قوم فرعون اور آل فرعون کے ظلم کا شکار تھی۔ فرعون اور آل فرعون نے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کیا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ باقی رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اس قوم کو فرعون کے ظلم و بربریت سے بچایا اور نکالا اور اس ظالم دشمن اور اس کی قوم سے بنی اسرائیل کو نجات دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے لئے سمندر میں راستے بنا دیئے جس کے ذریعہ وہ فرعونیوں سے بچ گئے۔ بنی اسرائیل پر بادل کے ذریعہ سایہ کیا گیا، ان پر من وسلویٰ نازل کیا گیا، ان کے لئے پتھر سے بارہ چشمے جاری کئے وغیرہ۔ یہاں ایام اللہ سے مراد وہ زمانہ ہے جس زمانہ میں بنی اسرائیل سخت آزمائش میں مبتلا تھی۔ اللہ تعالیٰ امتِ محمدیہ کو وہ زمانہ یاد دلا رہے ہیں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو آل فرعون سے نجات دی جس زمانہ میں آل فرعون تم کو سخت تکلیفیں دیا کرتے تھے۔ اس ظالم قبطی قوم نے تمہارے بیٹوں کو تو ذبح کر دیا اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیا اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔ آل فرعون کے اس ظلم کا ذکر قرآنِ مجید میں دوسری جگہ بھی موجود ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۹ میں یوں ہے: **وَاِذۡ نَجَّيۡنٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ يُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ نِسَآءَكُمۡ ؕ وَفِىۡ ذٰلِكُمۡ بَلَآءٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَظِيۡمٌ** ''اور ہمارے ان احسانات کو یاد کرو جب ہم نے تم کو قومِ فرعون سے نجات بخشی۔ وہ لوگ تم کو بڑا دکھ دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی سخت آزمائش تھی۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۴ میں یوں ذکر ہے: **اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَجَعَلَ اَهۡلَهَا شِيَعًا يَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَةً مِّنۡهُمۡ يُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَيَسۡتَحۡىٖ نِسَآءَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ** کہ فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا اور وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا، ان میں سے ایک گروہ کو یہاں تک کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ بیشک وہ مفسدوں میں تھا۔

بنی اسرائیل پر گزرے ہوئے حالات اور زمانہ میں ہر صابر اور شاکر کے لیے نشانیاں ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو اس حقیقت سے باخبر کر رہے ہیں کہ ہم نے بنی اسرائیل کے ساتھ جو فضل و کرم کا معاملہ کیا کہ انہیں فرعون کے شکنجہ سے آزاد کیا اور اس کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں اور تکلیفوں سے نجات دی، اس میں ہر اس شخص کیلئے نشانیاں ہیں جو مصیبتوں پر صبر کرنے والا ہو اور نعمتوں پر شکر کرنے والا ہو۔ اللہ کے نیک بندوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر

قائم ودائم رہے اور استقامت کے ساتھ اللہ کے حکموں کو بجالائے اور اس مرحلہ کی تکمیل میں جو مشکلات پیش آئیں ان پر صبر سے کام لے اور جب اللہ کی نعمتوں کو پائے، خوشی، مسرت، سہولت، آرام وراحت اور عافیت وامن کا زمانہ پائے تو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر بکثرت شکر بجالائے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ مومن کا ہر معاملہ تعجب خیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے حق میں جو بھی فیصلہ کرے وہ اس کیلئے باعثِ خیر ہے۔ اگر اس مومن کو تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور وہ اس کے حق میں بہتر ہے اور اگر کوئی خوشی ملتی ہے تو شکر بجالاتا ہے اور وہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۳۴﴾

شکر کرو گے تو اور زیادہ دیا جائے گا

﴿ابراہیم:۷۔۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذْ تَاَذَّنَ اور جب آگاہ کردیا (تھا) رَبُّكُمْ تمہارے رب نے لَئِنْ شَكَرْتُمْ البتہ اگر تم شکر کرو گے لَاَزِيْدَنَّكُمْ تو یقیناً میں تمہیں (اور) زیادہ دوں گا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اور البتہ اگر تم کفر کرو گے اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (تو) بلاشبہ میرا عذاب (بھی) بہت سخت ہے ۝ وَقَالَ اور کہا مُوْسٰى موسیٰ نے اِنْ تَكْفُرُوْٓا اگر کفر کرو گے اَنْتُمْ تم وَمَنْ اور وہ لوگ جو فِي الْاَرْضِ زمین میں ہیں جَمِيْعًا سارے فَاِنَّ اللّٰهَ تو بے شک اللہ لَغَنِيٌّ یقیناً بہت بے پروا حَمِيْدٌ نہایت قابلِ تعریف ہے ۝

ترجمہ: اور جب تمہارے رب نے (تم کو) آگاہ کیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے O اور موسیٰ نے (صاف صاف) کہہ دیا کہ اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ناشکری کرو تو اللہ بھی بے نیاز (اور) قابلِ تعریف ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے رب نے تم کو اطلاع دی کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ دوں گا

۲۔ اگر تم ناشکری کرو گے تو بلاشبہ میرا عذاب سخت ہے

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم اور وہ سب لوگ جو زمین میں ہیں اللہ کی ناشکری کرو گے تو بلاشبہ اللہ بے نیاز ہے، ستودہ صفات ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو یاد دلایا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو اس کا نفع اور فائدہ تمہاری طرف ہی لوٹے گا کہ تمہیں اس شکر گزاری پر مزید نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وَمَنْ اُلْهِمَ الشُّكْرُ لَمْ يُحْرِمِ الزِّيَادَةَ

جس کو شکر کا الہام کیا گیا، یعنی جس کو شکر کی توفیق نصیب ہوگئی وہ زیادہ سے محروم نہیں رہے گا۔ (بخاری) سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۲ میں شکر کرنے کا حکم دیا گیا اور ناشکری سے روکا گیا: فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ تم میرا ذکر کرو میں بھی تمہیں یاد کروں گا۔ تم میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۲ میں بھی شکر کا حکم دیا گیا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرو، اگر تم خاص اس کی عبادت کرتے ہو۔ اللہ کے جو بندے شکر گزاری کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں نیک بدلہ عطا فرماتے ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۴ میں یہی حقیقت یوں بیان کی گئی: وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کون شکر گزار بندہ ہے جو اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵۳ میں سوالیہ انداز میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو خوب جانتا ہے؟ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اس کمزوری اور جرم کو بھی یوں ظاہر فرمایا: وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ لیکن اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ شکر ادا ہی نہیں کرتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے نعمتوں پر شکر گزاری کی توفیق مانگی ہے جس کو سورۂ نمل کی آیت نمبر ۱۹ میں یوں بیان کیا گیا: وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں۔ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۴ میں اللہ کا اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرنے کا یوں حکم دیا گیا: اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ کہ تو میرا بھی شکر ادا کر اور اپنے ماں باپ کا بھی۔ سورۂ قمر کی آیت نمبر ۳۵ میں کہا گیا کہ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ اپنے احسان سے ہر شکر گزار کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۷ میں یہ بات بتلائی گئی کہ نعمتوں پر شکر گزاری سے اللہ کی رضامندی نصیب ہوتی ہے: وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ اور اگر تم شکر ادا کرو گے تو وہ یعنی اللہ تم سے راضی اور خوش ہوگا۔

یہ تو شکر کے فوائد اور احکام تھے، آگے یہ بات بھی بتلا دی گئی کہ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب تو سخت ترین ہے۔ اس سے معلوم یہ ہوا کہ ناشکری بھی جرم عظیم ہے اور اس کی سزا عذابِ شدید ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سرکشی اور ناشکری دیکھی تو یہ اعلان اپنی قوم کے درمیان کیا کہ اگر تم لوگ ناشکری کرو گے تو یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے شکر کے محتاج نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو پوری دنیا جہاں سے بے نیاز ہے۔ وہ غنی ہے۔ وہ نہ تمہاری عبادت و اطاعت کا محتاج ہے اور نہ تمہارے شکر کا محتاج ہے۔ تم اگر شکر ادا کرو گے تو اس کا فائدہ تمہاری ہی طرف لوٹے گا اور تم کو ہی اس کا فائدہ حاصل ہوگا۔ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۷ میں

صاف طور پر یہ حقیقت بتلا دی گئی کہ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ اگر تم ناشکری کرو گے تو بیشک اللہ تو تم سب سے بے نیاز ہے۔ وہ تم میں سے کسی کا محتاج نہیں ہے۔

درس نمبر: ۱۰۳۵ | ابراہیم: ۹۔۱۰

کیا اللہ کے بارے میں شک ہے؟

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ط جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۞ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ط تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَمْ يَاْتِكُمْ کیا نہیں آئی تمہارے پاس نَبَؤُا الَّذِيْنَ خبر ان لوگوں کی جو مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے تھے قَوْمِ نُوْحٍ (یعنی) قومِ نوح کی وَّعَادٍ اور عاد وَّثَمُوْدَ اور ثمود (کی) وَالَّذِيْنَ اور ان لوگوں کی جو مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد (ہوئے) لَا يَعْلَمُهُمْ نہیں جانتا انہیں (کوئی بھی) اِلَّا اللّٰهُ سوائے اللہ کے جَآءَتْهُمْ آئے تھے ان کے پاس رُسُلُهُمْ ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلیلوں کے ساتھ فَرَدُّوْٓا تو انہوں نے لوٹائے اَيْدِيَهُمْ اپنے ہاتھ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں میں وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا اِنَّا كَفَرْنَا بے شک ہم نہیں مانتے بِمَآ اس چیز کو کہ اُرْسِلْتُمْ بھیجے گئے ہو تم بِهٖ جس کے ساتھ وَاِنَّا اور بے شک ہم (تو) لَفِيْ شَكٍّ البتہ ایسے شک میں ہیں مِّمَّا اس سے کہ تَدْعُوْنَنَآ تم بلاتے ہو ہمیں اِلَيْهِ اس کی طرف مُرِيْبٍ جو اضطراب میں ڈالنے والا ہے ۞ قَالَتْ رُسُلُهُمْ کہا ان کے رسولوں نے اَفِي اللّٰهِ کیا (اس) اللہ کے بارے میں شَكٌّ شک ہے (تمہیں)؟ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (جو) پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا يَدْعُوْكُمْ وہ تمہیں بلاتا ہے لِيَغْفِرَ لَكُمْ تا کہ وہ بخش دے تمہارے لیے مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہ وَيُؤَخِّرَكُمْ اور (تا کہ) مہلت دے تمہیں اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک وقت مقرر تک قَالُوْٓا انہوں نے کہا اِنْ اَنْتُمْ نہیں (ہو) تم اِلَّا بَشَرٌ مگر بشر مِّثْلُنَا ہم جیسے ہی تُرِيْدُوْنَ تم چاہتے ہو اَنْ تَصُدُّوْنَا یہ کہ ہمیں روک دو عَمَّا ان () معبودوں) سے کہ كَانَ يَعْبُدُ (ان کی) عبادت کرتے تھے اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا فَاْتُوْنَا لہٰذا تم لے آؤ ہمارے پاس بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ کوئی واضح دلیل ۞

ترجمہ: بھلا تمہیں اُن لوگوں (کے حالات) کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے (یعنی) نوح اور عاد اور ثمود کی قوم اور جو اُن کے بعد تھے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں (جب) اُن کے پاس پیغمبر نشانیاں لے کر آئے تو اُنہوں نے اپنے ہاتھ

اُن کے مونہوں پر رکھ دیئے (کہ خاموش رہو) اور کہنے لگے کہ ہم تو تمہاری رسالت کو تسلیم نہیں کرتے اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم اس بارے میں قوی شک میں ہیں O ان کے پیغمبروں نے کہا کہ کیا (تمہیں) اللہ (کے بارے) میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے؟ وہ تمہیں اس لئے بلاتا ہے کہ تمہارے گناہ بخشے اور فائدہ پہنچانے کیلئے ایک مدت مقرر تک تمہیں مہلت دے۔ وہ بولے تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو تمہارا یہ منشاء ہے کہ جن چیزوں کو ہمارے بڑے پوجتے رہے ہیں ان (کے پوجنے) سے ہمیں بند کر دو تو (اچھا) کوئی کھلی دلیل لاؤ (یعنی معجزہ دکھاؤ)۔

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے کفارِ مکہ! کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں

۲۔ قوم نوح، قومِ عاد، قوم ثمود اور ان کے بعد آنے والی قومیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا

۳۔ ان سب کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل لے آئے

۴۔ انہوں نے ان کے منہ پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے

۵۔ کہا کہ جو پیغام تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں

۶۔ جس بات کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو اس کے بارے میں ہمیں بڑا بھاری شک ہے

۷۔ ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو سارے آسمانوں اور زمین کا خالق ہے؟

۸۔ وہ تمہیں بلا رہا ہے کہ تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کر دے اور تمہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دے۔

۹۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری حقیقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ تم ایسے ہی انسان ہو جیسے ہم ہیں

۱۰۔ تم یہ چاہتے ہو کہ ہمارے باپ دادا جن کی عبادت کرتے آئے ہیں ان سے ہمیں روک دو

۱۱۔ لہٰذا کوئی صاف معجزہ لا کر دکھاؤ۔

انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ گزرے ہوئے واقعات و حادثات سے درس و عبرت حاصل کرتا ہے۔ اسی فطری حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے مکہ کے کافروں سے یہ سوال کیا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے جو قومیں گزری ہیں ان کی خبریں تم تک نہیں پہنچیں۔ قومِ نوح، قومِ عاد اور قومِ ثمود اور ان کے بعد آنے والی قومیں جن قوموں نے اپنے رسولوں اور نبیوں کو جھٹلایا یہ سارے پیغمبر ان قوموں کے پاس واضح نشانیاں، دلائل اور معجزات لے کر آئے تھے، جن نشانیوں اور معجزات سے ان نبیوں اور رسولوں کی سچائی کی تصدیق ہوتی تھی۔ مکہ کے یہ مشرکین اپنے اسفار کے دوران ان بستیوں سے بھی گزرتے رہتے ہیں جن بستیوں میں گزری ہوئی قوموں پر عذاب آیا تھا اور یہ مشرکین ان یہود و نصاریٰ سے بھی ان قوموں کی تباہی کے حالات سنتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ مشرکین ایسے سنگدل ہیں کہ ان واقعات سے سبق حاصل نہیں کرتے۔

جن قوموں کی طرف رسول بھیجے گئے تھے ان قوموں نے ان نبیوں کی اس دعوت کی مخالفت میں غصہ کے مارے اپنی انگلیاں کاٹ کھائیں، یعنی ان لوگوں نے اپنے ہاتھ ان کے منہ میں دے دیئے، یعنی نبیوں کے مقابلہ میں قوموں کی مخالفت کا حال یہ تھا کہ انہوں نے ان نبیوں پر اپنا غصہ اتارا، ان کی سرکشی کی اور ان سے نفرت کی، جس طرح مکہ کے مشرکین نے رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ برتاؤ کیا۔ ان قوموں نے اپنے نبیوں سے صاف طور پر کہہ دیا کہ اِنَّا كَفَرْنَا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ جن نشانیوں کو دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ ان قوموں نے اپنے نبیوں سے یہ بات بھی کہی کہ جس بات کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو ہم کو اس میں شک اور تردد ہے، یعنی تم جس ایک اللہ پر ایمان لانے کی بات کہہ رہے ہو اور اس ایک اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کو چھوڑنے کی بات کر رہے ہو یہ بات ہماری نگاہوں میں شک اور تردد کی بات ہے۔ ہم کو اس پر کوئی یقین نہیں ہے۔ قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے اسی طرح کی بات کہی تھی جس کو سورۂ ہود کی آیت نمبر ۶۲ میں یوں بیان کیا گیا: وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ہمیں تو اس دین میں حیران کن شک ہے جس کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو۔ سورۂ سبا کی آیت نمبر ۵۴ میں یوں کہا گیا: اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ وہ بھی انہی کی طرح شک میں پڑے ہوئے تھے۔

جب قوموں نے اپنے نبیوں اور رسولوں کی نبوت و رسالت پر اور ان کے معجزات کے درست ہونے پر شک و تردد کا اظہار کیا تو ان رسولوں نے ان قوموں سے یہ سوال کیا کہ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا تم کو اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے؟ انسانی فطرت جس رب کے وجود کا اقرار کرتی ہے تم اس فطرت سے منہ پھیر رہے ہو۔ کیا اللہ کے ایک ہونے اور اس کے معبود برحق ہونے پر تم کو شک ہے جبکہ وہی تمام موجودات کا خالق و مالک ہے؟ عبادت کے لائق اور مستحق تو وہی ایک پروردگار ہے جو اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اکثر امتیں اللہ کے وجود کی قائل تھیں۔ ہاں! ان کی کمزوری یہ تھی کہ وہ اس رب ذوالجلال کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک قرار دیتی تھیں۔ جو پروردگار خالق و مالک ہے وہی اس قدر مہربان ہے کہ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وہ تم سب کو اس کامل ایمان کی طرف بلاتا ہے جس کامل ایمان کی وجہ سے تمہارے گناہوں کو آخرت میں معاف کر دے۔

یہاں اس خاص بات پر غور کریں کہ قرآنِ مجید میں جہاں کافروں کا تذکرہ کیا گیا وہاں لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ کا جملہ استعمال کیا گیا کہ تمہارے بعض گناہوں کو معاف کر دے گا۔ جیسا کہ سورۂ نوح کی آیت نمبر ۴ میں ہے: لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ ۔ سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۳۱ میں ہے: يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ اے ہماری قوم! تم اللہ کے داعی کا جواب دو اور اس پر ایمان لاؤ، وہ تمہارے بعض گناہوں کو معاف کر دے گا۔ لیکن قرآنِ مجید میں جہاں ایمان والوں کے لیے مغفرت کی بات کہی گئی تو وہاں لِيَغْفِرَ لَكُمْ

ذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ یہاں مِّنْ کا لفظ نہیں لایا گیا جو بعض کا معنی دیتا ہے۔ چنانچہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳۱ میں یوں ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا۔ سورۃ الصفّٰت کی آیت نمبر ۱۲ میں یوں ہے: ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ اگر تم جانتے ہو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ یہاں ایمان والوں سے خطاب ہے، اس لئے مِنْ کا لفظ نہیں ہے۔

نبیوں نے اپنی قوموں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ وَ يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى تمہارا پروردگار تم پر اس قدر مہربان ہے کہ وہ تمہاری سرکشی اور نافرمانی کی سزا فوراً نہیں دے رہا ہے بلکہ وہ تم پر احسان اس طرح کر رہا ہے کہ وہ تم کو ایک مقررہ مدت تک مہلت دے رہا ہے۔ قوموں نے اپنے نبیوں کو اس کے باوجود یہ جواب دیا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو، تمہارا مقصد تو یہی ہے کہ تم ہم کو ان بتوں کی عبادت سے روکو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔ اگر تم واقعی اللہ کی طرف سے نبی بن کر آئے ہو تو ہمارے پاس کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آؤ۔

﴿درس نمبر: ۱۰۳۶﴾ ## مومنوں کو صرف اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے ﴿ابراہیم: ۱۱-۱۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَتْ لَهُمْ کہا ان سے رُسُلُهُمْ ان کے رسولوں نے اِنْ نَّحْنُ نہیں (ہیں) ہم اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ مگر بشر تم جیسے ہی وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ يَمُنُّ احسان کرتا ہے عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ جس پر چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَمَا كَانَ اور نہیں ہے (اختیار) لَنَآ ہمارے لیے اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ یہ کہ ہم لے آئیں تمہارے پاس کوئی معجزہ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ بغیر اللہ کے حکم کے وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ ہی پر فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ پھر چاہئے کہ مومن توکل کریں ۝ وَمَا لَنَآ اور کیا (عذر) ہے ہمارے لیے اَلَّا نَتَوَكَّلَ کہ ہم بھروسہ نہ کریں عَلَى اللّٰهِ اللہ پر وَقَدْ هَدٰىنَا حالانکہ تحقیق اس نے دکھائیں ہمیں سُبُلَنَا ہماری (ہدایت کی) راہیں وَ لَنَصْبِرَنَّ اور البتہ ضرور ہم صبر کریں گے عَلٰى مَآ اس پر جو اٰذَيْتُمُوْنَا تم ہمیں اذیت دیتے ہو وَ عَلَى اللّٰهِ اور اللہ ہی پر فَلْيَتَوَكَّلِ پھر چاہیے کہ بھروسہ کریں الْمُتَوَكِّلُوْنَ بھروسہ کرنے والے ۝

ترجمہ: پیغمبروں نے اُن سے کہا کہ ہاں ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (نبوت کا) احسان کرتا ہے اور ہمارے اختیار کی بات نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر تمہیں (تمہاری فرمائش کے مطابق) معجزہ دکھائیں اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے O اور ہم کیونکر اللہ پر بھروسہ نہ رکھیں حالانکہ اُس نے ہمیں ہمارے (دین کے سیدھے) راستے بتائے ہیں؟ اور جو تکلیفیں تم ہمیں دیتے ہو اُس پر صبر کریں گے اور اہلِ توکل کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ان سے ان کے پیغمبروں نے کہا ہم واقعی تمہارے ہی جیسے انسان ہیں

۲۔لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے خصوصی احسان فرما دیتا ہے

۳۔یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر تمہیں کوئی معجزہ لا دکھائیں

۴۔مومنوں کو صرف اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے

۵۔آخر ہم کیوں اللہ پر بھروسہ نہ رکھیں جبکہ اس نے ہمیں ان راستوں کی ہدایت دے دی ہے جن پر ہمیں چلنا ہے؟

۶۔تم نے ہمیں جو تکلیفیں پہنچائی ہیں ان پر ہم یقیناً صبر کریں گے

۷۔جن لوگوں کو بھروسہ رکھنا ہو انہیں اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

جب قوموں نے نبیوں سے یہ بات کہی کہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو، پھر کس طرح ہم صرف تمہارے کہہ دینے پر اتباع کریں؟ جبکہ ہم نے تم میں کوئی ایسا معجزہ دیکھا ہی نہیں، تم کو ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، پھر ہم کو چھوڑ کر تم کو کیوں نبی بنایا گیا؟ اگر اللہ تعالیٰ کسی انسان کی طرف کسی کو رسول بنا کر بھیجتا تو اس سے بہتر جنس میں سے کسی کو نبی بناتا۔ جب قوموں نے اس قسم کی باتیں کیں تو ان نبیوں نے ان باتوں کا جواب یوں دیا اور کہا کہ جس طرح تم کہہ رہے ہو کہ ہم تمہارے ہی جیسے انسان ہیں، یہ بالکل حقیقت ہے اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یقیناً ہم تو تم جیسے ہی انسان ہیں کہ ہم تمہاری طرح کھاتے پیتے ہیں، سوتے جگتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں اور رزق کی تلاش کرتے ہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ جو قادرِ مطلق و مختارِ کل ہیں ان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے خصوصی احسان فرماتے ہیں اور اپنی طرف سے نبوت و رسالت کا منصب عطا فرماتے ہیں جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۲۴ میں ہے: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اس موقع کو تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ کہاں وہ اپنی پیغمبری رکھے یعنی کس کو پیغمبر بنائے؟ بس اللہ تعالیٰ نے ہم کو رسالت کی ذمہ داری دے کر ہم پر احسان فرمایا ہے۔ رہی بات یہ کہ تم جو ہم سے نبوت کی نشانیوں، دلائل اور معجزات کا مطالبہ کر رہے ہو کہ ہم ان معجزات کے ذریعہ ہماری نبوت کی سچائی کو ثابت کریں تو اس سلسلہ میں اس بات کو اپنے ذہنوں میں بٹھا لو کہ کسی بھی دلیل، نشانی اور معجزہ کو لانے کا اختیار ہمارے ہاتھ میں نہیں

ہے۔ ہمارے ہاتھوں سے جو معجزات ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ کے حکم اور اس کی اجازت سے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت، مرضی اور فیصلہ کے بغیر کوئی بھی نبی اپنی جانب سے کسی بھی قسم کے معجزہ کو ظاہر نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد یہ بات بتلائی گئی کہ سارے ہی ایمان والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھیں۔ دین کی دعوت میں مصروف افراد کے لئے یہاں اشارہ ہے کہ دعوتِ دین میں مصروف افراد مخالفین کی مخالفت پر خوفزدہ نہ ہوں اور نہ ہی مایوسی کا شکار ہوں، ایسے موقعوں پر جبکہ دشمنوں کی طرف سے شر کے پہنچنے کا امکان ہو تو وہ رب ذوالجلال کی طرف رجوع ہوں اور جو حالات پیش آئیں صبر کریں اور اللہ ہی پر توکل کریں۔ پیغمبروں نے قوموں کے سامنے یہ بات واضح طور پر رکھ دی کہ ہم اس رب پر کیسے بھروسہ نہ کریں جس نے معرفتِ الٰہی کے راستہ کی طرف ہماری رہبری فرمائی اور ہم کو نجات کے راستہ کی ہدایت دی، پھر کونسی چیز ہم کو اس رب ذوالجلال پر بھروسہ کرنے سے روکتی ہے؟ یہ بات سن لو کہ دعوتِ دین کے اس راستہ میں جو تکلیف بھی تم ہم کو دو گے ہم اس پر صبر ہی کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کے لیے یہی ایک راستہ ہے کہ وہ اللہ پر ہی بھروسہ کریں۔

درس نمبر: ۱۰۳۷ — **ہم تمہیں اپنی سرزمین سے نکال کر رہیں گے** — (ابراہیم: ۱۳-۱۴)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ۙ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَ اور کہا الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا لِرُسُلِهِمْ اپنے رسولوں سے لَنُخْرِجَنَّكُمْ البتہ ہم ضرور نکال دیں گے تمہیں مِّنْ اَرْضِنَآ اپنی زمین سے اَوْ لَتَعُوْدُنَّ یا تم واپس آ جاؤ فِيْ مِلَّتِنَا ہمارے دین میں فَاَوْحٰٓى چنانچہ وحی کی اِلَيْهِمْ ان کی طرف رَبُّهُمْ ان کے رب نے لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ یقیناً ہم ضرور ہلاک کریں گے ظالموں کو ۝ۙ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ اور یقیناً ہم ضرور آباد کریں گے تمہیں اس زمین میں مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد ذٰلِكَ لِمَنْ یہ (وعدہ) اس شخص کے لیے ہے جو خَافَ ڈر گیا مَقَامِيْ میرے سامنے کھڑا ہونے سے وَخَافَ اور ڈر گیا وَعِيْدِ میری وعید سے ۝

ترجمہ: اور جو کافر تھے انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ (یا تو) ہم تمہیں اپنے ملک سے باہر نکال دیں گے یا ہمارے مذہب میں داخل ہو جاؤ تو اللہ نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے O اور اُن کے بعد تمہیں اس زمین میں آباد کریں گے۔ یہ اُس شخص کیلئے ہے جو (قیامت کے روز) میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے عذاب سے خوف کرے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جن لوگوں نے کفر اپنا لیا تھا انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ ہم تمہیں اپنی سرزمین سے نکال کر رہیں گے
۲۔ورنہ تمہیں ہمارے دین میں واپس آنا پڑے گا
۳۔چنانچہ ان کے پروردگار نے ان پر وحی بھیجی کہ یقین رکھو ہم ان ظالموں کو ہلاک کر دیں گے
۴۔ان کے بعد یقیناً تمہیں زمین میں بسائیں گے
۵۔یہ ہے اس شخص کا صلہ جو میرے سامنے کھڑا ہونے کا خوف رکھتا اور میری وعید سے ڈرتا ہو

یہاں اللہ تعالیٰ گزری ہوئی قوموں کے اس موقف کو بیان کر رہے ہیں جو نبیوں سے متعلق تھا۔ جو انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قوموں کی رہبری، خیر خواہی، نجات اور سلامتی کے لیے ان کے پاس آئے تھے ان نبیوں کے ساتھ ان کی قوموں کا رویہ انتہائی گھٹیا رہا۔ دشمنی، تعصب اور کمینہ پن کی انتہا یہ تھی کہ ان کافروں نے اپنے نبیوں سے یہ کہا کہ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ ہم تم کو ہماری زمین سے نکال دیں گے۔ یعنی تم کو ہمارے شہروں میں رہنے نہیں دیں گے اور تم کو شہر بدر کر دیں گے۔ اگر تم کو ہمارے اس شہر میں رہنا ہی ہے تو صرف ایک ہی صورت ہے کہ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا تم ہمارے دین میں واپس آجاؤ۔ ہر زمانہ میں قوموں نے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ اس قسم کے ظلم کیے اور نبیوں کے ساتھ سخت موقف اختیار کرنے میں اپنی پوری طاقت کا استعمال کیا۔ اہلِ حق کی قلت اور ان کی کمزوری کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔ قرآنِ مجید نے یہ بات پندرہ سو سال پہلے ہی بتلا دی۔ اسی طرح کا ظلم آج بھی کئی ایسے ملکوں میں جاری ہے جہاں اکثریت اسلام دشمنوں کی ہے۔ برما کے مسلمانوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جا رہا ہے ہمیں معلوم ہے؟ ہندوستان جہاں تقریباً پچیس کروڑ مسلمان آباد ہیں گزشتہ چند سالوں سے یہاں کی فرقہ پرست طاقتیں ان مسلمانوں سے بھی در پردہ یہی مطالبہ کر رہی ہیں کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال کر رہیں گے جس کے لیے این آر سی (حق شہریت قانون) لاگو کرنے کی تیاریاں چل رہی ہیں اور ان کا یہی مطالبہ ہے کہ اگر اس ملک میں مسلمانوں کو رہنا ہے تو انہیں اس ملت کی طرف لوٹ جانا ہے یعنی ان کے بقول یہاں کے مسلمانوں کو ہندو بن جانا ہے، جس کے لیے یکساں سول کوڈ کا قانون نافذ کرنے کی تیاریاں جاری ہیں۔ ایسے آزمائشی دور میں اس آیت کا یہ ٹکڑا مسلمانوں کو حوصلہ بخشتا ہے کہ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ پس ان کے رب نے ان کی طرف وحی کی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کریں گے۔ یہ جملہ اگرچہ کہ نبیوں اور رسولوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے مگر رب ذوالجلال کے قانونِ انصاف واحسان میں اس قدر وسعت ہے کہ جو کوئی قوم حق وہدایت پر قائم رہے گی اور اس آزمائشی دور میں دینِ حق سے چمٹے رہے گی اور باطل کو ٹھکرا دے گی تو اللہ تعالیٰ ظالم کو ضرور ہلاک و برباد کریں گے۔ ہاں! ظالموں کی مہلت کی مدت کا چونکہ ہمیں علم نہیں ہے اس لئے ظالموں کی ہلاکت کے آثار نمودار نہ ہونے پر مایوسی کا شکار بھی نہیں ہونا چاہئے۔

ہمارے ملک کے ان کشیدہ حالات میں مسلمانوں کو ڈر، خوف اور مایوسی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ یہ آزمائشی

دور ہے۔ ان باطل طاقتوں سے اس قدر مرعوب ہوجانا اور دل ہی دل میں یہ یقین کر لینا کہ اب تو ہندوستان میں مسلمانوں کا مستقبل تاریک ہے یہ سمجھ کر باطل قوت ہی کو اصل قوت تصور کر لینا نادانی ہے۔ اس قسم کا یقین اور تصور ملت کی بقاء کے لئے ایک سوالیہ نشان بن جاتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا نبیوں سے جو وعدہ ہے اس وعدہ پر غور کیا جائے تو مسلمانوں کو حوصلہ مل سکتا ہے اللہ تعالیٰ یوں فرمارہے ہیں کہ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ حق کے خلاف کھڑے ہونے والے ظالموں کی ہلاکت کے بعد ہم تم کو زمین میں آباد رکھیں گے۔ امتِ محمد یہ اس قسم کے وعدوں پر نظر رکھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو اور اس پر یقین رکھیں کہ رب ذوالجلال ہندوستان کے ان مسلمانوں کو بھی اس سرزمین میں آباد رکھیں گے۔ ہر زمانہ میں کافروں کو اپنی قوت اور کثرت پر غرور آیا اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی قلت کی وجہ سے انہیں اپنی کامیابی کا یقین پیدا ہوا، مگر یہ ایک دھوکہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے گزری ہوئی ساری قوموں کو ان کے غرور کا مزہ چکھایا اور باوجود قوت وطاقت اور کثرت کے ان کی ہلاکت کا فیصلہ کیا اور ان کے مقابلہ میں بظاہر کمزور اور قلیل جماعت کی نصرت کی۔ سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۲۱ میں یہ حقیقت بتلائی گئی کہ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ اللہ نے لکھ دیا کہ میں اور میرے رسول غالب آکر رہیں گے، بیشک اللہ طاقتور اور غالب ہے۔ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۱۷۱ تا ۱۷۳ میں یہ حقیقت بھی بتلادی گئی کہ اللہ تعالیٰ جن رسولوں کو دنیا میں بھیجتے ہیں ان کی مدد ونصرت کرتے ہیں اور اللہ کا لشکر ہی آخر کار غالب آکر رہتا ہے: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ۚۖ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ اور اپنے پیغام پہنچانے والے بندوں سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ وہی مظفر ومنصور ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔

کافروں کے اعمال راکھ کی طرح ہیں

﴿درس نمبر: ۱۰۳۸﴾ ﴿ابراہیم: ۱۵۔۱۶۔۱۷۔۱۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝۱۵ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝۱۶ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝۱۷ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝۱۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاسْتَفْتَحُوْا اور انہوں نے فتح طلب کی وَخَابَ اور ناکام ہوا كُلُّ جَبَّارٍ ہر سرکش عَنِيْدٍ عناد رکھنے والا ۝۱۵ مِّنْ وَّرَآئِهٖ اس کے آگے جَهَنَّمُ جہنم ہے وَيُسْقٰى اور وہ پلایا جائے گا مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ پانی جہنمیوں کی پیپ سے ۝۱۶ يَّتَجَرَّعُهٗ وہ اسے گھونٹ گھونٹ پیے گا وَلَا يَكَادُ اور قریب نہیں يُسِيْغُهٗ کہ وہ اسے حلق سے اتار سکے وَيَاْتِيْهِ اور آئے گی اس کو الْمَوْتُ موت مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ہر طرف سے وَّمَا جب کہ

نہیں (ہوگا) هُوَ بِمَيِّتٍ وہ مرنے والا وَمِنْ وَّرَآئِهٖ اور اس (عذاب) سے آگے عَذَابٌ (اور) عذاب ہوگا غَلِيْظٌ نہایت سخت ۝ مَثَلُ الَّذِيْنَ مثال ان لوگوں (کے اعمال) کی جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے ساتھ اَعْمَالُهُمْ (یہ ہے کہ) ان کے اعمال كَرَمَادِ اس راکھ کی مانند ہوں گے اشْتَدَّتْ کہ سخت چلی بِهِ اس (راکھ) پر الرِّيْحُ ہوا فِىْ يَوْمٍ عَاصِفٍ آندھی والے دن لَا يَقْدِرُوْنَ وہ قدرت نہیں رکھیں گے مِمَّا ان (اعمال) میں سے جو كَسَبُوْا انہوں نے کمائے عَلٰى شَىْءٍ کسی چیز پر (بھی) ذٰلِكَ هُوَ یہی ہے الضَّلٰلُ گمراہی الْبَعِيْدُ دور کی ۝

ترجمہ: اور پیغمبروں نے (اللہ سے اپنی) فتح چاہی تو ہر سرکش ضدی نامراد رہ گیا O اُس کے پیچھے دوزخ ہے اور اُسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا O اس کو گھونٹ گھونٹ پئے گا اور گلے سے نہیں اتار سکے گا اور ہر طرف سے اُسے موت آ رہی ہوگی مگر وہ مرنے میں نہیں آئے گا اور اُس کے پیچھے سخت عذاب ہوگا O جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا اُن کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ آندھی کے دن اُس پر زور کی ہوا چلے (اور) اُسے اڑا لے جائے (اسی طرح) جو کام وہ کرتے رہے ان پر ان کو کچھ دسترس نہ ہوگی یہی تو پرلے درجہ کی گمراہی ہے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان کافروں نے خود فیصلہ مانگا

۲۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈینگیں مارنے والا ہر ہٹ دھرم نامراد ہو کر رہا

۳۔ وہ اسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا

۴۔ اسے ایسا محسوس ہوگا کہ وہ اسے حلق سے اتار نہیں سکے گا

۵۔ موت اس پر ہر طرف سے آ رہی ہوگی مگر وہ مرے گا نہیں

۶۔ اس کے آگے ہمیشہ ایک اور سخت عذاب موجود ہوگا

۷۔ جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کی روش اختیار کی ہے ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے اعمال اس راکھ کی طرح ہیں جسے آندھی طوفان والے دن میں ہوا تیزی سے اڑا لے جائے۔

۸۔ انہوں نے جو کچھ کمائی کی ہوگی اس میں سے کچھ ان کے ہاتھ نہیں آئے گا

۹۔ یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے

یہاں پہلی آیت میں یہ جو کہا گیا کہ انہوں نے خود ہی فیصلہ مانگا۔ مفسرین نے اس کے دو مطلب بیان کئے ہیں۔ ایک مطلب تو یہ ہے کہ نبیوں اور رسولوں نے اپنی قوموں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور فیصلہ چاہا، یعنی جب قوموں نے نبیوں سے یہ کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین کی طرف لوٹ کر آ ؤ

تو نبیوں نے ایسے وقت اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے فیصلہ چاہا۔اس مطلب کی تائید سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۸۹ سے ہوتی ہے کہ نبیوں نے یہ دعا کی کہ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ اے ہمارے رب! ہمارے اوراس قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیجئے اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد بھی فرمائی اوران کے مقابلہ میں جو سرکشی اور ضدی لوگ تھے وہ نامراد اور ناکام ہوگئے اور دنیا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوگئے جس کا اشارہ اس جملہ سے ہورہا ہے جو یہاں ہے کہ وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ اور ہر سرکش ضدی نامراد ہوا۔ مفسرین نے جو دوسرا مطلب بیان کیا ہے وہ یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قوموں کو سمجھاتے رہے اور وہ لوگ انکار پر انکار کرتے رہے اور اپنی بات پر اڑے رہے، یہاں تک کہ وہ وقت آیا کہ ان کی قوموں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کیا کہ ہمارے اوران کے درمیان میں فیصلہ ہوجانا چاہئے، یعنی یہ انبیاء جو ہمیں وعیدیں سناتے رہے ہیں کہ اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو تم ہلاک ہوجاؤ گے اور تم پر عذاب آجائے گا تو اگر ہمارے اس انکار پر عذاب کا آنا طئے ہی ہے تو وہ عذاب آجائے۔اس مطلب کی تائید قرآنِ مجید کی مختلف آیتوں سے ہوتی ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا کہ فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ (الاعراف:۷۰) جس چیز کی دھمکی تم ہمیں دے رہے ہو وہ لے آؤ اگر واقعی تم سچے ہو۔حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا: فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (الشعراء:۱۸۷) اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرادو۔اسی طرح قریش مکہ نے کہا تھا کہ اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (الانفال:۳۲) اے اللہ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کردے۔

کافروں نے جو نبیوں کے ساتھ سلوک کیا اوراس کے نتیجہ میں جو نامرادی اور ناکامی ان کے حق میں ہوئی وہ یہی کہ دنیا میں تو ذلیل وخوار ہوئے اور آخرت میں ان کے لئے دوزخ ہے۔ایسی دوزخ کہ جہاں ایسا پانی پلایا جائے گا جو پیپ ہوگا۔وہ دوزخی اسے گھونٹ گھونٹ کرکے پئیں گے اور یہ پیپ گلے سے آسانی کے ساتھ نہیں اترے گا اور ہر جگہ سے اس پر موت کی آمد آمد ہوگی اور وہ نہ ہی مرے گا، ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (الاعلیٰ:۱۳) کہ وہ نہ ہی مرے گا اور نہ ہی زندہ رہے گا۔اس کے آگے سخت عذاب بھی ہوگا۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماءِ صدید (پیپ کا پانی) جب دوزخی کے منہ کے قریب کیا جائے گا تو وہ اس سے نفرت کرے گا پھر اور قریب کیا جائے گا تو چہرہ کو بھون ڈالے گا اوراس کے سر کی کھال گر پڑے گی، پھر جب اسے پئے گا تو انتڑیاں کاٹ ڈالے گا اور پاخانے کے راستہ سے باہر نکل جائے گا۔اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائی: وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ

اَمۡعَآءَهُمۡ (محمد:۱۵)اور انہیں گرم کھولتا پانی پلایا جائے گا پس وہ ان کی انتڑیاں کاٹ دے گا۔

وَاِنۡ یَّسۡتَغِیۡثُوۡا یُغَاثُوۡا بِمَآءٍ كَالۡمُهۡلِ یَشۡوِی الۡوُجُوۡهَ ؕ بِئۡسَ الشَّرَابُ (الکہف:۲۹)اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہوگا اور جو ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا۔

وَمِنۡ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِیۡظٌ" کے ذریعہ یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ یہ عذاب اس قدر سخت ہوگا کہ جتنا بھی عذاب ہوگا وہ بڑھتا ہی رہے گا، وہ ختم نہیں ہوگا اور نہ ہی ہلکا ہوگا۔ عذاب کی شدت میں اضافہ ہی اضافہ کیا جاتا رہے گا، جیسا کہ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۸۸ میں کہا گیا: اَلَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ زِدۡنٰهُمۡ عَذَابًا فَوۡقَ الۡعَذَابِ بِمَا كَانُوۡا یُفۡسِدُوۡنَ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم ان کے لئے عذاب پر عذاب بڑھا دیں گے ان کے اس فساد کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔

یہاں کافروں کے اعمال کی مثال بیان کی جارہی ہے کہ کافروں کا کفر جیسے باطل ہے ویسے ہی ان کے اعمال بھی جو وہ اپنی زندگی میں کرتے ہیں باطل اور بے کار ہیں۔ کافر دنیا میں جن کاموں کو نیکی سمجھ کر کرتے ہیں مثلاً رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں، پیاسوں کو پانی پلاتے ہیں، مجبوروں کی مدد کرتے ہیں، دنیا میں ان کو ان نیکیوں کا صلہ تو مل جائے گا لیکن آخرت میں ان کے یہ اعمال بے حیثیت ہوں گے۔ ان کے کفر کی وجہ سے آخرت میں ان کے ان اچھے کاموں کا بھی کوئی ثواب نہیں ملے گا، اس لئے کہ آخرت میں اعمال کی جزا ایمان پر موقوف ہے۔ ایمان کے بغیر ان نیک کاموں کا آخرت میں کوئی وزن نہیں ہوگا۔ اس آیت میں کافروں کے اعمال کی مثال دی گئی کہ جیسے کوئی راکھ پڑی ہو۔ ظاہر ہے کہ جلی ہوئی راکھ انتہائی ہلکی ہوتی ہے۔ جب تیز آندھی آتی ہے تو اس راکھ کو اڑا لے جاتی ہے اور اس راکھ کے ڈھیر کو منتشر کر دیتی ہے۔ اس راکھ کا کوئی وجود ہی باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح کافروں کے ان اعمال کی حیثیت ہے کہ دنیا میں یہ کافر نیکی کے نام سے جو کام انجام دیتے ہیں قیامت کے دن ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی، نہ یہ اعمال ان کے لئے عذاب سے چھٹکارہ کا سبب بنیں گے اور نہ ہی انہیں ان اعمال کا کوئی ثواب دیا جائے گا۔ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۲۳ اس حقیقت کی وضاحت یوں کرتی ہے: وَقَدِمۡنَاۤ اِلٰی مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰهُ هَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا اور انہوں نے جو اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔ یعنی قیامت کے دن کافروں کے اعمال بکھرے ہوئے ذروں کی طرح ہو جائیں گے۔ جو کچھ دنیا میں ان کافروں نے کمایا اس کا ذرہ برابر حصہ لینے پر بھی وہ قادر نہیں ہوں گے، یعنی ہر قسم کی جزا سے بالکل محروم رہیں گے۔ ان کافروں نے کفر و شرک کے دلدل میں پھنس کر بڑی دور کی گمراہی اپنے حصہ میں کر لی ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۷ میں کافروں کے خرچ کرنے کی مثال یوں دی گئی: مَثَلُ مَا یُنۡفِقُوۡنَ فِیۡ هٰذِهِ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا كَمَثَلِ رِیۡحٍ

فِيْهَاصِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَاظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ جو کچھ یہ لوگ دنیوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سخت سردی والی تیز ہوا ہو جو ان لوگوں کی کھیتی کو جا لگے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھا ہے اور وہ اس کھیتی کو برباد کر دے ان پر اللہ نے ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

درس نمبر:۱۰۳۹ — ابراہیم:۱۹۔۲۰

اگر اللہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۙ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اَنَّ اللّٰهَ کہ بے شک اللہ نے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ؟ اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے يُذْهِبْكُمْ تو تمہیں لے جائے وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ اور لے آئے نئی مخلوق ۙ وَّمَا ذٰلِكَ اور نہیں ہے یہ (کام) عَلَى اللّٰهِ اللہ پر بِعَزِيْزٍ کچھ بھی مشکل ۝

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے اگر وہ چاہے تو تمہیں نابود کر دے اور (تمہاری جگہ) نئی مخلوق پیدا کر دے O اور یہ اللہ کو کچھ بھی مشکل نہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تمہیں یہ بات نظر نہیں آتی کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق مقصد سے پیدا کیا ہے
۲۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے
۳۔ ایک نئی مخلوق وجود میں لے آئے
۴۔ یہ بات اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و طاقت کے مناظر کی طرف انسان کو متوجہ کر رہے ہیں کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر بلند و بالا آسمان پیدا کئے اور اس قدر وسیع و عریض زمین پیدا کی۔ یہ زمین و آسمان کی پیدائش ظاہر ہے کہ انسان کی پیدائش سے ہزاروں گنا بڑی ہے۔ اس قدر بلند و بالا، وسیع و عریض اور بھاری بھرکم آسمانوں کو جس پروردگار نے پیدا کیا اور ان سے جڑے ستاروں اور سیاروں کو پیدا کیا جن کی چمک پورے کرۂ ارض پر چھا جاتی ہے اور اس وسیع و عریض زمین کو پیدا کیا جو تمام مخلوقات کیلئے بچھونا بھی ہے اور ٹھکانہ بھی ہے جس میں بڑے بڑے پہاڑوں کو پیدا کیا جو زمین کو اپنی جگہ پر قائم رہنے کیلئے کیلوں اور میخوں کا کام کر رہے ہیں۔ جس نے اس زمین میں جنگل و بیابان

پیدا کیے۔جس نے سمندر اور باغات پیدا کیے۔جس نے جمادات ونباتات وحیوانات پیدا کیے جن کی الگ الگ شکلیں، الگ الگ منافع، الگ الگ رنگتیں اور جن کی الگ الگ خصوصیات ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ ساری چیزیں حق و حکمت کے ساتھ پیدا کی گئی ہیں۔ان میں سے کوئی چیز بے کار پیدا نہیں کی گئی رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں کیا۔جو شخص زمین وآسمان اوران میں موجود چیزوں پر غور وفکر کرتا ہے وہ اس نتیجہ پرضرور پہنچتا ہے کہ پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں کیا بلکہ ان سب کو کسی نہ کسی درست مقصد کے تحت پیدا کیا ہے۔سورۂ جاثیہ میں بھی یہ بات بتلائی گئی کہ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اورآسمانوں اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے۔کائنات کی ان تمام چیزوں کو پیدا کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ تھکا نہیں ہے۔تھکن تو اس کے قریب بھی نہیں آتی۔وہ ایسے عیبوں سے بالکل پاک ہے۔جب اللہ تعالیٰ اتنی بڑی بڑی مخلوقات کو اپنی قدرت وطاقت سے پیدا کرسکتا ہے تو کیا وہ مردوں کو زندہ نہیں کرسکتا؟ اگر اللہ چاہے تو اے انسانو! تم سب کو اس دنیا سے مٹا دے اور تمہاری جگہ ایک نئی مخلوق پیدا کرے اور یہ کام اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔وہ بڑی آسانی سے یہ سب کچھ کردے۔وہ چاہے تو لمحوں میں سارے موجودہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دے اور ان کی جگہ کروڑوں کی تعداد میں ان انسانوں کو پیدا کردے جو ابھی تک اس روئے زمین میں نہیں تھے۔سورۂ احقاف کی آیت نمبر۳۳ میں یہی بات یوں بیان کی گئی: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ الْاَرْضَ وَلَمْ يَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ط بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ”کیا انہوں نے نہیں سمجھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں۔وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کردے۔ہاں، کیوں نہیں! وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔اس حوصلہ افزاء جملہ سے مسلمانوں کو اس بات کا سبق لینا چاہئے کہ ہماری زندگی میں بعض مرتبہ ایسی الجھنیں پیدا ہوجاتی ہیں کہ ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ مشکل کبھی ختم ہونے والی نہیں۔زمین وآسمان کے خالق ومالک پر ایمان رکھنے والے بندوں کیلئے یہ زیبا نہیں دیتا کہ وہ اپنے کسی بھی کام کو مشکل سمجھ کر مایوسی کے دلدل میں پھنس جائیں۔ایسے موقعوں پر مومن بندوں کو اپنی کمزوری وبے بسی پر نہیں بلکہ قادرِ مطلق اور مختارِ کل پروردگار کی قوت وطاقت پر نظر رکھنی چاہئے۔اس جملہ سے یہ حوصلہ لینا چاہئے کہ میری ذلت کو عزت میں بدلنا میرے رب کیلئے مشکل نہیں ہے، میری کمزوری کو طاقت میں بدلنا میرے رب کیلئے بالکل آسان ہے، میری غربت وپستی کو مالداری اور عروج میں بدلنا میرے رب کیلئے مشکل نہیں ہے، میرے عزائم اور ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا میرے رب کیلئے مشکل نہیں ہے۔جب یہ احساس وکیفیت مومن بندوں کے دلوں میں پیدا ہوجائے تو پھر اس مومن کی زندگی میں خزاں نہیں بلکہ بہار ہی بہار ہے۔

درس نمبر: ۱۰۴۰ ## مجھے ملامت مت کرو خود اپنے آپ پر ملامت کرو ابراہیم: ۲۱۔۲۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ اور سامنے (کھڑے) ہوں گے اللہ کے جَمِيْعًا سب فَقَالَ تو کہیں گے الضُّعَفٰٓؤُا کمزور لوگ لِلَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو اسْتَكْبَرُوْٓا تکبر کرتے تھے (دنیا میں) اِنَّا كُنَّا بے شک ہم (تو) تھے لَكُمْ تَبَعًا تمہارے تابع فَهَلْ اَنْتُمْ تو کیا تم مُّغْنُوْنَ دور کرسکنے والے ہو عَنَّا ہم سے مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ اللہ کا عذاب مِنْ شَيْءٍ کچھ؟ قَالُوْا وہ کہیں گے لَوْ هَدٰىنَا اگر ہدایت دیتا ہمیں اللّٰهُ اللہ لَهَدَيْنٰكُمْ تو البتہ ہم تمہیں بھی ہدایت کرتے سَوَاۗءٌ برابر ہے عَلَيْنَآ ہم پر اَجَزِعْنَآ آیا ہم جزع فزع کریں اَمْ صَبَرْنَا یا ہم صبر کریں؟ مَا لَنَا ہمارے لیے نہیں ہے مِنْ مَّحِيْصٍ کوئی بھاگنے کی جگہ ۝ وَقَالَ اور کہے گا الشَّيْطٰنُ شیطان لَمَّا قُضِيَ جب فیصلہ کردیا جائے گا الْاَمْرُ معاملے کا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ نے وَعَدَكُمْ تم سے وعدہ کیا تھا وَعْدَ الْحَقِّ وعدہ سچا وَوَعَدْتُّكُمْ اور میں نے (بھی) تم سے وعدہ کیا تھا فَاَخْلَفْتُكُمْ چنانچہ میں نے تم سے خلاف ورزی کی وَمَا كَانَ اور نہیں تھا لِيَ میرے لیے عَلَيْكُمْ تم پر مِّنْ سُلْطٰنٍ کوئی غلبہ اِلَّآ اَنْ سوائے اس کے کہ دَعَوْتُكُمْ میں نے تمہیں بلایا فَاسْتَجَبْتُمْ اور تم نے مان لی لِيْ میری بات فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ سو نہ تم مجھے ملامت کرو وَلُوْمُوْٓا اور تم ملامت کرو اَنْفُسَكُمْ اپنے آپ کو مَآ اَنَا نہیں (ہوں) میں بِمُصْرِخِكُمْ تمہاری فریاد رسی کرنے والا وَمَآ اَنْتُمْ اور نہ تم ہی ہو بِمُصْرِخِيَّ میری فریاد رسی کرنے والے اِنِّىْ بلاشبہ میں (تو) كَفَرْتُ انکار کرتا ہوں بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ اس کا جو تم مجھے (اللہ کا) شریک ٹھہراتے تھے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بیشک ظالم لوگ لَهُمْ ان کے لیے عَذَابٌ اَلِيْمٌ بہت دردناک عذاب ہے ۝

ترجمہ: اور (قیامت کے دن) سب لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو ضعیف (العقل متبع اپنے روسائے) متکبرین سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے پیرو تھے کیا تم اللہ کا کچھ عذاب ہم پر سے دفع کر سکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں ہدایت کرتے اب ہم گھبرائیں یا صبر کریں ہمارے حق میں برابر ہے کوئی جگہ (گریز اور) رہائی کی ہمارے لئے نہیں ہے O جب (حساب کتاب کا) کام فیصل ہو چکے گا تو شیطان کہے گا (جو)

وعدہ اللہ نے تم سے کیا تھا (وہ تو) سچا (تھا) اور (جو) وعدہ میں نے تم سے کیا تھا وہ جھوٹا تھا اور میرا تم پر کسی طرح کا زور نہیں تھا ہاں میں نے تمہیں (گمراہی اور باطل کی طرف) بلایا تو تم نے (جلدی سے اور بے دلیل) میرا کہا مان لیا تو (آج) مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، نہ میں تمہاری فریاد رسی کرسکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو، میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ تم مجھے شریک بناتے تھے۔ بیشک جو ظالم ہیں اُن کیلئے دردناک عذاب ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پندرہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ سب لوگ اللہ کے آگے پیش ہوں گے۔

۲۔ پھر جو لوگ کمزور تھے وہ بڑائی بگھارنے والوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے پیچھے چلنے والے لوگ تھے

۳۔ تو کیا اب تم ہمیں اللہ کے عذاب سے کچھ بچا لو گے؟

۴۔ وہ کہیں گے اگر اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہوتی تو ہم بھی تمہیں ہدایت دے دیتے

۵۔ چاہے ہم چیخیں چلائیں یا صبر کریں دونوں صورتیں ہمارے لئے برابر ہیں

۶۔ ہمارے لئے چھٹکارے کا کوئی راستہ نہیں ہے

۷۔ جب ہر بات کا فیصلہ ہو جائے گا تو شیطان اپنے ماننے والوں سے کہے گا حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا۔

۸۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تو اس کی خلاف ورزی کی

۹۔ مجھے تم پر اس سے زیادہ کوئی اختیار حاصل نہیں تھا کہ میں نے تمہیں اللہ کی نافرمانی کی دعوت دی تو تم نے میری بات مان لی

۱۰۔ لہٰذا اب مجھے ملامت نہ کرو

۱۱۔ بلکہ خود اپنے آپ پر ملامت کرو

۱۲۔ نہ تمہاری فریاد پر میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں

۱۳۔ نہ میری فریاد پر تم میری مدد کر سکتے ہو

۱۴۔ تم نے اس سے پہلے مجھے اللہ کا شریک مان لیا تھا آج میں نے اس کا انکار کر دیا ہے۔

۱۵۔ جن لوگوں نے یہ ظلم کیا تھا ان کے حصہ میں تو اب دردناک عذاب ہے۔

ہر زمانہ میں دنیا میں دو قسم کے لوگ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک قسم کے وہ لوگ ہیں جو تمام لوگوں میں بڑے مانے جاتے ہیں جن کو سردار، قائد یا اور کوئی نام دیا جاتا ہے۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو کمزور اور چھوٹے مانے جاتے ہیں۔ عموماً چھوٹے درجے کے لوگ اپنے بڑوں، لیڈروں، سرداروں اور قائدین کی بات مان کر زندگی بسر

کرتے ہیں۔ دنیوی معاملات کے علاوہ مذہبی معاملات میں بھی کمزور، غریب اور چھوٹے درجہ کے لوگ اپنے بڑوں، مالداروں، سیٹھوں اور سرداروں کی بات مانتے ہیں۔ قیامت کے دن کا ایک منظر اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ جب چھوٹے اور بڑے ہر قسم کے لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر میدانِ محشر میں جمع ہوں گے ، ساری مخلوق جن میں نیکوکار بھی ہوں گے اور بدکار بھی، صالح بھی ہوں گے فاسق و فاجر بھی اور سب کے سب حساب کی جگہ پر رب ذوالجلال کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ وہ سب ایسی کشادہ جگہ میں میدانِ محشر میں جمع ہوں گے کہ کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں ہوگی۔ قیامت کے دن یہ چھوٹے بڑے، حاکم و محکوم، امیر و مامور سب ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور پہچان بھی لیں گے۔ چھوٹے لوگ جو دنیا میں کمزور سمجھے جاتے تھے جو اپنے بڑوں کے اشارے پر زندگی بسر کرتے تھے اور ان کی اطاعت کرتے تھے وہ اپنے لیڈروں، سرداروں اور قائدین سے کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں تمہاری اطاعت کرتے تھے، تمہاری مرضی اور حکم کے مطابق چلتے تھے اور تمہاری اتباع میں ہم نے نہ اللہ کی مانی اور نہ اس کے نبیوں کی مانی۔ اے سردارو! اب تم ہی بتاؤ کہ کیا تم ہم سے اللہ کے عذاب کا کوئی حصہ ہٹا سکو گے؟ ہم تو بس تمہاری طرح کا کام کرتے تھے۔ تم نے کفر کیا تو ہم نے بھی کفر کیا۔ تم نے نبیوں کو جھٹلایا تو ہم نے بھی جھٹلایا۔ تمہارے مشورہ کے مطابق ہم نے عمل کیا۔ اب تم ہی کچھ تو ہمارے لئے ایسا کوئی کام کرو کہ ہم اس عذاب سے بچ جائیں۔ اس سوال اور مطالبہ کے جواب میں یہ سردار اور لیڈر قسم کے لوگ کہیں گے کہ اگر عذاب سے بچنے کا کوئی راستہ اللہ تعالیٰ ہمیں بتلا دیتا تو ہم بھی تم کو بتلا دیتے۔ تم خود دیکھ رہے ہو کہ ہم خود اس عذاب سے بچ نہیں پائے تو تم کو کیا بچا سکیں گے؟ اب تو چھٹکارے کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۴۸ میں ان لیڈروں کا یہ جملہ یوں محفوظ ہے: قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ وہ بڑے لوگ جواب دیں گے ہم تو سبھی اس آگ میں ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے۔ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لیڈروں اور کمزوروں کے درمیان یہ گفتگو دوزخ میں ہوگی جب وہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔

پھر بڑے لوگ یہ اعلان کریں گے کہ اب تو نجات ہو نہیں سکتی۔ مایوسی کے عالم میں وہ سردار قسم کے لوگ کہیں گے کہ ہم سب کے حق میں برابر ہے کہ ہم بے چینی کا اظہار کریں یا صبر کریں دونوں صورتوں میں اس عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ سورۂ اعراف کی دو آیتوں ۳۸ اور ۳۹ میں بھی دوزخیوں کی ایک دوسرے پر الزام تراشی کی منظر کشی یوں کی گئی ہے: قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ اللہ فرمائے گا کہ جنوں اور

انسانوں کی جو جماعتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں ان ہی کے ساتھ تم بھی داخلِ جہنم ہو جاؤ۔ جب ایک جماعت وہاں داخل ہوگی تو اپنے جیسی دوسری جماعت پر لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ جب سب اس میں داخل ہو جائیں گے تو پچھلی جماعت پہلی کی نسبت کہے گی کہ اے پروردگار! ان ہی لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا تو ان کو آتش جہنم کا دگنا عذاب دے۔ اللہ فرمائے گا کہ تم سب کو دگنا عذاب دیا جائے گا مگر تم نہیں جانتے اور پہلی جماعت پچھلی سے کہے گی کہ تم کو ہم پر کچھ بھی فضیلت نہ ہوئی تو جو عمل تم کیا کرتے تھے اس کے بدلے میں عذاب کے مزے چکھو۔ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۶۷ اور ۶۸ میں کمزور لوگوں کا رب ذوالجلال سے اس مطالبہ کا بھی ذکر ہے کہ ان سرداروں اور لیڈروں کو دوگنا عذاب دیا جائے۔ وَ قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآئَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہم کو راستے سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

جب ان مجرموں اور کافروں کے حق میں دوزخ کا فیصلہ ہو جائے گا تو اب شیطان ان لوگوں کی بیوقوفی ظاہر کر دے گا اور اسی کے ساتھ اپنی صفائی بھی پیش کرے گا اور سارا الزام ان ہی لوگوں پر ڈالے گا جنہوں نے اس کی بات مان کر زندگی بسر کی ہوگی کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر بھروسہ نہیں کیا حالانکہ اللہ کے وعدے تو سچے تھے۔ تم نے میرے وعدوں کی طرف توجہ دی اور میرے وعدوں پر یقین کیا حالانکہ میرے وعدے تو جھوٹے تھے۔ میرا تم پر تو کوئی زور نہیں چلتا تھا۔ میں نے تم کو صرف کفر و شرک کی دعوت دی تھی اور تم نے میری بات مان لی اب تم مجھ پر ملامت مت کرو بلکہ خود اپنے آپ پر ملامت کرو، نہ میں تمہارا مددگار ہوں اور نہ تم میرے مددگار ہو۔ میں تو اس شرک سے بیزارگی کا اظہار کرتا ہوں جو تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا۔

جو شیطان آج ہم سب کو گمراہی کے راستہ پر ڈالنے کی مختلف تدبیروں میں مصروف ہے اس شیطان کے بارے میں صاف بتلا دیا گیا ہے کہ یہی شیطان کل قیامت کے دن کس طرح بری الذمہ ہو جائے گا اور اپنا دامن جھاڑ لے گا؟ قیامت کے دن ہونے والی شیطان کی ان شیطانی باتوں پر ہم سب کو غور و فکر کرنا چاہئے اور اس کے مکر و فریب اور چالاکی کے نقصان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ قیامت کے دن شیطان کی جو یہ تقریر ہوگی کہ وہ صاف طور پر اس حقیقت سے آگاہ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے رسولوں کی زبانی مرنے کے بعد اٹھنے اور جزا دینے کا وعدہ کیا تھا اور وہ سچا وعدہ تھا اور سچی خبر دی تھی۔ میں نے تو تم کو یہ بتلایا تھا کہ نہ جزا ہے نہ زندہ ہو کر اٹھنا ہے، نہ جنت ہے نہ دوزخ ہے۔ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ تو بے کار باتیں تھیں اور جھوٹ تھا، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (النساء: ۱۲۰) وہ ان کو وعدے دیتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ شیطان انہیں وعدے دیتا ہے وہ دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۶۱﴾ **جنت میں ایک دوسرے کا استقبال سلام سے ہوگا** ﴿ابراہیم:۲۳﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاُدْخِلَ اور داخل کیے جائیں گے الَّذِيْنَ وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انھوں نے نیک عمل کیے جَنّٰتٍ ایسے باغات میں تَجْرِیْ (کہ) بہتی ہیں مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَا ان میں بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے حکم سے تَحِيَّتُهُمْ ان کی (ملاقات کی) دعا ہوگی فِيْهَا ان میں سَلٰمٌ سلام ۞

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ باغات میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ اُن میں رہیں گے، وہاں اُن کی دعائے ملاقات سلام ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ ایمان لائے تھے اور انھوں نے نیک عمل کئے تھے انھیں ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

۲۔ اپنے پروردگار کے حکم سے وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے

۳۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کا استقبال سلام سے کریں گے۔

قرآنِ مجید میں یہ حقیقت بار بار بیان کی گئی ہے کہ جو شخص بھی دنیا کی اس زندگی میں ایمان قبول کرے گا اور اس ایمان کے ساتھ نیک اعمال اختیار کرے گا تو اس کے لئے رب ذوالجلال کی طرف سے بطور انعام وہ جنت عطا کی جائے گی جس کے نیچے نہریں ہی نہریں ہوں گی، شراب کی نہریں، شہد کی نہریں، دودھ کی نہریں، میٹھے اور خوشگوار پانی کی نہریں۔ سورۂ محمد کی آیت نمبر ۱۵ میں ان نہروں کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے: مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ۬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ وہ جنت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس میں بو نہیں ہوگی اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلے گا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے سراسر لذت ہے اور صاف شدہ شہد کی نہریں اور وہاں ان کے لئے ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے۔ کیا یہ پرہیزگار ان کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جن

کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا؟ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی بنیاد پر جنت کی خوشخبری سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵ میں یوں دی گئی: وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور ان لوگوں کو خوش خبری سنا دیجئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ان کے لئے بہشت کے باغ ہیں کہ ان کے نیچے ندیاں بہہ رہی ہوں گی انہیں ان میں سے جب کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو وہ بول اٹھیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے قبل مل چکا ہے اور انہیں وہ واقعی دیا ہی جائے گا ملتا جلتا ہوا اور ان کے لئے اس میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان بہشتوں میں ہمیشہ کیلئے ہوں گے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۷ میں یوں بشارت دی گئی: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو ہم بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۲۴ میں یوں کہا گیا: وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت جبکہ وہ صاحبِ ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی تِل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔ اس کے علاوہ سورۂ یونس آیت نمبر ۹، سورۂ رعد آیت نمبر ۲۹، سورۂ مریم آیت نمبر ۶۰، سورۂ حج آیت نمبر ۲۳ اور سورۃ السجدہ آیت نمبر ۱۹ وغیرہ میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی شرط پر جنت عطا کئے جانے کی بشارت دی گئی ہے۔

مومنوں اور مسلمانوں کو چاہئے کہ جنت کا شوق اور جنت میں رب ذوالجلال کی دیدار کی رغبت دل میں پیدا کریں اور اس کی تیاری کے لئے جو زندگی عطا کی گئی ہے اس کو غنیمت سمجھیں۔ نیک اعمال میں مشغول مومن بندوں کو جس جنت کی بشارت دی گئی اس جنت کے قیام کی مدت کی وضاحت یوں کی گئی کہ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ان مومنوں کے رب کی اجازت سے وہ مومن و مسلمان اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ ایسا نہیں ہوگا کہ جنت میں داخل کئے جانے کے چند سال کے بعد وہاں سے رختِ سفر باندھنے کا حکم دے دیا جائے۔ جنت میں داخل ہونے والوں کو یہ سند دے دی جائے گی کہ انہیں اس جنت سے نکالا نہیں جائے گا۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، ورنہ اس جنت کا مزہ ہی کیا ہے جس جنت میں رہنے والوں کو یہ نوٹس دے دی جائے کہ تم کو اس جنت میں صرف دس سال یا بیس سال یا پچاس سال رہنا ہے۔ اگر یہ قانون نافذ ہو جائے تو جنتیوں کو جنت کا مزہ ہی کیا ملے گا؟ ہمیشہ اس مخمصہ اور اضطراب میں جنت کی زندگی گزر جائے گی کہ یہاں تو صرف پچاس سال یا تیس سال یا بیس سال ہی رہنا ہے۔ اس طرح کی الٹی گنتی میں جنت کا مزہ ہی ختم ہو جائے گا۔ جنت کی ایک خصوصیت اس آیت میں یہ بیان کی گئی کہ

تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ' جنت میں جنتی ایک دوسرے کا استقبال سلام سے کریں گے۔ سلام علیکم کی یہ سنت اور طریقہ جنت میں بھی رہے گا۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۰ میں بھی جنت کے اس استقبالیہ کلمہ کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے: دَعْوٰھُمْ فِیْھَا سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَتَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ' ج وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جنتیوں کے منہ سے یہ بات نکلے گی سبحان اللہ اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا السلام علیکم اور ان کی اخیر بات یہ ہوگی کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہاں کا رب ہے۔

کلمۂ طیبہ کی بہترین مثال

﴿درس نمبر:۱۰۴۲﴾ ﴿ابراہیم:۲۴-۲۵-۲۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا کَیْفَ (کہ) کس طرح ضَرَبَ اللّٰہُ بیان کی اللہ نے مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً کلمہ طیبہ کی مثال كَشَجَرَةٍ (کہ وہ) مانند درخت طَيِّبَةٍ پاکیزہ (کھجور) کے (ہے) اَصْلُهَا ثَابِتٌ' اُس کی جڑ مضبوط ہے وَّفَرْعُهَا اور اس کی شاخیں فِي السَّمَآءِ آسمان میں ہیں ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ وہ (درخت) لاتا ہے اُكُلَهَا اپنا پھل كُلَّ حِيْنٍ ہروقت بِاِذْنِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم سے وَيَضْرِبُ اللّٰهُ اور اللہ بیان فرماتا ہے الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے مثالیں لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ اور مثال کلمۂ خبیثہ (کفروشرک) کی كَشَجَرَةٍ مانند درخت خَبِيْثَةِ ناپاک کے ہے اجْتُثَّتْ وہ اکھیڑ دیا جاتا ہے مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ زمین کے اوپر ہی سے مَا لَهَا اس کے لیے نہیں ہے مِنْ قَرَارٍ کوئی قرار ﴿۲۶﴾

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے؟ (وہ ایسی ہے) جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط (یعنی زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور شاخیں آسمان میں O اپنے رب کے حکم سے ہروقت پھل لاتا (اور میوے) دیتا ہو اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے تا کہ وہ نصیحت پکڑیں O اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے، اُس کو ذرا بھی قرار (وثبات) نہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ کی کیسی مثال بیان کی ہے؟

۲۔ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ زمین میں مضبوطی سے جمی ہوئی ہے۔

۳۔اس کی شاخیں آسمان میں ہیں
۴۔اپنے رب کے حکم سے وہ ہر آن پھل دیتا ہے
۵۔اللہ اس قسم کی مثالیں اس لئے دیتا ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں
۶۔ناپاک کلمہ کی مثال ایک خراب درخت کی طرح ہے جسے زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے اس میں ذرا بھی جماؤ نہ ہو۔

مومن و مسلمان کے لئے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کا یہ مقدس اور پاکیزہ کلمہ اجنبی نہیں ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جس کا مطلب ہر مومن و مسلمان جانتا ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ ہی معبودِ برحق ہے۔اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔اسی کلمہ کو کلمۂ طیبہ کہا جاتا ہے،یعنی پاکیزہ کلمہ۔

اس آیت میں کلمۂ طیبہ یعنی پاکیزہ کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کی مثال شجرۂ طیبہ یعنی پاکیزہ درخت سے دی گئی ہے۔ کلمۂ طیبہ ایسے پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ مضبوطی کے ساتھ زمین میں جمی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں اوپر جا رہی ہوں اور وہ درخت ہمیشہ پھل دیتا ہو اور جب بھی اس کی فصل آئے تو وہ فصل ضائع نہ ہو۔اس آیت میں کلمۂ طیبہ کو جس پاکیزہ درخت سے تشبیہ دی گئی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق وہ پاکیزہ درخت کھجور کا درخت ہے۔جس طرح کھجور کے درخت کی جڑ زمین میں مضبوط ہوتی ہے جس جڑ کو آسانی سے زمین سے جدا نہیں کیا جاسکتا بالکل اسی طرح لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه وہ مضبوط پاکیزہ کلمہ ہے جو مومن و مسلمان کے دل میں اس قدر پیوست ہوتا ہے کہ اس کلمہ کو اس دل سے آسانی کے ساتھ نکالا نہیں جاسکتا۔جس طرح کھجور کے درخت کی شاخیں اوپر کی جانب چڑھتی ہیں مومن و مسلمان کے اعمال بھی بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوجاتے ہیں اور وہ اعمال آسمان کی طرف لے جائے جاتے ہیں۔جس طرح کھجور کے درخت سے پھل نمودار ہوتے ہیں مومن و مسلمان کے اعمال کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے ثمرات نصیب ہوتے ہیں۔سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۰ میں کلمۂ طیبہ اور نیک عمل کے بارے میں یہ حقیقت یوں بیان کی گئی کہ اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ يَرۡفَعُهٗ تمام تر صاف ستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے۔کھجور کے درخت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی جڑیں مضبوط،اس کی شاخیں بلند اور اس کے پھل عمدہ ہوتے ہیں اسی طرح کلمۂ طیبہ کی جڑیں بھی مومنوں کے دلوں میں مضبوط ہوتی ہیں اور مومنوں کے اعمال رب ذوالجلال کی طرف بلند ہوتے ہیں اور مومن کے اعمال کے اثرات و ثمرات بھی مسلسل رہتے ہیں۔

اس آیت میں مومنوں اور مسلمانوں کو اس جانب متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے دل میں کلمۂ طیبہ کو یعنی اس کی روح کو اس قدر مضبوطی سے بٹھائیں کہ دنیا جہاں کی دولت اور طاقت اس ایمان کو متاثر نہ کرسکیں۔الحمدللہ مسلمانوں کے دلوں

میں جو ایمانی طاقت ہوتی ہے وہ اس قدر مضبوط ہوتی ہے کہ اگر کسی مسلمان معصوم بچے سے بھی یہ کہا جائے گا کہ تمہیں یہ مال ودولت دی جائے گی، اس قدر دینار و درھم دیئے جائیں گے، تم اس کلمۂ طیبہ کو اپنے دل سے نکال دو تو تجربہ اور تجزیہ بتلاتا ہے کہ وہ معصوم بچہ دینار و درہم کو ٹھکرادے گا اور اس کلمۂ طیبہ کو اپنے دل سے نکالنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ایسی مثالیں اس لئے دیتے ہیں تا کہ لوگ ایسی مثالوں سے نصیحت حاصل کریں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مثالوں سے بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے۔ مثالوں سے پوشیدہ چیز واضح ہوتی ہے اور شکوک وشبہات کا ازالہ بھی مثالوں سے ہوتا ہے۔ کلمۂ طیبہ کی مثال پیش کرنے کے بعد اب کلمۂ خبیثہ یعنی کلمۂ کفر کی مثال دی جارہی ہے کہ کلمۂ خبیثہ کی مثال ایسی ہے جیسے خبیث درخت ہو۔ ایسا درخت کہ جس کو زمین کے اوپر سے ہی اکھاڑ دیا جاتا ہو، جس درخت کے لئے کوئی ثبات اور مضبوطی نہیں ہے۔ کفر کے کلمہ کا جھول اور نقص یہ ہے کہ یہ اس خبیث درخت کی طرح ہے کہ جس کی جڑ میں کوئی مضبوطی ہی نہیں، تھوڑی سی قوت لگائی اور اس کو زمین سے کھینچا تو وہ زمین سے جدا ہو گیا۔ کفر میں نہ کوئی ثبات ہوتا ہے اور نہ کوئی قرار۔ ترمذی کی روایت ہے کہ شجرۂ خبیثہ سے حنظل کا درخت مراد ہے جس درخت کی خامی اور خرابی یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ کڑوا ہوتا ہے اور اس کا مزہ بھی بدترین ہوتا ہے اور اس کی بو بھی بدترین ہوتی ہے اور اس کے کھانے سے نقصان ہی نقصان ہے اور اس درخت کا زمین میں جماؤ بھی نہیں ہوتا۔ اس درخت کی جڑ کا زمین سے کوئی مضبوط تعلق نہیں ہوتا، ہلکی سی طاقت سے وہ اکھڑ کر ہاتھ میں آجاتا ہے۔ کھجور کے درخت کی مشابہت کی وجہ سے حنظل کو بھی درخت کا نام (شجرہ) دیا گیا ورنہ تو حنظل کی بیل ہوتی ہے۔ حنظل کے درخت کا جیسا حال ہے کفر کے کلمہ کا بھی یہی حال ہے کہ اس کفر کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے اور اس میں کوئی نفع بھی نہیں ہے بلکہ کفر اختیار کرنے والا انجام کے اعتبار سے نقصان ہی نقصان میں ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حق کا کلمہ قوی، طاقتور، مضبوط اور ثابت ہوتا ہے اور لوگوں کے لئے نافع ہوتا ہے۔ باطل کا کلمہ وہ ایسا خبیث اور بے کار کلمہ ہے جو کمزور اور نقصاندہ ہوتا ہے اور اس میں کوئی قرار اور ثبات نہیں ہوتا۔

﴿درس نمبر: ۱۰۴۳﴾ **اللہ اپنی حکمت کے مطابق جو چاہتا ہے کرتا ہے** ﴿ابراہیم: ۲۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ قف وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝۲۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يُثَبِّتُ اللّٰهُ اللہ ثابت قدم رکھتا ہے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو اٰمَنُوْا ایمان لائے بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ قولِ ثابت (کلمۂ توحید) کے ساتھ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں (بھی) وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں (بھی) وَيُضِلُّ اللّٰهُ اللہ گمراہ کرتا ہے الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کو وَيَفْعَلُ اللّٰهُ اور اللہ کرتا ہے مَا يَشَآءُ جو چاہتا ہے ۝۲۷

ترجمہ: اللہ مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا) اور اللہ بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو اس مضبوط بات پر دنیا کی زندگی میں بھی جماؤ عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی

۲۔ ظالم لوگوں کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے

۳۔ اللہ اپنی حکمت کے مطابق جو چاہتا ہے کرتا ہے

اسلام کا وہ مقدس پاکیزہ اور پہلا کلمہ جس کلمہ کو کلمۂ طیبہ کہا جاتا ہے جس کلمہ پر دین و ایمان کی بنیاد ہے، یہی کلمۂ طیبہ وہ مضبوط بات ہے جس پر اللہ تعالیٰ مومنوں کو دنیا میں بھی جمائے رکھتے ہیں اور آخرت میں بھی جمائے رکھتے ہیں۔ یعنی ان مومنوں کو جو اس کلمۂ طیبہ کی بنیاد پر دین و ایمان قبول کر لیتے ہیں تو دنیا میں پیش آنے والے فتنوں سے اللہ تعالیٰ انہیں بچا لیتے ہیں اور ایسے فتنوں کے وقت ان پکے اور مضبوط مومنوں کے قدم نہیں لڑکھڑاتے۔ چاہے انہیں اس دین و ایمان کو قبول کرنے کی وجہ سے جس قدر بھی تکلیف و مشقت اٹھانی پڑے۔ جس کلمۂ طیبہ یعنی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کو صدقِ دل سے مسلمان تسلیم کر لیتا ہے اور زبان سے اقرار کرتے ہوئے دل سے اس کی تصدیق کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے رحم و کرم اور فضل و احسان سے اس کو اس دین و ایمان پر ثابت قدم رکھتا ہے اور یہ ثابت قدمی کی توفیق اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی عطا فرماتے ہیں کہ شیطانوں کے بہکانے اور گمراہ کرنے کے باوجود اپنے عقیدہ پر مضبوطی سے جمے ہوئے رہتے ہیں اور آخرت میں بھی جمے رہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب قبر میں منکر نکیر سوال کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں سے مومنانہ جواب دلوا دیتے ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان آدمی سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کی گواہی دے دیتا ہے، پھر فرمایا کہ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ (بخاری) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ جب میت کو دفن کر کے فارغ ہو جاتے تھے تو فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کے لئے مغفرت کا سوال کرو، پھر اس کے لئے ثابت قدم رہنے کا سوال کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔ (ابوداود)

اس کے بعد اس آیت میں یہ بات بتلائی گئی کہ وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ظالم سے کون مراد ہیں؟ صاحبِ روح المعانی فرماتے ہیں کہ ظالم سے کافر لوگ مراد ہیں۔ ظالموں کو اللہ گمراہ کرتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ جب ان کافروں نے اللہ تعالیٰ کی فطرت کو بدل دیا اور کلمۂ طیبہ جو ثابت قول ہے اس کی طرف راستہ نہیں پایا اور ہدایت پانے والوں کے بجائے گمراہوں کی پیروی کی اور ایسے لوگوں کی پیروی کی جن کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں تھی اور اپنی آنکھوں سے واضح دلیلوں اور ان کے اثرات کو دیکھنے کے باوجود سیدھے راستہ سے دور رہے اللہ تعالیٰ ان کو حق کے راستہ سے دور ہی رکھیں گے، نہ دنیا میں ان کی زبانوں سے حق کا کلمہ نکلے گا اور نہ ہی

آخرت میں ان کی زبانیں حق کی بات کہہ سکیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ کافروں سے جب قبر میں رسولِ رحمت ﷺ کے بارے میں پوچھا جائے گا تو یہ جواب میں کہیں گے کہ میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے یا یوں کہے گا کہ ھَاہُ ھَاہُ لَا اَدْرِیْ ہائے افسوس! میں نہیں جانتا جبکہ مومن و مسلمان اس سوال کے جواب میں صاف طور پر کہے گا کہ یہ تو محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ اللہ تعالیٰ وہی کرتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔ کون ہے جو زمین و آسمان کے خالق و مالک کو اس کی مرضی کے مطابق کرنے اور کہنے سے روک سکے؟ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں جو چاہتے ہیں جیسا چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ ان کی مشیت اور ان کا ارادہ ہی دنیا کے اس نظام کو چلاتا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۲ میں کہا گیا: یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وہ جسے چاہے سیدھی راہ کی ہدایت کردے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۶ میں کہا گیا: ھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح کی چاہتا ہے بناتا ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۴ میں کہا گیا: ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل جسے چاہے دے۔

وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا

﴿درس نمبر: ۱۰۴۴﴾ ﴿ابراہیم: ۲۸۔۲۹۔۳۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَھُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَھَنَّمَ یَصْلَوْنَھَا ط وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَ جَعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِہٖ ط قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَکُمْ اِلَی النَّارِ ﴿۳۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اِلَی الَّذِیْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے بَدَّلُوْا بدل ڈالا نِعْمَتَ اللّٰہِ اللہ کی نعمت (ایمان) کو کُفْرًا کفر سے وَّ اَحَلُّوْا اور جا اتارا قَوْمَھُمْ اپنی قوم کو دَارَ الْبَوَارِ ہلاکت کے گھر میں؟ ﴿۲۸﴾ جَھَنَّمَ (یعنی) جہنم (میں) یَصْلَوْنَھَا وہ داخل ہوں گے اس میں وَبِئْسَ الْقَرَارُ اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ﴿۲۹﴾ وَ جَعَلُوْا اور انہوں نے بنائے لِلّٰہِ اللہ کے لیے اَنْدَادًا شریک لِّیُضِلُّوْا تاکہ وہ گمراہ کریں (لوگوں کو) عَنْ سَبِیْلِہٖ اس کے راستے سے قُلْ کہہ دیجئے تَمَتَّعُوْا تم فائدہ اُٹھاؤ (دنیا میں) فَاِنَّ پھر بلاشبہ مَصِیْرَکُمْ تمہاری واپسی ہے اِلَی النَّارِ آگ کی طرف ﴿۳۰﴾

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا O (وہ گھر) دوزخ ہے (سب ناشکرے) اس میں داخل ہوں گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے O اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کئے کہ (لوگوں کو) اس کے راستے سے گمراہ کردیں، کہہ دو کہ (چند روز) فائدے اٹھالو آخرکار تمہیں دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا؟

۲۔ اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں لا اتارا

۳۔ جس کا نام جہنم ہے وہ اس میں جلیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے

۴۔ انہوں نے اللہ کے ساتھ اس کی خدائی میں کچھ شریک بنا لیے

۵۔ تاکہ لوگوں کو اس کے راستہ سے گمراہ کریں

۶۔ ان سے کہو کہ تھوڑے سے مزے اڑا لو

۷۔ کیونکہ آخر کار تمہیں جانا دوزخ ہی کی طرف ہے

ان تین آیتوں میں کافروں کے تین جرائم کی نشاندہی کی گئی اور ان کے بُرے انجام کو بھی بتلایا گیا ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا؟ ان نعمتوں کا جو انہیں دی گئی تھیں تقاضا یہ تھا کہ وہ ان نعمتوں پر رب ذوالجلال کی شکر گزاری کرتے، مگر انہوں نے شکر گزاری کو ناشکری میں تبدیل کردیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مکہ کے کفار مراد ہیں، انہیں مکۂ مکرمہ جیسی امن والی سرزمین عطا کی گئی تھی۔ دنیا بھر سے ان کی ضرورت کی چیزیں پہنچتی تھیں، جیسا کہ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵۷ میں کہا گیا کہ: اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ کیا ہم نے انہیں امن وامان اور حرمت والے حرم میں جگہ نہیں دی؟ جہاں تمام چیزوں کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس بطور رزق کے ہیں لیکن ان میں سے اکثر کچھ نہیں جانتے۔ مکہ والوں کو رزق کی فراوانی دی گئی۔ امن وامان والا شہر عطا کیا گیا اور ان کی ہدایت ونجات کیلئے آخری پیغمبر محمد عربی ﷺ کو بھیجا گیا، مگر ان مکہ والوں نے ان نعمتوں کی قدر نہیں کی۔ وقت کے نبی کا انکار کیا، جھٹلایا۔ اس طرح وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ان ظالموں نے خود اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو (جو ان کی بات مانتی تھی) دوزخ میں ڈال دیا۔ یہ بدنصیب لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے اور دوزخ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ٹھہرنے والوں کے لئے بدترین ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی اور رسول بنا کر ان کی جانب بھیجا جو دنیا جہاں کے لئے رحمت اور نعمت بن کر آئے۔ جس نے آپ ﷺ کو اور آپ کے پیغام کو دل وجان سے قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکر ادا کیا اس کے حق میں تو جنت ہے اور جس نے اس نبی ﷺ کو اور نبی کے پیغام کا انکار کردیا اور اس نعمت کی ناشکری کی اس کے حق میں تو دوزخ ہے۔

یہاں ان کافروں کے شرک کرنے کی تفصیل بیان کی جارہی ہے کہ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ان مشرکین نے اللہ کے لئے برابر والے تجویز کرلیے، یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بتوں کو شریک کرلیا اور جس عبادت کے لائق

صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس ذات کے ساتھ ان حقیر چیزوں کو شریک کرلیا اوران کی عبادت میں لگ گئے۔ زمین وآسمان کے حقیقی خالق ومالک نے اپنے بندوں کو اس بات سے روکا ہے کہ وہ کسی چیز کو اللہ کے برابر قرار دیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲۲ میں کہا گیا: فَلاَ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ خبردار! باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔ سورۃ السجدہ کی آیت نمبر۹ میں کہا گیا: قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ آپ کہہ دیجئے کہ تم اس اللہ کا انکار کرتے ہو اور تم اس کے شریک مقرر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین پیدا کردی سارے جہانوں کا پروردگار وہی ہے؟ ان کے اس شرک کا بدترین نتیجہ یہ ہوا کہ یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور جن بدنصیبوں نے ان مشرکوں کی اتباع کی اوران کی بات کو تسلیم کیا وہ بھی گمراہ ہوگئے۔ لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ سے یہی بات بتلائی جارہی ہے کہ ان مشرکین کا بتوں کی عبادت کرنا اس بات کا سبب ہے کہ وہ گمراہ ہوجائیں۔ ''خود بھی ڈوبے صنم دوسروں کو بھی لے ڈوبیں گے'' کے مصداق یہ خود بھی گمراہ ہوئے اوران کو بھی گمراہ کیا جنہوں نے ان کی بات مانی۔

اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ پیغمبر! ان مشرکین سے آپ کہہ دیجئے کہ تَمَتَّعُوْا چند دن کے مزے ہیں مزے اڑالو، نفع اٹھالو۔ جب تمہاری موت آجائے گی اور تم سب لوٹ کر ہمارے پاس آؤ گے تو تمہارے لئے جو ٹھکانہ مقرر ہے وہ دوزخ ہے جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ کافروں اور مشرکوں کیلئے دنیا کی مختصر سی زندگی ہی میں مزے ہیں، عیش ہے، لیکن جب ان کی زندگی کے یہ لمحات ختم ہوجائیں گے تو ہمیشہ ہی کیلئے اذیت، تکلیف، مصیبت، عذاب اور غم ہی غم ہے۔ اس لئے مومنوں اور مسلمانوں کو دنیا کی چند روزہ زندگی میں اللہ کے دشمنوں کی خوشحالی پر تعجب نہیں کرنا چاہئے، اس لئے کہ مومنوں ومسلمانوں کے لئے تو ہمیشہ ہی کیلئے آرام وراحت کا سامان رب ذوالجلال نے تیار کر رکھا ہے۔ کافروں اور مشرکوں کے بارے میں سورۂ لقمان کی آیت نمبر۲۴ میں کہا گیا: نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلاً ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے پھر عذابِ شدید کی طرف مجبور کرکے لے جائیں گے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر۷۰ میں کہا گیا: مَتَاعٌ فِى الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ان کے لئے جو فائدے ہیں دنیا میں ہی ہیں پھران کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اس وقت ہم ان کو عذابِ شدید کے مزے چکھائیں گے کیونکہ وہ کفر کی باتیں کیا کرتے تھے۔

﴿درس نمبر: ۱۰۴۵﴾ ﴿ابراہیم: ۳۱﴾

مومن بندوں سے کہہ دو کہ وہ نماز قائم کریں

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لِّعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِىَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے لِّعِبَادِیَ میرے ان بندوں کو الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (کہ) وہ نماز قائم کریں وَیُنْفِقُوْا اورخرچ کریں مِمَّا اس میں سے جو رَزَقْنٰھُمْ ہم نے ان کو رزق دیا سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً پوشیدہ اورظاہر مِّنْ قَبْلِ اس سے پہلے اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ کہ آئے وہ دن لَّا بَیْعٌ (کہ) نہ خرید وفروخت ہوگی فِیْهِ اس میں وَلَا خِلٰلٌ اور نہ دوستی (ہی کام آئے گی) ۝۳۱

ترجمہ: (اے پیغمبر!) میرے مومن بندوں سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں اوراس دن کے آنے سے پیشتر جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہوگا اور نہ دوستی (کام آئے گی) ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے درپردہ اور ظاہر خرچ کرتے رہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ میرے جو بندے ایمان لائے ہیں ان سے کہہ دو کہ وہ نماز قائم کریں

۲۔ ہم نے ان کو جو رزق دیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور پر بھی اور علانیہ بھی نیکی کے کاموں میں خرچ کریں

۳۔ یہ کام اس دن کے آنے سے پہلے کرلیں جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی کام آئے گی۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ میرے ان بندوں سے کہئے جو ایمان لا چکے ہیں کہ وہ اس ایمان کے تقاضے کو پورا کریں اور نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے ہمارے راستہ میں خرچ کریں، پوشیدہ طور پر بھی خرچ کریں اور ظاہر طریقہ پر بھی خرچ کریں۔ دنیا کی یہ زندگی میری عبادت کیلئے نماز پڑھنے اور میری راہ میں خرچ کرنے کا سنہری موقع ہے۔ موت تک تم یہ کام کرسکتے ہو اوراس دن کے آنے سے پہلے تک موقع کو غنیمت جانتے ہوئے خرچ کرو جب وہ دن آجائے گا جس دن نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی دوستی ہوگی۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو دو قسم کے اعمال کا خصوصیت سے حکم دیا ہے۔ ایک حکم وہ ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حق سے ہے کہ نماز قائم کی جائے اور اپنے رب کا یہ حق ادا کیا جائے۔ دوسرا حکم وہ ہے جس کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق یعنی مال و دولت عطا کی ہے اس کو صرف اپنی ذات ہی پر خرچ مت کرو، تمہاری اس دولت میں صرف تمہارا ہی حق نہیں ہے۔ تمہارے مال میں ان لوگوں کا بھی حق ہے جو محتاج ومسکین، غریب وتنگدست ہیں، یتیم و بیوہ ہیں، مقروض و پریشان حال مسافر ہیں۔ تمہاری اس دولت میں وہ تقاضے بھی ہیں جو دین سے متعلق ہیں کہ تم مساجد کی تعمیر اوران کی ضروریات پر خرچ کرو۔ مدارس کے در و دیوار اور ان میں مقیم ان طلباء پر خرچ کرو جو ملت کی اہم ترین ضرورت ہیں، جن سے مستقبل میں کلمۂ حق کی سربلندی کا امکان بلکہ یقین ہے۔ تمہاری اس دولت میں ان لوگوں کا بھی حق ہے جو تمہارے اپنے رشتہ دار ہیں، چاہے وہ رشتہ داری ددھیالی ہو یا ننھیالی ہو یا سسرالی ہو، ان رشتہ داروں پر بھی اپنا مال خرچ کرو۔

نماز کو قائم کرنے کا حکم قرآنِ مجید میں جگہ جگہ دیا گیا ہے: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۴۳ میں یوں حکم دیا گیا:
وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ اور نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم اور اس کی فضیلت قرآنِ مجید میں متعدد بار موجود ہے۔
سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲۵۴ میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا گیا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اے ایمان والو! جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرلو جس میں نہ اعمال کا سودا ہوگا اور نہ دوستی اور نہ سفارش ہو سکے گی اور کفر کرنے والے لوگ ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس کی راہ میں خرچ کرنے کا جہاں حکم دیا ہے وہاں مالداروں کے اس غرور کو توڑا ہے اور ان کی اس غلط فہمی کو دور کیا ہے کہ کہیں مالدار لوگ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ جو مال و دولت ان کے پاس ہے وہ ان کی اپنی ذاتی ملکیت ہے کہ انہوں نے خود سے حاصل کیا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ مال و دولت اس کے بندوں کے پاس ہے وہ اس کے رب کی عطا کی ہوئی نعمت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ فرما رہے ہیں کہ ہم نے جو تم کو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ مالداروں کو اپنی مالداری پر غرور اور گھمنڈ نہیں ہونا چاہیئے، اس لئے کہ یہ رزق رب ذوالجلال کا دیا ہوا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے تو وہ تم سے چھین بھی سکتا ہے۔ اس لئے تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ جو رزق تمہارے رب نے تم کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں ضرور خرچ کرو۔

یہاں ایک اور اہم بات بتلائی گئی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ تم اس قدر چھپا کر دو کہ کسی دوسرے کو اس کا پتہ ہی نہ چلے جس کو قرآن کی زبان میں سِرًّا کہا گیا، یعنی پوشیدہ طور پر خرچ کرو۔ دوسری صورت یہ کہ تم علانیہ دو، ظاہر کر کے دو کہ تم جو خرچ کر رہے ہو اس کا علم دوسروں کو بھی ہوتا کہ دوسروں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ہو، جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی دینی معاملہ میں خرچ کرنے کی ترغیب و تشکیل کی جاتی ہے تو نیکی میں سبقت کرنے کی خاطر لوگ سبقت کرتے ہیں اور دوسروں کے خرچ کرنے کو دیکھ کر خود بھی خرچ کرتے ہیں اور راہِ خداوندی میں خرچ کرنے کا اعزاز حاصل کرتے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲۷۱ میں دونوں شکلوں میں خرچ کرنے کی گنجائش ظاہر کی گئی ہے: اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو تو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو اور ضرورتمندوں کو دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اس طرح کا دینا تمہارے گناہوں کو بھی دور کرے گا اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

قیامت کے دن کے بارے میں ایک حقیقت یہاں یہ بیان کی گئی کہ اس دن نہ ہی خرید و فروخت ہوگی اور نہ ہی

کوئی دوستی ہوگی۔یعنی کوئی مجرم روپیہ پیسہ یا دینار و درہم دے کر اپنے جرم سے چھٹکارا حاصل نہیں کرسکتا۔وہاں کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی ایسی دوستی ہوگی کہ جس دوستی کی بنیاد پر عذاب سے چھٹکارا پا سکے۔

﴿درس نمبر:۱۰۴۶﴾ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے کیا کیا پیدا کیا ہے؟ ﴿ابراہیم:۳۲۔۳۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَللّٰهُ الَّذِىْ اللہ وہ ذات ہے جس نے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ آسمان اور زمین پیدا کیے وَاَنْزَلَ اور نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے مَآءً پانی فَاَخْرَجَ پھر اس نے نکالے (پیدا کیے) بِهٖ اس (پانی) کے ذریعے سے مِنَ الثَّمَرٰتِ پھل رِزْقًا روزی لَّكُمْ تمہارے لیے وَسَخَّرَ اور اس نے تابع کر دیا لَكُمُ تمہارے لیے الْفُلْكَ کشتیوں کو لِتَجْرِىَ تا کہ وہ چلیں فِى الْبَحْرِ سمندر میں بِاَمْرِهٖ اس (اللہ) کے حکم سے وَسَخَّرَ اور اس نے تابع کر دیا لَكُمُ تمہارے لیے الْاَنْهٰرَ نہروں کو ۝ وَسَخَّرَ اور اس نے تابع کر دیا لَكُمُ تمہارے لیے الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ سورج اور چاند کو دَآئِبَيْنِ درآنحالیکہ وہ دونوں برابر چل رہے ہیں وَسَخَّرَ اور اس نے تابع کر دیا لَكُمُ تمہارے لیے الَّيْلَ وَالنَّهَارَ رات اور دن کو ۝

ترجمہ: اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے بارش برسایا پھر اُس سے تمہارے کھانے کیلئے پھل پیدا کئے اور کشتیوں (اور جہازوں) کو تمہارے زیرِ فرماں کیا تا کہ دریا (اور سمندر) میں اس کے حکم سے چلیں اور نہروں کو بھی تمہارے زیرِ فرماں کیا O اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام میں لگا دیا کہ دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں اور رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام میں لگا دیا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا

۲۔آسمان سے پانی برسایا

۳۔پھر اس سے تمہارے کھانے کیلئے پھل پیدا کئے

۴۔کشتیوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا تا کہ دریاؤں اور سمندروں میں اس کے حکم سے چلیں

۵۔تمہارے لئے نہریں بھی مسخر کر دیں

۶۔سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام میں لگا دیا کہ دونوں ایک دستور کے مطابق چل رہے ہیں

۷۔رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام میں لگا دیا

انسان اگر اس بات پر غور کرے کہ صبح سے شام تک بلکہ بیدار ہونے سے لے کر نیند لگنے تک کائنات میں وہ چھوٹی بڑی معمولی اور غیر معمولی جتنی چیزوں کو دیکھ رہا ہے وہ ساری چیزیں خود سے پیدا نہیں ہوئی ہیں بلکہ ان ساری چیزوں کو اس رب ذوالجلال نے اپنی قدرت و طاقت سے پیدا کیا ہے جو نہ کبھی تھکتا ہے اور نہ کبھی اس کو نینداور اونگھ آتی ہے اور نہ ہی وہ ان ساری چیزوں میں سے کسی چیز سے غافل ہے۔مومن و مسلمان کی خصوصیت یہ ہونی چاہئے کہ وہ کائنات کی تمام مخلوقات کو دیکھ کر اسے وہ خالق و مالک یاد آ جائے جس کی وہ عبادت کر رہا ہے۔ ہم اکثر اوقات عجیب سے عجیب تر چیزیں تو دیکھتے ہیں مگر ہمارا ذہن اس جانب بہت کم جاتا ہے کہ ان تمام عجیب وغریب چیزوں کو میرے رب نے پیدا کیا ہے جس رب کی میں صبح وشام عبادت کرتا ہوں۔جس طرح دھوئیں کو دیکھ کر ہم آگ کا اندازہ فوراً لگا لیتے ہیں، آواز کو سن کر آواز دینے والے کا پتہ تو ہم لگا لیتے ہیں، اسی طرح زمین و آسمان، چاند وسورج، ستاروں و سیاروں، سمندروں و پہاڑوں، جمادات و نباتات، بادل و بارش، کڑک و چمک، شجر و حجر، جنگل و بیابان، درندوں اور پرندوں کو دیکھ کر ہمارا ذہن اس رب العالمین کی جانب جانا چاہئے جس نے ان ساری چیزوں کو اپنے فضل واحسان سے پیدا کیا ہے۔

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کی گئی چند چیزوں کا تذکرہ فرمایا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ ان تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔اللہ کے علاوہ کوئی اور شخص مچھر تو کیا اصلی مچھر کا پر بھی بنا نہیں سکتا۔انسان صانع تو بن سکتا ہے مگر خالق نہیں بن سکتا۔صنعت اور خلقت میں فرق یہ ہے کہ صانع کئی چیزوں کو لے کر اس سے ایک چیز بناتا ہے۔لکڑی یا لوہا یا ربر یا پلاسٹک ان چیزوں کو لے کر انسان کوئی ایسی چیز پیدا کر سکتا ہے جس سے کسی کی کوئی ضرورت پوری ہو۔مگر ایک انسان اپنے ہاتھ سے نہ زمین بنا سکتا ہے اور نہ ہی آسمان، نہ خود سے بارش برسا سکتا ہے اور نہ ہی بادل، نہ ہی سورج اور چاند پیدا کر سکتا ہے اور نہ ہی ستارے اور سیارے۔یہ ساری چیزیں وہ ہیں جن کو رب ذوالجلال نے پیدا کیا ہے۔

یہاں سب سے پہلے آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا ذکر ہے۔اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔رب ذوالجلال نے اپنی قدرت سے ایک ایسا محفوظ، بلند و بالا اور وسیع و کشادہ چھت پیدا کیا جس کے نیچے کروڑوں مخلوقات اپنی زندگی بسر کر رہی ہیں اور اس آسمان کو ستاروں اور سیاروں کے ذریعہ خوشنما بنا دیا۔قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا ذکر ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۷ میں کہا گیا: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا تجھے علم نہیں کہ زمین وآسمان کا ملک اللہ ہی کے لئے ہے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۹ میں کہا گیا: وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔سورۂ جاثیہ کی آیت نمبر ۲۲ میں کہا گیا: وَخَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

اور آسمانوں اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ سورۃ النازعات کی آیات نمبر ۲۸ تا ۳۰ میں یوں کہا گیا: رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ۝ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ۝ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا آسمان کی بلندی اونچی کی پھر اسے ٹھیک ٹھاک کر دیا، اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو نکالا اور اس کے بعد زمین کو ہموار بچھا دیا۔

آسمان وزمین کی پیدائش کے تذکرہ کے بعد آسمان سے پانی برسائے جانے کا تذکرہ فرمایا کہ ان بادلوں سے پانی برسا کر رب ذوالجلال نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا اور اس کے ذریعہ سے مختلف قسم کی کھیتیاں اور متعدد قسم کے باغات کا وجود بخشا تا کہ ان کھیتیوں اور باغات سے مختلف قسم کا اناج، ترکاریاں، میوے، پھل اور پھول میسر ہوں۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۵۳ میں کہا گیا: وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے مختلف نباتات پیدا کیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اپنی اس نعمت کا بھی تذکرہ کیا جس کے ذریعہ انسان ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک بلکہ ایک ملک سے دوسرے ملک تک خود بھی سفر کرتا ہے اور مختلف قسم کی چیزیں بھی منتقل کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کی سہولت کیلئے ان کشتیوں کو مسخر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل ودماغ میں اتنی صلاحیت عطا کی کہ اس نے ایسی کشتیاں بنا دیں کہ یہ کشتیاں سمندروں کو کاٹتی ہوئی ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچ جاتی ہیں۔ اللہ کے حکم سے اس قدر وزنی کشتیاں سمندروں کی سطح پر سے گزرتی ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک کرشمہ ہے اور اس کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کا بھی اظہار فرمایا کہ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ اس رب ذوالجلال نے تمہارے لئے نہروں کو مسخر کر دیا جن نہروں سے لوگ پانی پیتے ہیں اور کھیتوں اور باغات کو سیراب کرتے ہیں اور اپنے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں۔

سورج اور چاند کے بارے میں فرمایا کہ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ تمہارے لئے تمہارے پروردگار نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا۔ وہ دونوں برابر حرکت میں ہیں۔ ان دونوں کی حرکت رکتی نہیں۔ وہ رب ذوالجلال کے دیئے ہوئے نظام کے مطابق چل رہے ہیں۔ سورج اپنے اندازہ کے مطابق طلوع اور غروب ہو رہا ہے۔ اس سورج اور چاند کے طلوع اور غروب سے انسانی زندگی کا نظام بھی متعلق ہے۔ سورج کی اس گرمی سے انسانوں کے علاوہ دیگر ہزاروں مخلوقات کو فائدہ ہے اور چاند کی چاندنی سے زمین والوں کے سینکڑوں فائدے ہیں۔ سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰ میں سورج اور چاند کے بارے میں یوں کہا گیا کہ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ اور سورج اپنے مقررہ راستہ پر چلتا

رہتا ہے۔ یہ اس غالب و دانا کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک کہ چاند گھٹتے گھٹتے کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ تو سورج ہی سے یہ ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

﴿درس نمبر: ۱۰۴۷﴾

تم اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے

﴿ابراہیم: ۳۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاٰتٰىكُمْ اور اس نے دی تمہیں مِّنْ كُلِّ مَا ہر وہ چیز کہ سَاَلْتُمُوْهُ تم نے سوال کیا اس کا وَاِنْ اور اگر تَعُدُّوْا تم شمار کرو نِعْمَتَ اللّٰهِ اللہ کی نعمتیں لَا تُحْصُوْهَا (تو) تم انہیں گن نہ سکو گے اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک انسان لَظَلُوْمٌ البتہ بہت بڑا ظالم كَفَّارٌ نہایت ناشکرا ہے ۝

ترجمہ: اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تمہیں عنایت کیا اور اگر اللہ کے احسان گننے لگو تو شمار نہ کر سکو (مگر لوگ نعمتوں کا شکر نہیں کرتے) کچھ شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم نے جو کچھ مانگا اس نے اس میں سے جو تمہارے لئے مناسب تھا تمہیں دیا

۲۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار بھی نہیں کر سکتے

۳۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بہت بے انصاف بڑا ناشکرا ہے۔

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں کا اظہار فرمایا جو اس نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں۔ آسمانوں اور زمین، بارش، کشتی، نہریں، سورج اور چاند اور دن و رات یہ وہ نعمتیں ہیں جن نعمتوں سے ہم تمام لطف اندوز بھی ہوتے ہیں اور فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔ ان نعمتوں کے دیئے جانے کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید یہ فرمایا کہ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان ساری نعمتوں کے ساتھ ان چیزوں میں سے بھی عطا فرمایا جو تم نے اس سے مانگا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس کے بندوں پر اس قدر زیادہ ہیں کہ انسان ان نعمتوں کو نہ شمار کر سکتا ہے اور نہ ہی گن سکتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے خزانے اور انسان کی تخلیق کی عجائبات، اس انسان کے اندر کی وہ خصوصیات جن کا تعلق سننے اور دیکھنے، چکھنے، سننے، بولنے اور چھونے وغیرہ سے ہے اور عافیت، چین، سکون اور امن و امان کی نعمتیں، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے پیدا ہونے سے پہلے اس کی ماں کے پیٹ ہی سے اس کے رزق کا انتظام کر دیا۔ انسان کی پیدائش، اس کا بچپن اور لڑکپن اور اس کی جوانی اور بڑھاپا پھر اس کی موت، ان تمام

مراحل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت اور اس کے رزق کا انتظام، یہ وہ نعمتیں ہیں جن کو انسان نہ گن سکتا ہے اور نہ شمار کرسکتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ ساری نعمتیں ہم انسانوں کو عطا فرمائی ہیں تو ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم ان تمام نعمتوں کا احساس اپنے دل میں پیدا کریں اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کی اطاعت کریں اور اس کے حکموں کو بجالائیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سایہ میں زندگی بسر کرنے والے کا اس کے شکر سے غافل ہوجانا اور اس کی نعمتوں کی ناشکری کرنا اور اس کی نافرمانی کرنا یقیناً اس کی بندگی کے خلاف ہے۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۸ میں بھی یہ بات کہی گئی: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہ کرسکو گے، بیشک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بارے میں یہ فرما رہے ہیں: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ بیشک انسان بڑا بے انصاف اور بڑا ہی ناشکرا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کرنا اور پھر اس کی نافرمانی کرنا ناانصافی نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ بعض مرتبہ لوگ یوں کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟ (نعوذ باللہ) اور کبھی کبھی ایسے الفاظ بھی انسان اپنی زبان سے ادا کرتا ہے کہ یہ سب کچھ میں نے اپنی محنت اور اپنی سمجھ سے حاصل کیا، جیسا کہ قارون نے کہا تھا کہ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ (القصص:۷۸) یہ سب کچھ مجھے میرے علم و ہنر کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ یہ وہ کلمات ہیں جو ایک مومن و مسلمان بندے کے لئے زیبا نہیں دیتے۔ مومن بندوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر مسلسل شکر ادا کرتے رہیں۔

اے میرے رب! اس شہر کو پُرامن بنادیجئے

درس نمبر: ۱۰۴۸ — ابراہیم: ۳۵-۳۶-۳۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا رَبِّ اے میرے رب! اجْعَلْ تو بنادے هٰذَا الْبَلَدَ اس شہر (مکہ) کو اٰمِنًا امن والا وَّاجْنُبْنِيْ اور دور رکھ مجھے وَبَنِيَّ اور میری اولاد کو اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ کہ ہم عبادت کریں بتوں کی ۝ رَبِّ اے میرے رب! اِنَّهُنَّ بلاشبہ انہوں نے اَضْلَلْنَ گمراہ کیے ہیں كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بہت سے لوگ فَمَنْ چنانچہ جس شخص نے تَبِعَنِيْ میری پیروی کی فَاِنَّهٗ تو بے شک وہ مِنِّيْ میرا ہے

وَمَنْ اور جس نے عَصَانِیْ میری نافرمانی کی فَاِنَّکَ تو بے شک تو غَفُوْرٌ بہت زیادہ بخشنے والا رَّحِیْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے ۝ رَبَّنَآ اے ہمارے رب! اِنِّیْٓ بے شک میں نے اَسْکَنْتُ بسائی ہے مِنْ ذُرِّیَّتِیْ اپنی اولاد بِوَادٍ ایک ایسی وادی میں غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ جو کھیتی والی نہیں ہے عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ تیرے حرمت والے گھر (کعبے) کے نزدیک رَبَّنَا اے ہمارے رب! لِیُقِیْمُوا تاکہ وہ قائم کریں الصَّلٰوۃَ نماز فَاجْعَلْ لہٰذا کردے تو اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ لوگوں کے دل تَھْوِیْٓ (کہ) مائل ہوں اِلَیْھِمْ ان کی طرف وَارْزُقْھُمْ اور تو رزق دے انہیں مِّنَ الثَّمَرٰتِ پھلوں سے لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ تاکہ وہ (تیرا) شکر کریں ۝

ترجمہ: اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ میرے پروردگار! اس شہر کو (لوگوں کیلئے) امن کی جگہ بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ O اے اللہ! انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے سو جس شخص نے میرا کہا مانا وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے O اے اللہ! میں نے اپنی اولاد میدانِ (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لا بسائی ہے، اے اللہ! تاکہ یہ نماز پڑھیں، تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میووں سے روزی دے تاکہ (تیرا) شکر کریں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہا تھا کہ یا رب! اس شہر کو پُر امن بنا دیجئے

۲۔ مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے بچائیے کہ ہم بتوں کی پرستش کریں

۳۔ میرے پروردگار! ان بتوں نے لوگوں کی بڑی تعداد کو گمراہ کیا ہے

۴۔ جو کوئی میری راہ پر چلے وہ تو میرا ہے

۵۔ جو کہا نہ مانے تو اس کا معاملہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں آپ بہت بخشنے والے بڑے مہربان ہیں

۶۔ اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو آپ کے حرمت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں لا بسایا ہے جس میں کوئی کھیتی نہیں ہوتی۔

۷۔ اے ہمارے پروردگار! یہ میں نے اس لئے کیا تاکہ یہ نماز قائم کریں

۸۔ لہٰذا لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے کشش پیدا کر دیجئے!

۹۔ ان کے پھلوں کا رزق عطا فرمایئے تاکہ وہ شکر گزار بنیں

ان تین آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چار دعاؤں کا ذکر ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے چار چیزیں مانگی ہیں:

- پہلی دعا یہ کی کہ اے میرے رب! اس شہر یعنی مکۂ مکرمہ کو امن کا گہوارہ بنا دیجئے
- دوسری دعا یہ فرمائی کہ مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے بچا دیجئے
- تیسری دعا یہ فرمائی کہ لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے کشش پیدا کیجئے
- چوتھی دعا یہ فرمائی کہ مکہ والوں کو پھلوں کا رزق عطا فرمایئے تا کہ وہ شکر گزار بنیں

رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا تذکرہ فرمایئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرمت والے شہر مکۃ المکرّمہ کے حق میں کیا دعا فرمائی؟ چونکہ مکۂ مکرمہ اپنے قیام کے دن ہی سے ایک اللہ کی عبادت کیلئے بنایا گیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر اس شخص سے اپنی براءت کا اعلان کیا تھا جو اللہ کو چھوڑ کر کسی بت کی عبادت کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکۂ مکرمہ کے حق میں یہ دعا فرمائی تھی کہ یہ مکہ توحید کے سایہ میں باقی رہے اور اس میں ہمیشہ امن قائم رہے۔ یہ ایسا شہر بنا رہے جس میں کسی کا ناحق خون نہ کیا جائے اور کوئی کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو رب ذوالجلال نے قبول فرمایا اور یہ شہر انسانوں کے لئے نیز پرندوں اور نباتات کیلئے بھی امن کی جگہ بن گیا کہ نہ کسی انسان کا اس شہر میں قتل ہوگا اور نہ کسی جانور یا پرندہ کا شکار ہوگا اور نہ کوئی درخت خواہ مخواہ کاٹا جائے گا، جیسا کہ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۶۷ میں کہا گیا: **اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّـا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ** کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو باامن بنا دیا ہے حالانکہ ان کے اردگرد سے لوگ اچک لئے جاتے ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۹۷ میں کہا گیا کہ **وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا** جو اس شہر مکہ میں داخل ہو گیا وہ امن والا ہو گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جن کو توحید سے بڑا پیار اور شرک سے بڑی نفرت تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خود بھی شرک سے بچتے رہے اور اپنی اولاد کو بھی شرک سے بچایا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کی اولاد کو شرک سے بچائے رکھے۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بھی مذکور ہے کہ **وَّاجْنُبْنِىْ وَبَنِىَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ** اے میرے پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا بھی قبول فرمائی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا اس وقت کی تھی جبکہ وہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو مکہ میں چھوڑ کر رخصت ہو رہے تھے جبکہ حضرت اسماعیل دودھ پیتے بچے تھے۔ اس وقت خانۂ کعبہ کی تعمیر بھی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پروردگار سے یہ عرض کر رہے ہیں کہ اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو ہدایت کے راستہ سے نکال کر گمراہی میں ڈال دیا ہے۔ گمراہی کو بتوں کی طرف اس لئے منسوب کیا کہ یہی بت ان لوگوں کی گمراہی کا ذریعہ بنے ہوئے تھے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اصول بتلا دیا کہ جس نے میرے دین و اعتقاد کی اتباع کی یعنی

جو تجھ پر ایمان رکھنے میں خالص توحید پر قائم رہا وہ مجھ میں سے ہے یعنی میرے طریقہ پر ہے اور جس نے میری اس دعوت کو ٹھکرا دیا اور میری نافرمانی کی اس کے بارے میں اے میرے رب! آپ قادر و مختار ہیں کہ آپ اس کو توبہ کی توفیق دے کر رحم کر دیں اور معاف کر دیں۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے شیر خوار بیٹے اسماعیل کو مکہ کی اس سرزمین میں اللہ کے حکم سے ٹھہرا دیا تھا اور ان سے رخصت ہو رہے تھے تو اللہ تعالیٰ سے اپنا حال بیان فرمایا کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو آپ کے محترم گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں لا بسایا ہے جس میں کوئی کھیتی ہی نہیں ہے اور میں نے میری کچھ اولاد کو یعنی اسماعیل اور اسماعیل سے ہونے والی نسل کو اس لئے مکہ کی اس وادی میں لا بسایا ہے تا کہ یہاں یہ اور ان کی نسل نماز قائم کرے اور آپ کی عبادت کرے۔ پروردگار! آج تو صرف ہاجرہ اور اسماعیل ہیں۔ آپ بعض لوگوں کے دلوں کو اس شہر کی طرف موڑ دیجئے کہ شوق و محبت میں اس شہر کی طرف لوگ کھنچے چلے آئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اَفْـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ کہا ''لوگوں میں سے چند کے دلوں کو۔'' اگر اَفْـئِدَةَ النَّاسِ کہہ دیتے یعنی دنیا جہاں کے سارے لوگوں کو مکہ کی طرف مائل کر دے تو دنیا جہاں کے سارے یہود و نصاریٰ اور فارس و روم کے سارے لوگ مکہ کی طرف مائل ہو جاتے اور بے انتہا اژدہام ہو جاتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے یہ بھی دعا فرمائی کہ ان کو مختلف علاقوں میں موجود مختلف قسم کے پھل عطا فرمایئے تا کہ ان پھلوں کو کھا کر آپ کی عبادت و اطاعت کیا کریں۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵۷ میں یہی بات کہی گئی: اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا کیا ہم نے انہیں امن و امان اور حرمت والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں تمام چیزوں کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں؟ ہمارے پاس بطور رزق کے ہیں۔ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ کے ذریعہ اس جانب اشارہ دیا گیا کہ جب ہمیں مختلف قسم کے پھل ملیں اور ہم وہ پھل کھائیں تو ضرور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

میری اولاد میں ایسے لوگ پیدا فرما جو نماز قائم کریں

﴿درس نمبر: ۱۰۴۹﴾ ﴿ابراہیم: ۳۸ تا ۴۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: رَبَّنَآ اے ہمارے رب! اِنَّكَ بے شک تو تَعْلَمُ جانتا ہے مَا نُخْفِيْ جو کچھ ہم چھپاتے ہیں

وَمَا نُعۡلِنُ اور جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں وَمَا يَخۡفٰى اور نہیں چھپتی عَلَى اللّٰهِ اللہ پر مِنۡ شَىۡءٍ کوئی چیز فِى الۡاَرۡضِ زمین میں وَلَا فِى السَّمَآءِ اور نہ آسمان میں ۝ اَلۡحَمۡدُ تمام تعریفیں لِلّٰهِ اللہ کے لیے ہیں الَّذِىۡ وہ جس نے وَهَبَ لِىۡ مجھے عطا کیے عَلَى الۡكِبَرِ باوجود بڑھاپے کے اِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ اسماعیل اور اسحاق اِنَّ رَبِّىۡ بے شک میرا رب لَسَمِيۡعُ البتہ خوب سننے والا ہے الدُّعَآءِ دعا کا ۝ رَبِّ اے میرے رب! اجۡعَلۡنِىۡ تو بنادے مجھے مُقِيۡمَ الصَّلٰوةِ نماز کو قائم رکھنے والا وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ اور میری اولاد میں سے (بھی) رَبَّنَا اے ہمارے رب! وَتَقَبَّلۡ اور تو قبول فرما دُعَآءِ میری دعا ۝ رَبَّنَا اے ہمارے رب! اغۡفِرۡ لِىۡ تو مجھے بخش دے وَلِوَالِدَىَّ اور میرے ماں باپ کو وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ اور (سب) مومنوں کو يَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡحِسَابُ جس دن حساب قائم ہوگا ۝

ترجمہ: اے اللہ! جو بات ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں تو سب جانتا ہے۔ اور اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں (نہ) زمین میں نہ آسمان میں ○ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحٰق بخشے بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے ○ اے اللہ! مجھے (ایسی توفیق عنایت) کر کہ نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی (یہ توفیق بخش) اے اللہ! میری دعا قبول فرما ○ اے اللہ! حساب (کتاب) کے دن مجھے اور میرے ماں باپ کی اور مومنوں کی مغفرت فرما۔

تشریح: ان چار آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ہمارے رب! ہم جو کام چھپ کر کرتے ہیں وہ بھی آپ کے علم میں ہیں

۲۔ جو کام علانیہ کرتے ہیں وہ بھی آپ کے علم میں ہیں

۳۔ اللہ تعالیٰ سے نہ زمین کی کوئی چیز چھپی ہوئی ہے نہ آسمان کی کوئی چیز

۴۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق جیسے بیٹے عطا فرمائے

۵۔ بیشک میرا رب بڑا دعائیں سننے والا ہے

۶۔ اے میرے رب! مجھے بھی نماز قائم کرنے والا بنادیجئے اور میری اولاد میں سے بھی ایسے لوگ پیدا فرمایئے جو نماز قائم کریں

۷۔ اے ہمارے پروردگار! اور میری دعا قبول فرمالیجئے

۸۔ اے ہمارے پروردگار! جس دن حساب قائم ہوگا اس دن میری بھی مغفرت فرمایئے، میرے والدین کی بھی اور ان سب کی بھی جو ایمان رکھتے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان دعاؤں کا ذکر تھا جو انہوں نے شہر مکہ، اہلِ مکہ اور اپنی اولاد کے حق میں کی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ لسلام اپنے رب سے یوں کہہ رہے ہیں کہ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِىۡ وَمَا نُعۡلِنُ اے ہمارے پروردگار! آپ جانتے ہیں جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی

آپ ہمارے دلوں کے اندر کی نیتوں سے بھی واقف ہیں اور زبان سے جاری ہونے والے عزائم اور ارادوں سے بھی باخبر ہیں۔ مزید یہ بھی فرمارہے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز آپ سے اے اللہ! پوشیدہ نہیں ہے۔ مفسرین نے یہاں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دراصل اپنی موت کے بعد اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور اپنے بیٹے اسماعیل کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت مانگنا چاہتے تھے، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دعا میں اس کی صراحت نہیں کی بلکہ اس قدر ذکر ہی پر اکتفاء کر دیا کہ آپ وہ سب کچھ جانتے ہیں جو ہمارے دلوں میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کی بات کا علم ہے تو اس کو بتلانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بڑی اہم بات بیان کی ہے کہ شدید ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مشغول رہنا دعا کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ اگر ہم کو کسی چیز کی ضرورت ہے تو اس چیز کے مانگنے سے بہتر یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں لگے رہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مَنْ شَغَلَهُ عَنْ ذِكْرِیْ عَنْ مَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُهُ اَفْضَلَ مَا اَعْطَیْتُ السَّائِلِیْنَ ۔ (بخاری) جس شخص کو میری یاد نے مجھ سے سوال کرنے سے مشغول کر دیا میں اس کو ان سے زیادہ عطا کروں گا جو مجھ سے مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ پانے کا یہ کتنا پیارا فارمولہ ہے؟ اس حدیث قدسی کو ذہن میں رکھیئے اور جب کوئی ضرورت ہو تو اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جایئے۔ اس قدر مشغول ہو جایئے کہ آپ اپنی ضرورت کی وہ چیز اللہ سے مانگ نہ سکیں تو یاد رکھیئے اللہ تعالیٰ سے آپ کو اس سے زیادہ ملے گا جتنا مانگنے سے ملتا تھا۔ (اللہ اکبر کبیرا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بڑھاپے میں ملی اولاد (یعنی حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام) کی اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے ہیں اور یوں رب ذوالجلال کی حمد و ثنا بیان کر رہے ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمایا۔ واضح ہو کہ حضرت اسماعیل حضرت ہاجرہ کے بطنِ مبارک سے پیدا ہوئے اور حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ کے بطنِ مبارک سے پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام سے تیرہ سال بڑے تھے۔ حضرت اسماعیل کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ننانوے سال تھی اور جب حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بارہ سال تھی۔ ظاہر ہے کہ اس قدر بڑھاپے میں دونوں بیٹوں کی پیدائش حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بڑی نعمت تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے یہ دعا فرمائی کہ اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے ایک طرف اس بات کا علم و احساس ہوتا ہے کہ نماز کو قائم کرنا کس قدر اہم فریضہ ہے؟ دوسری طرف اس دعا میں اس بات کی ترغیب بھی ہے کہ ایک مومن باپ

کو جہاں اپنے حق میں یہ دعا کرنی چاہئے کہ وہ نماز کو قائم کرنے والا بنے وہیں اس باپ کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کے حق میں بھی یہ دعا کرے کہ وہ نماز کو قائم کرنے والے بن جائیں۔ بحیثیت مسلمان ہر ایک باپ کو اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم میں سے کتنے ایسے باپ ہیں جو اپنی اولاد کی نماز کی اس قدر فکر کرتے ہیں اور اپنے رب سے اپنے بچوں کے نمازی بنے رہنے کی دعا کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لئے اور اپنے ماں باپ کے لئے اور تمام مومنوں کے لئے مغفرت کی دعایوں کی کہ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ اے ہمارے رب! میری مغفرت فرما اور میرے ماں باپ کی مغفرت فرما اور تمام مومنوں کی مغفرت فرما جس دن حساب قائم ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ کسی کافر یا مشرک کے لئے مغفرت کی دعا تو نہیں کی جاسکتی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک ماں باپ کے لئے مغفرت کی دعا کیسے کی؟ اس کا جواب خود قرآنِ مجید کی دوسری آیت میں موجود ہے: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (التوبہ:۱۱۴) اور ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لئے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وعدہ کہ وہ اللہ سے کر چکے تھے، لیکن جب ان کو معلوم ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہوگئے۔ کچھ شک نہیں کہ ابراہیم (علیہ السلام) بڑے نرم دل اور متحمل تھے۔

ظالموں کے عمل سے اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے

درس نمبر: ۱۰۵۰ — ابراہیم: ۴۲۔۴۳۔۴۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ﴿۴۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ اور آپ ہرگز نہ گمان کریں اللہ کو غَافِلًا بے خبر عَمَّا اس سے جو يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ظالم عمل کرتے ہیں اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ یقیناً وہ انہیں مہلت دیتا ہے لِيَوْمٍ اس دن تک تَشْخَصُ (کہ) پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی فِيْهِ الْاَبْصَارُ آنکھیں اس میں ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ وہ دوڑ رہے ہوں گے (محشر کی طرف) مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے لَا يَرْتَدُّ نہیں لوٹے گی (خود) اِلَيْهِمْ ان کی طرف طَرْفُهُمْ ان کی نگاہ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ اور ان کے دل هَوَآءٌ (عقل و شعور سے) خالی ہوں گے ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ اور آپ لوگوں کو ڈرائیں يَوْمَ اس دن سے يَاْتِيْهِمُ (کہ) آئے گا (اس دن) ان پر الْعَذَابُ عذاب فَيَقُوْلُ تو کہیں گے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے ظَلَمُوْا ظلم کیا رَبَّنَآ اے ہمارے رب! اَخِّرْنَآ مہلت دے ہمیں اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ

تھوڑی سی مدت تک نُّجِبۡ ہم قبول کرلیں گے دَعۡوَتَکَ تیری دعوت وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے اَوَلَمۡ تَکُوۡنُوۡۤا (تو کہا جائے گا) کیا اور تم نہیں تھے اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ (کہ) اس سے پہلے قسمیں کھاتے تھے؟ مَا لَکُمۡ (کہ) تمہارے لیے نہیں ہے مِّنۡ زَوَالٍ کوئی زوال ۝

ترجمہ: اور (مومنو) مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کررہے ہیں اللہ اُن سے بے خبر ہے۔ وہ اُن کو اُس دن تک مہلت دے رہا ہے جب کہ (دہشت کے سبب) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی O (اور لوگ) سر اٹھائے ہوئے (میدانِ قیامت کی طرف) دوڑ رہے ہوں گے۔ اُن کی نگاہیں اُن کی طرف لوٹ نہ سکیں گی اور اُن کے دل (مارے خوف کے) ہوا ہورہے ہوں گے O اور لوگوں کو اس دن سے آگاہ کردو جب اُن پر عذاب آجائے گا تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی سی مہلت عطا کرتا کہ ہم تیری دعوتِ (توحید) قبول کریں اور (تیرے) پیغمبروں کے پیچھے چلیں (تو جواب ملے گا کہ) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم کو (اس حال سے جس میں تم ہو) زوال (اور قیامت کو حسابِ اعمال) نہیں ہوگا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جو کچھ یہ ظالم کررہے ہیں اللہ اس سے غافل ہے

۲۔ اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو اس دن تک کے لئے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی

۳۔ وہ سروں کو اوپر اٹھائے دوڑ رہے ہوں گے

۴۔ ان کی نگاہیں جھپکنے کو واپس نہیں آئیں گی

۵۔ ان کے دل بدحواسی میں اُڑے جارہے ہوں گے

۶۔ اے پیغمبر! آپ ان لوگوں کو اس دن سے خبردار کرو جب عذاب ان پر آپڑے گا

۷۔ اس وقت ظالم کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مدت کے لئے اور مہلت دے دیجئے

۸۔ تاکہ ہم آپ کی دعوت قبول کرلیں اور پیغمبروں کی پیروی کریں

۹۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ ارے کیا تم لوگوں نے قسمیں کھا کھا کر یہ نہیں کہا تھا کہ تم پر کوئی زوال نہیں آسکتا؟

رسولِ رحمت ﷺ مکہ کی سرزمین میں لوگوں کو توحید کی جب دعوت دیتے تھے تو مکہ کے مشرکین آپ ﷺ کی اس دعوت کا انکار کرتے اور جھٹلاتے تھے اور یہ مشرکین کہتے تھے کہ اگر واقعی محمد بن عبداللہ اللہ کے رسول ہیں اور ہم ان کی اس دعوت کو جھٹلا رہے ہیں تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ اگر ہم واقعی مجرم ہیں تو ہم پر عذاب آنا چاہئے۔ مشرکین کی ان جاہلانہ باتوں سے دوسرے لوگ بھی متاثر ہوتے تھے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور رسولِ رحمت ﷺ کو اس حقیقت سے باخبر کیا گیا کہ پیغمبر! آپ یہ خیال مت کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان مشرکین سے اور ان کی باتوں سے ناواقف اور

بے خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے احوال اور اقوال کا پورا پورا علم ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دستور اور قانون یہ ہے کہ وہ ایسے مجرموں کو مہلت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب ظالموں کو سزا دینے میں اس وقت تک کے لئے تاخیر کر رہا ہے جس دن نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں اور کافروں کو قیامت کے دن تک کی مہلت دے رہا ہے اور قیامت کا دن وہ ہولناک دن ہوگا کہ آنکھیں اوپر کو اٹھی رہ جائیں گی۔ یہ لوگ دوڑتے ہوں گے اپنے سروں کو اوپر کی جانب اٹھائے ہوئے ہوں گے، ان کی نظریں بھی الٹ کر واپس نہیں آئیں گی۔ وہ اس دن ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھتے ہوں گے کہ پلک بھی نہ جھپک سکیں گے اور قیامت کے دن کی دہشت اور ہولناکی کی وجہ سے حواس باختہ ہوں گے، ان کے ہوش اڑے ہوئے ہوں گے۔

یہاں بظاہر خطاب رسولِ رحمت ﷺ سے ہے مگر حقیقت میں دنیا جہاں کے سارے انسانوں سے یہ بات کہی جا رہی ہے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۰۸ تا ۱۱۱ میں بھی قیامت کے دن کا منظر پیش کیا گیا ہے تا کہ لوگ اپنے اندر قیامت کا خوف پیدا کریں۔ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا اس روز لوگ پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے اور اس کی پیروی سے انحراف نہ کر سکیں گے اور رحمٰن کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی تو تم ایک ہلکی آواز کے سوا کوئی آواز نہ سنو گے۔ اس روز کسی کی سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی مگر اس شخص کی جسے رحمٰن اجازت دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔ جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ اس کو جانتا ہے اور وہ اپنے علم سے اللہ کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے اور اس زندہ و قائم کے روبرو منہ لٹک جائیں گے اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا وہ نامراد رہا۔ سورۂ معارج کی آیت نمبر ۴۳ میں کہا گیا: يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ اس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے کسی مقابلے کے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہوں۔

رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرایئے جس دن ان کے پاس عذاب آئے گا۔ اس وقت یہ کہیں گے کہ اے رب! ہمیں تھوڑی سی مہلت اور دے دیجئے۔ آپ نے ہمیں جن کاموں کی دعوت دی تھی ہم ان پر عمل کریں گے اور آپ کا حکم مانیں گے اور رسولوں کی اتباع کریں گے۔ یہ ظالم اللہ تعالیٰ سے اس دن یہ کہیں گے کہ ہم کو دوبارہ دنیا کی طرف لوٹا دیجئے اور ہم کو ایک اور مرتبہ مہلت دیجئے اور جو کچھ ہم نے اب تک دنیا میں جرائم کئے ہیں ان کا تدارک اور ازالہ کریں گے۔ اب تک شرک، کفر، فسق و فجور اور نافرمانی میں زندگی گزار کر آئے ہیں، اب اس کے بعد توحید، ایمان، عبادت اور فرمانبرداری والی زندگی گزاریں گے اور آپ نے جن رسولوں کو بھیجا تھا ان رسولوں کی اتباع

کریں گے، جیسا کہ سورۃ منافقون کی آیت نمبر ۱۰ میں ہے: رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا؟ سورۃ مومنون کی آیت نمبر ۹۹ اور ۱۰۰ میں بھی یوں ذکر ہے: حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ یہ لوگ اسی طرح غفلت میں رہیں گے یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے گی کہے گا کہ اے پروردگار! مجھے پھر دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں، ہرگز نہیں! یہ ایک ایسی بات ہے کہ وہ اسے زبان سے کہہ رہا ہوگا اور اس کے ساتھ عمل نہیں ہوگا اور ان کے پیچھے برزخ ہے جہاں وہ اس دن تک رہیں گے جب تک کہ دوبارہ اٹھائے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرمائیں گے کہ تم تو یہی کہتے تھے اور قسم کھا کر کہتے تھے کہ ہمیں دنیا ہی میں رہنا ہے، یہاں سے کہیں اور جانا ہی نہیں ہے۔

ان کی ساری چالوں کا توڑ اللہ کے پاس ہے

﴿درس نمبر: ۱۰۵۱﴾ ﴿ابراہیم: ۴۵۔۴۶۔۴۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَّسَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَّسَكَنْتُمْ اور تم آباد تھے فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ان لوگوں کے گھروں میں جنہوں نے ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا وَتَبَیَّنَ لَكُمْ اور تمہارے لیے واضح ہو گیا تھا كَیْفَ فَعَلْنَا (کہ) ہم نے کیسا (سلوک) کیا بِهِمْ ان کے ساتھ؟ وَضَرَبْنَا اور ہم نے بیان کی تھیں لَكُمُ الْاَمْثَالَ تمہارے لیے مثالیں ۝ وَقَدْ مَكَرُوْا اور تحقیق انہوں نے مکر کیے تھے مَكْرَهُمْ اپنے مکر وَعِنْدَ اللّٰهِ اور اللہ کے پاس ہیں مَكْرُهُمْ ان کا مکر وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ اور نہیں تھے ان کے مکر لِتَزُوْلَ کہ ٹل جاتے مِنْهُ الْجِبَالُ بوجہ ان (مکروں) کے پہاڑ ۝ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ چنانچہ ہرگز نہ گمان کریں آپ اللہ کو مُخْلِفَ خلاف کرنے والا وَعْدِهٖ اپنے وعدے کا رُسُلَهٗ اپنے رسولوں سے اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ عَزِیْزٌ نہایت غالب ہے ذُو انْتِقَامٍ انتقام لینے والا ۝

ترجمہ: جو لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے تم اُن کے مکانوں میں رہتے تھے اور تم پر ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان لوگوں کیساتھ کس طرح (کا معاملہ) کیا تھا اور تمہارے (سمجھانے) کیلئے مثالیں بھی بیان کر دی تھیں O اور انہوں نے (بڑی بڑی) تدبیریں کیں اور ان کی (سب) تدبیریں اللہ کے ہاں (لکھی ہوئی) ہیں گو وہ تدبیریں ایسی (غضب کی) تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں O تو ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ نے جو اپنے پیغمبروں سے وعدہ کیا ہے

اُس کے خلاف کرے گا بیشک اللہ زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم ان لوگوں کی بستیوں میں رہ چکے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔

۲۔ یہ بات کھل کر سامنے آ چکی تھی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

۳۔ ہم نے تمہیں مثالیں بھی دی تھیں

۴۔ وہ لوگ اپنی ساری چالیں چل چکے تھے

۵۔ ان کی ساری چالوں کا توڑ اللہ کے پاس تھا

۶۔ چاہے ان کی چالیں ایسی کیوں نہ ہو جن سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جائیں

۷۔ لہٰذا ان کے بارے میں ہرگز یہ خیال بھی دل میں نہ لانا کہ اس نے اپنے پیغمبروں سے جو وعدہ کر رکھا تھا اس کی خلاف ورزی کرے گا

۸۔ یقین رکھو کہ اللہ اپنے اقتدار میں سب پر غالب ہے

گزری ہوئی قوموں اور ان کے انجام سے سبق حاصل کرنے اور اپنے آپ کو اس بُرے انجام سے بچانے کیلئے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ جو لوگ اپنے آپ پر کفر و شرک کے ذریعہ ظلم کرتے تھے تم لوگ ان کے مکانوں میں رہتے تھے اور ان کی بستیوں کی سیر بھی تم کر چکے ہو جن بستیوں کے رہنے والوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور ان پر اللہ کا عذاب آیا اور وہ ہلاک و برباد ہو گئے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اور ان کے نبیوں کو جھٹلانے اور انکار کرنے کی وجہ سے نیز حق کی دعوت سے ان نبیوں کو روکنے کے نتیجہ میں ان لوگوں کو ہم نے کس طرح سزا دی؟ اور ان کو ہلاک کر دیا اور تمہارے سامنے یہ حقیقت ظاہر ہو گئی کہ ان سب کا انجام رسوائی، ذلت اور تباہی کے سوا اور کچھ نہ ہوا۔ جب رب ذوالجلال نے ان گزری ہوئی قوموں کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو یہ بات جان لو کہ اگر تم بھی اسی قسم کی حرکتیں کرو گے تو تمہارے ساتھ بھی یہ تاریخ دہرائی جا سکتی ہے۔ لیکن تمہارا معاملہ یہ ہے کہ تم ان تمام گزرے ہوئے واقعات و حادثات سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵۸ میں ان بستیوں کی تباہی کے بارے میں یوں کہا گیا: وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۗ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ اور ہم نے بہت سی وہ بستیاں تباہ کر دیں جو اپنی عیش و عشرت میں اترانے لگی تھیں۔ یہ ہیں ان کی رہائش کی جگہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد کی گئیں اور ہم ہی ہیں آخر سب کے وارث۔ سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۲۶ میں بھی کہا گیا: اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ کیا اس بات نے بھی انہیں ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا جن کے مکانوں میں یہ چل پھر رہے ہیں۔

گزری ہوئی قوموں کے ان ظالم لوگوں کے بارے میں یہاں یہ بات بھی بیان کی جارہی ہے کہ وَقَدۡ مَكَرُوۡا مَكۡرَهُمۡ نبیوں کی مخالفت پر کمربستہ یہ ظالم لوگ حق کی دعوت کو دبانے اور کچلنے کیلئے طرح طرح کی تدبیریں کرتے تھے اور لوگوں کو حق کے راستہ سے روکتے تھے اور اپنی اس تحریک میں اپنی جان بھی لگاتے تھے اور اپنا مال بھی لگاتے تھے۔ان کی یہ تدبیریں ایسی تھیں جن کی وجہ سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل سکتے تھے۔حق کو باطل ثابت کرنے اور باطل کو عام کرنے میں ان لوگوں نے اپنی ساری طاقتیں جھونک دی تھیں۔اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ وَعِنۡدَ اللّٰهِ مَكۡرُهُمۡ اللہ کے سامنے ان کی یہ تدبیریں ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ کو ان کی ان تدبیروں کا پورا پورا علم تھا اور اللہ تعالیٰ کو اس کا بھی علم تھا کہ اس کی سزا کیا ہوگی؟ جب اللہ تعالیٰ کو یہ سب کچھ معلوم ہے تو وہ ضرور ان کو اس کا بدلہ دے گا اور سخت ترین حساب ان سے لیا جائے گا، باوجود یہ کہ ان کی تدبیریں ایسی طاقتور تھیں کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں، مگر ان کی تدبیروں سے پہاڑ ٹل نہ سکیں گے۔مفسرین نے یہاں یہ بات لکھی ہے کہ پہاڑوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور اس کی شریعت ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی مثال مضبوط پہاڑوں کی سی ہے۔کافروں کی ان تدبیروں سے اللہ کے دین اور اس کی شریعت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔فرق تو ان مکر کرنے والوں کی ذات پر پڑے گا

اب رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ پیغمبر! مشرکین کی ان تدبیروں سے اور ان پر عذاب نہ آنے کی وجہ سے آپ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرے گا، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے کہ ہم رسولوں کو اور جو ایمان لائے ان کی مدد کریں گے، اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ میں غالب ہے۔اس کے ارادہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق نبیوں کی مدد کرے گا اور ایمان والوں کی مدد کرے گا، جیسا کہ سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۲۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيۡزٌ اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ بیشک میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ زورآور اور غالب ہے۔سورۂ مومن کی آیت نمبر ۵۱ میں بھی یہ بات کہی گئی کہ اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡاَشۡهَادُ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیوی زندگی میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔

ہمارے ملک بھارت کے موجودہ حالات میں یہ آیتیں ہماری رہبری کرتی ہیں اور حوصلہ بخشتی ہیں کہ ان ناموافق حالات میں ہمیں گھبرانے اور مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، رب ذوالجلال ہماری ضرور مدد کرے گا۔اس ملک میں مسلمان غالب رہیں گے اور اسلام کی سربلندی اس ملک میں بھی رہے گی۔ہمیں توجہ دینا ہے اپنے ایمان کی طرف اس لئے کہ غلبہ اور سربلندی کیلئے ایمان شرط ہے، صرف ظاہری اسلام کافی نہیں ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ تم ہی غالب ہوا گر تم مومن ہو۔بھارت کے مسلمانوں کو اس وقت اپنے ایمان کی مضبوطی کی فکر کرنی چاہئے۔

﴿درس نمبر:۱۰۵۲﴾ ﴿ابراہیم:۴۸۔۵۲﴾

جب زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ جس دن یہ زمین بدل دی جائے گی غَيْرَ الْاَرْضِ (کسی) اور زمین سے وَالسَّمٰوٰتُ اور آسمان بھی وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ اور سامنے ہوں گے وہ لوگ اللہ کے الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (جو) ایک ہے بڑا زبردست ہے ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ اور آپ مجرموں کو دیکھیں گے يَوْمَئِذٍ اس دن مُّقَرَّنِيْنَ وہ جکڑے ہوئے ہوں گے فِي الْاَصْفَادِ زنجیروں میں ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ ان کی قمیصیں ہوں گی مِّنْ قَطِرَانٍ گندھک کی وَّتَغْشٰى اور ڈھانکتی ہوگی وُجُوْهَهُمُ النَّارُ آگ ان کے چہروں کو ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ تاکہ اللہ بدلہ دے كُلَّ نَفْسٍ ہر نفس کو مَّا كَسَبَتْ اس (عمل) کا جو اس نے کمایا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ سَرِيْعُ الْحِسَابِ بہت ہی جلد حساب لینے والا ہے ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ یہ (قرآن) لوگوں کے لیے پیام ہے وَلِيُنْذَرُوْا اور تاکہ وہ (لوگ) ڈرائے جائیں بِهٖ اس کے ذریعہ سے وَلِيَعْلَمُوْٓا اور تاکہ وہ جان لیں اَنَّمَا هُوَ کہ صرف وہی (الہ) اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ایک معبود ہے وَّلِيَذَّكَّرَ اور تاکہ نصیحت حاصل کریں اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل والے ﴿۵۲﴾

ترجمہ: جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیئے جائیں گے) اور سب لوگ ایک زبردست اللہ کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے O اور اس دن تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں O اُن کے کرتے گندھک کے ہوں گے اور اُن کے مونہوں کو آگ لپٹ رہی ہوگی O یہ اس لئے کہ اللہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے O یہ (قرآن) لوگوں کے نام (اللہ کا پیغام) ہے تاکہ ان کو اُس سے ڈرایا جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود ہے اور تاکہ اہلِ عقل نصیحت پکڑیں۔

تشریح: ان پانچ آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس دن جب یہ زمین ایک دوسری زمین سے بدل دی جائے گی

۲۔ اس دن تمام مجرموں کو اس حالت میں دیکھو گے کہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے

۳۔ ان کے قمیص تارکول کے ہوں گے

۴۔ آگ ان کے چہروں پر چھائی ہوئی ہوگی

۵۔تا کہ اللہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دے

۶۔اللہ جلد حساب چکانے والا ہے

۷۔یہ تمام لوگوں کے لئے ایک پیغام ہے

۸۔اس لئے یہ پیغام دیا جارہا ہے تا کہ انہیں اس کے ذریعہ خبر دار کیا جائے

۹۔تا کہ وہ جان لیں کہ معبود برحق بس ایک ہی ہے

۱۰۔تا کہ سمجھ رکھنے والے نصیحت حاصل کریں

یہاں ایک حقیقت یہ بتلائی گئی کہ قیامت کے دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی اور آسمان بھی بدل جائیں گے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ زمین اس طرح بدل دی جائے گی کہ کچھ بڑھادی جائے گی کچھ کم کردی جائے گی۔اس زمین کے ٹیلے اور پہاڑ اور اس کی نشیبی اور اس کے درخت اور اس زمین میں جو کچھ ہے سب ختم کردیا جائے گا۔زمین کو چمڑے کی طرح پھیلا دیا جائے گا جو بالکل مسطح یعنی برابر ہوجائے گی،اس میں کوئی کجی اور اُٹھی ہوئی جگہ نظر نہیں آئے گی۔آسمانوں کو اس طرح بدل دیا جائے گا کہ چاند،سورج اور ستارے سب ختم ہوجائیں گے۔

سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۷ قیامت کے دن پہاڑوں کی ہونے والی حالت کو یوں بیان کیا گیا: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا اور زمین کو بالکل ہموار صاف میدان کر کے چھوڑے گا جس میں تو نہ کہیں موڑ توڑ دیکھے گا نہ اونچ نیچ۔سورۂ زمر کی آیت نمبر ۶۷ میں قیامت کے دن آسمانوں کی کیفیت یوں بیان کی گئی: وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے اپنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۱۰۴ میں آسمانوں کے بارے میں مزید یوں کہا گیا: يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ جس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ لیں گے جیسے طومار میں اوراق لپیٹ دیئے جاتے ہیں جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے۔سورۂ معارج کی آیت نمبر ۸ اور ۹ میں کہا گیا: يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ جس دن آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوجائے گا اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہوجائیں گے۔

لوگوں کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اور سب لوگ اللہ کے لئے ظاہر ہوجائیں گے جو واحد وقھار ہے۔یعنی سارے لوگ قبروں سے نکل کر ایک جگہ جمع ہوجائیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فیصلہ کردے کہ کون جنتی ہے کون دوزخی ہے۔وہ کون ہے جس پر رحمت،مغفرت اور رضائے الٰہی کا تمغۂ امتیاز ہے اور وہ کون

ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، پھٹکار اور غضب ہے؟ قیامت کے دن ساری سلطنت اس ایک اللہ کی ہوگی جو اپنی ذات میں تنہا اور اکیلا ہے، جس کے سامنے ساری دنیا عاجز و بے بس ہے۔ قیامت کے دن سارے مجرم زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے جنہوں نے دنیوی زندگی میں کفر، شرک اور ظلم و فساد کیا ہوگا۔ سورۂ صٰفّٰت کی آیت نمبر ۲۲ اور ۲۳ میں یوں ہے: اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۙ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ظالموں کو اور ان کے ہمراہیوں کو اور جن جن کی وہ اللہ کے علاوہ پرستش کرتے تھے ان سب کو جمع کر کے انہیں دوزخ کی راہ دکھادو۔ سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۹۴ میں کہا گیا: فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ پس وہ سب اور کُل گمراہ لوگ جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے۔ قیامت کے دن مجرموں کی حالت بیان کرتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ ان مجرموں کے کُرتے قطران کے ہوں گے۔ دراصل عرب میں قطران ایک درخت ہوتا تھا جس کا سیال مادہ نکال کر اور پکا کر کھجلی والے اونٹوں کے جسم پر مَلا جاتا تھا جس کی تیزی کی وجہ سے کھجلی جل جاتی تھی۔ قیامت کے دن مجرموں کے جسموں پر قطران مَلا جائے گا جو ان کے جسموں پر کُرتے کی طرح ہوگا، اسے دوزخ کی آگ بہت جلد پکڑے گی۔ وَّتَغْشٰی وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ان مجرمین کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔ ویسے آگ تو مجرموں کے سارے جسم کو ڈھانپ لے گی، یہاں بطور خاص چہرہ کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ چہرہ تمام اعضاء میں اشرف اور معزز عضو ہے۔ عذاب کے لئے چہرہ کی تخصیص دوسری آیتوں میں بھی مذکور ہے۔ سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۱۰۴ میں یوں کہا گیا: تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہ وہاں بدشکل بنے ہوئے ہوں گے۔ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۲۴ میں ہے: اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بھلا جو شخص قیامت کے دن ان کے بدترین عذاب کی ڈھال اپنے منہ کو بنائے گا۔ سورۂ قمر کی آیت نمبر ۴۸ میں بھی چہروں کا ذکر ہے: یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ جس دن وہ اپنے منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کی آگ لگنے کے مزے چکھو۔

اس کے بعد اس قدر سزا کے دیئے جانے کی وجہ بیان کی جارہی ہے کہ لِیَجْزِیَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ یہ سب کچھ اس لئے تاکہ اللہ تعالیٰ بدلہ دے ہر شخص کو اس کے کئے کا، اچھے اعمال کی اچھی جزا دی جائے اور بُرے اعمال کی بُری سزا دی جائے۔ جیسا کہ سورۂ نجم کی آیت نمبر ۳۱ میں کہا گیا: لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنہوں نے بُرے عمل کئے اور ان لوگوں کو جنہوں نے اچھے کام کئے اچھا بدلہ دے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام بندوں کا بہت جلد حساب لیں گے۔ دنیا کی دنوں کے اعتبار سے آدھے دن کی مقدار وقت میں اللہ تعالیٰ سارا حساب کردیں گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں دنیا جہاں کے سارے لوگ ایک شخص کے برابر ہیں، جس طرح کوئی شخص کسی ایک شخص کا حساب تھوڑی دیر میں کردیتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان تمام انسانوں کا حساب کردیں گے۔

سورۃ حجر مَكِّيَّةٌ

یہ سورت چھ رکوع اور ۹۹ آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۵۳﴾ **اِن کی لمبی امیدوں نے انہیں دنیا میں مشغول رکھا ہے** ﴿الحجر:۱-۲-۳﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۞ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۞ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: الٓرٰ الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ یہ کتاب کی آیتیں ہیں وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ اور واضح قرآن کی ۞ رُبَمَا يَوَدُّ بسا اوقات چاہیں گے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا لَوْ كَانُوْا کاش کہ وہ ہوتے مُسْلِمِيْنَ مسلمان! ۞ ذَرْهُمْ آپ انہیں چھوڑیئے يَاْكُلُوْا وہ کھائیں وَيَتَمَتَّعُوْا اور فائدہ اُٹھائیں وَيُلْهِهِمُ اور انہیں غفلت میں ڈالے رکھی الْاَمَلُ (لمبی) اُمید فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ چنانچہ عنقریب وہ جان لیں گے ۞

ترجمہ: الٓر۔ یہ (اللہ کی) کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں O کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ اے کاش! وہ مسلمان ہوتے O (اے محمد ﷺ!) ان کو ان کے حال پر رہنے دو کہ کھالیں اور فائدے اٹھالیں اور (طول) امید اُن کو (دنیا میں) مشغول کیئے رہے عنقریب ان کو (اس کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ اللہ کی کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں

۲۔ کسی وقت کافر لوگ یہ آرزو کریں گے کہ اے کاش! وہ مسلمان ہوتے

۳۔ اے پیغمبر! ان کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیئے کہ کھالیں اور فائدے اٹھالیں

۴۔ لمبی امیدیں ان کو دنیا میں مشغول رکھے

۵۔ عنقریب ان کو اس کا انجام معلوم ہو جائے گا

قرآنی ترتیب کے لحاظ سے سورۂ ابراہیم کے بعد سورۂ حجر ہے۔ سورۂ ابراہیم اور سورۂ حجر دونوں میں یہ مناسبت ہے کہ ان دونوں سورتوں کا آغاز کتابِ مبین یعنی واضح کتاب کی اس صفت سے ہوا ہے۔ ان دونوں سورتوں میں مضامین کے اعتبار سے بھی مناسبت ہے کہ ان دونوں ہی سورتوں میں آسمانوں اور زمین کے تذکرے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصوں کے حصے ہیں اور گزرے ہوئے رسولوں کے بھی بعض قصے ہیں۔ ان دونوں سورتوں میں رسولِ رحمت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے، ان حالات میں جہاں مکہ کے مشرکین سے آپ ﷺ کو اذیت اور تکلیف پہنچی۔ چونکہ

سورۂ حجر میں اصحابِ حجر کا تذکرہ ہے اس لئے اس سورت کا نام ہی سورۂ حجر رکھا گیا۔ اصحابِ حجر سے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم مراد ہے یعنی قومِ ثمود۔ حجر دراصل مدینہ اور شام کے درمیان واقع ایک وادی کا نام ہے

یہاں قرآنِ مجید کا ایک خاص وصف یہ بیان کیا گیا کہ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ یعنی خوب واضح قرآن۔ چونکہ قرآنِ مجید اپنے مضامین کو پوری طرح واضح کر کے بیان کرتا ہے اس لئے قرآنِ مجید کو قرآنِ مبین کہا گیا۔ یہ وہ کتاب ہے جو حلال اور حرام اور حق اور باطل کو صاف صاف اور واضح انداز میں بیان کرتی ہے۔

پہلی آیت میں قرآنِ مجید کو الکتاب بھی کہا گیا اور قرآن بھی کہا گیا جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ قرآن الکتاب ہے، یعنی لکھی ہوئی چیز ہے، اس لئے کہ عربی زبان میں کَتَبَ یَکْتُبُ کے معنی لکھنے کے آتے ہیں اور اس قرآنِ مجید کو قرآن بھی کہا گیا اور قَرَأَ یَقْرَأُ کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ اس طرح قرآن کے معنی یہ ہوئے کہ یہ کتاب پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

اس کے بعد ان لوگوں کی آرزوؤں اور تمناؤں کا ذکر کیا گیا ہے جو اس دنیا میں ایک اللہ کا انکار کرتے تھے، نبیوں کو جھٹلاتے تھے اور آخرت کو تسلیم نہیں کرتے تھے کہ قیامت کے دن یہ کافر اور منکر یہ آرزو اور تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ یہی وہ کافر اور منکر ہیں جو دنیا میں مسلمانوں کو احمق اور بیوقوف سمجھتے تھے، لیکن جب آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے اور یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ مسلمان کامیاب اور بامراد ہو رہے ہیں اور ان کا ٹھکانہ وہ جنت ہے جس میں عیش ہی عیش، آرام ہی آرام اور خوشی ہی خوشی ہے تو بار بار منکر اور کافر اس بات کی تمنا کریں گے کہ اے کاش! ہم بھی مسلمان ہوتے۔

رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے یہاں یہ بات بھی کہی جارہی ہے کہ پیغمبر! آپ ان کافروں اور منکروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے، ان کی طرف سے رنجیدہ ہونے کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایسے ضدی کافر ہیں کہ یہ اسلام قبول نہیں کریں گے اور آپ کی دعوتِ حق کو تسلیم نہیں کریں گے۔ ان کی زندگی کا مقصد کھانا، پینا اور عیش کرنا ہے۔ ان کی دنیا میں لمبی لمبی آرزوئیں اور امیدیں ہیں۔ ان آرزوؤں اور امیدوں کی وجہ سے یہ آخرت سے غافل زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کی یہ زندگی انہی کے لئے وبال ہوگی۔ انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کی ان حرکتوں کا انجام کیا ہوگا؟

ہر جماعت کا ایک وقت متعین ہے

﴿درس نمبر: ۱۰۵۴﴾ ﴿الحجر: ۴-۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۞ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَآ اَهْلَكْنَا اور ہم نے ہلاک نہیں کی مِنْ قَرْيَةٍ کوئی بستی اِلَّا وَلَهَا مگر اس حال میں کہ اس کیلئے

کِتٰبٌ مَّعۡلُوۡمٌ لکھی ہوئی (میعاد) مقرر تھی ۝ مَا تَسۡبِقُ آگے نکل نہیں سکتی مِنۡ اُمَّۃٍ کوئی امت اَجَلَهَا اپنے مقررہ وقت سے وَمَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ اور نہ وہ پیچھے رہ سکتے ہیں ۝

ترجمہ: اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس کا وقت مرقوم و معیّن تھا O کوئی جماعت اپنی مدت (وفات) سے نہ آگے نکل سکتی ہے نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے جتنی بھی بستیوں کو ہلاک کیا ان کے لئے ایک متعین وقت لکھا ہوا تھا

۲۔ کوئی امت اپنی مقررہ مدت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے ہیں

گزری ہوئی تمام قوموں کے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک ہی قانون اور دستور رہا ہے، وہ یہ کہ جس قوم کو بھی ہلاک کیا جاتا ہے ان کی ہلاکت سے پہلے ان پر حجت قائم کی جاتی ہے، یعنی اس قوم کے پاس اللہ تعالیٰ نبی اور رسول بھیجتے ہیں۔ وہ نبی اور رسول ان تک حق کا پیغام پہنچاتے ہیں اور انہیں مختلف تدبیروں اور طریقوں سے سمجھاتے ہیں۔ جب وہ قوم ان نبیوں اور رسولوں کی باتوں کا انکار کرتی ہے تو ان کی ہلاکت کے فیصلے کئے جاتے ہیں۔ ہر قوم کے لئے ایک مقررہ مدت ہے اور ان کے لئے جو ان کی تقدیر ہوتی ہے وہ لوحِ محفوظ میں مکمل لکھی ہوئی موجود ہوتی ہے۔ جس قوم کو جس وقت ہلاک و تباہ کرنا ہوتا ہے اسی وقت اس قوم کو تباہ کیا جاتا ہے۔ اس مقررہ اور متعینہ وقت سے نہ پہلے اس قوم کی ہلاکت ہوتی ہے اور نہ ہی بعد میں، اس میں نہ جلدی کی جاتی ہے اور نہ ہی تاخیر کی جاتی ہے۔ ہر قوم کی ہلاکت اور تباہی کا جو وقت ہوتا ہے اس وقت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے۔ کوئی بھی امت اپنے مقررہ وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ ہی وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔

سورۂ رعد کی آیت نمبر ۳۸ میں بھی یہ حقیقت بتلائی گئی ہے: لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ ہر مقررہ وعدہ کی ایک لکھت ہے۔ یعنی ہر قوم کے لئے جو وعدہ کی مدت ہے وہ لکھی گئی ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳۴ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی: وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسۡتَقۡدِمُوۡنَ اور ہر گروہ کے لئے ایک میعاد متعین ہے جس وقت ان کی معین میعاد آجائے گی اس وقت ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ ان دو آیتوں کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کافروں کو عذاب دینے میں جلدی کردیتا یعنی ان کو جلد عذاب دے دیتا، لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ان کو مہلت دے تاکہ مہلت کے اس دور میں یہ کافر اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ گزری ہوئی کافر قوموں کی ہلاکت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کرکے ان پر ظلم کیا بلکہ ان قوموں کی ہلاکت کے وہ خود ذمہ دار ہیں کہ انہیں اس لئے ہلاک کیا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا، اس کے رسولوں کا انکار کیا اور اللہ اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا۔

﴾درس نمبر:۱۰۵۵﴿ **فرشتوں کو ہم فیصلہ کے ساتھ ہی نازل کیا کرتے ہیں** ﴾الحجر:۶۔۷۔۸﴿

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا يٰاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۞لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالُوْا اورانہوں نے کہا يٰاَيُّهَا الَّذِىْ اے وہ شخص کہ نُزِّلَ نازل کیا گیا ہے عَلَيْهِ اس پر الذِّكْرُ یہ ذکر اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ یقیناً تُو تو دیوانہ ہے ۞لَوْ مَا کیوں نہیں تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ لے آ تا تو ہمارے پاس فرشتے اِنْ كُنْتَ اگر ہے تو مِنَ الصّٰدِقِيْنَ سچوں میں سے؟ ۞مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ ہم فرشتے نازل نہیں کرتے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق (عذاب) کے ساتھ وَمَا كَانُوْٓا اوروہ (کافر) نہیں ہوں گے اِذًا مُّنْظَرِيْنَ اس وقت مہلت دیئے گئے ۞

ترجمہ: اور (کفار) کہتے ہیں کہ اے شخص جس پر نصیحت (کی کتاب) نازل ہوئی ہے تو تو دیوانہ ہے O اگر تو سچا ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا؟ O (کہہ دو) کہ ہم فرشتوں کو نازل نہیں کیا کرتے مگر حق کے ساتھ اور اس وقت ان کو مہلت نہیں ملتی۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ان لوگوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے بے شک تو دیوانہ ہے

۲۔تو فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا اگر تو سچوں میں سے ہے

۳۔فرشتوں کو ہم فیصلہ کے ساتھ ہی نازل کیا کرتے ہیں

۴۔اس وقت لوگوں کو مہلت بھی نہیں دی جاتی

گزری ہوئی قوموں نے ان نبیوں کا مذاق اڑایا جو ان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے بھیجے گئے تھے اور ان نبیوں پر طرح طرح کے بیجا الزامات بھی لگائے۔آخری نبی محمد عربی ﷺ کے ساتھ بھی مکہ کے کافروں نے یہی سلوک کیا۔ آپ ﷺ کو کبھی شاعر کہا گیا بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ (الانبیا:۵) بلکہ یہ شاعر ہے ورنہ ہمارے سامنے یہ کوئی ایسی نشانی لاتے جیسے کہ اگلے پیغمبر بھیجے گئے تھے۔وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (الصّٰفّٰت:۳۶) اور کہتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دیں؟ مکہ کے ان مشرکین نے رسولِ رحمت ﷺ کو کبھی جادوگر بھی کہا:قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ (یونس:۲) کافروں نے کہا کہ یہ شخص تو بلا شبہ صریح جادوگر ہے۔ بہر حال قوموں نے اپنے رسولوں اور نبیوں کو جادوگر بھی کہا اور مجنون بھی کہا، جیسا کہ سورۃ الذاریٰت کی آیت نمبر ۵۲ میں کہا گیا: كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ' اس طرح جولوگ ان سے پہلے گزرے ہیں ان کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے کہہ دیا کہ یا تو یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔

اس آیت میں یہی بات کہی جارہی ہے کہ وَقَالُوْا يٰاَيُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ' کافروں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے بے شک تو دیوانہ ہے۔ (نعوذ باللہ) ان کافروں کا اس جملہ کے ذریعہ یہ کہنا تھا کہ اے محمد! تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تم پر قرآن نازل کیا جاتا ہے ہم تمہارے اس دعویٰ کو سچا نہیں مانتے بلکہ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ تم دیوانے ہو۔ جب تم دیوانے ہو تو تم جس کی اتباع کرنے کی ہم کو دعوت دے رہے ہو ہم اس دعوت کو قبول نہیں کریں گے اور جس دین پر ہمارے باپ دادا قائم رہے ہم اس دین کو چھوڑنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ اے محمد! اگر واقعی تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو اور تم واقعی حق پر ہو تو پھر تم اپنے ساتھ فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتے جو فرشتے تمہاری سچائی کی گواہی دے سکیں اور تم جس چیز سے ہم کو ڈرا رہے ہو اس کی وہ فرشتے تائید وحمایت کرسکیں؟ سورۂ فرقان کی آیت نمبرے میں بھی ان کے اس نامعقول مطالبہ کا ذکر موجود ہے: لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ' فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ایسا کیوں نہیں ہوا کہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھیج دیا گیا ہوتا اور وہ ان کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا؟ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۲۱ میں بھی اسی قسم کا مضمون دوسرے انداز میں یوں ہے: وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا اور جولوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ نازل کئے گئے یا ہم آنکھ سے اپنے پروردگار کو دیکھ لیں۔ یہ اپنے خیال میں بڑائی رکھتے ہیں اور اسی بنا پر بڑے سرکش ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے اس نامعقول مطالبہ کا جواب یوں دیا کہ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ فرشتوں کو تو ہم فیصلہ کے ساتھ ہی نازل کیا کرتے ہیں اور جب وہ فرشتے عذاب کے فیصلہ کے ساتھ اتریں گے تو ان کو اس وقت مہلت بھی نہیں دی جائے گی۔ یہاں اللہ تعالیٰ ان کافروں سے یہ حقیقت بتلا رہے ہیں کہ ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ اتارتے ہیں جس حکمت اور مصلحت کا علم ہم کو ہے۔ نبی کے ساتھ فرشتوں کو بھیجنے میں کوئی مصلحت نہیں ہے۔ ایسی صورت میں تو وہ مجبوراً ایمان لے آئیں گے، اپنے اختیار سے ایمان نہیں لائیں گے۔

﴿درس نمبر: ۱۰۵۶﴾ ﴿الحجر: ۹﴾

ہم ہی اس قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّا نَحْنُ بے شک ہم ہی نے نَزَّلْنَا نازل کیا ہے الذِّكْرَ یہ قرآن وَاِنَّا اور بے شک ہم ہی لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اس کے البتہ محافظ ہیں ۞

ترجمہ: بیشک یہ (کتاب) ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ذکر یعنی قرآنِ مجید کو ہم نے ہی اتارا ہے

۲۔ ہم ہی اس قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں

مکہ کے مشرکین جہاں رسولِ رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی اور رسول ماننے کیلئے تیار نہیں تھے اور صاف طور پر آپ ﷺ کی رسالت ونبوت کا انکار کرتے تھے وہیں یہ مشرکین قرآنِ مجید کا بھی انکار کرتے تھے اور صاف طور پر یہ کہتے تھے کہ یہ قرآن آسمان سے اتری ہوئی کتاب نہیں ہے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ کسی بھی چیز کی حقیقت کے انکار کرنے سے اس کی حقیقت نہیں بدلتی۔ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی آخری آسمانی کتاب ہے جس کے بارے میں واضح طور پر کہہ دیا گیا کہ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الحاقۃ:۴۳) یہ قرآن عالموں کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہہ دیا گیا کہ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ (الشعراء:۱۹۳) کہ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولِ رحمت ﷺ کے پاس روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں۔ اگر کوئی اس کتاب کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ یہ اتری ہوئی کتاب نہیں ہے تو اس کے انکار کی وجہ سے قرآنِ مجید کی سچائی اور حقانیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ ہم ہی نے اس ذکر یعنی نصیحت نامہ کو یعنی قرآنِ مجید کو نازل کیا ہے۔

جب مکہ کے مشرکین نے یہ کہنا شروع کیا کہ محمد بن عبداللہ اس قرآن نامی کتاب کو اللہ کی کتاب بتاتے ہیں، اگر یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے تب بھی چند دن کی بات ہے کہ یہ کتاب روئے زمین پر باقی رہے گی، جتنے دن محمد بن عبداللہ زندہ رہیں گے اس کتاب کا چرچا رہے گا اور یہ کتاب محفوظ رہے گی، اس کو لوگ چند دن تک پڑھیں گے اور اس کے بعد یہ کتاب محفوظ نہیں رہے گی، اس کے پڑھنے والے ختم ہو جائیں گے اور یہ کتاب بھی ختم ہو جائے گی۔ جب مکہ کے مشرکین نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی جواب دیا کہ ہم نے نہ صرف یہ کہ اس قرآن کو نازل کیا ہے وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور ہم ہی اس کتاب کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہ وہ قرآن ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اس کتاب کو اتارنے والے بھی ہم ہی ہیں اور قیامت تک اس کتاب کی حفاظت کرنے والے بھی ہم ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی حفاظت کی ذمہ داری کو کمزور انسانوں کے کاندھوں پر نہیں رکھا ہے بلکہ براہِ راست اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری لی ہے کہ وہی اس قرآنِ مجید کی حفاظت فرمائیں گے۔ قرآنِ مجید سے پہلے جو آسمانی کتابیں اتاری گئیں مثلاً تورات، انجیل، زبور اور صحیفے ان کی حفاظت کی ذمہ داری میں اس زمانے کے علماء اور مشائخ پر تھی کہ وہ ان آسمانی کتابوں کی حفاظت کریں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کتابوں کو انہی احبار ورھبان یعنی علماء ومشائخ نے اپنی مرضی

سے بدل ڈالا اور اس میں تبدیلیاں کیں جس کا ثبوت سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۴ سے ملتا ہے اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ‌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ‌ ۚ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا‌ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ اسی کے مطابق انبیاء جو اللہ کے فرمانبردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں اور مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے نگہبان مقرر کئے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے یعنی حکمِ الٰہی کا یقین رکھتے تھے، سو تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

دیگر آسمانی کتابوں کے مقابلہ میں آخری آسمانی کتاب قرآنِ مجید کا معاملہ الگ ہے۔ اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے کہ ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ چنانچہ ڈیڑھ ہزار سال تقریباً گزر چکے ہیں آج بھی یہ کتاب اپنی اصلی شکل میں باقی ہے۔ اس کتاب کا ہر پارہ، ہر رکوع، اس کتاب کی ہر منزل اور ہر سورت، اس کتاب کی ہر آیت اور ہر آیت کا ہر لفظ باقی ہے۔ آج بھی اس کتاب کی تلاوت کرنے والے کروڑوں کی تعداد میں دنیا بھر میں موجود ہیں۔ اس کتاب کی مختلف روایتوں اور قراءتوں سے پڑھنے والے لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ اس کتاب کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھنے والے آج بھی لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ اس کتاب کی تفسیر و تشریح کرنے والے دنیا کے چپے چپے میں موجود ہیں۔ اس کتاب کی حفاظت کیلئے اپنی جان نچھاور کرنے والے اور اس کتاب کی صرف ۲۶ آیتوں کو اس قرآن سے نکالنے کا مطالبہ کرنے والے ملعونوں کو ذلت سے دوچار کرنے والے جیالے آج بھی زندہ ہیں۔ آج کسی میں یہ ہمت نہیں ہے کہ اس کی کسی ایک آیت اور اس آیت کے کسی ایک لفظ کو بدل سکے۔ یہ قرآنِ مجید وہ آفاقی مقدس کتاب ہے جو قیامت تک محفوظ رہے گی۔ جب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ اس دنیا کو ختم کردے تو وہ اس قرآن کو جہاں سے اتارا تھا وہیں اٹھالے گا۔

درس نمبر: ۱۰۵۷ — الحجر: ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳

ہر رسول کا مذاق اڑایا گیا

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِىۡ شِيَعِ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝ كَذٰلِكَ نَسۡلُكُهٗ فِىۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ۝ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَقَدۡ خَلَتۡ سُنَّةُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا اور البتہ تحقیق ہم نے بھیجے (کئی رسول) مِنۡ قَبۡلِكَ آپ سے پہلے بھی فِىۡ شِيَعِ الۡاَوَّلِيۡنَ پہلے گروہوں میں ۝ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ اور ان کے پاس نہیں آتا تھا مِّنۡ رَّسُوۡلٍ کوئی رسول اِلَّا كَانُوۡا مگر

وہ تھے بِہٖ اس کے ساتھ یَسْتَهْزِءُوْنَ استہزاء کرتے ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ اسی طرح نَسْلُكُهٗ ہم داخل کرتے ہیں اس (استہزاء) کو فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ مجرموں کے دلوں میں ﴿۱۲﴾ لَا یُؤْمِنُوْنَ (چنانچہ) وہ ایمان نہیں لاتے بِہٖ اس (قرآن) کے ساتھ وَقَدْ خَلَتْ حالانکہ تحقیق گزر چکا ہے سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ پہلے لوگوں کا (یہ) طریقہ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے لوگوں میں بھی پیغمبر بھیجے تھے ○ اور اُن کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا تھا مگر وہ اُس کیساتھ مذاق کرتے تھے ○ اسی طرح ہم اس (تکذیب وضلال) کو گنہگاروں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں ○ سو وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور پہلوں کی روِش بھی یہی رہی ہے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! ہم آپ سے پہلے بھی پچھلی قوموں کے مختلف گروہوں میں اپنے پیغمبر بھیج چکے ہیں۔

۲۔ ان کے پاس کوئی رسول ایسا نہیں آتا تھا جس کا وہ مذاق نہ اڑاتے ہوں

۳۔ مجرم لوگوں کے دلوں میں یہ بات ہم اسی طرح داخل کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے

۴۔ پچھلے لوگوں کا بھی یہی طریقہ چلا آیا ہے۔

مکہ کے مشرکین جب رسولِ رحمت ﷺ کو جھٹلاتے تھے اور آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے تو فطری طور پر آپ ﷺ کو دکھ ہوتا تھا اور آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی۔ ایسے موقعوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو مختلف انداز میں تسلی دی جاتی۔ ان آیتوں میں بھی رسولِ رحمت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ پیغمبر! یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے کہ کسی پیغمبر کو اس کی قوم نے جھٹلایا اور مذاق اڑایا ہو۔ آپ سے پہلے بھی مختلف قوموں کی جانب رسولوں اور نبیوں کو بھیجا گیا اور ان قوموں کا معاملہ ان نبیوں کے ساتھ یہی رہا کہ جب بھی ان قوموں کے پاس ان کے رسول آتے اور انہوں نے حق کا پیغام ان کو سنایا تو ان قوموں نے ان نبیوں اور رسولوں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۰ میں بھی یہ حقیقت بتلادی گئی: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا ہے پھر جن لوگوں نے ان سے مذاق کیا تھا ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کا تمسخر اڑاتے تھے۔

اس آیت میں نبیوں کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والوں کا انجامِ بد بھی بتلا دیا گیا ہے۔ سورۂ رعد کی آیت نمبر۳۲ میں بھی یہ بات کہی گئی کہ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَیْتُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ قف فَكَیْفَ كَانَ عِقَابِ یقیناً آپ سے پہلے کے پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا تھا اور میں نے بھی کافروں کو ڈھیل دی تھی پھر انہیں پکڑ لیا تھا پس میرا عذاب کیسا رہا؟ اس قسم کی آیتوں کے ذریعہ رسولِ رحمت ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ ان جھٹلانے والوں اور مذاق اڑانے والوں کی ان حرکتوں سے آزردہ نہ ہوں۔ ان کے جھٹلانے اور مذاق اڑانے سے آپ کا کوئی نقصان

نہیں ہے، نقصان تو ان لوگوں کا ہے جو مذاق اڑا رہے ہیں، ان کا انجام بدترین ہوگا۔

یہاں اللہ تعالیٰ مزید یہ بات بیان فرما رہے ہیں کہ جس طرح ہم نے گزری ہوئی قوموں کے دلوں میں تکذیب یعنی جھٹلانے کی یہ عادت ڈال دی ہے ہم نے مکہ کے ان مشرکوں کے دلوں میں بھی ڈال دی ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو آپ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت رہی ہے کہ جن جن لوگوں نے اپنے اپنے نبیوں اور رسولوں کو جھٹلایا ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب میں گرفتار کر دیا۔ اگر مکہ کے یہ مشرکین بھی جھٹلا رہے ہیں اور آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں تو ہم ان کو بھی عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ کے ذریعہ یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ گزرے ہوئے لوگوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا دستور یعنی اس کی سنت یہی رہی کہ اس نے ہر اس شخص کو ہلاک کیا جس نے رسولوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کی مدد کی اور ان کو نجات اور کامیابی عطا فرمائی۔

﴿درس نمبر:۱۰۵۸﴾ **اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں** ﴿الحجر:۱۴۔۱۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَوْ فَتَحْنَا اور اگر ہم کھول دیں عَلَيْهِمْ بَابًا ان پر ایک دروازہ مِّنَ السَّمَآءِ آسمان کا فَظَلُّوْا تو وہ ہو جائیں فِيْهِ اس میں يَعْرُجُوْنَ چڑھنے والے ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْٓا تو بھی وہ کہیں گے اِنَّمَا سُكِّرَتْ یقیناً بند کر دی گئی ہیں اَبْصَارُنَا ہماری نظریں بَلْ نَحْنُ بلکہ ہم قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ جادو کیے ہوئے لوگ ہیں ﴿۱۵﴾

ترجمہ: اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ اُن پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں O تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں مخمور ہو گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم ان کے لئے آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں

۲۔ وہ دن کی روشنی میں اس پر چڑھتے بھی چلے جائیں

۳۔ تب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے

۴۔ بلکہ ہم لوگ جادو کے اثر میں آئے ہوئے ہیں

کافروں کی شدید نافرمانی، سرکشی اور ان کے دلوں میں حق کے خلاف ڈٹے رہنے اور کفر پر جمے رہنے کے سلسلہ میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اگر ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں اور ایک ایسے وقت جبکہ ان کی

نیند یا اونگھ کا وقت نہ ہو، دن کے اجالے میں جو کہ بیداری کا وقت ہوتا ہے ایسے وقت وہ اس دروازے میں چڑھ جائیں جب بھی یہ حق بات کو تسلیم نہیں کریں گے۔ آسمان کے دروازے کے کھلنے کے باوجود اور آسمان پر پہنچ کر سب کچھ دیکھنے کے باوجود یہ کافر ضد اور غرور کی وجہ سے یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کردی گئی ہے۔ ہم حقیقت میں آسمان پر چڑھے نہیں ہیں بلکہ ہم کو صرف ایسا نظر آ رہا ہے کہ ہم آسمان پر چڑھ چکے ہیں۔ اتنا ہی نہیں ان کافروں کی سرکشی کا عالم یہ ہے کہ یہ کافر یہ تک کہیں گے کہ ہم پر درحقیقت جادو کردیا گیا ہے اور چونکہ ہم پر جادو کردیا گیا اس لئے ہم کو ایسے نظر آ رہا ہے کہ ہم پر آسمان پر چڑھنے کے لئے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور ہم آسمان پر چڑھ چکے ہیں۔ حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہے۔ ہم تو زمین پر ہی تھے، ہم پر صرف جادو کردیا گیا تھا۔ جب کسی قوم کے اندر ایسے سرکش، ضدی اور ظالم و مغرور قسم کے لوگ ہوں جو اپنی آنکھوں سے کھلے معجزات دیکھ کر بھی حقیقت سے محروم ہوں ایسے لوگوں سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ یہ لوگ ایمان لائیں گے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۷ میں اس قسم کا مضمون یوں بیان کیا گیا ہے: وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ہے۔ گزری ہوئی قوموں نے بھی اپنے نبیوں کے معجزات کو جادو کہا۔ چنانچہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱۰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا گیا ہے: وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آتے تھے پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا کہ بجز کھلے جادو کے یہ اور کچھ بھی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرعون کی قوم کے سرداروں نے یہی بات کہی تھی: قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ (الاعراف:۱۰۹) قومِ فرعون میں جو سردار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۵۹﴾ ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے ہیں ﴿الحجر:۱۶ تا ۱۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ جَعَلْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے بنائے فِي السَّمَآءِ آسمان میں بُرُوْجًا برج وَّزَيَّنّٰهَا اور ہم نے اسے خوبصورت کردیا لِلنّٰظِرِيْنَ دیکھنے والوں کے لیے ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا اور ہم نے اس کی حفاظت کی مِنْ كُلِّ

شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ہر شیطان مردود سے ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ مگر جو چوری چھپے لگائے السَّمْعَ کان (اور کچھ سن لے)
فَاَتْبَعَهٗ تو اس کے پیچھے لگتا ہے شِهَابٌ مُّبِیْنٌ ظاہر (دہکتا ہوا) شعلہ ۝ وَالْاَرْضَ اور زمین مَدَدْنٰهَا ہم نے
اسے پھیلایا وَاَلْقَیْنَا اور ہم نے ڈال (گاڑ) دیئے فِیْهَا اس میں رَوَاسِیَ مضبوط پہاڑ وَاَنْۢبَتْنَا اور ہم نے اُگائی
فِیْهَا اس میں مِنْ كُلِّ شَیْءٍ ہر چیز سے مَّوْزُوْنٍ مناسب مقدار ۝

ترجمہ: اور ہم نے ہی آسمان میں بُرج بنائے اور دیکھنے والوں کیلئے اس کو سجا دیا O اور ہر شیطان راندۂ درگاہ سے اُسے محفوظ کر دیا O ہاں اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو چمکتا ہوا انگارا اُس کے پیچھے لپکتا ہے O اور زمین کو بھی ہم ہی نے پھیلایا اور اُس پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیئے اور اُس میں ہر ایک سنجیدہ چیز اُگائی۔

تشریح: ان چار آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے ہیں
۲۔ اس کو دیکھنے والوں کے لئے سجاوٹ عطا کی ہے
۳۔ اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا ہے
۴۔ البتہ جو کوئی چوری سے کچھ سننے کی کوشش کرے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے
۵۔ زمین کو ہم نے پھیلا دیا ہے
۶۔ اس کو جمانے کے لئے اس میں پہاڑ رکھ دیئے ہیں
۷۔ اس میں ہر قسم کی چیزیں توازن کے ساتھ اگائی ہیں

زمین و آسمان کے خالق و مالک کی قدرت و طاقت پر ہر انسان کو غور و فکر کرنا چاہئے۔ کمزور انسانوں کی بنائی ہوئی حیرت ناک چیزوں کو ہم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حیرت و استعجاب سے دیکھتے ہیں۔ اس قادرِ مطلق اور مختارِ کل قوی اور زبردست رب ذوالجلال کی پیدا کی ہوئی چیزوں پر بھی اپنی نظریں دوڑائیں اور اس کی قدرت کے ان کرشموں کو دیکھ کر اس کی طاقت وقوت کا اندازہ لگائیں اور پھر اس نتیجہ پر پہنچیں کہ جن محیر العقول چیزوں کو رب ذوالجلال نے پیدا کیا ہے انسان ان چیزوں کو پیدا کرنے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ستاروں اور سیاروں سے مزین کر دیا ہے، جس طرح ہم اپنے گھروں کو رنگ برنگی چیزوں سے زینت بخشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس بلند و بالا اور وسیع و عریض آسمان کو کس طرح پیارے انداز میں سجا دیا ہے کہ دیکھنے والا اور غور کرنے والا دیکھتا ہی رہ جائے؟ وہ لوگ کتنے بے وقوف اور بے عقل لوگ ہیں جو شاپنگ مال میں رکھی ہوئی رنگ برنگی چیزوں پر اپنی نظریں جما دیتے ہیں اور آسمان پر تیرتے ستاروں کے حسن و جمال سے بالکل غافل اور بے خبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس جانب متوجہ کر رہے ہیں کہ دیکھو! کس طرح ہم نے آسمان میں ستارے پیدا کر دیئے اور اسے دیکھنے والوں کیلئے سجاوٹ کا سامان بنا دیا۔ رات کی تاریکیوں میں اپنے

گھروں سے باہر نکلو اور اپنی نظریں آسمان کی طرف دوڑاؤ اور دیکھو کہ یہ ٹمٹماتے سیارے اور ستارے کتنے خوبصورت لگ رہے ہیں؟ رب ذوالجلال کی قدرت کی یہ نشانیاں ہیں، ان کو دیکھ دیکھ کر اپنے رب کی وحدانیت اور قدرت کا اندازہ لگاؤ اور اپنی زبان سے اس کی پاکی اور کبریائی بیان کرو۔ (سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم)

اس آیت میں بروج سے مراد وہ بڑے ستارے ہیں جو مشہور ہیں جن کی تعداد بارہ ہے جن کے نام یہ ہیں: حمل، ثور، جوزاء، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔ سورۂ ملک کی آیت نمبر ۵ میں آسمان کو ستاروں سے مزین وآراستہ کرنے کی بات یوں کہی گئی: وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ بیشک ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں یعنی ستاروں سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنادیا اور شیطانوں کیلئے ہم نے دوزخ کا جلانے والا عذاب تیار کر دیا۔ سورۃ الصٰفّٰت آیت نمبر ۶ اور ۷ میں بھی یہ مضمون اس طرح ہے: اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ﹰالْكَوَاكِبِ ۙ وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا اور سرکش شیطان سے حفاظت کی۔

بخاری کی روایت ہے، حضرت قتادہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو تین باتوں کے لئے پیدا فرمایا۔ پہلی بات یہ کہ انہیں آسمان کی زینت بنایا، دوسرے یہ کہ شیطان کے مارنے کا ذریعہ بنایا، تیسرے یہ کہ ان ستاروں کو علامات بنایا جن کے ذریعہ سے لوگ راستہ پاسکیں، یعنی راتوں کو سفر کرنے والے ان کے ذریعہ اپنے سفر کے رخ کا پتہ چلالیتے ہیں۔ جس شخص نے ان تین باتوں کے علاوہ کوئی اور بات کہی اس نے غلطی کی اور اپنا نصیب ضائع کیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ستارہ دیکھنا اور ستاروں کو بنیاد بنا کر قسمت معلوم کرنا جس کو نجومی حضرات بڑھاوا دیتے ہیں اس کی اسلام میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ شیاطین جب چوری سے کچھ سننے کی کوشش کرتے ہیں تو ایک روشن شعلہ ان کا پیچھا کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں بخاری ومسلم کی یہ روایت وضاحت کرتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ کاہن جو بطور پیشین گوئی کچھ بتادیتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ کچھ بھی نہیں ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ! کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کاہن جو بات بیان کرتا ہے وہ بات ٹھیک نکل جاتی ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا وہ ایک صحیح بات ہوتی ہے جسے جن اچک لیتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے جیسے مرغی کر کر کرتی ہے، پھر وہ اس میں سو سے زیادہ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

دوسری بات زمین سے متعلق یہ کہی گئی کہ وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ اور ہم نے اس زمین پر پہاڑ رکھ دیئے۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۵ میں پہاڑوں کو زمین پر نصب کرنے کی اہم ترین وجہ یوں بیان کی گئی: وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ اور زمین میں پہاڑ ڈال دیئے تا کہ وہ تمہارے ساتھ ڈانواں ڈول نہ ہو۔ یہ پہاڑ میخوں کا کام کرتے ہیں۔

تیسری بات یہ بتلائی گئی کہ اس زمین میں ہر قسم کی چیزیں توازن کے ساتھ اگائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل

حکمت سے زمین میں مختلف قسم کے نباتات مقررہ اور مناسب مقدار کے ساتھ اُگائے۔ کھیتوں سے مناسب مقدار میں غلہ اُگ رہا ہے اور کروڑوں لوگوں کی ضرورتیں پوری ہورہی ہیں۔ مناسب مقدار میں باغوں سے پھل پھلاریاں اور ترکاریاں اُگ رہی ہیں جس سے کروڑوں انسانوں اور جانوروں کے پیٹ بھر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کی ترازو سے ساری چیزیں پیدا کی ہیں۔ سورۂ رعد کی آیت نمبر ۸ میں یہی بات کہی گئی: وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ہر چیز اس کے پاس اندازہ سے ہے۔ سورۂ جن کی آیت نمبر ۹ میں اس سلسلہ میں یہ حقیقت بتلائی گئی: وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا اور یہ کہ پہلے ہم وہاں بہت سے مقامات پر فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے، اب کوئی سننا چاہے تو اپنے لئے انگارہ تیار پاتا ہے۔

آسمان اور ستاروں کی تفصیل بیان کرنے کے بعد زمین اور اس میں موجود پہاڑوں اور اس میں اُگنے والی نباتات کا ذکر کیا جارہا ہے۔ زمین کے بارے میں ایک بات تو یہ بتلائی گئی کہ ہم نے زمین کو پھیلا دیا۔ زمین اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی مخلوق ہے جس کی لمبائی اور چوڑائی بہت زیادہ ہے۔ کروڑوں انسان اس زمین میں بستے ہیں، کھیتی باڑی کرتے ہیں، کارخانے چلاتے ہیں، مکانات تعمیر کرتے ہیں اور اس زمین پر تیز رفتار سواریاں چلاتے ہیں۔ زمین کی اس سطح پر انسان آرام وسکون کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور اس سے مختلف قسم کے فائدے حاصل کرتا ہے۔ سورۃ الذاریات کی آیت نمبر ۴۸ میں بھی یہ بات کہی گئی: وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا تو دیکھو ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں؟ زمین اگرچہ کہ اپنی حقیقت میں گول ہے لیکن چونکہ اس قدر لمبی اور چوڑی زمین کے ایک حصہ میں انسان رہتا ہے اس لئے اس کو یہ زمین مسطح معلوم ہوتی ہے۔

﴿درس نمبر: ۱۰۶۰﴾ زمین میں تمہارے لئے روزی کا سامان ﴿الحجر: ۲۰۔۲۱۔۲۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائے لَكُمْ تمہارے لیے فِيْهَا اس میں مَعَايِشَ گزران کے اسباب وَمَنْ اور ان کے لیے (بھی) کہ لَّسْتُمْ نہیں ہو تم لَهٗ ان کے لیے بِرٰزِقِيْنَ روزی رساں ﴿۲۰﴾ وَاِنْ اور نہیں ہے مِّنْ شَيْءٍ کوئی چیز اِلَّا عِنْدَنَا مگر ہمارے پاس خَزَآئِنُهٗ اس کے خزانے ہیں وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اور ہم اس کو نہیں اتارے اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ مگر ایک معلوم اندازے سے ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا اور ہم نے بھیجیں الرِّيٰحَ ہوائیں لَوَاقِحَ بوجھل فَاَنْزَلْنَا چنانچہ ہم نے نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے مَآءً پانی فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ پھر ہم نے تمہیں وہ پلایا وَمَآ اَنْتُمْ اور تم نہیں ہو لَهٗ اس (پانی) کا بِخٰزِنِيْنَ ذخیرہ کرنے والے ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اور ہم ہی نے تمہارے لئے اور ان لوگوں کیلئے جن کو تم روزی نہیں دیتے اس میں معاش کے سامان پیدا کئے O اور ہمارے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم ان کو بمقدارِ مناسب اتارتے رہتے ہیں O اور ہم ہی ہوائیں چلاتے ہیں (جو بادلوں کے پانی سے) بھری ہوئی (ہوتی ہیں) اور ہم ہی آسمان سے مینہ برساتے ہیں اور ہم ہی تم کو اُسکا پانی پلاتے ہیں اور تم تو اس کا خزانہ نہیں رکھتے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس زمین میں تمہارے لئے بھی روزی کا سامان پیدا کئے ہیں

۲۔ ان مخلوقات کے لئے بھی جنہیں تم رزق نہیں دیتے

۳۔ کوئی ضرورت کی چیز ایسی نہیں ہے جس کے ہمارے پاس خزانے موجود نہ ہوں۔

۴۔ مگر ہم اس کو ایک معین مقدار میں اتارتے ہیں

۵۔ وہ ہوائیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں ہم نے بھیجی ہیں

۶۔ پھر آسمان سے پانی ہم نے اتارا ہے

۷۔ پھر اس سے تمہیں سیراب ہم نے کیا ہے

۸۔ تمہارے بس میں یہ نہیں ہے کہ تم اس کو ذخیرہ کر کے رکھ سکو

رب ذوالجلال نے جہاں اپنی قدرت سے انسانوں کو پیدا کیا وہیں اس نے اپنے فضل وکرم سے ان انسانوں کی زندگی کا سامان بھی پیدا کیا۔ انسانوں کے لئے ان کے کھانے پینے کی چیزیں پیدا کر دیں تاکہ انسان اس روئے زمین پر اپنی خوشحال زندگی بسر کر سکے اور انسان اپنی زندگی کی عمر کو پورا کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں معیشت کے اسباب پیدا کئے ہیں، وہ غذا کی شکل میں ہو یا دوا کی شکل میں، لباس کی شکل میں ہو یا پانی کی شکل میں۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ہم کو رزق دیا بلکہ ان کو بھی رزق دیا جو ہماری خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ خادموں، باندیوں، جانوروں اور چوپایوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے رزق دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ ساری چیزیں انسانوں کو عطا فرمائیں جن کے ذریعہ انسان اپنی روزی روٹی کما سکے۔ تجارت، ملازمت، ہنر، صنعت وحرفت وغیرہ ایسے ذرائع پیدا فرمائے جن کے ذریعہ انسان اپنی معیشت کو مضبوط کر سکتا ہے۔

رب ذوالجلال کی شان یہ ہے کہ اس کے پاس ہر قسم کے خزانے ہیں۔ پانی کے خزانے اس رب ذوالجلال کے پاس ہیں۔ وہ ان خزانوں کو بادلوں کے ذریعہ تقسیم کرتا ہے۔ اللہ کے پاس ہر قسم کے میووں، پھلوں، اناجوں اور غلوں کے بیش بہا اتنے خزانے ہیں کہ وہ ایک خاص ترتیب اور مقدار کے ساتھ انسانوں کو عطا فرماتے ہیں۔ ربر، لکڑی، روئی، لوہا، کوئلہ، پتھر وغیرہ کے اتنے خزانے اللہ کے پاس ہیں کہ یہ خزانے قیامت تک چلیں گے۔ انسان ان خزانوں کا اندازہ اور

حساب نہیں لگا سکتا۔ ان خزانوں کو وجود میں لانے کی طاقت صرف اور صرف رب ذوالجلال کے ہاتھ میں ہے اور ان خزانوں کو ایک مقررہ اندازہ کے مطابق دینے کی حکمتیں بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔ حکومتیں غلہ اور اناج کے لئے بجٹ پاس کرتی ہیں۔ ان غلوں اور اناجوں کے گودام ان حکومتوں کے پاس ہیں، مگر یہ گودام محدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس جو خزانے ہیں ان کی مثال سمندر کی سی ہے اور ان حکومتوں کے پاس جو خزانے ہیں ان کی مثال قطرے کی سی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ایسی ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں، پھر ان بادلوں سے اللہ تعالیٰ اپنی پیاری مخلوق کو پانی عطا فرماتے ہیں، جس پانی سے انسان اور دیگر مخلوقات اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور اپنی ضرورتوں پر اس پانی کا استعمال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہواؤں کے ذریعہ ان بادلوں کو ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف لے جاتے ہیں اور جہاں ان بادلوں کو برسانا اللہ تعالیٰ کو مقصود ہوتا ہے وہاں یہ بادل برستے ہیں اور مردہ زمینیں زندہ ہو جاتی ہیں اور جنگل و بیابان، باغات اور کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۷ میں بھی یہ مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے: وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی مینہ) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری (بنا کر) بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہے تو ہم اس کو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر بادل سے مینہ برساتے ہیں پھر مینہ سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں۔ سورۂ واقعہ کی آیات نمبر ۶۸ تا ۷۰ میں بارش سے متعلق یہ حقیقت بتلائی گئی اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ ؕ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ؕ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ یہ تمہارے اختیار کی بات نہیں ہے کہ تم اس پانی کو پیدا کر دیا اس سے کام لو یا بادلوں پر بھی تمہارا قابو نہیں۔ یہ سب اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ تم اس پانی کو جمع نہیں کر سکتے اور جمع کرو گے بھی تو وہ تھوڑے ہی دن چلے گا۔

ہم ہی سب کے وارث ہیں

﴿درس نمبر: ۱۰۶۱﴾ ﴿الحجر: ۲۳۔۲۴۔۲۵﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْىٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝۲۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِنَّا لَنَحْنُ اور بلاشبہ ہم ہی نُحْىٖ زندہ کرتے ہیں وَنُمِيْتُ اور مارتے ہیں وَنَحْنُ اور ہم ہی الْوٰرِثُوْنَ وارث ہیں ۝ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق عَلِمْنَا ہم جانتے ہیں الْمُسْتَقْدِمِيْنَ ان لوگوں کو جو پہلے گزر چکے ہیں مِنْكُمْ تم میں سے وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق عَلِمْنَا ہم جانتے ہیں الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ان لوگوں کو (بھی) جو پیچھے رہنے والے ہیں ۝ وَاِنَّ اور بے شک رَبَّكَ آپ کا رب هُوَ يَحْشُرُهُمْ وہی انہیں اکٹھا کرے گا اِنَّهٗ بلاشبہ وہ

حَكِيْمٌ'' بڑی حکمت والا عَلِيْمٌ'' خوب جاننے والا ہے ۝۲۵

ترجمہ: اور ہم ہی حیات بخشتے اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہم ہی سب کے وارث (مالک) ہیں O اور جو لوگ تم میں پہلے گزر چکے ہیں ہمیں معلوم ہیں اور جو پیچھے آنے والے ہیں وہ بھی ہمیں معلوم ہیں O اور تمہارا رب (قیامت کے دن) اُن سب کو جمع کرے گا وہ بڑا دانا (اور) خبردار ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم ہی زندگی دیتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں

۲۔ ہم ہی سب کے وارث ہیں

۳۔ تم میں سے جو آگے نکل گئے ہیں ان کو بھی ہم جانتے ہیں

۴۔ جو پیچھے رہ گئے ہیں ان سے بھی ہم واقف ہیں

۵۔ یقین رکھو کہ تمہارا پروردگار ہی ہے جو ان سب کو حشر میں اکٹھا کرے گا

۶۔ بیشک اس کی حکمت بھی بڑی ہے اس کا علم بھی بڑا ہے

رب ذوالجلال اپنی قدرت و طاقت بتلا رہے ہیں کہ ہمارے ہی اندر یہ طاقت و قدرت ہے کہ تمام مخلوقات کو جن کا نام و نشان نہیں تھا ہم نے ہی ان کو زندگی عطا کی اور ہمارے اندر ہی یہ طاقت ہے کہ ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ صرف اتنا ہی نہیں جن جن کو موت دی ان کو دوبارہ زندہ کر کے اللہ تعالیٰ اٹھائیں گے۔ اس دن جس دن کسی اور کی حکومت نہیں چلے گی، صرف اور صرف ایک رب ذوالجلال کی حکومت چلے گی اور اس کے سامنے ساری کائنات مغلوب اور بے بس رہے گی۔ اس دن صرف اللہ تعالیٰ ہی زمین کے وارث رہیں گے اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں ان سب کے وارث رہیں گے۔ ہر چیز فنا کے گھاٹ اتر جائے گی اور صرف رب ذوالجلال کی ذات باقی رہ جائے گی۔ سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر ۲۶ اور ۲۷ میں یہ حقیقت یوں بیان کی گئی: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۸۸ میں یوں کہا گیا: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ'' اِلَّا وَجْهَهٗ ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اسی کا منہ یعنی ذات۔ دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو ہم سے پہلے اس دنیا میں زندگی گزار کر چلے گئے اور کتنے وہ لوگ ہیں جو ہمارے بعد دنیا میں آئیں گے۔ ہم بہت سے ان لوگوں سے ناواقف ہیں جو ہم سے پہلے اس دنیا سے گزر گئے اور ہم ان لوگوں سے بے خبر ہیں جو آئندہ آنے والے ہیں یا اس وقت زندہ ہیں۔ یہی حقیقت یہاں یوں بیان کی جا رہی ہے کہ تم میں سے جو آگے نکل گئے ہم ان سے بھی واقف ہیں اور تم میں سے جو پیچھے رہ گئے ہم ان سے بھی واقف ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے لوگ گزر چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے باخبر ہیں

اوران سے بھی باخبر ہیں جوزندہ ہیں اور جو قیامت تک آئیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مستقدمین سے مراد اموات ہیں یعنی مردے جو اس دنیا سے چلے گئے اور مستاخرین سے احیاء یعنی زندہ لوگ مراد ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مستقدمین سے پچھلی قومیں مراد ہیں اور مستاخرین سے امت محمدیہ ﷺ کے افراد مراد ہیں۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مستقدمین سے وہ لوگ مراد ہیں جو نیکی اور اطاعت کے کاموں میں آگے بڑھنے والے ہیں اور مستاخرین سے وہ لوگ مراد ہیں جو نیکی اور اطاعت کے کاموں میں دیر لگاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو جب ان سب کی حقیقتوں کا علم ہے تو وہ ان سب کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرے گا اور انہیں جزا یا سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ حکمت اور علم والے ہیں۔

﴿درس نمبر:۱۰۶۲﴾ **انس و جن کی پیدائش** ﴿الحجر:۲۶۔۲۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا الْإِنْسَانَ انسان کو مِنْ صَلْصَالٍ بجنے والی مٹی سے مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (یعنی) سڑے ہوئے گارے سے ۝ وَالْجَآنَّ اور جنّ خَلَقْنٰهُ ہم نے اس کو پیدا کیا (تھا) مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ سخت حرارت والی آگ سے ۝

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے O اور جنوں کو اس سے بھی پہلے بغیر دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا تھا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا

۲۔ جنات کو اس سے پہلے ہم نے لُو کی آگ سے پیدا کیا تھا

گزری ہوئی آیتوں میں آسمان و زمین، ستاروں اور سیاروں نیز پہاڑوں اور دیگر نباتات کا تذکرہ کیا گیا۔ یہاں انس و جن کی پیدائش کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ ظاہر ہے کہ انس و جن یہ دو ایسی مخلوق ہیں جن کی پیدائش کا مقصد قرآنِ مجید میں یہ بیان کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ جن انسانوں اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ ان کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ اس کی وضاحت ان دو آیتوں میں کی گئی ہے۔ انسان کی پیدائش کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا

کیا۔ انسان کی پیدائش کس چیز سے ہوئی اس سلسلہ میں قرآنِ مجید میں مختلف الفاظ ملتے ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۹ میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں یوں کہا گیا: خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۶۷ میں یوں کہا گیا هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا وہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پھر تمہیں بچہ کی صورت میں نکالتا ہے۔

انسان کی پیدائش کیلئے لفظِ طین بھی قرآنِ مجید میں استعمال کیا گیا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۲ میں یوں ہے: هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ وہ ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا۔ سورۂ ص کی آیت نمبر ۷۶ میں یوں ہے خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ابلیس نے کہا کہ تو نے مجھ کو آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر ۱۴ میں یوں کہا گیا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ پانی ملانے سے پہلے یہ تراب تھی، پانی ملا دیا گیا تو کیچڑ ہوگئی۔ یہ کیچڑ ایک زمانہ تک پڑا رہا تو سڑ گیا اور کالا ہوگیا۔ پھر اس سے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنا دیا گیا اور وہ پتلا سوکھ گیا تو وہ ٹھیکری کی طرح بجنے والی چیز بن گیا۔ اسی مرحلہ وار حقیقت کو یہاں یوں بیان کیا گیا کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ بلاشبہ ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے بنی تھی۔

انسان کی تخلیق کے تذکرہ کے بعد جن کی پیدائش کا ذکر یوں کیا گیا وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ اور ہم نے جن کو اس سے پہلے آگ سے پیدا کیا جو ایک گرم ہوا سے تھی۔

یہاں یہ حقیقت معلوم و محسوس ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے جنات کو پیدا کیا اور اس کے بعد انسان کو پیدا کیا۔ یہاں الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ سے مراد جنات کا باپ ہے جس کو ابوالجن کہا جاتا ہے، جیسا کہ انسانوں میں حضرت آدم ہیں جن کو ابوالبشر کہا جاتا ہے۔ صحیح مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ وَخُلِقَتِ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِّفَ لَكُمْ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جنوں کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا گیا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو اس چیز سے (جس کا ذکر قرآن مجید میں) کیا گیا ہے۔ جنات کی پیدائش کے سلسلہ میں سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر ۱۵ میں یوں کہا گیا وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ انسان اور جنات کی پیدائش سے یہ حقیقت بھی معلوم ہوئی کہ انسان کی پیدائش میں یعنی اس کے مزاج میں ٹھنڈک اور تواضع ہے، اس لئے کہ مٹی میں فطری طور پر ٹھنڈک اور عاجزی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مٹی کو اوپر کی جانب بھی اچھالا جائے تو وہ نیچے ہی کو آتی ہے۔ اس کے برخلاف جنات کی پیدائش میں یعنی اس کے مزاج میں گرمی اور غرور ہے۔ آگ چیزوں کو جلا دیتی ہے اور اگر آگ کو نیچے کی جانب بھی کیا جائے تو وہ بھڑک کر اوپر ہی کو جاتی ہے،

جیسا کہ تجربہ شاہد ہے۔اس آیت میں انسانی مزاج کے ٹھنڈا ہونے اور جنات کے مزاج کے گرم ہونے کی جانب اشارہ ہے۔اس آیت میں آدم علیہ السلام کی بزرگی کو بیان کیا گیا ہے، نیز انکے مادہ کی پاکیزگی اور انکے نسب کی پاکی کو بھی بیان کیا گیا ہے اور یہ تمام کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بتاتی ہیں۔

درس نمبر:۱۰۶۳ ## سارے فرشتوں نے سجدہ کیا مگر! الحجر:۲۸۔تا۔۳۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذْ قَالَ اور (یاد کرو) جب کہا رَبُّکَ آپ کے رب نے لِلْمَلٰٓئِکَةِ فرشتوں سے اِنِّیْ بے شک میں خَالِقٌۢ پیدا کرنے والا ہوں بَشَرًا ایک بشر (آدم) مِّنْ صَلْصَالٍ بجنے والی مٹی سے مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (یعنی سڑے ہوئے گارے سے ﴿۲۸﴾ فَاِذَا چنانچہ جب سَوَّیْتُهٗ میں اس کو درست کرلوں وَنَفَخْتُ اور میں پھونک دوں فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ اس میں اپنی روح فَقَعُوْا تو تم گر پڑنا لَهٗ اس کے لیے سٰجِدِیْنَ سجدہ کرتے ہوئے ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ لہٰذا سجدہ کیا الْمَلٰٓئِکَةُ فرشتوں نے کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اکٹھے سب کے سب نے ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ سوائے ابلیس کے اَبٰٓی اس نے انکار کیا (اس سے) اَنْ یَّکُوْنَ کہ وہ ہو مَعَ السّٰجِدِیْنَ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں O جب اس کو (صورتِ انسانیہ میں) درست کرلوں اور اس میں اپنی (بے بہا چیز یعنی) روح پھونک دوں تو اُس کے آگے سجدے میں گر پڑنا O تو فرشتے تو سب کے سب سجدے میں گر پڑے O مگر شیطان کہ اُس نے سجدہ کرنے والوں کیساتھ ہونے سے انکار کردیا۔

تشریح: ان چار آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ وقت یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا۔

۲۔ میں گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں

۳۔ لہٰذا جب میں اس کو پوری طرح بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جانا

۴۔ چنانچہ سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا

۵۔ سوائے ابلیس کے کہ اس نے سجدہ کرنے والوں میں شامل ہونے سے انکار کردیا

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے ہی فرشتوں کو اس کی اطلاع دیتے ہوئے یوں فرمایا کہ اِنِّـیْ خَـالِقٌ م بَشَـرًا میں ایک انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔ جب اس انسان کو پوری طرح بنادوں اور اس میں روح پھونک دوں تو تم اس کیلئے سجدہ ریز ہوجانا۔ یعنی اس انسان کی تعظیم میں اس کا سجدہ کرلینا۔ سارے ہی فرشتوں نے اس اطلاع اور حکم کو سن کر حکم بجالایا اور رب ذوالجلال کی فرمانبرداری میں سب نے بہ یک وقت جمع ہوکر حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کردیا۔ واضح ہو کہ پچھلی امتوں میں کسی کی تعظیم میں سجدہ کرنا جائز تھا، فرشتوں نے بھی سجدہ کیا۔ چونکہ رسولِ رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت مطہرہ میں سجدۂ تعظیمی بھی ناجائز ہے اس لئے اب اللہ کے سوا کسی اور کا سجدہ نہیں کیا جاسکتا۔ سارے ہی فرشتوں نے تو سجدہ کیا مگر وہ ابلیس جو جنات میں سے تھا جس کی تخلیق فرشتوں کی طرح نور سے نہیں بلکہ نار یعنی آگ سے ہوئی تھی اس ابلیس نے اپنی فطرت کے مطابق غرور کیا اور نافرمانی کی اور صاف طور پر مکر گیا اور انکار کربیٹھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر قرآنِ مجید میں متعدد بار موجود ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۰ میں یوں ہے: وَاِذْ قَـالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَـجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَـحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْـلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتے ہو جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے؟ اور ہم آپ کی تسبیح، حمد اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا فرشتوں کو جو حکم دیا گیا اس کا ذکر بھی قرآنِ مجید کی دیگر آیتوں میں موجود ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۴ میں یوں ہے: وَاِذْ قُـلْـنَـا لِـلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے جھکو تو وہ سب جھکے مگر ابلیس نہ جھکا اس نے انکار کیا اور تکبر میں آ گیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶۱ میں یوں ہے: وَاِذْ قُـلْـنَـا لِـلْـمَـلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ قَـالَ ءَ اَسْـجُـدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ بولا کہ بھلا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ابلیس پر قیامت کے دن تک پھٹکار

درس نمبر: ۱۰۶۴ — الحجر: ۳۲۔تا۔۳۵

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَـالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَالَکَ اَلَّا تَکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ۝ قَـالَ لَـمْ اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ ۝ وَّاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس (اللہ) نے کہا یٰٓاِبۡلِیۡسُ اے ابلیس! مَالَکَ کیا ہے تیرے لیے اَلَّا تَکُوۡنَ یہ کہ نہ ہوا تو مَعَ السّٰجِدِیۡنَ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ؟ ۝ قَالَ اس نے کہا لَمۡ اَکُنۡ میں نہیں ہوں لِّاَسۡجُدَ کہ سجدہ کروں لِبَشَرٍ (ایسے) بشر کو خَلَقۡتَهٗ (کہ) تو نے اسے پیدا کیا مِنۡ صَلۡصَالٍ بجنے والی مٹی سے مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ (یعنی) سڑے ہوئے گارے سے ۝ قَالَ اس (اللہ) نے کہا فَاخۡرُجۡ لہٰذا تو نکل جا مِنۡهَا اس سے فَاِنَّکَ بے شک تو رَجِیۡمٌ مردود ہے ۝ وَّاِنَّ اور بے شک عَلَیۡکَ اللَّعۡنَةَ تجھ پر لعنت ہے اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ روزِ جزا تک

ترجمہ: (اللہ نے) فرمایا کہ ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ O (اس نے) کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ انسان کو جس کو تو نے کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے بنایا ہے سجدہ کروں O (اللہ نے) فرمایا یہاں سے نکل جا تو مردُود ہے O اور تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت (برسے گی)۔

تشریح: ان چار آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا؟

۲۔ ابلیس نے کہا میں ایسا گرا ہوا نہیں ہوں کہ ایک ایسے بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے

۳۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اچھا! تو یہاں سے نکل جا

۴۔ کیونکہ تو مردود ہو گیا ہے

۵۔ تجھ پر قیامت کے دن تک پھٹکار پڑی رہے گی

رب ذوالجلال نے جب فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کا سجدہ کریں تو سارے ہی فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ ابلیس تو فرشتوں میں سے نہیں تھا وہ تو جنات میں سے تھا۔ بظاہر ابلیس کو تو اس کا حکم نہیں تھا تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اگر چہ کہ ابلیس فرشتوں میں سے نہیں تھا مگر وہ فرشتوں کے ساتھ عالمِ بالا میں رہتا تھا۔ جب فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا تو اس کو بھی اس حکم میں شامل کیا گیا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۲ میں اس بات کی صاف وضاحت ہے کہ سجدہ کے اس حکم میں فرشتوں کے ساتھ ابلیس بھی شامل تھا۔ قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسۡجُدَ اِذۡ اَمَرۡتُکَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تو تجھ کو اس سے کونسی چیز رکاوٹ ہے جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا۔ یہ لفظ اَمَرۡتُکَ کہ میں نے تجھ کو حکم دیا خود بتلاتا ہے کہ ابلیس کو بھی سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے اس سوال کا جواب یوں دیا کہ کیا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جسے آپ نے کالی سڑی ہوئی مٹی سے پیدا کیا؟ قرآنِ مجید میں مختلف مقامات پر ابلیس سے اس طرح کے سوال کا ذکر کیا گیا ہے اور مختلف مقامات میں مختلف جوابات ذکر کئے گئے ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶۱ میں اس طرح کا جواب مذکور ہے: قَالَ ءَ اَسۡجُدُ لِمَنۡ

خَلَقْتَ طِيْنًا ابلیس نے کہا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ابلیس کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے پر یہی استدلال تھا کہ مٹی اور آگ ان دونوں عناصر میں آگ کا عنصر اشرف اور افضل ہے اور مٹی کا عنصر اس سے کمتر ہے۔ جب آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے تو فضیلت تو آگ کو ہونی چاہئے نہ کہ مٹی کو، جیسا کہ خود ابلیس نے کہا: خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو یعنی آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اس طرح ابلیس نے اپنے آپ کو برتر اور بہتر سمجھا اور آدم کو کمتر سمجھا۔ اگر ابلیس دوسرے پہلو کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے غور کرتا تو اس کے سامنے یہ نتیجہ ہوتا کہ آگ میں فساد اور بگاڑ کا مادہ ہے کہ ساری چیزوں کو بھسم کر دیتی ہے اور مٹی میں تعمیری صلاحیت ہوتی ہے کہ اس سے انسانوں کی ضرورت کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور اس سے تعمیری کام انجام پاتے ہیں۔ ابلیس اگر اس بات پر غور کرتا کہ مجھے حکم پر نظر رکھنے کے بجائے حکم دینے والے پر نظر رکھنی چاہئے تو وہ مردود نہ ہوتا۔ حکم کچھ بھی ہو حکم دینے والا تو زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے۔

جب ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ" پس تو یہاں سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہو گیا ہے۔ یہاں سے نکل جا اس سے مراد جنت سے ہے یا یہ کہ آسمانوں سے ہے یا فرشتوں کی جماعت سے ہے۔ یعنی ابلیس سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اب تک تو جنت میں تھا اب جنت سے نکل جا یا یہ کہ اب تک تو آسمانوں میں تھا اب آسمانوں کے حدود سے نکل جا یا یہ کہ اب تک تو فرشتوں کی جماعت سے تھا اب فرشتوں کی جماعت سے نکل جا۔ ہماری بارگاہ میں اب تیری مقبولیت نہیں ہے۔ تو ہماری بارگاہ سے باہر کر دیا گیا ہے اور قیامت کے دن تک کے لئے تجھ پر لعنت اور پھٹکار ہے۔

ابلیس کو مہلت دے دی گئی

درس نمبر: ۱۰۶۵ — الحجر: ۳۶۔۴۰

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِىْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس نے کہا رَبِّ اے میرے رب! فَاَنْظِرْنِىْٓ پھر تو مجھے مہلت دے اِلٰى يَوْمِ اس دن تک يُبْعَثُوْنَ (جب) وہ (لوگ) دوبارہ اُٹھائے جائیں گے ۝ قَالَ اس (اللہ) نے کہا فَاِنَّكَ چنانچہ بیشک تو مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ مہلت دیئے گئے لوگوں سے ہے ۝ اِلٰى يَوْمِ اس دن تک الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ کہ (جس کا) وقت مقرر ہے ۝ قَالَ اس نے کہا رَبِّ اے رب! بِمَآ بسبب اس کے (کہ) اَغْوَيْتَنِىْ تو نے مجھے گمراہ کیا لَاُزَيِّنَنَّ یقیناً میں سوار کر دکھاؤں گا لَهُمْ ان کیلئے (گناہ) فِى الْاَرْضِ زمین میں وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ

اور البتہ میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا ۝ اِلَّا عِبَادَکَ سوائے تیرے (ان) بندوں کے مِنۡھُمُ ان میں سے الۡمُخۡلَصِیۡنَ جو چنے ہوئے ہیں ۝

ترجمہ: (اس نے) کہا کہ اے اللہ! مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ (مرنے کے بعد) زندہ کئے جائیں گے O فرمایا کہ تجھے مہلت دی جاتی ہے O وقت مقرر (یعنی قیامت) کے دن تک O (اس نے) کہا کہ اے اللہ! جیسا تو نے مجھے راستے سے الگ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں کیلئے (گناہوں کو) آراستہ کر دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا O ہاں! ان میں جو تیرے مخلص بندے ہیں (ان پر قابو چلنا مشکل ہے)۔

تشریح: ان پانچ آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ابلیس نے کہا اے رب! پھر مجھے اس دن تک زندہ رہنے کی مہلت دیدے جب لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے

۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جا پھر تجھے مہلت تو دے دی گئی

۳۔ مگر ایک ایسی میعاد کے دن تک جو ہمیں معلوم ہے

۴۔ ابلیس نے کہا اے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے اس لئے اب میں قسم کھاتا ہوں کہ ان انسانوں کیلئے دنیا میں دلکشی پیدا کروں گا

۵۔ ان سب کو گمراہ کر کے رہوں گا

۶۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں سے اپنے لئے مخلص بنالیا ہو۔

جب ابلیس اپنے غرور و گھمنڈ اور نافرمانی کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں مردود ہو گیا اور ابلیس کے دل میں انسان کی نفرت اور دشمنی چھا گئی تو اس نے رب ذو الجلال سے اس بات کی مہلت مانگی کہ اے رب! آپ مجھے مہلت دیجئے مرنے کے بعد جی اٹھنے کے دن تک کے لیے یعنی مجھے وقت دیجئے اور مجھے ابھی موت مت دیجئے اور مجھے اس وقت تک مہلت دیجئے جس دن سارے انسان زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ جب ابلیس نے مہلت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مہلت دے دی قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الۡمُنۡظَرِیۡنَ ۝ اِلٰی یَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جنہیں وقت معلوم تک مہلت دے دی گئی۔

صاحبِ روح المعانی نے الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ سے مراد پہلا صور پھونکے جانے کا وقت مراد لیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی قول مروی ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ قیامت کے آنے کا وقت مراد ہے، اس لئے قیامت کے دن کے بارے میں ہی کہا گیا کہ اس کا وقت اسی کو معلوم ہے جیسا کہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۷ میں کہا گیا یَسۡئَلُوۡنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرۡسٰهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ رَبِّیۡ یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق

سوال کرتے ہیں کہ یہ کب واقع ہوگی؟ آپ فرما دیجئے اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے۔ جب اِلٰی یَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ کہا گیا تو وقتِ معلوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ روح المعانی میں کعب بن احبار سے نقل کیا گیا ہے کہ پہلے صور کے بعد ملک الموت سے اللہ تعالیٰ خطاب فرمائیں گے کہ ابلیس کی روح قبض کرلو۔ ابلیس ملک الموت کو دیکھ کر مشرق کی طرف بھاگے گا پھر مغرب کی طرف بھاگے گا، ہر طرف ملک الموت سامنے نظر آئیں گے، پھر سمندروں میں گھسنا چاہے گا اس کو سمندر بھی قبول نہیں کریں گے، اسی طرح زمین میں بھاگا بھاگا پھرے گا لیکن اسے کسی جگہ پناہ نہیں ملے گی۔ فرشتے جو ملک الموت کے ساتھ ہوں گے اسے پکڑ لیں گے، اس کی نزع کی کیفیت شروع ہوجائے گی اور جب تک اللہ چاہے نزع کے عذاب میں رہے گا، پھر اس کی روح قبض کرلی جائے گی۔

ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے جو مہلت مانگی تھی وہ اللہ کی عبادت کرنے یا توبہ کرنے کیلئے نہیں تھی بلکہ اس نے اس لئے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی تھی تاکہ وہ آدم کی اولاد سے اس کا بدلہ لے۔ یہ اور بات ہے کہ حقیقت میں اس کے غرور اور سرکشی نے اس کو اللہ کی بارگاہ سے مردود بنادیا اور اللہ کی بارگاہ میں ملعون ہوگیا۔ ابلیس نے کھلے عام یہ بات کہہ دی کہ اے رب! آپ نے چونکہ مجھے گمراہ کیا ہے میں اس شخص کی اولاد کو تیرے راستہ سے ہٹاؤں گا اور ان کو گمراہ کردوں گا اور گمراہی کا طریقۂ کار بھی ابلیس نے بتلادیا کہ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کہ آدم کی اولاد کے لئے ان کے ان کاموں کو اچھا کرکے دکھاؤں گا جن کاموں سے آپ ناراض ہوتے ہیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۶ میں اسی مضمون کو یوں بیان کیا گیا کہ ابلیس نے کہا کہ فَبِمَآ اَغۡوَیۡتَنِیۡ لَاَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ صِرَاطَکَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ تیرے مجھ کو گمراہ کرنے کی وجہ سے میں ضرور اولادِ آدم کے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا تاکہ انہیں گمراہ کرسکوں۔ ابلیس نے یوں تو سارے ہی انسانوں کو گمراہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا مگر اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ کے ذریعہ یہ بھی بتادیا کہ میں ان بندوں کو گمراہ نہیں کروں گا جو تیرے منتخب بندے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ابلیس کا مکر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں پر نہیں چلے گا۔

دوزخ کے سات دروازے ہیں

درس نمبر:۱۰۶۶ — الحجر:۴۱۔تا۔۴۴

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ ۝۴۱ اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡغٰوِیۡنَ ۝۴۲ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوۡعِدُهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ۝۴۳ لَهَا سَبۡعَةُ اَبۡوَابٍ ؕ لِکُلِّ بَابٍ مِّنۡهُمۡ جُزۡءٌ مَّقۡسُوۡمٌ ۝۴۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس (اللہ) نے کہا هٰذَا صِرَاطٌ یہی راستہ ہے عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ مجھ تک سیدھا ۝ اِنَّ عِبَادِیۡ بیشک میرے بندے لَیۡسَ نہیں ہے لَکَ تیرے لیے عَلَیۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ ان پر کوئی غلبہ اِلَّا مَنِ مگر جس نے اتَّبَعَکَ تیری پیروی کی مِنَ الۡغٰوِیۡنَ گمراہوں میں سے ۝ وَاِنَّ جَهَنَّمَ اور بے شک جہنم ہی لَمَوۡعِدُهُمۡ

اَجۡمَعِیۡنَ ان سب کی وعدہ گاہ ہے ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبۡعَةُ اَبۡوَابٍ اس (جہنم) کے سات دروازے ہیں لِكُلِّ بَابٍ ہر دروازے کے لیے مِّنۡهُمۡ ان (گمراہوں) میں سے جُزۡءٌ مَّقۡسُوۡمٌ ایک حصہ الگ کیا ہوا ہے ﴿۴۴﴾

ترجمہ: (اللہ نے) فرمایا کہ مجھ تک (پہنچنے کا) یہی سیدھا راستہ ہے O جو میرے (مخلص) بندے ہیں اُن پر تجھے کچھ قدرت نہیں (کہ اُن کو گناہ میں ڈال سکے) ہاں! بُری راہوں میں سے جو تیرے پیچھے چل پڑے O اور اُن سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے O اُس کے سات دروازے ہیں ہر ایک دروازے کیلئے اُن میں جماعتیں تقسیم کر دی گئی ہیں۔

تشریح: ان چار آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھ تک پہنچنے کا یہی سیدھا راستہ ہے

۲۔ میرے جو مخلص بندے ہیں ان پر تجھے کچھ قدرت نہیں کہ ان کو گناہ میں ڈال سکے۔

۳۔ ہاں! بری راہوں میں سے جو تیرے پیچھے چل پڑے

۴۔ ان سب کے وعدہ کی جگہ جہنم ہے

۵۔ اس جہنم کے سات دروازے ہیں

۶۔ ہر ایک دروازے کے لیے ان میں جماعتیں تقسیم کر دی گئی ہیں

رب ذوالجلال نے اپنے بندوں کی نجات اور کامیابی کے لیے ایک ہی راستہ مقرر کیا ہے جو ہر قسم کے جھول اور عیب سے بالکل پاک ہے۔ یہ راستہ وہی ہے جس کو قرآنِ مجید میں صراطِ مستقیم سے تعبیر کیا گیا ہے جس صراطِ مستقیم کی بھیک ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں اپنے پروردگار سے مانگتے ہیں کہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ہم کو سیدھا راستہ دکھایئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں یہی بات بیان فرمائی کہ یہی ہے وہ سیدھا راستہ جو مجھ تک پہنچتا ہے۔ اسی صراطِ مستقیم پر چل کر بندہ اپنے پروردگار تک پہنچ سکتا ہے۔ اسی صراطِ مستقیم پر چل کر بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کر سکتا ہے۔ شیطان کے بہکاوے سے بچنے کی یہی شکل ہے کہ ہم اسی صراطِ مستقیم کو لازم پکڑیں اور اسی کی طرف رخ کریں تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تک ہم پہنچ پائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا کہ میرے بندوں پر تیرا بس نہیں چلے گا یعنی تو میرے بندوں کو نہیں بھٹکا سکے گا ہاں! وہی لوگ تیرے بہکاوے میں آئیں گے جو تیری راہ پر چلیں گے۔ اے ابلیس! تیرا بس تو بس ایسے گمراہ لوگوں پر ہی چلے گا جو تیری اتباع کرتے ہیں۔ رہی بات میرے منتخب بندوں کی کہ وہ تو تیرے بہکانے کے طریقوں سے باخبر ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ تو کن کن طریقوں سے لوگوں کو بہکاتا ہے؟ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۹۹ میں بھی اسی قسم کا مضمون بیان کیا گیا ہے اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بلاشبہ اس ابلیس کا قابو ان لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶۵ میں بھی یہ مضمون یوں بیان کیا گیا ہے اِنَّ عِبَادِيۡ لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو نہیں ہے۔

یہاں یہ حقیقت بھی بیان کردی گئی کہ جولوگ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کے بجائے شیطان کی اطاعت کریں گےان سب کاٹھکانہ دوزخ ہے۔سورۂ ص کی آیت نمبر ۸۵ میں بھی یہ بات کہی گئی لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ میں تجھ سےاور جولوگ تیرا اتباع کریں گےان سب سے دوزخ کو بھردوں گا۔دوزخ کے سلسلے میں یہاں یہ بات بھی بتائی گئی ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں۔بعض حضرات نے سات دروازوں سے سات دروازے ہی مراد لیا ہے، کیونکہ دوزخ میں داخل ہونے والے بہت سارے افراد ہوں گے،ان سب کے لئے ایک دروازہ کافی نہیں ہوگا اس لیے سات دروازے رکھے گئے ہیں۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازہ ان لوگوں کے لیے ہے جو میری امت کو قتل کرنے کے لئے نیام سے تلوار نکالیں۔(مشکوٰۃ)

ہر دروازے کیلئے ان میں سے ایک حصہ تقسیم کر دیا گیا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کے علم اوراس کی حکمت سے عذاب کے مرتبہ کے اعتبار سے دوزخ میں داخل ہونے والے اپنے اپنے مقررہ دروازے سے داخل ہوں گے۔

جنت میں جنتی بھائی بھائی بن کر رہیں گے

﴿درس نمبر:۱۰۶۷﴾ ﴿الحجر:۴۵-تا-۴۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بےشک متقی لوگ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ باغات اور چشموں میں (ہوں گے) ۝ اُدْخُلُوْهَا (انہیں کہا جائے گا) تم اس میں داخل ہوجاؤ بِسَلٰمٍ سلامتی کے ساتھ اٰمِنِيْنَ باامن ۝ وَنَزَعْنَا اور ہم نکال دیں گے مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ جو کچھ ان کے سینوں میں ہوگا مِّنْ غِلٍّ (باہم) کینہ اِخْوَانًا (وہ) بھائی بھائی (ہوں گے) عَلٰى سُرُرٍ تختوں پر مُّتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے (بیٹھے ہوئے) ۝ لَا يَمَسُّهُمْ انہیں نہیں چھوئے گی فِيْهَا ان (باغات) میں نَصَبٌ کوئی تھکاوٹ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا اور نہ وہ ان سے بِمُخْرَجِيْنَ نکالے ہی جائیں گے ۝

ترجمہ: جو متقی ہیں وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے O (ان سے کہا جائے گا کہ) ان میں سلامتی (اور خاطر جمع) سے داخل ہو جاؤ O اور اُن کے دلوں میں جو کدورت ہوگی اُس کو ہم نکال (کر صاف کر) دیں گے (گویا) بھائی بھائی تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں O نہ اُن کو وہاں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیشک متقی لوگ باغوں میں اور چشموں میں ہوں گے

۲۔تم اس جنت میں داخل ہوجاؤ سلامتی کے ساتھ اس حالت میں کہ امن سے رہنے والے ہو
۳۔ہم وہ کینہ نکال دیں گے جو ان کے سینوں میں تھا
۴۔تختوں پر آمنے سامنے بھائی بھائی بن کر رہیں گے
۵۔انہیں جنت میں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی
۶۔نہ ہی وہ جنت سے نکالے جائیں گے

جن خوش نصیب بندوں نے دنیا کی اس چندروزہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے اپنے آپ کو بچایا اور اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا، ان کاموں کو انجام دیا اور ان کاموں سے رُکے رہے جن سے انہیں روکا گیا اور ابلیس کے وسوسوں اور ان کی زور آزمائی سے متاثر ہوئے بغیر زندگی بسر کی اور سیدھے راستہ پر قائم رہے ایسے متقی اور پرہیزگار لوگ مرنے کے بعد جنت کے ایسے باغوں میں ہوں گے جن باغوں میں پھل دار اور سایہ دار ایسے درخت ہوں گے جن میں طرح طرح کے چھوٹے بڑے مزیدار اور خوشنما پھل لگے ہوئے ہوں گے اور ان کے اطراف چار قسم کی نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ پانی، دودھ، شراب اور شہد کی نہریں ہوں گی۔ان نہروں سے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں نہ کسی سے کوئی جھگڑا ہوگا اور نہ ہی کوئی تکرار ہوگی، جس کو سورۂ محمد کی آیت نمبر ۱۵ میں یوں بیان کیا گیا: مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ۬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ وہ جنت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں پانی کی ایسی نہریں ہیں جس میں بو نہیں ہوگی اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلے گا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے سراسر لذت ہے اور صاف شدہ شہد کی نہریں ہیں اور وہاں ان کے لئے ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے۔کیا یہ پرہیزگار ان کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا؟

جن متقیوں کے حق میں جنت کا فیصلہ ہوگا ان سے یوں کہا جائے گا کہ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ تم اس جنت میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ یعنی اب تم پر کسی بھی قسم کی کوئی آفت، پریشانی، دُکھ، درد، رنج، الم، بیماری یا مصیبت نہیں ہوگی۔ان تمام سے سلامتی پا کر تم لوگ جنت میں داخل ہو جاؤ اور ہر قسم کے خوف اور گھبراہٹ سے تم کو یہاں امن ملے گا، نہ کسی ظالم کا خوف اور نہ ہی کسی درندے کا خوف اور نہ ہی کہیں اس بات کا خوف کہ تم کو جنت کی ان نعمتوں سے محروم کیا جائے گا یا جنت سے تمہیں نکال دیا جائے گا۔نہ یہ جنت فنا ہوگی اور نہ جنت کی نعمتیں فنا ہوں گی۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا یہ وہ جنت ہوگی جس میں ایک مرتبہ متقی کو داخل کر دیا گیا تو وہ ہمیشہ اس جنت میں رہے گا۔

جب متقیوں کو جنت میں داخل کیا جا رہا ہوگا اس سے پہلے ہی ان متقیوں کے دلوں سے حسد، بغض، دشمنی،

عداوت سب کچھ نکال دیا جائے گا۔ اس لئے کہ جنت میں سب کچھ ہو مگر آپسی دشمنی ہو، ایک دوسرے سے حسد اور بغض ہو تو ظاہر بات ہے کہ آپسی لڑائی جھگڑے ہوں گے اور جنت میں لڑائیاں اور جھگڑے ہوں گے تو جنت کا مزہ کیسے آئے گا؟ اس لئے دنیا میں رہتے ہوئے دلوں میں جو حسد اور بغض اور عداوت اور کینہ موجود تھا اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہوگا کہ وہ جنت میں داخل کرنے سے پہلے ہی اس کینہ، حسد، بغض اور عداوت کو دلوں سے نکال دے گا۔

سارے جنتی ایک دوسرے کے بھائی بن جائیں گے، آپس میں ایک دوسرے کے دوست بن کر رہیں گے اور ان سب کے دل بالکل صاف وشفاف رہیں گے اور جنت میں جب بیٹھیں گے تو نفرت یا عداوت کی وجہ سے ایک دوسرے سے پیٹھ پھیر کر نہیں بیٹھیں گے بلکہ تختوں اور مسہریوں پر ٹیک لگائے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ اس طرح کہ ہر شخص اپنے بھائی کا چہرہ دیکھ سکے گا، کسی کی پیٹھ نہیں دیکھے گا۔ جنت میں اس محبت والفت کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کی نہ غیبت کریں گے اور نہ ہی جھگڑا کریں گے۔ وہاں صرف اور صرف محبت اور الفت کا ماحول ہوگا۔ جنت میں نہ ہی کوئی تھکان ہوگی اور نہ ہی کوئی مشقت ہوگی اور کسی قسم کی کوئی اذیت جنت میں نہیں ہوگی، اس لئے کہ جنت میں جنتیوں کے لئے ہر وہ چیز میسر ہوگی جس چیز کا دل چاہے گا۔ اس جنت میں جنتی ہمیشہ رہیں گے۔ جنت سے انہیں نکالا نہیں جائے گا۔ جنتیوں سے کہا جائے گا کہ اے جنتیو! تمہارے لئے جنت میں صحت ہے تم بیمار نہیں ہوگے، جنت میں تمہارے لئے زندگی ہے تم کو موت نہیں آئے گی، جنت میں تم نوجوان رہوگے کبھی بوڑھے نہیں ہوگے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومنوں کو دوزخ سے چھٹکارا دیا جائے گا مگر انہیں جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر روک دیا جائے گا۔ پھر وہاں پر ایک دوسرے کے ان مظالم کا قصاص لیا جائے گا جو دنیا میں ان کے درمیان تھا۔ جب انہیں ان گناہوں سے پاک صاف کر دیا جائے گا تو پھر انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔

﴿درس نمبر: ۱۰۶۸﴾ ## میرے بندوں کو بتلا دو کہ میں بخشنے والا ہوں ﴿الحجر: ۴۹۔۵۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ۙ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: نَبِّئْ (اے پیغمبر!) خبر دیجئے عِبَادِيْٓ میرے بندوں کو اَنِّيْٓ اَنَا کہ یقیناً میں الْغَفُوْرُ بہت زیادہ بخشنے والا الرَّحِيْمُ نہایت رحم کرنے والا ہوں ۝ۙ وَاَنَّ اور بلاشبہ عَذَابِيْ میرا عذاب هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ وہی دردناک عذاب ہے ۝

ترجمہ: (اے پیغمبر!) میرے بندوں کو بتا دو کہ میں بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہوں O اور یہ کہ میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آپ میرے بندوں کو یہ بات بتا دیجئے کہ بیشک میں بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہوں

۲۔ یہ بھی بتا دیجئے کہ میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے

یہاں اس نکتہ پر غور کریں اور اپنے بندوں سے رب کی محبت کا اندازہ بھی لگائیں کہ پچھلی آیتوں میں یہ بات بتلائی گئی کہ متقی لوگ جنت کے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس سے یہ احساس ضرور پیدا ہوگا کہ جو مومن متقی نہیں ہیں وہ جنت میں نہیں جائیں گے۔ اسی احساس کو یہاں دور کیا گیا ہے کہ متقی اور پرہیزگار یقیناً جنت کے باغوں اور چشموں میں جائیں گے اور جو گنہگار مومن بندے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کی اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بھی معاف کر دیں گے، اس لئے کہ ان کے دلوں میں ایمان کا نور موجود ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ پیغمبر! آپ میرے بندوں کو یہ خوشخبری سنا دیجئے کہ تم جس رب پر ایمان رکھتے ہو اس کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا ہے اور اپنے بندوں پر خوب رحم کرنے والا ہے۔ اس خوشخبری کی وجہ سے بندے کہیں گناہوں کی گندگی ہی میں پھنسے نہ رہ جائیں اور امید اس قدر بھاری نہ ہو جائے کہ اس سے گناہ کرنے میں حوصلہ ملے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی یہ بات بھی بتلا دی کہ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ اور یہ کہ میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے۔ اس لئے مومن بندوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہیں اور اپنے رب کی رحمتوں کے امیدوار بھی رہیں۔ قرآنِ مجید میں رب ذوالجلال کے غفور و رحیم ہونے کی بات متعدد بار کہی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۲ میں یوں ہے: فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بیشک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ آیت نمبر ۲۲۵ میں ہے: وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ اللہ بخشنے والا اور بردبار ہے۔ سورۂ آل عمران میں ہے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۲۳ میں ہے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۔

اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۵ میں یہ دعا ہے اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ آپ ہمارے کارساز ہیں پس ہم پر مغفرت اور رحمت فرما اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ اچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس سے مغفرت مانگنے کا حکم بھی دیا ہے وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ جہاں اپنے بندوں کو بخشتے ہیں اور ان پر رحم کرتے ہیں وہیں اپنے اُن بندوں پر اپنا عذاب بھی نازل کرتے ہیں جو اس کی سرکشی اور نافرمانی کرنے لگ جاتے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۹۰ میں کہا گیا وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ اور کافروں کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۶ میں کافروں کے بارے میں وعید بیان کی گئی فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ پھر کافروں کو تو میں دنیا اور آخرت میں سخت ترین عذاب دوں گا۔ مغفرت ہو یا عذاب یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے معاف کر دے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۰ میں کہا گیا يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وہ جسے چاہے سزا دے اور جسے چاہے معاف کر دے۔

﴿درس نمبر:۱۰۶۹﴾ ﴿الحجر:۵۱-۵۶﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بحیثیت مہمان فرشتوں کی آمد

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۝۵۱ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ۝۵۲ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝۵۳ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۝۵۴ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ۝۵۵ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ ۝۵۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَنَبِّئْهُمْ اور انہیں خبر دیجئے عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم کے مہمانوں کی بابت ۝۵۱ اِذْ دَخَلُوْا جس وقت وہ داخل ہوئے عَلَيْهِ اس پر فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا سَلٰمًا سلام (کرتے ہیں ہم) قَالَ اس (ابراہیم) نے کہا اِنَّا تحقیق ہم تو مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ تم سے ڈرتے ہیں ۝۵۲ قَالُوْا انہوں نے کہا لَا تَوْجَلْ تم نہ ڈرو اِنَّا نُبَشِّرُكَ ہم تو تمہیں خوشخبری دیتے ہیں بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ایک علم والے لڑکے کی ۝۵۳ قَالَ اس (ابراہیم) نے کہا اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ کیا تم مجھے خوشخبری دیتے ہو عَلٰٓى باوجود اس کے اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ کہ پہنچ چکا مجھے بڑھاپا فَبِمَ سو (اب) کس چیز کی تُبَشِّرُوْنَ خوشخبری دیتے ہو تم (مجھے)؟ ۝۵۴ قَالُوْا انہوں نے کہا بَشَّرْنٰكَ ہم تجھے بشارت دیتے ہیں بِالْحَقِّ حق (امر واقعی) کی فَلَا تَكُنْ لہٰذا نہ ہو تو مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ناامیدوں میں سے ۝۵۵ قَالَ اس نے کہا وَمَنْ يَّقْنَطُ اور کون ناامید ہوتا ہے مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اپنے رب کی رحمت سے اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ سوائے گمراہوں کے؟

ترجمہ: اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کے احوال سنا دو O جب وہ ابراہیم کے پاس آئے تو سلام کہا (انہوں نے) کہا ہمیں تو تم سے ڈر لگتا ہے O (مہمانوں نے) کہا کہ ڈریئے نہیں ہم آپ کو ایک دانشمند لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں O (وہ) بولے کہ جب مجھے بڑھاپے نے آ پکڑا تو تم خوشخبری دینے لگے اب کیسی خوشخبری دیتے ہو؟ O (انہوں نے) کہا کہ ہم آپ کو سچی خوشخبری دیتے ہیں آپ مایوس نہ ہوں O (ابراہیم نے) کہا کہ اللہ کی رحمت سے (میں مایوس کیوں ہونے لگا اس سے) مایوس ہونا گمراہوں کا کام ہے

تشریح: ان پانچ آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آپ ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی بھی اطلاع دے دیجئے

۲۔ جب وہ مہمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا

۳۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ بلاشبہ ہم تو تم سے ڈر رہے ہیں

۴۔مہمانوں نے کہا کہ ڈرومت، بے شک ہم تمہیں ایک ایسے لڑکے کی بشارت دے رہے ہیں جو صاحبِ علم ہوگا

۵۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا تم مجھے اس حالت میں بشارت دے رہے ہو جبکہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا ہے،تم کس چیز کی بشارت دیتے ہو؟

۶۔انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہیں امرِ واقعی کی بشارت دی ہے

۷۔تم ناامیدوں میں سے مت ہو جاؤ

توحید کے دلائل، قیامت کے احوال، نیک بختوں اور بدبختوں کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکرِ خیر فرما رہے ہیں تاکہ ان انبیاء کرام علیہم السلام کے اوصاف سن کر ہمارے دلوں میں اطاعت اور فرمانبرداری کی رغبت پیدا ہو۔اللہ تعالیٰ نے یہاں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا۔اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب سے فرما رہے ہیں کہ آپ اپنی امت کے افراد کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا وہ واقعہ بیان کیجئے جب اُن کے پاس معزز مہمان تشریف لائے تھے۔وہ مہمان انسانی شکل میں تو آئے تھے مگر وہ انسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقدس فرشتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط کی ہلاکت کے لئے روئے زمین پر بھیجا تھا۔جب وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو حسبِ دستور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا۔یہ دراصل ہر قسم کی آفت، مصیبت ودکھ درد اور خوف سے سلامتی کی دعا تھی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جو بڑے ہی مہمان نواز تھے۔ان کی کنیت ہی ابوالضیفان تھی جس کے معنی مہمانوں کے باپ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب بھی کوئی مہمان آتا تو آپ اس کو ضرور کچھ نہ کچھ کھلایا کرتے تھے۔مہمان نوازی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت تھی۔جب آسمانی فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس انسانی شکل میں آئے تو اپنے معمول کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے تلا ہوا یا بھنا ہوا بچھڑا لا کر رکھ دیا۔سورۃ الذّٰریٰت کی آیت نمبر ۲۶ میں یوں ہے فَرَاغَ اِلٰٓی اَھْلِہٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ پھر وہ اپنے گھر جا کر ایک بھنا ہوا موٹا بچھڑا لائے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان مہمانوں سے ڈر محسوس ہوا۔اس کی دو وجوہات مفسرین نے بیان کی ہیں۔پہلی وجہ یہ کہ یہ فرشتے بغیر اجازت ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس داخل ہوئے تھے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ ان فرشتوں کے سامنے جب کھانے کیلئے تلا ہوا بچھڑا رکھ دیا تو ان کے ہاتھ کھانے کیلئے آگے نہ بڑھے جیسا کہ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۷۰ میں کہا گیا فَلَمَّا رَآٰ اَیْدِیَھُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْہِ نَکِرَھُمْ وَاَوْجَسَ مِنْھُمْ خِیْفَۃً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ جب دیکھا کہ اُن کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتے (یعنی وہ کھانا نہیں کھاتے) تو اُن کو اجنبی سمجھ کر دل میں خوف کیا۔(فرشتوں نے) کہا کہ خوف نہ کیجئے ہم قومِ لوط کی طرف (ان کو ہلاک کرنے کیلئے) بھیجے گئے ہیں۔

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ گھبرایئے مت! اصل حقیقت یہ کہ ہم انسان نہیں ہیں بلکہ ہم فرشتے ہیں جو قومِ لوط کی طرف ان کی ہلاکت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ جو فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے ان کی تعداد بارہ یا دس یا تین لکھی گئی ہے جن میں حضرت جبرئیل علیہ السلام شامل ہیں۔ یہ فرشتے تو قومِ لوط کی ہلاکت کیلئے آئے تھے مگر اس سے پہلے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی اور انہیں ایک صاحبِ علم فرزند کی بشارت بھی دی کہ آپ کو ایک ایسا بیٹا ہوگا جو بڑا ہو کر کثرتِ علم کا حامل و مالک ہوگا۔ صاحبِ علم فرزند سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں جیسا کہ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۱۱۲ میں ہے وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ اور ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق کی بشارت دی تھی جو نبی تھے اور صالحین میں سے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بشارت سن کر تعجب سے کہا کہ ایک طرف میرا بڑھاپا اور دوسری طرف میری بیوی کا بڑھاپا، ایسے وقت بیٹا کیسے ہوگا؟ فرشتوں نے کہا کہ ہم نے تمہیں ایک حقیقی بات کی بشارت دی ہے جو ہونے والی ہے، اس لئے آپ نا امیدوں میں سے مت ہو جایئے۔ فرشتوں کے اس قول کا جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیا کہ اپنے رب کی رحمت سے نا امید ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ کی رحمت سے تو صرف گمراہ لوگ ہی نا امید ہوتے ہیں جیسا کہ سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۸۷ میں ہے اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ اللہ کی رحمت سے تو کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔ ہمیں اپنی زندگی کے کٹھن اور دشوار مرحلوں میں رب ذوالجلال سے امید باندھے رہنا چاہئے اور نا امیدی اور مایوسی سے گریز کرنا چاہئے۔

درس نمبر: ۱۰۷۰ — **ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں** — الحجر: ۵۷-۶۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۷ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝۵۸ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۵۹ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۶۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس نے کہا فَمَا خَطْبُكُمْ پھر تمہارا کیا مقصد ہے؟ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ اے بھیجے ہوئے (فرشتو!) ۝۵۷ قَالُوْٓا انہوں نے کہا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ بیشک ہم بھیجے گئے ہیں اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ مجرم قوم کی طرف ۝۵۸ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ سوائے لوط کے کنبے کے اِنَّا بے شک ہم لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ البتہ ان سب کو نجات دینے والے ہیں ۝۵۹ اِلَّا امْرَاَتَهٗ سوائے اس کی بیوی کے قَدَّرْنَآ ہم نے مقدر کر دیا ہے اِنَّهَا کہ بیشک وہ لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ضرور پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی ۝۶۰

ترجمہ: پھر کہنے لگے کہ فرشتو! تمہیں (اور) کیا کام ہے؟ O (انہوں نے) کہا کہ ہم ایک گنہگار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (کہ اس کو عذاب کریں) O مگر لوط کے گھر والے کہ ان سب کو ہم بچا لیں گے O البتہ اُن کی بیوی

(کہ) اُس کیلئے ہم نے ٹھہرا دیا ہے کہ وہ پیچھے رہ جائے گی۔

تشریح: ان چار آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا آنا کس اہم کام کے لئے ہے؟

۲۔ فرشتوں نے کہا کہ بلاشبہ ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں

۳۔ مگر حضرت لوط علیہ السلام کا خاندان بلاشبہ ان سب کو ہم بچانے والے ہیں

۴۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے سوا کہ ہم نے اس کے بارے میں تجویز کر رکھا ہے کہ بلاشبہ وہ مجرمین میں رہ جانے والی ہے۔

جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صاحبِ علم فرزند کی بشارت دی اور یہ سن کر کہ یہ فرشتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خوف بھی چلا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے یہ سوال کیا **فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ** اے فرشتو! اس خوشخبری سے ہٹ کر کوئی اور خاص کام کیا ہے جس کیلئے تمہیں بھیجا گیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قرینوں سے پہچان لیا تھا کہ فرشتوں کی آمد کا اصل مقصد بیٹے کی بشارت نہیں ہے، اصل مقصد کچھ اور ہے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ کس مہم کو لے کر تم آئے ہو؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ **اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ** ہم کو اس مشرک اور مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے جو لوط علیہ السلام کی قوم ہے جو ان کاموں میں مبتلا ہے جن کاموں سے جس کو روکا گیا ہے اور قوم کے یہ لوگ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی شہوتیں پوری کرتے ہیں۔ ہمیں حکم ہوا ہے کہ اس قوم کو ہلاک کر دیا جائے۔ ان فرشتوں نے مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی بتلایا کہ قومِ لوط کو تو ہلاک کر دیا جائے گا مگر حضرت لوط اور ان کے خاندان کے سارے افراد کو ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ ہم ان کو اس عذاب سے محفوظ رکھیں گے۔ ہاں! حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو نجات نہیں ملے گی چونکہ ان کی بیوی کا مجرم قوم سے ساز باز ہے اور وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے، یعنی یہ اس ہلاک ہونے والی مجرم قوم کے ساتھ رہ جائے گی اور ہلاک ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہلاک ہونے والوں کی فہرست میں شامل ہے اس لئے کہ وہ قوم کے بُرے مقاصد میں مدد کیا کرتی تھی۔

﴿درس نمبر:۱۰۷۱﴾ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جایئے ﴿الحجر:۶۱۔۶۵﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۝ ۶۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَمَّا جَآءَ پھر جب آئے اٰلَ لُوْطِ آلِ لوط کے پاس الْمُرْسَلُوْنَ وہ قاصد ۝ قَالَ اس (لوط) نے کہا اِنَّكُمْ قَوْمٌ بے شک تم لوگ تو مُّنْكَرُوْنَ اجنبی ہو ۝ قَالُوْا انہوں نے کہا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا بلکہ ہم تیرے پاس وہ چیز (عذاب) لائے ہیں کہ كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ اس میں وہ شک کرتے تھے ۝ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ اور ہم تیرے پاس حق لائے ہیں وَاِنَّا اور بلاشبہ ہم لَصٰدِقُوْنَ یقیناً سچے ہیں ۝ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ چنانچہ لے چل تو اپنے گھر والوں کو بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ رات کے ایک حصے میں وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ اور تو چل ان (سب) کے پیچھے وَلَا يَلْتَفِتْ اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مِنْكُمْ اَحَدٌ کوئی بھی تم میں سے وَّامْضُوْا اور تم چلے جاؤ حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ جہاں کا تم حکم کیے جاتے ہو ۝۶۵

ترجمہ: پھر جب فرشتے لوط کے گھر گئے O تو لوط نے کہا کہ تم تو ناآشنا لوگ ہو O وہ بولے کہ (نہیں) بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں لوگ شک کرتے تھے O اور ہم آپ کے پاس یقینی بات لے کر آئے ہیں اور ہم سچ کہتے ہیں O تو آپ کچھ رات رہے سے اپنے گھر والوں کو لے نکلیں اور خود اُن کے پیچھے چلیں اور آپ میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور جہاں آپ کو حکم ہو وہاں چلے جایئے۔

تشریح: ان پانچ آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب وہ بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان کے پاس آئے

۲۔ حضرت لوط علیہ السلام کہنے لگے کہ بیشک تم تو اجنبی آدمی ہو

۳۔ فرشتوں نے کہا کہ نہیں! بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے

۴۔ ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں

۵۔ ہم سچے ہیں

۶۔ اے لوط! آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جایئے

۷۔ آپ ان کے پیچھے ہو جایئے

۸۔ تم میں سے کوئی بھی پیچھے پھر کر نہ دیکھے

۹۔ تمہیں جس جگہ جانے کا حکم ہوا ہے اسی طرف چلے جائیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کے بعد فرشتوں کی یہ جماعت حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان کے پاس آئی۔ یہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان کے پاس نوجوان اور خوبصورت چہروں کے ساتھ آئے۔ اس وقت یہ قوم اپنے شہر سدوم میں رہتی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم نے فرشتوں کی اس جماعت کو نہیں پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں۔ وہ تو یہی سمجھتے رہے کہ یہ نوجوان جو خوبصورت ہیں انسان ہیں، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے بھی ان فرشتوں کو انسان ہی سمجھا تھا۔حضرت لوط علیہ السلام نے فرشتوں کی اس جماعت کو دیکھ کر کہا کہ تم تو اجنبی لوگ ہو، میرے نزدیک تم کوئی معروف لوگ نہیں ہو، میں تو تمہیں اجنبی محسوس کرتا ہوں، تمہارا کس قوم سے تعلق ہے، آخر تم لوگ کس برادری کے ہو؟ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۷۷ میں یہ الفاظ موجود ہیں وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ اُن (کے آنے) سے غمناک اور تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے۔

دراصل حضرت لوط علیہ السلام کو اس بات کا خوف ہوا کہ یہ خوبصورت نوجوان ہیں، کہیں قوم کے لوگ ان کے ساتھ بُرا سلوک نہ کریں۔فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے اس خوف کو اس جواب سے دور کردیا اور انہیں مطمئن بھی کردیا کہ آپ کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔آپ کی قوم کے یہ مجرم لوگ ہمیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچاسکتے۔کہنے لگے حقیقت یہ ہے کہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس کے بارے میں وہ لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔اے لوط! ہم وہ چیز لے کر آئے ہیں جس سے آپ کو خوشی ہوگی یعنی وہ ہلاکت خیز عذاب اور تباہی لے کر ہم آئے ہیں جس عذاب کے واقع ہونے کے بارے میں یہ لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ اس عذاب کے ان کے پاس آنے سے پہلے وہ اس عذاب کو جھٹلا رہے ہیں۔

پھر ان فرشتوں نے اپنی بات کو مزید پختہ ثابت کرنے کیلئے یہ بھی کہا کہ وَاَتَیْنٰكَ بِالْحَقِّ ہم آپ کے پاس یقینی اور واقعی حقیقت پر مبنی چیز لے کر آئے ہیں۔یہ ایسی ثابت بات ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے اور وہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی قوم پر عذاب آ کر رہے گا۔یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حق بات کے ساتھ ہی بھیجتے ہیں، جیسا کہ اسی سورۂ حجر کی آیت نمبر ۸ میں ہے مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ ہم تو فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی بھیجتے ہیں اور فرشتوں نے اپنی سچائی کو اس جملہ سے مضبوط کردیا کہ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور ہم بیشک سچے ہیں۔یعنی ہم نے جس عذاب کی اطلاع آپ کو دی ہے یہ اطلاع سچی ہے۔ہم ضرور اس قوم کو جو مجرم ہے ہلاک کریں گے۔اے لوط! آپ کو اور آپ کی اتباع کرنے والوں کو نجات دیں گے۔

اس کے بعد فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں سے نکل جائیں۔آپ ان گھر والوں کو اپنے سامنے رکھیں اور آپ ان کے پیچھے پیچھے رہیں تاکہ آپ کے خاندان کا کوئی فرد رہ نہ جائے اور ان میں سے کوئی لوٹ کر واپس بھی نہ جائے۔ہاں! یہ بات سب کے ذہن میں رہے کہ آپ کے خاندان کا کوئی فرد پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور جس طرف جانے کا حکم ہوا اسی طرف چلے جائیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کو اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ شہر سدوم سے نکل کر جس علاقہ کی جانب جانے کا حکم ہوا تھا وہ علاقہ شام ہے۔بعض مفسرین نے اردن بھی مراد لیا ہے۔پیچھے مُڑ کر نہ دیکھنے کا حکم دیا گیا کہ اگر تم لوگ قوم پر

عذاب کی کوئی آواز سنو تو اس کی طرف مڑ کر مت دیکھو۔ وہ جس عذاب میں مبتلا ہو رہے ہیں ان کو اسی حال میں چھوڑ دو تا کہ تمہارا دل ان کے حق میں نرم نہ ہو۔

یہ میرے مہمان ہیں تم مجھے رُسوانہ کرو

﴿درس نمبر:۱۰۷۲﴾ ﴿الحجر:۶۶۔۷۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَضَيْنَآ اور ہم نے فیصلہ سنا دیا اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اُسے اس معاملے کا اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ کہ بے شک ان لوگوں کی جڑ مَقْطُوْعٌ کاٹ دی جائے گی مُّصْبِحِيْنَ صبح کے وقت ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ اور اس شہر (سدوم) والے آئے يَسْتَبْشِرُوْنَ خوشیاں مناتے ہوئے ﴿۶۷﴾ قَالَ اس (لوط) نے کہا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ بے شک یہ لوگ ضَيْفِيْ میرے مہمان ہیں فَلَا تَفْضَحُوْنِ لہٰذا تم مجھے رسوانہ کرو ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم اللہ سے ڈرو وَلَا تُخْزُوْنِ اور تم مجھے ذلیل نہ کرو ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا انہوں نے کہا اَوَلَمْ نَنْهَكَ کیا ہم نے تمہیں نہیں روکا تھا عَنِ الْعٰلَمِيْنَ جہاں والوں (کی حمایت) سے؟ ﴿۷۰﴾ قَالَ اس نے کہا هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں (ان سے نکاح کرلو) اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ اگر تم کرنے والے ہو ﴿۷۱﴾

ترجمہ: اور ہم نے لوط کی طرف وحی بھیجی کہ ان لوگوں کی جڑ صبح ہوتے ہوتے کاٹ دی جائے گی O اور اہلِ شہر (لوط کے پاس) خوشی خوشی (دوڑے) آئے O (لوط نے) کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں (کہیں ان کے بارے میں) مجھے رسوانہ کرنا O اور اللہ سے ڈرو اور میری آبروریزی نہ کرو O وہ بولے کہ کیا ہم نے تمہیں سارے جہاں (کی حمایت وطرفداری) سے منع نہیں کیا O (انہوں نے) کہا کہ اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یہ میری (قوم کی) لڑکیاں ہیں ان سے (شادی) کرلو۔

تشریح: ان چھ آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے حضرت لوط کی طرف وحی بھیجی کہ ان کی قوم کی جڑ صبح ہوتے ہوتے کاٹ دی جائے گی

۲۔ شہر والے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس خوشی خوشی دوڑے دوڑے آئے

۳۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں کہیں ان کے بارے میں مجھے رسوانہ کرنا

۴۔ تم لوگ اللہ سے ڈرو

۵۔ تم مجھے ذلیل نہ کرو

۶۔قوم کے لوگوں نے کہا کہ کیا ہم نے تمہیں نہیں روکا تھا جہاں والوں کی حمایت سے

۷۔حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کہ یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں ان سے نکاح کرو اگر تم کرنے والے ہو

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی مجرم اور سرکش قوم کی ہلاکت کے سلسلہ میں یہ خبر بطور وحی دے دی کہ ان کی قوم کی جڑ صبح ہوتے ہوتے کاٹ دی جائے گی۔اس قوم کے پہلے فرد سے لے کر آخری فرد تک سارے کے سارے ہلاک وتباہ ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں بچے گا۔سورۂ ہود کی آیت نمبر ۸۱ میں عذاب کے وقت کیلئے صبح کا وقت ہی بتلایا گیا اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ط اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ بیشک ان کے وعدے کا وقت صبح ہے کیا صبح قریب نہیں ہے؟ قومِ لوط کی شہوتوں کا مرکز عورتیں نہیں بلکہ مرد تھے۔سدوم کے علاقہ کی اس قوم نے جب دیکھا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس خوبرو، خوبصورت نوجوان بطورِ مہمان آئے ہیں تو اس قوم کی نیت ہی بدل گئی اور یہ قوم حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آپس میں ایک دوسرے کو خوشخبریاں سناتے ہوئے خوشی خوشی آئی تاکہ ان کے ساتھ فحش کاری کا ارتکاب کر سکیں جبکہ یہ ایک ایسا جرم ہے جو ناقابلِ معافی ہے۔تہذیب وتمدن کا تقاضا تھا کہ آنے والے ان اجنبی مہمانوں کے ساتھ قوم کے لوگ اکرام واحسان کا برتاؤ کرتے مگر اس مجرم وسرکش قوم نے ان مہمانوں کے ساتھ بُرا سلوک کرنے کا ارادہ کیا۔مفسرین نے لکھا ہے کہ چونکہ فرشتے انتہائی خوبصورت تھے اور ان خوبصورت فرشتوں کی آمد کی خبر قوم تک پہنچ گئی۔حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمان بیوی نے ان فرشتوں کی آمد کی اطلاع قوم کے افراد کو دی تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اس بدنیت قوم کے سامنے دو باتیں عرض کیں۔ایک بات تو یہ کہی کہ اِنَّ هٰٓـؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ بیشک یہ میرے مہمان ہیں تم مجھے رسوا نہ کرو۔حضرت لوط علیہ السلام کو مہمانوں کا کس قدر لحاظ واکرام تھا کہ انہوں نے مہمان کا واسطہ دے کر اپنی قوم سے کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں اور مہمان کا اکرام واجب ہے، اگر تم ان کے ساتھ بُرا ارادہ کرو گے تو یہ میری توہین ہے۔دوسری بات حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ کہی کہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ تم لوگ اللہ سے ڈرو یعنی اللہ کے عذاب سے ڈرو اور میرے مہمانوں کو ذلیل کرتے ہوئے مجھے ذلیل مت کرو اور ان مہمانوں کو تکلیف پہنچا کر مجھے ذلت کے گڑھے میں مت ڈالو۔یہاں ایک نکتہ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بھی شخص کے مہمان کی توہین دراصل اس کے میزبان کی توہین ہوتی ہے۔اگر کوئی کسی شخص کے مہمان کی توہین کر رہا ہے تو وہ اس کے میزبان کی توہین کر رہا ہے۔قوم کے لوگ شہوت پرستی کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے اور مستی میں اندھے بن چکے تھے۔کہنے لگے کہ کیا ہم نے تمہیں اس بات سے نہیں روکا تھا کہ دنیا بھر کے لوگوں کو اپنا مہمان بنائیں؟ اب ہمارے اور ہمارے مہمانوں کے درمیان آڑے نہ آؤ۔حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم کو اپنی شہوت پوری ہی کرنی ہے تو یہ میری قوم کی بیٹیاں اور لڑکیاں ہیں تم حلال طریقے سے ان سے اپنی شہوت پوری کرو۔

قوم نے کہا کہ ہمیں ان لڑکیوں اور بیٹیوں سے کوئی مطلب نہیں اور تمہیں معلوم ہے کہ ہماری مرضی اور خواہش کیا ہے؟ ہم کو تو مردوں سے مطلب ہے عورتوں سے نہیں جیسا کہ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۷۹ میں قوم کا یہ جواب یوں مذکور ہے قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَالَنَا فِیْ بَنٰتِکَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ انہوں نے جواب دیا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ ہمیں تو تیری بیٹیوں پر کوئی حق نہیں ہے اور تو ہماری اصلی چاہت سے بخوبی واقف ہے۔

قومِ لوط کے شہر کو الٹ کر نیچے اوپر کر دیا گیا

﴿درس نمبر:۱۰۷۳﴾ ﴿الحجر:۷۲۔۷۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ۝ فَاَخَذَتْھُمُ الصَّیْحَۃُ مُشْرِقِیْنَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِیَھَا سَافِلَھَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْھِمْ حِجَارَۃً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ۝ وَاِنَّھَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَعَمْرُکَ آپ کی زندگی کی قسم! اِنَّھُمْ بے شک وہ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یقیناً اپنی مستی (گمراہی) میں یَعْمَھُوْنَ سرگرداں تھے ۝ فَاَخَذَتْھُمْ چنانچہ آ پکڑا انہیں الصَّیْحَۃُ ایک چیخ نے مُشْرِقِیْنَ سورج نکلتے وقت ۝ فَجَعَلْنَا پھر (اُلٹ کر) کر دیا ہم نے عَالِیَھَا اس (بستی) کے اوپر والے حصے کو سَافِلَھَا اس کے نیچے (کا حصہ) وَاَمْطَرْنَا اور ہم نے برسائے عَلَیْھِمْ حِجَارَۃً ان پر پتھر مِّنْ سِجِّیْلٍ کھنگر کی قسم سے ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بلاشبہ اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ گہری نظر سے غور و فکر کرنے والوں کے لیے ۝ وَاِنَّھَا اور بے شک وہ (بستیاں) لَبِسَبِیْلٍ ایسے راستے پر ہیں مُّقِیْمٍ (جواب تک) موجود ہے ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بلاشبہ اس (واقعے) میں لَاٰیَۃً البتہ نشانیاں ہیں لِّلْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کے لیے ۝

ترجمہ: (اے محمد ﷺ!) تمہاری جان کی قسم! وہ اپنی مستی میں مدہوش (ہو رہے) تھے ○ سو اُن کو سورج نکلتے نکلتے چنگھاڑ نے آ پکڑا ○ اور ہم نے اس (شہر) کو (الٹ کر) نیچے اوپر کر دیا اور ان پر نو کیلے پتھر برسائے ○ بیشک اس (قصے) میں اہلِ فراست کیلئے نشانی ہے ○ اور وہ (شہر) اب تک سیدھے رستے پر (موجود) ہے ○ بیشک اس میں ایمان لانے والوں کیلئے نشانی ہے۔

تشریح: ان چھ آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! آپ کی جان کی قسم! وہ یعنی قومِ لوط کے لوگ اپنی مستی میں مدہوش ہو رہے تھے

۲۔ ان کو سورج نکلتے نکلتے چنگھاڑ نے آ پکڑا

۳۔ ہم نے اس شہر کو الٹ کر نیچے اوپر کر دیا

۴۔ ان پر نو کیلے پتھر برسائے

۵۔ بیشک اس قصہ میں اہل فراست کے لئے نشانی ہے

۶۔ وہ شہراب تک سیدھے راستہ پر موجود ہے

۷۔ بیشک اس میں ایمان لانے والوں کے لئے نشانی ہے

اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ کی جان کی قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ قوم لوط کے یہ لوگ اپنی مستی میں مدہوش ہو رہے تھے۔قوم کے یہ لوگ اس حقیقت سے غافل تھے جو ان کے ساتھ ارادہ کیا جا رہا تھا اور اگلی صبح ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اس سے یہ بے خبر تھے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ کے سلسلہ میں بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ سے کہی کہ اے محمد! آپ کی جان کی قسم! یہ لوگ اپنی مستی میں مدہوش ہیں۔بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ جملہ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا تھا کہ قوم کے یہ لوگ آپ کی نصیحت کی طرف متوجہ نہیں ہو رہے ہیں اور اپنی خواہشات کی مستیوں میں مگن ہیں اور اپنے نشہ میں مست ہو کر کھیل کود میں غافل ہیں۔قومِ لوط پر کس قسم کا عذاب آیا اس کی وضاحت کی جا رہی ہے کہ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ہوا یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آواز ان پر اتری سورج کے طلوع ہونے کے وقت ایک زبردست اور ہولناک چنگھاڑ آئی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے زمین کو اوپر اٹھایا اور زمین کا تختہ الٹ دیا۔اس طرح زمین کے اوپر کا حصہ نیچے ہو گیا اور نیچے کا حصہ اوپر ہو گیا جس سے لوگ دب گئے اور اس کے علاوہ مزید عذاب اس طرح ہوا کہ لگا تار پتھر برسا دیئے گئے۔سورۂ ہود اور سورۂ حجر ان دو سورتوں میں حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ کہا گیا یعنی ہم نے ان پر کنکر کے پتھر برسا دیئے۔سورۃ الذاریات میں حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ کہا گیا تا کہ ہم ان پر مٹی کے کنکر برسائیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ عام پتھر نہیں تھے جو پہاڑوں کے ٹکڑے ہوتے ہیں بلکہ ایسے پتھر تھے جو مٹی سے پکا کر بنائے جاتے ہوں جس کا ترجمہ کنکر سے کیا گیا۔

غور کریں کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب آیا تھا وہ تین طرح کا تھا۔ایک تو حضرت جبرئیل کی وہ زبردست چیخ و چنگھاڑ تھی جس سے ان کے دل دہل گئے۔دوسرا یہ کہ ان کی زمین کا تختہ ہی الٹ دیا گیا تھا۔تیسرے یہ کہ ان پر لگا تار پتھروں کی بارش ہوئی تھی۔یہی وہ بستیاں ہیں جن بستیوں کو سورۂ توبہ میں وَالْمُؤْتَفِكٰتُ یعنی الٹی ہوئی بستیاں قرار دیا گیا۔

قومِ لوط کی ہلاکت میں بصیرت رکھنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں کہ بدفعلی اور کفر کا انجام کس طرح ظاہر ہوتا ہے؟ اور ایمان اور اطاعت کی وجہ سے نجات کس طرح ملتی ہے؟

اس کے بعد قوم لوط کی بستیوں کے بارے میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ یہ بستیاں شاہراہِ عام پر پڑتی تھیں۔عرب کے لوگ جب ملکِ شام جاتے آتے تو قومِ لوط کی ان الٹی ہوئی بستیوں کے پاس سے گزرتے تھے اور خود اپنی آنکھوں سے اس قوم کا بُرا انجام دیکھتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایمان والوں کے لئے اس میں بڑی نشانیاں موجود ہیں۔

﴿درس نمبر:۱۰۷۴﴾ **اصحابِ ایکہ اور قومِ ثمود شاہراہ پر آباد تھے** ﴿الحجر:۷۸-تا-۸۱﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۝۷۸ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝۷۹ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۸۰ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝۸۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِنْ كَانَ اور بے شک تھے اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ایک (بستی) والے لَظٰلِمِيْنَ البتہ ظالم ۝۷۸ فَانْتَقَمْنَا تو ہم نے انتقام لیا مِنْهُمْ ان سے وَاِنَّهُمَا اور بے شک وہ دونوں لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ (تباہ شدہ بستیاں) البتہ ظاہر راستے پر (واقع) ہیں ۝۷۹ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق كَذَّبَ جھٹلایا اَصْحٰبُ الْحِجْرِ حجر کے باشندگان نے الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کو ۝۸۰ وَاٰتَيْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو دیں اٰيٰتِنَا اپنی نشانیاں فَكَانُوْا تو وہ تھے عَنْهَا ان سے مُعْرِضِيْنَ اعراض کرنے والے ۝۸۱

ترجمہ: اور بَن کے رہنے والے (یعنی قومِ شعیب کے لوگ) بھی گنہگار تھے O تو ہم نے اُن سے بھی بدلہ لیا اور یہ دونوں شہر کھلے رستے پر (موجود) ہیں O اور (وادی) حجر کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی O ہم نے اُن کو اپنی نشانیاں دیں اور وہ اُن سے منہ پھیرتے رہے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور ایکہ کے رہنے والے یعنی قومِ شعیب کے لوگ بھی گنہگار تھے

۲۔ ہم نے ان سے بھی بدلہ لیا

۳۔ یہ دونوں شہر کھلے راستہ پر موجود ہیں

۴۔ وادیِ حجر کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا

۵۔ ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں

۶۔ وہ ان سے منہ پھیرتے رہے

سورۂ حجر میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس ملعون کا قصہ بیان کیا گیا۔ پھر حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کا قصہ بیان کیا گیا! اس کے بعد اصحابِ ایکہ جھاڑی والے یعنی حضرت شعیب علیہ السلام اور اصحابِ حجر یعنی قومِ ثمود کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ ایکہ ایسے جنگل کو کہتے ہیں جس میں درخت آپس میں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے ہوں۔ اصحابِ ایکہ سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ ہیں جو مدین کے قریب رہتے تھے۔ اس قوم کو یہاں ظالم قوم اس لئے قرار دیا گیا کہ اس قوم نے ان کی طرف بھیجے گئے جلیل القدر پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام کو صاف طور پر جھٹلایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی ہلاکت کے سلسلہ میں یوں فرمایا کہ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ہم نے ان سے انتقام لیا اس لئے کہ اس قوم نے ایک طرف وقت کے نبی کو جھٹلایا دوسرے یہ کہ یہ قوم ناپ تول میں ڈنڈی مارا کرتی تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین والوں کی طرف بھی نبی بنا کر بھیجا گیا تھا اور مدین کے قریب آباد اصحابِ ایکہ کی جانب بھی نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ ان دونوں بستیوں کے افراد نے حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحتوں کو تسلیم نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے عذاب میں گرفتار کرتے ہوئے ہلاک کر دیا۔ اصحابِ مدین کی ہلاکت کا ذکر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۹۱ میں یوں ہے فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ پس ان کو زلزلہ نے آ پکڑا وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۹۴ میں اس طرح ہے وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ظالموں کو سخت چنگھاڑ کے عذاب نے آ دبوچا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔ اصحابِ ایکہ کی ہلاکت کا ذکر جس طرح ان آیات میں ہے اسی طرح سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۱۸۹ میں بھی ہے فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا پھر ان کو سائبان کے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔ بلا شبہ وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔ اصحابِ ایکہ پر عذاب آنے کی صورت یہ ہوئی کہ یہ لوگ سخت گرمی میں مبتلا ہو گئے۔ انہیں دور سے ایک بادل نظر آیا جس کی وجہ سے نیچے زمین پر سایہ محسوس ہوا۔ یہ لوگ جلدی جلدی دوڑے دوڑے اس سایہ کے نیچے پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک آگ بھیجی جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔

معالم التنزیل میں یہ وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات دن تک اصحابِ ایکہ پر گرمی کو مسلط کر دیا تھا پھر ایک بادل بھیجا گیا۔ اصحابِ ایکہ نے گرمی سے نجات پانے کے لئے اس سایہ میں پناہ لی جب وہ وہاں جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک آگ بھیجی جس نے انہیں جلا کر رکھ دیا۔

وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ کے ذریعہ یہ جغرافیائی حقیقت بتلائی جا رہی ہے کہ قوم لوط اور اصحابِ ایکہ یہ دونوں قومیں شاہراہِ عام پر بسی ہوئی قومیں تھیں۔ ملکِ حجاز سے ملکِ شام جانے والے مسافرین ان بستیوں سے گزرتے تھے۔ اصحابِ ایکہ کے بعد اصحابِ حجر کا ذکر یوں کیا گیا وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ اور بلا شبہ حجر والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا یعنی قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ یہاں مرسلین کہہ کر سارے پیغمبر مراد لیا گیا جبکہ اصحابِ حجر یعنی قومِ ثمود نے صرف حضرت صالح علیہ اللسام کو جھٹلایا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی ایک نبی کو بھی جھٹلانا دراصل تمام نبیوں کو جھٹلانا ہے، اس لئے کہ سارے ہی نبیوں کی دعوت اور پکار وہی توحید ہے اور ایک اللہ کی عبادت ہے۔

قومِ ثمود کے بارے میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا ہم نے انہیں نشانیاں دیں۔ اس کا مطلب یہ

ہے کہ قومِ ثمود کو حضرت صالح علیہ السلام کے نبی برحق ہونے کی نشانیاں اور واضح دلائل دیئے گئے تھے جیسے وہ اونٹنی جو حضرت صالح علیہ اللسام کی دعاء سے چٹان سے نکلی۔ یہ اونٹنی اس قوم کی ہدایت کیلئے کافی تھی کہ اس معجزہ کو دیکھ کر وہ ایمان لے آتے مگر اس ظالم قوم نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ یہ منہ موڑنے والی قوم تھی جو ہدایت سے محروم رہی۔

﴿درس نمبر:۱۰۷۵﴾ قومِ ثمود پہاڑوں کو تراش کر گھر بنائے ہوئے تھے ﴿الحجر:۸۲۔۸۳۔۸۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ اور وہ تراشتے تھے مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا پہاڑوں سے گھر اٰمِنِيْنَ بے خوف ہو کر ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ پھر آ پکڑا انہیں الصَّيْحَةُ چیخ نے مُصْبِحِيْنَ صبح کے وقت ﴿۸۳﴾ فَمَآ اَغْنٰى چنانچہ فائدہ نہ دیا عَنْهُمْ انہیں مَّا اس (مال) نے جو كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے ﴿۸۴﴾

ترجمہ: اور وہ پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے تھے (کہ) امن (واطمینان) سے رہیں گے O تو چیخ نے اُن کو صبح ہوتے ہوتے آ پکڑا O اور جو کام وہ کرتے تھے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وادیِ حجر کے رہنے والے پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے تھے

۲۔ تاکہ وہ امن واطمینان سے رہیں

۳۔ چیخ نے ان کو صبح ہوتے ہوتے آ پکڑا

۴۔ جو کام وہ کرتے تھے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے

یہاں قومِ ثمود کے کچھ حالات بیان کئے جارہے ہیں کہ قومِ ثمود کے افراد اس قدر طاقتور تھے کہ پہاڑوں کو تراش کر اس میں اپنے گھر انہوں نے بنالئے تھے اور ان گھروں میں امن وسلامتی کے ساتھ رہنے لگے تھے۔ انہیں ان گھروں میں اپنے دشمنوں کا کوئی خوف نہیں تھا۔ وہ محفوظ گھروں میں پہاڑوں کے دامن میں رہنے لگے تھے۔ مگر وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہ سکے، اس لئے کہ اس قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور ان کی نشانیوں کے ساتھ گستاخی کی اور اس اونٹنی کو قتل کردیا جو ان کے لئے قدرت کی ایک نشانی اور حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت کی دلیل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بھی ہلاک کردیا اور اپنے عذاب کا نوالہ بنادیا۔ اس قوم کو تین دن کی مہلت دی گئی اور چوتھے دن ان پر عذاب آیا، جس کی دلیل سورۂ ہود کی آیت نمبر ۶۵ میں ملتی ہے فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ پس کہا کہ تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن تک موج مستی کرلو، زندگی بسر کرلو، عذاب کا یہ وہ

وعدہ ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ یعنی یہ عذاب ضرور آ کر رہے گا۔ اس قوم نے جو کچھ اپنی زندگی میں کمایا تھا اور مال و دولت جمع کی تھی وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آیا اور یہ ساری دولت انہیں اللہ کے عذاب سے بچا نہ سکی۔

قومِ ثمود کو ایک سخت ترین زلزلہ نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے کے پڑے رہ گئے۔ سورۂ حم السجدہ کی آیت نمبر ۱۷ میں اس قوم کی ہلاکت کے سلسلہ میں یوں کہا گیا **وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ** اور قومِ ثمود کہ ہم نے ان کی بھی رہبری کی انہوں نے ہدایت پر اندھے پن کو ترجیح دی جس بنا پر انہیں سراپا ذلت کے عذاب کی کڑک نے ان کے کرتوتوں کے باعث پکڑ لیا۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۹۱ میں یوں کہا گیا **فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ** ان کو سخت زلزلہ نے پکڑ لیا لہٰذا وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ قومِ ثمود پر جو عذاب آیا اس عذاب کیلئے تین مختلف سورتوں میں تین الفاظ استعمال کئے گئے۔ الصَّيْحَةُ سخت چیخ، الرَّجْفَةُ زلزلہ اور صٰعِقَةُ سخت آواز۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قومِ ثمود پر تینوں قسم کا عذاب آیا۔

اے پیغمبر! خوبصورتی کے ساتھ درگزر سے کام لیجئے

﴿درس نمبر:۱۰۷۶﴾ ﴿الحجر:۸۵۔۸۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝۸۵ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝۸۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا خَلَقْنَا اور ہم نے پیدا نہیں کیا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ آسمانوں اور زمین کو وَمَا اور جو کچھ بَيْنَهُمَآ ان دونوں کے درمیان ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ وَاِنَّ اور بے شک السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ البتہ قیامت آنے والی ہے فَاصْفَحِ لہٰذا آپ درگزر کریں الصَّفْحَ (ان سے) درگزر کرنا الْجَمِيْلَ اچھے انداز سے ۝۸۵ اِنَّ رَبَّكَ بلاشبہ آپ کا رب هُوَ الْخَلّٰقُ وہی (سب کچھ) پیدا کرنے والا ہے الْعَلِيْمُ خوب جاننے والا ہے ۝۸۶

ترجمہ: اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات) ان میں ہے اس کو تدبیر کیساتھ پیدا کیا ہے اور قیامت تو ضرور آ کر رہے گی تو تم (ان لوگوں سے) اچھی طرح سے درگزر کرو O کچھ شک نہیں کہ تمہارا رب، وہی (سب کچھ) پیدا کرنے والا (اور) جاننے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اس کو کسی برحق مقصد کے بغیر پیدا نہیں کیا

۲۔ قیامت کی گھڑی آ کر رہے گی

۳۔ اے پیغمبر! ان کافروں کے طرزِ عمل پر خوبصورتی کے ساتھ درگزر سے کام لو

۴۔ یقین رکھو کہ تمہارا رب ہی سب کو پیدا کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے

جو لوگ رب ذو الجلال کی قدرت کے نظاروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اس کی چھوٹی بڑی مخلوقات کی پیدائش پر غور و فکر کرتے ہیں وہ اس نتیجہ پر بہت جلد پہنچ جاتے ہیں کہ رب ذو الجلال نے ان ساری مخلوقات کو بے مقصد اور بے کار پیدا نہیں کیا بلکہ اس نے ان ساری چیزوں کو ایک مقصد کے تحت اور اپنی حکمت کے مطابق پیدا کیا۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۱ میں یہی بات کہی گئی رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا آپ پاک ہیں پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لیجئے۔ یہاں اللہ تعالیٰ اس حقیقت کا انکشاف کر رہے ہیں کہ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ہم نے آسمان و زمین کو اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اس کو کسی برحق مقصد کے بغیر پیدا نہیں کیا۔ یہ ساری چیزیں جن کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یہ بے فائدہ اور بے مقصد پیدا نہیں کئے گئے ہیں بلکہ ان ساری چیزوں کے پیچھے مقصد بھی ہے، حکمت بھی اور فائدے بھی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہمیں بہت ساری چیزیں بے فائدہ نظر آتی ہیں۔ یہ ہمارے علم کی کمی کی وجہ سے ہے۔ قادر مطلق کی پیدا کی ہوئی ہر چیز حکمت کے مطابق، برحق اور با مقصد پیدا کی گئی ہے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۱۹ میں بھی یہ بات یوں بیان کی گئی اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بہترین تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ سورۂ تغابن کی آیت نمبر ۳ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اسی نے آسمانوں کو اور زمین کو عدل و حکمت کے ساتھ پیدا کیا۔ دنیا جہاں کی کوئی چیز بے کار اور بے فائدہ پیدا نہیں کی گئی ہے۔ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کی ہیں کہ اس کے بندے ان ساری چیزوں کو استعمال کریں اور اس کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہیں۔ اگر اللہ کے بندے اللہ کی اطاعت اور عبادت چھوڑ دیں گے اور اس کے حکموں سے منہ موڑیں گے تو اللہ کے انصاف اور اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوگا کہ وہ ایسے لوگوں کو ہلاک کر دے اور زمین کو ایسے ناپاک لوگوں سے پاک کر دے۔

اس کے بعد قیامت کے بارے میں یہ حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ بیشک قیامت کی گھڑی آکر رہے گی۔ اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ قیامت یقیناً قائم ہوگی۔ قیامت اس لئے قائم ہوگی کہ بُرے لوگوں کو ان کے بُرے اعمال کا بدلہ دیا جائے اور نیک کام کرنے والوں کو ان کی نیکی کی جزا دی جائے۔ اس میں نافرمانوں کو تنبیہ ہے اور اطاعت کرنے والے نیک بخت لوگوں کو ترغیب ہے۔ اس جملہ میں رسولِ رحمت ﷺ کو تسلی بھی ہے کہ جو کافر و مشرک آپ کو جھٹلا رہے ہیں اور آپ کو ایذا پہنچا رہے ہیں ان کو قیامت جب آئے گی تو اس کی سزا ضرور ملے گی۔ رسولِ رحمت ﷺ سے یہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ان کافروں کے بُرے طرزِ عمل کا جواب اے پیغمبر! آپ اس طرح دیجئے کہ خوبصورتی کے ساتھ اچھے انداز میں ان سے درگزر کا معاملہ فرمائیے۔ آپ

ان کی طرف سے دی جانے والی اذیتوں پر تحمل اور برداشت سے کام لیجئے۔ ان کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کیجئے۔ آپ کے رب کی شان یہ ہے کہ وہ بکثرت مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے۔ رب ذوالجلال نے اتنی مخلوقات پیدا کی ہیں کہ ان کی قسموں کو گننا بھی مشکل ہے۔ دنیا جیسے جیسے تحقیق و تفتیش کرتی چلی جارہی ہے بری، بحری اور فضائی مختلف قسم کی نئی نئی مخلوقات کا انکشاف ہوتا چلا جارہا ہے۔ رب ذوالجلال نے ہر چیز پیدا کی ہے اور وہ ہر چیز کا علم بھی رکھتا ہے۔ اس میں اس جانب اشارہ بھی ہے کہ جو پروردگار اتنی ساری مخلوقات کو پیدا کرسکتا ہے وہ ان ساری چیزوں کو فنا بھی کرسکتا ہے اور ان میں سے جن جن کو چاہے دوبارہ زندہ بھی کرسکتا ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۷۷﴾ ہم نے آپ کو دہرا کر پڑھی جانے والی سات آیتیں دی ہیں ﴿الحجر:۸۷۔تا۔۹۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اٰتَيْنٰكَ ہم نے آپ کو دی ہیں سَبْعًا سات (آیتیں) مِّنَ الْمَثَانِيْ بار بار دہرائی جانے والی وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ اور قرآنِ عظیم ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ نہ اٹھائیں آپ عَيْنَيْكَ اپنی آنکھیں اِلٰى مَا اس (مال و متاع) کی طرف کہ مَتَّعْنَا ہم نے فائدہ دیا بِهٖٓ اس کے ساتھ اَزْوَاجًا کئی قسم کے لوگوں کو مِّنْهُمْ ان (کافروں) میں سے وَلَا تَحْزَنْ اور نہ آپ غم کھائیں عَلَيْهِمْ ان پر وَاخْفِضْ اور آپ جھکا دیں جَنَاحَكَ اپنا بازو لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے لیے ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اور فرما دیجئے اِنِّيْٓ اَنَا بے شک میں تو النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ خوب ظاہر ڈرانے والا ہوں ﴿۸۹﴾ كَمَآ (ایسے ہی عذاب سے) جیسا کہ اَنْزَلْنَا ہم نے نازل کیا تھا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ قسمیں کھانے والوں پر ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ﴿۹۱﴾

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں سات (آیتیں) جو (نماز میں) دہرا کر پڑھی جاتی ہیں (یعنی سورۃ الحمد) اور عظمت والا قرآن عطا فرمایا ہے O اور ہم نے کفار کی کئی جماعتوں کو جو (فوائد دنیاوی سے) متمتع کیا ہے تم ان کی طرف (رغبت سے) آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا اور نہ ان کے حال پر تاسف کرنا اور مومنوں سے خاطر اور تواضع سے پیش آنا O اور کہہ دو کہ میں تو علانیہ ڈر سنانے والا ہوں O (ہم ان کو عذاب دیں گے) جس طرح قسم کھانے والوں پر نازل کیا جنہوں نے قرآن کو (کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے) ٹکرے ٹکڑے کر ڈالا۔

تشریح: ان پانچ آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے تمہیں ایسی سات آیتیں دے رکھی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں

۲۔عظمت والا قرآن عطا کیا ہے

۳۔آپ ان چیزوں کی طرف ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو جو ہم نے ان کافروں میں سے مختلف لوگوں کو مزے اڑانے کے لئے دے رکھی ہیں

۴۔نہ ہی ان لوگوں پر اپنا دل کڑھاؤ

۵۔جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے لئے اپنی شفقت کا بازو پھیلا دو

۶۔آپ کہہ دیجئے کہ میں تو بس کھلے الفاظ میں تنبیہ کرنے والا ہوں

۷۔یہ تنبیہ قرآنِ مجید کے ذریعہ اس طرح نازل کی گئی ہے جیسے ہم نے ان تفرقہ کرنے والوں پر نازل کی تھی۔

۸۔جنہوں نے اپنی پڑھی جانے والی کتاب کے حصے بخرے کر لئے تھے۔

مکہ کی سرزمین میں جو لوگ رسولِ رحمت ﷺ کو جھٹلاتے تھے عموماً یہ لوگ دنیادار تھے اور مالدار بھی تھے۔ کھاتے پیتے گھرانے کے لوگ تھے۔ انہیں اپنی دولت پر بہت ناز تھا اور ان کی دولت نے انہیں رسولِ رحمت ﷺ پر ایمان لانے سے محروم کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص انداز میں رسولِ رحمت ﷺ کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے اور تسلی بھی دی ہے کہ اگر ان کافروں اور مشرکوں کو ہم نے فنا ہونے والی دولت دی ہے تو پیغمبر! یاد رکھئے ہم نے آپ کو باقی رہنے والی وہ آفاقی نعمت عطا کی ہے جس کو سبع مثانی کہا جاتا ہے۔ یعنی ہم نے آپ کو ایسی سات آیتیں عطا فرمائی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں یعنی سورۂ فاتحہ جیسی بیش بہا نعمت ہم نے آپ کو دی ہے۔ کافروں کے پاس جو نعمت ہے وہ فانی ہے اور آپ کو جو نعمت دی جارہی ہے وہ آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ ہم آپ کو ایسی مقدس سورت عطا کر رہے ہیں جو سات آیات پر مشتمل ہے جس کو دنیا قیامت تک بار بار پڑھتی رہے گی۔ دنیا جہاں کی لاکھوں مسجدوں میں پنج وقتہ نمازوں کی تمام رکعتوں میں یہ سورت پڑھی جاتی ہے اور اجتماعی اور انفرادی تمام نمازوں کی تمام رکعتوں میں سارے ہی مسلمان یہ سورت پڑھتے ہیں۔ اگر مبالغہ نہ ہو تو یہ بات بالکل درست اور ثابت ہے کہ دنیا جہاں میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی سورت یہی سورۂ فاتحہ ہے جس کو اس آیت میں سبع مثانی کہا گیا ہے۔ صرف سورۂ فاتحہ نہیں بلکہ وہ مقدس اور عظمت والی آفاقی کتاب دی گئی جس کو قرآنِ عظیم کہا جاتا ہے۔ یہاں رسولِ رحمت ﷺ سے اشارتاً یہ بات کہی جارہی ہیکہ آپ اپنی توجہ کافروں کے جھٹلانے کی طرف مت لے جایئے بلکہ آپ اس نعمت پر متوجہ رہئے جو آپ پر آسمان سے اتاری گئی ہے، قرآنِ مجید اور بالخصوص سورۂ فاتحہ۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ سبع مثانی سے مراد سات طویل سورتیں ہیں یعنی سورۂ بقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف، الانفال۔

قرآنِ مجید جیسی نعمت کے دیئے جانے کا تذکرہ کرنے کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ آپ اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف نہ بڑھایئے جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو فائدہ حاصل کرنے کے لئے دی ہیں، اس

لئے کہ جو نعمت قرآنِ مجید اور بالخصوص سورۂ فاتحہ کی شکل میں دی گئی ہے یہ بہت بڑی نعمت ہے اس نعمت کے مقابلہ میں ان نعمتوں کی کوئی حیثیت نہیں جو کافروں کو مال و دولت کی شکل میں دی گئی ہیں۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۳۱ میں بھی اس قسم کا مضمون یوں ہے وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ اور اپنی نگاہیں ہر گز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑاؤ جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو دنیا کی آرائش دے رکھی ہے تا کہ انہیں اس میں آزمالیں۔ رسولِ رحمت ﷺ کو یہاں اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ ان کافروں کو دنیا کی یہ نعمتیں آزمائش کے طور پر دی گئی ہیں، جو چیز آزمائش اور فتنہ کے طور پر دی جائے وہ نعمت نہیں ہو سکتی۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ کے ذریعہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ ان کافروں کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ غمگین نہ ہوں۔ آپ کا کام ان تک حق بات پہنچانا تھا۔ آپ نے اپنا کام کر دیا۔ اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کو مومنوں سے متعلق یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ آپ اپنے بازوؤں کو مومنوں کے حق میں نرم رکھئے اور مومنوں کے ساتھ نرم گوشہ رکھئے، ان پر سختی اور خشک رویہ مت رکھئے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کی نرم مزاجی کی گواہی قرآنِ مجید کی یہ آیت دیتی ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران:۱۵۹) اللہ کی رحمت ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ ان ایمان والوں کے حق میں نرم ہیں، اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔ رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یہ وضاحت کی جارہی ہے کہ آپ صاف طور پر لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیجئے کہ میں تو بس واضح طور پر ڈرانے والا ہوں، میرا تمہیں ڈرانا کھلم کھلا اور صاف صاف ہے، جو مانے گا اس کا بھلا ہوگا اور جو نہیں مانے گا اس کا بُرا ہوگا۔

پچھلی آیت میں چونکہ قرآنِ مجید اور سورۂ فاتحہ کے نزول کی بات بطور نعمت کے بتلائی گئی۔ یہاں یہ بات کہی جارہی ہے کہ جس طرح اے پیغمبر! ہم نے آپ پر سورۂ فاتحہ اور قرآنِ مجید نازل کیا آپ سے پہلی امتوں پر بھی آسمانی کتابیں نازل کیں مگر ان قوموں نے انکے مختلف اجزاء کر لئے تھے، یعنی بعض باتوں پر ایمان لاتے تھے اور بعض باتوں کا صاف انکار کر دیتے تھے۔

﴿درس نمبر:۱۰۷۸﴾

مشرکوں سے اعراض کیجئے

﴿الحجر:۹۲۔۹۳۔۹۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۹۲ ۙ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۹۳ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۹۴

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَوَرَبِّكَ چنانچہ قسم ہے آپ کے رب کی لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ہم ان سب سے ضرور پوچھیں گے ۹۲ ۙ عَمَّا اس چیز کی بابت جو كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ عمل کرتے تھے ۹۳ فَاصْدَعْ چنانچہ آپ کھول کر سنا دیں بِمَا اس چیز کو

کہ تُؤْمَرُ آپ (اس کا) حکم دیئے گئے ہیں وَاَعْرِضْ اور آپ اعراض کریں عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں سے ؏

ترجمہ: تمہارے رب (ہونے) کی قسم! ہم ضرور ان سے پُرسش کریں گے O ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے O پس جو حکم تمہیں (اللہ کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنادو اور مشرکوں کا (ذرا) خیال نہ کرو۔

تشریح: ان تین آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور سوال کریں گے

۲۔ جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس بات کو آپ خوب صاف طریقے پر بیان کر دیجئے

۳۔ مشرکوں سے اعراض کیجئے

اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ آپ کے رب کی قسم! ہم ان سارے لوگوں کے ان تمام کرتوتوں کے بارے میں ضرور قیامت کے دن باز پرس کریں گے جو وہ اس دنیا میں کر رہے ہیں۔ اگر آج یہ اللہ کو اور اس کے نبیوں کو اور اس کی کتابوں کو جھٹلا رہے ہیں تو ان سے ان کے اس جرم کے بارے میں قیامت کے دن مواخذہ ہوگا۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۶ میں اس سلسلہ میں یہ الفاظ موجود ہیں فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ہم ضرور بالضرور ان سے دریافت کرلیں گے جن کی طرف پیغمبر بھیجے گئے اور ہم ضرور ان پیغمبروں سے بھی پوچھ لیں گے۔

ان دو آیتوں سے تو یہ بات سامنے آ گئی کہ قیامت کے دن لوگوں سے سوال ہوگا لیکن سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر ۳۹ سے یہ بات ملتی ہے کہ اس دن نہ کسی انسان سے سوال ہوگا اور نہ کسی جن سے فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ" وَّلَا جَآنٌّ" ۔ ظاہر ہے کہ سورۂ حجر اور سورۂ اعراف کی دو آیتوں سے سوال ہونے کی بات معلوم ہو رہی ہے اور سورۂ رحمٰن کی ایک آیت سے سوال نہ ہونے کی بات محسوس ہو رہی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا تو فرمایا کہ سورۂ رحمٰن میں سوال نہ ہونے کی جو بات کہی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے جاننے اور معلوم کرنے کے لئے سوال نہیں کریں گے اور باقی دو سورتوں میں سوال کریں گے کا مطلب یہ ہے کہ زجر و توبیخ اور تنبیہ کے لئے ان سے ضرور سوال کریں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کے بارے میں سوال ہوگا۔ یعنی جن کے سامنے یہ حق کا کلمہ پیش کیا گیا اور انہوں نے اس کو نہیں مانا ان سے سوال ہوگا اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے اس کلمہ کو مانا سوال ہوگا کہ انہوں نے اپنے اقرار کے مطابق اس پر کیا عمل کیا؟

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کے ذریعہ رسولِ رحمت ﷺ کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ سارے ہی لوگوں کے سامنے ببانگ دہل اور علی الاعلان حق کی یہ دعوت دیجئے اور مشرکوں کو اس کلمہ کی جانب متوجہ کیجئے اور ان کی مخالفت کی کوئی پرواہ

مت کیجئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرنے والا ہے اوران مشرکین کی مخالفت کی طرف توجہ مت دیجئے جو آپ کو دعوتِ حق کے اس کام سے روکنا چاہتے ہیں اوران مشرکین کے انکار کرنے کی وجہ سے آپ کو غمزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اوراس بات کی فکر بھی مت کیجئے کہ یہ لوگ آپ کی بات کو تسلیم نہیں کررہے ہیں آپ اپنا کام کھل کر انجام دیجئے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر۶۳ میں بھی رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں کہا گیا کہ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا آپ ان سے چشم پوشی کیجئے انہیں نصیحت کرتے رہئے اور انہیں وہ بات کہئے جو ان کے دلوں میں گھر کرنے والی ہو۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۰۶ میں یوں کہا گیا وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اور آپ مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے۔

﴿درس نمبر:۱۰۷۹﴾ مذاق کرنے والوں سے نمٹنے کیلئے ہم کافی ہیں ﴿الحجر:۹۵۔۹۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّا بلاشبہ ہم كَفَيْنٰكَ آپ کو کافی ہیں الْمُسْتَهْزِءِيْنَ استہزاء کرنے والوں سے ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ وہ لوگ جو بناتے ہیں مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ دوسرے معبود فَسَوْفَ پھر عنقریب يَعْلَمُوْنَ وہ جان لیں گے (اپنا انجام) ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق نَعْلَمُ ہم جانتے ہیں اَنَّكَ کہ بے شک آپ يَضِيْقُ تنگ ہوتا ہے صَدْرُكَ آپ کا سینہ بِمَا بوجہ اس کے جو يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ چنانچہ آپ تسبیح بیان کریں بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے رب کی حمد کے ساتھ وَكُنْ اور آپ ہوں مِّنَ السّٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والوں سے ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ اور آپ عبادت کریں رَبَّكَ اپنے رب کی حَتّٰى یہاں تک کہ يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ آجائے آپ کے پاس یقین (موت) ﴿۹۹﴾

ترجمہ: ہم تمہیں ان لوگوں (کے شر) سے بچانے کیلئے جو تم سے مذاق کرتے ہیں کافی ہیں O جو اللہ کیساتھ اور معبود قرار دیتے ہیں سو عنقریب ان کو (ان باتوں کا انجام) معلوم ہوجائے گا O اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے تمہارا دِل تنگ ہوتا ہے O تو تم اپنے رب کی تسبیح کہتے اور (اس کی) خوبیاں بیان کرتے رہو اور سجدہ کرنے والوں میں داخل رہو O اور اپنے رب کی عبادت کئے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت (کا وقت) آجائے۔

تشریح: ان پانچ آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یقین رکھو کہ ہم تمہاری طرف سے ان لوگوں سے نمٹنے کے لئے کافی ہیں جو تمہارا مذاق اڑاتے ہیں

۲۔جنہوں نے اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود گھڑ رکھا ہے

۳۔چنانچہ عنقریب انہیں سب پتہ چل جائے گا

۴۔یقیناً ہم جانتے ہیں کہ جو باتیں یہ بناتے ہیں ان سے تمہارا دل تنگ ہوتا ہے

۵۔آپ اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہیئے

۶۔سجدہ بجالانے والوں میں سے ہو جایئے

۷۔آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہیئے

۸۔یہاں تک کہ تم پر وہ چیز آ جائے جس کا آنا یقینی ہے

یوں تو مکہ کے سارے ہی مشرکین رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے لیکن بعض خاص بد بخت تھے جو رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے میں پیش پیش تھے۔ ولید بن مغیرہ اور اس کے چار ساتھی سر فہرست تھے جو رسولِ رحمت ﷺ کا مذاق اڑانے میں بہت زیادہ آ گے تھے۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان مذاق کرنے والوں کے مختلف اعضاء کی طرف اشارہ فرما کر بتا دیا تھا کہ ان اعضاء میں تکلیف پیدا ہونے سے ان کی ہلاکت ہو گی۔ بخاری کے حوالے سے بعض مفسرین نے یہ بات بتائی ہے کہ اس آیت میں جن مذاق اڑانے والوں کا ذکر ہے اس سے وہ سات افراد مراد ہیں جنہوں نے رسولِ رحمت ﷺ کی کمر مبارک پر گندگی ڈال دی تھی جبکہ آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ یہ سات افراد جنگِ بدر میں قتل کر دیئے گئے۔اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو اس موقع پر یوں تسلی دی کہ اے پیغمبر! ہم آپ کی طرف سے ان لوگوں سے نمٹنے کے لئے کافی ہیں، جو لوگ آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں اور ان کو سزا دینے کیلئے ہم کافی ہیں جو آپ کی دشمنی میں اپنی طاقت کا استعمال کر رہے ہیں اور ہم ان سے نمٹ لیں گے۔

جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کی طرف سے انکے لئے کافی ہو جاوں، پھر آپ نے ولید کی ایڑی کی جانب اشارہ کیا جس کے کپڑے کو تیر لگ گئی تھی تو وہ تکبر کی وجہ سے اسے نہیں اتارا پھر وہ تیر اسکی ایڑی کی رگ کو جا لگی جسکی وجہ سے اسکی موت ہو گئی، پھر آپ نے عاص بن وائل کے تلوے کی جانب اشارہ کیا تو وہ اس کے کانٹے کی وجہ سے مر گیا جو اسکے پیر میں لگا تھا، پھر آپ نے اسود بن المطلب کی دونوں آنکھوں کی جانب اشارہ کیا تو وہ اندھا ہو گیا، پھر آپ نے ابن الحارث بن قیس کی ناک کی جانب اشارہ کیا تو اسنے ناک سے قے کی اور پھر مر گیا، اور آپ نے اسود بن عبد یغوث کی جانب اشارہ کیا جبکہ وہ درخت کے سایہ میں بیٹھا تھا تو اسے ایک بیماری ہو گئی جسکی وجہ سے وہ اپنا سر درخت سے مارنے لگا اور اپنے چہرے کو کانٹے سے پیٹنے لگا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والے مشرک تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود گھڑ لیا تھا۔ وہ ایسے باطل معبودوں کی عبادت کرتے تھے جن میں نہ کسی کو نفع پہنچانے کی طاقت تھی اور نہ ہی نقصان پہنچانے کی۔ رسولِ رحمت ﷺ کو مزید تسلی دی جا رہی ہے کہ مشرکوں کی طرف سے آپ کو ذہنی اور قلبی طور پر نیز

جسمانی طور پر جو اذیتیں پہنچ رہی ہیں ان سے آپ کا جو دل تنگ ہو رہا ہے اس کا پورا پورا علم ہم کو ہے۔ مشرکین کی ان اذیتوں سے آپ کو تنگدل نہیں ہونا چاہئے اور آپ کو اللہ کے اس پیغام کے پہنچانے سے باز نہیں آنا چاہئے۔ آپ اللہ پر توکل کرتے ہوئے اپنے کام میں لگے رہیں۔ ہم آپ کی حفاظت کے لئے کافی ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ کو دل کی تنگی کو دور کرنے کا فارمولہ دیا جا رہا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی پاکی اور اس کی حمد و ثنا بیان کرنے میں لگ جایئے اور زمین و آسمان کے حقیقی خالق و مالک کا سجدہ کرنے والوں میں ہو جایئے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیئے یہاں تک کہ موت آ جائے۔

یہاں موت کیلئے یقین کا لفظ استعمال کیا گیا حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ یہاں تک کہ یقین آ جائے۔ موت کو یقین اس لئے کہا گیا کہ موت کا واقع ہونا یقینی ہے، اس میں نہ کسی انسان کو شک ہے اور نہ کسی جن کو۔ قیامت کے دن دوزخی بھی موت کے لئے یقین کا لفظ استعمال کریں گے، جیسا کہ سورۂ مدثر کی آیت نمبر ۴۷ میں ہے حَتّٰی اَتٰنَا الْیَقِیْنُ یہاں تک کہ ہم کو موت آ گئی۔ اللہ کے بندوں کا جب بھی دل تنگ ہو جائے انہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا چاہئے، اس کی حمد بیان کرنا چاہئے اور اس کی عبادت کرنی چاہئے۔

سورۃ النحل مَکِّیَّۃٌ

یہ سورت سولہ رکوع اور ایک سو اٹھائیس آیات پر مشتمل ہے۔

اللہ کا حکم آ پہنچا ہے

﴿درس نمبر: ۱۰۸۰﴾ ﴿النحل: ۱۔۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۞ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم آ پہنچا فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ پس تم اسے جلدی نہ طلب کرو سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے وَتَعٰلٰی اور برتر ہے عَمَّا ان سے جو یُشْرِكُوْنَ وہ شریک ٹھہراتے ہیں ۞ یُنَزِّلُ وہی نازل کرتا ہے الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتوں (جبریل) کو بِالرُّوْحِ روح (وحی) کے ساتھ مِنْ اَمْرِهٖ اپنے حکم سے عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ جس پر چاہتا ہے مِنْ عِبَادِهٖۤ اپنے بندوں میں سے اَنْ اَنْذِرُوْۤا یہ کہ تم ڈراؤ (لوگوں کو) اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ کہ بے شک نہیں کوئی معبود اِلَّاۤ اَنَا مگر میں ہی فَاتَّقُوْنِ پس تم مجھ ہی سے ڈرو ۞

ترجمہ: اللہ کا حکم (یعنی عذاب گویا) آ ہی پہنچا تو (کافرو!) اس کیلئے جلدی مت کرو یہ لوگ جو (اللہ کا) شریک بناتے ہیں وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے O وہی فرشتوں کو پیغام دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے

پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے کہ (لوگوں کو) بتادو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تم مجھ ہی سے ڈرو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اللہ کا حکم آ پہنچا ہے

۲۔لہٰذا اس کے لئے جلدی نہ مچاؤ

۳۔جو شرک یہ لوگ کررہے ہیں وہ اس سے پاک اور بہت بالا و برتر ہے

۴۔اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے فرشتوں کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اس زندگی بخشنے والی وحی کے ساتھ اُتارتا ہے

۵۔لوگوں کو آگاہ کردو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں

۶۔تم مجھ ہی سے ڈرو کسی اور سے نہیں

قرآنی ترتیب کے لحاظ سے سورۂ حجر کے بعد سورۂ نحل ہے۔حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے سورۂ نحل پڑھا اس سے ان نعمتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ حساب نہیں لے گا جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عطا کی تھیں اور اسے اس شخص کے برابر اجر ملے گا جو عمدہ وصیت کر کے مرا ہو۔(اللباب فی علوم الکتاب۔ج ۱۱،ص ۴۲۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں کوئی ایسی جامع آیت نہیں جس میں حرام بھی مذکور ہو اور حلال بھی، اوامر بھی ہوں اور منہیات بھی سوائے سورۂ نحل کی اس آیت کے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ج یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (النحل: ۹۰) اللہ تمہیں انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یاد رکھو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ کا حکم آ چکا ہے تو لہٰذا تم اسکے طلب کرنے میں جلدی نہ کرو۔اس آیت میں امر اللہ سے مراد اللہ کا عذاب ہے۔ابن جریج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا یہ شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ کا عذاب آ چکا ہے تو اپنے بعض ان کاموں سے جو تم کرتے تھے رک جاؤ، تا کہ دیکھو کیا ہونے والا ہے؟ جب انہوں نے دیکھا کہ کچھ نازل نہیں ہوا تو کہنے لگے ہمیں تو کچھ نازل ہوتا نظر نہیں آ رہا ہے، اس وقت اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ نازل ہوئی۔(الدر المنثور۔ج ۵۔ص ۱۰۸) آگے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ مشرکین جن بتوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہیں اللہ اس شرک سے پاک اور منزہ ہے، اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے اللہ اکیلا ہے وہ اس شرک سے بالاتر ہے، اللہ اپنا کلام اپنے فرشتہ کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے، کوئی اسے اس عمل سے روکنے والا نہیں، جس بندے پر وہ اپنی وحی اور کلام اتارتا ہے اسکا

کام یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کی سزا اور عقاب سے ڈرئیں، اور انہیں یہ بتائیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا سب معبودوں کو چھوڑ کر ایک اللہ سے ڈرو جسکے ہاتھ میں ہی عزت، ذلت، عذاب اور ثواب ہے۔ اگر تم نیک عمل کرو گے، گناہوں سے بچ کر اللہ کی اطاعت میں زندگی گذارو گے تو اللہ تمہیں اسکا بہترین بدلہ جنت کی شکل میں عطا کریگا اور اگر اسکے ساتھ شرک کرتے ہوئے اسکی نافرمانی میں زندگی گذارو گے تو ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں جلنا ہوگا۔

چوپایوں سے انسانوں کو کیا فائدے ہیں؟

﴿درس نمبر:۱۰۸۱﴾ ﴿النحل:۳۔تا۔۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ۖ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ۖ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: خَلَقَ اس نے پیدا کیا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ آسمانوں اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ تَعٰلٰى وہ برتر ہے عَمَّا ان سے جو يُشْرِكُوْنَ وہ (اس کے) شریک ٹھہراتے ہیں ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ اس نے انسان کو پیدا کیا مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے فَاِذَا پھر ناگہاں هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (ہوگیا) وہ صریح جھگڑنے والا ۝ وَالْاَنْعَامَ اور چوپائے بھی خَلَقَهَا اُسی نے پیدا کیا انہیں لَكُمْ تمہارے لیے فِيْهَا دِفْءٌ ان میں گرماؤ ہے وَّمَنَافِعُ اور کئی فائدے ہیں وَمِنْهَا اور ان میں سے تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے (بھی) ہو ۝ وَلَكُمْ اور تمہارے لیے فِيْهَا ان (چوپایوں) میں جَمَالٌ رونق بھی ہے حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ جب شام کے وقت تم چرا کر لاتے ہو وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ اور جب صبح کے وقت تم چرانے لے جاتے ہو ۝

ترجمہ: اُسی نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کیساتھ پیدا کیا اس کی ذات ان (کافروں) کے شرک سے اونچی ہے O اُسی نے انسان کو نطفے سے بنایا مگر وہ اُس (خالق) کے بارے میں علانیہ جھگڑنے لگا O اور چوپایوں کو بھی اُسی نے پیدا کیا، ان میں تمہارے لئے سردی سے بچنے کا سامان ہے اور بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو O اور جب شام کو انہیں (جنگل سے) لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل) چرانے لے جاتے ہو تو ان سے تمہاری عزت و شان ہے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو برحق مقصد سے پیدا کیا ہے

۲۔ جو شرک یہ لوگ کرتے ہیں وہ اس سے بہت بالا و برتر ہے

۳۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا
۴۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ کھلم کھلا جھگڑنے پر آمادہ ہو گیا
۵۔اللہ ہی نے چوپائے پیدا کئے جن میں تمہارے لئے سردی سے بچاؤ کا سامان ہے
۶۔اس کے علاوہ بھی بہت سے فائدے ہیں
۷۔انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو
۸۔جب تم شام کے وقت گھر واپس لاتے ہو اور جب صبح انہیں چرانے لے جاتے ہو تو ان میں تمہارے لئے ایک خوشنما منظر بھی ہے

آسمانوں اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے۔اللہ کے علم میں ان دونوں کی پیدائش کی حکمتیں اور فائدے بیشمار ہیں۔انسان کا علم تو بہت تھوڑا ہے۔وہ ان دونوں کی افادیت سے بہت کم واقف ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲۲ میں زمین وآسمان کے سلسلہ میں یہ بات کہی گئی اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنا دیا۔آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہم انسانوں کے لئے نعمت ہے۔اس نعمت کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنی چاہئے۔سورۂ انعام کی آیت نمبر۱ میں یہی بات کہی گئی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات تنہا ہے وہ اکیلا ہے جس کا اعلان سورۂ اخلاص میں کیا گیا قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ کہہ دو کہ اللہ ایک ہے۔اللہ تعالیٰ کے اپنی ذات وصفات میں تنہا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ (بنی اسرائیل:۱۱۱) سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔جو لوگ اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بالکل پاک ہے۔اسی حقیقت کو تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ کے ذریعہ بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے جو لوگ شرک بناتے ہیں۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر۴۳ میں کہا گیا: سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا جو کچھ یہ کہتے ہیں اس سے وہ پاک اور بالاتر ہے بہت دور اور بہت بلند ہے۔سورۂ مومنون کی آیت نمبر۹۲ میں بھی یہ بات کہی گئی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ فَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ وہ یعنی اللہ غائب وحاضر کا جاننے والا ہے اور جو شرک یہ کرتے ہیں اس سے بالاتر ہے۔

آسمان وزمین کی پیدائش کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا وہ یکا یک واضح طور پر جھگڑا کرنے والا ہو گیا۔اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔ایک یہ کہ انسان کو نطفہ سے پیدا کیا گیا۔ظاہر ہے کہ یہ ایک

حقیقت ہے جس کا کوئی انسان انکار نہیں کرسکتا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے منی کے نطفہ سے پیدا فرمایا۔ دوسری بات یہ کہی گئی کہ باوجود یہ کہ انسان ایک ناپاک قطرہ سے پیدا کیا گیا۔ مگر جب وہ غرور و گھمنڈ پر آجاتا ہے تو اپنی اصل کو بھول جاتا ہے اور یہ ناپاک نطفہ سے پیدا ہوا کمزور انسان ایک طرف اپنے جیسے لوگوں سے جھگڑا کرتا ہے تو دوسری طرف زمین و آسمان کے خالق و مالک اور زبردست قوت و طاقت والے رب ذوالجلال سے بھی جھگڑنے لگتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ ہڈیوں کے سڑنے اور گل جانے کے بعد کون اس کو دوبارہ زندہ کرسکتا ہے؟ سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۷۷ اور ۷۸ میں یہی بات بتلائی گئی اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ یکا یک واضح طور پر جھگڑنے لگا اور اس نے ہمارے لئے مثال بیان کی اور اپنی اصل پیدائش کو بھول گیا کہنے لگا ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرسکتا ہے؟

آسمانوں اور زمین نیز انسان کی پیدائش کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے چوپایوں کی پیدائش اور ان کے فائدوں کا تذکرہ فرمایا۔ یہ گائے، بیل، بھینس، بکریاں، اونٹ وغیرہ جن کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ ان کے بالوں سے انسان گرم کپڑے تیار کرتا ہے اور سردی سے بچاؤ کا سامان پیدا کرلیتا ہے جن کی کھالوں سے انسان کپڑے اور دیگر ضرورت کی چیزیں بنالیتا ہے اور اپنے لئے ان کھالوں سے بستر بھی تیار کرلیتا ہے اور ان چوپایوں میں سے ان انسانوں کو کھانے کے لئے گوشت بھی میسر آتا ہے اور یہ چوپائے انسانوں کی رونق کا بھی ذریعہ ہیں۔ اس منظر کا تصور فرمایئے جب ان چوپایوں کے مالک صبح اور شام ان کو چراگاہ کی طرف لے جاتے اور وہاں سے گھر واپس لاتے ہیں تو ان چوپایوں کا مالک خوشی میں جھوم جاتا ہے اور یہ چوپائے اس کے لئے رونق اور زینت کا سامان بن جاتے ہیں۔

﴿درس نمبر: ۱۰۸۲﴾ ## اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا ﴿النحل: ۷۔۸۔۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَتَحْمِلُ اور وہ اُٹھالے جاتے ہیں اَثْقَالَكُمْ تمہارے بوجھ اِلٰى بَلَدٍ اس شہر کی طرف (کہ) لَّمْ تَكُوْنُوْا نہیں ہو تم بٰلِغِيْهِ پہنچنے والے اس (شہر) تک اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ مگر (سخت) جسمانی مشقت کے ساتھ اِنَّ رَبَّكُمْ بلاشبہ تمہارا رب لَرَءُوْفٌ بہت ہی شفقت کرنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے ۝ وَّالْخَيْلَ (سی نے پیدا کیے) گھوڑے وَالْبِغَالَ اور خچر وَالْحَمِيْرَ اور گدھے لِتَرْكَبُوْهَا تاکہ تم ان پر سوار ہو

وَزِيْنَةً اورزینت کے لیے وَيَخْلُقُ اوروہ پیدا کرتا ہے مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جوتم نہیں جانتے ۝ وَعَلَى اللّٰهِ اوراللہ ہی
پر(پہنچتی ہے) قَصْدُ السَّبِيْلِ سیدھی راہ وَمِنْهَا اورکچھ ان میں سے جَآئِرٌ ٹیڑھی ہیں وَلَوْ شَآءَ اوراگر(اللہ)
چاہتا لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ توتم سب کوہدایت دے دیتا ۝

ترجمہ: اور(دُوردراز) شہروں میں جہاں تم زحمتِ شاقہ کے بغیر پہنچ نہیں سکتے وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں، کچھ شک نہیں کہ تمہارا رب نہایت شفقت والا مہربان ہے O اوراُسی نے گھوڑے اورخچراورگدھے پیدا کئے تا کہ تم اُن پرسوار ہواور(وہ تمہارے لئے) رونق وزینت(بھی ہیں) اوروہ (اور چیزیں بھی) پیدا کرتا ہے جن کی تمہیں خبر نہیں O اورسیدھا رستہ تو اللہ تک جا پہنچتا ہے اوربعض رستے ٹیڑھے ہیں (وہ اس تک نہیں پہنچتے) اوراگروہ چاہتا توتم سب کوسیدھے رستے پر چلا دیتا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اور یہ چوپائے تمہارے بوجھوں کوایسے شہروں کی طرف اٹھا کر لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی اپنی جانوں کی مشقت کے بغیر پہنچ نہیں سکتے تھے

۲۔بلاشبہ تمہارا رب روف ہےاوررحیم ہے

۳۔اللہ نے گھوڑے،خچراورگدھے پیدا فرمائے تا کہ تم ان پرسوار ہواورزینت کے طور پر

۴۔اللہ پیدا فرماتا ہے جوتم نہیں جانتے

۵۔سیدھا راستہ تو اللہ تک جا پہنچتا ہے

۶۔بعض راستے ٹیڑھے ہیں جو اللہ تک نہیں پہنچتے

۷۔اگراللہ چاہتا توتم سب کوسیدھے راستہ پر چلا دیتا

وزنی بوجھ اٹھا کر یہ اونٹ، گھوڑے، گدھے اور بیل بھینس وغیرہ لے چلتے ہیں انسان اس قدر وزنی سامان اٹھا کراس قدر دور دور مقامات تک نہیں پہنچ سکتا۔ان چوپایوں کی وجہ سے انسان کو یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ ایک شہر سے دوسرے شہراپنا سامان ان چوپایوں کے ذریعہ منتقل کرتا ہے۔اگر یہ چوپائے نہ ہوتے تو انسان کوکس قدر تکلیف ہوتی؟ ڈیڑھ ہزار برس تقریباً گزرجانے کے بعدظاہر ہے کہ آج کل ایسی سواریاں آگئیں جن کی وجہ سے ان چوپایوں کی اس قدرضرورت محسوس نہیں ہوتی ورنہ آج سے چالیس پچاس سال پہلے تک بھی ان چوپایوں کی ضرورت واہمیت اس قدر تھی کہ ان کے بغیراپنی زندگی کے بہت سے کام کرنا مشکل ہوجاتا۔

اللہ تعالیٰ سواری کے جانوروں میں سے تین جانوروں کا یہاں بطورخاص ذکرفرمایاوَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ گھوڑے،خچراورگدھے۔ان تینوں کواللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کیا تا کہ تم ان پرسوار ہوجاؤ اوران چوپایوں میں

تمہارے لئے زینت کا سامان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو انسانوں کے حکم کے تابع بھی کر دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ اگر گھوڑے گدھے اور خچر ہوتے مگر وہ انسان کے قابو میں نہ ہوتے تو ظاہر ہے کہ انسان بے بس رہ جاتا اور ان سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر اس کا شکر بجالانا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۱۳ میں انسانوں کو اس بات کی تلقین کی گئی کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِىْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو اور جب اس پر بیٹھ جاؤ پھر اپنے پروردگار کے احسان کو یاد کرو اور کہو کہ وہ ذات پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیرِ فرمان کر دیا اور ہم میں طاقت نہیں تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے۔ سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۷۲ میں چوپایوں کے سلسلہ میں یوں ارشاد فرمایا گیا وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ اور ان چوپایوں کو ہم نے ان کے تابع بنا دیا ہے جن میں سے بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں۔

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کہہ کر رب ذوالجلال نے یہ حقیقت بھی بتلا دی کہ جس وقت تم اس قرآنِ مجید کی ان باتوں کو سن رہے ہو اس وقت تمہیں رب ذوالجلال کی پیدا کی ہوئی بعض چیزوں کا علم ہے لیکن بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو زمانے کے گزرتے گزرتے پیدا ہوتی جائیں گی جن کا آج تمہیں علم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اتنی زیادہ ہیں کہ ان کی تعداد کے سامنے انسانوں کا علم بہت ہی کم اور محدود ہے۔ جس زمانہ میں قرآنِ مجید کا نزول ہوا اس زمانہ میں نہ موٹر گاڑیاں تھیں، نہ ریل گاڑی تھی اور نہ ہی بحری وفضائی جہازیں تھیں۔ آج سواریوں کا سیلاب ہر جگہ نظر آتا ہے۔ اس کے بعد سیدھے راستہ کے بارے میں یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ بندوں کو چاہئے کہ اسی سیدھے راستہ کی بھیک اپنے رب سے مانگتے رہیں۔ سورۂ فاتحہ میں اسی بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو اس سیدھے راستے سے ہٹ کر محرومی کا شکار ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سارے ہی انسانوں کو اس سیدھے راستہ پر ڈال دیتا لیکن اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کسی پر زبردستی نہ کرے اور ہر ایک کو اختیار دیا جائے۔

﴿درس نمبر: ۱۰۸۳﴾ ﴿النحل: ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳﴾

اللہ تعالیٰ نے دن رات اور سورج و چاند کو تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾

وَمَا ذَرَاَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هُوَ الَّذِيْٓ وہی ہے جس نے اَنْزَلَ نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً آسمان سے پانی لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْهُ شَرَابٌ اُسی سے پینا ہے وَّمِنْهُ شَجَرٌ اور اُسی سے درخت (ہوتے ہیں) فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ تم ان میں (جانور) چراتے ہو ۝ يُنْبِتُ وہی اُگاتا ہے لَكُمْ تمہارے لیے بِهِ الزَّرْعَ اس (پانی) کے ساتھ کھیتی وَ الزَّيْتُوْنَ اور زیتون وَالنَّخِيْلَ اور کھجور وَالْاَعْنَابَ اور انگور وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھل اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيَةً البتہ بڑی نشانی ہے لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يَّتَفَكَّرُوْنَ جو غور و فکر کرتے ہیں ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ اور اس نے تابع کر دیئے تمہارے لیے الَّيْلَ وَالنَّهَارَ رات اور دن وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور سورج اور چاند وَالنُّجُوْمُ اور ستارے (بھی) مُسَخَّرٰتٌۢ تابعِ فرمان ہیں بِاَمْرِهٖ اُسی کے حکم کے ساتھ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يَّعْقِلُوْنَ جو عقل رکھتے ہیں ۝ وَمَا اور (تابع کیں) وہ چیزیں جو ذَرَاَلَكُمْ اس نے تمہارے لیے پیدا کیں فِي الْاَرْضِ زمین میں مُخْتَلِفًا اس حال میں کہ مختلف ہیں اَلْوَانُهٗ ان کے رنگ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيَةً البتہ (بڑی) نشانی ہے لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يَّذَّكَّرُوْنَ جو نصیحت حاصل کرتے ہیں ۝

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا جسے تم پیتے ہو اور اُس سے درخت بھی (شاداب ہوتے ہیں) O جن میں تم اپنے چوپایوں کو چراتے ہو۔ اُسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور (اور بے شمار درخت) اُگاتا ہے اور ہر طرح کے پھل (پیدا کرتا ہے) غور کرنے والوں کیلئے اس میں (قدرت الٰہی کی بڑی) نشانی ہے O اور اُسی نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو کام میں لگایا اور اُسی کے حکم سے ستارے بھی کام میں لگے ہوئے ہیں، سمجھنے والوں کیلئے اس میں (قدرتِ الٰہی کی بہت سی) نشانیاں ہیں O اور جو طرح طرح کے رنگوں کی چیزیں اُس نے زمین میں پیدا کیں (سب تمہارے زیرِ فرمان کر دیں) نصیحت پکڑنے والوں کیلئے اس میں نشانی ہے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا جس سے تمہیں پینے کی چیزیں حاصل ہوتی ہیں

۲۔ اسی پانی سے وہ درخت اگتے ہیں جن میں تم مویشیوں کو چراتے ہو

۳۔ اسی پانی سے اللہ تمہارے لئے کھیتیاں، زیتون، کھجور کے درخت، انگور اور ہر قسم کے پھل اُگاتا ہے

۴۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سب باتوں میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانی ہے جو سوچتے سمجھتے ہوں

۵۔ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کو اور سورج اور چاند کو تمہاری خدمت پر لگا رکھا ہے

۶۔ستارے بھی اسی رب ذوالجلال کے حکم سے کام پر لگے ہوئے ہیں

۷۔یقیناً ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیں

۸۔اسی طرح وہ ساری رنگ برنگ کی چیزیں جو اللہ نے تمہاری خاطر زمین میں پھیلا رکھی ہیں وہ بھی اس کے حکم سے کام پر لگی ہوئی ہیں

۹۔بیشک ان سب میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو سبق حاصل کریں

وحدانیت کو سمجھنے کے لئے قادرِ مطلق نے اپنی قدرت سے دنیا بھر میں اپنی نشانیاں پھیلا رکھی ہیں۔عقل وشعور رکھنے والا انسان اگر سنجیدگی اور گہرائی سے غور وفکر کرے گا کہ دنیا کی ان ساری چیزوں کو دیکھ کر وہ اپنے پروردگار کے خالق و مالک ہونے اوراس کے یکتا و بے مثل ہونے کا یقین کرے گا۔آسمان سے برسنے والا یہ پانی جس کو ہم بارش کہتے ہیں یہ بارش خوداللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کیلئے کافی ووافی ہے، جو پانی انسانوں، چوپایوں اور بری و بحری مخلوقات کی پیاس کو بجھا تا ہے اوران کی مختلف ومتعدد ضرورتوں کی تکمیل کرتا ہے، وہی خالق و مالک اللہ ہے جس نے انسانوں، چوپایوں، جانوروں اور دیگر مخلوقات کو پیدا کیا، اسی خالق و مالک نے اپنی قدرت سے ان تمام مخلوقات کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے پانی جیسی نعمت عطا فرمائی جس پانی سے انسانوں اور جانوروں کو زندگی نصیب ہوتی ہے۔اگر انسانی زندگی میں پانی جیسی نعمت نہ ہوتو پھر انسان کا جینا دوبھر ہوجا تا ہے۔اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتے ہیں، میٹھا اور خوشگوار یہ پانی انسانوں اور جانوروں کے پینے کے کام آ تا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ اس پانی کو کڑوا کسیلا بنادیتے تو کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اسی پانی کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کردیا اوراس زمین سے مختلف قسم کی ترکاریاں، اناج، غلے اور میوے پیدا کئے اور جانوروں کے لئے گھاس پوس بھی پیدا کردی جن کو یہ چوپائے کھا کر اپنی بھوک مٹاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے کھیتیاں اگائیں، زیتون، کھجور اور انگور اگائے اور مختلف قسم کے ایسے پھل پیدا کئے جن کی رنگتیں جدا جدا، جن کی خوشبو اور مزے جدا جدا اور جن کی شکلیں الگ الگ، یہی وہ ترکاریاں، غلے، اناج اور میوے ہیں جن سے انسانوں کی زندگیاں باقی ہیں جن کو کھا کر انسان اپنی جان بچا تا ہے اور جسم کو تقویت بخشتا ہے۔ غور وفکر کرنے والے خوش بخت لوگوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں جن سے وہ بہ آسانی یہ نتیجہ حاصل کرسکتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں ہے۔حقیقی معبود تو بس ایک اللہ ہے۔سورۂ نمل کی آیت نمبر ۶۰ میں یہی حقیقت یوں بیان کی گئی اَمَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهۡجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمۡ اَنۡ تُنۡۢبِتُوۡا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ يَّعۡدِلُوۡنَ بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور کس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا؟ پھر ہم نے اس سے سرسبز باغ اُگائے تمہارا کام تو نہ تھا کہ تم ان کے درختوں کو اُگاتے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ یہ لوگ راستے سے الگ ہورہے ہیں۔

پانی جیسی اہم ترین نعمت کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ رات اور دن کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کو تمہارے کام میں لگا دیا کہ رات کی تاریکیوں کے بعد دن کا اجالا آ جاتا ہے اور دن کے اجالے کے بعد رات کی تاریکی آ جاتی ہے۔ دن بھر کا تھکا ماندہ انسان رات کے سناٹے میں یکسوئی کے ساتھ اپنی نیند پوری کرتا ہے اور دن بھر کی تھکان دور کرتا ہے اور اس قابل ہو جاتا ہے کہ دن کی روشنی میں روزی روٹی کما سکے اور اپنے رب کی عبادت کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو بھی انسانوں کے کام میں لگا دیا۔ سورج کی گرمی اور روشنی اور چاند کی چاندنی سے بھی بیسیوں فائدے ہیں۔ یہ سورج اور چاند اللہ کے حکم سے ان کے لئے جو حرکت متعین اور مقرر کی گئی ہے اسی کے مطابق چل رہے ہیں، اس میں وہ نہ زیادتی کرتے ہیں اور نہ ہی کمی کرتے ہیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۴ میں رات اور دن اور سورج اور چاند کے بارے میں یوں کہا گیا: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جلوہ افروز ہوا وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا کیا سب اس کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں۔ دیکھو! سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کو سمجھنے کے لئے غور و فکر کی ضرورت ہے اور وہ چیزیں بھی قابلِ غور و فکر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے زمین میں مختلف رنگوں اور شکلوں میں جمادات و نباتات کی شکل میں پیدا کی ہیں۔

وہی اللہ ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا

درس نمبر: ۱۰۸۴ — النحل: ۱۴-۱۵-۱۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهُوَ الَّذِىْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَهُوَ الَّذِىْ اور وہی ہے (اللہ) جس نے سَخَّرَ الْبَحْرَ سمندر کو مسخر کیا لِتَاْكُلُوْا تا کہ تم کھاؤ مِنْهُ اس میں سے لَحْمًا طَرِيًّا تر و تازہ (مچھلی کا) گوشت وَّتَسْتَخْرِجُوْا اور (تا کہ) تم نکالو مِنْهُ اس میں سے حِلْيَةً زیور تَلْبَسُوْنَهَا کہ تم پہنتے ہو اس کو وَتَرَى اور تو دیکھتا ہے الْفُلْكَ کشتیوں کو مَوَاخِرَ کہ پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں فِيْهِ اس میں وَلِتَبْتَغُوْا اور تا کہ تم تلاش کرو مِنْ فَضْلِهٖ اس کا فضل (رزق) وَلَعَلَّكُمْ اور تا کہ تم تَشْكُرُوْنَ شکر کرو ۝ وَاَلْقٰى اس نے گاڑ دیئے فِى الْاَرْضِ زمین میں رَوَاسِىَ مضبوط پہاڑ اَنْ

تَمِيدَ تا کہ (نہ) وہ جھک پڑے (کسی ایک طرف) بِكُمْ تمہیں لے کر وَاَنْهٰرًا اور (بنائیں اس میں) نہریں وَّسُبُلًا اور راستے لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تا کہ تم راہ پاؤ ۝۱۵ وَعَلٰمٰتٍ اور (بنائیں) نشانیاں (بھی) وَبِالنَّجْمِ اور ستاروں کے ساتھ (بھی) هُمْ يَهْتَدُوْنَ وہ راہ پاتے ہیں ۝۱۶

ترجمہ: اور وہی تو ہے جس نے دریا کو تمہارے اختیار میں کیا تا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زیور (موتی وغیرہ) نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا میں پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں اور اس لئے بھی (دریا کو تمہارے اختیار میں کیا) کہ تم اللہ کے فضل سے (معاش) تلاش کرو اور تا کہ اُس کا شکر کرو O اور اُسی نے زمین پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیئے کہ تمہیں لے کر کہیں جھک نہ جائے اور نہریں اور رستے بنا دیئے تا کہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک (آسانی سے) جا سکو O اور (راستوں میں) نشانات بنا دیئے اور لوگ ستاروں سے بھی رستے معلوم کرتے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہی ہے اللہ جس نے سمندر کو کام میں لگا دیا

۲۔ تا کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ

۳۔ اس سمندر سے وہ زیورات نکالو جو تم پہنتے ہو

۴۔ تم دیکھتے ہو کہ سمندر میں کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں

۵۔ تا کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو

۶۔ تا کہ تم شکر گزار بنو

۷۔ اسی اللہ نے زمین میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے ہیں

۸۔ تا کہ وہ زمین تم کو لے کر نہ ڈگمگائے

۹۔ اسی اللہ نے دریا اور راستے بنائے ہیں

۱۰۔ تا کہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو

۱۱۔ راستوں کی پہچان کے لئے بہت سی علامتیں بنائی ہیں

۱۲۔ ستاروں سے بھی لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں

احسان جتانا بندوں کے لئے جرم ہے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان جتانا ان کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں اپنے احسانات جتا رہے ہیں کہ کس طرح ان بندوں کے لئے سمندر کو مسخر کر دیا کہ اس سمندر میں سفر کرنا آسان بنا دیا کہ ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کا سفر لوگ اسی سمندر کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سمندر کی مچھلیوں کو حلال کر دیا اور اس سمندر میں قیمتی اور خوبصورت موتیاں رکھ دیں جن کو انسان اس سمندر سے تلاش

کرتے ہوئے حاصل کرتا ہے، اسی سمندر سے لؤلؤ اور مرجان نکلتے ہیں جس کا تذکرہ سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر ۲۲ میں یوں کیا گیا: یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ کہ ان دونوں سمندروں سے لؤلؤ اور مرجان نکلتے ہیں اور اسی سمندر سے سفر کرتے ہوئے اللہ کے بندے اپنا روزگار تلاش کرتے ہیں۔ یہ ساری نعمتیں اس لئے دی گئی ہیں تاکہ بندے اپنے رب کی عبادت واطاعت بھی کریں اور اس رب ذوالجلال کا ذکر بھی کریں اور اس کی نعمتوں پر شکر بھی بجالائیں تو سمندر سے چار قسم کی چیزیں جو ملتی ہیں وہ یہ ہیں، مچھلی کا گوشت، موتی کی شکل میں زیور، سمندر کو پھاڑتی ہوئی چلنے والی کشتیوں سے ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر اور رزق کی تلاش۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۴ میں بھی سمندروں کو چیرتی ہوئی چلنے والی کشتیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے: وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لئے ہوئے سمندروں میں چلنا۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۲ میں بھی ہے: وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ اور کشتیوں کو تمہارے بس میں کر دیا کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں اسی نے ندیاں اور نہریں تمہارے اختیار میں کر دی ہیں۔ قرآنِ مجید میں تقریباً ۲۳ مرتبہ کشتیوں کا تذکرہ موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو پیدا فرمایا اور اس زمین کو ڈانواڈول ہونے سے بچانے کے لئے اس پر پہاڑوں کو گاڑ دیا جو کیلوں کی طرح زمین میں گڑھے ہوئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ ان پہاڑوں کے ذریعہ زمین کو قرار عطا فرمایا، ورنہ اگر یہ زمین ڈانواڈول ہوتی تو انسان نہ چل سکتا تھا اور نہ سہی طریقہ سے بیٹھ سکتا تھا اور نہ ہی اطمینان سے سو سکتا تھا اور نہ ہی مستقلاً مکانات بنا کر سکون کی زندگی بسر کر سکتا تھا۔ سورۃ النّٰزعٰت کی آیت نمبر ۳۲ میں بھی ان پہاڑوں کا ذکر یوں ہے وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا اور پہاڑوں کو مضبوط گاڑ دیا۔ غور کریں کہ اگر ہم کسی سمندر میں کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو کشتی کو ہم ڈانواڈول ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ اگر سامنے لوگ زیادہ ہو گئے تو سامنے کی طرف ڈوبنے کے قریب ہو جاتی اور جھک جاتی ہے، اسی طرح اس کے برعکس بھی ایسے ہی ہوتا ہے۔ اگر زمین کا بھی یہی حال ہوتا کہ اگر مشرق میں آبادی بڑھ جائے تو مغرب والے اوپر کو اٹھ جائیں اور اگر مغرب میں آبادی زیادہ ہو جائے تو مشرق والے اوپر کو اٹھ جائیں تو بھلا بتلایئے کہ کس قدر اضطراب اور بے چینی کا عالم ہوتا؟

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے تذکرہ کے بعد نہروں کا ذکر کیا۔ روئے زمین پر نہروں کا جاری رہنا انسانوں کے لئے بڑی نعمت ہے۔ انسان، جانور اور درختوں کی زندگی انہی نہروں پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چھوٹی بڑی نہریں پیدا کی ہیں جو کہیں جنوب کی طرف رواں دواں ہیں تو کہیں شمال کی جانب، کہیں مشرق کی جانب تو کہیں مغرب کی جانب رواں دواں ہیں۔ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۳ میں بھی پہاڑوں اور نہروں کا تذکرہ کیا گیا ہے: وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا اور اسی نے زمین پھیلا کر بچھا دی ہے اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کر دی ہیں۔

﴿درس نمبر:۱۰۸۵﴾

تم اللہ کی نعمتوں کو گن نہیں سکتے

﴿النحل:۱۷۔۲۱﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَفَمَنْ کیا پھر وہ (اللہ) جو يَّخْلُقُ (سب کچھ) پیدا کرتا ہے كَمَنْ اُس کی طرح ہے جو لَّا يَخْلُقُ (کچھ بھی) پیدا نہیں کرتا؟ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پھر تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا اور اگر تم گنو نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ کی نعمتیں لَا تُحْصُوْهَا (تو) تم ان کو گن نہ سکو گے اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ بے شک اللہ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ جانتا ہے مَا تُسِرُّوْنَ جو تم چھپاتے ہو وَمَا تُعْلِنُوْنَ اور جو تم ظاہر کرتے ہو ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جن کو يَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا لَا يَخْلُقُوْنَ وہ پیدا نہیں کر سکتے شَيْئًا کوئی چیز بھی وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ جبکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ (وہ) مُردے ہیں غَيْرُ اَحْيَآءٍ زندہ نہیں ہیں وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (کہ) کب وہ دوبارہ اُٹھائے جائیں گے ﴿۲۱﴾

ترجمہ: تو جو (اتنی مخلوقات) پیدا کرے کیا وہ ویسا ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کر سکے تو پھر تم غور کیوں نہیں کرتے؟ O اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو گن نہ سکو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے O اور جو کچھ تم چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو سب سے اللہ واقف ہے O اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی تو نہیں بنا سکتے بلکہ وہ پیدا کئے جاتے ہیں O (وہ) لاشیں ہیں بے جان اُن کو یہ بھی تو معلوم نہیں کہ اٹھائے کب جائیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اب تم ہی بتاؤ کہ جو ذات یہ ساری چیزیں پیدا کرتی ہے کیا وہ ذات ان کے برابر ہو سکتی ہے جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے؟

۲۔ کیا پھر بھی تم کوئی سبق نہیں لیتے؟

۳۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے

۴۔ حقیقت یہ ہے اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے

۵۔ اللہ تعالیٰ وہ باتیں بھی جانتا ہے جو تم چھپ کر کرتے ہو اور وہ بھی جو تم علی الاعلان کرتے ہو

۶۔ اللہ کو چھوڑ کر یہ لوگ جن دیوتاؤں کو پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے

۷۔وہ خود ہی مخلوق ہیں

۸۔وہ بے جان ہیں ان میں زندگی نہیں ہے

۹۔ان کو اس بات کا بھی احساس نہیں ہے کہ ان لوگوں کو کب زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

جس طرح چست آدمی اور سست آدمی دونوں برابر نہیں ہو سکتے ، جس طرح اندھیرا اور اجالا دونوں برابر نہیں ہو سکتے ، جس طرح سونا اور کوئلہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے ، جس طرح بینا اور نابینا دونوں برابر نہیں ہو سکتے بالکل اسی طرح وہ ذات جو لاکھوں کروڑوں چھوٹی بڑی رنگ برنگی چیزوں کو پیدا کرنے والی ہے وہ ذات اور وہ جو کچھ بھی پیدا کرنے کی صلاحیت اپنے اندر نہیں رکھتا یہ دونوں بھی برابر نہیں ہو سکتے ۔ رب ذوالجلال نے زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، سیارے، سمندر، پہاڑ، فرشتے، انس، جن، جمادات، نباتات، شجر وحجر، جنگل و بیابان و دیگر ساری چیزیں پیدا کی ہیں۔ ان کی شان اعلیٰ و بالا ہے۔ رب ذوالجلال کے مقابلہ میں ان مخلوقات کی کوئی حیثیت نہیں جو خود مخلوق ہیں اور وہ اپنے طاقت سے نہ کوئی حقیقی ہاتھی بنا سکتے ہیں اور نہ ہی چھوٹی سی چیونٹی کو وجود میں لا سکتے ہیں۔ وہ ایسے کمزور ہیں کہ مچھر تو کیا مچھر کا حقیقی پر بھی نہیں بنا سکتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ یہاں سوال کر رہے ہیں کہ اَفَمَنۡ یَّخۡلُقُ کَمَنۡ لَّا یَخۡلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ کیا جو پیدا کرتا ہے وہ اس کی طرح ہوسکتا ہے جو پیدا نہیں کرتا، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ؟

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس بات کی دعوت اپنے بندوں کو دی ہے کہ وہ قادرِ مطلق رب ذوالجلال کی عظمت کو پہچانیں اور اس کی عظمت، تقدس، پاکی، کبریائی اور بلندی کو سمجھ کر صرف اسی ایک رب کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی اس طرح کا ایک سوال کیا گیا: هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ فَاَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ یہ ہے اللہ کی مخلوق، اب تم مجھے اس کے سوا دوسرے کسی کی کوئی مخلوق تو دکھاؤ۔ جب یہ حقیقت کسی بندے کو معلوم ہو جائے تو وہ بغیر سوچے سمجھے اس فیصلہ کن حقیقت تک بہ آسانی پہنچ جائے گا کہ اللہ ہی حقیقی خالق و مالک اور معبودِ برحق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ان چند نعمتوں کو بتلائے جانے کے بعد یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر سکتے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۴ میں بھی یہ بات بتلائی گئی کہ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ كَفَّارٌ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں سمندر ہیں اور ان نعمتوں کو سمجھنے کے لئے جو عقل دی گئی ہے وہ ایک قطرہ ہے۔ عقل کا یہ قطرہ نعمتوں کے سمندر کو شمار نہیں کر سکتا۔ اس قدر نعمتوں کے مالک کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ عفوو درگزر کا معاملہ کرتا ہے اور اپنے بندوں کو معاف کر دیتا ہے اور ان پر رحم بھی فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ بے شک اللہ تعالیٰ ضرور معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ نافرمان، سرکش، ظالم، گھمنڈی اور گنہگار بندوں پر بھی رحم کرتا ہے اور ان کو بھی برابر روزی عطا کرتا ہے۔

بندوں کو اس حقیقت سے بھی آ گاہ کیا جا رہا ہے کہ یہ تمہاری خوش فہمی ہوگی کہ اگر تم رات کی تاریکی میں کوئی گناہ کر رہے ہو تو تمہیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے تمہارا ظاہر تمہارا باطن یکساں ہے۔ اللہ کے لئے تمہارا علی الاعلان سب کے سامنے کوئی کام کرنا اور تمہارا چھپ کر رنگ رلیاں منانا سب برابر ہے۔ وہ ڈھکی چھپی چیز کو بھی ویسے ہی جانتا ہے جیسے کھلی ہوئی چیز کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ زبان سے کہی ہوئی بات کو بھی جانتا ہے اور دلوں میں چھپائی ہوئی نیتوں کو بھی جانتا ہے اور جب ہر چیز سے واقف ہے، انسانوں کے بھلے اور بُرے کاموں سے واقف ہے تو وہ قیامت کے دن ان کا بدلہ بھی دے گا، نیک کاموں پر جزائے خیر اور بُرے کاموں پر سخت سزا دے گا۔ اللہ تو وہ ہے جو ظاہر اور باطن سے بھی باخبر ہے وار غائب اور حاضر سے بھی باخبر ہے

اس کے بعد ان مشرکوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو ایک اللہ کو چھوڑ کر بے حیثیت چیزوں کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ خالق کو چھوڑ کر اپنی جیسی مخلوق کی عبادت کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جن بتوں کی وہ عبادت کر رہے ہیں وہ تو ان سے بھی زیادہ بے حیثیت کمزور اور مجبور ہیں۔ یہ جن بتوں کی عبادت کر رہے ہیں اگر ان کی ناک پر نجاست کی مکھی بیٹھ جائے تو اس کو ہٹانے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ بُت کسی بھی چیز کو پیدا کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے بلکہ یہ خود کسی کی طاقت سے پیدا کئے گئے ہیں بلکہ خود ان عبادت کرنے والوں نے اپنے ہاتھوں سے ان بتوں کو تراشا ہے۔ سورۂ صٰفّٰت کی آیت نمبر ۹۵ اور ۹۶ میں یہی بات بتلائی گئی قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم انہیں پوجتے ہو جنہیں خود تم تراشتے ہو حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ یہ بت تو جمادات میں سے ہیں جن میں زندگی ہی نہیں ہے۔ یہ نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں اور نہ ان میں کوئی عقل ہے اور نہ ہی یہ تم کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ الٰہ یعنی معبودِ برحق کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ وہ زندہ ہوتا ہے۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایسا زندہ ہے جو ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آ سکتی۔ اللہ ہمیشہ کیلئے زندہ ہیں اور یہ بت ہمیشہ کے لئے مردہ ہیں۔ تم اس زندۂ جاوید ذات کو چھوڑ کر ان مُردوں کو کیوں پکڑے ہوئے ہو؟ ان بتوں کو اس حقیقت کا بھی علم نہیں ہے کہ ان کی عبادت کرنے والے کب دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور نہ ان کو یہ معلوم ہے کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ پھر کیسے ایسے کمزور و بے بس معبودوں سے نفع کی یا ثواب یا جزا کی امید کی جا سکتی ہے؟

درس نمبر:۱۰۸۶ — اللہ تعالیٰ گھمنڈ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا — النحل:۲۲۔۲۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِلٰـهُكُمْ تمہارا معبود اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ایک ہی معبود ہے فَـالَّذِيْنَ چنانچہ وہ لوگ جو لَا يُـؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے بِـالْاٰخِرَةِ آخرت کے ساتھ قُلُوْبُهُمْ ان کے دل (ہی) مُّـنْكِرَةٌ انکاری ہیں (توحید کے) وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر کرتے ہیں ۝ لَا جَرَمَ یقیناً اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ بے شک اللہ جانتا ہے مَايُسِرُّوْنَ جو وہ چھپاتے ہیں وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ بلاشبہ وہ (اللہ) پسند نہیں کرتا الْمُسْتَكْبِرِيْنَ تکبر کرنے والوں کو ۝

ترجمہ: تمہارا معبود تو اکیلا اللہ ہے تو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے دل اِنکار کر رہے ہیں اور وہ سرکش ہو رہے ہیں O یہ جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اللہ ضرور اُس کو جانتا ہے وہ سرکشوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تمہارا معبود تو بس ایک ہی خدا ہے

۲۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل میں انکار پیوست ہو گیا ہے

۳۔ وہ گھمنڈ میں مبتلا ہیں

۴۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ باتیں بھی جانتے ہیں جو وہ چھپ کر کرتے ہیں اور وہ بھی جو وہ علی الاعلان کرتے ہیں

۵۔ اللہ تعالیٰ یقیناً گھمنڈ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

آیتوں میں رب ذوالجلال کے خالق ہونے کو ثابت کیا گیا اور یہاں رب ذوالجلال کے معبود ہونے کو ثابت کیا جا رہا ہے کہ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ کہ تم میں عبادت کے لائق تو صرف اور صرف ایک ہی معبود ہے جس کو اللہ کہتے ہیں جو اپنی ذات اور اپنی صفات میں تنہا اور اکیلا ہے۔ اس کے جیسا کوئی نہیں ہے لَيْـسَ كَـمِثْلِهٖ شَيْءٌ اس کے جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔ آگے ان لوگوں کے بارے میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ وجہ بیان کی جا رہی ہے کہ یہ لوگ کیوں آخرت پر ایمان نہیں لاتے؟ وہ اس لئے ایمان نہیں لاتے کہ ان کے دل توحید کا انکار کرتے ہیں اور توحید کا اقرار کرنے اور اللہ کی عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں۔ یعنی ان کا غرور اور گھمنڈ ان کو ایک اللہ کی عبادت سے روک رہا ہے۔ ان کو نہ ثواب حاصل کرنے کا شوق ہے اور نہ عذاب کے واقع ہونے کا خوف ہے۔ سورۂ ص کی آیت نمبر ۵ میں ان مشرکوں کا یہ قول نقل کیا گیا ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود قرار دے دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۴۵ میں یوں ہے وَاِذَا ذُكِـرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ اور جب ایک اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل گھٹ جاتے ہیں اور جب اللہ کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو فوراً خوش ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو ڈانٹ رہے ہیں اور ان کے اعمال پر انہیں وعید بیان کررہے ہیں کہ یہ مشرکین جو کچھ چھپارہے ہیں اور جو کچھ ظاہر کررہے ہیں اللہ تعالیٰ کو اس کا پورا پورا علم ہے اور وہ انہیں ان کے ان بُرے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اللہ کی وحدانیت کے سامنے غرور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند نہیں ہیں جو سرکشی کرتے ہیں اور اس کے حکموں کے سامنے اپنا منہ موڑتے ہیں۔ جو لوگ اس دنیا میں سرکشی کرتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب کی خوشخبری دی گئی ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۳ میں کہا گیا ہے وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا اور جن لوگوں نے ننگ وعار اور سرکشی اور انکار کیا انہیں دردناک عذاب دے گا۔ تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ چنانچہ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۶۰ میں کہا گیا: اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے؟

﴿درس نمبر: ۱۰۸۷﴾ بہت بُرا بوجھ ہے جو یہ لا د رہے ہیں ﴿النحل: ۲۴۔۲۵۔۲۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذَا قِيْلَ اور جب کہا جاتا ہے لَهُمْ ان سے مَّا ذَآ اَنْزَلَ (کہ) کیا ہے جو نازل کیا ہے رَبُّكُمْ تمہارے رب نے؟ قَالُوْٓا (تو) وہ کہتے ہیں اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ۝ لِيَحْمِلُوْٓا تا کہ وہ اُٹھائیں اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً اپنے بوجھ پورے يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ اور ان لوگوں کے بھی بوجھ جنہیں يُضِلُّوْنَهُمْ وہ گمراہ کرتے ہیں بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے اَلَا آگاہ رہو! سَآءَ بُرا ہے مَا يَزِرُوْنَ جو کچھ وہ اُٹھارہے ہیں ۝ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ تحقیق ان لوگوں نے مکر کیا تھا جو مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے تھے فَاَتَى اللّٰهُ لہٰذا اللہ (کا عذاب) آیا بُنْيَانَهُمْ ان کی عمارتوں کو (تباہ کرنے) مِّنَ الْقَوَاعِدِ بنیادوں سے فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ تو ان پر چھتیں گر پڑیں مِنْ فَوْقِهِمْ ان کے اوپر سے وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ اور ان کے پاس عذاب آیا مِنْ حَيْثُ جہاں سے لَا يَشْعُرُوْنَ وہ شعور نہیں رکھتے تھے ۝

ترجمہ: اور جب اُن (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا اتارا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ (وہ تو) پہلے لوگوں کی حکایتیں ہیں O (اے پیغمبر! ان کو بکنے دو) یہ قیامت کے دن اپنے (اعمال کے) پورے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور جن کو یہ بے تحقیق گمراہ کرتے ہیں اُن کے بوجھ بھی (اٹھائیں گے) سن رکھو کہ جو بوجھ یہ اٹھارہے ہیں بُرے ہیں O ان سے پہلے لوگوں نے بھی (ایسی ہی) مکاریاں کی تھیں تو اللہ (کا حکم) ان کی عمارت کے ستونوں پر آ پہنچا اور چھت ان

پر ان کے اوپر سے گر پڑی اور (ایسی طرف سے) ان پر عذاب آ واقع ہوا جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ان کافروں سے کہا گیا کہ تمہارے رب نے کیا بات نازل کی ہے؟

۲۔ ان کافروں نے کہا کہ گزرے ہوئے لوگوں کے افسانے

۳۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن خود اپنے گناہوں کے پورے پورے بوجھ بھی اپنے اوپر لادیں گے

۴۔ ان لوگوں کے بوجھ کا ایک حصہ بھی لادیں گے جنہیں یہ کسی علم کے بغیر گمراہ کر رہے ہیں۔

۵۔ یاد رکھو کہ بہت بُرا بوجھ ہے جو یہ لاد رہے ہیں

۶۔ ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی مکر کے منصوبے بنائے تھے

۷۔ پھر ہوا یہ کہ منصوبوں کی جو عمارتیں انہوں نے تعمیر کی تھیں اللہ تعالیٰ نے انہیں جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکا

۸۔ پھر ان کے اوپر سے چھت بھی ان پر آ گری

۹۔ ان پر عذاب ایسی جگہ سے آ دھمکا جس کا انہیں احساس تک نہیں تھا

پچھلی آیتوں میں توحید کی دلیلیں بتلائی گئیں اور باطل معبودوں کی حقیقت سمجھائی گئی۔ ان آیات میں نبوت کا انکار کرنے والوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے شبہات بیان کئے جا رہے ہیں۔ مکہ کے مشرکین کا قرآنِ مجید کے سلسلہ میں یہ الزام تھا کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوئی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ یہ پہلے لوگوں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں جو باتیں انہوں نے سن رکھی ہیں، بس وہ پرانے قصے بیان کر دیتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) مکہ کے ان مشرکین نے قرآن جیسی مقدس آفاقی کتاب کو معجزہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

صاحبِ معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ یہ آیت مشرکینِ مکہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہوں نے مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں کو اس کام کیلئے تقسیم کر لیا تھا کہ مکہ آنے والے لوگوں کو بہکایا اور ورغلایا جائے۔ چنانچہ مکہ کے مشرکین مختلف گھاٹیوں میں بیٹھ گئے تھے، جو لوگ حج کے لئے آتے تھے وہ انہیں بہکاتے تھے تاکہ انہیں مسلمان ہونے سے روکا جائے۔ باہر سے آنے والے لوگ ان سے پوچھتے تھے کہ تمہارے رب کی طرف سے کیا نازل ہوا؟ تو مکہ کے مشرکین ان سے یہ کہتے تھے کہ اللہ کی طرف سے کچھ بھی نازل نہیں ہوا، وہ تو پہلے لوگوں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں جو انہوں نے سن رکھی ہیں اور انہی باتوں کو بیان کر دیتے ہیں۔ ان مشرکین نے کفر و شرک اور بُرے اعمال کا بوجھ اپنے اوپر اٹھایا اور ساتھ ہی ان لوگوں کا بوجھ بھی اٹھایا جنہیں وہ اپنی کوشش سے گمراہ کرتے ہیں اور مکۂ مکرمہ آنے والوں کو دینِ حق سے روکتے ہیں۔

ان کے اسی جرم کی سزا بتلائی گئی کہ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ان کی حرکتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ قیامت کے دن اپنے کفر و شرک اور گناہوں کے پورے بوجھ اپنے اوپر اٹھا کر لائیں گے وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ

اوران لوگوں کے بوجھ بھی جن کوان لوگوں نے بغیر علم کے گمراہ کیا۔ یہ لوگ اپنے کیئے کی سزا بھی بھگتیں گےاوران لوگوں کے گناہ بھی ان کے سر پر ہوں گے جن کوانہوں نے بہکایا اور ورغلایا۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۱۳ میں یہ بات یوں بیان کی گئی: وَلَيَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَهُمۡ وَاَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِهِمۡ ۫ وَلَيُسۡـَٔـلُنَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ اور یہ لوگ ضرور بالضرور اپنے بوجھوں کو اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے اور البتہ قیامت کے دن ان سے ان باتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی جو جھوٹ موٹ بنایا کرتے تھے۔

گزری ہوئی قوموں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف جو سازشیں کیں ان سازشوں کے بارے میں یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ قَدۡ مَكَرَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں نے سازشیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ان سازشوں کو برباد کردیا اور اس بربادی کی مثال دی گئی کہ ان کی سازشوں کو ایسے برباد کردیا گیا جیسے کوئی شخص عمارت تعمیر کرے پھر اس کی بنیادیں اور ستون گر پڑیں اور پھر اوپر سے چھت گر جائے اس طرح ان لوگوں کی بنائی ہوئی تعمیر بھی برباد ہوگی اور خود بھی اس میں دب کر رہ گئے اور اس طرح ان پر عذاب آیا جس کا انہیں خیال بھی نہ تھا۔

درس نمبر: ۱۰۸۸

قیامت کے دن کافروں کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے گا

النحل: ۲۷۔۲۸۔۲۹

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ثُمَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يُخۡزِيۡهِمۡ وَيَقُوۡلُ اَيۡنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ تُشَآقُّوۡنَ فِيۡهِمۡ ؕ قَالَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ اِنَّ الۡخِزۡىَ الۡيَوۡمَ وَالسُّوۡٓءَ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ۙ﴿۲۷﴾ الَّذِيۡنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ۖ فَاَلۡقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعۡمَلُ مِنۡ سُوۡٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۸﴾ فَادۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ فَلَبِئۡسَ مَثۡوَى الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ﴿۲۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ثُمَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ پھر قیامت کے دن يُخۡزِيۡهِمۡ وہ (اللہ) انہیں رسوا کرے گا وَيَقُوۡلُ اور کہے گا اَيۡنَ شُرَكَآءِىَ میرے شریک کہاں ہیں الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ وہ جو تھے تم تُشَآقُّوۡنَ جھگڑا کرتے فِيۡهِمۡ ان کی بابت (مومنوں سے؟) قَالَ الَّذِيۡنَ وہ لوگ کہیں گے جو اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ علم دیئے گئے اِنَّ الۡخِزۡىَ بلاشبہ رسوائی الۡيَوۡمَ آج کے دن وَالسُّوۡٓءَ اور برائی (عذاب) عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ کافروں پر ہے ﴿۲۷﴾ الَّذِيۡنَ وہ لوگ کہ تَتَوَفّٰىهُمُ قبض کرتے ہیں انہیں (ان کی روحیں) الۡمَلٰٓئِكَةُ فرشتے ظَالِمِىۡۤ اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے تھے اَنۡفُسِهِمۡ اپنی جانوں پر فَاَلۡقَوُا تو وہ پیش کریں گے السَّلَمَ صلح (موت کے وقت یہ کہتے ہوئے کہ) مَا كُنَّا ہم نہیں تھے نَعۡمَلُ عمل کیا کرتے مِنۡ سُوۡٓءٍ کوئی بھی برا بَلٰٓى (کہتے ہیں فرشتے) کیوں نہیں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ عَلِيۡمٌۢ خوب جانتا ہے بِمَا ساتھ اس کے کہ كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ تم عمل کیا کرتے تھے ﴿۲۸﴾ فَادۡخُلُوۡۤا (انہیں کہا جائے گا) چنانچہ تم داخل ہوجاؤ اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ جہنم کے دروازوں میں خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا اس میں ہمیشہ رہو گے

فَلَبِئۡسَ چنانچہ بُرا ہی ہے مَثۡوَی الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ ۲۹

ترجمہ: پھر وہ ان کو قیامت کے دن بھی ذلیل کرے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے؟ جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ آج کافروں کی رسوائی اور بُرائی ہے O (ان کا حال یہ ہے کہ) جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے لگتے ہیں (اور یہ) اپنے ہی حق میں ظلم کرنے والے (ہوتے ہیں) تو مطیع ہوجاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم کوئی بُرا کام نہیں کرتے تھے۔ ہاں! جو کچھ تم کیا کرتے تھے اللہ اُسے خوب جانتا ہے O سو دوزخ کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ ہمیشہ اُس میں رہو گے پس تکبر کرنے والوں کا بُرا ٹھکانہ ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں رسوا کرے گا

۲۔ ان سے پوچھے گا کہ کہاں ہیں وہ میرے شریک جن کی خاطر تم مسلمانوں سے جھگڑا کیا کرتے تھے؟

۳۔ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے وہ اس دن کہیں گے کہ بڑی رسوائی اور بدحالی مسلط ہے آج ان کافروں پر

۴۔ جن کی روحیں فرشتوں نے اس حالت میں قبض کیں جب انہوں نے اپنی جانوں پر کفر کی وجہ سے ظلم کر رکھا تھا

۵۔ اس موقع پر کافر لوگ بڑی فرمانبرداری کے بول بولیں گے کہ ہم تو کوئی بُرا کام نہیں کرتے تھے

۶۔ ان سے کہا جائے گا کیسے نہیں کرتے تھے؟

۷۔ اللہ کو سب معلوم ہے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو؟

۸۔ لہٰذا اب ہمیشہ جہنم میں رہنے کے لئے اس کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ

۹۔ کیونکہ تکبر کرنے والوں کا یہی بُرا ٹھکانہ ہے

قیامت کے دن کافروں اور مشرکوں کی ذلت و رسوائی کے سلسلہ میں یہاں یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو قیامت کے دن خوب ذلیل و رسوا کرے گا۔ قیامت کے دن ان مشرکوں کے حق میں یہ فیصلہ خود ان کی ذلت کا سبب ہوگا کہ وہ دوزخی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۲ میں یہ بات واضح کردی گئی کہ جس کو دوزخ میں داخل کردیا گیا اس کی رسوائی ہی رسوائی ہے: رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَيۡتَهٗ پروردگار! تو نے جس کو دوزخ میں داخل کردیا تو تو نے اس کو رسوا کردیا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشوں کے ذریعہ ان مشرکوں سے پوچھیں گے کہ تمہارا خیال اور اعتقاد یہی تھا کہ میرے شریک ہیں تو اب تم ہی بتاؤ کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم دنیا میں جھگڑا کرتے تھے۔ میرے علاوہ جن کی تم دنیا میں عبادت کرتے تھے تمہارے وہ باطل معبود کہاں ہیں؟ دنیا میں تو تم مسلمانوں سے ان بتوں کی تائید میں اور ان سے عقیدت اور محبت میں جھگڑے کیا کرتے تھے، اب تم ان باطل معبودوں کو بتلاؤ تا کہ وہ تم پر سے اس عذاب کو ہٹادیں جو ہم تم کو دے رہے ہیں۔ ان مشرکوں میں سے کوئی اس سوال کا جواب نہیں دے گا اور سب کے سب خاموش رہیں گے اور ان کا خاموش رہنا خود ان کے خلاف

حجت اور دلیل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں اکیلے اور تنہا ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ جب مشرکوں کے منہ بند ہوجائیں گے تو فرشتوں، نبیوں اور مومنوں میں سے جو اہل علم ہیں وہ کہیں گے کہ آج رسوائی اور بدحالی کافروں پر ہی ہے، یعنی ان کافروں کو جنہوں نے اللہ کا انکار کیا اور ان مشرکوں کو جنہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا آج ذلت، شرمندگی، حسرت وندامت اور عذاب ہے۔ یہ وہ کافر ومشرک تھے جو اپنے کفر اور شرک پر موت تک قائم رہے اور ان کافروں اور مشرکوں کی روحوں کو فرشتوں نے اس حال میں ان کے جسموں سے نکالا کہ یہ گناہوں، نافرمانیوں اور کفر وشرک کی وجہ سے اپنے آپ پر ظلم کررہے تھے۔

قیامت کے دن جب یہ کافر اور مشرک اپنے آپ کو ذلیل ورسوا ہوتا ہوا دیکھیں گے تو صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم دنیا میں کوئی بُرا کام نہیں کرتے تھے اور جب وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے تو اس عذاب سے چھٹکارے کے لئے تدبیریں سوچیں گے اور ان تدبیروں میں سے ایک تدبیر ان کافروں اور مشرکوں کی یہ ہوگی کہ وہ ایسے لوگوں کو تلاش کریں گے جو ان کی اللہ کے پاس سفارش کرسکیں اور کبھی یہ مشرک یہ تمنا کریں گے کہ ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیجئے ہم دنیا میں جاکر وہ کام نہیں کریں گے جواب تک کرآئے اور یہ کافر اور مشرک صاف طور پر اس بات کا انکار کردیں گے کہ ہم تو مشرک تھے ہی نہیں۔ ہم نے کوئی بُرا کام کیا ہی نہیں۔ وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ اگر ہم انکار کردیں گے تو ہم کو عذاب سے نجات مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے جواب میں فرمائیں گے کہ بَلٰٓی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ہاں! تم نے بُرے کام کئے ہیں بلکہ بڑے بڑے جرم کئے ہیں کہ کفر بھی کیا اور شرک بھی کیا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۲۳ میں بھی مشرکوں کا یہ قول مذکور ہے ثُمَّ لَمْ تَکُنْ فِتْنَتُھُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ تو ان سے کچھ عذر نہ بن پڑے گا اور بجز اس کے کچھ چارہ نہ ہوگا کہ کہیں گے کہ اللہ کی قسم! جو ہمارا پروردگار ہے ہم شریک نہیں بناتے تھے۔

اس مرحلہ کے بعد ان مشرکوں سے کہا جائے گا کہ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَھَنَّمَ تم سب جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ اور اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے پر اس عذاب کا مزہ چکھو جو تمہیں دیا جارہا ہے۔ یہ تمہاری نافرمانیوں کا انجام ہے اور تم اس دوزخ میں ہمیشہ ہمیش پڑے رہوگے اور یہ دوزخ ذلت کا گڑھا ہے اور بہت بُری جگہ ہے، جو بھی اللہ کی نشانیوں کے ساتھ گھمنڈ کرتا ہے اور اس کے رسولوں کی اطاعت سے منہ پھیرتا ہے اس کے لئے یہی بدترین ٹھکانہ ہے۔

درس نمبر: ۱۰۸۹ — النحل: ۳۰۔۳۱۔۳۲

یقیناً متقیوں کا گھر بہترین ہے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَا ذَآ اَنْزَلَ رَبُّکُمْ ؕ قَالُوْا خَیْرًا ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ ۙ﴿۳۰﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ لَھُمْ فِیْھَا مَا یَشَآءُوْنَ ؕ

كَذٰلِكَ يَجْزِى اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقِيْلَ اور (جب) کہا جاتا ہے لِلَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو اتَّقَوْا پرہیزگار رہوئے مَا ذَآ کیا چیز ہے جو اَنْزَلَ رَبُّكُمْ تمہارے رب نے نازل کی؟ قَالُوْا (تو) وہ کہتے ہیں خَيْرًا خیر (نازل کی اس نے) لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اَحْسَنُوْا نیکی کی فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا اس دنیا میں حَسَنَةٌ (بدلہ ہے) اچھا وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ اور البتہ آخرت کا گھر خَيْرٌ بہترین ہے وَلَنِعْمَ اور بہت ہی اچھا ہے دَارُ الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کا گھر ۝ جَنّٰتُ (یعنی) باغات ہیں عَدْنٍ ہمیشہ کے يَّدْخُلُوْنَهَا وہ ان میں داخل ہوں گے تَجْرِىْ بہتی ہیں مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں لَهُمْ ان کے لیے ہوگا فِيْهَا ان میں مَايَشَآءُوْنَ جو کچھ وہ چاہیں گے كَذٰلِكَ اسی طرح يَجْزِى اللّٰهُ اللہ جزا دیتا ہے الْمُتَّقِيْنَ متقی لوگوں کو ۝ الَّذِيْنَ وہ لوگ کہ تَتَوَفّٰىهُمُ قبض کرتے ہیں انہیں (ان کی روحیں) الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے طَيِّبِيْنَ درآنحالیکہ وہ پاک ہوتے ہیں (کفروشرک سے) يَقُوْلُوْنَ (تو) کہتے ہیں وہ (فرشتے) سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ تم پرسلام ہو ادْخُلُوا تم داخل ہوجاؤ الْجَنَّةَ جنت میں بِمَا بوجہ ان کے جو كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم عمل کیا کرتے تھے ۝

ترجمہ: اور (جب) پرہیزگاروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ بہترین (کلام)۔ جو لوگ نیکوکار ہیں اُن کیلئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے اور پرہیزگاروں کا گھر بہت خوب ہے O (وہ) باغات جاودانی (ہیں) جن میں وہ داخل ہوں گے ان کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہاں جو چاہیں گے اُن کیلئے میسر ہوگا اللہ پرہیزگاروں کو ایسا ہی بدلا دیتا ہے O (ان کی کیفیت یہ ہے کہ) جب فرشتے اُن کی جانیں نکالنے لگتے ہیں اور یہ (کفروشرک سے) پاک ہوتے ہیں تو السلام علیکم کہتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) جو عمل تم کیا کرتے تھے اُن کے بدلے میں جنت میں داخل ہوجاؤ۔

تشریح: ان تین آیتوں میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ متقی لوگوں سے پوچھا گیا کہ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی ہے؟

۲۔ متقیوں نے کہا خیر ہی خیر اتاری ہے

۳۔ جن لوگوں نے نیکی کی روش اختیار کی ہے ان کے لئے اس دنیا میں بھی بہتری ہے

۴۔ آخرت کا گھر تو ہے ہی سراپا بہتری

۵۔ یقیناً متقیوں کا گھر بہترین ہے

۶۔ ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے وہ باغات جن میں وہ داخل ہوں گے

۷۔جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی

۸۔وہاں جو کچھ وہ چاہیں گے انہیں ملے گا

۹۔متقی لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایسا ہی صلہ دیتے ہیں

۱۰۔یہ وہ لوگ ہیں جن کی روحیں فرشتے ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوتے ہیں

۱۱۔وہ ان سے کہتے ہیں کہ سلامتی ہو تم پر

۱۲۔جو عمل تم کرتے رہے ہو اس کے صلہ میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔

پچھلی آیتوں میں ان کافروں کا ذکر تھا جن سے جب یہ سوال کیا گیا تھا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے تو ان مشرکوں اور کافروں نے یہ کہا تھا کہ یہ پچھلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں اور ان کافروں اور مشرکوں کا قیامت کے دن بُرا حال ہوگا اور ان کی ذلت و رسوائی ہوگی اور ان کا انجام ہمیشہ کے لئے دوزخ بنا دیا جائے گا۔ان آیات میں ان کافروں کے برخلاف مومنوں اور مسلمانوں کی شان بیان کی جارہی ہے کہ جب ان مومنوں اور مسلمانوں سے جن کے دلوں میں تقویٰ ہے یہ پوچھا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا؟ تو ان خوش نصیب اور نیک بخت لوگوں نے کہا کہ ہمارے رب نے بڑی خیر نازل کی ہے۔کافروں کے کفر اور ان کے انجام کو بتلانے کے بعد مومنوں کے ایمان اور ان کے تقویٰ نیز ان کے حسن انجام کو اس لئے بتلا دیا گیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کفر اور شرک کا انجام کیا ہوتا ہے اور ایمان اور توحید کا صلہ کیا ملتا ہے؟ مومنوں کا یہ جواب کہ انہوں نے کہا کہ خیراً بھلی چیز نازل کی ہے۔یعنی اللہ نے جو کچھ بھی نازل کیا ہے وہ رحمت اور برکت کا سبب ہے،اس کے لئے جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اللہ اور اس کے رسول کی سچی اتباع کرے۔

یہاں مومنوں کے حسنِ انجام کو یوں بیان کیا گیا:لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ جو شخص بھی اس دنیا میں اللہ پر ایمان لے آتا ہے اور نیک اعمال اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے ساتھ اچھا معاملہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں ایسے مومنوں کی مدد کی جاتی ہے،ان کو فتح عطا کی جاتی ہے اور انہیں غلبہ بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں جنت کی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے اور جو کچھ جنت میں اچھائیاں ہیں وہ سب کچھ دی جاتی ہیں۔مومنوں اور متقیوں کو جو جنت دی جائے گی اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں شراب،شہد،پانی اور دودھ کی نہریں ہوں گی اور جنتیوں کو ان کی مرضی کے مطابق وہ سب کچھ دیا جائے گا جو ان کا جی چاہے گا۔قرآنِ مجید کی دوسری سورتوں میں بھی جنتیوں کی اس نعمت کے تذکرے موجود ہیں۔سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۷۱ میں یوں ہے:وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور وہاں جو جی چاہے اور جو آنکھوں کو اچھا لگے موجود ہوگا اور اے اہلِ جنت! تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔سورۂ قصص کی آیت نمبر ۸۰ میں کہا گیا:وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ

خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس۔ مومنوں اور نیکوکاروں کے لئے جو ثواب اللہ کے ہاں تیار ہے وہ کہیں بہتر ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۸ میں کہا گیا: وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ نیکوکاروں کے لئے بہت اچھا ہے۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۹۷ میں بھی کہا گیا: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جو شخص نیک عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اُس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) اُن کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔ متقیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسی قسم کی جزا دی جاتی ہے۔

ان مومنوں کی روحیں ایسے فرشتے ان کے جسموں سے نکالیں گے کہ وہ فرشتے شرک اور گناہوں سے بالکل پاک ہوں اور ہر قسم کی بُرائی اور بُرے کلمہ سے پاک ہوں کہ یہ ایسے فرشتے ہوں گے کہ وہ وہی کام کریں گے جن کاموں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دے رکھا ہے اور ان کاموں سے بچے رہیں گے جن سے انہیں روکا گیا ہے اور وہ فرشتے بلند اخلاق کے حامل ہوں گے اور بُرے اخلاق سے بالکل پاک ہوں گے اور جسمانی شہوتوں اور لذتوں سے دور رہیں گے۔ ایسے پاکیزہ فرشتے ان مومنوں کی روحیں قبض کریں گے اور یہ فرشتے ان مومنوں کو سلامتی کی دعا دیتے رہیں گے اور اس بات کی خوشخبری بھی دیں گے کہ دنیا میں اے مومنو! تم نے جو کچھ اچھے اعمال کئے اس کے بدلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔

یہ کافر کس بات کے منتظر ہیں؟

درس نمبر: ۱۰۹۰ — النحل: ۳۳-۳۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هَلْ يَنْظُرُوْنَ وہ انتظار نہیں کرتے اِلَّآ اَنْ مگر یہ کہ تَاْتِيَهُمُ آئیں ان کے پاس الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ یا حکم آئے رَبِّكَ آپ کے رب کا كَذٰلِكَ اسی طرح ہی فَعَلَ الَّذِيْنَ ان لوگوں نے کیا تھا جو مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے تھے وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اور لیکن تھے وہ (خود ہی) اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ۝ فَاَصَابَهُمْ چنانچہ پہنچیں ان کو سَيِّاٰتُ (وہ) برائیاں مَا عَمِلُوْا کہ جن کا انہوں نے ارتکاب کیا وَحَاقَ بِهِمْ اور گھیر لیا ان کو مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ وہ عذاب جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے ۝

ترجمہ: کیا یہ (کافر) اس بات کے منتظر ہیں کہ فرشتے ان کے پاس (جان نکالنے) آئیں یا تمہارے رب کا حکم (عذاب) آ پہنچے اسی طرح اُن لوگوں نے کیا تھا جو ان سے پہلے تھے اور اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے O تو اُن کو اُن کے اعمال کے بُرے بدلے ملے اور جس چیز کیساتھ وہ مذاق کیا کرتے تھے اُس نے اُن کو (ہر طرف سے) گھیر لیا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ کافر لوگ اب ایمان لانے کے لئے اس کے سوا کس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ کھڑے ہوں یا قیامت یا عذاب کی صورت میں تمہارے پروردگار کا حکم ہی آ جائے؟

۲۔ جو امتیں ان سے پہلے گزری ہیں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا

۴۔ لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھا رہے تھے

۵۔ ان کے بُرے اعمال کا وبال ان پر پڑا

۶۔ جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اسی نے ان کو آ گھیر لیا۔

مکہ کے مشرکین اپنے شرک پر قائم رہے اور حق کو انہوں نے قبول نہیں کیا اور وہ اپنے باطل دین پر قائم رہنے پر مُصر تھے جبکہ ان کے سامنے اللہ کے نبی موجود تھے۔ نبی کے معجزات کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ قرآنِ مجید جیسی مقدس آسمانی کتاب کا نزول ہو رہا تھا، ایسا پاکیزہ فصیح و بلیغ کلام مکہ کے ان مشرکین نے کبھی نہیں سنا تھا۔ یہ واضح دلائل اور نشانیاں ایسی تھیں کہ ان کو چاہئے تھا کہ وہ دینِ حق کو قبول کر لیتے مگر وہ دنیا کے دھوکہ میں پڑے رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کفار و مشرکین کو اس آیت میں ڈانٹ پلائی ہے کہ کیا یہ مشرکین اس بات کے انتظار میں ہیں کہ آسمان کے فرشتے اتریں یا آپ کے رب کا کوئی حکم یعنی عذاب آ جائے اور اس کے بعد ہی یہ ایمان لائیں گے؟ نبی کی رسالت اور نبوت کی تصدیق یہ اس وقت تک نہیں کرنے والے ہیں جب تک کہ یہ فرشتوں کو آسمان سے اترتا ہوا دیکھ نہ لیں۔ جب یہ فرشتے آ کر ان کی روحوں کو قبض کریں گے تو کیا جب یہ ایمان لائیں گے؟ اس آیت کے نزول کا مقصد ان مشرکین کو اس بات کی ترغیب دینا ہے کہ اللہ کی طرف سے عذاب آنے سے پہلے وہ لوگ ایمان لا لیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۰ میں بھی اسی قسم کا مضمون آیا ہے: هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ کیا یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان پر اللہ کا عذاب بادل کے سائبانوں میں آ نازل ہو۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۸ میں بھی یہ مضمون اس طرح آیا ہے: هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ یہ اس کے سوا اور کس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا خود تمہارا رب آئے یا تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آئیں؟

رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات بھی کہی جارہی ہے کہ اگر مکہ کے مشرکین دینِ حق کو قبول کرنے کے سلسلہ میں سرکشی کررہے ہیں اوراس دین کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو روئے زمین پر یہ پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے جو قومیں گزری ہیں ان قوموں نے بھی حق بات کو قبول کرنے سے گریز کیا اور سرکشی کی کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسی طرح کی حرکتیں ان لوگوں نے بھی کی ہیں جو مکہ کے ان مشرکین سے پہلے گزرے ہیں۔ جن قوموں نے حق کی مخالفت کی اور نبیوں کی دعوت کو قبول نہیں کیا جس کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آیا تو اس عذاب کا آنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم کے طور پر نہیں تھا۔ دین کی دعوت کا حق یہ تھا کہ اس کو قبول کرلیا جائے، مگر ان قوموں نے اس کو قبول نہیں کیا جس کے نتیجہ میں ان پر اللہ کا عذاب آیا۔ ان پر عذاب نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ خود ان ظالموں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ ان ظالموں نے اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی مخالفت کی اور وہ جس پیغام کو لے کر آئے تھے اس کو صاف طور پر جھٹلا دیا جس کی وجہ سے ان پر یہ عذاب آیا۔ ان سب کی سزا ان کو ملی اور ان ظالموں نے جس چیز کا مذاق اڑایا اسی مذاق نے ان کو آ گھیرا اور تباہی و بربادی ان کا مقدر بن گئی۔

پیغمبروں کی ذمہ داری پیغام کا پہنچا دینا ہے

﴿درس نمبر:۱۰۹۱﴾ ﴿النحل:۳۵۔۳۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے اَشْرَكُوْا شریک ٹھہرائے لَوْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ چاہتا مَا عَبَدْنَا (تو) ہم عبادت نہ کرتے مِنْ دُوْنِهٖ سوائے اس (اللہ) کے مِنْ شَيْءٍ کسی (اور) چیز کی نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا ہم اور نہ ہمارے باپ دادا ہی وَلَا حَرَّمْنَا اور نہ ہم حرام کرتے مِنْ دُوْنِهٖ اس (کے حکم) کے بغیر مِنْ شَيْءٍ کسی چیز کو كَذٰلِكَ اسی طرح فَعَلَ الَّذِيْنَ ان لوگوں نے کیا تھا جو مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے تھے فَهَلْ چنانچہ نہیں ہے عَلَى الرُّسُلِ رسولوں پر (کچھ اور) اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ مگر صریح پہنچا دینا ۝ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق بَعَثْنَا ہم نے بھیجا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ ہر امت میں رَّسُوْلًا رسول اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہ تم اللہ کی عبادت کرو وَاجْتَنِبُوا اور تم بچو الطَّاغُوْتَ طاغوت سے فَمِنْهُمْ پھر بعض ان میں سے مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وہ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت دی وَمِنْهُمْ اور بعض ان میں سے مَّنْ وہ تھے کہ حَقَّتْ عَلَيْهِ ان پر ثابت ہوگئی الضَّلٰلَةُ گمراہی فَسِيْرُوْا چنانچہ تم سیر کرو فِي الْاَرْضِ زمین میں فَانْظُرُوْا پھر دیکھو كَيْفَ كَانَ کیسا ہوا عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ

جھٹلانے والوں کا انجام؟ ۞

ترجمہ: اور مشرک کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اُس کے سوا کسی چیز کو پوجتے اور نہ ہمارے بڑے ہی (پوجتے) اور نہ اُس کے (فرمان کے) بغیر ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ (اے پیغمبر!) اسی طرح ان سے اگلے لوگوں نے کیا تھا تو پیغمبروں کے ذمے (اللہ کے احکام کو) کھول کر پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں O اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو تو اُن میں بعض ایسے ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی سو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے شرک اختیار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی اور چیز کی عبادت نہ کرتے، نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا

۲۔ نہ ہم اس کے حکم کے بغیر کوئی چیز حرام قرار دیتے

۳۔ جو امتیں ان سے پہلے گزری ہیں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا

۴۔ لیکن پیغمبروں کی ذمہ داری اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ صاف صاف طریقے پر پیغام پہنچا دیں

۵۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو

۶۔ پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی

۷۔ کچھ ایسے تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی۔

۸۔ ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟

جب انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قوموں کو توحید کا پیغام دیتے تو اس زمانے کے مشرک اپنے نبیوں کو یوں جواب دیتے کہ اگر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تم اللہ کے رسول ہو تو یہ تو بتلاؤ کہ ہم جو اللہ کے سوا دوسرے بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور حلال چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں اگر ہمارے اس عمل سے اللہ تعالیٰ واقعی ناراض ہے تو وہ ہمیں ایسا کام کرنے کیوں دیتا ہے؟ جب اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے ارادے کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا تو پھر ہمارے باپ دادا نے جو کچھ شرک کیا اور جو کچھ شرک ہم کر رہے ہیں یہ اللہ کے ارادہ ہی سے ہم کر پا رہے ہیں اور اللہ کو یہ سب کچھ معلوم ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے ان کاموں سے راضی بھی ہے۔ مشرکوں کا یہ قول بظاہر معقول نظر آرہا ہے مگر حقیقت میں ان کا یہ قول نامعقول ہے۔ مکہ کے مشرکین نے بھی اسی طرح کی باتیں رسولِ رحمت ﷺ سے کہی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی باتوں کو اس آیت میں یوں نقل کیا کہ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔ الخ۔ جن لوگوں نے شرک کیا

انہوں نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا یہ کام کرتے اور نہ ہی ہم اس کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہے ہیں کہ یہ صرف مکہ کے مشرکین کی باتیں نہیں ہیں بلکہ ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے بھی اسی طرح کی باتیں کہی تھیں کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے بھی ایسی ہی حرکت کی تھی۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ پیغمبر! ان مشرکین کی ایسی جاہلانہ باتوں سے آپ کو غمزدہ نہیں ہونا ہے۔ رسولوں پر تو صرف حق بات کو پہنچانے کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ آپ نے اپنا فریضہ انجام دے دیا ہے اور آپ کی ذمہ داری پوری ہو چکی ہے۔ مکہ کے مشرکین کو توحید پر قائم رہنے اور شرک سے گریز کرنے کی جو بات کہی جارہی ہے وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا اور ہر رسول نے اپنی امت کو یہی پیغام دیا کہ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچتے رہو۔ نبیوں اور رسولوں کی ان باتوں کو ماننے والوں نے مانا اور قبول کیا، ایمان کے دائرہ میں آ گئے اور جنت کے مستحق بن گئے اور جن لوگوں نے ان نبیوں اور رسولوں کی باتوں کا انکار کیا اور جھٹلایا اور شرک پر قائم رہے وہ تو دوزخ کا ایندھن بن گئے۔

فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ ہَدَی اللّٰہُ وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَیۡہِ الضَّلٰلَۃُ ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے بعض ایسے تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ مکہ کے مشرکین سے یہ کہا جارہا ہے کہ فَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ تم لوگ زمین میں چلو پھر فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ پھر دیکھو کہ جن قوموں نے اللہ کا انکار کیا اور نبیوں کو جھٹلایا ان کا انجام کیا ہوا؟ مکہ کے مشرکین تجارت کی غرض سے دوسرے علاقوں کی جانب سفر کرتے تھے اور ان کے راستوں میں وہ علاقے بھی آتے تھے جہاں گزری ہوئی ایسی قومیں آباد تھیں جن پر اللہ کا عذاب آیا تھا۔ مثلاً قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ لوط وغیرہ۔ یہ مشرکین دیکھتے تھے کہ کس طرح وہ بستیاں ویران ہو گئیں اور ان میں رہنے والے تباہ و برباد ہو گئے؟

درس نمبر:۱۰۹۲ | النحل: ۳۷۔تا۔۴۰

ہم کہتے ہیں ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے

أَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ . بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنۡ تَحۡرِصۡ عَلٰی ہُدٰىہُمۡ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ یُّضِلُّ وَمَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ۝ وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ ۙ لَا یَبۡعَثُ اللّٰہُ مَنۡ یَّمُوۡتُ ؕ بَلٰی وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا وَّ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۝ لِیُبَیِّنَ لَہُمُ الَّذِیۡ یَخۡتَلِفُوۡنَ فِیۡہِ وَلِیَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّہُمۡ کَانُوۡا کٰذِبِیۡنَ ۝ اِنَّمَا قَوۡلُنَا لِشَیۡءٍ اِذَاۤ اَرَدۡنٰہُ اَنۡ نَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنۡ تَحۡرِصۡ اگر آپ حرص کریں عَلٰی ہُدٰىہُمۡ ان کو ہدایت پر لانے کی فَاِنَّ اللّٰہَ تو بے شک اللہ

لَا يَهْدِیْ ہدایت نہیں دیتا مَنْ يُّضِلُّ ان کو جسے وہ گمراہ کرتا ہے وَمَا لَهُمْ اوران کے لیے نہیں ہے مِّنْ نّٰصِرِيْنَ کوئی مددگار ۝ وَاَقْسَمُوْا اورانہوں نے قسمیں کھائیں بِاللّٰهِ اللہ کی جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اپنی پختہ قسمیں لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ (کہ) اللہ دوبارہ نہیں اُٹھائے گا مَنْ يَّمُوْتُ اس کو جو مرجاتا ہے بَلٰى کیوں نہیں (ضرور اُٹھائے گا) وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا اس کے ذمے سچا وعدہ ہے وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ اورلیکن اکثرلوگ لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے ۝ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ تاکہ ان کے لیے وہ واضح کرے الَّذِيْ وہ چیزکہ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ اس میں وہ اختلاف کرتے تھے وَلِيَعْلَمَ اورتاکہ جان لیں الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا وہ لوگ جنہوں نے کفرکیا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ کہ بیشک وہی جھوٹے تھے ۝ اِنَّمَا قَوْلُنَا یقیناً ہمارا کہنا لِشَیْءٍ کسی بھی چیز کے لیے اِذَآ اَرَدْنٰهُ جب ہم اس کا ارادہ کریں اَنْ نَّقُوْلَ یہ (ہوتا ہے کہ ہم کہتے ہیں لَهٗ اس کو كُنْ ہوجا فَيَكُوْنُ تو وہ ہوجاتی ہے ۝

ترجمہ: اگرتم ان (کفار) کی ہدایت کیلئے للچاؤ تو جس کو اللہ گمراہ کردیتا ہے اُس کو وہ ہدایت نہیں دیا کرتا اور ایسے لوگوں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوتا O اور یہ اللہ کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مرجاتا ہے اللہ اُسے (قیامت کے دن قبر سے) نہیں اٹھائے گا ہرگز نہیں یہ (اللہ کا) وعدہ سچا ہے اوراس کا پورا کرنا اُسے ضرور ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے O تاکہ جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں وہ اُن پر ظاہر کردے اوراس لئے کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے O جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری بات یہی ہے کہ اُس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! اگر تمہیں یہ حرص ہے کہ یہ لوگ ہدایت پر آجائیں تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ جن کو ان کے عناد کی وجہ سے گمراہ کردیتا ہے ان کو ہدایت نہیں پہنچاتا

۲۔ ایسے لوگوں کو کسی قسم کے مددگار بھی میسر نہیں آتے

۳۔ ان لوگوں نے بڑا زور لگا کر اللہ کی قسمیں کھائی ہیں کہ جو لوگ مرجاتے ہیں اللہ ان کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا

۴۔ بھلا کیوں نہیں کرے گا؟ یہ تو ایک وعدہ ہے جسے سچا کرنے کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے

۵۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

۶۔ تاکہ وہ لوگوں کے سامنے ان باتوں کو اچھی طرح واضح کردے جس میں اختلاف کررہے ہیں

۷۔ تاکہ کافر لوگ جان لیں کہ وہ جھوٹے ہیں

۸۔ جب ہم کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری طرف سے صرف اتنی بات ہوتی ہے کہ ہم اسے کہتے ہیں کہ ''ہوجا'' بس وہ ہوجاتی ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ کا دل چاہتا تھا کہ یہ کافر و مشرک ایمان لالیں اورانہیں ہدایت نصیب ہوجائے جبکہ ان

کافروں اور مشرکوں کی سرکشی اور نافرمانی کا عالم یہ تھا کہ وہ ایمان لانے کے لئے تیار نہیں تھے۔ ان کے مقدر میں کفر اور شرک ہی تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ اے پیغمبر! اگر آپ اس بات کی حرص رکھتے ہیں کہ یہ لوگ ہدایت پر آ جائیں تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ جن کو ان کی سرکشی اور عناد کی وجہ سے گمراہ کر دیتا ہے ان کو ہدایت نہیں دیتا، جن کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہے ان کو آپ ہدایت دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ یہ وہ بدنصیب لوگ ہیں کہ ان کو اللہ کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ مکہ کے مشرکین مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے تھے اور ان کا انکار کرنا بھی ہلکے پھلکے انداز میں نہیں تھا بلکہ یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی زوردار قسمیں کھا کر یوں کہتے تھے کہ جو لوگ مر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسموں کا جواب ایک ہی جھٹکے میں دے دیا کہ بَلٰی جی ہاں!۔ یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ وہ دنیا جہاں کے سارے انسانوں کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ مکہ کے ان مشرکین کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ ان مشرکوں کا نہ جاننا اور ان کا نہ ماننا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا نہیں ہوگا۔ یہ حقیقت ہے کہ قیامت قائم ہوگی۔ لوگ اس دن اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیتوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۸ میں کہا گیا: وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ۠لَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو بالضرور اللہ کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۲۸ میں ہے: وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۲۵ میں ہے: قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر نکالے جاؤ گے۔

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ کے ذریعہ یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ واضح طور پر ان چیزوں کو بیان فرما دیں گے جن کے بارے میں لوگ دنیا میں اختلاف کیا کرتے تھے۔ قیامت کا دن جب قائم ہو جائے گا تو ان کافروں کو یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ وہ واقعی جھوٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ کسی بھی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس یہ کہہ دیتا ہے کہ كُنْ ہو جا فَيَكُوْنُ بس وہ چیز ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کے وجود میں لانے میں کوئی دقت اور رکاوٹ نہیں ہے۔ ہر چیز کو وجود میں لانے کی قدرت اور طاقت اس میں ہے۔ جب ہر چیز کی قدرت و طاقت ہے تو اس بات کی بھی طاقت ہے کہ دنیا جہاں کے سارے انسانوں کے مر جانے اور سڑ جانے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کے باوجود ان کو دوبارہ زندہ کرے۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلی بار ان سارے انسانوں کو پیدا کر کے تھک گیا ہو۔ سورۂ ق میں یہی سوال اللہ تعالیٰ نے کیا کہ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ کیا ہم پہلی مرتبہ پیدا کر کے تھک

گئے؟ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے، اس لئے وہ تھک جاتا ہے۔ رب ذوالجلال کو کسی نے پیدا نہیں کیا بلکہ وہ ہر چیز کا خود ہی خالق ہے، اس لئے رب ذوالجلال کے تھکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہجرت پر نصرت کا وعدہ

درس نمبر: ۱۰۹۳ — النحل: ۴۱ تا ۴۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۖ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ النصف

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے هَاجَرُوْا ہجرت کی فِي اللّٰهِ اللہ (کی راہ) میں مِنْ بَعْدِ مَا بعد اس کے کہ ظُلِمُوْا وہ ظلم کیے گئے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ البتہ ہم ان کو ضرور ٹھکانہ دیں گے فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً دنیا میں اچھا وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اور البتہ آخرت کا اجر اَكْبَرُ (تو) بہت ہی بڑا ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ وہ جانتے ہوتے! ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا وَعَلٰى رَبِّهِمْ اور اپنے رب پر يَتَوَكَّلُوْنَ وہ بھروسا کرتے ہیں ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا اور ہم نے نہیں بھیجے مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے اِلَّا رِجَالًا مگر مرد ہی نُّوْحِيْٓ ہم وحی کرتے تھے اِلَيْهِمْ ان کی طرف فَسْئَلُوْٓا چنانچہ تم پوچھو اَهْلَ الذِّكْرِ اہلِ ذکر (اہلِ کتاب) سے اِنْ كُنْتُمْ اگر ہو تم لَا تَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے ۝ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ (ہم نے بھیجا تھا انہیں) دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ وَاَنْزَلْنَآ اور ہم نے نازل کیا اِلَيْكَ آپ کی طرف الذِّكْرَ ذکر (قرآن) لِتُبَيِّنَ تاکہ آپ بیان کریں لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے مَا نُزِّلَ جو کچھ نازل کیا گیا ہے اِلَيْهِمْ ان کی طرف وَلَعَلَّهُمْ اور تاکہ وہ (بھی) يَتَفَكَّرُوْنَ غور و فکر کریں ۝ النصف

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کیلئے وطن چھوڑا ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے کاش وہ (اسے) جانتے O یعنی وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں O اور ہم نے تم سے پہلے مردوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہلِ کتاب سے پوچھ لو O (اور ان پیغمبروں کو) دلیلیں اور کتابیں دے کر (بھیجا تھا) اور ہم نے تم پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو اور تاکہ وہ غور کریں۔

تشریح: ان چار آیتوں میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے دوسروں کے ظلم سہنے کے بعد اپنا وطن چھوڑا ہے

۲۔ یقین رکھو کہ انہیں ہم دنیا میں بھی اچھی طرح بسائیں گے

۳۔آخرت کا اجر تو یقیناً سب سے بڑا ہے

۴۔کاش کہ یہ لوگ جان لیتے

۵۔یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر سے کام لیا ہے

۶۔جو اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں

۷۔اے پیغمبر! ہم نے تم سے پہلے بھی کسی اور کو نہیں انسانوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا

۸۔جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے

۹۔اب اگر تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے تو جو علم والے ہیں ان سے پوچھ لو

۱۰۔ان پیغمبروں کو روشن دلائل اور آسمانی کتابیں دے کر بھیجا گیا تھا

۱۱۔ہم نے آپ پر بھی یہ قرآن اس لئے نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کر دو جو ان کے لئے اتاری گئی ہیں۔

۱۲۔تا کہ وہ غور و فکر سے کام لیں

پچھلی آیتوں میں مرنے کے بعد جی اٹھنے اور قیامت کے قائم ہونے سے متعلق مکہ کے کافروں کے انکار کی بات آئی۔ان آیتوں میں ایسی بستیوں سے جہاں دینِ اسلام قبول کرنے والوں کو ستایا جا رہا ہو وہاں سے ہجرت کی بات کہی جا رہی ہے اور ترغیب دی جا رہی ہے کہ مسلمان مکہ سے ہجرت کریں، چنانچہ یہ بشارت یوں دی گئی کہ وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا فِی اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا جن لوگوں نے مظلوم ہونے کے بعد اپنا وطن چھوڑا ہے یقین رکھو کہ انہیں ہم دنیا میں بھی اچھی طرح بسائیں گے اور آخرت کا اجر تو یقیناً سب سے بڑا ہے۔

یہ آیت ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ کے کافروں کے ظلم سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔البتہ اس میں جو عام الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ ہر اس شخص کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کرے۔حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت عابس اور حضرت جبیر رضی اللہ عنہم۔ان سب کے آقا انہیں محض اس لئے تکلیف دیتے تھے کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور وہ ان پر زبردستی کرتے تھے کہ وہ دینِ اسلام چھوڑ کر پرانے دین پر آ جائیں۔حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ان کافروں سے کہا کہ اگر میں تمہارے فائدے کے لئے ہوں تو میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور اگر میں تمہارے نقصان کے لئے ہوں تو میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، تو اس نے ان سے اپنے مال کے ذریعہ سے بیع کر لی۔جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو کہا کہ یہ بیع فائدہ مند رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صہیب اچھا آدمی ہے اور یہ کہنا بہت بڑی تعریف ہے۔

جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ کی سرزمین سے ہجرت کی وہ محض اللہ کی رضا مندی کیلئے ہجرت کی۔ ان مہاجرین نے اپنا محبوب وطن چھوڑا اور اپنی برادری کے لوگوں کو چھوڑا۔ اللہ کی طرف سے اجر وثواب اور جزا کی امید ان کے دلوں میں تھی۔ انہوں نے اللہ کی محبت میں اور اس کے دین کی خاطر اپنے اموال بھی چھوڑ دیئے اور اپنی اولاد بھی چھوڑ دی اور دوسرے شہروں کی جانب چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے مہاجرین کے حق میں یہ بشارت دی کہ ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے۔ چنانچہ مدینۂ منورہ کی سازگار اور خوشگوار زمین انہیں ملی اور انصار جیسے ہمدرد اور محبت بھرے لوگوں کی رفاقت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کے لئے کسی چیز کو چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر چیز اس کے عوض عطا فرماتے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ ان مہاجرین کو دیا گیا جو آخرت میں انہیں دیا جائے گا وہ بہت زیادہ بہتر ہوگا، اس لئے کہ مہاجرین کو آخرت میں بطور جزا جو چیز دی جائے گی وہ نعمتوں والی وہ جنت ہوگی جو کبھی فنا نہیں ہوگی اور ہمیشہ ہمیش رہے گی۔

کاش ان کافروں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جن لوگوں کو یہ ستا رہے ہیں انہیں دنیا میں کتنا بہتر ٹھکانہ ملنے والا ہے اور آخرت میں کتنی نعمتیں انہیں ملنے والی ہیں؟ یہ وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے ایک طرف برداشت سے کام لیا، مکہ کے ظالم مشرکوں اور کافروں نے انہیں بڑی بے دردی کے ساتھ طرح طرح کی اذیتیں دیں، مگر ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان مصیبتوں اور اذیتوں پر صبر سے کام لیا، اپنے محبوب وطن کی جدائی پر بھی صبر کیا، فقر وفاقہ برداشت کیا، سفر کی تھکان کو برداشت کیا، اپنے رب پر توکل کیا اور اپنے سارے امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔

اس کے بعد یہ بات کہی جا رہی ہے کہ مکہ کے مشرکین کو یہ بات عجیب سی معلوم ہو رہی تھی کہ ان کے پاس جو رسول آئے ہیں وہ انسان ہیں۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جو رسول اللہ کی طرف سے آئے گا وہ انسان کی جنس میں سے نہیں بلکہ کوئی اور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس غلط خیال کا جواب یہ دیا کہ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا ہے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے ہیں، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی فرشتہ کو آسمان سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہو۔ اے پیغمبر! ہم نے آپ کی قوم کی طرف بھی مرد ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے، جیسے ہم نے آپ سے پہلے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۹۳ میں یہ بات یوں کہی گئی: قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ هَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا کہہ دیجئے میرا رب پاک ہے میں نہیں ہوں مگر ایک بشر اور رسول۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۱۱۰ میں کہا گیا: قُلۡ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ کہہ دیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں ہاں! میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اگر ان حقیقتوں سے تم بے خبر ہو تو اہلِ علم سے پوچھ لو۔ تمہارے سامنے اہلِ کتاب ہیں جو تورات اور انجیل کی تعلیمات سے باخبر ہیں، ان سے پوچھ لو کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو رسول آئے تھے وہ انسان تھے یا

فرشتے؟ اگر پچھلے پیغمبر فرشتے تھے تو تم کو حق ہے کہ محمد عربی ﷺ کا انکار کردو اور اگر پچھلے پیغمبر سارے کے سارے انسان تھے تو تمہارا کام ہے کہ محمد عربی ﷺ کو نبی اور رسول تسلیم کرلو۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر۲ میں بھی یہ حقیقت بیان کی گئی کہ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَباً أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ کیا لوگوں کے لئے یہ تعجب کی بات ہے کہ ہم نے خود انہی میں کے ایک شخص پر وحی نازل کی کہ لوگوں کو ڈراؤ۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کو دلائل اور کتابوں کے ساتھ بھیجا اور رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ پیغمبر! ہم نے آپ کی طرف نصیحت نامہ نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے بیان کریں جو آپ کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ لوگ فکر کریں، چنانچہ رسولِ رحمت ﷺ نے قرآنِ مجید کی تشریح امت کے سامنے کھول کھول کر بیان کردی ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۹۴﴾ ﴿النحل:۴۵۔تا۔۴۷﴾

کیا بُرے منصوبے بنانے والے اللہ کے عذاب سے بے خوف ہوگئے؟

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۴۵ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۴۶ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۴۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَفَاَمِنَ کیا پھر بے خوف ہوگئے ہیں الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ بُری تدبیریں کیں؟ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ (اس بات سے) کہ دھنسادے اللہ بِهِمُ الْاَرْضَ زمین میں ان کو اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ یا ان پر عذاب آئے مِنْ حَيْثُ جہاں سے لَا يَشْعُرُوْنَ وہ شعور نہ رکھتے ہوں ۝۴۵ اَوْ يَاْخُذَهُمْ یا وہ پکڑ لے ان کو فِيْ تَقَلُّبِهِمْ ان کے چلنے پھرنے (کی حالت) میں فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ پھر وہ عاجز نہیں کرسکتے (اللہ کو) ۝۴۶ اَوْ يَاْخُذَهُمْ یا وہ پکڑ لے ان کو عَلٰى تَخَوُّفٍ خوف زدگی پر فَاِنَّ رَبَّكُمْ تو بے شک آپ کا رب لَرَءُوْفٌ البتہ بہت ہی شفقت کرنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے ۝۴۷

ترجمہ: کیا جو لوگ بُری بُری چالیں چلتے ہیں اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسادے یا (ایسی طرف سے) ان پر عذاب آئے جہاں سے ان کو خبر ہی نہ ہو O یا اُن کو چلتے پھرتے پکڑ لے وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کرسکتے O یا جب اُن کو عذاب کا ڈر پیدا ہوگیا ہو تو ان کو پکڑ لے بیشک تمہارا رب بہت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تو کیا وہ لوگ جو بُرے بُرے منصوبے بنارہے ہیں اس بات سے بالکل بے خوف ہوگئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسادے

۲۔ یا ان پر عذاب ایسی جگہ سے آپڑے کہ انہیں احساس تک نہ ہو
۳۔ یا انہیں چلتے پھرتے ہی اپنی پکڑ میں لے لے کیونکہ وہ اسے عاجز نہیں کر سکتے
۴۔ یا انہیں اس طرح گرفت میں لے کہ وہ دھیرے دھیرے گھٹتے چلے جائیں
۵۔ کیونکہ تمہارا پروردگار بڑا شفیق نہایت مہربان ہے

اللہ تعالیٰ ان نافرمان اور سرکش کافروں کے بارے میں جو حق کے خلاف تدبیریں کرنے میں مشغول رہتے ہیں یہ سوال کر رہے ہیں کہ جو لوگ اپنے عناد اور سرکشی کی وجہ سے حق کو آگے بڑھنے سے روکنے کی تدبیریں کر رہے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ خود بھی حق بات کو تسلیم نہ کریں اور ان لوگوں کو بھی حق بات تسلیم کرنے سے روکیں جو حق بات کی طرف رغبت رکھتے ہیں کیا یہ بدنصیب لوگ اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ ان کے اس جرم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر ایسی جگہ سے عذاب آجائے کہ ان کا گمان بھی نہ ہو کہ اس جگہ سے عذاب آئے گا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین پر چلتے پھرتے ہی پکڑ لے۔ اگر اللہ تعالیٰ عذاب کی ان صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں ان پر عذاب لاتے تو یہ لوگ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو عاجز بھی نہیں کر سکتے۔ نہ یہ اللہ کے عذاب سے چھوٹ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں اور نہ ہی اس کے عذاب سے کسی طور پر بچ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ یہ معاملہ بھی کر سکتا ہے کہ وہ اس طرح ان کو گرفت میں لے کہ وہ دھیرے دھیرے گھٹتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ اگرچہ کہ ان کو کسی نہ کسی طرح عذاب دینے کی قدرت رکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو مہلت دیتے ہیں تاکہ وہ توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔ وہ اپنے بندوں پر نرمی کا معاملہ بھی فرماتے ہیں اور رحم و کرم کا برتاؤ بھی کرتے ہیں۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ حلم یعنی اپنی برداشت بتلا رہے ہیں اور ان نافرمانوں کو جو بُرائیوں میں ملوث ہیں ان کو مہلت دیتے چلے جا رہے ہیں۔ جو لوگ اپنی کوششوں سے لوگوں کو ایمان قبول کرنے سے روک رہے ہیں ان کے لئے ان چار قسم کے عذاب میں سے کسی ایک قسم کے عذاب کی دھمکی دے رہے ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے۔ دوسری صورت یہ کہ ان پر اس طرح اچانک عذاب آجائے کہ ان کو احساس اور شعور بھی نہ ہو کہ کس طرح عذاب آگیا؟ جیسا کہ قومِ لوط پر عذاب آیا تھا۔ تیسری صورت یہ کہ دن اور رات میں کسی بھی وقت جبکہ وہ چل پھر رہے ہوں یا وہ سفر میں ہوں یا تجارت کی مصروفیتوں میں ہوں یا دوسری برائیوں میں لگے ہوئے ہوں ان کو اپنے عذاب میں گرفتار کر لے۔ چوتھی صورت یہ کہ ان پر ایسی حالت میں عذاب آئے کہ ان پر خوف چھایا ہوا ہو۔ بعض مفسرین نے اس کی شکل و نوعیت یہ بتلائی کہ ان کو مالوں اور رزقوں کی کمی میں مبتلا کر دیا جائے اور جانوں میں کمی کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب لانے میں جلدی اس لئے نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر انتہائی نرم بھی ہے اور رحم کرنے والا بھی ہے۔

﴿درس نمبر:۱۰۹۵﴾ **آسمان وزمین میں جو بھی ہیں سب اللہ ہی کا سجدہ کرتے ہیں** ﴿النحل:۴۸۔تا۔۵۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَىْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝۴۸ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۴۹ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝۵۰ السَّجْدَة

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا؟ اِلٰى مَا اس بات کو کہ جو بھی خَلَقَ اللّٰهُ اللہ نے پیدا کی مِنْ شَىْءٍ کوئی چیز يَّتَفَيَّؤُا جھکتا ہے ظِلٰلُهٗ اس کا سایہ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ دائیں اور بائیں (طرف) سے سُجَّدًا لِّلّٰهِ اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے وَهُمْ دٰخِرُوْنَ اور وہ (اس کے سامنے) عاجز ہیں ۝۴۸ وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کے لیے يَسْجُدُ سجدہ کرتی ہے مَا فِى السَّمٰوٰتِ جو چیز آسمانوں میں ہے وَمَا فِى الْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے مِنْ دَآبَّةٍ کوئی (بھی) چلنے والا (جانور) وَّالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے (بھی) وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر نہیں کرتے ۝۴۹ يَخَافُوْنَ وہ ڈرتے ہیں رَبَّهُمْ اپنے رب سے مِّنْ فَوْقِهِمْ (جو) ان کے اوپر ہے وَيَفْعَلُوْنَ اور وہ کرتے ہیں مَا يُؤْمَرُوْنَ (وہی کچھ) جو وہ حکم دیئے جاتے ہیں ۝۵۰ السَّجْدَة

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اللہ کی مخلوقات میں سے ایسی چیزیں نہیں دیکھیں جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو) اور بائیں سے (دائیں کو) لوٹتے رہتے ہیں (یعنی) اللہ کے آگے عاجز ہو کر سجدے میں پڑے رہتے ہیں O اور تمام جاندار جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب اللہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے بھی اور وہ ذرا غرور نہیں کرتے O اور اپنے رب سے جو اُن کے اُوپر ہے ڈرتے ہیں اور جو اُن کو ارشاد ہوتا ہے اُس پر عمل کرتے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے اس کے سایہ اللہ کو سجدے کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکے رہتے ہیں

۲۔ وہ سب عاجزی کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں

۳۔ آسمان وزمین میں جتنے جاندار ہیں وہ اور سارے فرشتے اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں

۴۔ وہ ذرا تکبر نہیں کرتے

۵۔ وہ اپنے اس پروردگار سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے

۶۔ وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ ان غافل لوگوں کو جو حق کے خلاف بُری تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں ان سے سوال کر رہے ہیں کیا یہ

لوگ ان مخلوقات کو نہیں دیکھتے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وطاقت سے پیدا کیا ہے کہ وہ ساری مخلوقات اللہ ہی کا سجدہ کررہی ہیں؟ وہ ساری چیزیں جن کا سایہ مشرق یا مغرب، شمال یا جنوب کی جانب جھک رہا ہے وہ ساری چیزیں حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا سجدہ کررہی ہیں۔ یہ پہاڑ اور یہ درخت اور یہ عمارتیں جن کا سایہ ایک جانب سے دوسری جانب مائل ہورہا ہے چاہے وہ مشرق کی جانب ہو یا مغرب کی جانب، صبح وشام ان کا سایہ ادھر سے اُدھر جو مائل ہورہا ہے درحقیقت وہ اپنے اس خالقِ حقیقی کا سجدہ کررہی ہوتی ہیں جس خالقِ حقیقی نے ان کو اپنی قدرت وطاقت سے پیدا کیا ہے۔

یہ مشرکین آخر کیوں ان ساری حقیقتوں کی طرف نظر نہیں ڈالتے اور کیوں غور وفکر اور تدبر نہیں کرتے؟ دنیا کی ان تمام مخلوقات کے جو سائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس طرف چاہتے ہیں یہ سائے اسی طرف جھکتے ہیں۔ یہ صرف سایے ہی نہیں بلکہ آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں ہیں وہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ روئے زمین میں جتنے حیوانات ہیں چاہے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، بَری ہوں یا بحری، آبادی میں رہنے والے ہوں یا جنگلوں اور بیابانوں میں، چٹانوں میں بسنے والے ہوں یا فضاؤں میں اڑنے والے، وہ سب کے سب اللہ ہی کا سجدہ کرتے ہیں۔ سجدہ سے مراد مفسرین نے اطاعت اور فرمانبرداری لیا ہے، اس لئے کہ ظاہری حال میں ہر چیز سے سجدہ کا مظاہرہ نہیں ہوسکتا، جو عقل والی مخلوقات ہیں جیسے فرشتے، جنات اور انسان ظاہر ہے کہ ان کا سجدہ حقیقی سجدہ مراد ہوسکتا ہے۔ یہاں خصوصیت کے ساتھ فرشتوں کا تذکرہ بھی کیا گیا کہ فرشتے بھی اللہ ہی کا سجدہ کرتے ہیں اور کبھی بھی اللہ کی عبادت سے غرور اور گھمنڈ نہیں کرتے اور یہ ساری مخلوقات اور فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ سب اپنے رب ہی سے ڈرتے ہیں۔ وہ ایسا رب ہے جس کا ان تمام مخلوقات پر غلبہ اور دبدبہ ہے۔ فرشتوں کی جہاں یہ خصوصیت ہے کہ وہ غرور اور گھمنڈ نہیں کرتے وہیں ان کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ وہ وہی کام کرتے ہیں جس کام کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ فرشتے اپنی وہ ڈیوٹی انجام دیتے ہیں جس ڈیوٹی میں اللہ تعالیٰ نے انہیں لگا رکھا ہے۔ فرشتے اپنے اختیار سے رب کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے، وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ وہ فرشتے وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا گیا۔ سورۂ رعد کی آیت نمبر ۱۵ میں بھی یہ مضمون اس طرح ہے: وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ اور جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہیں اور اُن کی سائے بھی صبح وشام (سجدہ) کرتے ہیں۔ سورۂ حج کی آیت نمبر ۱۸ میں یوں ہے: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں

؟اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے

درس نمبر:۱۰۹۶ — النحل:۵۱۔۵۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ج اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ط اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ط فَتَمَتَّعُوْا قف فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَ اللّٰهُ اور اللہ نے کہا لَا تَتَّخِذُوْٓا مت بناؤ تم اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ معبود دو اِنَّمَا هُوَ یقیناً وہ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ایک ہی معبود ہے فَاِيَّايَ سو مجھ ہی سے فَارْهَبُوْنِ چنانچہ تم ڈرو ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ اور اسی کیلئے ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور (جو) زمین میں ہے وَلَهُ اور اسی کے لیے ہے الدِّيْنُ وَاصِبًا ہمیشہ اطاعت اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ کیا پھر تم غیر اللہ سے ڈرتے ہو؟ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے مِّنْ نِّعْمَةٍ کوئی بھی نعمت فَمِنَ اللّٰهِ تو (وہ) اللہ ہی کی طرف سے ہے ثُمَّ اِذَا پھر جب مَسَّكُمُ الضُّرُّ تمہیں تکلیف پہنچتی ہے فَاِلَيْهِ تو اُسی کی طرف تَجْـَٔرُوْنَ تم آہ وزاری کرتے ہو ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا پھر جب كَشَفَ الضُّرَّ وہ تکلیف ہٹا دیتا ہے عَنْكُمْ تم سے اِذَا فَرِيْقٌ (تو) اُسی وقت ایک فریق مِّنْكُمْ تم میں سے بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے ساتھ يُشْرِكُوْنَ شریک ٹھہرانے لگ جاتا ہے ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا تا کہ وہ ناشکری کریں بِمَآ ان (نعمتوں) کی جو اٰتَيْنٰهُمْ ہم نے ان کو دیں فَتَمَتَّعُوْا سو تم فائدہ اُٹھالو فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ چنانچہ عنقریب تم جان لوگے (انجام) ﴿۵۵﴾

ترجمہ: اور اللہ نے فرمایا ہے کہ دو دو معبود نہ بناؤ۔ معبود وہی ایک ہے، تو مجھ ہی سے ڈرتے رہو O اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اُسی کا ہے اور اُسی کی عبادت لازم ہے تو اللہ کے سوا اوروں سے کیوں ڈرتے ہو؟ O اور جو نعمتیں تمہیں میسر ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اُسی کے آگے چلاّتے ہو O پھر جب وہ تم سے تکلیف کو دُور کر دیتا ہے تو کچھ لوگ تم میں سے اللہ کیساتھ شریک کرنے لگتے ہیں O تا کہ جو (نعمتیں) ہم نے ان کو عطا فرمائی ہیں اُن کی ناشکری کریں تو (مشرکو!) دنیا میں فائدے اٹھاؤ عنقریب تمہیں (اس کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔

تشریح: ان پانچ آیتوں میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو دو معبود نہ بنا بیٹھنا

۲۔ وہ تو بس ایک ہی معبود ہے

۳۔ اس لئے بس مجھ ہی سے ڈرا کرو

۴۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے

۵۔ اسی رب ذوالجلال کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے

۶۔ کیا پھر بھی تم اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو؟

۷۔ تم کو جو نعمت حاصل ہوتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے

۸۔ پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی سے فریادیں کرتے ہو

۹۔ اس کے بعد جب وہ تم سے تکلیف دور کر دیتا ہے

۱۰۔ تو تم میں سے ایک گروہ اچانک اپنے پروردگار کے ساتھ شرک شروع کر دیتا ہے

۱۱۔ تاکہ ہم نے اسے جو نعمت دی تھی اس کی ناشکری کرے

۱۲۔ اچھا کچھ عیش کر و پھر عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا۔

پچھلی آیت میں جب یہ حقیقت بتلا دی گئی کہ اللہ کے سوا جتنی مخلوقات ہیں وہ سب اللہ ہی کے حکم کے تابع ہیں اور ساری مخلوقات رب ذوالجلال کی عظمت، بڑائی اور کبریائی کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ دنیا جہاں کی ساری چیزیں جب ایک رب کے سامنے جھکی ہوئی ہیں تو سارے انسانوں کو چاہئے کہ وہ ایک اللہ کو تسلیم کریں، مانیں اور اسی کو معبودِ برحق یقین کریں، اسی لئے اس آیت میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ لوگو! لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ دو معبود مت بناؤ۔ یعنی اللہ کا کسی کو شریک مت بناؤ، جس نے بھی اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود بنا لیا اس نے شرک کیا۔ یہاں دو معبود مت بناؤ کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ ایک اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود مت بناؤ۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ دو سے زائد معبود بنائے جاسکتے ہیں، اس لئے کہ جب دو معبود بنانیکی اجازت نہیں ہے تو دو سے زائد کی اجازت کیسے مل سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اکیلا ہے تنہا ہے اپنی ذات میں بھی اور اپنی صفات میں بھی۔ یہاں یہی بات کہی گئی کہ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۳ میں ہے والٰهكم اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۱ میں کہا گیا وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰـهٌ وَّاحِـدٌ اور یہ نہ کہو کہ اللہ تین ہیں اس سے باز آ جاؤ تمہارے لئے اسی میں بہتری ہے عبادت کے لائق تو صرف ایک اللہ ہی ہے۔ جب ساری کائنات کا خالق و مالک وہی ایک اللہ ہے تو تم اسی ایک اللہ سے ڈرو۔ فَـاِيَّایَ فَارْهَبُوْنِ پس تم مجھ ہی سے ڈرو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۰ میں بھی یہ بات کہی گئی وَاِيَّایَ فَارْهَبُوْنِ اور مجھ ہی سے ڈرو۔

بظاہر دنیا کی مختلف چیزوں کے مختلف لوگ مالک بنے بیٹھے ہیں مگر یہ سب عارضی مالک ہیں۔ قیامت جب قائم

ہو جائے گی تو کوئی کسی چیز کا مالک نہیں رہے گا۔ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کا حقیقی وارث تو اللہ ہی ہے۔ بندوں کو اس حقیقت کا احساس دلایا جا رہا ہے کہ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۷ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا تجھے علم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی ملکیت اللہ ہی کے لئے ہے۔

دنیا میں لوگ کبھی شیطان کی فرمانبرداری کرتے ہیں کبھی فاسقوں اور فاجروں کی فرمانبرداری کرتے ہیں، اصل فرمانبرداری اللہ ہی کی فرمانبرداری ہے۔ فرمانبرداری کرنا صرف اللہ ہی کا حق ہے کہ اللہ کے بندے اللہ کی فرمانبرداری کریں۔ یہی بات یوں بتلائی گئی کہ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا اور فرمانبرداری کرنا صرف اسی اللہ کا حق ہے۔ جب اللہ ہی سے ڈرنا ہے اور اللہ کی فرمانبرداری کرنا ہے تو تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے علاوہ دوسروں سے ڈر رہے ہو؟ سوال کیا جا رہا ہے کہ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ کیا تم اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرتے ہو؟

انسان جن نعمتوں میں پل رہا ہے یہ ساری نعمتیں تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں۔ ان انسانوں پر حیرت ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں پل رہے ہیں، مگر اس اللہ سے بے خبر اور غافل ہیں جس نے یہ نعمتیں دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یاد دلا رہے ہیں کہ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ تمہارے پاس جو بھی کوئی نعمت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھنا چاہئے تا کہ بندے کو اپنی بندگی کا اور رب ذوالجلال کے معبود ہونے کا احساس رہے، اسی لئے سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۹ میں ایمان والوں کو یہ حکم دیا گیا کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا ہے اسے یاد کرو۔ انسان کی کمزوری کا یہ عالم ہے کہ جب خوش وخرم اور صحت مند ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے لیکن جب کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی یاد آ جاتی ہے۔ اسی حقیقت کو یہاں یوں بتلایا گیا کہ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی اللہ سے فریاد کرتے ہو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ وہ تکلیف تم سے ہٹا دیتے ہیں تو پھر تم پرانی پٹڑی پر لوٹ کر آ جاتے ہو اور شرک کے دلدل میں دوبارہ پھنس جاتے ہو تا کہ تم ان نعمتوں کے منکر ہو جاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ انسان کس قدر بے وفا ہو جاتا ہے کہ جب مصیبت آتی ہے تو اس کی طرف لپکتا ہے جس کے پاس اس مصیبت کو دور کرنے کی قدرت وطاقت ہے اور جب وہ مصیبت اللہ تعالیٰ اس سے دور کر دیتے ہیں تو انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اس رب ذوالجلال کی طرف رجوع ہوتا اور اس کی شکر گزاری کرتا اور اس کی عبادت میں اور زیادہ لگ جاتا، مگر انسان اس قدر بے وفا بن جاتا ہے کہ اس رب ذوالجلال کے ساتھ شرک کرنے لگ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے بدبخت قسم کے لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ فَتَمَتَّعُوْا اب تو تم نفع اٹھا لو لیکن عنقریب جان لو گے کہ تمہاری ان حرکتوں کا کیا انجام ہو گا؟

﴿درس نمبر: ۱۰۹۷﴾ **مشرکین کا بدترین عقیدہ یہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں** ﴿النحل: ۵۶ـ۵۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَجْعَلُوْنَ اور وہ ٹھہراتے ہیں لِمَا ان (معبودوں) کے لیے جن کی بابت لَا يَعْلَمُوْنَ وہ نہیں جانتے نَصِيْبًا ایک حصہ مِّمَّا اس میں سے جو رَزَقْنٰهُمْ ہم نے ان کو رزق دیا تَاللّٰهِ اللہ کی قسم! لَتُسْئَلُنَّ البتہ تم ضرور پوچھے جاؤ گے عَمَّا اس چیز کی بابت جو كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ تم (اللہ پر) افترا باندھتے تھے ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ اور وہ ٹھہراتے ہیں لِلّٰهِ الْبَنٰتِ اللہ کے لیے بیٹیاں سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے (اولاد سے) وَلَهُمْ اور ان کے لیے مَّا يَشْتَهُوْنَ (وہ ہے) جو وہ چاہتے ہیں (یعنی بیٹے) ﴿۵۷﴾

ترجمہ: اور ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے ایسی چیزوں کا حصہ مقرر کرتے ہیں جن کو جانتے ہی نہیں (کافرو!) اللہ کی قسم! کہ جو تم افتراء کرتے ہو اس کی تم سے ضرور باز پرس ہوگی O اور یہ لوگ اللہ کیلئے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں (اور) وہ اُن سے پاک ہے اور اپنے لئے (بیٹے) جو مرغوب ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے جو رزق انہیں دیا ہے اس میں وہ ان بتوں کا حصہ لگاتے ہیں جن کی حقیقت خود انہیں معلوم نہیں ہے

۲۔ اللہ کی قسم! تم سے ضرور باز پرس ہوگی کہ تم کیسے بہتان باندھا کرتے تھے؟

۳۔ اللہ کے لئے تو انہوں نے بیٹیاں گھڑ رکھی ہیں۔

۴۔ سبحان اللہ۔ اور خود اپنے لئے وہ بیٹے چاہتے ہیں جو اپنی خواہش کے مطابق ہوں

مشرکوں کا یہ طرز و طریق تھا کہ وہ اپنے مال میں کا کچھ حصہ ان باطل معبودوں کے لئے مقرر کرتے تھے جن باطل معبودوں کی وہ پرستش کرتے تھے۔ ایسے لچر قسم کے بت جن پر جمود طاری ہے جو پتھر کی شکل میں ہیں جن میں نہ کسی کو نفع دینے کی طاقت ہے اور نہ ہی نقصان پہنچانے کی۔ ان جاہل مشرکوں کو اتنا بھی علم و احساس نہیں کہ یہ بُت بے حیثیت ہیں۔ مگر ان مشرکوں کا حال یہ تھا کہ ان بتوں کے لئے اپنے مال میں کا ایک حصہ مقرر کرتے تھے جو یقیناً ان کی نامعقول حرکت ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۳۶ میں بھی ان مشرکوں کے اس جاہلانہ عمل کا تذکرہ کیا گیا ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ

ہمارے معبودوں کا ہے۔ پھر جو چیز ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے، کیا بُرا فیصلہ وہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کریمی کی قسم کھا کر ارشاد فرمارہے ہیں اوران مشرکوں کو متنبہ کرر ہے ہیں کہ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ اللہ کی قسم! تم سے اس بارے میں ضرور بالضرور پوچھ ہوگی جو تم افترا پردازی کرر ہے ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنی قسم کے ذریعہ ان مشرکوں کو اس حقیقت سے باخبر کرر ہے ہیں کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ضرور تم سے تمہارے اس مشرکانہ عمل کے بارے میں پوچھوں گا جو کچھ دنیا میں اپنی طرف سے یہ مشرکانہ باتیں گھڑ رہے ہو اور مشرکانہ عمل کرر ہے ہو۔ سورۂ حجر کی آیت نمبر ۹۲ اور ۹۳ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی انداز میں یوں ارشاد فرمایا: فَوَ رَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ پس تمہارے رب کی قسم! ضرور ہم ان سب سے پوچھیں گے ان کاموں کے بارے میں جو وہ کرر ہے ہیں۔

مشرکین کے بدترین عقائد کی کوئی بنیاد نہیں تھی۔ ان کے پاس ان باطل عقیدوں کی دلیل بھی نہیں تھی۔ انہوں نے مختلف قسم کے باطل عقیدے اپنی طرف سے گھڑ لئے تھے۔ انہی میں سے ایک باطل عقیدہ یہ بھی تھا کہ ان مشرکین نے اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کی تھیں۔ وہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا تھا اور یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا تھا، ان مشرکین نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں یہ واضح اعلان قرآنِ مجید میں کردیا گیا کہ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ کہ اس نے نہ کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۳۵ میں کہا گیا مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا ہونا لائق نہیں وہ تو بالکل پاک ذات ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان نے مجھے گالی دی اور اس کا گالی دینا یہ ہے کہ وہ یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ اولاد ہے حالانکہ میں بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا اور نہ میں جنا گیا اور نہ کوئی میرے برابر ہے۔ فرشتوں کو عورت قرار دینے والے مشرکوں کے اس باطل عقیدے کا ذکر سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۱۹ میں یوں ہے وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمان کے عبادت گزار ہیں عورتیں قرار دے لیا، کیا ان کی پیدائش کے موقع پر یہ موجود تھے؟ اللہ تعالیٰ سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۱۶ میں ان مشرکین سے یہ سوال کرر ہے ہیں جنھوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا کہ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں تو خود رکھ لیں اور تمہیں بیٹوں سے نوازا؟ یہی بات اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ بیان فرمارہے ہیں کہ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ کیا یہ اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرر ہے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان سب سے بالکل پاک ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ مشرکین اپنے لئے تو بیٹے تجویز کرتے ہیں کہ خود کیلئے بیٹیوں کو معیوب سمجھتے ہیں اور اللہ کے لئے فرشتوں کو بیٹیاں تجویز کر کے اللہ کی طرف

بیٹیوں کو منسوب کرتے ہیں۔ اپنے لئے تو بیٹے مرغوب و پسندیدہ اور اللہ کے لئے بیٹیاں، واہ رے واہ! کیا تقسیم ہے؟ اس بات کو یوں بھی کہا گیا اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی مشرکو! کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہوں اور اللہ کے لئے بیٹیاں۔

جب مشرکین کو بچی کی پیدائش کی خبر دی جاتی؟

﴿درس نمبر:۱۰۹۸﴾ ﴿النحل:۵۸۔۵۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۚ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذَا بُشِّرَ اور جب خوشخبری دی جاتی ہے اَحَدُهُمْ ان میں سے (کسی) ایک کو بِالْاُنْثٰی بیٹی (کی پیدائش) کی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا (تو) اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے وَّهُوَ كَظِيْمٌ جبکہ وہ غم و غصے سے بھرا ہوتا ہے ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰی وہ چھپتا پھرتا ہے مِنَ الْقَوْمِ لوگوں سے مِنْ سُوْٓءِ بوجہ اس عار کے مَا بُشِّرَ بِهٖ کہ جو وہ خوشخبری اس کے ساتھ دی گئی اَيُمْسِكُهٗ کیا وہ اسے روک (باقی) رکھے عَلٰی هُوْنٍ ذلت پر اَمْ يَدُسُّهٗ یا اس کو گاڑ (دبا) دے فِی التُّرَابِ مٹی میں؟ اَلَا آگاہ رہو! سَآءَ بہت ہی بُرا ہے مَا يَحْكُمُوْنَ جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ﴿۵۹﴾

ترجمہ: حالانکہ جب اُن میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی خبر ملتی ہے تو اُس کا منہ (غم کے سبب) کالا پڑ جاتا ہے ○ اور (اس کے دل کو دیکھو تو) وہ اندوہناک ہو جاتا ہے اور خبرِ بد سے (جو وہ سنتا ہے) لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور سوچتا ہے) کہ آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے؟ دیکھو! یہ جو تجویز کرتے ہیں بہت بُری ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔

۲۔ وہ دل ہی دل میں کڑھتا رہتا ہے

۳۔ اس خوشخبری کو بُرا سمجھ کر لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے

۴۔ سوچتا ہے کہ ذلت برداشت کر کے اسے اپنے پاس رہنے دے یا اسے زمین میں گاڑ دے؟

۵۔ دیکھو! انہوں نے کتنی بُری باتیں طئے کر رکھی ہیں

پچھلی آیت میں مشرکوں کے اس باطل عقیدہ کی نشاندہی کی گئی تھی کہ یہ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ جن مشرکوں کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے خود بیٹیوں سے متعلق ان کا حال یہ تھا کہ وہ بیٹیوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ مشرکینِ عرب کی بیٹیوں سے متعلق نفرت کی قرآنِ مجید کی اس آیت میں یوں منظرکشی کی گئی ہے کہ جب ان میں سے کسی کو اس بات کی خبر دی جاتی تھی کہ اس کے ہاں بیٹی ہوئی ہے تو اس کا منہ

غصہ اور غم کے مارے کالا پڑ جاتا تھا اور وہ اس قدر اندوہناک ہوجاتا تھا کہ اس کے دل ودماغ پر ندامت اور شرمندگی چھا جاتی تھی اور وہ لوگوں سے چھپتے چھپاتے پھرتا تھا اور وہ اس سوچ میں ڈوب جاتا تھا کہ اس ذلت کو برداشت کرتے ہوئے اس نومولود لڑکی کو زندہ رہنے دوں یا اس کو زندہ دفن کردوں؟ (اللہ اکبر)

سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۱۷ میں بھی اس طرح کی منظرکشی یوں کی گئی ہے: وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ’’ان میں سے کسی کو جب اس چیز کی خبر دی جائے جس کی اس نے اللہ رحمان کے لئے بیان کی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا تھا اور وہ غمگین ہوجاتا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اس بات کو منسوب کرتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ ان مشرکوں کو اس بات پر کوئی عار اور شرمندگی محسوس نہیں ہوتی تھی، لیکن جب خود ان کو بیٹی کے ہونے کی خوشخبری دی جاتی تھی تو مارے غم اور افسوس کے ان کے چہرے سیاہ پڑ جاتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں وہ لوگ جن کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تھی لوگوں سے اپنا منہ اس خوف سے چھپاتے پھرتے تھے کہ کہیں لوگ اس بات پر طعنہ نہ دیں کہ اس کے گھر بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ وہ لوگ اس فکر میں ہوتے تھے کہ کیا میں اس ذلت کو برداشت کرتے ہوئے اپنی بیٹی کو زندہ رکھوں یا دوسری صورت اختیار کرتے ہوئے اپنی ہی بیٹی کو بے دردی سے مٹی میں زندہ درگور کردوں؟ ایسے ظالم لوگ جب اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کردیتے تھے تو لوگوں کے سامنے آتے تھے اور اپنے آپ کو اس بات پر باعزت قرار دیتے تھے کہ انہوں نے اپنی نومولود بیٹی کو زندہ دفن کرتے ہوئے کوئی قابلِ قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔ سورۂ تکویر میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ قیامت کے دن اس زندہ درگور کی ہوئی بچی سے سوال کیا جائے گا کہ کس جرم کی پاداش میں اسے زندہ دفن کردیا گیا تھا: وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ۔

اسلام آیا رحمت کا پیغام لے آیا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ظلم کی ان داستانوں کو ختم کردیا، اس کے مقابلہ میں احسان کا وہ پیغام دیا کہ جس گھر میں بیٹی پیدا ہوئی تو اسلام کے سچے شیدائی اس خوشخبری کو رحمت وبرکت کا ذریعہ سمجھنے لگے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے تین بچیوں کی کفالت کی انہیں ادب، تمیز وتہذیب سکھائی، ان کی شادیاں کردیں اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا تو اس کے لئے جنت ہے۔ (ابوداود: ۵۱۴۷)

ہمارے ملک بھارت میں یہ حال تھا کہ شوہر مرجاتا تھا تو عورت کو اس کے ساتھ زندہ جلنا پڑتا تھا، مگر آج اس میں تبدیلی آئی ہے۔ ترقی کے اس دور میں آج بھی کچھ ایسے منحوس لوگ ہیں جو بچہ کی پیدائش پر تو لڈو بانٹتے ہیں اور جب ان کے ہاں بچی پیدا ہوتی ہے تو وہ منہ بسورنے لگتے ہیں۔ ان کے چہروں پر ناراضگی چھا جاتی ہے اور وہ اپنا غصہ اپنی بیوی پر اتارتے ہیں۔ بعض ایسے بدبخت بھی ہیں کہ اگر اس کی بیوی نے دو سے زیادہ لڑکیاں جنیں تو وہ اس بیوی کو طلاق دینے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ مسلمانوں کو اس قسم کی ظالمانہ حرکتوں سے باز آنا چاہئے اور اپنے گندے دماغ کو تعلیماتِ رسول ﷺ سے صاف وشفاف کرلینا چاہئے۔

﴿درس نمبر:۱۰۹۹﴾ **آخرت پر یقین نہ رکھنے والوں کی بُری حالت** ﴿النحل:۶۰۔۶۱۔۶۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جو لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر مَثَلُ السَّوْءِ بُری مثال ہے وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى اور اللہ کے لیے سب سے اعلیٰ مثال ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ اور وہ بڑا غالب الْحَكِيْمُ خوب حکمت والا ہے ۝ وَلَوْ اور اگر يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ اللہ لوگوں کو پکڑتا بِظُلْمِهِمْ بوجہ ان کے ظلم (کرنے) کے مَّا تَرَكَ (تو) وہ نہ چھوڑتا عَلَيْهَا اس (زمین) پر مِنْ دَآبَّةٍ کوئی چلنے والا (جاندار) وَّلٰكِنْ اور لیکن يُّؤَخِّرُهُمْ وہ مہلت دیتا ہے ان کو اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک وقتِ مقرر تک فَاِذَا پھر جب جَآءَ اَجَلُهُمْ ان کا وقت (مقرر) آ جاتا ہے لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ (تو) وہ پیچھے نہیں رہ سکتے سَاعَةً لمحہ بھر وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ وہ آگے ہی بڑھ سکتے ہیں (اس وقت سے) ۝ وَيَجْعَلُوْنَ اور وہ ٹھہراتے ہیں لِلّٰهِ اللہ کے لیے مَا وہ چیز کہ يَكْرَهُوْنَ وہ (خود اسے) ناپسند کرتے ہیں وَتَصِفُ اور بیان کرتی ہیں اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ ان کی زبانیں جھوٹ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى کہ بے شک ان کے لیے اچھا (انجام) ہے لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمْ یقیناً بلاشبہ ان کے لیے النَّارَ آگ ہے وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ اور بلاشبہ وہ (اس میں) سب سے آگے بھیجے جائیں گے ۝

ترجمہ: جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے انہی کیلئے بُری باتیں (شایاں) ہیں اور اللہ کو صفتِ اعلیٰ (زیب دیتی ہے) اور وہ غالب حکمت والا ہے O اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کے سبب پکڑنے لگے تو ایک جاندار کو زمین پر نہ چھوڑتے لیکن ان کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیئے جاتا ہے، جب وہ وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں O اور یہ اللہ کیلئے ایسی چیزیں تجویز کرتے ہیں جن کو خود ناپسند کرتے ہیں اور زبان سے جھوٹ بکے جاتے ہیں کہ ان کو (قیامت کے دن) بھلائی (یعنی نجات) ہوگی کچھ شک نہیں کہ اُن کیلئے (دوزخ کی) آگ (تیار) ہے اور یہ (دوزخ میں) سب سے آگے بھیجے جائیں گے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کی بُری حالت ہے

۲۔ اللہ کے لئے بلند صفات ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے

۳۔اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ظلم کی وجہ سے ان کا مواخذہ فرمائے تو زمین پر کسی بھی چلنے والے کو نہ چھوڑے
۴۔لیکن اللہ انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے
۵۔جب ان کا وقت معین آ جائے گا تو ایک گھڑی نہ موخر ہوں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے
۶۔اللہ کے لئے وہ چیز تجویز کرتے ہیں جسے وہ مکروہ جانتے ہیں
۷۔ان کی زبانیں جھوٹا دعویٰ کرتی ہیں کہ ان کے لئے بھلائی ہے
۸۔یہ لازمی بات ہے کہ ان کے لئے دوزخ ہے
۹۔وہ سب سے پہلے بھیجے جائیں گے۔

آخرت پر یقین اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴ میں یہی بات بتلائی گئی: وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ متقی وہ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ آخرت کا یقین بھی اپنے دل میں رکھتے ہیں۔جس طرح اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح آخرت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۲ میں اللہ پر ایمان کے ساتھ آخرت پر ایمان کا ذکر یوں کیا گیا: ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یہ نصیحت اس شخص کو کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۴ میں بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان کی بات کہی گئی: يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یہ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔آخرت کے دن کا انکار کرنے والوں کو گمراہ قرار دیا گیا: وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی شان بیان کی جا رہی ہے کہ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى اور اللہ ہی کیلئے بلند صفات ہیں۔ سارے کمالات اور ساری عمدہ اور بلند و بالا صفتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں۔۔اللہ تعالیٰ وہ مقدس پاکیزہ اور بلند ذات ہیں جو اپنی ذات میں اکیلے ہیں۔وہ اولاد سے پاک ہیں اور کسی بھی شریک سے پاک ہیں۔وہ دونوں جہاں سے بے نیاز ہیں اور مخلوق کی کمزور صفتوں سے وہ پاک ہیں۔وہ اللہ ایسے سخی اور کریم ہیں کہ ان کی جیسی سخاوت اور فیاضی کسی دوسرے میں آ نہیں سکتی۔ہر جہت سے اور ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ذات کامل و مکمل ہے۔کسی بھی قسم کے جھول، نقص اور کمزوری کا رب ذوالجلال کی ذات میں تصور نہیں کیا جا سکتا۔وہی دنیا جہاں پر غالب ہے۔اس کا ہر فیصلہ حکمت سے پُر ہے۔

پچھلی آیتوں میں چونکہ کافروں اور مشرکوں کے بدترین عقیدوں کی نشاندہی کی گئی۔ان بدترین عقیدوں کا

تقاضا یہ تھا کہ ان مشرکین کو ان کے شرک اور ان کے کفر کی وجہ سے ہلاک و برباد کر دیا جاتا۔ ان مشرکین نے شرک کرتے ہوئے جو بھاری ظلم کیا ہے اس ظلم کا تقاضا تھا کہ ان پر عذاب نازل کر دیا جائے، مگر اللہ تعالیٰ کی شان کریمی یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو مہلت دیتے ہیں اور موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں۔ اسی حقیقت کو یہاں بتلایا جا رہا ہے کہ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ظلم کی وجہ سے ان کا مواخذہ فرماتے تو زمین پر کسی بھی چلنے والے کو نہ چھوڑتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے اور جب وہ وقتِ مقررہ آ جاتا ہے جس وقت میں انہیں عذاب دینا ہوتا ہے تو پھر ایک گھڑی اس عذاب کے دینے میں نہ تاخیر کی جاتی ہے اور نہ ہی آگے کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ حلم کی وجہ سے ان کافروں کو ان کے ظلم اور ان کی سرکشی کے باوجود مہلت دیتے ہیں۔ ان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ جب کسی کے لئے عذاب کا وہ وقت مقرر کر دیتے ہیں تو پھر اس میں نہ جلدی کی جاتی ہے اور نہ ہی تاخیر کی جاتی ہے، جو وقت مقرر ہوتا ہے اسی وقت ان کو عذاب دے دیا جاتا ہے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۱۰ میں بھی اس مہلت کا ذکر یوں ہے: يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وہ تمہیں اس لئے بلا رہا ہے کہ تمہارے تمام گناہ معاف کر دے اور ایک وقت مقرر تک تمہیں مہلت عطا فرمائے۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۴۵ میں بھی یہ بات بتلائی گئی: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب دارو گیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک جاندار کو نہ چھوڑتا، لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین تک مہلت دے رہا ہے۔ جب ان کی وہ میعاد آ پہنچے گی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ رہا ہے۔ ان مشرکوں کے اس بُرے عمل کی دوبارہ نشاندہی کی جا رہی ہے کہ ان مشرکوں کا حال یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کو منسوب کرتے ہیں جبکہ خود اپنے لئے بیٹیوں کو ناپسند کرتے ہیں اور ان مشرکوں کا یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ ان کے لئے بھلائی ہے یعنی ان کا خیال یہ ہے کہ ان کو جنت ملے گی جبکہ ان کے لئے دوزخ طئے ہے۔

مشرکین سے یہاں یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ تم جب اپنے غلاموں کو اپنے برابر نہیں دیکھ سکتے اور برابر کا درجہ نہیں دے سکتے تو تمہیں یہ کیسے گوارا ہوا کہ اللہ کی مخلوق کو اللہ کے برابر کر دیا اور ان لچر اور کمزور بتوں کو اللہ کا درجہ دے دیا؟ جب تم بھی مخلوق ہو اور تمہارے غلام بھی مخلوق ہیں اس کے باوجود ایک مخلوق کو یہ گوارا نہیں کہ وہ دوسری مخلوق کو اپنے برابر دیکھ سکے۔ جس جگہ پر آقا بیٹھتا ہے اس جگہ پر غلام بیٹھ جائے یہ تم کو پسند نہیں تو بھلا بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات کیسے پسند ہوگی کہ قادرِ مطلق اور مختارِ کل خالق و مالک کے مقامِ بلند پر کسی کمزور، حقیر اور بے حیثیت بت کو جو پتھر کی شکل میں ہے اس کو معبود کا درجہ دیا جائے؟

﴿درس نمبر:۱۱۰۰﴾
آپ سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے گئے
﴿النحل:۶۳۔۶۴﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: تَاللّٰهِ اللہ کی قسم! لَقَدْ اَرْسَلْنَآ البتہ تحقیق ہم نے (رسول) بھیجے اِلٰٓى اُمَمٍ امتوں کی طرف مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے فَزَيَّنَ چنانچہ آراستہ کر دیئے لَهُمُ ان کے لیے الشَّيْطٰنُ شیطان نے اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال فَهُوَ وَلِيُّهُمُ سو وہ (شیطان) ان کا دوست ہے الْيَوْمَ آج بھی وَلَهُمْ اور ان کے لیے عَذَابٌ اَلِيْمٌ بہت دردناک عذاب ہے ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا اور ہم نے نازل نہیں کی عَلَيْكَ الْكِتٰبَ آپ پر کتاب (قرآن) اِلَّا لِتُبَيِّنَ مگر تاکہ آپ بیان کریں لَهُمُ ان کے لیے الَّذِى وہ چیز کہ اخْتَلَفُوْا انہوں نے اختلاف کیا فِيْهِ اس میں وَهُدًى اور (تاکہ ہو) ہدایت وَّرَحْمَةً اور رحمت لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يُّؤْمِنُوْنَ جو ایمان لاتے ہیں ۝

ترجمہ: اللہ کی قسم! ہم نے تم سے پہلی اُمتوں کی طرف پیغمبر بھیجے تو شیطان نے اُن کے کردارِ (ناشائستہ) ان کو آراستہ کر کے دکھائے تو آج بھی وہی اُن کا دوست ہے اور اُن کیلئے دردناک عذاب ہے O اور ہم نے جو تم پر کتاب نازل کی ہے تو اس کیلئے کہ جس اَمر میں ان لوگوں کو اختلاف ہے تم اُس کا فیصلہ کر دو اور (یہ) مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! اللہ کی قسم! تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں ہم نے ان کے پاس پیغمبر بھیجے تھے

۲۔ شیطان نے ان کے اعمال کو خوب بنا سوار کر ان کے سامنے پیش کیا

۳۔ چنانچہ وہی شیطان آج ان کا سرپرست بنا ہوا ہے

۴۔ ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے

۵۔ ہم نے تم پر یہ کتاب اسی لئے اتاری ہے تاکہ تم ان کے سامنے وہ باتیں کھول کھول کر بیان کر دو جن میں انہوں نے مختلف رائے اپنائے ہوئے ہیں

۶۔ تاکہ یہ ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سامان ہو

مشرکوں کے بدترین عقائد اور ان کے حق میں دی گئی مہلت کے تذکرہ کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے تسلی کے یہ کلمات کہے جا رہے ہیں۔ چونکہ رسولِ رحمت ﷺ کو مشرکین مکہ کی باتوں اور ان کے کاموں سے تکلیف ہوتی تھی اس لئے کہ ایک نبی کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جاتیں تو اس کے تقدس

اور عظمت کے خلاف ہو تو ظاہر ہے کہ نبی کو کس قدر ذہنی تکلیف ہوتی ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو ان کی قوم کی طرف سے جو تکلیف پہنچتی تھی اس تکلیف اور اذیت کے پیش نظر تسلی دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا: تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ اللہ کی قسم! ہم نے آپ سے پہلے گزری ہوئی قوموں کی طرف بھی رسول بھیجے ہیں۔ ان قوموں نے بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا اور ان کے پیغام کا انکار کیا۔ پیغمبر! آپ افسردہ اور غمگین نہ ہوں اس بات پر کہ آپ کی قوم آپ کو جھٹلا رہی ہے۔ آپ سے پہلے گزرے ہوئے رسولوں کی زندگی آپ کے سامنے ہے۔ ان رسولوں نے اپنی قوموں کی ان بیجا حرکتوں پر صبر سے کام لیا۔ پیغمبر! آپ بھی صبر سے کام لیجئے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۴ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول ہو چکے ہیں اور آیت نمبر ۱۸۴ میں کہا گیا: فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ پھر بھی اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے گئے ہیں۔

یہاں دوسری حقیقت یہ بتلائی جا رہی ہے کہ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ شیطان نے ان کے اعمال کو خوب سنوار کر ان کے سامنے پیش کیا۔ شیطان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بُرے کاموں کو انسانوں کے سامنے اچھے بنا کر پیش کرتا ہے تاکہ انسان اس بُرے کام کی طرف لپکے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان حلال کے بجائے حرام کی طرف راغب ہوتا ہے، پاکیزہ کے بجائے ناپاک کی جانب مائل ہوتا ہے۔ یہ شیطان کے کرتوت ہیں کہ وہ انسانوں کو ان کے بُرے کام اچھے کر کے بتلاتا ہے۔ شیطان نے مشرکینِ مکہ کو شرک جیسی خبیث اور گندی چیز کو بھلی اور اچھی بتلایا اور ان کے اس عمل کو خوب سنوار کر پیش کیا۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۴۳ میں بھی شیطان کی اس بُری تدبیر کو بتلایا گیا ہے کہ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر دیا۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴۸ میں بھی یہ بات یوں بیان کی گئی: وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ جبکہ ان کے اعمال کو شیطان انہیں زینت دار دکھار ہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا، میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں۔ جنگِ بدر کے موقع پر کفارِ مکہ کو شیطان حوصلہ دے رہا تھا اور ان کے بُرے اعمال کو بنا سنوار کر پیش کر رہا تھا۔ شیطان نے تو یہ بات قسم کھا کر اللہ تعالیٰ سے کہی تھی جبکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مردود قرار دیا گیا تھا اس شیطان نے کہا تھا کہ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ۔ (الحجر: ۳۹) میں بھی زمین میں ان کے لئے گناہوں کو مزین کروں گا۔ اس شیطان کے بارے میں یہ بات بھی کہی گئی کہ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ آج یہ شیطان ان کا رفیق بنا ہوا ہے۔ یعنی دنیا میں شیطان ان کافروں کا سرپرست اور مددگار بنا ہوا ہے۔ اسی شیطان کی سرپرستی اور دوستی کا نتیجہ ہوگا کہ ان کافروں کو آخرت میں دردناک عذاب دیا جائے گا۔ بعض مفسرین نے فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ سے مراد یہ لیا ہے کہ یہ شیطان قیامت کے دن دوزخ میں ان کافروں اور مشرکوں کا دوست رہے گا۔ شیطان کتنا بُرا دوست ہے جو ان کافروں اور مشرکوں کو دوزخ اور عذاب سے نجات نہ دے سکا؟

اس کے بعد قرآنِ مجید کے نازل کئے جانے کا مقصد بیان کیا جارہا ہے کہ پیغمبر! ہم نے قرآنِ مجید آپ پر اسی لئے نازل کیا ہے تاکہ آپ ان لوگوں کے سامنے واضح طور پر حق بات کو بتلا دیں جن چیزوں میں یہ آپس میں اختلاف کررہے ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ کی تشریف آوری سے قبل لوگوں میں اختلاف تھا کہ مرنے کے بعد لوگ زندہ ہوں گے یا نہیں؟ کونسی چیز حلال ہے اور کونسی چیز حرام ہے؟ رسولِ رحمت ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کردیا اور ہر بات کو واضح طور پر کھول کھول کر بتلا دیا۔

﴿درس نمبر:۱۱۰۱﴾ **گوبر اور خون کے بیچ صاف ستھرا دودھ** ﴿النحل:۶۵۔تا۔۶۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۟﴿۶۵﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاللّٰهُ اَنْزَلَ اور اللہ نے نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً آسمان سے پانی فَاَحْيَا پھر اس نے زندہ کیا بِهِ الْاَرْضَ اس کے ساتھ زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کی موت کے بعد اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں البتہ نشانی ہے لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يَّسْمَعُوْنَ جو (غور سے) سنتے ہیں ﴿۶۵﴾ وَاِنَّ اور بے شک لَكُمْ تمہارے لیے فِي الْاَنْعَامِ چوپایوں میں لَعِبْرَةً البتہ غور کا سامان ہے نُسْقِيْكُمْ ہم تمہیں پلاتے ہیں مِّمَّا اس میں سے جو فِيْ بُطُوْنِهٖ ان کے پیٹوں میں ہے مِنْۢ بَيْنِ (یعنی) درمیان میں ہے فَرْثٍ وَّدَمٍ گوبر کے اور خون کے لَّبَنًا خَالِصًا خالص دودھ سَآئِغًا حلق سے آسانی سے گزر جانے والا ہے لِّلشّٰرِبِيْنَ پینے والوں کے لیے ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ اور کچھ پھلوں میں سے النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ کھجوروں اور انگوروں کے (وہ ہیں کہ) تَتَّخِذُوْنَ تم بناتے ہو مِنْهُ سَكَرًا اس سے نشہ (آور شراب) وَّرِزْقًا حَسَنًا اور اچھا رزق اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بلاشبہ اس میں لَاٰيَةً البتہ نشانی ہے لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يَّعْقِلُوْنَ جو عقل رکھتے ہیں ﴿۶۷﴾

ترجمہ: اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا بیشک اس میں سننے والوں کیلئے نشانی ہے O اور تمہارے لئے چارپایوں میں بھی (مقامِ) عبرت (وغور) ہے کہ اُن کے پیٹوں میں جو گوبر اور لہو ہے اُس سے ہم تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کیلئے خوشگوار ہے O اور کھجور اور انگور کے میووں سے بھی (تم پینے کی چیزیں تیار کرتے ہو) کہ ان سے شراب بناتے ہو اور عمدہ رزق (کھاتے ہو) جو لوگ سمجھ رکھتے ہیں ان کیلئے ان (چیزوں) میں (قدرتِ الٰہی کی) نشانی ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اللہ نے آسمان سے پانی برسایا
۲۔زمین کے مردہ ہوجانے کے بعد اس میں جان ڈال دی
۳۔یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو بات سنتے ہیں
۴۔بیشک تمہارے لئے مویشیوں میں بھی سوچنے سمجھنے کا بڑا سامان ہے
۵۔ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے اس کے بیچ میں سے ہم تمہیں ایسا صاف ستھرا دودھ پینے کو دیتے ہیں جو دودھ کہ پینے والوں کے لئے خوشگوار ہوتا ہے
۶۔کھجور کے پھلوں اور انگوروں سے بھی ہم تمہیں ایک مشروب عطا کرتے ہیں
۷۔جس سے تم شراب بھی بناتے ہو اور پاکیزہ رزق بھی
۸۔بیشک اس میں بھی ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو عقل سے کام لیتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک اہم نعمت پانی ہے جس کے بغیر نہ انسان زندہ رہ سکتا ہے اور نہ ہی دیگر جاندار۔جس زمین کو اللہ تعالیٰ نے پھیلا دیا ہے وہ زمین جب مردہ ہوجاتی ہے اور اس میں کسی بھی چیز کے پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر رحم آجاتا ہے اور وہ آسمان سے پانی برساتا ہے جس سے مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے، پھر اس زمین سے وہ ساری چیزیں اگتی ہیں جن سے انسان کو زندگی ملتی ہے۔پھل پھلاریاں، اناج اور غلہ، ترکاریاں اور دوسری وہ ساری چیزیں جن سے انسان کو صحت، قوت اور لذت ملتی ہے اور انسان ان چیزوں کو پاکر اپنی زندگی خوشگوار بناتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کا ذکر اس آیت میں کیا ہے:وَاللّٰہُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا اس کے ذریعہ زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ فرمادیا۔انسان اگر قدرت کی ان نشانیوں پر غور کرے اور صبح وشام قدرت کے ان مناظر پر اپنی نظریں دوڑائے کہ کس طرح آسمان سے پانی برستا ہے اور طرح طرح کی کھیتیاں سرسبز وشاداب ہوجاتی ہیں، باغوں میں درخت لہلہانے لگتے ہیں، ہر طرف پھل اور پھول نظر آنے لگتے ہیں۔سمجھنے اور سننے والوں کے لئے ایک اللہ کے ہونے کا ثبوت مل جاتا ہے بشرطیکہ وہ عبرت کی نگاہ سے ان مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھے۔آسمان سے پانی برسانے والی اس نعمت کا ذکر قرآنِ مجید میں متعدد بار ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲۲ میں یوں ہے:وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی۔آیت نمبر۱۶۴ میں یوں ہے:وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا اور جو اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پس اس سے زندہ کیا زمین کو اس کے مرنے کے بعد۔سورۂ انعام کی آیت نمبر۹۹ میں یوں فرمایا:وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔

اللہ تعالیٰ یہاں اپنی قدرت کا ایک کرشمہ بیان کر رہے ہیں۔انسان اگر ان چوپایوں پر اپنی نظریں دوڑائے، یہ گائے بھینس، بکری اور اونٹ وغیرہ کہ یہ سارے چوپائے مختلف غذائیں کھاتے ہیں۔کبھی ہری گھانس تو کبھی سوکھی گھانس،کبھی دوسری چیزیں۔مگر جب یہ ساری چیزیں اندر جاتی ہیں اور ان چیزوں کے ان کے پیٹوں میں پس جانے کے بعد اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔خون رگوں میں چلا جاتا ہے، گوبر فضلہ کی شکل میں باہر نکل جاتا ہے،خون کا رنگ لال اور گوبر کا رنگ ہرا اور ان دونوں کے درمیان میں سفید دودھ نکلتا ہے جس میں طاقت وقوت بھی ہے اور صحت بھی۔اگر اللہ کا بندہ صرف گائے، بھینس، اونٹ اور بکری جیسے جانوروں کے اس نظام پر غور کرے اور یہ سوال خود اپنے آپ سے کرلے کہ وہ کون ہے جو خون کو لال رنگ دے کر جسم میں دوڑا رہا ہے؟ وہ کون ہے جو بے کار اور فضول چیز کو گوبر کی شکل میں پیچھے کے راستہ سے نکال رہا ہے اور وہ کون ہے جو خون اور گوبر کے درمیان دودھ جیسی سفید چیز کو ان کی تھنوں میں جمع کر رہا ہے؟ خون میں دودھ کا رنگ نہیں، گوبر میں خون کا رنگ نہیں اور دودھ میں نہ خون کا رنگ ہے اور نہ گوبر کی بدبو، تقسیم کا یہ پیارا نظام رب ذوالجلال کی قدرت کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہی بتلا رہے ہیں کہ **وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً** تمہارے لئے چوپایوں میں عبرت ہے ہم تمہیں اس چیز میں پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے۔گوبر اور خون کے درمیان سے ایسا دودھ جو خالص ہے پینے والوں کے حلق میں آسانی سے اترنے والا ہے۔

دودھ جیسی نعمت کے تذکرہ کے بعد غور وفکر کی دعوت دی جارہی ہے کہ قادرِ مطلق کی قدرت کو سمجھنا چاہو تو کھجور اور انگور کے پھلوں پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دیتے ہیں جن سے تم نشہ کی چیز بھی بناتے ہو اور کھانے کی پاکیزہ اور عمدہ چیزیں بھی بناتے ہو۔جو لوگ سمجھ رکھتے ہیں ان کے لئے ان ساری چیزوں میں قدرت کی نشانیاں موجود ہیں۔انگور اور کھجور کا ذکر قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں موجود ہے۔سورۂ رعد کی آیت نمبر ۴ میں یوں ہے: **وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ** اور زمین میں کئی طرح کے ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگور کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت بعض کی بہت سی شاخیں ہوتی ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں (باوجودیکہ) پانی سب کو ایک ہی ملتا ہے، اور ہم بعض میووں کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں۔اس میں سمجھنے والوں کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں۔سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۱ میں کھیتیوں، زیتون، کھجور اور انگور کا تذکرہ یوں ہے: **یُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ** جن میں تم اپنے چوپایوں کو چراتے ہو۔اُسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور (اور بے شمار درخت) اُگاتا ہے اور ہر طرح کے پھل (پیدا کرتا ہے) غور کرنے والوں کیلئے اس میں (قدرت الٰہی کی بڑی) نشانی ہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۰۲﴾ ﴿النحل:۶۸-۶۹﴾

شہد کی مکھی سے مختلف رنگوں والا مشروب

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝۶۸ ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۶۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاَوْحٰى اور الہام کیا رَبُّكَ آپ کے رب نے اِلَى النَّحْلِ شہد کی مکھی کو اَنِ اتَّخِذِىْ یہ کہ بنا تو مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا پہاڑوں میں گھر وَّمِنَ الشَّجَرِ اور درختوں میں وَمِمَّا اور ان میں جو يَعْرِشُوْنَ (بلند) چھتریاں بناتے ہیں لوگ ۝۶۸ ثُمَّ كُلِىْ پھر کھا تو (یعنی رس چوس) مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ہر قسم کے پھلوں سے فَاسْلُكِىْ پھر چل تو سُبُلَ رَبِّكِ اپنے رب کے راستوں پر ذُلُلًا آسان کیے ہوئے يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا نکلتی ہے ان کے پیٹوں سے شَرَابٌ پینے کی چیز (شہد) مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ اس کے رنگ مختلف ہیں فِيْهِ شِفَآءٌ اس میں شفا ہے لِّلنَّاسِ لوگوں کے لیے اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيَةً البتہ عظیم نشانی ہے لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يَّتَفَكَّرُوْنَ جو غور وفکر کرتے ہیں ۝۶۹

ترجمہ: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور (اونچی اونچی) چھتریوں میں جو لوگ بناتے ہیں گھر بناؤ O اور ہر قسم کے میوے کھا اور اپنے رب کے صاف رستوں پر چلی جا، اُس کے پیٹ سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں، اس میں لوگوں (کے کئی امراض) کی شفا ہے بیشک سوچنے والوں کیلئے اس میں بھی نشانی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی

۲۔ تو پہاڑوں میں اور درختوں میں اور لوگ جو چھتریاں اٹھاتے ہیں ان میں اپنے گھر بنا

۳۔ پھر ہر قسم کے پھلوں سے اپنی خوراک حاصل کر

۴۔ پھر ان راستوں پر چل جو تیرے رب نے تیرے لئے آسان بنا دیئے ہیں

۵۔ اس مکھی کے پیٹ سے وہ مختلف رنگوں والا مشروب نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے

۶۔ یقیناً ان سب باتوں میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو سوچتے سمجھتے ہیں

ان دو آیتوں میں قدرت کا ایک اور کرشمہ بتلایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جو سورت نازل فرمائی ہے جس کو سورۂ نحل کہا جاتا ہے۔ النحل کے معنی شہد کی مکھی کے ہیں۔ اس سورت کا نام اسی لئے النحل ہے کہ اس میں شہد کی مکھی کا

تذکرہ کیا گیا ہے۔غور کریں کہ شہد کی مکھی اپنا پیارا گھر تعمیر کرتی ہے اور وہ اپنا چھتہ بناتی ہے۔شہد کی مکھی کا یہ گھر صنعت کا عجیب وغریب شاہکار ہے۔آپ نے غور کیا ہوگا کہ شہد کی مکھی عموماً اپنا گھر ایسی جگہ نہیں بناتی جہاں انسان کا ہاتھ آسانی سے پہنچ جائے۔خوبصورت ڈیزائن اور حیرت انگیز انداز کی تعمیر پر انسان غور کرے کہ وہ اپنی ذہانت، محنت اور ہمت سے کس طرح اپنا گھر بناتی ہے؟ شہد کی مکھی اپنا گھر اونچے اونچے درختوں پر بناتی ہے اور بلند پہاڑوں پر بناتی ہے اور لوگ اپنی نباتات کیلئے جو مختلف قسم کی ٹٹیاں بناتے ہیں ان میں وہ اپنا گھر بناتی ہے تاکہ زمین کی کثافت اور گردوغبار سے اس کا بنایا ہوا نفیس قسم کا وہ شہد محفوظ رہے اور اونچائی پر وہ گھر اس لئے بھی بناتی ہے کہ اس گھر کو تازہ ہوا بھی میسر ہو اور اس کا گھر محفوظ بھی رہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں سارے انسانوں کی توجہ شہد کی مکھی کی جانب مبذول کرائی ہے کہ دیکھو! قدرت کے اس کرشمہ کو غور سے دیکھو، اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں اور درختوں میں اور لوگ جو چھتریاں اٹھاتے ہیں ان میں اپنے گھر بنائے۔پھر شہد کی مکھی کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی ڈال دی کہ وہ ہر قسم کے پھلوں سے اپنی خوراک حاصل کرے۔اگر یہی شہد کی مکھی پھلوں اور پھولوں سے خوراک حاصل کرنے کے بجائے کسی گندگی میں بیٹھ جاتی تو انسان کیا اس کا بنایا ہوا وہ شہد استعمال کرسکتا؟ نہیں ہرگز نہیں! یہ قدرت کا پیارا نظام ہے کہ وہ شہد کی مکھی کو صرف اور صرف پھلوں اور پھولوں کی طرف ہی مائل رکھتا ہے۔شہد کی مکھی ہزاروں میل کا سفر اپنے جھتے کے ساتھ طئے کرتی ہے اور حسن انتظام اور اتفاق واتحاد کے ساتھ اپنے رفقاء کو لے کر محنت کرتی ہے اور کس قدر عجیب وغریب گھر تعمیر کرتی ہے کہ شہد کے ان پٹھوں کو دیکھیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انجینئر نے اس کا ڈیزائن بنایا ہو۔قدرت کا یہ شاہکار دعوتِ غوروفکر دیتا ہے۔رب ذوالجلال کی قدرت کو جاننے اور سمجھنے کے لئے شہد کی مکھی کا بنایا ہوا گھر اور اس کا تیار کردہ شہد ہی کافی ہے۔

شہد کی مکھی کی لگاتار محنت کا نتیجہ سامنے آتا ہے اور اس کے پیٹ سے مختلف رنگتوں کا شہد تیار ہوا ہے۔یہ وہ شہد ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے شفاء رکھی ہے۔**فیه شفاء للناس** جس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے۔کس قدر احسان ہے شہد کی مکھی کا ہم انسانوں پر کہ وہ بڑی محنت اور سلیقہ سے شہد تیار کرتی ہے اور یہی شہد ہم انسانوں کی صحت اور قوت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔اکثر حکیم حضرات مختلف بیماریوں کے علاج کے لئے جو نسخے تیار کرتے ہیں ان میں سے اکثر نسخوں میں شہد شامل ہوتا ہے۔جب زمین وآسمان کے خالق ومالک نے اس شہد کو **شفاء للناس** یعنی لوگوں کے لئے شفاء قرار دیا ہو تو اس شہد کے شفاء ہونے میں کوئی شک ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔

چوپایوں سے نکلنے والا دودھ، کھجور اور انگور سے نکلنے والا مشروب اور شہد کی مکھی سے نکلنے والا شہد یہ وہ چیزیں ہیں جن پر اگر انسان اپنی عقل استعمال کرے اور غوروفکر کرے تو اس کیلئے رب ذوالجلال کی قدرت کو سمجھنا آسان ہوجائے گا۔

﴿درس نمبر:۱۱۰۳﴾ **جب انسان عمر کے ناکارہ حصے تک پہنچتا ہے** ﴿النحل:۷۰-۷۱﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ اور اللہ نے پیدا کیا تمہیں ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ پھر وہ تمہیں وفات دیتا ہے وَمِنْكُمْ اور بعض تم میں سے مَّنْ يُّرَدُّ وہ ہیں جو لوٹائے جاتے ہیں اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ ناکارہ عمر کی طرف لِكَيْ لَا يَعْلَمَ تاکہ نہ جانے وہ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا کچھ بھی جان لینے کے بعد اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے قَدِيْرٌ نہایت قدرت والا ہے ۝ وَاللّٰهُ فَضَّلَ اور اللہ نے فضیلت دی بَعْضَكُمْ تمہارے بعض کو عَلٰى بَعْضٍ بعض پر فِى الرِّزْقِ رزق میں فَمَا چنانچہ نہیں ہیں الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا وہ لوگ جو فضیلت دیئے گئے (رزق میں) بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ اپنا رزق لوٹانے والے عَلٰى مَا ان (غلاموں) پر کہ مَلَكَتْ (جن کے) مالک ہیں اَيْمَانُهُمْ ان کے دائیں ہاتھ فَهُمْ بالآخر وہ (ہوجائیں) فِيْهِ سَوَآءٌ اس (رزق) میں (ایک دوسرے کے) برابر اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ کیا پھر اللہ کی نعمت کا يَجْحَدُوْنَ وہ انکار کرتے ہیں؟ ۝

ترجمہ: اور اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے اور تم میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نہایت خراب عمر کو پہنچ جاتے ہیں اور (بہت کچھ) جاننے کے بعد ہر چیز سے بے علم ہو جاتے ہیں بیشک اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور) قدرت والا ہے ○ اور اللہ نے رزق (و دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تو جن لوگوں کو فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے مملوکوں کو تو دے ڈالنے والے نہیں اس طرح کہ سب اس میں برابر ہو جائیں تو کیا یہ لوگ نعمتِ الٰہی کے منکر ہیں؟

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ نے تمہیں پیدا کیا

۲۔ پھر وہ تمہاری روح قبض کرتا ہے

۳۔ تم میں سے کوئی ایسا ہوتا ہے جو عمر کے سب سے ناکارہ حصے تک پہنچا دیا جاتا ہے

۴۔ جس میں پہنچ کر وہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی کچھ نہیں جانتا

۵۔ بیشک اللہ بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے

۶۔ اللہ نے تم میں سے کچھ لوگوں کو رزق کے معاملہ میں دوسروں پر برتری دے رکھی ہے

۷۔اب جن لوگوں کو برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو اس طرح نہیں لوٹا دیتے کہ وہ سب برابر ہو جائیں
۸۔تو کیا یہ لوگ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے کرشمے اپنے بندوں کو بتلا رہے ہیں کہ اے بنی آدم! تم کچھ بھی نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہارا وجود بخشا یعنی تم کو ماں باپ کے ذریعہ پیدا کیا۔ پھر تمہاری عمروں کی مدتیں مقرر کر دیں کہ کوئی بچپن ہی میں موت کے منہ میں چلا جاتا ہے کوئی جوانی پر پہنچ کر اپنے رب سے ملاقات کرتا ہے اور کوئی بڑھاپے کی عمر کو پالیتا ہے اور کوئی کھوسٹ بوڑھا بن جاتا ہے اور اس کی حالت رہ جاتی ہے اور حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ تم میں سے بعض ایسے ہو جاتے ہیں جو نکمی عمر کی طرف لوٹا دیئے جاتے ہیں جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ بھی نہیں جانتے یعنی سمجھ اور حافظہ کی جو قوت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی جس سمجھ اور حافظہ کی قوت سے جوانی اور بڑھاپے میں خوب کام لیا اب وہ سمجھ اور حافظہ کی قوت چلی جاتی ہے۔ حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ جو چیزیں جانتا تھا اب انہیں نہیں جانتا اور ایک چیز کے بارے میں بار بار پوچھتا ہے۔ یہاں تک کہ بتانے والے زچ ہو جاتے ہیں، جیسا کہ ایسے مناظر لوگ بار بار اپنے خاندان کے بزرگ احباب میں دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ بچپن میں جس طرح بچہ کی حرکتیں ہوتی ہیں بعض اوقات لمبی عمر والے بوڑھے احباب سے وہ حرکتیں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو انسان کے ان حالات کا پورا علم بھی ہے اور اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق اور مختارِ کل بھی ہیں۔

سورۂ روم کی آیت نمبر ۵۴ میں بھی انسان کی پیدائش اور اس کی زندگی کے مدارج کا تذکرہ موجود ہے: اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو ابتداء میں کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا۔ سورۂ یٰس کی آیت نمبر ۶۸ میں فرمایا گیا: وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں تو اسے تخلیق میں اوندھا کر دیتے ہیں یعنی اسے بچپن کی کمزوری والی حالت کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ سورۃ التین کی آیت نمبر ۴ اور ۵ میں انسان کی پیدائش کے سلسلہ میں فرمایا گیا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ؗ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اس کی حالت کو بدل کر پست سے پست کر دیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بھی بتلا دی کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے۔ رزق سے مراد صرف کھانے پینے کی چیزیں نہیں ہے، جیسا کہ اکثر لوگوں کا خیال رزق بولتے ہی کھانے پینے کی چیزوں کی جانب چلا جاتا ہے۔ رزق سے مراد وہ ساری چیزیں ہیں جو بندوں کی ملکیت میں آتی ہیں، چاہے وہ مکان ہو، دوکان ہو، زراعت ہو، تجارت ہو، کارخانے ہوں یا کمپنیاں ہوں، سواریاں اور نوکر چاکر ہوں یا کھانے پینے کی وہ

ساری چیزیں ہوں۔اللہ تعالیٰ کا نظامِ تقسیم یہ ہے کہ وہ دنیا جہاں کے سارے انسانوں کو یکساں رزق نہیں دیتے، کسی کو زیادہ دیتے ہیں، کسی کو بہت زیادہ دیتے ہیں، کسی کو کم دیتے ہیں کسی کو بہت کم دیتے ہیں۔اس نظامِ تقسیم میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔اگر سارے ہی لوگ مالدار بن جائیں یا سارے ہی لوگ غربت ومفلسی کا شکار رہیں تو دنیا کا یہ پیارا نظام باقی نہ رہ پائے گا۔ظاہر ہے کہ اگر سارے لوگ مالدار بن جائیں تو محنت مزدوری کون کرے گا؟ بھلا بتلایئے کہ پھر کارخانے اور کمپنیاں کیسے چلیں گی؟ دنیا کا یہی نظام ہے کہ ایک شخص کام لیتا ہے اور پیسے دیتا ہے اور دوسرا کام کرتا ہے اور پیسے لیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو یوں بیان فرمایا: اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ (الرعد:۲۶) اللہ تعالیٰ جس کی روزی چاہتا ہے بڑھاتا ہے اور گھٹاتا ہے۔

تمہارے لئے بیویاں' بیٹے اور پوتے بنائے

درس نمبر:۱۱۰۴ — النحل:۷۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ بَنِیْنَ وَحَفَدَۃً وَّرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰہِ ھُمْ یَکْفُرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاللّٰہُ جَعَلَ اور اللہ نے بنائیں لَکُمْ تمہارے لیے مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا تم ہی میں سے بیویاں وَّجَعَلَ اور اُس نے بنائے لَکُمْ تمہارے لیے مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ بَنِیْنَ تمہاری بیویوں سے بیٹے وَحَفَدَۃً اور پوتے وَّرَزَقَکُمْ اور اسی نے تمہیں رزق دیا مِّنَ الطَّیِّبٰتِ پاکیزہ (نفیس) چیزوں سے اَفَبِالْبَاطِلِ کیا پھر بھی باطل پر یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لاتے ہیں؟ وَبِنِعْمَتِ اللّٰہِ اور اللہ کی نعمتوں کی ھُمْ یَکْفُرُوْنَ وہ ناشکری کرتے ہیں؟ ۝

ترجمہ: اور اللہ ہی نے تم میں سے تمہارے لئے عورتیں پیدا کیں اور عورتوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے، تمہیں پاکیزہ چیزیں دیں تو کیا یہ بے اصل چیزوں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں؟

تشریح: اس ایک آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیویاں بنائی ہیں

۲۔تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے ہیں

۳۔تمہیں اچھی اچھی چیزوں میں سے رزق فراہم کیا ہے

۴۔کیا پھر بھی یہ لوگ بے بنیاد باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں؟

ازواج اور اولاد اللہ تعالیٰ کی یہ دو بڑی نعمتیں ہیں، یعنی بیویاں اور بیٹے اور پوتے۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جن سے زندگی خوشگوار ہوتی ہے، دلوں کو سکون میسر آتا ہے اور وہ خاندانی پیارا نظام قائم ہوتا ہے جن سے آپسی محبتوں کی دیواریں قائم ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی کی جنس سے اس کے لئے بیویاں عطا فرمائی ہیں اور ان بیویوں سے

نسلِ انسانی بڑھتی جاتی ہے۔آدمی جس طرح اپنی بیویوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اسی طرح اپنے بیٹوں اور پوتروں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔گھروں میں بیٹوں اور پوتوں سے رونق بڑھتی ہے۔اگر ایک انسان کو اس کی جنس کے علاوہ دوسری جنس مثلاً جن وغیرہ میں سے بیویاں عطا کی جاتیں تو کس قدر تکلیف دہ بات ہوتی؟ ایسی صورت میں اختلاط، ایک دوسرے سے لذت حاصل کرنا اور ایک دوسرے سے نفع حاصل کرنا اور ایک دوسرے سے سکون اور خوشی حاصل کرنا دشوار ہو جاتا۔سورۂ نساء کی آیت نمبر (۱) میں بیویوں کی پیدائش کا ذکر کیا گیا: یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی جوڑے بنائے جانے کا ذکر کیا گیا: وَاللّٰهُ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَکُمْ اَزْوَاجًا لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا ہے پھر تمہیں جوڑے جوڑے مرد و عورت بنا دیا ہے۔سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی جوڑے بنائے جانے کا ذکر ہے: جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنا دیئے ہیں۔بیویوں کی پیدائش کو قدرت کی نشانی قرار دیا گیا: وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (الروم:۲۱) اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی ڈال دی۔

﴿درس نمبر:۱۱۰۵﴾ ﴿النحل:۷۳-۷۴﴾

اللہ کے لیے تم مثالیں نہ گھڑو

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِکُ لَھُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۞ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَعْبُدُوْنَ اور وہ عبادت کرتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا مَالَا يَمْلِکُ ان کی کہ وہ اختیار نہیں رکھتے لَھُمْ رِزْقًا ان کے لیے رزق کا مِّنَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں سے وَالْاَرْضِ اور زمین سے شَيْئًا کچھ بھی وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اور نہ وہ (اس کی) استطاعت ہی رکھتے ہیں ۞ فَلَا تَضْرِبُوْا لہٰذا تم بیان مت کرو لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اللہ کے لیے مثالیں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ يَعْلَمُ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں جانتے ۞

ترجمہ: اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو ان کو آسمانوں اور زمین میں روزی دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ (کسی اور طرح کا) مقدور رکھتے ہیں O تو (لوگو!) اللہ کے بارے میں (غلط) مثالیں نہ بناؤ (صحیح مثالوں کا طریقہ) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو آسمانوں اور زمین میں سے کسی طرح کا رزق دینے کا نہ کوئی اختیار رکھتی ہیں نہ رکھ سکتی ہیں۔

۲۔ لہٰذا تم اللہ کے لئے مثالیں نہ گھڑو

۳۔ بیشک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

اس آیت کو سمجھنے کیلئے بنیادی طور پر اس حقیقت سے باخبر ہونا ضروری ہے کہ جس رب ذوالجلال نے انسانوں اور دیگر مخلوقات کو پیدا کیا ہے وہی پروردگار تمام مخلوقات کو روزی بھی دے رہا ہے۔ ساری مخلوق کا حقیقی رازق یعنی رزق دینے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی کے پاس یہ طاقت ہے کہ وہ اتنی ساری مخلوقات کو اپنی قدرت و طاقت سے رزق دے سکے۔ انسان ہوسکتا ہے کہ یہ کہے کہ میں ملازمت کررہا ہوں، زراعت کررہا ہوں اور تجارت کررہا ہوں، روزی روٹی کے لئے شب و روز دوڑ دھوپ کررہا ہوں تو یہ روزی تو میری محنت سے مجھے مل رہی ہے۔ ظاہری اسباب کی روشنی میں تھوڑی دیر کیلئے یہ مان لیا جاسکتا ہے کہ انسان کی روزی اس کی محنت کی بنیاد پر مل رہی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سارے انسانوں کے لئے بارش کو آسمان سے اتار کر مردہ زمین کو زندہ فرما کر حقیقت میں روزی دینے والی ذات تو اللہ ہی ہے۔ انسانوں کے علاوہ جتنی بری اور بحری، چھوٹی بڑی مخلوقات ہیں ان کو آخر کون رزق دے رہا ہے؟ غور وفکر کے بعد اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ سمندر کی ان بڑی مچھلیوں کو جن کی روزانہ کی غذا ٹنوں کی مقدار میں ہے، جنگلوں کے بڑے جانوروں اور درندوں کی غذا جو سینکڑوں ٹن کی مقدار میں کھاتے ہیں آخر ان سب کو کون رزق دے رہا ہے؟ وہی اللہ جو حقیقی رازق و خالق ہے۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیات اس جانب اشارہ کرتی ہیں کہ دنیا جہاں کی ساری مخلوقات کو رزق دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں جو خیر الرازقین ہیں وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (المومنون:۷۲) سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ آلِ عمران کی آیت نمبر ۳۷ میں یوں ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ بیشک اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۸۸ میں کہا گیا: وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۳۱ میں فرمایا: قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آپ کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے؟

اس بنیادی حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد کہ حقیقی رازق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ آیئے ہم اس آیت پر غور کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے سلسلہ میں یہ بات بتلائی کہ یہ لوگ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں میں سے اور زمین میں سے انہیں رزق دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ ہی ان باطل معبودوں میں

یہ قدرت و طاقت ہے۔ باوجود یہ کہ یہ مشرکین ان باطل معبودوں کے سامنے سجدے کرتے ہیں، ان کی عبادت کرتے ہیں مگر ان بتوں میں یہ ہرگز طاقت نہیں ہے کہ وہ ان عبادت کرنے والوں کو ان کی خواہش اور مرضی کی کوئی چیز دیں ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ (الجن:۷۳) یہ باطل بتوں کی عبادت کرنے والے بھی کمزور اور لچر ہیں اور یہ بت جن کی یہ عبادت کررہے ہیں وہ بھی کمزور اور لچر ہیں۔ یہ کمزور بت نہ آسمان سے بارش برسانے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ کھیتیاں اور درخت اگانے کی صلاحیت رکھتے ہیں بلکہ ان کی کمزوری کا عالم یہ ہے کہ یہ دوسروں کو کیا فائدہ پہنچائیں گے اور دوسروں کو کیا نقصان سے بچائیں گے یہ خود نہ اپنے آپ کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کسی نقصان سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ تم اللہ کے لئے مثالیں مت گھڑو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے باتیں بنا کر اور قیاس کے گھوڑے دوڑا کر اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی مثالیں بیان مت کرو جن کو بنیاد بنا کر اپنے شرکیہ اعمال پر دلیل لے آؤ۔ بعض مفسرین نے فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان صفتوں کو دوسروں کے لئے تجویز مت کرو۔ یعنی اللہ کے مقام اور مرتبہ تک کسی دوسرے کو مت لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند و بالا ہے۔ اس کے مقام تک صبحِ قیامت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس حقیقت کا علم ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اے مشرکو! تم اپنی جہالت کی وجہ سے اللہ کے ساتھ شرک کررہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس شرک پر کس قدر عذاب ہوگا؟ مگر تم ان چیزوں سے ناواقف ہو۔

﴿درس نمبر:۱۱۰۶﴾ دو اہم ترین مثالیں ﴿النحل:۷۵-۷۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اللہ نے ایک مثال بیان کی عَبْدًا مَّمْلُوْكًا ایک غلام مملوک کی لَّا يَقْدِرُ وہ قدرت نہیں رکھتا عَلٰى شَيْءٍ کسی چیز پر وَّمَنْ اور (دوسرا) وہ شخص کہ رَّزَقْنٰهُ ہم نے اسے دیا مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا اپنی طرف سے اچھا رزق فَهُوَ يُنْفِقُ تو وہ خرچ کرتا ہے مِنْهُ ان میں سے سِرًّا وَّجَهْرًا پوشیدہ طور پر اور ظاہر (بھی) هَلْ يَسْتَوٗنَ کیا وہ دونوں برابر ہیں؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بلکہ

ان میں کے اکثر نہیں جانتے ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور اللہ نے بیان کی ایک (اور) مثال رَّجُلَيْنِ دو مردوں کی
اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ ان میں سے ایک گونگا ہے لَا يَقْدِرُ وہ قدرت نہیں رکھتا عَلٰى شَيْءٍ کسی چیز پر وَّهُوَ كَلٌّ جبکہ وہ
(نرا) بوجھ ہے عَلٰى مَوْلٰهُ اپنے مالک پر اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ جہاں کہیں وہ اسے بھیجتا ہے لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ وہ نہیں لاتا
کوئی بھلائی هَلْ يَسْتَوِيْ کیا برابر ہے هُوَ وَمَنْ وہ اور (دوسرا) وہ شخص جو يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ حکم دیتا
ہے وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور وہ راہِ راست پر (گامزن) ہے؟ ﴿۷۶﴾

ترجمہ: اللہ ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے جو (بالکل) دوسرے کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے ہاں سے (بہت سا) مال طیب عطا فرمایا ہے اور وہ اس میں سے (رات دن) پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا رہتا ہے تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟ (ہرگز نہیں) الحمدللہ لیکن ان میں سے اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے O اور اللہ ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ دو آدمی ہیں ایک ان میں سے گونگا (اور دوسرے کی ملک) ہے (بے اختیار و ناتواں) کہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور اپنے مالک کو دوبھر ہو رہا ہے وہ جہاں اُسے بھیجتا ہے (خیر سے کبھی) بھلائی نہیں لاتا کیا ایسا (گونگا بہرا) اور وہ شخص جو (سنتا بولتا اور) لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے دونوں برابر ہیں؟

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ ایک مثال دیتا ہے
۲۔ ایک طرف غلام ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے، اس کو کسی پر اختیار نہیں ہے
۳۔ دوسری طرف وہ شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے عمدہ رزق عطا کیا ہے
۴۔ وہ پوشیدہ طور پر بھی اور کھلے طور پر بھی خوب خرچ کرتا ہے
۵۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟
۶۔ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے
۷۔ اللہ ایک اور مثال دیتا ہے
۸۔ دو آدمی ہیں ان میں سے ایک گونگا ہے جو کوئی کام نہیں کر سکتا، وہ اپنے آقا پر بوجھ بنا ہوا ہے
۹۔ وہ اسے جہاں کہیں بھی بھیجتا ہے وہ کوئی کام ڈھنگ کا کر کے نہیں لاتا
۱۰۔ کیا ایسا شخص اس دوسرے شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو دوسروں کو بھی اعتدال کا حکم دیتا ہے اور خود بھی سیدھے راستے پر قائم ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں دو اہم ترین مثالیں دی ہیں اور مشرکوں کو ان مثالوں کے ذریعہ یہ حقیقت سمجھائی

گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بھی کامل ہیں اور صفات میں بھی کامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے برابر کوئی چیز نہیں ہوسکتی، نہ جان والی چیز اللہ تعالیٰ کے برابر ہوسکتی ہے اور نہ بے جان، نہ عقل رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے برابر ہوسکتے ہیں اور نہ بے عقل۔ جو شخص ٹھنڈے دل سے اور سنجیدگی سے ان مثالوں پر غور کرے گا وہ رب ذوالجلال کی وحدانیت کو آسانی سے سمجھ سکے گا۔ اس سے پہلے کہ ان مثالوں کی وضاحت ہو یہ بات جان لیں کہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت قبیلۂ قریش کے ایک آقا اور غلام کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے آقا کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام کو ناپسند کرتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھلائی اور صدقہ سے روکا کرتا تھا۔

شرک وکفر سے روکنے اور کافروں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں کافر اور مومن بندے کو مثال دے کر سمجھا رہے ہیں کہ دونوں میں سے کون صحیح ہے اور کون غلط؟ تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ایک طرف کافر ہے جو اللہ کی اطاعت والے کام نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی نیکی کے کام کرتا ہے اور نہ ہی وہ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے جیسا کہ ایک غلام ہوتا ہے جو کوئی چیز اپنے سے خرچ نہیں کرسکتا۔ دوسری طرف ایک مومن آدمی ہے جو اللہ پر ایمان لاتا ہے، ساتھ میں اطاعت والے کام بھی کرتا ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتا ہے جیسا کہ ایک آزاد آدمی ہوتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے جیسے چاہے خرچ کرسکتا ہے اور وہ کھلے عام بھی خرچ کرتا ہے اور چھپ چھپا کر بھی، تو کیا بتاؤ یہ دونوں آدمی برابر ہوسکتے ہیں؟ نہیں ہوسکتے، لہٰذا اس نعمت پر اللہ کی تعریف کرو کہ اس نے اتنی دلیلیں دے کر تمہیں سمجھایا۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے بھی واقف نہیں ہیں کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط؟ ان کو ان چیزوں کی پہچان ہی نہیں ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً عَبْدًا مَّمْلُوْكًا سے مراد کافر ہے جو نہ ہی اطاعت والے کام کرتا ہے اور نہ خیر خیرات کرتا ہے۔ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا سے مراد مومن ہے جو اللہ کی طاعت کرتا ہے اپنی جان سے متعلق احکام میں بھی اور مال سے متعلق احکام میں بھی۔ (تفسیر طبری۔ ج،۱۷۔ص،۲۶۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت دو آدمیوں کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ ان میں سے ایک عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرا ان کا غلام اسید بن ابی العاص جو کہ اسلام سے نفرت کرتا تھا مگر پھر بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس پر خرچ کرتے اور اس کی کفالت کرتے تھے اور دوسرے لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بھلائی اور نیکی کے کاموں سے روکتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدر المنثور۔ ج،۵۔ص،۱۶۵)

آگے اللہ تعالیٰ ایک اور مثال دے رہے ہیں تاکہ انہیں یہ بتلاسکیں کہ ان کے معبود باطل ہیں، مزید سمجھانے کے لئے مثال بیان کی جارہی ہے کہ مان لو کہ دو آدمی ہیں۔ ان میں سے ایک گونگا ہے جو نہ کچھ سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی کچھ سمجھا سکتا ہے اور اسی کے ساتھ وہ خود اپنے آپ کو نہ ہی نفع دے سکتا ہے اور نہ دوسروں کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ

ہی کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ایسے ہی وہ کسی پر بوجھ بنا ہوا ہے کہ جب اس کا مالک اسے کہیں بھیجتا ہے تو وہ کوئی کام بھی نہیں کرتا ہے، اس کام کو کئے بغیر ایسے ہی لوٹ آتا ہے۔ دوسرا آدمی وہ عقلمند ہے، سمجھدار ہے، اپنے آپ بھی وہ فائدہ اٹھاتا ہے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے اور اچھائی کا حکم کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے تو اب بتاؤ کہ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں! تو جب یہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے ہیں تو پھر یہ بے جان بت جو کسی کو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان، تو یہ اللہ کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ جو سب کا خالق و مالک ہے اور اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ وہ سب کو پالنے والا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو اپنی توحید میں انصاف سے کام لینے کا حکم دیتا ہے اور وہ اپنے بندوں کو سیدھے راستے کی جانب بلاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہاں بھی وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ سے مراد عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم۔ ج۔۷۔ص۲۲۹۳)

قدرت کی چند جھلکیاں

درس نمبر:۱۱۰۷ — النحل:۷۷۔۷۸۔۷۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَـيْـــًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـــِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کے لیے ہے غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ غیب آسمانوں اور زمین کا وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اور نہیں ہے معاملہ قیامت کا اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ مگر آنکھ جھپکنے کی طرح اَوْ هُوَ اَقْرَبُ یا (بلکہ) وہ اس سے بھی قریب تر ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر قَدِيْرٌ خوب قادر ہے ۝ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ اور اللہ نے تمہیں نکالا مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے لَا تَعْلَمُوْنَ شَـيْـــًٔا تم جانتے نہیں تھے کچھ بھی وَّجَعَلَ اور اُسی نے بنائے لَكُمُ تمہارے لیے السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـــِٕدَةَ کان اور آنکھیں اور دل لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکر کرو ۝ اَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا اِلَى الطَّيْرِ پرندوں کی طرف مُسَخَّرٰتٍ (کہ) تابع فرمان ہیں فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ فضائے آسمان میں مَا يُمْسِكُهُنَّ نہیں روکتا ان کو (فضا میں) اِلَّا اللّٰهُ مگر اللہ ہی اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ ان لوگوں کے لیے يُّؤْمِنُوْنَ جو ایمان لاتے ہیں ۝

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین کا علم اللہ ہی کو ہے اور (اللہ کے نزدیک) قیامت کا آنا یوں ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ (اس سے بھی) جلد تر، کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے O اور اللہ ہی نے تمہیں تمہاری ماؤں کے شکم سے پیدا

کیا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اس نے تمہیں کان اور آنکھیں اور دل بخشے تا کہ تم شکر کرو O کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی ہوا میں گھرے ہوئے (اُڑتے رہتے) ہیں اُن کو اللہ ہی تھامے رکھتا ہے، ایمان والوں کیلئے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔آسمانوں اور زمین کا علم اللہ ہی کو ہے

۲۔قیامت کا آنا یوں ہی ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلد تر ہے۔

۳۔بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

۴۔اللہ ہی نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے

۵۔اس نے تمہیں کان اور آنکھیں اور دل بخشے تا کہ تم شکر ادا کرو

۶۔کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی ہوا میں گھرے ہوئے ہیں، ان کو اللہ ہی تھامے رکھتا ہے۔

۷۔ایمان والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

علمِ غیب کے سلسلہ میں یہاں یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ آسمانوں اور زمین سے متعلق جتنی غیب کی باتیں ہیں وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔علمِ غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو غیب کا علم نہیں ہے۔ہاں! غیب کی بعض باتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتے ہیں بتلا دیتے ہیں۔یہ مضمون دوسری آیتوں میں بھی موجود ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۳ میں یوں ہے: **قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرشتوں سے کہی تھی کہ کیا میں نے تمہیں پہلے ہی یہ نہ کہا تھا کہ زمین وآسمان کا غیب میں ہی جانتا ہوں۔سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱۶ میں یوں ہے: **اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبُ** تمام غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔سورۃ الجن کی آیت نمبر ۲۶ میں یوں ہے: **عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا** وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔

قیامت کے سلسلہ میں یہ حقیقت یہاں بتلائی جارہی ہے کہ قیامت کا معاملہ بس ایسا ہی ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا یا اس سے بھی زیادہ قریب۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جب قیامت کے آنے کا وقت ہوگا جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے اس وقت قیامت اچانک آجائے گی اور اس قدر جلد یہ قیامت واقع ہوگی جیسے کوئی پلک جھپکتا ہے بلکہ پلک جھپکنے میں کچھ دیر لگ سکتی ہے اس سے بھی کم وقت میں قیامت آپہنچے گی۔سورۃ القمر کی آیت نمبر ۵۰ میں بھی یہ بات بتلائی گئی ہے: **وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ** اور ہمارا حکم صرف ایک دفعہ کا ایک کلمہ ہی ہوتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا۔غیب کے علم کے تذکرہ کے فوری بعد قیامت کا تذکرہ فرما کر اس جانب واضح اشارہ کردیا گیا کہ قیامت کا قائم

ہونا بھی غیب کے علم میں سے ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ یہ بات یہاں اس لئے کہی گئی کہ مکہ کے مشرکین زیادہ تر قیامت کے واقع ہونے کے بارے میں ہی بحث وتکرار کرتے تھے۔اس لئے بتلا دیا گیا کہ قیامت کا معاملہ ایسا اچانک ہوگا کہ پلک جھپکنے سے بھی کم وقت میں یہ واقع ہوگی۔اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہہ کر یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ ساری دنیا کے انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنا اور قیامت کا قائم کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل نہیں ہے،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قدرت وطاقت رکھتے ہیں۔

اس کے بعد رب ذوالجلال کی قدرت کی کچھ جھلکیاں پیش کی جا رہی ہیں جس کا سلسلہ آیت نمبر ۸۱ تک ہے۔ان دو آیتوں میں قدرتِ الٰہی کی تین جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔ باقی اگلے درس کی دو آیتوں میں بتلائی جائیں گی۔قدرت کی ایک جھلکی یہ ہے کہ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔انسان فطری طور پر اس حالت میں پیدا ہوتا ہے کہ دنیا بھر کی مختلف ومتعدد چیزوں کی حقیقتوں سے ناواقف ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ اس کو مختلف قسم کے علوم وفنون سے آشنا کرتے ہیں اور اس انسان کو ایسی عقل عطا فرماتے ہیں جس سے وہ چیزوں کی حقیقت کو پالیتا ہے اور دھیرے دھیرے بھلائی اور برائی میں فرق کرنے لگتا ہے اور نفع اور نقصان کا اس کو علم و احساس ہونے لگتا ہے اور علم ومعرفت کی وہ کنجیاں اللہ تعالیٰ اس انسان کو عطا فرماتے ہیں جن کنجیوں سے وہ مختلف قسم کے علوم حاصل کرتا ہے۔سمجھنے کی قوت کہ غور وفکر کے ذریعہ بہت کچھ پالیتا ہے۔ سننے کی قوت کہ استاذ سے سن کر علم حاصل کرتا ہے اور دیکھنے کی قوت کہ کتابوں کو دیکھ کر پڑھتا ہے اور علم حاصل کرتا ہے۔سورۃ الملک کی آیت نمبر۲۳ میں یوں بیان کیا گیا: قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ کہہ دو وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے،مگر تم کم ہی احسان مانتے ہو۔ یہ قدرت کی دوسری جھلکی ہے جس کو یہاں یوں بیان کیا گیا: وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ اس نے تمہارے لئے کان، آنکھ اور دل پیدا فرمائے۔قدرت کی تیسری جھلکی یہاں یہ بیان کی گئی کہ اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی فضا میں مسخر ہیں؟ اللہ کے سوا انہیں کوئی نہیں روکتا۔ عقل،شعور،احساس اور مختلف قسم کے علوم وفنون رکھنے والا انسان کسی سہارے کے بغیر آسمان میں اڑ نہیں سکتا۔ وہ کسی سواری پر سوار ہو کر فضاؤں میں اڑ سکتا ہے مگر تنہا کسی مشنری کے بغیر راست اڑ نہیں سکتا۔مگر ان پرندوں کو دیکھیں کہ چھوٹے بڑے یہ پرندے فضاؤں میں اڑتے نظر آتے ہیں۔ وہ گرے بغیر آسمانوں پر اڑ رہے ہیں۔ان کو صرف اللہ کا ارادہ فضاؤں پر روکے ہوئے ہے، ورنہ وہ کبھی کے گر جاتے۔ایمان والوں کے لیے اس میں قدرت کی نشانیاں ہیں۔

درس نمبر:۱۱۰۸ **اللہ نے تمہارے لئے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا** النحل:۸۰۔۸۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاللّٰهُ جَعَلَ اوراللہ نے بنائے لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ تمہارے گھر سَكَنًا جائے سکونت وَّجَعَلَ اوراُسی نے بنائے لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ چوپایوں کے چمڑوں سے بُيُوْتًا (ایک قسم کے) گھر (خیمے) تَسْتَخِفُّوْنَهَا (کہ) تم ان کو ہلکا سمجھتے ہو يَوْمَ ظَعْنِكُمْ اپنے کوچ کے دن وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ اوراپنی اقامت کے دن وَمِنْ اَصْوَافِهَا اور (بنایا) ان (بھیڑوں) کی اون سے وَاَوْبَارِهَا اوران (اونٹوں) کی پشم سے وَاَشْعَارِهَآ اوران (بکریوں) کے بالوں سے اَثَاثًا گھر کا سامان وَّمَتَاعًا اورکئی فائدے (کی چیزیں) اِلٰى حِيْنٍ ایک وقت تک ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ اوراللہ ہی نے بنائے لَكُمْ تمہارے لیے مِّمَّا ان چیزوں سے جو خَلَقَ ظِلٰلًا اس نے پیدا کیں سائے وَّجَعَلَ اوراُسی نے بنائیں لَكُمْ تمہارے لیے مِّنَ الْجِبَالِ پہاڑوں میں اَكْنَانًا چھپنے کی جگہیں (غاریں) وَّجَعَلَ اوراُسی نے بنائیں لَكُمْ سَرَابِيْلَ تمہارے لیے قمیصیں تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وہ تمہیں گرمی (اورسردی) سے بچاتی ہیں وَسَرَابِيْلَ اورقمیصیں (زرہیں) تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ وہ بچاتی ہیں تمہیں تمہاری لڑائی میں كَذٰلِكَ يُتِمُّ اسی طرح وہ (اللہ) پوری کرتا ہے نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ اپنی نعمت تم پر لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ تا کہ تم مطیع ہوجاؤ ۝

ترجمہ: اوراللہ ہی نے تمہارے لئے گھروں کو رہنے کی جگہ بنایا اوراسی نے چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لئے ڈیرے بنائے جن کو تم ہلکا دیکھ کر سفر اور حضر میں کام میں لاتے ہو اوران کی اُون اور ریشم اور بالوں سے تم اسباب اور برتنے کی چیزیں (بناتے ہو جو) مدت تک (کام دیتی ہیں) O اوراللہ ہی نے تمہارے (آرام کے) لئے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے سائے بنائے اور پہاڑوں میں غاریں بنائیں اور کرتے بنائے جو تم کو گرمی سے بچائیں اور (ایسے) کرتے (بھی) جو تم کو (اسلحۂ) جنگ (کے ضرر) سے محفوظ رکھیں اسی طرح اللہ اپنا احسان تم پر پورا کرتا ہے تا کہ تم فرمانبردار بنو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اللہ نے تمہارے لئے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا

۲۔تمہارے لئے مویشیوں کے کھالوں سے ایسے گھر بنائے جوتمہیں سفر پر روانہ ہوتے وقت اور کسی جگہ ٹھہرتے وقت ہلکے پھلکے محسوس ہوتے ہیں۔

۳۔ان مویشیوں کے اون، ان کی روئیں اور ان کے بالوں سے گھریلو سامان اور ایسی چیزیں پیدا کیں جو ایک مدت تک تمہیں فائدہ پہنچاتی ہیں۔

۴۔اللہ ہی نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں سے تمہارے لئے سائے پیدا کئے

۵۔پہاڑوں میں تمہارے لئے پناہ گاہیں بنائیں

۶۔تمہارے لئے ایسے لباس پیدا کئے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں

۷۔ایسے لباس جو تمہاری جنگ میں تمہیں محفوظ رکھتے ہیں۔

۸۔اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو تم پر مکمل کرتا ہے تا کہ تم فرمانبردار بنو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو احسانات کی بارش برسائی ہے اور اپنی قدرت سے جو نعمتیں عطا کی ہیں اس کی چند اور جھلکیاں پیش کی جارہی ہیں۔

(۱) اللہ ہی نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنا دیا۔اگر دنیا میں سب کچھ ہوتا مگر رہنے کے لئے گھر نہ ہوتے تو انسان کو سب کچھ مل جاتا مگر سکون نہ ملتا، اس کی زندگی جنگل کے درندوں کی طرح ہوجاتی اور انسان افراتفری کا شکار رہتا۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو گھروں کی یہ نعمت عطا کی کہ آدمی تجارت، زراعت، ملازمت اور صنعت وحرفت کی مشغولیات کے لئے صبح صبح اپنے گھر سے نکلتا ہے اور شام ہوتے ہوتے وہ تھک جاتا ہے، پھر اپنے گھر لوٹ کر آتا ہے۔اپنی بیوی اور بچوں کے درمیان سکون سے کھاتا پیتا ہے، رات کے سناٹے میں گھروں کی چہار دیواریوں میں آرام کرتا ہے اور گھروں کے کمروں میں محفوظ رات گزارتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے انسانوں کو یہ نعمتیں عطا فرمائیں۔یہ وہ گھر ہیں جنہیں انسان اپنی اپنی استطاعت کے بقدر کبھی مٹی سے کبھی اینٹ سے اور کبھی پتھر سے یہ گھر بنالیتا ہے۔انسانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ وہ اپنے آرام کیلئے اور اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیے اپنا مکان تعمیر کرلے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کی ضرورتوں کو چوپایوں اور جانوروں کی کھالوں سے پورا کیا۔اونٹوں کے بال، گائے، بیل، بھینس، بکروں اور مینڈھوں کے اون اور بالوں سے بہت سی چیزیں تیار کی جاتی ہیں جو انسانوں کے گھروں کی ضرورت ہوتی ہیں۔اگر اللہ تعالیٰ ان جانوروں کی کھالوں پر یہ بال، اون وغیرہ پیدا ہی نہ کرتے تو انسان کی یہ ضرورتیں ادھوری رہ جاتیں۔انسان ان جانوروں کے بالوں اور اون وغیرہ سے اپنے اوڑھنے بچھونے اور پہننے کی مختلف چیزیں بنالیتا ہے اور اپنے لئے خیمے تیار کرتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ اس نے اپنی قدرت سے ایسی مخلوقات پیدا کیں جن سے انسان سایہ حاصل کرتا ہے۔ سخت دھوپ اور سورج کی تپش سے بچنے کیلئے ان چیزوں کا سہارا لے کر اپنی تھکان دور کر لیتا ہے۔ مثلاً یہ پہاڑ، یہ بلند عمارتیں جن کے سایہ میں بیٹھ کر انسان سورج کی گرمی سے بچتا ہے۔ جنگلوں اور بیابانوں میں کروڑوں درخت ہیں جن کے سایہ میں بیٹھ کر انسان گرمی سے نجات پاتا ہے۔ کتنے غار ایسے ہیں جن غاروں میں بیٹھ کر آدمی اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے اور بلند پہاڑوں کو کاٹ کر انسان اس میں اپنے لئے گھر تیار کر لیتا ہے؟

(۴) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ اس نے انسانوں کے لئے کرتے بنائے، یعنی ایسی چیزیں بنائیں جن سے کرتے بنائے جا سکتے ہیں، جن کرتوں کو پہن کر آدمی گرمی اور سردی سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً روئی زمین سے اُگتی ہے جس سے کپڑے تیار ہوتے ہیں۔ ایسی لکڑیاں پیدا کیں جن سے تاگا تیار ہوتا ہے اور اس تاگے سے کپڑے تیار ہوتے ہیں۔ اسی طرح نائیلون ہے جس سے کپڑے تیار کئے جاتے ہیں۔

اے انسان! اس بات پر غور کر کہ تجھ کو یہ ساری نعمتیں اس لئے دی گئی ہیں تاکہ تو اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرے اور اس کی نافرمانی سے بچے۔

﴿درس نمبر:۱۱۰۹﴾ اللہ کی نعمتوں کو پہچاننے کے باوجود انکار کرتے ہیں ﴿النحل:۸۲-۸۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَاِنْ تَوَلَّوْا پھر اگر وہ منہ پھیریں (اسلام سے) فَاِنَّمَا عَلَيْکَ تو آپ کے ذمہ صرف الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ صریح طور پر پہنچا دینا ہے ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ وہ پہچانتے ہیں نِعْمَتَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت کو ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا پھر وہ اس کا انکار کرتے ہیں وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ اور ان کے اکثر کافر ہیں ﴿۸۳﴾

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ اعراض کریں تو (اے پیغمبر!) تمہارا کام فقط کھول کر سنا دینا ہے O یہ اللہ کی نعمتوں سے واقف ہیں مگر (واقف ہو کر) ان سے انکار کرتے ہیں اور یہ اکثر ناشکرے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر بھی اگر یہ کافر منہ موڑ رہے ہیں تو اے پیغمبر! تمہاری ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ واضح طریقہ پر پیغام پہنچا دو

۲۔ یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں پھر بھی ان کا انکار کرتے ہیں

۳۔ ان میں سے اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے مشرکین کے بارے میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ ان تمام نعمتوں کے دیئے جانے کے باوجود اگر یہ مشرکین منہ موڑتے ہیں اور اعراض کرتے ہیں تو پیغمبر! آپ کا اس میں کوئی نقصان اور

حرج نہیں ہے اور آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ آپ کا کام تو بس اللہ کے پیغام کو صاف طور پر واضح انداز میں پہنچا دینا ہے۔ آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ سچے عقائد ان کو بتلا دیں اور دین کے مقاصد سے انہیں آگاہ کر دیں اور شریعت کی حقیقت واضح کر دیں۔ اگر آپ نے اپنا یہ فریضہ ادا کر دیا تو آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کر لی ہے۔ اس کے باوجود اگر یہ بدبخت اور بدقسمت لوگ ایمان نہیں لاتے اور آپ کے پیغام سے منہ موڑتے ہیں تو آپ اس بات کی طاقت نہیں رکھتے کہ ان کے دلوں میں ایمان پیدا کر دیں۔ آپ پر تو بس صاف صاف اور واضح انداز میں پہنچا دینا ہے۔

اس کے بعد یہ حقیقت بتلائی جا رہی ہے کہ جو مشرکین حق بات کو واضح انداز میں سننے کے باوجود منہ موڑ رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ ان ساری نعمتوں کا دینے والا وہی اللہ ہے جو زمین اور آسمان کا خالق و مالک ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ اپنے افعال و اعمال سے اس بات کا انکار کرتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ کر باطل معبودوں کی عبادت کرتے ہیں۔ ان مشرکوں کا یہ غلط تصور اور عقیدہ ہے کہ یہ نعمتیں جو انہیں حاصل ہیں یہ ان بتوں کی سفارش سے حاصل ہوتی ہیں جن بتوں کی یہ عبادت کر رہے ہیں۔ ان مشرکین کو جب عقل اور شعور سے نوازا گیا ہے تو اس عقل و شعور کا تقاضا تھا کہ یہ حقیقی خالق و مالک اور حقیقی معبود و مسجود کو پہچانتے اور یہ یقین کرتے کہ جو کچھ نعمتیں انہی ملتی ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ملتی ہیں، مگر ان کا حال یہ ہے کہ یہ غیر اللہ کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان مشرکین میں سے اکثر کافر ہیں۔ یہ اللہ کا انکار کرنے والے اور سرکشی کرنے والے لوگ ہیں۔

یہاں یہ حقیقت اجاگر کر دی گئی ہے کہ نبی کی زندگی کا اصل مقصد تبلیغ ہے، یعنی حق کے اس پیغام کو پہنچا دینا ہے جس پیغام کے ساتھ اس نبی کو بھیجا گیا ہے۔ رہی بات ہدایت کی یہ تو اللہ تعالیٰ کے ارادے پر موقوف ہے۔ دوسری حقیقت یہ بتلائی گئی کہ یہ مشرکین رسولِ رحمت ﷺ کی نبوت کو جاننے پہچاننے کے باوجود آپ کو جھٹلاتے ہیں اور قول کے اعتبار سے اللہ کی نعمتوں کو اچھی طرح پہچانتے ہیں، مگر اپنے عمل سے ان نعمتوں کا انکار کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ان نعمتوں کا تقاضا یہ تھا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضامندی طلب کرتے، مگر انہوں نے ایسا کام نہیں کیا اور اللہ کی ناراضگی کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا لیا۔

﴿درس نمبر: ۱۱۱۰﴾ قیامت کے دن ہر امت میں سے ایک گواہ ﴿النحل: ۸۴۔۸۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ۨالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَوْمَ اور (یاد کرو) جس دن نَبْعَثُ ہم کھڑا کریں گے مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ہر امت میں سے شَهِيْدًا ایک گواہ ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ پھر اجازت نہ دی جائے گی لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا وَلَا هُمْ اور نہ ان سے يُسْتَعْتَبُوْنَ توبہ ہی کا مطالبہ کیا جائے گا ﴿۸۴﴾ وَاِذَا رَاَ اور جب دیکھیں گے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے ظَلَمُوا ظلم کیا الْعَذَابَ عذاب کو فَلَا يُخَفَّفُ عذاب کو نہ تو کم کیا جائے گا عَنْهُمْ ان سے وَلَا هُمْ اور نہ وہ يُنْظَرُوْنَ مہلت دیئے جائیں گے ﴿۸۵﴾ وَاِذَا رَاَ اور جب دیکھیں گے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے اَشْرَكُوْا شرک کیا شُرَكَآءَهُمْ اپنے (ٹھہرائے ہوئے) شریکوں کو قَالُوْا رَبَّنَا (تو) کہیں گے اے ہمارے رب! هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا یہی ہیں ہمارے وہ شریک الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا جنہیں ہم پکارتے تھے مِنْ دُوْنِكَ تیرے سوا فَاَلْقَوْا تو وہ پھینک ماریں گے اِلَيْهِمُ ان کی طرف الْقَوْلَ (یہ) بات (اور کہیں گے) اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ بلاشبہ تم یقیناً جھوٹے ہو ﴿۸۶﴾ الثلثة وَاَلْقَوْا اور وہ پیش کریں گے اِلَى اللّٰهِ اللہ کی بارگاہ میں يَوْمَئِذِ اِلسَّلَمَ اس دن فرمانبرداری (عاجزی) وَضَلَّ اور گم ہو جائے گا عَنْهُمْ ان سے مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ جو وہ افتراء باندھتے تھے ﴿۸۷﴾

ترجمہ: اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے گواہ (یعنی پیغمبر) کھڑا کریں گے نہ تو کفار کو (بولنے کی) اجازت ملے گی اور نہ اُن کے عذر قبول کئے جائیں گے O اور جب ظالم لوگ عذاب دیکھ لیں گے تو پھر نہ تو اُن کے عذاب ہی میں تخفیف کی جائے گی اور نہ اُن کو مہلت ہی دی جائے گی O اور جب مشرک اپنے (بنائے ہوئے) شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے اللہ! یہ وہی ہمارے شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے تو وہ (ان کے کلام کو مسترد کر دیں گے اور) اُن سے کہیں گے کہ تم تو جھوٹے ہو O اور اس دن اللہ کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے اور جو طوفان وہ باندھا کرتے تھے سب ان سے جاتا رہے گا۔

تشریح: ان چار آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس دن کو یاد رکھو جب ہم ہر ایک امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے

۲۔ پھر جن لوگوں نے کفر اپنایا تھا انہیں عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی

۳۔ ان سے یہ فرمائش بھی نہیں کی جائے گی کہ وہ توبہ کریں

۴۔ جب یہ ظالم عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو اس عذاب کو نہ ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی

۵۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تھا جب وہ اپنے گھڑے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! یہ ہیں وہ شریک جن کو ہم تجھے چھوڑ کر پکارتے تھے

۶۔ اس موقع پر وہ گھڑے ہوئے شریک ان پر بات پھینک ماریں گے کہ تم بالکل جھوٹے ہو

۷۔ وہ اس دن اللہ کے سامنے فرمانبرداری کے بول بولنے لگیں گے

۸۔جو بہتان وہ باندھا کرتے تھے اس کا انہیں کوئی سراغ نہیں ملے گا

قیامت کے دن مشرکوں کی کیا حالت ہوگی؟ اس آیت میں وہ حالت بیان کی جارہی ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ اے پیغمبر! اس دن کو یاد کیجئے جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ قائم کریں گے۔ مفسرین نے یہاں یہ بات بتلائی ہے کہ گواہ سے مراد اس قوم کے وہ پیغمبر ہیں جو اس قوم کی جانب بھیجے گئے تھے۔ یعنی قیامت کے دن ہر قوم کی گواہی ان کی طرف بھیجے گئے پیغمبر دیں گے۔ وہ پیغمبر اس بات کی گواہی دیں گے کہ جب ان کی قوم تک اللہ کا پیغام پہنچایا گیا تھا تو اس قوم نے انہیں کیا جواب دیا تھا؟ یا تو قوم ایمان لائی تھی یا کفر کیا تھا یا نافرمانی کی تھی۔ جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۱ میں کہا گیا: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا پس کیا حال ہوگا جس وقت کہ ہر امت میں سے ایک گواہ ہم لائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

اس کے بعد قیامت کے دن ان کافروں کی بے بسی بیان کی جارہی ہے کہ ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ پھر ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا اجازت نہیں دی جائے گی۔ یعنی قیامت کے دن کافروں کو عذر اور معذرت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ کافروں کو قیامت کے دن اپنا دفاع کرنے کی بھی اجازت نہیں دی جائے گی، اس لئے کہ ان کے پاس عذر و معذرت کرنے اور اپنا دفاع کرنے کیلئے کوئی دلیل اور حجت نہیں ہوگی۔ سورۂ مرسلٰت کی آیت نمبر ۳۶ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی: وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ اور انہیں اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ عذر و معذرت کرسکیں۔ سورۂ روم کی آیت نمبر ۵۷ میں بھی یہ بات کہی گئی: فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ پس اس دن ظالموں کو ان کا عذر بہانہ کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان سے توبہ اور عمل طلب کیا جائے گا، اس لئے کہ یہ کافر اور ظالم ایسے دن رب ذوالجلال کے سامنے کھڑے ہیں جس دن نیک عمل کرنے کے لئے دنیا میں لوٹائے جانے کی کوئی امید بھی باقی نہیں رہے گی۔ سورۃ التحریم کی آیت نمبر ۷ میں ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اے کافرو! آج تم عذر و بہانہ مت کرو تمہیں صرف تمہارے کرتوت کا بدلہ دیا جارہا ہے۔

ان ظالم کافروں کے بارے میں مزید یہ بات بھی کہی جارہی ہے کہ جن کافروں نے کفر اور شرک کو اختیار کرتے ہوئے دنیا میں ظلم کیا تھا جب یہ ظالم قیامت کے دن اس عذاب کو دیکھیں گے جس عذاب میں وہ پڑنے والے ہیں تو ان سے یہ عذاب نہ ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ دنیا میں تو مجرم کو مہلت دی جاتی ہے اور اس کی سزا میں کمی بھی کردی جاتی ہے مگر قیامت کے دن کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ عذاب میں تخفیف نہ کئے جانے کی یہ بات قرآنِ مجید کی دوسری آیتوں میں بھی کہی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۶ میں ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۫ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ یہ وہ لوگ ہیں

جنہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے خرید لیا ہے، ان کے نہ تو عذاب ہلکے ہوں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۸۸ میں یوں ہے: لَا یُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۳۶ میں کہا گیا: وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَهُمۡ نَارُ جَهَنَّمَ ج لَا یُقۡضٰی عَلَیۡهِمۡ فَیَمُوۡتُوۡا وَلَا یُخَفَّفُ عَنۡهُمۡ مِّنۡ عَذَابِهَا اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو ان کی قضاء ہی آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔

آج جو کافر اور مشرک ان باطل معبودوں یعنی بتوں کی پوجا کر رہے ہیں کل قیامت کے دن ان کافروں اور مشرکوں کا ان کے حق میں رویہ ہی بدل جائے گا اور یہ کافر اور مشرک اپنے پروردگار سے کہیں گے کہ اے پروردگار! یہ ہمارے شرکاء ہیں یعنی یہ وہ معبود ہیں جنہیں ہم نے آپ کی عبادت میں شریک کر لیا تھا۔ اس کے جواب میں یہ باطل معبود یعنی یہ بت وغیرہ ان کافروں اور مشرکوں کی جانب متوجہ ہو کر کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو اور یہ کہتے ہوئے یہ باطل معبود اُن کافروں اور مشرکوں سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کریں گے۔ یعنی ایسے ہو جائیں گے کہ گویا وہ ان کو پہچانتے ہی نہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان بتوں کو بولنے کی قوت عطا فرمائیں گے۔ بت کہیں گے کہ ہم نے تم کو ہماری عبادت کرنے کا حکم ہی نہیں دیا تھا۔ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۸۱ اور ۸۲ میں یہ مضمون یوں بیان کیا گیا: وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّیَکُوۡنُوۡا لَهُمۡ عِزًّا ۝ کَلَّا ط سَیَکۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ وَیَکُوۡنُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ ضِدًّا اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں تا کہ وہ ان کے لئے موجب عزت ہوں O ہرگز نہیں! وہ معبودانِ باطل ان کی پرستش سے انکار کریں گے اور ان کے دشمن ومخالف ہو جائیں گے۔

﴿درس نمبر:۱۱۱۱﴾ دوسروں کو اللہ کے راستہ سے روکنے کا انجام ﴿النحل:۸۸۔۸۹﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ زِدۡنٰهُمۡ عَذَابًا فَوۡقَ الۡعَذَابِ بِمَا کَانُوۡا یُفۡسِدُوۡنَ ۝۸۸ وَیَوۡمَ نَبۡعَثُ فِیۡ کُلِّ اُمَّةٍ شَهِیۡدًا عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَجِئۡنَا بِکَ شَهِیۡدًا عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ ط وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّهُدًی وَّرَحۡمَةً وَّبُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ ۝۸۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِیۡنَ وہ لوگ جنہوں نے کَفَرُوۡا کفر کیا وَصَدُّوۡا اور روکا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ سے زِدۡنٰهُمۡ انہیں ہم زیادہ دیں گے عَذَابًا فَوۡقَ الۡعَذَابِ عذاب پر عذاب بِمَا بوجہ اس کے جو کَانُوۡا یُفۡسِدُوۡنَ وہ فساد کرتے تھے ۝۸۸ وَیَوۡمَ اور (یاد کرو) جس دن نَبۡعَثُ ہم کھڑا کریں گے فِیۡ کُلِّ اُمَّةٍ ہر امت میں (سے) شَهِیۡدًا عَلَیۡهِمۡ ان پر ایک گواہ مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ انہی میں سے وَجِئۡنَا بِکَ شَهِیۡدًا اور ہم آپ کو گواہ لائیں گے عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ ان لوگوں پر وَنَزَّلۡنَا اور ہم نے نازل کی عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ آپ پر یہ کتاب (قرآن) تِبۡیَانًا کھول

کر بیان کرنے والی ہے لِّكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کو وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے لِلْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کے لیے ﴿۸۹﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکا ہم اُن کو عذاب پر عذاب دیں گے اس لئے کہ وہ شرارت کیا کرتے تھے O اور (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم ہر اُمت میں سے خود اُن پر گواہ کھڑے کریں گے اور (اے پیغمبر!) تمہیں ان لوگوں پر گواہ لائیں گے اور ہم نے تم پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا تھا اور دوسروں کو اللہ کے راستہ سے روکا تھا

۲۔ ان کے عذاب پر ہم مزید عذاب کا اضافہ کرتے رہیں گے

۳۔ کیونکہ وہ فساد مچایا کرتے تھے

۴۔ وہ دن بھی یاد رکھو جب ہر امت میں ایک گواہ انہی میں سے کھڑا کریں گے

۵۔ اے پیغمبر! ہم تمہیں ان لوگوں کے خلاف گواہی دینے کے لئے لائیں گے

۶۔ ہم نے تم پر یہ کتاب اتار دی ہے تاکہ وہ ہر بات کھول کھول کر بیان کر دے

۷۔ مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور خوشخبری کا سامان ہو

یہاں دو قسم کے جرم بیان کئے گئے اور ان پر ہونے والے دوہرے عذاب کا ذکر بھی کیا گیا۔ پہلا جرم ان کا کفر ہے اور دوسرا جرم ان کا دوسرے لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکنا ہے۔ ''خود تو ڈوبے صنم دوسروں کو بھی لے ڈوبیں گے'' کے مصداق جو لوگ خود بھی گمراہ ہو جاتے ہیں اور خدا کی زمین میں خدا ہی سے بغاوت کرتے ہیں اور دوسروں کو اس سیدھے راستہ سے روکتے ہیں جو سیدھا راستہ نجات اور کامیابی بخشتا ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے اس آیت میں یہ وعید بیان کی گئی ہے کہ انہیں دوگنا عذاب دیا جائے گا۔ ایک عذاب تو ان کے خود کفر کرنے کا اور دوسرا عذاب دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکنے کا۔ جن بد بخت لوگوں نے نبیوں کی مخالفت کی، اللہ کے ساتھ شرک کیا اور خود بھی کفر کیا اور دوسروں کے کفر کا بوجھ بھی اپنے کاندھوں پر اٹھا لیا تو اللہ تعالیٰ انہیں دوگنا عذاب دیں گے؛ اس لئے کہ یہ رب ذوالجلال کی زمین میں فساد اور بگاڑ پھیلا رہے ہیں۔ ان کو یہ عذاب اس لئے دیا جائے گا کہ انہوں نے خود بھی کفر کیا اور دوسروں کو بھی اللہ کے راستہ سے روک کر فساد پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ ایسے بد بخت لوگوں کو عذاب پر عذاب دیں گے۔ اس طرح یہ بد قسمت لوگ دو عذابوں کے مستحق ہو جائیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۲۶ میں یوں کہا گیا:

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ اور یہ لوگ اس سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح جنت میں مومنوں کے الگ الگ درجات اور منزلیں ہیں اور الگ الگ رتبے ہیں اسی طرح کافروں کے بھی عذاب کے اعتبار سے الگ الگ درجے ہوں گے۔ کسی کو صرف عذاب ہوگا اور کسی کو دوہرا عذاب ہوگا۔ اس کے کفر اور اس کے دوسروں کو اللہ کے راستہ سے روکنے اور فساد و بگاڑ کی نوعیت اور شدت کے اعتبار سے عذاب میں بھی فرق رہے گا۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳۸ بھی اس کی تائید کرتی ہے: قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ سب ہی کے لئے دوگنا عذاب ہے لیکن تم کو خبر نہیں۔

اس کے بعد یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ ہم ہر جماعت میں سے ایک گواہ قائم کریں گے جو انہی میں سے ہوگا اور ان پر گواہی دے گا۔ یعنی ہر امت کا نبی اس امت کے حق میں قیامت کے دن گواہ بن کر آئے گا اور خاتم النبیین رسولِ رحمت ﷺ کو بھی اپنی آخری امت کے حق میں گواہ بنایا جائے گا۔ رسولِ رحمت ﷺ اپنی امت کے حق میں بھی گواہی دیں گے اور دوسری امتوں کے حق میں بھی گواہی دیں گے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۳ میں بھی یہ مضمون اس طرح ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہو جائیں۔ اس آیت سے مزید اس بات کا بھی علم ہوا کہ آخری امت پچھلی امتوں کے حق میں گواہی دے گی، جیسا کہ سورۂ حج کی آیت نمبر ۷۸ میں ہے: لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ رسول تم پر گواہی دیں اور تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔

اس کے بعد قرآنِ مجید کے بارے میں یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے اور فرمانبرداروں کے لئے ہدایت ہے اور رحمت ہے اور خوشخبری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قرآنِ مجید کی چار صفتیں بیان کی ہیں:

پہلی صفت یہ کہ یہ قرآنِ مجید ہر چیز کو صاف صاف اور واضح انداز میں بیان کرنے والی کتاب ہے۔ قرآنِ مجید کو ترجمہ کے ساتھ اور اس کی تشریح کے ساتھ پڑھنے والے خوش نصیب حضرات اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ قرآنِ مجید میں مختلف امور سے متعلق احکامات بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں ہر طرح کے مسائل اور مختلف قسم کے حدود بیان کئے گئے ہیں۔ وہ اصول بیان کئے گئے ہیں جن کے ذریعہ انسان اپنی زندگی کا طریقہ متعین کرسکتا ہے اور یہ سارے احکام، اصول اور حدود صاف صاف اور صراحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۸ میں کہا گیا: هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ عام لوگوں کے لئے یہ قرآن بیان ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ قرآنِ مجید کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی کہ یہ قرآن ہدایت ہے۔ قرآنِ مجید انسانوں کی رہبری اور رہنمائی کرتا ہے اور انہیں ہدایت کا راستہ بتلاتا ہے۔ تیسری صفت قرآنِ مجید کی یہ

بیان کی گئی کہ یہ قرآن رحمت ہے۔سورۂ لقمان کی آیت نمبر۳ میں بھی قرآنِ مجید کو هُـدًى وَّرَحْـمَةً کہا گیا ہے۔ هُـدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ جو نیکو کاروں کے لئے رہبر اور رحمت ہے۔قرآنِ مجید کی چوتھی صفت بشریٰ ہے کہ یہ قرآن مسلمانوں کو خوشخبری سناتا ہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۱۲﴾

تین کام کیجئے اور تین کام چھوڑ دیجئے

﴿النحل:۹۰۔۹۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ عدل کا حکم دیتا ہے وَالْاِحْسَانِ اور احسان کا وَاِيْتَآءِ اور (امداد) دینے کا ذِى الْقُرْبٰى قرابت داروں کو وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ اور وہ روکتا ہے بے حیائی سے وَالْمُنْكَرِ اور بُرے کام سے وَالْبَغْيِ اور سرکشی سے يَعِظُكُمْ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تا کہ تم نصیحت حاصل کرو ۝ وَاَوْفُوْا اور تم پورا کرو بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ کا عہد اِذَا عَاهَدْتُّمْ جب تم (آپس میں) عہد و پیمان کرو وَلَا تَنْقُضُوا اور تم نہ توڑو الْاَيْمَانَ (اپنی) قسمیں بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا ان کو پختہ کر لینے کے بعد وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ حالانکہ تحقیق تم نے بنالیا ہے اللہ کو عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اپنے (عہد) پر ضامن اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ بے شک اللہ جانتا ہے مَا تَفْعَلُوْنَ جو کچھ تم کرتے ہو ۝

ترجمہ: اللہ تمہیں انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یاد رکھو O اور جب اللہ سے پختہ عہد کرو تو اُس کو پورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو اُن کو مت توڑو کہ تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس کو جانتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کا، احسان کا اور رشتہ داروں کو ان کے حقوق دینے کا حکم دیتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ بے حیائی، بدی اور ظلم سے روکتا ہے۔

۳۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم نصیحت قبول کرو

۴۔ جب تم نے کوئی معاہدہ کیا ہو تو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرو

۵۔ قسموں کو پختہ کرنے کے بعد انہیں نہ توڑو

۶۔جبکہ تم اپنے اوپر اللہ کو گواہ بنا چکے ہو

۷۔تم جو کچھ کرتے ہو یقیناً اللہ اسے جانتا ہے

ان دو آیتوں میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور تین کاموں سے روکا ہے۔جن تین کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ یہ ہیں: (۱) انصاف (۲) احسان (۳) رشتہ داروں کو ان کے حقوق دینا۔ جن تین کاموں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے وہ یہ ہیں: (۱) بے حیائی (۲) بدی (۳) ظلم۔ یہ ایک ایسی آیت ہے جس میں گویا سمندر کو کوزے میں سمو دیا گیا ہو۔اگر انسان یہ تین کام کرلے جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان تین کاموں سے بچ جائے جن کے کرنے سے روکا گیا ہے تو اس کی زندگی بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی سنور جائے گی۔

سب سے پہلا کام جس کے کرنے کا حکم دیا گیا وہ عدل و انصاف ہے۔قرآنِ مجید میں انصاف سے متعلق دوسری آیتیں بھی موجود ہیں۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۸ میں فرمایا گیا: وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو۔سورۂ حجرات کی آیت نمبر ۹ میں کہا گیا: فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

دوسرا کام جس کے کرنے کا حکم اس آیت میں دیا گیا ہے وہ ہے احسان۔لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنا یہ احسان ہے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۷۲ میں کہا گیا: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ جنھوں نے نیکی کی اور پرہیزگاری برتی ان کے لئے بہت زیادہ اجر ہے۔سورۂ قصص کی آیت نمبر ۷۷ میں ہے: وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا تو بھی اچھا سلوک کر۔

تیسرا کام جس کے کرنے کا حکم اس آیت میں دیا گیا وہ ہے رشتہ داروں کا حق ادا کرنا۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۲۶ میں کہا گیا: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ رشتہ داروں کو ان کا حق دو۔ایک آدمی کسی عام آدمی کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے اس کو بھی اجر ہے، لیکن اگر وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے تو اس پر دوگنا اجر ملے گا۔ایک تو حسنِ سلوک کا ثواب دوسرے رشتہ داری کو ملحوظ رکھنے کا ثواب۔جو لوگ دنیا جہاں کے لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور ان کے حقوق نہ ہونے پر بھی ان کے پورے پورے حق ادا کرتے ہیں اور اپنے ہی رشتہ داروں سے غافل رہتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ بُرا سلوک کرتے ہیں انہیں جان لینا چاہئے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے رشتہ ناطے توڑنے والوں کے سلسلہ میں یہ وعید بیان فرمائی کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ رشتے ناطے توڑنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

جن تین چیزوں سے روکا گیا ہے ان میں پہلی چیز ہے فَحْشَآءِ یعنی ایسا کام جو بے حیائی کا ہو اور ایسی بات جو بے حیائی کی ہو۔اللہ تعالیٰ کو نہ فحش بات پسند ہے اور نہ فحش کام پسند ہے، جس میں زنا بھی شامل ہے اور ایسے کام بھی داخل

ہیں جو زنا تک آدمی کو پہنچا دیتے ہیں۔ شیطان انسان کو فحش کاری کی ہی دعوت دیتا ہے جس کا ثبوت اس آیت سے ملتا ہے: اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ (البقرہ:۲۶۸) شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۵۱ میں فواحش کے قریب جانے سے بھی روکا گیا ہے: وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر۳۷ میں یوں ہے: وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اور کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں۔

دوسری چیز جس سے اس آیت میں روکا گیا ہے وہ ہے مُنْكَرِ یعنی وہ کام جس سے شریعت نے روکا ہو اور عقلِ سلیم جس کو بُرا سمجھتی ہو، جیسے کفر، قتل، ظلم، حقوق کا پامال کرنا وغیرہ۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر۷۹ میں مُنْكَرُ کا ذکر یوں ہے: كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ آپس میں ایک دوسرے کو بُرے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہیں تھے۔ سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر۴۵ میں یوں ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

تیسری چیز جس سے اس آیت میں روکا گیا وہ اَلْبَغْیِ ہے۔ بغی کا معنی ہے لوگوں پر ظلم کرنا۔ لوگوں کے سامنے غرور و گھمنڈ کرنا اور حد سے تجاوز کرنا ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر۳۳ میں یوں ہے: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ آپ فرما دیجئے کہ البتہ میرے رب نے حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو۔ تین کاموں کے کرنے اور تین کاموں سے باز آنے کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ذریعہ مہر لگا دی کہ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ نصیحت کرنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اس نصیحت کو قبول کر لیا جائے۔ عمل کی ترغیب کیلئے یہ ایک پیارا اور نفیس جملہ ہے۔

اس کے بعد اور ایک کام کے کرنے کا اور ایک کام کے نہ کرنے کا حکم مزید دیا گیا کہ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم عہد کر لو۔ ساتھ ہی اس بات کی تاکید کی گئی کہ اپنی قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد ان کو مت توڑو۔ بندہ کی قیمت اسی میں ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے کئے گئے عہد کو پورا کرے اور اپنی قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد ان قسموں کو نہ توڑے۔ قرآنِ مجید میں عہد کو پورا کرنے کا حکم متعدد مقامات پر ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۴۰ میں یوں ہے: وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر۷۶ میں کہا گیا: بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ کیوں نہیں مواخذہ ہوگا؟ البتہ جو شخص اپنا قرار پورا کرے اور پرہیزگاری کرے تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے

پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۱) میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا گیا: یَـا أَيُّهَـا الَّذِيْنَ آمَنُواْ أَوْفُواْ بِالْعُقُودِ اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔ سورۂ فتح کی آیت نمبر ۱۰ میں یوں کہا گیا: وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ بہت بڑا اجر دے گا۔

اس کے بعد ان قسموں کو توڑنے سے روکا گیا ہے جن کو مضبوط کرلیا گیا ہو۔ یعنی جس عہد و پیمان میں قسم بھی کھالی گئی اور اللہ کا نام درمیان میں لالیا گیا تو اب تو اس عہد و پیمان کا پورا کرنا اور قسم کا پورا کرنا اور زیادہ لازم ہوجائے گا۔ اللہ کا نام لے کر قسم کھالینا گویا اللہ کو گواہ بنالینا ہے اور یہ کوئی مذاق نہیں ہے کہ ایسی قسموں کو بڑی آسانی سے توڑ دیا جائے۔ ایسی قسموں کو توڑنے کے بجائے ان قسموں کو پورا کرنا چاہیئے۔

درس نمبر: ۱۱۱۳ — النحل: ۹۲۔۹۳

تم اس عورت کی طرح مت بن جاؤ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَكُوْنُوْا اور نہ ہو تم كَالَّتِيْ اس عورت کے مانند نَقَضَتْ جس نے توڑ ڈالا غَزْلَهَا اپنا کاتا ہوا سوت مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ مضبوطی (سے کاتنے) کے بعد اَنْكَاثًا ٹکڑے ٹکڑے کرکے تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ (کہ) بناؤ تم اپنی قسموں کو دَخَلًا بَيْنَكُمْ آپس میں دھوکہ دینے کا ذریعہ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ اس لیے کہ ایک جماعت ہو هِيَ اَرْبٰى وہ بڑھی ہوئی ہو (مال وافر میں) مِنْ اُمَّةٍ دوسری جماعت سے اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ یقیناً اللہ تمہیں آزماتا ہے بِهٖ اس (عہد و پیمان) کے ساتھ وَلَيُبَيِّنَنَّ اور البتہ وہ ضرور بیان کرے گا لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تمہارے لیے قیامت کے دن مَا كُنْتُمْ وہ چیز کہ تھے تم فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اس میں اختلاف کیا کرتے ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ چاہتا لَجَعَلَكُمْ تو بنادیتا تمہیں اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی امت وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ اور لیکن وہ گمراہ کرتا ہے مَنْ يَّشَآءُ جسے چاہتا ہے وَيَهْدِيْ اور وہ ہدایت دیتا ہے مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَلَتُسْئَلُنَّ اور البتہ تم ضرور سوال کیے جاؤ گے عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ان کی بابت جو تم عمل کرتے تھے ﴿۹۳﴾

ترجمہ: اور اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے محنت سے سوت کاتا پھر اُس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ بنالو گے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ غالب رہے، بات یہ ہے کہ اللہ تمہیں اس سے آزماتا ہے اور جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کو اُس کی حقیقت تم پر ظاہر کردے گا O اور

اگر اللہ چاہتا تو تم (سب) کو ایک ہی جماعت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جو عمل تم کرتے ہو (اس دن) اُن کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جس عورت نے اپنے سوت کو مضبوطی سے کاتنے کے بعد اسے ادھیڑ کر تار تار کر دیا تھا

۲۔ تم اس جیسے نہ بن جانا کہ تم بھی اپنی قسموں کو توڑ کر آپس کے فساد کا ذریعہ بنانے لگو۔

۳۔ صرف اس لئے کہ کچھ لوگ دوسروں سے زیادہ فائدہ حاصل کر لیں

۴۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ تمہاری آزمائش کر رہا ہے

۵۔ قیامت کے دن وہ تمہیں ضرور کھول کر بتا دے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے

۶۔ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا

۷۔ لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اس کی ضد کی وجہ سے گمراہی میں ڈال دیتا ہے

۸۔ جس کو چاہے ہدایت تک پہنچا دیتا ہے

۹۔ تم جو عمل بھی کرتے تھے اسکے بارے میں تم سے ضرور باز پرس ہوگی

روایتوں میں آتا ہے کہ مکۂ مکرمہ میں ایک دیوانی عورت تھی جس کا نام خرقاء تھا۔ وہ بڑی محنت سے دن بھر سوت کاتتی تھی اور شام ہوتے ہوتے اس سوت کو ادھیڑ ڈالتی تھی، اس طرح اپنی ہی محنت پر پانی پھیر دیتی تھی۔ اس عورت کا یہ عمل مکۂ مکرمہ میں ایک مثال بن گیا اور جب بھی کوئی اپنے اچھے خاصے کام کو خود ہی بگاڑ دیتا تو لوگ اس شخص کو اس عورت سے تشبیہ دیتے تھے۔ اس عورت کی مثال دے کر اللہ تعالیٰ اس آیت میں ان لوگوں سے ارشاد فرما رہے ہیں جو اپنے مضبوط عہد کو بڑی آسانی سے توڑ دیتے ہیں کہ تم اس عورت کے جیسے مت بن جاؤ جس عورت نے اپنے سوت کو مضبوطی سے کاتنے کے بعد اسے ادھیڑ کر تار تار کر دیا۔ اس طرح تم بھی اپنے قسموں کو توڑ توڑ کر آپس کے فساد کا ذریعہ بن جاؤ، صرف اس لئے کہ اس کے ذریعہ دوسروں سے زیادہ فائدہ حاصل کر لیں۔

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ حکم صرف قسم کی حد تک کے لئے نہیں ہے بلکہ اس میں دوسرے امور بھی داخل ہیں۔ مثلاً یہ کہ نماز شروع کر کے کوئی توڑ دے، روزہ رکھ کر کوئی توڑ دے، حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر فاسد کر دے، جہاد میں جا کر پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے وغیرہ۔ اس قسم کے کام کرنا بھی اس عورت کے مانند ہے جس کی مثال دی گئی ہے۔

اہلِ عرب کا یہ طریقہ تھا کہ قبیلوں میں آپس میں دشمنیاں چلتی رہتی تھیں۔ قبیلے کے لوگ اپنے بچاؤ اور اپنی حفاظت کے لئے ایک قبیلہ دوسرے کسی قبیلہ سے معاہدہ کر لیتا تھا کہ جب کوئی قبیلہ ہم میں سے کسی پر حملہ کرے گا تو دونوں قبیلے مل کر دفاع کریں گے اور حملہ کرنے والے قبیلے سے دونوں مل کر جنگ کریں گے۔ لیکن معاہدہ ہونے کے

بعد جب یہ محسوس کرتے تھے کہ جس قبیلہ سے ہم نے معاہدہ کیا ہے وہ مال اور عدد کے اعتبار سے کمزور ہے تو اس قبیلہ سے معاہدہ توڑ کر دوسرے قبیلہ سے معاہدہ کر لیتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہاں یہ کہا گیا کہ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا ۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بناتے ہو اس وجہ سے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے بڑھی ہوئی ہو۔

اس کے بعد یہ بات بتلائی گئی کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عہد پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس میں تمہاری آزمائش ہے تاکہ یہ آزمائش ہو جائے کہ تم میں کون فرمانبردار ہے اور کون نافرمان ہے؟ تم سے اس قسم کی جو حرکتیں ہو رہی ہیں تمہیں یہ بات ذہن میں رکھ لینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں وہ باتیں ضرور کھول کر بتادے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ دنیا میں کوئی کفر کرتا ہے اور کافروں میں شمار ہو جاتا ہے، کوئی شرک کرتا ہے مشرکوں میں شمار ہو جاتا ہے، کوئی نفاق کرتا ہے اور منافقوں میں شمار ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ سارے لوگ اللہ کے قبضہ میں نہیں ہیں اور اللہ کے اختیار سے باہر ہو گئے ہیں، بات ایسی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت یعنی ایک ہی دین کا ماننے والا بنا دیتا، لیکن اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہی میں ڈال دیتا ہے۔ یہ بات سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۸ میں بھی بیان کی گئی ہے: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا، لیکن اس کی چاہت ہے کہ جو تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے۔ یہاں یہ بات بھی بتادی گئی کہ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور تم جو عمل بھی کرتے تھے اس کے بارے میں تم سے ضرور سوال کیا جائے گا۔ تم عہدوں کو توڑتے تھے اور قسموں کو توڑتے تھے تو اس بارے میں قیامت کے دن ضرور سوال ہوگا۔

اپنی قسموں کو فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ

درس نمبر: ۱۱۱۴ — النحل: ۹۴-۹۵-۹۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اور تم مت بناؤ اَيْمَانَكُمْ اپنی قسموں کو دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ آپس میں دھوکہ دینے کا ذریعہ فَتَزِلَّ قَدَمٌ کہ ڈگمگا جائے قدم (اسلام سے) بَعْدَ ثُبُوْتِهَا اس کے جمنے کے بعد وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ اور تم چکھو سزا (دنیا میں) بِمَا بوجہ اس کے کہ صَدَدْتُّمْ تم نے روکا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ سے وَلَكُمْ اور (ہوگا)

تمہارے لیے عَذَابٌ عَظِيمٌ بہت بڑا (آخرت میں) عذاب ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا اور تم نہ خریدو بِعَهْدِ اللّٰهِ اللہ کے
عہد کے بدلے میں ثَمَنًا قَلِيْلًا تھوڑی (دنیوی فائدہ) قیمت اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ یقیناً جو (اجر) اللہ کے ہاں ہے هُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ وہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ جو کچھ تمہارے
پاس ہے يَنْفَدُ وہ فنا ہو جائے گا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ اور جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے بَاقٍ وہ (ہمیشہ) باقی رہنے والا
ہے وَلَنَجْزِيَنَّ اور البتہ ہم ضرور بدلے (میں) دیں گے الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا اَجْرَهُمْ
بِاَحْسَنِ ان کا اجر و ثواب زیادہ اچھا ہے مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس سے جو وہ عمل کرتے تھے ﴿۹۶﴾

ترجمہ: اور اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ نہ بناؤ کہ (لوگوں کے) قدم جم چکنے کے بعد لڑکھڑا جائیں اور اس وجہ سے کہ تم نے لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکا، تم کو عقوبت کا مزہ چکھنا پڑے اور بڑا سخت عذاب ملے O اور اللہ سے جو تم نے عہد کیا ہے (اس کو مت بیچو اور) اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو (کیونکہ ایفائے عہد کا) جو (صلہ) اللہ کے ہاں مقرر ہے وہ اگر سمجھو تو تمہارے لئے بہتر ہے O جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے (کہ کبھی ختم نہیں ہوگا) اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم اُن کو اُن کے اعمال کا نہایت اچھا بدلا دیں گے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ نہ بناؤ

۲۔ جس کے نتیجہ میں کسی اور کا پاؤں جمنے کے بعد پھسل جائے

۳۔ پھر تمہیں اس کو اللہ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے بُری سزا چکھنی پڑے

۴۔ تمہیں ایسی صورت میں بڑا عذاب ہوگا

۵۔ اللہ کے عہد کو تھوڑی سی قیمت میں نہ بیچ ڈالو

۶۔ اگر تم حقیقت سمجھو تو جو اجر اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے

۷۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب ختم ہو جائے گا

۸۔ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے

۹۔ جن لوگوں نے صبر سے کام لیا ہوگا ہم انہیں ان کے بہترین کاموں کے مطابق ان کا اجر ضرور عطا کریں گے

بات قسموں کو توڑنے سے متعلق چل رہی ہے۔ یہاں قسموں کو توڑنے کا ایک اور نقصان بیان کیا جا رہا ہے کہ جب تم قسم توڑ دو گے تو عین ممکن ہے کہ تمہیں دیکھ کر کوئی اور شخص بھی اس گناہ پر آمادہ ہو جائے۔ پہلے تو اس کے پاؤں جمے ہوئے تھے، تمہیں دیکھ کر وہ بھی پھسل گیا تو چونکہ تم اس کے گناہ کا سبب بن گئے تو تمہیں دوہرا گناہ ہوگا، اس لئے کہ ایسی صورت میں تم اس کو اللہ کے راستے سے روکنے والے بن گئے۔ اگر کسی شخص نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کو توڑ

ڈالا تو یہ سراسر کفر ہے۔ ایمان کے بعد کوئی شخص کفر کے گڑھے میں جا پڑے اس سے زیادہ لغزش والا کون ہو سکتا ہے؟ اگر بندوں کے عہد کو توڑ ڈالا تو گویا اس نے ان کو دھوکہ دیا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ کفر کے حدود میں داخل نہیں ہوا۔

اللہ کے عہد کے بارے میں یہاں اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ اللہ کے عہد کو تھوڑی سی قیمت میں مت بیچو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو اور رسولِ رحمت ﷺ کی بیعت کو دنیا کے معمولی سے سامان کے بدلہ ادلا بدلی مت کرو، اس طرح کہ تم اس وعدہ کو اس دنیا کے سامان کے بدلہ توڑ ڈالو۔ مفسرین نے یہاں یہ بات لکھی ہیکہ مکہ کے قریش کمزور مسلمانوں سے دھوکہ کے سامان یعنی دنیا کی عیاشی اور عیش وعشرت کا وعدہ کیا کرتے تھے اور ان پر یہ شرط لگاتے تھے کہ اگر وہ لوگ دین اسلام سے پھر جائیں تو مکہ کے قریش ان مسلمانوں کو مالداری میں ان کے برابر کر دیں گے۔ اس پس منظر میں مسلمانوں سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ دنیا کے جو وعدے یہ قریش کر رہے ہیں یہ تو فنا ہو جانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو آخرت میں دے گا وہ باقی رہنے والا ہے۔ عام طور پر انسان کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ اس کے پاس جو دولت ہے وہ باقی رہنے والی اور محفوظ ہے اور جو اس کے ہاتھ سے نکل گیا وہ گویا ختم ہو گیا یا ضائع ہو گیا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے (دنیوی ساز وسامان، سونا چاندی، ہیرے جواہرات، روپے پیسے، ریال دینار و درہم، پونڈ وڈالر، سواریاں، بنگلے وغیرہ) وہ تو خرچ ہو جانے والا یا فنا ہو جانے یا ختم ہو جانے والا ہے، جو چیز ہمیشہ باقی رہنے والی ہے وہ اجر کی شکل میں وہ چیز ہے جو دنیا میں اللہ کی راہ میں خرچ کی جاتی ہے۔ انسان ایمان کی حالت میں جو بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا وہ اللہ کے ہاں خزانہ بن کر محفوظ رہے گا۔ اجر وثواب کے طور پر جو کچھ بھی آخرت میں دیا جائے گا وہ نہ زائل ہوگا اور نہ ہی فنا ہوگا بلکہ ہمیشہ ہمیش محفوظ رہے گا، اس لئے کہ جنت کی جو نعمتیں مومنوں کو دی جائیں گی ان نعمتوں کے بارے میں خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا کا جملہ ہے کہ وہ ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۲۱ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے: يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور رضامندی کی اور جنتوں کی ان کے لئے وہاں دائمی نعمت ہے۔

یہاں یہ بھی بتلا دیا گیا کہ جن لوگوں نے دنیا کی اس زندگی میں صبر اور برداشت سے کام لیا ہوگا ہم انہیں ان کے بہترین کاموں کے مطابق ان کا اجر ضرور عطا کریں گے۔ سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۱۰ میں بھی یہی مضمون اس طرح ہے: اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۱۵﴾ **ایمان اور اعمالِ صالحہ پاکیزہ زندگی کا باعث** ﴿النحل:۹۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا جس نے نیک عمل کیا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى کوئی مرد ہو یا عورت وَهُوَ مُؤۡمِنٌ جبکہ وہ مومن ہو فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ تو ہم ضرور زندگی بخشیں گے اس کو (دنیا میں) حَيٰوةً طَيِّبَةً پاکیزہ زندگی وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اور البتہ ہم ضرور بدلے (میں) دیں گے ان کو اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ ان کا اجر وثواب زیادہ اچھا مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ اس سے جو وہ عمل کرتے تھے ۝

ترجمہ: جو شخص نیک عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اُس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) اُن کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جس شخص نے بھی مومن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیا ہوگا

۲۔ چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے

۳۔ ایسے لوگوں کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ان کا اجر ضرور عطا کریں گے۔

قرآنِ مجید میں بیسیوں آیتیں ایسی ہیں جن آیتوں میں رب رحمان نے اپنے محبوب اور پسندیدہ مومن و مسلمان بندوں کو مختلف انداز میں خوشخبریاں دی ہیں اور ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا ذکر بھی ان آیات میں کیا گیا ہے۔

اس آیت میں یہ خصوصی بشارت دی گئی ہے کہ جو شخص بھی چاہے وہ مرد ہو یا عورت نیک عمل کرے گا بشرطیکہ اس کے دل میں ایمان بھی ہو تو اللہ تعالیٰ نے ایسے خوش نصیب شخص سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ یہ تو رہا دنیا کا معاملہ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر وثواب عطا فرمائیں گے۔ اس آیت سے نیک عمل کرنے والے مومنوں کو دو بشارتیں دی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ یعنی جو شخص بھی ایمان کی حالت میں اللہ کی کتاب کے مطابق اور رسولِ رحمت ﷺ کی سنت کے موافق زندگی بسر کرے گا اور وہ سارے فرائض ادا کرے گا جو اللہ تعالیٰ سے متعلق ہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ اور جو بندوں سے متعلق ہیں کہ سارے متعلقہ افراد کے ساتھ انصاف، احسان، ایثار، محبت، اخوت اور ہمدردی وغیرہ کے ساتھ پیش آئے گا اور ان کے وہ سارے حقوق ادا کرے گا جن کی نشاندہی شریعت نے کی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے راحت اور آرام کی مختلف شکلیں عطا فرمائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حَيٰوةً طَيِّبَةً سے مراد یہ کہ اس شخص کو حلال اور پاکیزہ رزق عطا فرمائیں گے، اس کو خوش بختی سے نوازیں گے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے پر اس کے سینہ کو کھول دیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے اسلام قبول کرلیا اور جس کو ضرورت کے بقدر رزق دیا گیا اور اس نے اللہ کی دی ہوئی چیز پر قناعت اختیار کرلی۔ ایمان کے ساتھ نیک عمل کرنے پر قرآنِ مجید کی بیسیوں آیتوں میں مختلف

دنیوی اوراخروی بشارتیں دی گئی ہیں۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲۵ میں کہا گیا:وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اورایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کوان جنتوں کی خوشخبریاں دوجن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر۱۹۵ میں مرد ہو یا عورت نیک عمل کرنے پر ان کے اعمال کوضائع نہ کئے جانے کا وعدہ یوں کیا گیا:فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى توان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی اورفرمایا کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کومرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا۔سورۂ مائدہ کی آیت نمبر۹ میں ایمان اوراعمالِ صالحہ اختیار کرنے والوں کے لئے مغفرت اور اجرِعظیم کا وعدہ کیا گیا:وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ جولوگ ایمان لائے اورنیک کام کرتے رہےان سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کیلئے بخشش اوراجرعظیم ہے۔سورۃ الرعد کی آیت نمبر۲۹ میں بھی ایمان اوراعمالِ صالحہ کی بنیاد پردنیا میں خوشحالی اورآخرت میں بہترین ٹھکانہ کا وعدہ یوں کیا گیا:اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ جولوگ ایمان لائے اورجنھوں نے نیک کام بھی کیےان کے لئے خوشحالی ہےاوربہترین ٹھکانہ بھی۔سورۂ مریم کی آیت نمبر۶۰ میں یوں کہا گیا:اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ شَیْئًا بجزان کے جوتوبہ کریں اورایمان لائیں اورنیک عمل کریں ایسےلوگ جنت میں جائیں گےاوران کی ذراسی بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔ جو پاکیزہ زندگی ایمان اوراعمالِ صالحہ کی بنیاد پرعطا کی جائے گی اس سلسلہ میں مفسرین نے یہ بھی بتلایا ہے کہ حَیٰوةً طَیِّبَةً پاکیزہ زندگی سے مرادصحت پاکیزہ اورحلال رزق اورسکون واطمینان اورخوشحالی اوراطاعت وفرمانبرداری کی توفیق ہے،اس لئے کہ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اورخوشنودی کا ذریعہ ہیں۔

وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ایمان اوراعمالِ صالحہ اختیارکرنے والوں کوان کے ان اعمال کی بنیاد پربہترین اجربھی عطا کیا جائے گا۔انسان دنیا میں اچھے اعمال اختیارکرے بشرطیکہ اس کے دل میں ایمان ہواوراس کوآخرت میں اجرنہ ملے یہ ہوہی نہیں سکتا۔جس طرح سورج کے نکلنے پردن کا نکل آنا اورزمین کا روشن ہوجانا یقینی ہےاورسورج کے ذوبنے پرتاریکی کا چھاجانا یقینی ہے بالکل اسی طرح دنیا میں ایمان کے ساتھ کئے گئے نیک اعمال پرآخرت میں اچھے اجراوربدلہ کا ملنا بھی یقینی ہے۔قرآنِ مجید کی بیسیوں آیتیں اس بات پردلالت کرتی ہیں کہ اچھےعمل پرجزاضروردی جائے گی۔سورۂ انعام کی آیت نمبر۸۴ میں کہا گیا:وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کوجزادیا کرتے ہیں۔سورۂ فرقان کی آیت نمبر۷۵ میں کہا گیا اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلندوبالاخانے دیئے جائیں گے۔ سورۂ سبا کی آیت نمبر۴ میں یوں کہا گیا:لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ" تاکہ وہ ایمان والوں اور نیکوکاروں کو بھلا بدلہ عطا فرمائے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۳۵ میں کہا گیا: وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور جو نیک کام انہوں نے کئے ہیں ان کا اچھا بدلہ عطا فرمائے۔سورۃ البینہ کی آیت نمبر ۸ میں یوں کہا گیا: جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

﴿درس نمبر:۱۱۱۶﴾ جب قرآن پڑھیں تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگیں ﴿النحل:۹۸۔۹۹۔۱۰۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝۹۸ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۹۹ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝۱۰۰ع

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَاِذَا چنانچہ جب قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ آپ پڑھنے لگیں قرآن فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ تو پناہ طلب کریں اللہ کی مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ شیطان مردود سے ۝۹۸ اِنَّهٗ لَيْسَ بلاشبہ وہ (شیطان) نہیں ہے لَهٗ سُلْطٰنٌ اس کے لیے کوئی غلبہ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں پر جو ایمان لائے وَعَلٰى رَبِّهِمْ اور اپنے رب پر يَتَوَكَّلُوْنَ وہ بھروسہ کرتے ہیں ۝۹۹ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ اس کا غلبہ تو صرف عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر ہے جو يَتَوَلَّوْنَهٗ اس سے دوستی کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ هُمْ اور (ان پر) جو وہ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ اس (اللہ) کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں ۝۱۰۰ع

ترجمہ: اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے پناہ مانگ لیا کرو O کہ جو مومن ہیں اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں اُن پر اُس کا کچھ زور نہیں چلتا O اس کا زور اُنہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو رفیق بناتے ہیں اور اس کے (وسوسے کے) سبب (اللہ کیساتھ) شریک مقرر کرتے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

قرآن پڑھنے کے وقت شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرو

۲۔ایمان والوں پر اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر شیطان کا مطلقاً زور نہیں چلتا

۳۔ہاں! شیطان کا زور تو ان پر چلتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور اسے اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں

شیطان کو انسانوں کا کوئی بھی نیک عمل پسند نہیں ہے۔وہ نہیں چاہتا کہ انسان نیک کام کرے اور رب ذوالجلال کا محبوب بندہ بن جائے۔وہ یہی چاہتا ہے کہ جس طرح وہ اللہ کی نگاہ میں مردود اور ملعون ہو گیا انسان بھی اپنے عمل سے ملعون اور مردود بن جائے۔اسی لئے شیطان انسان کے اچھے کاموں کے درمیان وسوسے پیدا کرتا ہے۔شیطان نے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو بھی وسوسہ میں مبتلا کیا: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ (الاعراف:۲۰) پھر

شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا۔سورۃ الناس میں یوں کہا گیا:مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ جن میں سے ہو یا انسان میں سے۔ جب یہ بات طئے ہے کہ شیطان بندوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے تو پھر اس سے بچنے کا راستہ کیا ہے؟ شیطان کے وسوسوں سے بچنے کا فارمولہ یہاں بیان کیا گیا ہے:فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ قرآنِ مجید پڑھتے وقت شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ مقدس کتاب ہے۔ جب اس کی تلاوت کا ارادہ کیا جائے تو سب سے پہلے اس شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لی جائے تاکہ شیطان کے شر اور اس کے وسوسوں سے محفوظ رہ سکیں۔اگر اللہ کی پناہ مانگے بغیر قرآنِ مجید کی تلاوت کی جائے گی تو طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہو سکتے ہیں اور شیطان پڑھنے والے کی توجہ کو اِدھر اُدھر کرسکتا ہے اور قرآنِ مجید کو سمجھے بغیر وہ سرسری طور پر آگے بڑھ سکتا ہے،اس قرآنِ مجید کا حق ادا کرتے ہوئے قرآنِ مجید کو اگر پڑھنا مقصود ہو تو پھر شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لینا چاہئے۔ بظاہر یہاں رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب ہے مگر حقیقت میں آپ ﷺ کی ساری امت سے خطاب ہے،اس لئے رسولِ رحمت ﷺ تو شیطان کے وسوسوں سے اور اس کے بہکاوے سے محفوظ اور معصوم ہیں۔احناف کے نزدیک نماز کی ابتداء میں أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ صرف ایک مرتبہ پڑھنا ہے جبکہ شوافع کے نزدیک ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا ہے۔

شیطان سے اللہ کی پناہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوں مانگی:قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ (البقرۃ:۶۷) کہا کہ میں ایسا جاہل ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔حضرت مریم علیہا السلام نے یوں پناہ مانگی:وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (آل عمران:۳۶) اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۹۷ میں یہ حکم دیا گیا:وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ اور دعا کریں کہ اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔شیطان کی طرف سے وسوسہ آنے پر اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم یوں دیا گیا:وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (حم السجدۃ:۳۶) اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر شیطان کا زور نہیں چلتا؟ یعنی اگر شیطان اپنی طاقت ان پر لگانا چاہے تو اس کی طاقت وہاں کام نہیں دیتی،اس کا جواب یوں دیا گیا کہ اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ جن کے دلوں میں ایمان ہوتا ہے اور جو توکل والی زندگی بسر کرتے ہیں ان پر شیطان کا زور نہیں چلتا۔جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا یقین رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں اور اپنے سارے کاموں کو اللہ تعالیٰ

کے سپرد کرتے ہیں ایسے لوگ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

تو پھر شیطان کا زور کن لوگوں پر چلتا ہے؟ اس کا جواب فوراً دیا گیا کہ: اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ شیطان کا زور تو ان لوگوں پر چلتا ہے جو شیطان سے دوستی رکھتے ہیں، جو اس کی بات مانتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ کر اس شیطان مردود کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں۔ وہ لوگ بھی شیطان کے وسوسوں کی زد میں آتے ہیں جو اللہ کی عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں۔

﴿درس نمبر: ۱۱۱۷﴾ ﴿النحل: ۱۰۱-۱۰۲﴾

قرآنِ مجید اُتری ہوئی کتاب ہے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذَا اور جب بَدَّلْنَآ ہم بدلتے ہیں اٰيَةً ایک آیت کو مَّكَانَ اٰيَةٍ بجائے (دوسری) آیت کے وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ اور اللہ خوب جانتا ہے بِمَا اس چیز کو جو يُنَزِّلُ وہ نازل کرتا ہے قَالُوْٓا (تو) کہتے ہیں وہ (کافر) اِنَّمَآ اَنْتَ یقیناً تو خود مُفْتَرٍ گھڑلانے والا ہے بَلْ اَكْثَرُهُمْ بلکہ اکثر ان کے لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے ۝ قُلْ آپ کہہ دیجئے نَزَّلَهٗ نازل کیا ہے اس (قرآن) کو رُوْحُ الْقُدُسِ جبریل نے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے بِالْحَقِّ حق کے ساتھ لِيُثَبِّتَ تاکہ وہ (اللہ) ثابت (قدم) رکھے الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَ هُدًى اور ہدایت ہے وَّ بُشْرٰى اور خوشخبری ہے لِلْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کے لیے ۝

ترجمہ: اور جب ہم کوئی آیت کسی آیت کی جگہ بدل دیتے ہیں اور اللہ جو کچھ نازل فرماتا ہے اسے خوب جانتا ہے تو (کافر) کہتے ہیں کہ تم تو (یونہی) اپنی طرف سے بنا لاتے ہو حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر نادان ہیں O کہہ دو کہ اس کو روح القدس تمہارے رب کی طرف سے سچائی کیساتھ لے کر نازل ہوئے ہیں تاکہ یہ (قرآن) مومنوں کو ثابت قدم رکھے اور حکم ماننے والوں کیلئے تو (یہ) ہدایت اور بشارت ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ہم کسی آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں

۲۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے اسے وہ خوب جانتا ہے

۳۔ تو یہ کہتے ہیں کہ تو تو بہتان باز ہے

۴۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر جانتے ہی نہیں۔

۵۔ کہہ دیجئے کہ اس قرآن کو آپ کے رب کی طرف سے جبرئیل حق کے ساتھ لے آئے ہیں

۶۔تا کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے

۷۔مسلمانوں کی رہنمائی اور بشارت ہو جائے

جس طرح کسی دوکان کے مالک کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی ایک چیز کو اوپر رکھے اور کسی دوسری چیز کو نیچے رکھے اور کسی چیز کو فروخت کیلئے دوکان کے اندر رکھے اور کسی چیز کو دوکان سے باہر رکھے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جو چاہے کرے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جو احکامات نازل کئے ہیں بعض ایسے احکام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیا، اس لئے کہ اس کی حکمت کا تقاضا یہی تھا۔اللہ تعالیٰ چاہیں تو کسی آیت کو اٹھالیں یعنی منسوخ کر دیں اور اس کی جگہ دوسری آیت یعنی دوسرا حکم نازل کر دیں، یہ اس کا اپنا اختیار ہے۔اس کے اختیار کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔ جب مکہ کے مشرکین نے کسی آیت کو منسوخ ہوتے دیکھا تو رسولِ رحمت ﷺ کو عار دلائی اور یوں کہا کہ تم تو باتوں کو گھڑ لینے والے جھوٹے ہو (نعوذ باللہ) اور خود سے باتیں بنا کر اللہ کی طرف منسوب کرنے والے ہو، اس لئے کہ تم آج کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہو اور پھر اس کام سے روکتے ہو۔ان نالائقوں کو کیا معلوم کہ ان احکامات کے بدلنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ کیا نازل کر رہا ہے؟ اللہ کو رائے اور مشورے دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔وہ اللہ قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہے۔وہ عزیز اور غالب ہے۔دنیا میں سب کچھ اسی کے ارادہ سے چلتا ہے۔وہ سب پر غالب ہے، اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔رسولِ رحمت ﷺ باتوں کو خود سے گھڑنے والے نہیں ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں اور جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اس کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۰۷ میں یہی بات کہی گئی: اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ یقیناً تیرا رب جو کچھ چاہے کر گزرتا ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۶ میں کافروں کے اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا: مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے فراموش کرا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر بات پر قادر ہے؟

جب مکہ کے مشرکین نے رسولِ رحمت ﷺ پر یہ الزام لگایا کہ آپ ان احکامات کو خود سے گھڑ لینے والے ہیں اور اس بات پر عار دلائی تو اللہ تعالیٰ نے مزید یہ جواب بھی دیا کہ اے مشرکو! اس حقیقت کو سن لو کہ یہ قرآنِ مجید محمد عربی کی طرف سے گھڑی ہوئی کتاب نہیں ہے بلکہ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّکَ آپ کہہ دیجئے پیغمبر! تمہارے رب کی طرف سے روح القدس یعنی جبرئیل علیہ السلام نے اس قرآن کو اتارا ہے۔یعنی تم پر جبرئیل علیہ السلام نے اس کتاب کی اللہ کے حکم کے مطابق تلاوت کی ہے۔جبرئیل علیہ السلام نے سچائی اور حق کے ساتھ اس کو اتارا ہے اور یہ کتاب سچائی، انصاف اور حکمت پر مبنی کتاب ہے۔اس قرآن کو اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ ایمان والے دین حق پر

ثابت قدم رہیں اوران کے یقین میں مضبوطی آئے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں وہ ہر کام حکمت کے ساتھ کرتے ہیں اوران کا ہر کام درست ہوتا ہے۔

اس کے بعد قرآنِ مجید کی دو صفتیں بتلائی جارہی ہیں کہ یہ قرآنِ مجید ہدایت ہے جواس کے ماننے والوں کوراہِ حق اورراہِ نجات بتلاتی ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲ میں قرآنِ مجید کومتقیوں کے لئے ہدایت قرار دیا گیا: هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یہ قرآن متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔دوسری صفت قرآنِ مجید کی یہ بتلائی گئی کہ یہ قرآن مسلمانوں کیلئے خوشخبری ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۹۷ میں قرآنِ مجید کے بارے میں یوں کہا گیا:وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کے لئے خوشخبری دینے والا ہے۔سورۂ احقاف کی آیت نمبر۱۲ میں قرآنِ مجید کے بارے میں یوں کہا گیا کہ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ یہ نیکوکاروں کے لئے خوشخبری ہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۱۸﴾ ﴿النحل:۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵﴾

قرآن کی زبان صاف عربی زبان ہے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِىْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اورالبتہ تحقیق نَعْلَمُ ہم جانتے ہیں اَنَّهُمْ کے بے شک وہ (کفار) يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں کہ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ یقیناً سکھا تا ہےاس کو(یہ قرآن) بَشَرٌ ایک آدمی لِسَانُ الَّذِىْ (حالانکہ) زبان اس شخص کی کہ يُلْحِدُوْنَ غلط نسبت کرتے ہیں وہ (قرآن کی) اِلَيْهِ اس کی طرف اَعْجَمِىٌّ عجمی(غیر فصیح) ہے وَّهٰذَا اور یہ (قرآن تو) لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيْنٌ واضح عربی زبان ہے ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ بلا شبہ وہ لوگ جو لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات کے ساتھ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ اللہ نہیں ہدایت نہیں دیتا وَلَهُمْ اوران کیلئے عَذَابٌ اَلِيْمٌ بہت دردناک عذاب ہے ۝ اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ یقیناً جھوٹ باندھتے ہیں الَّذِيْنَ وہی لوگ جو لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات کے ساتھ وَاُولٰٓئِكَ اوروہ لوگ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ وہی ہیں جھوٹے ۝

ترجمہ: اور ہمیں معلوم ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) کوایک شخص سکھا جاتا ہے مگر جس کی طرف (تعلیم کی) نسبت کرتے ہیں اُس کی زبان تو عجمی ہےاور یہ صاف عربی زبان ہے O جولوگ اللہ کی آیتوں پرایمان نہیں لاتے اُن کواللہ ہدایت نہیں دیتااوراُن کیلئے دردناک عذاب ہے O جھوٹ افتراءتو وہی لوگ کیا کرتے ہیں جواللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اوروہی جھوٹے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ تمہارے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ان کو تو ایک انسان سکھاتا پڑھاتا ہے

۲۔ حالانکہ جس شخص کا یہ حوالہ دے رہے ہیں اس کی زبان عَجمی ہے

۳۔ یہ قرآن کی زبان صاف عربی زبان ہے

۴۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اللہ ان کو ہدایت پر نہیں لاتا

۵۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے

۶۔ اللہ پر جھوٹ تو وہی لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے

۷۔ وہی حقیقت میں جھوٹے ہیں

مکہ کے مشرکین رسولِ رحمت ﷺ کے بارے میں جاہلانہ قسم کی باتیں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ محمد بن عبداللہ کو کوئی شخص یہ قرآن پڑھاتا ہے اور اس شخص کے پڑھانے کی وجہ سے محمد بن عبداللہ ہمارے سامنے یہ قرآن سناتے ہیں۔ مشرکین یہ کہتے تھے کہ محمد جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وحی کے ذریعہ سے ان پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے بات ایسی نہیں ہے۔ ان پر کوئی وحی وغیرہ نہیں اترتی اور یہ مشرکین ایک عجمی شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتلاتے تھے کہ یہ شخص محمد بن عبداللہ کو یہ قرآن پڑھاتا ہے، حالانکہ جس شخص کی طرف یہ مشرکین اشارہ کرتے تھے وہ تو عجمی شخص تھا۔ وہ عربی زبان سے بالکل ناواقف تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کا نام جَبر تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام بلعام تھا اور وہ حضرمی خاندان کے کسی شخص کا غلام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے اس جاہلانہ الزام کا جواب دیا کہ **وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ**'' ۔ الخ۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کو تو ایک انسان سکھاتا پڑھاتا ہے، حالانکہ جس شخص کا یہ حوالہ دے رہے ہیں وہ تو عجمی شخص ہے اور یہ قرآن تو صاف عربی زبان میں ہے۔ بھلا وہ شخص جو عربی زبان سے واقف ہی نہیں وہ کیسے قرآنِ مجید جیسی فصیح و بلیغ کتاب آپ ﷺ کو پڑھائے؟ قرآنِ مجید تو عربی زبان میں ہے اور وہ کھلی ہوئی واضح کتاب ہے۔ ایسی فصیح کتاب ہے جس کو آسانی سے بہت جلد سمجھا جا سکتا ہے بلکہ عربی زبان میں جو کچھ ہے اس سے زیادہ فصیح تو وہ ہے جو اس قرآنِ مجید میں ہے۔ اس قدر پیارا، معنی خیز، فصیح و بلیغ کلام کسی ایسے عجمی شخص سے کیسے کوئی سیکھ سکتا ہے جس کو عربی زبان سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے؟

اس حقیقت کو بتلانے کے بعد کہ رسولِ رحمت ﷺ نے کسی انسان سے یہ کلام نہیں پڑھا ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا کلام ہے ان آیات پر جو رسولِ رحمت ﷺ پر نازل ہوئی ہیں ان پر ایمان نہ لانے والوں کے بارے میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت پر نہیں لاتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے بدبخت لوگوں کو اس کی آیتوں پر ایمان لانے کی توفیق ہی نہیں دیتے، اس لئے کہ ایسے جاہلوں کے

پاس ایمان لانے کی صلاحیت ہی موجود نہیں ہے۔ایسے لوگوں کیلئے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔اللہ کے رسول کی طرف جھوٹی باتیں گھڑنے والے بدنصیب اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان لانے والے نہیں ہیں اور یہ مشرک اور کافر جھوٹ گھڑنے والے یعنی جھوٹے ہیں۔ان کے مقابلہ میں رسولِ رحمت ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سچے ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ نیک ہیں اور علم وعمل اور ایمان ویقین کے اعتبار سے کامل ومکمل ہیں۔خود رسولِ رحمت ﷺ اپنی قوم کے نزدیک سچے معروف ہیں، اس لئے کہ رسولِ رحمت ﷺ کی سچائی اور امانت داری کو برسوں سے دیکھتے ہوئے خود ان مشرکین نے رسولِ رحمت ﷺ کا لقب امین اور صادق رکھ دیا تھا کہ آپ ﷺ امانتدار بھی ہیں اور سچے بھی ہیں۔

﴿درس نمبر:۱۱۱۹﴾ یہی ہیں وہ جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگادی گئی ﴿النحل:۱۰۶-تا-۱۰۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَنْ كَفَرَ جو شخص کفر کرے بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اپنے ایمان کے بعد اِلَّا مَنْ سوائے اس شخص کے جو اُكْرِهَ مجبور کیا جائے وَقَلْبُهٗ جبکہ اس کا دل مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ ایمان پر مطمئن ہو وَلٰكِنْ مَّنْ اور لیکن وہ شخص جس نے شَرَحَ بِالْكُفْرِ کھول دیا کفر کے ساتھ صَدْرًا سینہ (اپنا) فَعَلَيْهِمْ تو ایسے لوگوں پر غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ اللہ کا غضب ہے وَلَهُمْ اور ان کے لیے عَذَابٌ عَظِيْمٌ بہت بڑا عذاب ہے ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ یہ اس لیے کہ بے شک انہوں نے اسْتَحَبُّوا پسند کیا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا زندگانی دنیا کو عَلَى الْاٰخِرَةِ آخرت پر وَاَنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ کافر قوم کو ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہ لوگ ہیں کہ طَبَعَ اللّٰهُ اللہ نے مہر لگادی ہے عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر وَسَمْعِهِمْ اور ان کے کانوں پر وَاَبْصَارِهِمْ اور ان کی آنکھوں پر وَاُولٰٓئِكَ اور یہ لوگ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ وہی ہیں غافل ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ یقیناً بلاشبہ وہ لوگ فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں هُمُ الْخٰسِرُوْنَ وہی خسارہ پانے والے ہیں ۝

ترجمہ: جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کیساتھ کفر کرے مگر وہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کیساتھ مطمئن ہو بلکہ وہ جو (دل سے اور) دل کھول کر کفر کرے تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا سخت عذاب ہوگا O یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا اور اس لئے کہ اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا رکھی ہے اور یہی غفلت میں

پڑے ہوئے ہیںO کچھ شک نہیں کہ یہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جو شخص اللہ پر ایمان لانے کے بعد اس کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرے

۲۔مگر وہ نہیں جسے زبردستی کفر کا کلمہ کہنے پر مجبور کر دیا گیا ہے

۳۔جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو

۴۔ بلکہ وہ شخص جس نے اپنا سینہ کفر کے لئے کھول دیا ہو

۵۔ایسے لوگوں پر اللہ کی طرف سے غضب نازل ہوگا

۶۔ان کے لئے زبردست عذاب تیار ہے

۷۔ یہ اس لئے کہ ایسے لوگوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں زیادہ محبوب سمجھا

۸۔اس لئے کہ اللہ ایسے ناشکرے لوگوں کو ہدایت تک نہیں پہنچایا کرتا

۹۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں پر ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر مہر لگا دی ہے

۱۰۔یہی لوگ ہیں جو اپنے انجام سے بالکل غافل ہیں۔

ابنِ ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ جب رسولِ رحمت ﷺ نے مدینۂ منورہ کی جانب ہجرت کا ارادہ کیا تو مشرکین نے حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو پکڑ لیا۔حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان مشرکین کے ظلم سے بچنے کیلئے ایک ایسا کلمہ کہہ دیا جو ان مشرکین کو پسند آیا۔ پھر جب حضرت یاسر رضی اللہ عنہ رسولِ رحمت ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے سارا قصہ رسولِ رحمت ﷺ کو سنایا۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کلمات کو کہتے وقت تمہارے دل کی کیا کیفیت تھی؟ کیا اس وقت تمہارا دل اس بات پر مطمئن تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: **اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ** ۔ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رضی اللہ عنہ کی روایت بھی نقل کی ہے کہ یہ آیت اہلِ مکہ کے ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ایمان لائے تھے، پھر مدینہ میں موجود بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں خط لکھ کر ہجرت کرنے کے لئے کہا تو وہ لوگ مدینہ آنے کیلئے نکل پڑے، مگر قریش نے انہیں راستہ ہی میں پکڑ لیا اور دین اسلام چھوڑنے کیلئے تکلیفیں دینے لگے۔اس وقت ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دل کی ناپسندیدگی کے ساتھ کفر کے کلمات کہہ دیئے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، جس کے ذریعہ یہ حقیقت بتلادی گئی کہ اگر کافر لوگ مسلمانوں پر ظلم کریں اور کفر کا کلمہ کہنے پر زبردستی کریں تو ایسی صورت میں دل کی ناپسندیدگی کے ساتھ محض ظلم سے بچنے کے لئے وقتی طور پر صرف زبان سے کفر کا کلمہ کہہ دینے کی گنجائش ہے۔

بیہقی نے یہ بیان کیا ہے کہ مشرکین نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور انہیں نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے رسولِ رحمت ﷺ کو بُرا کہا اور ان مشرکین کے باطل معبودوں کو اچھا کہہ دیا۔ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ رسولِ رحمت ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے کہا کہ کیوں پیچھے رہ گئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ میں ایک بات کو آپ کی طرف منسوب کیئے بغیر رہ نہ سکا اور ان کے معبودوں کو اچھا کہے بغیر رہ نہ سکا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے دل کی حالت اس وقت کیا تھی؟ انہوں نے کہا کہ میرا دل ایمان پر مطمئن تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ اگر وہ لوگ پھر سے ایسا کریں تو تم بھی ایسے ہی کرو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

یہ روایت بھی تفسیر کی کتابوں میں لکھی گئی ہے کہ قریش نے حضرت عمار اور ان کے والدین یاسر اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہم کو اسلام چھوڑنے پر مجبور کیا اور جب انہوں نے انکار کیا تو حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو دو اونٹوں کے بیچ باندھ دیا اور انہیں ان کی شرمگاہ پر نیزہ مارا گیا اور کہا کہ تو نے آدمیوں کی وجہ سے اسلام قبول کیا ہے۔ پھر ان لوگوں نے حضرت سمیہ اور حضرت یاسر رضی اللہ عنہما کو شہید کر ڈالا۔ یہ پہلا جوڑا ہے جس نے سب سے پہلے شہادت کی سعادت حاصل کی۔ رہے حضرت عمار رضی اللہ عنہ انہوں نے اپنی زبان سے ان لوگوں کی منشا کے مطابق مجبوراً الفاظ کہہ دیئے تو کہا جانے لگا کہ اے اللہ کے رسول! عمار نے کفر اختیار کر لیا ہے، اس پر اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں! عمار تو سر سے پیر تک ایمان میں ڈوبے ہوئے ہے اور ایمان ان کے خون اور گوشت میں رس گھل گیا ہے۔ پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ روتے ہوئے رسولِ رحمت ﷺ کے پاس آئے تو رسولِ رحمت ﷺ ان کی آنکھیں پونچھنے لگے اور کہا کہ تمہیں کیا ہوا؟ اگر وہ لوگ اس طرح پھر سے کریں تو تم انہیں وہی جواب دو جو جواب تم نے دیا ہے۔

رہی بات ان لوگوں کی جن کا دل کفر پر مطمئن ہے اور جن کا سینہ کفر کیلیئے کھل چکا ہے۔ ان بدبختوں پر تو اللہ کا غضب ہے اور اس غضب کے ساتھ ساتھ ان کے کیئے پر بڑا عذاب بھی ہے۔ جن کافروں کا دل کفر پر مطمئن اور خوش ہے اور جن کا سینہ کفر کے لئے کھل چکا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی سے محبت کی ہے۔ ان کو آخرت سے پیار نہیں جو کہ دائمی ہے، ان کو تو بس وقتی دنیوی زندگی ہی سے لگاؤ اور محبت ہے۔ یہ بات طئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ناشکری کرنے والوں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔ یہ وہ بدقسمت لوگ ہیں جن کے دلوں پر، ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر مہر لگادی گئی ہے۔ یعنی جن راستوں سے ان تک ایمان پہنچ سکتا ہے ان سب پر مہر لگادی گئی ہے۔ اب کوئی توقع نہیں ہے کہ یہ ایمان لے آئیں گے۔ یہ غافل قسم کے لوگ ہیں اور غفلت نے ان کو کفر پر قائم رکھا ہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۲۰﴾ قیامت کے دن ہر شخص اپنے دفاع میں باتیں کرتے ہوئے آئے گا ﴿النحل:۱۱۰۔۱۱۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جَاهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّکَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ پھر بلاشبہ آپ کا رب لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے ھَاجَرُوْا ہجرت کی مِنْ بَعْدِ مَا بعد اس کے کہ فُتِنُوْا وہ آزمائے گئے ثُمَّ جٰھَدُوْا پھر انہوں نے جہاد کیا وَصَبَرُوْٓا اور انہوں نے صبر کیا اِنَّ رَبَّکَ بے شک آپ کا رب مِنْ بَعْدِھَا اس کے بعد لَغَفُوْرٌ البتہ بہت بخشنے والا رَّحِیْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے ۞ یَوْمَ تَاْتِیْ (یاد کرو) جس دن آئے گا کُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ ہر نفس جھگڑتا ہوا عَنْ نَّفْسِھَا اپنی بابت وَ تُوَفّٰی اور پورا پورا (بدلہ) دیا جائے گا کُلُّ نَفْسٍ ہر نفس کو مَّا عَمِلَتْ (اس کا) جو اس نے عمل کیا وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے ۞

ترجمہ: پھر جن لوگوں نے ایذائیں اٹھانے کے بعد ترکِ وطن کیا پھر جہاد کئے اور ثابت قدم رہے، تمہارا رب ان کو بیشک ان (آزمائشوں) کے بعد بخشنے والا (اور ان پر) رحمت کرنے والا ہے O جس دن ہر متنفس اپنی طرف سے جھگڑا کرنے آئے گا اور ہر شخص کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کا نقصان نہیں کیا جائے گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر جن لوگوں نے فتنہ میں مبتلا ہونے کے بعد ہجرت کی

۲۔ پھر جہاد کیا اور صبر سے کام لیا

۳۔ ان باتوں کے بعد تمہارا پروردگار یقیناً بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے

۴۔ یہ سب کچھ اس دن ہوگا جب ہر شخص اپنے دفاع کی باتیں کرتا ہوا آئے گا

۵۔ ہر شخص کو اس کے سارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا

۶۔ لوگوں پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

ابنِ سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف کتاب الطبقات میں عمر بن حکم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو اتنی تکلیفیں دی جاتی تھیں کہ انہیں خود پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اسی طرح حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو بھی اتنی تکلیفیں دی جاتی تھیں کہ انہیں خود پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اسی طرح حضرت بلال، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اسی طرح تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ پھر جن لوگوں نے تکلیفیں اٹھانے کے بعد اپنے وطن کو چھوڑا پھر جہاد کیا اور ثابت قدم رہے تمہارا پروردگار ان تکلیفوں کے بعد ان کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ سے یہاں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اے پیغمبر! مشرکین کی طرف سے سخت تکلیفوں سے گزر کر جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مکۂ مکرمہ سے ہجرت کی اور ہجرت کے بعد بھی جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جنگوں میں مشرکین سے مقابلہ کرتے ہوئے جہاد کیا اور اس جہاد کے دوران صبر و تحمل سے کام لیا اور برداشت کیا اور استقامت کا پہاڑ بن کر حق پر ڈٹے رہے اللہ تعالیٰ ایسی مقدس ہستیوں کی مدد کرے گا، ان کی تائید کرے گا، ان کے

گناہوں کی پردہ پوشی کرے گا اور ان کو معاف کردے گا۔

اس کے بعد قیامت کے دن کی منظرکشی کی گئی ہے کہ قیامت کے دن ہر آدمی کی حالت یہ ہوگی کہ وہ اپنے دفاع میں بات کرے گا، اس کے علاوہ اس کو کسی کی فکر نہ ہوگی۔ ہر شخص کو اپنی پڑی ہوگی، نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا کے ذریعہ یہی بات بتلائی گئی ہے کہ ہر شخص عذر و معذرت کرتا ہوا نظر آئے گا۔ اپنی گمراہی کی وجہ دوسروں پر ڈالے گا جیسا کہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳۸ میں کہا گیا کہ هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا انہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۲۳ میں ہے کہ اس دن وہ کہیں گے کہ مَاكُنَّا مُشْرِكِيْنَ ہم تو مشرک تھے ہی نہیں۔ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اگر دنیا میں بھلائی کی تھی تو اس کی جزا دی جائے گی اور اگر دنیا میں برائی کی تھی تو اس کی سزا دی جائے گی۔ بھلائی کرنے والے پر احسان کیا جائے گا اور برائی کرنے والے کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا جائے گا۔ اس جزا اور سزا میں انصاف کو ملحوظ رکھا جائے گا، کسی پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جائے گا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ نہ ہی کسی بھلائی کے بدلہ میں کمی کی جائے گی اور نہ ہی کسی برائی کا بدلہ لیتے ہوئے زیادہ بدلہ لیا جائے گا۔ ذرہ برابر بھی ظلم قیامت کے دن کسی پر بھی نہیں کیا جائے گا۔ کافروں اور مشرکوں کو دوزخ کی آگ میں ڈالا جانا ظلم نہیں بلکہ عین انصاف ہوگا، اس لئے کہ کفر اور شرک اتنا بڑا بھاری جرم ہے کہ اس سے کم سزا کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

﴿درس نمبر: ۱۱۲۱﴾

ایک پُر امن بستی کی مثال

﴿النحل: ۱۱۲۔۱۱۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَضَرَبَ اللّٰهُ اور اللہ نے بیان کی مَثَلًا قَرْيَةً ایک بستی کی مثال كَانَتْ کہ تھی وہ اٰمِنَةً امن والی مُّطْمَئِنَّةً چین والی يَّاْتِيْهَا آتا تھا اس کے پاس رِزْقُهَا رَغَدًا بافراغت اس کا رزق مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ ہر جگہ سے فَكَفَرَتْ پھر ناشکری کی اس (کے باشندوں) نے بِاَنْعُمِ اللّٰهِ اللہ کی نعمتوں کی فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ تو اللہ نے چکھا دیا اس (بستی والوں) کو لِبَاسَ الْجُوْعِ بھوک کا لباس وَالْخَوْفِ اور خوف کا بِمَا بوجہ اس کے جو كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ وہ کرتے تھے ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق جَآءَهُمْ آیا ان کے پاس رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ انہی میں سے ایک رسول فَكَذَّبُوْهُ چنانچہ انہوں نے اس کو جھٹلایا فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ تو آ پکڑا ان کو عذاب نے وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ اس حال میں کہ وہ ظالم تھے ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: اور اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ (ہر طرح) امن چین سے بستی تھی ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آتا تھا مگر ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھا دیاO اور ان کے پاس انہی میں سے ایک پیغمبر آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا سو ان کو عذاب نے آ پکڑا اور وہ ظالم تھے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے جو بڑی پُر امن اور مطمئن تھی

۲۔ اس کا رزق اس کو ہر جگہ سے بڑی فراوانی کے ساتھ پہنچ رہا تھا

۳۔ پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری شروع کر دی

۴۔ اللہ نے ان کے کرتوت کی وجہ سے ان کو یہ مزہ چکھایا کہ بھوک اور خوف ان کا پہننا اوڑھنا بن گیا

۵۔ ان کے پاس انہی میں سے ایک پیغمبر آیا تھا

۶۔ مگر انہوں نے اس کو جھٹلایا

۷۔ چنانچہ جب انہوں نے ظلم اپنا لیا تو ان کو عذاب نے آ پکڑا

اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک بستی کی مثال دے کر سمجھایا اور لوگوں کیلئے درس وعبرت کا سامان بخشا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال یوں دی ہے کہ اس بستی کے لوگ دشمن سے مامون ومحفوظ تھے، وہ امن واطمینان کے ساتھ راحت وآرام کی زندگی بسر کر رہے تھے، انہیں کسی قسم کا کسی سے کوئی خوف بھی نہیں تھا۔ مختلف شہروں سے اس بستی کی طرف وافر مقدار میں رزق بھی پہنچ جاتا تھا۔ مگر اس بستی کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی میں بھوک، فقر وفاقہ اور خوف کو عام کر دیا۔ اب امن کے بجائے خوف اور وافر رزق کے بجائے فقر وفاقہ میں اس بستی کے لوگ مبتلا ہو گئے۔ خوشی کے بجائے غم اور افسردگی ان پر چھا گئی، کشادگی کے بجائے تنگی کی تکلیف میں وہ مبتلا ہو گئے۔ یہ سب کچھ اس بستی کے رہنے والوں کے اعمال کی وجہ سے ہوا۔ ان کے پاس انہی میں سے ایک رسول آئے۔ اس رسول نے ان کو باخبر کیا کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ ان کے پروردگار نے انہیں یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ وہ سب ایک اللہ کی عبادت کریں، اس کی اطاعت کریں اور اس کی نعمتوں پر شکر بجالائیں۔ مگر اس بستی والوں نے کفر کیا اور سرکشی کی۔ جب ان ظالموں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔

اس بستی کے بارے میں بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ اس میں کسی خاص بستی کا ذکر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک عمومی مثال بیان فرمائی ہے تاکہ اس مثال سے مکہ کے لوگ سبق حاصل کریں۔ اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس سے شہر مکہ اور اس میں رہنے والے مراد ہیں، اس لئے کہ واقعی مکۂ مکرمہ ایک ایسی بستی تھی جو امن واطمینان کا گہوارہ تھی۔ مکۂ مکرمہ کے علاوہ عرب کی دوسری بستیوں کا حال یہ تھا کہ وہاں لوگ اچک لئے جاتے تھے، ڈکیتی عام تھی، ان

بستیوں میں امن و امان نہیں تھا۔ مگر مکۂ مکرمہ کی سرزمین امن کا گہوارہ تھی۔ جو مکۂ مکرمہ میں داخل ہو جاتا تھا وہ مامون و محفوظ رہتا تھا، اس کو کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا تھا۔ جب رسولِ رحمت ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ نے حق کا پیغام مکہ والوں کو دیا تو مکہ کے لوگوں نے سرکشی اور مخالفت کی، نبیٔ رحمت ﷺ کو جھٹلایا اور وقت کے نبی کی قدر نہ کی، یہاں تک کہ رسولِ رحمت ﷺ نے اپنا وطنِ اصلی اور وطنِ عزیز چھوڑ دیا اور مدینۂ منورہ میں قیام فرمایا۔ مکہ والوں نے دشمنی کا سلسلہ جاری رکھا اور مدینہ میں بھی چین سے رہنے نہ دیا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے مکہ والوں کے لئے بددعا فرمائی اور عرب کے قبیلوں کو رسولِ رحمت ﷺ نے حکم دیا کہ وہ مکہ والوں کو غلہ نہ دیں۔ مکہ والے سات سال تک بھوک کی تکلیف میں مبتلا ہو گئے، یہاں تک کہ مردار چیزیں، مرے ہوئے کتے اور جلی ہوئی ہڈیاں تک کھانے پر مجبور ہو گئے۔ مکہ والوں نے رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ صلہ رحمی کرنے والے ہیں، آپ کی دشمنی مردوں سے ہے عورتوں اور بچوں کو کیوں تکلیف میں مبتلا کیا جا رہا ہے؟ رسولِ رحمت ﷺ نے لوگوں کو اجازت دے دی کہ مکہ والوں تک غلہ پہنچائیں اور خود بھی آپ ﷺ نے اپنے پاس سے مکہ والوں کے لئے غلہ بھیجا۔

مکۂ مکرمہ کو بطورِ مثال پیش فرما کر دوسرے شہروں اور وہاں کے رہنے والوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ دیکھو! مکہ والوں نے نعمتوں کی ناقدری کی، قرآنِ مجید جیسی نعمت کی ناقدری کی، آخری پیغمبر محمد عربی ﷺ کی ناقدری کی، مکہ والوں کو اس کی سزا ملی۔ اگر تم بھی ایسی حرکتیں کرو گے تو تم کو بھی ایسی سزا مل سکتی ہے۔

اس آیت سے مکۂ مکرمہ ہی مراد ہونے کی دلیل دوسری آیتوں سے بھی ملتی ہے۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۶۷ میں ہے: اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنۡ حَوۡلِهِمۡ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن والا بنایا ہے اور ان کے گرد و پیش سے لوگوں کو اچک لیا جاتا ہے؟ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵۷ میں یوں ہے: اَوَلَمۡ نُمَكِّنۡ لَّهُمۡ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجۡبٰۤی اِلَیۡهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیۡءٍ رِّزۡقًا مِّنۡ لَّدُنَّا کیا ہم نے ان کو امن و امان والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل کھینچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس سے کھانے کو ملتی ہیں؟

اس کے بعد یہ بات کہی جا رہی ہے کہ ان کے پاس انہی میں سے رسول آئے، یعنی مکہ ہی کے خاندان سے تعلق رکھنے والے آخری نبی آئے، مگر مکہ والوں نے ان کو جھٹلایا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان ظالموں کو عذاب نے آ پکڑا اور ایسے حالات پیدا ہوئے کہ جنگِ بدر ہوئی، جس میں مکہ کے بڑے بڑے سردار ہلاک ہو گئے اور ذلت کے ساتھ قیدی بن کر آئے۔

﴿درس نمبر: ۱۱۲۲﴾ ## حلال اور پاکیزہ چیزیں کھایئے ﴿النحل: ۱۱۴۔۱۱۵﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَكُلُوۡا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّاشۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِیَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡكُمُ الۡمَیۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَیۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۱۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَكُلُوۡا چنانچہ کھاؤتم مِمَّا اس میں سے جو رَزَقَكُمُ اللّٰهُ رزق دیا تمہیں اللہ نے حَلٰلاً طَيِّبًا حلال پاکیزہ وَّاشۡكُرُوۡا اور تم شکر کرو نِعۡمَتَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت کا اِنۡ كُنۡتُمۡ اگر ہو تم اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ خاص اسی کی عبادت کرتے ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ یقیناً اس (اللہ) نے حرام کیا ہے عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ تم پر مردار وَالدَّمَ اور خون وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ اور خنزیر کا گوشت وَمَاۤ اور وہ چیز کہ اُهِلَّ نام پکارا جائے لِغَيۡرِ اللّٰهِ اللہ کے سوا کسی اور کا بِهٖ اس پر فَمَنِ پھر جو شخص کہ اضۡطُرَّ لاچار ہو جائے وہ غَيۡرَ بَاغٍ نہ ہو سرکش وَّلَا عَادٍ اور نہ حد سے بڑھنے والا فَاِنَّ اللّٰهَ تو بے شک اللہ غَفُوۡرٌ بہت بخشنے والا رَّحِیۡمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ: پس اللہ نے جو تم کو حلال طیب رزق دیا ہے اُسے کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو اگر اُسی کی عبادت کرتے ہو O اُس نے تم پر مردار اور خون اور سوّر کا گوشت حرام کر دیا اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے (اُس کو بھی) ہاں! اگر کوئی ناچار ہو جائے تو بشرطیکہ گناہ کرنے والا نہ ہو اور نہ حد سے نکلنے والا تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ نے جو حلال پاکیزہ چیزیں تمہیں رزق کے طور پر دی ہیں انہیں کھاؤ

۲۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو

۳۔ اگر تم واقعی اسی کی عبادت کرتے ہو

۴۔ اس نے تو تمہارے لئے بس مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور حرام کیا ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو

۵۔ البتہ جو شخص بھوک سے بالکل بے تاب ہو، لذت حاصل کرنے کے لئے نہ کھائے

۶۔ ضرورت کی حد سے آگے نہ بڑھے تو اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے

ایمان والوں کو یہاں اس بات کا حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق تمہیں دیا ہے اس میں سے پاک اور حلال چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں بخشی ہیں ان نعمتوں پر شکر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے یہ کہہ رہے ہیں کہ جب تم نے کفر کو چھوڑ دیا اور شرک سے باز آ گئے اور ایمان کے دائرہ میں داخل ہو گئے تو تمہارے ایمان کی پاکیزگی کا تقاضا یہ ہے کہ تم وہی چیزیں کھاؤ جو پاکیزہ اور حلال ہیں اور حرام اور ناپاک چیزوں سے باز آ جاؤ۔ قرآنِ مجید میں جگہ جگہ حلال چیزیں کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۷ میں یوں ہے: كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ۔ یہ حکم بنی اسرائیل کو دیا گیا کہ ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۸ میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوۡا مِمَّا فِى الۡاَرۡضِ حَلٰلاً طَيِّبًا اے لوگو! زمین میں جتنی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں

انہیں کھاؤ۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۲ میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۸۸ میں یوں کہا گیا: وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا اور کھاؤ جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال اور مرغوب چیزیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۶۰ میں یوں کہا گیا: كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ۔ سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۶۹ میں یوں کہا گیا: فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے خوب کھاؤ۔ حلال اور پاکیزہ رزق کھانے کا جہاں حکم دیا گیا وہیں اللہ کی نعمتوں پر شکر کرنے کا بھی حکم یہاں دیا گیا کہ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر تم اس اللہ کی عبادت کرتے ہو تو اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۲ میں یوں کہا گیا: وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ تم میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۲ میں کہا گیا: وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی ایک اللہ کی عبادت کرتے ہو۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۴۷ میں یہ بات بتلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزاری کرتے رہو اور باایمان رہو؟: مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۴۴ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یوں ذکر کیا گیا ہے: فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے اس کو لو اور شکر ادا کرو۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۷ میں یہ حقیقت بتلا دی گئی کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو تمہیں مزید نعمتیں دی جائیں گی: وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کے حرام ہونے کی نشاندہی فرمائی۔ پہلی چیز جس کے حرام ہونے کی نشاندہی کی گئی وہ ہے مردار۔ ہر مردار حرام ہے۔ مردار کے حرام ہونے کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۳ میں بھی ہے: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ بیشک تم پر مردار حرام کیا ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳ میں یوں ہے: حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ تم پر مردار حرام کیا گیا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۵ میں یوں ہے: اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو۔ دوسری چیز جس کو یہاں حرام قرار دیا گیا وہ خون ہے جس کا ذکر سورۂ انعام میں بھی ہے۔ خون سے وہ خون مراد ہے جو جانور کو ذبح کرنے کے بعد بہہ جاتا ہے۔ تیسری چیز جس کو حرام قرار دیا گیا وہ سوّر کا گوشت ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۳ میں بھی سوّر کے گوشت کے حرام ہونے کا ذکر کیا گیا ہے: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ تم پر مردار اور خون اور سوّر کا گوشت حرام ہے۔ اس کے علاوہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳ میں بھی یہ بات موجود ہے۔ چوتھی چیز جس کے حرام ہونے کا اس آیت میں ذکر ہے وہ ایسا جانور ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

درس نمبر:۱۱۲۳ **اللہ پر جھوٹا بہتان باندھنے والے فلاح نہیں پاتے** النحل:۱۱۶۔۱۱۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١٧﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ تم کہو لِمَا اس کو کہ تَصِفُ بیان کرتی ہیں (اس کی بابت) اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ تمہاری زبانیں جھوٹ هٰذَا حَلٰلٌ (کہ) یہ حلال ہے وَّهٰذَا حَرَامٌ اور یہ حرام ہے لِّتَفْتَرُوْا تاکہ تم باندھو عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اللہ پر جھوٹ اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ جو يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں لَا يُفْلِحُوْنَ وہ فلاح نہیں پائیں گے ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ (ان کے لیے) تھوڑا سا فائدہ ہے وَّلَهُمْ اور انکے لیے عَذَابٌ اَلِيْمٌ بہت دردناک عذاب ہے ﴿١١٧﴾

ترجمہ: اور یونہی جھوٹ جو تمہاری زبان پر آ جائے مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو، جو لوگ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں ان کا بھلا نہیں ہوگا O (جھوٹ کا) فائدہ تو تھوڑا سا ہے مگر (اس کے بدلے) ان کو دردناک عذاب (بہت) ہوگا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن چیزوں کے بارے میں تمہاری زبانیں جھوٹی باتیں بناتی ہیں ان کے بارے میں یہ مت کہا کرو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے

۲۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھو گے

۳۔ یقین جانو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے

۴۔ دنیا میں انہیں جو عیش حاصل ہے وہ بہت تھوڑا ہے

۵۔ ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے

بنیادی طور پر یہ بات ہمارے ذہن میں رہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی کو حق ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے حلال قرار دیں اور جس چیز کو چاہیں حرام قرار دیں۔ کسی بھی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے بھی کسی چیز کو حلال یا کسی چیز کو حرام قرار دیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی یا الہام کی بنیاد پر ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے اپنی طرف سے کسی بھی چیز کو نہ حرام قرار دیا اور نہ ہی حلال قرار دیا۔ یہ بنیادی حقیقت یہاں اس لئے بیان کی جا رہی ہے کہ مکہ کے مشرکین کا طریقہ یہ تھا کہ انہوں نے اپنے پاس سے چند چیزوں کو حلال اور چند چیزوں کو حرام تجویز کر لیا تھا۔ بعض جانوروں کو انہوں

نے اپنی طرف سے حلال اور حرام قرار دے رکھا تھا، جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔ اگر آپ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۳۸ اور ۱۳۹ کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مکہ کے مشرکین اپنے من گھڑت دیوتاؤں کو اپنے گمان کے مطابق خوش کرنے کے لئے کسی خاص کھیتی یا کسی خاص جانور پر پابندی لگا دیتے تھے کہ ان کی پیداوار سے کوئی فائدہ اٹھا نہیں سکتا اور اپنی مرضی سے جس کو چاہے اس حکم سے مستثنیٰ بھی کر دیتے تھے۔ اسی طرح کسی سواری کے جانور کو کسی بت کے نام پر وقف کر دیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اس پر سواری کرنا حرام ہے۔ بعض جانوروں کے بارے میں ان مشرکین نے یہ طئے کر رکھا تھا کہ ان پر اللہ کا نام نہیں لیا جا سکتا، نہ ذبح کرتے وقت، نہ سواری کے وقت اور نہ ان کا گوشت کھاتے وقت اور ان سواریوں پر سوار ہو کر حج کا سفر کرنے کو بھی ناجائز سمجھتے تھے۔ یہ مشرکین بعض جانوروں سے پیدا ہونے والے بچھڑوں کے بارے میں یہ طئے کر دیتے تھے کہ یہ صرف مردوں کے لئے حلال ہیں عورتوں کے لئے حلال نہیں ہیں۔ مشرکین کی اس قسم کی نامعقول حرکتوں پر تنبیہ کی گئی کہ جن چیزوں کو تم نے خود سے حلال قرار دے رکھا ہے ان کے بارے میں اپنی طرف سے حلال وحرام مت کہو، حلال اور حرام قرار دینے کا اختیار تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ شرعی دلیل کے بغیر اپنی طرف سے کسی بھی چیز کو حرام یا حلال قرار دینا حرام ہے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹی بات گھڑنے کے برابر ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایسی جھوٹی باتیں باندھتے ہیں اور خواہ مخواہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دیتے ہیں ایسے لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے، ایسے لوگ دنیا میں بھی سزا کے مستحق ہیں اور آخرت میں بھی۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ ۔الخ۔ کے ذریعہ یہ کہا جا رہا ہے کہ اپنی خواہش سے جہالت کی وجہ سے اپنی رائے اس معاملہ میں پیش مت کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ کسی بھی چیز کے حلال یا حرام ماننے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو شریعت کے حدود ہیں ان حدود کا ماننا ضروری ہے۔ بغیر دلیل کے صرف تمہاری زبانوں سے کسی بھی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا اللہ کے ہاں بہت بڑا جرم ہے۔ یہ دراصل جھوٹ بات کو منسوب کرنا ہے۔ جو شخص بھی اپنی رائے سے بغیر کسی دلیل کے کسی بھی چیز کو حلال یا حرام قرار دے گا وہ اللہ کے پاس جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حلال قرار دیا اس کو حرام کہنا یا اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دیا اس کو حلال قرار دینا یہ بھی جرم ہے اور اس جرم کا ارتکاب کرنے والا جھوٹا ہے۔

دنیا میں ایسی جھوٹی باتیں کہہ کر کوئی شخص چند دن کے مزے تو اڑا سکتا ہے یقیناً ایسے شخص کو دنیا میں مزہ تو مل جائے گا لیکن آخرت میں ایسے لوگوں کیلئے انتہائی دردناک عذاب ہوگا، جیسا کہ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۲۴ میں کہا گیا: نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ہم ان کو چند روزہ عیش دیں گے پھر ان کو سخت عذاب کی طرف کھینچ کر لے جائیں گے۔

﴿درس نمبر: ۱۱۲۴﴾ # ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا ﴿النحل: ۱۱۸۔۱۱۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَعَلَى الَّذِيْنَ اور ان لوگوں پر جو هَادُوْا یہودی ہوئے حَرَّمْنَا ہم نے حرام کیا تھا مَا قَصَصْنَا جو کچھ کہ ہم نے بیان کیا ہے عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے آپ پر وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا وَلٰكِنْ اور لیکن كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ وہ (خود) اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ پھر بے شک آپ کا رب لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے عَمِلُوا السُّوْٓءَ بُرے عمل کیے بِجَهَالَةٍ جہالت کی وجہ سے ثُمَّ تَابُوْا پھر انہوں نے توبہ کی مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد وَاَصْلَحُوْٓا اور (اپنی) اصلاح کر لی اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب مِنْۢ بَعْدِهَا اس (توبہ) کے بعد لَغَفُوْرٌ یقیناً بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: اور جو چیزیں ہم تمہیں پہلے بیان کر چکے ہیں وہ ہم نے یہودیوں پر حرام کر دی تھیں اور ہم نے اُن پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ وہی اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے O پھر جن لوگوں نے نادانی سے بُرا کام کیا پھر اُس کے بعد توبہ کی اور نیکوکار ہو گئے تو تمہارا رب توبہ کرنے اور نیکوکار ہو جانے کے بعد ان کو بخشنے والا اور (ان پر) رحمت کرنے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہودیوں کے لئے ہم نے وہ چیزیں حرام کی تھیں جن کا تذکرہ ہم تم سے پہلے ہی کر چکے ہیں

۲۔ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا

۳۔ بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے

۴۔ پھر بھی تمہارا رب ایسا ہے کہ جن لوگوں نے نادانی میں برائی کا ارتکاب کر لیا اور اس کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو ان سب باتوں کے بعد بھی تمہارا پروردگار بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے

اس آیت کو سمجھنے کیلئے آپ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۶ کی تفسیر دیکھ لیں تو واضح طور پر یہ آیت آپ کو سمجھ میں آ جائے گی۔ ہم اس آیت کی مختصر سی تفصیل یہاں درج کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر بعض چیزیں حرام قرار دی تھیں جو دوسروں کے لئے حلال تھیں وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور یہودیوں پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گایوں اور بکریوں سے ان کی

چربی حرام کر دی تھی سوا اس کے جو اُن کی پیٹھ پر لگی ہو یا اوجھڑی میں ہو یا ہڈی میں ملی ہو۔ یہ سزا ہم نے ان کو ان کی شرارت کے سبب دی تھی اور ہم تو سچ کہنے والے ہیں۔

یہاں یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ اے مشرکینِ عرب! تمہارے لئے یہ درست نہیں ہے کہ تم اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام یا کسی چیز کو حلال قرار دے لو اور تمہارے لئے یہ بھی درست نہیں ہے کہ تم اس معاملہ میں یہودیوں کی اتباع کرو کہ جو ہم نے ان کے لئے حرام کیا تھا تم بھی اپنے لئے ان چیزوں کو حرام قرار دے لو۔ اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ یہودیوں کے لئے ہم نے وہ چیزیں حرام کر دی تھیں جن کا ذکر ہم نے اس سے پہلے کر دیا ہے، یعنی سورۂ انعام میں جس کا ذکر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں یہ بات واضح کر رہے ہیں کہ ہم نے یہودیوں پر یہ چیزیں اس لئے حرام کی تھیں کہ انہوں نے سرکشی کی، اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور اس کے رسولوں کے ساتھ سرکشی کی جس کے نتیجہ میں ہم نے ان یہودیوں پر یہ چیزیں حرام کر دی تھیں۔ ان یہودیوں پر ان چیزوں کو حرام قرار دے کر ہم نے ان یہودیوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود ان یہودیوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ان یہودیوں کو ان کی سرکشی کی سزا میں یہ چیزیں ہم نے ان پر حرام کر دیں، جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۶۰ میں اس کی وضاحت اور صراحت کی گئی ہے **فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ** یہودیوں کے اس ظلم کی وجہ سے ہم نے وہ پاکیزہ چیزیں جو ان پر حلال تھیں ان پر ہم نے حرام کر دیں۔

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کیلئے رحمٰن و رحیم پروردگار کی طرف سے توبہ کی قبولیت کا دروازہ کھلا رکھا گیا جس کا اعلان یہاں یوں کیا گیا: **ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّکَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ** پھر بلاشبہ آپ کا رب ان لوگوں کے لئے جنہوں نے جہالت سے برے کام کئے، پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اعمال درست کر لئے بلاشبہ اس کے بعد تمہارا رب ضرور مغفرت کرنے والا ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے حق میں ہمیشہ کیلئے توبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا اور اس کی مغفرت اور اللہ کی رحمت سے اس کو ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا گیا، نہیں! ایسا نہیں! اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے حق میں رحمان و رحیم ہیں، ستّار و غفار ہیں، حلیم اور ودود ہیں، اپنے بندوں پر وہ رحم بھی کرتے ہیں، مہربانی بھی کرتے ہیں، اپنے بندوں کے عیبوں کو چھپاتے بھی ہیں اور اپنے بندوں کو معاف بھی کرتے ہیں، اپنے بندوں کے حق میں حلیم و بردبار بھی ہیں اور اپنے بندوں سے پیار اور محبت بھی کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رحیمانہ و کریمانہ اعلان کر دیا کہ جو کوئی جہالت کی وجہ سے کوئی بُرا عمل کر بیٹھے لیکن اس کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح بھی کر لے تو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے ایسے لوگوں کو معاف بھی کرتے ہیں اور ان پر رحم بھی فرماتے ہیں۔

﴿درس نمبر:۱۱۲۵﴾ **اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چن لیا تھا** ﴿النحل:۱۲۰۔۱۲۱۔۱۲۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۲۰ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۲۱ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۲۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ بلاشبہ ابراہیم كَانَ اُمَّةً ایک امت تھا قَانِتًا لِّلّٰهِ اللہ کا فرمانبردار حَنِيْفًا حق کا پرستار وَلَمْ يَكُ اور نہ تھا وہ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں میں سے ۝۱۲۰ شَاكِرًا شکر کرنے والا تھا لِّاَنْعُمِهٖ اُس (اللہ) کی نعمتوں کا اِجْتَبٰهُ اس (اللہ) نے اسے چن لیا تھا وَهَدٰىهُ اور اس نے اسے ہدایت دی تھی اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ راہِ راست کی طرف ۝۱۲۱ وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسے دی فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً نیکی (اچھائی) دنیا میں وَاِنَّهٗ اور بلاشبہ وہ فِى الْاٰخِرَةِ آخرت میں لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ یقیناً صالح لوگوں میں سے ہوگا ۝۱۲۲

ترجمہ: بیشک ابراہیم (لوگوں کے) امام (اور) اللہ کے فرمانبردار تھے جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے O اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور (اپنی) سیدھی راہ پر چلایا تھا O اور ہم نے اُن کو دنیا میں بھی خوبی دی تھی اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیشک حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے پیشوا تھے جنہوں نے ہر طرف سے یکسو ہو کر اللہ کی فرمانبرداری اختیار کر لی تھی

۲۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے

۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چن لیا تھا

۵۔ حضرت ابراہیم کو سیدھے راستہ تک پہنچا دیا تھا

۶۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بھی بھلائی دی تھی

۷۔ آخرت میں تو یقیناً ان کا شمار صالحین میں ہے

قرآنِ مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام تقریباً ستر مرتبہ آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے اس آیت میں ''اُمَّةً'' کا لفظ استعمال کیا گیا، جبکہ اُمَّةً ایک بڑی جماعت کو کہتے ہیں جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو ایک فرد ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باوجود ایک فرد ہونے کے ایک جماعت یعنی اُمَّةً کیوں کہا گیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں اس قدر کمالات اور اوصاف جمع تھے کہ عموماً اتنے اوصاف ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ مشکل نہیں ہے کہ وہ ایک جماعت میں ہونے والی صفتوں اور کمالات کو ایک شخص میں جمع

کردے۔ یہاں لفظ اُمَّۃً سے مقتدا کا معنی بھی لیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام امام تھے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۱۲۴میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا:اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا میں تمہیں امام بنانے والا ہوں۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ حکم دیا گیا کہ آپ دینِ ابراہیمی کی اتباع کریں جیسا کہ آنے والی آیات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی کہ قَانِتًا لِّلّٰهِ حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اورفرمانبرداری پر جمے ہوئے تھے کہ اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت صد فیصد کی اور کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری صفت یہ بیان کی گئی کہ ان کا رخ باطل دینوں سے ہٹ کر صرف اورصرف دینِ حق کی طرف ہوگیا تھا۔انہوں نے اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو کرلیا تھا۔انہوں نے اللہ کے دروازہ کومضبوطی سے پکڑلیا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرکوں میں سے نہیں تھے بلکہ وہ پکے موحد تھے،صرف ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ یہاں قریش کی اس غلط فہمی کو دور کیا جارہا ہے کہ جیسا کہ مکہ کے مشرکین یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ان کا تعلق ملتِ ابراہیمی سے ہے۔اگر یہ مشرک دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت سے ہے تو انہیں یہ بات جان لینا چاہئے کہ ان مشرکوں کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک نہیں تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام تو پکے موحد تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اورصفت یہاں یہ بیان کی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکرگزار تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی چھوٹی چھوٹی نعمتوں پر بھی اس کی شکرگزاری کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہاں یہ بھی ارشادفرمایا کہ اِجۡتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کوچن لیااورانہیں سیدھے راستہ کی ہدایت دی۔کسی بھی بندے کیلئے یہ سب سے بڑا اعزاز ہوگا کہ اس کے بارے میں زمین وآسمان کا خالق ومالک یہ کہہ دے کہ اس نے اس کوچن لیا ہے۔دنیا میں لوگ کسی کو اسمبلی کے لئے چن لیتے ہیں یاپارلیمنٹ کیلئے تو وہ ایم ایل اےاورایم پی بن جاتا ہے،اگرتمام بادشاہوں کا بادشاہ کسی کے بارے میں یہ کہہ دے کہ میں نے ان کوچن لیا ہےتو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس بندے کے لئے یہ کتنا بڑا اعزاز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کوچن بھی لیا اوران کوسیدھے راستہ کی رہنمائی کی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بھی یہ فرمایا کہ ثُمَّ اجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ (طٰہٰ:۱۲۲) پھران کے رب نے ان کوچن لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں بھی یہ لفظ قرآنِ مجید میں ہے:وَكَذٰلِكَ يَجۡتَبِيۡكَ رَبُّكَ (یوسف:۶)اسی طرح تمہارارب تمہیں منتخب کرے گا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی یہ بات یوں کہی گئی:يٰمُوۡسٰۤى اِنِّىۡ اصۡطَفَيۡتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىۡ وَبِكَلَامِىۡ (الاعراف:۱۴۴)اے موسیٰ!میں نے تمہیں لوگوں کے مقابلہ میں

اپنی پیغمبری اور ہم کلامی کے ساتھ چنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو لفظ انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے استعمال فرمایا وہی لفظ امتِ محمدیہ کیلئے بھی استعمال فرمایا هُوَ اجْتَبٰكُمْ (الحج:۷۸) اس نے تم کو چن لیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہاں یہ بات بھی کہی گئی کہ وَ اٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً اور ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بھلائی عطا کی وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے۔ جس شخص کو دنیا میں بھلائی مل جائے اور جو شخص آخرت میں صالحین میں شمار ہو جائے اس کے رتبہ اور درجے کی بلندی کے بارے میں کون شک کرسکتا ہے؟

﴿درس نمبر:۱۱۲۶﴾ اے پیغمبر! آپ ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کریں ﴿النحل:۱۲۳۔۱۲۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ثُمَّ اَوْحَيْنَآ پھر ہم نے وحی کی اِلَيْكَ آپ کی طرف اَنِ اتَّبِعْ یہ کہ آپ پیروی کریں مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ ملتِ ابراہیم کی حَنِيْفًا جو حق کا پرستار تھا وَمَا كَانَ اور وہ نہ تھا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں میں سے ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ یقیناً بنایا گیا تھا السَّبْتُ ہفتے کا دن (قابلِ تعظیم) عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر جنہوں نے اخْتَلَفُوْا فِيْهِ اس میں اختلاف کیا تھا وَاِنَّ رَبَّكَ اور بے شک آپ کا رب لَيَحْكُمُ البتہ فیصلہ کرے گا بَيْنَهُمْ ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن فِيْمَا اس چیز کی بابت کہ كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ وہ اس میں اختلاف کرتے تھے ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ: پھر ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ دینِ ابراہیم کی پیروی اختیار کرو جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے O ہفتے کا دن تو انہی لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا اور تمہارا رب قیامت کے دن ان میں اُن باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! پھر ہم نے آپ پر بھی وحی کے ذریعہ یہ حکم نازل کیا ہے

۲۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کریں

۳۔ جس ابراہیم نے اللہ ہی کی طرف اپنا رخ کیا ہوا تھا

۴۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں

۵۔ ہفتہ کے دن کے احکام تو ان لوگوں پر لازم کئے گئے تھے جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا تھا

۶۔ یقین رکھو کہ تمہارا رب قیامت کے دن ان تمام باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں لوگ اختلاف کیا کرتے تھے

چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقتدیٰ اور امام بنایا جس کی دلیل سابقہ آیت سے بھی ہوئی کہ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا یہاں اُمَّةً سے مراد مقتدا لیا گیا اور سورۂ بقرہ کی اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امام ہونے کا ثبوت مل گیا کہ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام امام اور مقتدا ہیں تو رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ حکم دیا گیا کہ آپ ملتِ ابراہیمی کی اتباع کریں اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا آپ اس ابراہیم کے دین کی پیروی کریں جس ابراہیم نے اللہ ہی کی طرف اپنا رخ کیا ہوا تھا۔ توحید کے معاملہ میں اور نرمی کے ساتھ دین کی دعوت دینے کے میدان میں آپ (ﷺ) حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت کا اتباع کیجئے۔

اس کے بعد یہ بات کہی جا رہی ہے کہ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک نہیں تھے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۶۷ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ بات واضح طور پر کہہ دی گئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی تھے اور نہ ہی مشرک تھے بلکہ حضرت ابراہیم اللہ ہی کی طرف رخ کرنے والے مسلمان تھے مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (آل عمران:۶۷)۔ اس آیت کے ذریعہ یہودیوں، نصرانیوں اور مشرکوں کی تردید کر دی گئی، اس لئے کہ یہ سارے کے سارے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا سمجھتے تھے۔ یہودی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے، نصاریٰ کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نصرانی تھے اور مشرکین کہتے تھے کہ ہم حضرت ابراہیم کی ملت میں سے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کسی کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ جمعہ کے دن کو عظمت والا دن سمجھیں، مگر ان یہودیوں نے ہفتہ کے دن کو اپنی طرف سے مقرر کر لیا۔ اس دن کے بارے میں یہودیوں کا جو اختلاف تھا وہ وقت کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ پھر جب یہودیوں کیلئے ان کی مرضی کے مطابق ہفتہ کے دن کو تعظیم کا دن مقرر کیا گیا تو یہودیوں نے اس میں بھی سرکشی کی اور اس دن کی بیحرمتی کی۔ ہفتہ کے دن بنی اسرائیل کے لئے مچھلیوں کا شکار کرنا منع کر دیا گیا تھا، مگر ان بدبختوں نے اس میں حیلہ بازی کی اور ہفتہ کے دن جال ڈال کر مچھلیوں کو پھنسا لیا اور اتوار کے دن ان کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ ان کی اس بیحرمتی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو بندر بنا دیا گیا، جس کی تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۵ میں یوں ہے: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ اور یقیناً ان لوگوں کا علم بھی تمہیں ہے جو تم میں سے ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے بڑھ گئے اور ہم نے بھی کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۶۶ میں بھی اس کا ذکر یوں ہے: فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ جب وہ جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے

ان کو کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف کرنے والے یہودی تھے، جب ان کو ہفتہ کے دن کی تعظیم کا حکم دیا گیا تو ان میں سے بعض لوگوں نے اس کی حرمت کی خلاف ورزی کی اور بعض لوگوں نے حکم کے مطابق عمل کر کے اس کو باقی رکھا۔

جس معاملہ میں یہ یہودی اختلاف کررہے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس بارے میں فیصلہ کرے گا کہ جن لوگوں نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی کی ان کو ثواب عطا فرمائے گا اور جن لوگوں نے اس معاملہ میں نافرمانی کی ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔

درس نمبر:۱۱۲۷ **لوگوں کو حکمت اور خوش اسلوبی سے نصیحت کیجئے** النحل:۱۲۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۲۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اُدْعُ (اے پیغمبر!) بلایئے اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ اپنے رب کے راستے کی طرف بِالْحِكْمَةِ حکمت کے ساتھ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ اور اچھی نصیحت (کے ساتھ) وَجَادِلْهُمْ اور بحث کیجئے ان سے بِالَّتِيْ اس طریقہ کے ساتھ کہ هِيَ اَحْسَنُ وہ بہت اچھا ہو اِنَّ رَبَّكَ بلاشبہ آپ کا رب هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَنْ ضَلَّ اس شخص کو جو گمراہ ہوا عَنْ سَبِيْلِهٖ اس کی راہ سے وَهُوَ اَعْلَمُ اور وہ خوب جانتا ہے بِالْمُهْتَدِيْنَ ہدایت پانے والوں کو ۝۱۲۵

ترجمہ: (اے پیغمبر!) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے رب کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو، جو اس کے رستے سے بھٹک گیا تمہارا رب اُسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں اُن سے بھی خوب واقف ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اپنے رب کے راستہ کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کر کے دعوت دیجئے

۲۔ اگر بحث کی نوبت آئے تو ان سے بحث بھی ایسے طریقے سے کیجئے جو بہترین ہو۔

۳۔ یقیناً تمہارا پروردگار ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹک گئے ہیں

۴۔ ان سے بھی تمہارا رب واقف ہے جو راہِ راست پر قائم ہیں

اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ کو رب ذوالجلال کے راستہ کی طرف لوگوں کو دعوت دینے کا حکم دیا گیا ہے اور

دعوت دیتے وقت تین امور کا لحاظ رکھنے کی تلقین بھی کی گئی ہے: (۱) حکمت کے ساتھ دعوت دیجئے (۲) خوش اسلوبی سے نصیحت کیجئے (۳) بحث بھی اس طرح کیجئے جو بہترین ہو۔

دین کی دعوت دینے کے دوران ان تین ہدایات کی رعایت کرنا ہر اس شخص پر لازم ہے جو دوسروں کو اللہ کے راستے کی طرف بلا رہا ہو۔ یہ حکم بالراست رسولِ رحمت ﷺ سے ہے اور بالواسطہ امت کے تمام افراد سے ہے کہ وہ دین کی دعوت دیتے ہوئے ان امور کا لحاظ رکھیں۔ اب سوال یہ ہے کہ حکمت کا مطلب کیا ہے؟ حکمت کا مطلب یہ ہے کہ جو بات کہی جائے وہ صحیح ہو غلط نہ ہو اور خوبصورت طریقہ پر واقع ہو۔ یعنی دین کی دعوت دینے والا سامنے والے سے یعنی جس کو دعوت دے رہا ہے اس طریقہ پر بات کرے جس کو وہ قبول کر لے۔ مختلف حالتوں میں مختلف مزاجوں کے اعتبار سے اس کے طریقے الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ دین کی دعوت دینے والا اخلاص کے ساتھ دین کی دعوت دے، اس کے دل میں یہ خواہش ہو کہ سامنے والا اس کی حق بات کو قبول کر لے۔ دعوت دینے سے پہلے دعوت دینے کی تدبیروں پر غور کرے۔ دین کی دعوت دینے میں واسطوں کا استعمال بھی کرے۔ کسی بڑے آدمی کو دعوت دینی ہے تو اس کے ہم نوا اور ہم مزاج آدمی کو اپنے ساتھ رکھ لیا جائے۔ نرمی سے بات کی جائے، سخت اور خشک رویہ سے گریز کیا جائے۔ اچھے کاموں پر ملنے والے ثواب کی بشارتیں دے اور گناہوں پر ہونے والی سزاؤں سے اچھے انداز میں سمجھائے۔ موقع دیکھ کر بات کرے۔ جس کو دعوت دی جا رہی ہوا گر وہ مصروف ہو تو اس کے فارغ ہونے تک صبر و تحمل کے ساتھ انتظار کیا جائے۔ اتنی دیر ہی اس سے بات کی جائے جتنی دیر وہ بشاشت سے سننا چاہے، بہت دیر تک گفتگو جاری رکھتے ہوئے سامنے والے کا دل تنگ نہ کرے۔ دعوت دینے والے کی نرمی اور خوش اخلاقی سامنے والے کے لئے یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ حق بات قبول کر لے۔ نرم رویہ سے سخت دل انسان بھی نرم پڑ جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام دونوں کو فرعون جیسے ظالم گھمنڈی بادشاہ کے پاس بھیجا جا رہا ہے تو یہ نصیحت کی جا رہی ہے کہ **فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى** (طٰہٰ:۴۴) تم دونوں فرعون سے نرم بات کرو شاید کہ وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے۔ دین کی دعوت دینے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سامنے والے کے حق میں خیر خواہ بن جائے۔ جب تک دین کی دعوت دینے والے کے دل میں سامنے والے کی خیر خواہی نہیں آئے گی وہ حق بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہی کہا تھا کہ **وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ** (الاعراف:۶۸) اور میں تمہارے لئے خیر خواہ ہوں اور امین ہوں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: **وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ** (الاعراف:۷۹) اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: **وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ** (الاعراف:۶۲) اور میں تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔

مَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ اور اچھی نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے سبق آموز اور عبرتناک واقعات بتلائے جائیں جن سے سامنے والے کے دل میں ڈر کی کیفیت پیدا ہو اور اس کا دل نرم ہو جائے۔ ایسی فکر انگیز بات کی جائے جس سے گناہوں کو چھوڑنے کا اور نیک کام کرنے کا جذبہ دل میں پیدا ہو۔ اگر دین کی دعوت دینے کے دوران بحث ومباحثہ کی نوبت آجائے تو غصہ میں بے قابو ہو جانے اور اخلاق سے گر جانے پر آمادہ نہ ہو بلکہ اچھے طریقہ سے بحث کرے، دلائل بھی دیئے جائیں، محبت سے اس انداز میں سمجھایا جائے کہ بات جلد ہی سمجھ میں آجائے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی کے واقعات پڑھے جائیں کہ انہوں نے کس طرح صبر وتحمل سے کام لیا اور قوموں کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کو برداشت کیا؟ رسولِ رحمت ﷺ سے اس سلسلہ میں سورۂ حم السجدہ کی آیت نمبر ۳۴ میں یوں کہا گیا: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَاالَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ اس طریقہ پر دفع کرو جو اچھا طریقہ ہو۔ پھر اچانک وہ شخص جس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا خالص دوست ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گئے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی بخوبی جانتا ہے جو ہدایت پر آ گئے۔

اگر صبر کرلو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے

﴿درس نمبر: ۱۱۲۸﴾ ﴿النحل: ۱۲۶۔۱۲۷۔۱۲۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِنْ عَاقَبْتُمْ اور اگر تم بدلہ لو فَعَاقِبُوْا تو بدلہ لو بِمِثْلِ برابر اس (تکلیف) کے مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ جو تم ایذا دیئے گئے ہو ساتھ اس کے وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ اور البتہ اگر تم صبر کرو لَهُوَ خَیْرٌ تو وہ (صبر) بہت بہتر ہے لِّلصّٰبِرِیْنَ صبر کرنے والوں کے لیے ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ اور آپ صبر کیجئے وَمَا صَبْرُكَ اور نہیں ہے آپ کا صبر کرنا اِلَّا بِاللّٰهِ مگر اللہ (کی توفیق) ہی سے وَلَا تَحْزَنْ اور نہ آپ غم کریں عَلَیْهِمْ ان پر وَلَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ اور نہ ہوں آپ تنگی میں مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ اس سے جو وہ سازشیں کرتے ہیں ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ مَعَ الَّذِیْنَ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے اتَّقَوْا تقویٰ اختیار کیا وَّالَّذِیْنَ اور (ساتھ) ان لوگوں کے کہ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ وہ نیکی کرنے والے ہیں ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ: اور اگر تم اُن کو تکلیف دینا چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تمہیں اُن سے پہنچی اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کیلئے بہت اچھا ہے O اور صبر ہی کرو اور تمہارا صبر بھی اللہ ہی کی مدد سے ہے اور ان کے بارے میں غم نہ کرو اور جو یہ بد اندیشی کرتے ہیں اُس سے تنگدل نہ ہو O کچھ شک نہیں کہ جو پرہیزگار ہیں اور جو احسان

کرنے والے ہیں اللہ اُن کا مددگار رہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر تم لوگ کسی کے ظلم کا بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی زیادتی تمہارے ساتھ کی گئی تھی۔

۲۔ اگر صبر ہی کر لو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت بہتر ہے

۳۔ اے پیغمبر! تم صبر سے کام لو

۴۔ تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے

۵۔ ان کافروں پر صدمہ نہ کیجئے

۶۔ جو مکاریاں یہ لوگ کر رہے ہیں ان کی وجہ سے تنگ دل نہ ہوں

۷۔ یقین رکھو کہ اللہ ان کا ساتھی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان پر عمل پیرا ہیں

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں جنگِ احد کے شہیدوں کے بارے میں نازل ہوئیں۔ جنگِ احد میں کافروں نے مسلمانوں کے کان ناک وغیرہ کاٹ دیئے تھے اور پیٹوں کو پھاڑ دیا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ کافروں کا بے دردی والا یہ معاملہ پیش آیا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کافروں پر غلبہ دے دیا تو ہم بھی ان کافروں کے مقتولین کے ساتھ یہی معاملہ کریں گے اور ان کے کان ناک وغیرہ کاٹ دیں گے اور ان کے ساتھ ایسا معاملہ کریں گے کہ اہلِ عرب میں سے کسی نے کسی کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا ہو۔

جنگِ احد کے ان شہیدوں میں رسولِ رحمت ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کافروں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کان ناک کاٹ دیئے تھے اور انہیں مثلہ کر دیا تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ اپنے پیارے چچا کی اس حالت کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور غمگین ہو گئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ اگر آئندہ اللہ نے مجھے کامیابی دی یعنی کافروں پر ہمیں غلبہ مل گیا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدلہ ان کافروں کے ستر آدمیوں کے ناک کان کاٹ کر لیں گے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ اور اگر تم بدلہ لینے لگو تو اسی جیسا بدلہ لو جیسا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا۔ یعنی بدلہ لینے میں زیادتی کرنا درست نہیں۔ انتقام اس حد تک ہی لیا جا سکتا ہے جس حد تک کہ ظلم کیا گیا ہے۔ انتقام لینے میں حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر تم سے کسی نے کوئی چیز لی تو تم کو اجازت ہے کہ تم بھی اسی جیسی چیز لے لو۔ اگر کسی نے تمہاری ناک کاٹی ہے تو تمہیں اجازت ہے کہ تم بھی اس کی ناک کاٹ لو۔ اگر کسی نے تمہارے کان کاٹے ہیں تو تم کو بھی اجازت ہے کہ تم اس کے کان کاٹ لو۔ اس سے زیادہ بدلہ لینا ظلم ہوگا اور اللہ تعالیٰ نہ ظالم سے محبت کرتے ہیں اور نہ اس سے راضی اور خوش ہوتے ہیں۔ یہ ہے اسلامی تعلیمات جن میں عدل و انصاف ہے کہ بدلہ لیتے وقت بھی تمہیں عدل و انصاف قائم کرنا ہوگا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بدلہ سے بہتر ایک صورت یہ بیان کی کہ اگر تم بدلہ لینے کے بجائے صبر ہی سے کام لو تو

یہ تو صبر کرنے والوں کیلئے بہتر چیز ہے۔یعنی اگر برابر کا بدل لینے کے بجائے اپنے بلند اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے تم نے سامنے والے کو معاف ہی کر دیا، اس کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنے سے اپنا ہاتھ روک لیا اور تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وثواب کا ارادہ رکھتے ہوئے اس ظلم کو برداشت کرلیا تو یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ انتقام کے بجائے صبر، برداشت اور معاف کر دینا ہی صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ **وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُکَ اِلَّا بِاللّٰهِ** پیغمبر! آپ صبر سے کام لیجئے اور آپ کا صبر کرنا تو بس اللہ ہی کی توفیق سے ہوتا ہے۔یعنی دین کی دعوت دیتے ہوئے جو کچھ تکلیف آپ کو پہنچے آپ صبر کیجئے اور یہ بات یاد رکھئے کہ آپ کا ایسے مواقع پر صبر کرنا اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی توفیق اور ارادہ ہی سے ہے۔اگر ایسے مواقع پر آپ کو صبر کرنا بہت ہی زیادہ مشکل محسوس ہو تو آپ اپنے دل ودماغ کو اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی مشیت اور ارادہ اور اس کی توفیق کی طرف لے جایئے، اس طرح آپ کیلئے صبر کرنا آسان ہو جائے گا۔دعوتِ دین کے معاملہ میں ثابت قدمی اور صبر کی توفیق طلب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جایئے۔

وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ پیغمبر! آپ مخالفت کرنے والوں پر غم نہ کیجئے۔اگر یہ مشرکین آپ سے منہ موڑتے ہیں اور آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو آپ اس بات پر غمزدہ مت ہو جایئے یا یہ کہ آپ جنگِ احد میں جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے ان پر غم مت کیجئے۔

وَلَا تَکُ فِیۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡکُرُوۡنَ یہ مشرکین جو مکاریاں کر رہے ہیں ان کی وجہ سے تنگدل مت ہو جایئے۔مشرکین کی شرارتوں اور تدبیروں کی وجہ سے آپ غمگین نہ ہوں اور نہ ہی اپنا دل تنگ کر لیجئے۔آپ کے لئے تو آپ کا رب کافی ہے۔وہ آپ کی تائید کرنے والا اور آپ کی مدد کرنے والا ہے۔جو لوگ اس دنیا میں تقویٰ والی زندگی بسر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تو ایسے متقیوں کے ساتھ ہیں اور ان نیکوکاروں کے ساتھ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور حقوق ادا کرتے ہیں۔جو بھی متقی اور محسن بن جاتا ہے اللہ اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل مَکِّيَّةٌ

یہ سورت بارہ رکوع اور ایک سو گیارہ آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۲۹﴾ **واقعۂ معراج** ﴿بنی اسرائیل:۱﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنۡ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: سُبۡحٰنَ پاک ہے الَّذِیۡۤ وہ (اللہ) جو اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لے گیا اپنے بندے کو لَیۡلًا رات کے ایک حصے میں مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ مسجدِ حرام (بیت اللہ) سے اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس) تک الَّذِیۡ وہ جو بٰرَکۡنَا ہم نے برکت رکھی تھی حَوۡلَہٗ اس کے اردگرد لِنُرِیَہٗ تا کہ ہم اس کو دکھائیں مِنۡ اٰیٰتِنَا اپنی کچھ نشانیاں اِنَّہٗ ھُوَ بلاشبہ وہی ہے السَّمِیۡعُ خوب سننے والا الۡبَصِیۡرُ خوب دیکھنے والا ۝

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے ماحول پر ہم نے برکتیں نازل کی ہیں تا کہ ہم اُنہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ ہر بات سننے والی، ہر چیز دیکھنے والی ذات ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرایا

۲۔ جس کے گرداگرد برکتیں رکھی ہیں

۳۔ تا کہ ہم اسے اپنی آیتیں دکھائیں

۴۔ بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے

سورۂ بنی اسرائیل کو سورۃ الاسراء بھی کہا جاتا ہے۔ اس سورت کو سورۂ اسراء اس لئے کہا گیا کہ اس سورت کا آغاز واقعۂ اسراء سے کیا گیا، یعنی واقعۂ معراج۔ اس سورت کو سورۂ بنی اسرائیل اس لئے کہا گیا کہ اس میں بنی اسرائیل کے فساد کا ذکر ہے۔ یہ سورت پہلے درجہ کی عمدہ اور فصیح سورتوں میں سے ایک ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں کہ سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف، سورۂ مریم، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ انبیاء اول درجہ کی عمدہ، نہایت فصیح و بلیغ سورتیں ہیں۔ (بخاری: ۴۹۹۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ جب تک سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الزمر پڑھ نہ لیتے بستر پر سوتے نہ تھے۔ (ترمذی: ۲۹۲۰)

اس آیت میں معراج کا وہ واقعہ بیان کیا گیا ہے جو رسولِ رحمت ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا۔ اس حیرت انگیز واقعہ کو بیان کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سبحٰن الذی کے ذریعہ یہ بتلایا ہے کہ جس نے رسولِ رحمت ﷺ کو رات کے ایک مختصر سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر کروایا جس کا فاصلہ ۱۲۳۵ کلومیٹر ہے اور مسجدِ اقصیٰ سے ساتوں آسمانوں تک کا سفر کروایا اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا کر اس رات کے ایک حصہ میں دوبارہ جہاں سے نکلے وہاں پہنچا دیا۔ وہ ذات جو اس قدر قدرت و طاقت رکھتی ہو وہ ہر قسم کے عیب، برائی اور جھول سے بالکل پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے ذریعہ انسانوں کو اپنی عظیم اور کامل قدرت کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ قادر و مقتدر رب ہیں کہ ایک کمزور انسان کا خیال اور تصور وہاں تک نہیں جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت

کے مظاہرہ کے لئے اور اپنے پیارے حبیب کے مقام و منصب اور ان کی عظمت و بلندی کو ثابت کرنے کے لئے ایک ایسے معجزہ کا اظہار فرمایا جو ہمیشہ کیلئے معجزہ ہی معجزہ رہے گا۔ اس آیت میں اسراء یعنی مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کے سفر کا تذکرہ ہے۔ اقصیٰ کے معنی ہی دور دراز کے یعنی مسجدِ حرام یعنی مکۂ مکرمہ سے پہلے مدینہ کا سفر پھر وہاں سے مسجدِ اقصیٰ تک کا سفر۔ جس زمانہ میں اونٹوں پر سفر ہوتا تھا اس زمانہ میں عموماً مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا سفر چالیس دن میں طئے ہوتا تھا۔ اتنا طویل سفر اللہ تعالیٰ نے رات کے ایک حصہ میں کرا دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس رات رسولِ رحمت ﷺ مسجدِ اقصیٰ سے عالمِ بالا تشریف لے گئے جس کا ذکر سورۃ النجم کی آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸ میں یوں بیان کیا گیا: عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اسی کے پاس ہمیشہ رہنے کی بہشت ہے۔ جبکہ اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔ انہوں نے اپنے پروردگار کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایک براق لایا گیا جو لمبا سفید رنگ کا چوپایہ تھا۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نظر پڑتی تھی۔ میں اس پر سوار ہوا یہاں تک کہ میں بیت المقدس تک پہنچ گیا۔ میں نے اس براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور اس میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر میں مسجد سے باہر آیا تو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ لے کر آئے۔ میں نے دودھ کو لے لیا۔ اس پر جبرئیل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کر لیا۔ پھر ہمیں آسمان کی طرف لے جایا گیا اور پہلے آسمان میں حضرت آدم اور دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ اور تیسرے آسمان میں حضرت یوسف اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور سب نے مرحبا کہا اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ان کے بارے میں آپ نے بتایا کہ وہ البیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما تھے اور یہ بھی بتایا کہ البیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ اس میں لوٹ کر نہیں آتے۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ اس کے پتے اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے ہاتھی کے کان ہوں اور اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے مٹکے ہوں۔ جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ کے حکم سے ڈھانکنے والی چیزوں نے ڈھانک لیا تو اس کا حال بدل گیا۔ اللہ کی کسی مخلوق میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے حسن کو بیان کر سکے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کو سونے کے پروانوں نے ڈھانک رکھا تھا۔ (مسلم۔ ص ۹۷ ج ۱)

اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ کے لئے بِعَبْدِہٖ کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا کہ رسولِ رحمت ﷺ کے لئے عبدیت یعنی اللہ کا بندہ ہونا بھی بہت بڑا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گویا یہ اعلان کر دیا کہ رسولِ رحمت ﷺ حقیقت میں میرے بندے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک فرشتہ رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ آپ کے رب نے آپ کو سلام فرمایا اور فرمایا ہے کہ اگر تم چاہو تو عبدیت والے نبی بن جاؤ اور اگر چاہو تو بادشاہت والے نبی بن جاؤ۔ رسولِ رحمت ﷺ نے مشورہ لینے کے لئے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انہوں نے رسولِ رحمت ﷺ کو تواضع اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے جواب دیا کہ عبدیت والا نبی بن کر رہنا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میں ایسے کھاتا ہوں جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔ (مشکوٰۃ) رسولِ رحمت ﷺ کے لئے اس آیت میں بِعَبْدِہٖ کا لفظ اس لئے بھی استعمال کیا گیا کہ معراج کے اس واقعہ کی وجہ سے کسی کو یہ وہم نہ ہو جائے کہ آپ کی حیثیت عبدیت سے آگے بڑھ گئی، جیسا کہ عموماً غلو کرنے والے ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں، جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو سے کام لیا اور ان کو اللہ کا بیٹا بنالیا۔

مسجدِ اقصیٰ کے بارے میں اس آیت میں یہ بات بتلائی گئی کہ الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ وہ مسجد اقصیٰ جس کے چاروں طرف ہم نے برکت دی ہے۔ یہ برکت دینی اور دنیوی دونوں اعتبار سے ہے۔ دینی اعتبار سے برکت اس لئے کہ بیت المقدس انبیاء کرام علیہم السلام کا قبلہ رہا اور وہ ان کی عبادت گاہ بھی اور بیت المقدس ان تین مقدس مساجد میں سے ایک ہے جس کو سب سے زیادہ مرتبہ اور مقام حاصل ہے۔ مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور بیت المقدس۔ دنیوی اعتبار سے بھی یہ سرزمین اس لئے بابرکت ہے کہ یہاں نہریں اور باغات بکثرت ہیں۔

یہ سفر اس مقصد سے کروایا گیا تا کہ رسولِ رحمت ﷺ کو اللہ تعالیٰ قدرت کے عجائبات دکھلائیں لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ ایک رات میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا سفر مسجدِ اقصیٰ سے ساتوں آسمانوں کا سفر، انبیاء کرام سے ملاقاتیں اور ان کی امامت اور راستہ میں بہت ساری ان چیزوں کا دیکھنا جو قدرت کے عجائبات میں سے ہے اور اس رات رسولِ رحمت ﷺ کا اپنے مقام پر واپس آجانا اور ایسا بھی نہیں کہ صرف آپ کی روح نے سیر کیا ہو بلکہ آپ ﷺ نے بیداری کی حالت میں بنفس نفیس یہ سفر کیا ہے۔ یہ سفر جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوا تھا۔

﴿درس نمبر: ۱۱۳۰﴾ **تورات بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے اتاری گئی** ﴿بنی اسرائیل: ۲-۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِىْ وَكِيْلًا ۞ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاٰتَيۡنَا اور ہم نے دی مُوۡسَى موسیٰ کو الۡكِتٰبَ کتاب وَجَعَلۡنٰهُ اور ہم نے اسے بنایا هُدًى ہدایت لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ بنی اسرائیل کے لئے اَلَّا تَتَّخِذُوۡا کہ تم نہ پکڑو مِنۡ دُوۡنِىۡ میرے سوا وَكِيۡلًا (کسی کو بھی) کارساز ۝ ذُرِّيَّةَ (اے) اولاد مَنۡ ان لوگوں کی جنہیں حَمَلۡنَا ہم نے (کشتی میں) سوار کیا تھا مَعَ نُوۡحٍ نوح کے ساتھ اِنَّهٗ بے شک وہ كَانَ تھا عَبۡدًا بندہ شَكُوۡرًا نہایت شکر گزار ۝

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی اور اُس کو بنی اسرائیل کے لئے اس ہدایت کا ذریعہ بنایا تھا کہ تم میرے سوا کسی اور کو اپنا کارساز قرار نہ دینا (۲) اے اُن لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا! اور وہ بڑے شکر گزار بندے تھے (۳)

تشریح: ان دو آیتوں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی یعنی تورات

۲۔ہم نے اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنا دیا

۳۔تم لوگ میرے علاوہ کسی کو کارساز نہ بناؤ

۴۔اے ان لوگوں کی نسل! جن کو ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار کیا

۵۔بے شک حضرت نوح علیہ السلام شکر گزار بندے تھے۔

پچھلی آیت میں واقعۂ معراج کے تذکرہ کے ذریعہ خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت بیان کی گئی۔اس آیت میں بنی اسرائیل کی جانب بھیجے گئے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا تذکرہ کیا جارہا ہے اور یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمانی کتاب تورات عطا فرمائی ہے جس کتابِ مقدس کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنا دیا ہے تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آفاقی کتاب کے ذریعہ بنی اسرائیل کو جہالت اور کفر کی تاریکی سے نکالیں اور انہیں علم اور دین حق کی روشنی میں لے آئیں۔قرآنِ مجید کی دیگر آیتوں میں تورات، انجیل اور قرآن کو بھی ہدایت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳ اور ۴ میں یوں فرمایا گیا: نَزَّلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَاَنۡزَلَ التَّوۡرٰٮةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ ۝ مِنۡ قَبۡلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ جس نے آپ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے۔اسی نے اس سے پہلے تورات اور انجیل کو اتارا تھا، اس سے پہلے لوگوں کو ہدایت کرنے والی بنا کر اور قرآن بھی اسی نے اتارا۔سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۶ میں یوں کہا گیا: وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ فِيۡهِ هُدًى وَّنُوۡرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت تھی اور اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت و نصیحت تھی متقیوں کے لئے۔قرآنِ مجید کے

بارے میں بھی سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲ میں کہا گیا: هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یہ ہدایت ہے متقیوں کے لئے۔

بنی اسرائیل کو تورات میں اس بات کی تعلیم دی گئی تھی کہ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا تم لوگ میرے علاوہ کسی کو کارساز نہ بناؤ۔ یعنی تم لوگ اپنے سارے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو اور یوں کہو کہ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۔(المومن:۴۴) میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ ایک کمزور بندے کے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ اپنے معاملہ کو اللہ ہی کے سپرد کر دے اس لئے کہ وہ ایک ایسی ذات ہے جو قادر مطلق ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" (البقرہ:۲۰) بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی ایک اللہ ہے جو ہر کام کر سکتا ہے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (ہود:۱۰۷) یقیناً تیرا رب جو کچھ چاہے کر گزرتا ہے۔ ہماری زندگی ایک امتحان ہے۔ جو بھی ناموافق حالات پیش آئیں ہمارا کام بندہ ہونے کی حیثیت سے یہی ہے کہ ہم یہ یقین رکھیں کہ ہمارا رب ہمارے لئے کافی ہے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (الزمر:۳۶) کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ ایک مومن کیلئے ہر لحہ یہ آیت پکار کر کہتی ہے کہ تمہیں کسی بھی حالت میں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا پروردگار تمہارے لئے کافی ہے۔ ایک مومن کا وظیفہ تو یہی ہونا چاہئے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (آل عمران:۱۷۳) ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ ہمارے سارے کاموں کو بنانے والے تو اللہ ہیں۔ جب بھی کوئی مصیبت آجائے اسی رب کی طرف دوڑو اور اسی کے سامنے اپنی بپتا بیان کرو۔ اس کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا کارساز ہرگز مت بناؤ ورنہ دنیا بھی بگڑ جائے گی اور آخرت بھی خسارے میں پڑ جائے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنا وہ انعام یاد دلا رہے ہیں اور اس بات سے آگاہ کر رہے ہیں کہ تم ان لوگوں کی نسل میں سے ہو جن کو ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے سرکشی کی اور ان کی نافرمانی کی تو اس قوم پر طوفان کی شکل میں عذاب آیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو پہلے ہی کشتی بنانے کا حکم دے دیا تھا۔ پھر جب طوفان آنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اور ان کے خاندان والے اور وہ لوگ جو ایمان لائے کشتی میں سوار ہو جائیں (سوائے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور ان کے ایک بیٹے کے)۔ اس کشتی میں جو لوگ سوار ہوئے آگے چل کر انہی میں سے نسل چلی اور دنیا میں پھیلی۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ بات یاد دلا رہے ہیں کہ طوفان سے بچا کر جن لوگوں کو کشتی میں سوار کر لیا گیا تھا انہی کی نسل میں سے تم ہو۔ دیکھو کہ توحید پر قائم رہنے والوں کو طوفان سے نجات دے کر کشتی میں سوار کر لیا گیا تھا، جس طرح کشتی پر سوار ہونے والوں نے شرک سے اپنے آپ کو بچایا اور توحید پر قائم رہے اور اللہ ہی کو اپنا کارساز بنایا تم بھی اللہ ہی کو اپنا کارساز بناؤ اور یاد رکھو کہ حضرت نوح علیہ السلام کی شان یہ تھی کہ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا کہ وہ اللہ کے شکر گزار بندے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جس طرح اپنے پروردگار کی نعمتوں پر شکر ادا کیا تم بھی اپنے پروردگار کا شکر ادا

کرو۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بھی یہ بات کہی گئی کہ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ (النحل:۱۲۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے شکر کی توفیق یوں مانگی رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ (النحل:۱۹) اے میرے رب! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں۔اللہ کے بندوں کو چاہئے کہ اس کی نعمتوں میں غرق ہوکر ایسے غافل نہ بن جائیں کہ نعمتوں کا دینے والا ہی یاد نہ رہے بلکہ جب بھی کوئی نعمت مل جائے فوراً دل ودماغ رب ذوالجلال کے شکر میں لگ جائیں اور زبان رب ذوالجلال کے شکر سے تر رہے۔

تم زمین میں دوبار فساد مچاؤ گے

﴿درس نمبر:۱۱۳۱﴾ ﴿بنی اسرائیل:۴۔۵۔۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَضَيْنَآ اِلٰي بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَضَيْنَآ اور ہم نے فیصلہ سنادیا اِلٰي بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کو فِي الْكِتٰبِ کتاب (تورات) میں لَتُفْسِدُنَّ البتہ تم ضرور فساد کروگے فِي الْاَرْضِ زمین میں مَرَّتَيْنِ دوبار وَلَتَعْلُنَّ اور البتہ تم ضرور سرکشی کروگے عُلُوًّا سرکشی كَبِيْرًا بہت بڑی ۝ فَاِذَا پھر جب جَآءَ آ گیا وَعْدُ وعدہ اُوْلٰىهُمَا ان دونوں میں سے پہلا بَعَثْنَا (تو) ہم نے مسلط کردیئے عَلَيْكُمْ تم پر عِبَادًا بندے لَّنَآ اپنے اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ نہایت سخت لڑائی والے فَجَاسُوْا تو وہ گھس گئے خِلٰلَ الدِّيَارِ شہروں کے درمیان (قتل وغارت کے لئے) وَكَانَ اور تھا یہ وَعْدًا وعدہ مَّفْعُوْلًا (پورا) کیا ہوا ۝ ثُمَّ پھر رَدَدْنَا ہم نے دوبارہ دے دیا لَكُمُ الْكَرَّةَ تمہیں غلبہ عَلَيْهِمْ ان پر وَاَمْدَدْنٰكُمْ اور ہم نے تمہاری مدد کی بِاَمْوَالٍ مالوں کے ساتھ وَّبَنِيْنَ اور بیٹوں کے (ساتھ) وَجَعَلْنٰكُمْ اور ہم نے کردیا تمہیں اَكْثَرَ زیادہ نَفِيْرًا تعداد میں ۝

ترجمہ: اور ہم نے کتاب میں فیصلہ کرکے بنی اسرائیل کو اس بات سے آگاہ کردیا تھا کہ تم زمین میں دومرتبہ فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کا مظاہرہ کروگے O چنانچہ جب ان دو واقعات میں سے پہلا واقعہ پیش آیا تو ہم نے تمہارے سروں پر اپنے ایسے بندے مسلط کردیئے جو سخت جنگجو تھے اور وہ تمہارے شہروں میں گھس کر پھیل گئے اور یہ ایک ایسا وعدہ تھا جسے پورا ہوکر ہی رہنا تھا O پھر ہم نے تمہیں یہ موقع دیا کہ تم پلٹ کر اُن پر غالب آؤ اور تمہارے مال و دولت اور اولاد میں اضافہ کیا اور تمہاری نفری پہلے سے زیادہ بڑھادی۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ہم نے کتاب میں فیصلہ کر کے بنی اسرائیل کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد مچاؤ گے

۲۔ بڑی سرکشی کا مظاہرہ کرو گے

۳۔ چنانچہ جب ان دو واقعات میں سے پہلا واقعہ پیش آیا تو ہم نے تمہارے سروں پر اپنے ایسے بندے مسلط کر دیئے جو سخت جنگجو تھے۔

۴۔ وہ تمہارے شہروں میں گھس کر پھیل گئے

۵۔ یہ ایک ایسا وعدہ تھا جسے پورا ہو کر ہی رہنا تھا

۶۔ پھر ہم نے تمہیں یہ موقع دیا کہ تم پلٹ کر ان پر غالب آ جاؤ

۷۔تمہارے مال و دولت اور اولاد میں اضافہ کیا

۸۔تمہاری نفری پہلے سے زیادہ بڑھا دی

پچھلی آیت میں بنی اسرائیل پر کی گئی اس نعمت کا ذکر تھا کہ ان کی ہدایت اور رہبری کیلئے آسمانی کتاب تورات عطا کی گئی۔ اس آفاقی کتاب کا تقاضا یہ تھا کہ بنی اسرائیل اس سے ہدایت پاتے اور سیدھے راستہ پر چلتے ، مگر بنی اسرائیل نے ایسا نہیں کیا بلکہ بنی اسرائیل نے زمین میں فساد برپا کیا یعنی اپنے ہاتھوں سے نبیوں کو قتل کر دیا۔لوگوں کا ناحق خون بہایا۔اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ان نافرمانیوں اور شرارتوں کے بدلہ میں بخت نصر بادشاہ کی قیادت میں اہلِ بابل کو ان پر مسلط کیا جنھوں نے بنی اسرائیل کو قتل کیا اور ان کے مالوں پر قبضہ کیا اور بیت المقدس کو ویران کیا وغیرہ۔

اس آیت میں یہی بات کہی گئی کہ ہم نے بنی اسرائیل کو اس بات کی خبر دے دی تھی کہ تم زمین میں دو دفعہ فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے۔ دو مرتبہ فساد مچانے کا جو معاملہ ہے ان میں سے پہلا فساد اور بگاڑ تو وہی ہے جس کو بیان کیا گیا کہ بنی اسرائیل نے نبیوں کو قتل کیا، ناحق خون بہایا وغیرہ۔ جس زمین میں فساد کریں گے کہا گیا اس زمین سے مراد یا تو ملک شام کی سرزمین ہے جس میں بیت المقدس ہے یا مصر کی سرزمین ہے یا ہر وہ زمین مراد ہے جس میں بنی اسرائیل دونوں مرتبہ فساد اور بگاڑ پیدا کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے اور تورات کے احکام کی خلاف ورزی کریں گے۔ پہلی مرتبہ بنی اسرائیل نے جو فساد اور بگاڑ پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ایسے دشمن کو مسلط کر دیا جو سخت جنگ کرنے والے تھے اور بڑی قوت و طاقت کے مالک تھے جو بابل کے رہنے والے تھے جنھوں نے بخت نصر کی قیادت میں بنی اسرائیل کو ان کی سرکشی کا مزہ چکھایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت بنی اسرائیل پر جالوت نامی بادشاہ کو بھیجا اور جالوت نے بنی اسرائیل کو قتل کیا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فارس کے ایک لشکر کو بنی اسرائیل پر مسلط کیا گیا۔ جس دشمن کو بنی اسرائیل کے پہلے فساد و بگاڑ کے بعد مسلط کیا گیا تھا اس دشمن نے تورات کو جلایا، بیت المقدس پر حملہ کر کے تباہی مچائی اور

بنی اسرائیل کے بہت سے لوگوں کو قید کر لیا۔

اس کے بعد بنی اسرائیل نے اس حادثہ سے سبق حاصل کیا اور نصیحت پکڑی اور توبہ کی اور ہدایت کا راستہ اختیار کیا اور اپنی ضلالت، گمراہی اور سرکشی سے باز آ گئے اور ان کی جانب جس آسمانی کتاب تورات بھیجی گئی تھی اس کو مضبوطی سے پکڑے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دولت عطا کی اور دشمنوں پر غلبہ عطا فرمایا اور ان کی قوت لوٹ کر آ گئی اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا گیا۔ بنی اسرائیل تعداد میں بھی بڑھ گئے اور مال، اولاد اور ہتھیار سے بھی نوازے گئے۔ بنی اسرائیل نے چونکہ نصیحت حاصل کی اور اپنے آپ کو سدھارنے کی طرف توجہ دی اور اللہ کی اطاعت اختیار کی اور دین پر استقامت کے ساتھ قائم ہو گئے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر پہلی بار جالوت کو مسلط فرما دیا تھا۔ اس نے انہیں قید کیا اور قتل کیا اور برباد کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں انہیں قوت و طاقت عطا فرما دی جس کی جانب ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ میں اشارہ کیا گیا۔ پھر جب دوسری بار شر و فساد میں منہمک ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو بھیج دیا جس نے ان کو قید کیا اور برباد کیا جس کی تفصیل اگلے درس میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۳۲﴾ **اچھے کام کرو گے تو تمہارے لئے اچھا ہوگا** ﴿بنی اسرائیل:۷۔۸﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝۷ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنْ اگر اَحْسَنْتُمْ تم نیکی (اچھائی) کرو گے اَحْسَنْتُمْ (تو) نیکی کرو گے لِاَنْفُسِكُمْ اپنے نفسوں کے لیے وَاِنْ اور اگر اَسَاْتُمْ تم برائی کرو گے فَلَهَا تو (وہ بھی) انہی کے لیے ہوگی فَاِذَا پھر جب جَآءَ آیا وَعْدُ وعدہ الْاٰخِرَةِ دوسرا (تو مسلط کیے ہم نے اور بندے تم پر) لِيَسُوْٓءٗا تاکہ وہ بگاڑ دیں وُجُوْهَكُمْ تمہارے چہرے وَلِيَدْخُلُوا اور تاکہ وہ داخل ہو جائیں الْمَسْجِدَ مسجد (اقصیٰ) میں كَمَا جیسا کہ دَخَلُوْهُ وہ داخل ہوئے تھے اس میں اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی بار وَّلِيُتَبِّرُوْا اور تاکہ وہ تباہ کر دیں مَا اس چیز کو جس پر عَلَوْا وہ غالب آئیں تَتْبِيْرًا (مکمل) تباہ کرنا ۝۷ عَسٰى قریب ہے رَبُّكُمْ تمہارا رب اَنْ يَّرْحَمَكُمْ کہ وہ تم پر رحم کرے وَاِنْ اور اگر عُدْتُّمْ تم دوبارہ (سرکشی) کرو گے عُدْنَا تو ہم بھی دوبارہ (سزا) دیں گے وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا ہے جَهَنَّمَ جہنم کو لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لیے حَصِيْرًا قید خانہ ۝۸

ترجمہ: اگر تم اچھے کام کرو گے تو اپنے ہی فائدے کے لئے کرو گے اور بُرے کام کرو گے تو بھی وہ تمہارے لئے

ہی بُرا ہوگا۔ چنانچہ جب دوسرے واقعے کی میعاد آئی (تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا) تا کہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑ ڈالیں اور تا کہ وہ مسجد میں اُسی طرح داخل ہوں جیسے پہلے لوگ داخل ہوئے تھے اور جس جس چیز پر اُن کا زور چلے اُس کو تہس نہس کر کے رکھ دیں O عین ممکن ہے کہ (اب) تمہارا رب تم پر رحم کرے، لیکن اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی دوبارہ وہی کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا ہی رکھا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر تم نیکی کرو گے تو اپنی جانوں کیلئے کرو گے

۲۔ اگر بُرے کام کرو گے تو بھی وہ تمہارے لئے ہی بُرا ہوگا

۳۔ چنانچہ جب دوسرے واقعے کی میعاد آئی (تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا) تا کہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑ ڈالیں

۴۔ تا کہ وہ مسجد میں اُسی طرح داخل ہوں جیسے پہلے لوگ داخل ہوئے تھے

۵۔ جس جس چیز پر اُن کا زور چلے اُس کو تہس نہس کر کے رکھ دیں

۶۔ عین ممکن ہے کہ (اب) تمہارا رب تم پر رحم کرے

۷۔ لیکن اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی دوبارہ وہی کریں گے

۸۔ ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔

یہاں ایک آفاقی اصول بیان کیا گیا ہے کہ اگر تم اچھے کام کرو گے تو اس کا اچھا پھل تم کو ہی ملے گا اور اگر تم بُرے کام کرو گے تو اس کی سزا بھی برابر بھگتنی پڑے گی۔ یعنی اگر تم اللہ کی اطاعت کرو گے اور اس کی کہی ہوئی باتوں پر عمل کرو گے اور اس کے حکموں کی اتباع کرو گے اور اس نے جن کاموں سے روکا ہے ان سے باز آ جاؤ گے تو تمہاری اس اتباع واطاعت اور تمہاری اس پرہیز گاری کا بہترین صلہ تم کو ہی ملے گا۔ تمہاری یہ اطاعت اور فرمانبرداری تم کو نفع دے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے بھلائیوں کے دروازے تم پر کھولے گا اور برکتوں کا نزول فرمائے گا اور دنیا میں بُرا چاہنے والوں سے پہنچنے والی اذیتوں سے تمہیں محفوظ رکھے گا۔ اس اطاعت کا بدلہ تم کو آخرت میں بھی ملے گا کہ اس پر تمہیں اجر وثواب دیا جائے گا۔ اور اگر تم نے بجائے اطاعت اور فرمانبرداری کے نافرمانی اور سرکشی اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کا حکم دیا ان سے منہ موڑ لیا اور جن کاموں سے روکا ان کاموں میں مبتلا ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پرواہ نہ کی اور غفلت والی زندگی بسر کی تو اس کا نقصان بھی تم کو ہوگا۔ تمہاری نافرمانی کے نقصانات تم پر ہی ہوں گے۔ تمہاری نافرمانی کی نحوست سے اللہ تعالیٰ تمہیں مختلف قسم کی سزائیں دے گا۔ دنیا میں تمہارے اوپر ایسے دشمنوں کو مسلط کرے گا جو تم پر ظلم وزیادتی کریں گے اور تم پر غالب آئیں گے اور آخرت میں تمہیں دردناک اور توہین آمیز

عذاب دے گا، جیسا کہ سورۂ فصلت کی آیت نمبر ۴۶ میں کہا گیا: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا جس نے نیک عمل کیا اس کا فائدہ خود اسی کو ہوگا اور جس نے بُرا عمل کیا اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا دستور اپنی مخلوقات سے متعلق یہی رہا ہے کہ اگر قومیں نافرمانی پر اتر آتی ہیں تو ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کیا جاتا ہے جو ان کو قتل کرتے ہیں یا ان کو قید کر لیتے ہیں اور اگر قومیں اپنے گناہوں سے باز آجاتی ہیں اور سچی توبہ کر لیتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو ان پر سے ہٹا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں جو کچھ کرتے ہیں وہ انصاف و احسان پر مبنی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ سورۂ فصلت کی آیت نمبر ۴۶ میں یہ بات بتلادی گئی: وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

پچھلی آیتوں میں پہلے وعدہ کی وضاحت کی گئی اور یہاں دوسرے وعدے کے بارے میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے پھر اپنے بندے بھیجے تاکہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں اور پھر پہلی مرتبہ جس طرح بیت المقدس میں داخل ہو گئے تھے اسی طرح پھر اس میں داخل ہو جائیں اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کر دیں۔ صاحبِ بیان القرآن نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل پر جو پہلی بار تباہی آئی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی مخالفت کی وجہ سے تھی اور دوسری بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی وجہ سے تھی۔ پھر جب رسولِ رحمت ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو یہودیوں نے رسولِ رحمت ﷺ کی مخالفت کی اور آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کیا جس کے نتیجہ میں مدینہ کے یہ یہودی جلاوطن ہوئے اور ذلیل و رسوا ہوئے۔

یہ آیتیں ہم سب کو سبق دے رہی ہیں کہ اگر تم نے بھی بنی اسرائیل کی طرح حرکت کی اور رب ذوالجلال کے احکامات کی خلاف ورزی کی تو تمہارا حال بھی وہی ہو سکتا ہے، اس لئے اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامو اور رسولِ رحمت ﷺ کی زندگی کو اسوہ تسلیم کر لو اور خدا کی اس زمین میں بگاڑ پیدا مت کرو، سرکشی اور نافرمانی کو چھوڑ کر اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر لو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے سامنے دوسری مرتبہ امید کا دروازہ کھول دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ اے بنی اسرائیل! امید ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے اور دشمن کو تم پر دوبارہ مسلط کر دے اور تم سے انتقام لینے کے بعد تم کو معاف کر دے اگر تم سچی توبہ کر لو گے اور گناہوں کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ دشمن کو تم پر سے پھیر دے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور ذلت کے بعد انہیں عزت عطا فرمائی اور ان کی سلطنت کو لوٹا دیا اور ان میں انبیاء کا سلسلہ جاری فرمایا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے اس قول سے بنی اسرائیل کو تنبیہ کر رہے ہیں کہ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا اگر تم وہی حرکتیں کرو گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو ہم پہلے کر چکے ہیں۔ یعنی اگر تم تیسری مرتبہ بھی فساد اور بگاڑ پیدا

کرو گے اور نافرمانیوں پر اتر آؤ گے تو یاد رکھو! ہم تم کو پھر سے ذلیل و رسوا کریں گے اور پھر سے تم پر دشمنوں کو مسلط کردیں گے اور دنیا میں اب تک جو کچھ تم پر گزرا اس سے زیادہ تم کو سزا دیں گے اور آخرت میں بھی تم کو عذاب دیں گے۔

﴿درس نمبر:۱۱۳۳﴾ **قرآنِ مجید سب سے سیدھا راستہ دکھاتا ہے** ﴿بنی اسرائیل:۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ﴿۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ بے شک هٰذَا یہ الْقُرْاٰنَ قرآن يَهْدِىْ ہدایت دیتا ہے لِلَّتِىْ اس (راہ) کی کہ هِىَ وہ اَقْوَمُ سب (راہوں) سے سیدھی ہے وَيُبَشِّرُ اور وہ خوشخبری دیتا ہے الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَعْمَلُوْنَ عمل کرتے ہیں الصّٰلِحٰتِ نیک اَنَّ کہ بے شک لَهُمْ ان کے لیے ہے اَجْرًا اجر كَبِيْرًا بہت بڑا ﴿۹﴾

ترجمہ: بیشک یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے اور جو لوگ (اس پر) ایمان لاکر نیک عمل کرتے ہیں، اُنہیں خوشخبری دیتا ہے کہ اُن کے لئے بڑا اجر ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ قرآنِ مجید وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے

۲۔ جو لوگ اس قرآنِ مجید پر ایمان لاتے ہوئے نیک عمل کرتے ہیں انہیں یہ قرآنِ مجید بڑے اجر کی خوشخبری دیتا ہے

قرآنِ مجید وہ دستورِ حیات ہے جو سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ دنیا میں لوگ جتنی راہیں اختیار کرتے ہیں ان میں گمراہی کا امکان زیادہ اور ہدایت کا امکان کم ہوتا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ ساری راہیں روئے زمین پر پھیلے انسانوں کی اپنی بنائی ہوئی راہیں ہوتی ہیں۔ قرآنِ مجید کے نزول کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ دنیائے انسانیت کو وہ راستہ دکھایا جائے جو سب سے زیادہ سیدھا ہو۔ یہ وہ آفاقی کتاب ہے جو لوگوں کو شرک کے ٹیڑھے راستوں سے نکال کر توحید کے سیدھے راستہ کی رہنمائی کرتی ہے۔ یہ وہ مقدس آسمانی کتاب ہے جو لوگوں کو کمزور معبودوں کی پوجا پاٹ سے نکال کر ایک زبردست اور طاقتور خالق و مالک اور معبودِ برحق کی سچی عبادت کی راہ بتاتی ہے۔ یہ وہ مقدس کتابِ الٰہی ہے جو باطل کی تاریکیوں سے انسانوں کو نکال کر حق کی روشنی کی طرف لے آتی ہے۔ یہ وہ مقدس کتاب ہے جو نجاست وخباثت والی زندگی سے انسانوں کو نکال کر طہارت و پاکیزگی کی طرف لے آتی ہے۔ یہ وہ بے مثال کتاب ہے جو جھوٹ، خیانت، ظلم و زیادتی، فتنہ وفساد، قتل و غارت گری، چوری اور زنا جیسی برائیوں کے دلدل سے انسانوں کو نکال کر انہیں سچائی، امانت داری، عدل وانصاف، امن وسلامتی، حق ادائیگی اور ہمدردی جیسی عمدہ صفتوں کی راہوں پر لاتی ہے اور دنیائے انسانیت کو چین وسکون کی زندگی بسر کرنے کی راہیں ہموار کرتی ہے۔ یہی وہ بابرکت کتاب ہے جو

زمین وآسمان کے خالق و مالک کی اطاعت کرنے والوں کو ثوابِ عظیم کی خوشخبری دیتی ہے اور کافروں، مشرکوں اور نجومیوں کو دردناک اور سخت ترین عذاب سے ڈراتی ہے۔یہی وہ مستند ومعتبر کتابِ الٰہی ہے جو مضبوط اور درست راستے کی نشاندہی کرتی ہے اور انسانوں کو مذبذب راستوں کے بجائے سب سے زیادہ واضح راستوں کی جانب رہبری کرتی ہے۔جس سلیم الطبع شخص کے دل میں یہ خواہش ہو کہ وہ سیدھا راستہ اختیار کرے تو اس کے لئے یہی وہ سیدھا راستہ ہے جس کی نشاندہی قرآنِ مجید کررہا ہے۔یہی وہ قرآنِ مجید ہے جو درست دین کی جانب رہنمائی کرتا ہے جس کو سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۴۰ میں کہا گیا: ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ یہی دین درست ہے۔سورۂ کہف کی آیت نمبر ا میں یہ بات واضح کردی گئی کہ اس کتاب میں کسی بھی قسم کی کوئی کجی نہیں ہے، کسی بھی قسم کے ٹیڑھے پن کا تصور اس قرآنِ مجید میں نہیں ہے۔یہ سرتاپا درست اور سیدھے راستہ ہی کی تعلیم وتلقین کرتی ہے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا اور اس میں کسی بھی قسم کی کوئی کجی نہیں رکھی۔سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۲۸ میں صاف طور پر کہہ دیا گیا: قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا غَیۡرَ ذِیۡ عِوَجٍ لَّعَلَّہُمۡ یَتَّقُوۡنَ قرآن ہے عربی میں جس میں کوئی کجی نہیں تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

اس آیت میں قرآنِ مجید کی ایک اور صفت یہ بیان کی گئی کہ یہ قرآن ان مومنوں کو بہت بڑے اجر کی خوشخبری دیتا ہے جو دنیا کی اس مختصر سی زندگی میں نیک اعمال اختیار کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو جنہوں نے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے فرشتوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہوئے نیک اعمال اختیار کئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے فضل سے بہت بڑا اجر انہیں عطا فرمائیں گے۔ایمان والی زندگی پھر نورٌ علیٰ نور نیک اعمال والی پُر بہار زندگی جس کسی کو نصیب ہوگی سمجھ جایئے کہ اس کے لئے تو خیر ہی خیر ہے۔رب ذوالجلال اپنی شایانِ شان اس کو بڑا اجر عطا فرمائیں گے۔سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۷۲ میں یوں ہے: لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا مِنۡہُمۡ وَاتَّقَوۡا اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ'' ان میں سے جنہوں نے نیکی کی اور پرہیز گاری اختیار کی ان کے لئے بہت زیادہ اجر ہے۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۳ میں کہا گیا: فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیۡہِمۡ اُجُوۡرَہُمۡ وَیَزِیۡدُہُمۡ مِّنۡ فَضۡلِہٖ پس جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک اعمال کئے ان کو ان کا پورا پورا ثواب عنایت فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا۔

درس نمبر:۱۱۳۴ — بنی اسرائیل:۱۰۔۱۱

انسان بڑا جلد باز واقع ہوا ہے

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَّاَنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ اَعۡتَدۡنَا لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۝۱۰ وَیَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَہٗ بِالۡخَیۡرِ ؕ وَکَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا ۝۱۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَّاَنَّ اور (یہ کہ) بلاشبہ الَّذِیْنَ وہ لوگ جو لَا یُؤْمِنُوْنَ نہیں ایمان لاتے بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر اَعْتَدْنَا ہم نے تیار کیا ہے لَهُمْ ان کے لیے عَذَابًا عذاب اَلِیْمًا بہت دردناک ۝ وَیَدْعُ اور دعا مانگتا ہے الْاِنْسَانُ انسان بِالشَّرِّ برائی کی دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ اپنے بھلائی کی دعا مانگنے کی طرح وَكَانَ اور ہے الْاِنْسَانُ انسان عَجُوْلًا نہایت جلد باز ۝

ترجمہ: اور یہ بتاتا ہے کہ جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اُن کے لئے ہم نے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے O اور انسان بُرائی اس طرح مانگتا ہے جیسے اُسے بھلائی مانگنی چاہئے اور انسان بڑا جلد باز واقع ہوا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے ہم نے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

۲۔ انسان برائی اس طرح مانگتا ہے جیسے اسے بھلائی مانگنی چاہئے

۳۔ انسان بڑا جلد باز واقع ہوا ہے

پچھلی آیت میں قرآنِ مجید کی دو صفتیں بیان کی گئی تھیں۔ ایک صفت یہ کہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت دیتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور دوسری صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ ان مومنوں کو اجرِ عظیم کی بشارت دیتا ہے جو نیک اعمال اختیار کرتے ہیں۔

یہاں قرآنِ مجید کی تیسری صفت یہ بیان کی گئی کہ قرآنِ مجید ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ آدمی صرف اللہ کو ایک مان لینے سے مومن نہیں بن جاتا بلکہ اس کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ آخرت پر ایمان لائے۔ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ اس کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ وہ یہ بات بھی تسلیم کرے کہ قیامت قائم ہوگی، آخرت کا وہ بڑا دن قائم ہوگا، جس دن ساری انسانیت رب ذوالجلال کے سامنے کھڑی ہوگی، ہر ایک کے اعمال کا حساب ہوگا، نیک کاموں پر جزا اور بُرے کاموں پر سزا دی جائے گی۔ یہ بات بھی ماننی ہوگی کہ جنت بھی حق ہے، دوزخ بھی حق ہے، شفاعت بھی حق ہے اور میزانِ عدل بھی حق ہے۔ جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لائیں گے ان کے بارے میں قرآنِ مجید نے اپنا یہ فیصلہ سنا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قرآنِ مجید کی ان تین صفتوں کے بتلائے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو کمزوریاں اور خامیاں بیان کی ہیں۔ ایک خامی تو انسان کی یہ بتلائی گئی کہ وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ انسان برائی کے لئے ایسی دعا مانگتا ہے جیسے خیر کے لئے مانگتا ہے۔ یہ انسان کی کمزوری ہے کہ جب وہ غصہ میں بے قابو ہو جاتا ہے یا مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے تو صبر و تحمل کے ساتھ مومنانہ جملے اپنی زبان سے ادا کرنے کے بجائے ایسی باتیں کہہ دیتا ہے جو اس کے لئے

خیر سے خالی اور عاری ہیں۔ اپنے لئے ایسی برائی کی دعا مانگتا ہے جیسے کوئی اپنے لئے بھلائی مانگ رہا ہو۔ کبھی اپنی جان پر لعنت ملامت کرتا ہے کہ اللہ مجھ پر لعنت کرے، اللہ مجھے زندہ دھنسا دے، اللہ مجھے موت دے، اللہ مجھے ذلیل و رسوا کر دے وغیرہ۔ گویا اپنے لئے نادانی میں بد دعا کر بیٹھتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کی اس بد دعا کے مطابق وہ تکلیف بھیج دیتے ہیں تو وہ تکلیف اس کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ مومن و مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے حق میں اور دوسروں کے حق میں خیر کی دعا کرے۔ جب بندہ خیر مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خیر ہی عطا فرماتے ہیں۔ اس لئے رسولِ رحمت ﷺ نے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جانوں اور اپنی اولاد اور اپنے مالوں کے لئے بد دعا نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی مقبولیت کی گھڑی میں اللہ تعالیٰ سے سوال کر بیٹھو اور وہ تمہاری بد دعا قبول فرمالے۔ (مشکوٰۃ شریف) اللہ تعالیٰ کی یہ بڑی مہربانی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی جلد بازی میں کی ہوئی بہت سے بد دعاؤں کو قبول کرنے میں جلدی نہیں فرماتے، یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے، ورنہ تو کتنے لوگوں کا کام تمام ہو جاتا اور ہلاک و تباہ ہو جاتے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۱ میں یہی بات بتلائی گئی: وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ اور اگر اللہ لوگوں پر جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا۔

انسان کی دوسری کمزوری بلکہ اس کا یہ مزاج بیان کیا جا رہا ہے کہ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا انسان بڑا جلد باز ہے۔ اگر ہم عام انسانوں کی زندگی کا جائزہ لیں تو ہمیں یہ معلوم و محسوس ہوگا کہ وہ اپنی زندگی کے مختلف کاموں میں کس قدر جلد باز ہوتے ہیں؟ جبکہ جلد بازی کا نقصان خود اس کو ہوتا ہے جو جلد بازی کرتا ہے۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَلْاَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطٰنِ بردباری اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

یہ آیت اشارہ کر رہی ہے کہ آدمی ہر کام کے کرنے سے پہلے غور و فکر کرے، سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے، جلد بازی سے کام بگڑتے ہیں اور سنجیدگی کے ساتھ کام کرنے سے کام بنتے ہیں۔ ہاں! آخرت کے کام میں دیر نہ کی جائے، وہاں جلدی کیجئے، جیسے نماز کا پڑھنا اور حج کا ادا کرنا وغیرہ۔ یہاں جلد انجام دینا مطلوب ہے کہ قضا نہ ہو جائے یا چھوٹ نہ جائے۔ جلدی کا مطلب یہاں یہ نہیں کہ جلدی جلدی نماز مختصر پڑھ لی جائے۔

﴿درس نمبر:۱۱۳۵﴾ ﴿بنی اسرائیل:۱۲﴾

دن اور رات قدرت کی دو نشانیاں

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝۱۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا الَّيْلَ رات کو وَالنَّهَارَ اور دن کو اٰيَتَيْنِ دو نشانیاں فَمَحَوْنَآ پھر ہم نے مٹادی اٰيَةَ نشانی الَّيْلِ رات کی وَجَعَلْنَآ اور ہم نے بنادی اٰيَةَ نشانی النَّهَارِ دن کی مُبْصِرَةً دکھلانے والی (چیزوں کو) لِّتَبْتَغُوْا تاکہ تم تلاش کرو فَضْلًا فضل (رزق) مِّنْ رَّبِّكُمْ اپنے رب کا وَلِتَعْلَمُوْا اور تاکہ تم جان لو عَدَدَ گنتی السِّنِيْنَ سالوں کی وَالْحِسَابَ اور حساب وَكُلَّ شَيْءٍ اور ہر چیز فَصَّلْنٰهُ ہم نے اس کو خوب بیان کیا تَفْصِيْلًا تفصیل سے ۝

ترجمہ: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیوں کے طور پر پیدا کیا ہے۔ پھر رات کی نشانی کو تو اندھیری بنادیا اور دن کی نشانی کو روشن کردیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرسکو اور تاکہ تمہیں سالوں کی گنتی اور (مہینوں کا) حساب معلوم ہوسکے اور ہم نے ہر چیز کو الگ الگ واضح کردیا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے رات کو اور دن کو دو نشانیوں کے طور پر پیدا کیا ہے

۲۔ رات کی نشانی کو تو اندھیری بنادیا

۳۔ دن کی نشانی کو روشن کردیا

۴۔ تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرسکو

۵۔ تاکہ تمہیں سالوں کی گنتی اور مہینوں کا حساب معلوم ہوسکے

۶۔ ہم نے ہر چیز کو الگ الگ واضح کردیا ہے

اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت کو سمجھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی نشانیاں پیدا کی ہیں۔ یہ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، سیارے، سمندر، پہاڑ وغیرہ یہ سب قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ انہی نشانیوں میں سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو اہم نشانیوں کا تذکرہ کیا ہے اور ان دونوں کا مقصد بھی بیان کردیا ہے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتلادی کہ ہم نے رات کو اور دن کو دو نشانیوں کے طور پر پیدا کیا ہے۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر دن اور رات کے تذکرے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۴ میں آسمان اور زمین اور رات اور دن کی تخلیق وغیرہ کو قدرت کی نشانی قرار دیا گیا: اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۔ الخ۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۲۷ میں یوں کہا گیا: تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے، تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے، تو ہی ہے کہ جسے چاہتا ہے بے شمار روزی دیتا ہے۔ اندھیری رات کے بعد دن کا روشن ہوجانا اور

روشن دن کے بعد اندھیری رات کا آجانا اتنا بڑا کام کوئی انسان نہیں کرسکتا۔ ایک گھر کو روشن کرنے کیلئے بجلی کی ضرورت ہے، ایک محلّہ کو روشن کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر بجلی کی ضرورت ہے، یہ بجلی کی ساری طاقت پورے ملک کو تو روشن نہیں کرسکتی۔ رات کی تاریکی وہ تاریکی ہے جس کو رب ذوالجلال ہی روشن کرسکتے ہیں۔ دن کی روشنی وہ روشنی ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی تاریک کرسکتے ہیں۔ رات کے بعد دن کا آنا اور دن کے بعد رات کا آنا نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے ایک بڑی نصیحت ہے اور ایک شکر گزار بندے کیلئے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۶۲ میں یوں کہا گیا: وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا اور اس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا اس شخص کی نصیحت کیلئے جو حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ رات اور دن کی پیدائش کا مقصد سورۂ یونس کی آیت نمبر ۶۷ میں یوں بیان کیا گیا: هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۷۱ تا ۷۳ کا مطالعہ کیجئے اور اندازہ لگایئے کہ دنیا کی کوئی طاقت رات کو دن اور دن کو رات میں بدلنے کی طاقت نہیں رکھتی: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۞ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۞ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اے پیغمبر! ان سے) کہو: ”ذرا یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تم پر رات کو ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک مسلط رکھے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لے کر آئے؟ بھلا کیا تم سنتے نہیں ہو؟“ O کہو: ”ذرا یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تم پر دن کو ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک مسلط کردے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہیں وہ رات لا کر دیدے جس میں تم سکون حاصل کرسکو؟ بھلا کیا تمہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا؟ O یہ تو اُسی نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات بھی بنائی ہے اور دن بھی تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور اس میں اللہ کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔

جن آیات کی تشریح ہم لکھ رہے ہیں ان میں بھی مقصدِ لیل ونہار یوں بتلایا گیا: فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ہم نے رات کی نشانی کو محو کردیا۔ یعنی رات کو روشنی والی چیز نہیں بنائی بلکہ روشنی کو مٹا کر اس رات کو تاریک رکھا تا کہ لوگ اس میں آرام کرسکیں۔ جیسا کہ سورۂ یونس کی مذکورہ آیت میں کہا گیا کہ جس نے تمہارے لئے رات اس لئے بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرسکو اور دن کو روشن اس لئے بنایا گیا تا کہ آدمی دن کی روشنی میں اپنے گھر سے باہر نکلے، روزگار تلاش کرے، کاروبار کرے، ملازمت کرے، کارخانے چلائے،

کمپنیاں چلائے، صنعت وحرفت کے مختلف کاموں میں مشغول ہوجائے۔ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے جانے کا ایک اور فائدہ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ اس سے برسوں کی گنتی معلوم ہوتی ہے، مہینوں کا حساب مل جاتا ہے۔ اگر دنیا میں رات ہی رات ہوتی یا دن ہی دن ہوتا اور دن اور رات کی تبدیلی کا یہ نظام نہ ہوتا تو آپسی معاملات طئے کرنے میں دشواری پیش آتی، وعدہ کرنے یا وعدہ پورا کرنے میں دقت ہوجاتی، قرض دینے اور لینے کی مدت طئے کرنے میں مشکلیں پیش آتیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر بڑا احسان فرمادیا کہ اس نے رات اور دن کا یہ پیارا اور مفید نظام قائم فرمادیا اور انسانوں کے مزاج کے اعتبار سے اس کے اوقات رکھ دیئے۔ مخلوقات کی طاقت وقوت اور ان کی برداشت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دن اور رات کا یہ نظام رکھا گیا۔ اگر دن ہی دن ہوتا اور رات کا سکون انسان کو نہ ملتا تو ظاہر ہے کہ آدمی پاگل ہوجاتا یا رات ہی رات ہوتی اور دن کا نظام نہ ہوتا تو انسان کی زندگی اجیرن ہوجاتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نعمتوں پر غور کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

﴿درس نمبر: ۱۱۳۶﴾ لو! پڑھ لو اپنا نامۂ اعمال ﴿بنی اسرائیل: ۱۳۔۱۴﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكُلَّ اِنسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكُلَّ اور ہر اِنْسَانٍ انسان اَلْزَمْنٰهُ ہم نے لازم کردیا اس کے لیے طٰٓئِرَهٗ اس کا عمل فِيْ عُنُقِهٖ اس کی گردن میں وَنُخْرِجُ اور ہم نکالیں گے لَهٗ اس کے لیے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن كِتٰبًا ایک کتاب يَّلْقٰهُ وہ اسے پائے گا مَنْشُوْرًا کھلی ہوئی ۝ اِقْرَاْ (اسے کہا جائے گا) پڑھ لے! كِتٰبَكَ اپنا اعمال نامہ كَفٰى کافی ہے بِنَفْسِكَ تیرا نفس ہی الْيَوْمَ آج عَلَيْكَ تجھ پر حَسِيْبًا حساب لینے والا ۝

ترجمہ: اور ہر شخص (کے عمل) کا انجام ہم نے اُس کے اپنے گلے سے چمٹادیا ہے اور قیامت کے دن ہم (اُس کا) اعمال نامہ ایک تحریر کی شکل میں نکال کر اُس کے سامنے کردیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا ○ (کہا جائے گا کہ) لو پڑھ لو اپنا اعمال نامہ! آج تم خود اپنا حساب لینے کے لئے کافی ہو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہر شخص کے عمل کا انجام ہم نے اس کے اپنے گلے سے چمٹادیا ہے۔

۲۔ قیامت کے دن ہم اس کا اعمال نامہ ایک تحریر کی شکل میں نکال کر اس کے سامنے کردیں گے

۳۔ جس تحریر کو انسان کھلا ہوا دیکھے گا

۴۔ کہا جائے گا کہ لو! پڑھ لو اپنا نامۂ اعمال

۵۔ آج تم خود اپنا حساب لینے کے لئے کافی ہو

دن اور رات کی تخلیق اور اس کے مقاصد کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ انسان کے اچھے اور بُرے اعمال سے متعلق ذمہ داری کا احساس انسانوں کے دلوں میں ان آیات کے ذریعہ پیدا فرمارہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ہر شخص کے عمل کا انجام ہم نے اس کے اپنے گلے سے چمٹا دیا ہے، یعنی جس طرح جانوروں کی گردنوں میں (قلادہ) یعنی رسی باندھ دی جاتی ہے کہ وہ رسی اس کی گردن سے کبھی جدا نہیں ہوتی، ہمیشہ اس کے ساتھ لٹکی ہوئی رہتی ہے، بالکل اسی طرح انسان کی زندگی سے صادر ہونے والے اچھے اور بُرے اعمال بھی اس کے ساتھ بندھے ہوتے ہیں، انسان کی زندگی کے اعمال اور اس کا انجام اس سے جڑا ہوا ہے۔ انسان کو اس کی زندگی میں اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو اچھا عمل کرے چاہے تو بُرا عمل، لیکن انجام انسان کی زندگی سے چمٹا ہوا ہے، وہ اس کی زندگی سے جدا نہیں ہوسکتا۔ ہر انسان کا ایک انجام ہے، اچھا یا بُرا۔ جس نے ایمان والی زندگی گزاری، اعمالِ صالحہ کو لازم پکڑ لیا، تقویٰ، پاکدامنی، توکل، عبادت، حسنِ اخلاق اور درست معاملات والی زندگی گزاری، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اختیار کی اور مخلوق کے حقوق ادا کئے تو ایسے شخص کے ساتھ اس کا اچھا انجام جڑا ہوا ہے، وہ انجام اس سے کبھی جدا نہیں ہوگا۔ جس نے کفر اور شرک کی زندگی گزاری، اسی پر اس کی موت ہوئی، جس نے زندگی بھر بے لگام زندگی گزاری، نہ اس نے اپنے حقیقی رب کا حق ادا کیا اور نہ ہی بندوں کے حقوق کی رعایت کی اس کا بُرا انجام اس کی زندگی سے جڑا ہوا ہے۔

جس طرح دفاتر میں ہر شخص کی ماہانہ یا سالانہ رپورٹ تیار ہوتی ہے اور اس کی فائیل کمپیوٹر میں محفوظ (Save) کی جاتی ہے، انسان کی زندگی کا بھی یہی حال ہے کہ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَاتَفْعَلُوْنَ کہ یہ لکھنے والے فرشتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتے ہیں، اچھے اور بُرے سارے اعمال وہ فرشتے لکھ لیتے ہیں، اس کی فائیل تیار کی جاتی رہتی ہے اور جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کی فائیل مکمل کردی جاتی ہے۔ کوئی شخص اس فائیل کی کوئی چیز نہ حذف (Delete) کرسکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی اضافہ کرسکتا ہے۔ اس شخص کی یہ فائیل قیامت تک کیلئے محفوظ کردی جاتی ہے، پھر جس دن قیامت قائم ہوگی تو سارے انسانوں کی ساری فائیلوں کی پرنٹ نکال لی جائے گی اور ہر انسان اپنی اپنی فائیل کو کھلا ہوا دیکھ لے گا۔ یہی حقیقت اس آیت میں یوں بیان کی گئی: وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا اور اس کے لئے ہم کتاب نکال دیں گے اور اس کتاب کو کھلی ہوئی دیکھ لے گا۔ یعنی قیامت کے دن ہر انسان کی اس کی اپنی ایک کتاب ہوگی جس کو انسان دیکھے گا اور وہ کتاب کھلی ہوئی ہوگی اور اس کا رخ اس انسان کی جانب ہوگا تا کہ وہ پڑھ لے کہ واقعی وہی باتیں لکھی ہوئی ہیں جو اس نے دنیا میں کی تھیں۔ اس کتاب میں اس کے سارے اعمال ہوں گے، اس کے اچھے کام بھی اور اس کے بُرے کام بھی۔ یہ اعمال نامہ ہوگا جو کتابی شکل میں ہوگا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

نے ایک حدیث قدسی بیان کی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم کی اولاد! ہم نے تیرے لئے ایک صحیفہ (رجسٹر) واضح کر دیا اور تجھ پر تو معزز فرشتے مقرر کئے، ایک تیری داہنی طرف دوسرا بائیں طرف، داہنی طرف والا فرشتہ تمہاری نیکیاں محفوظ کرتا ہے اور بائیں طرف والا تمہارے گناہ محفوظ کرتا ہے تو تم جو چاہے عمل کرو چاہے کم چاہے زیادہ۔ یہ کام تمہاری موت تک ہوتے رہتا ہے اور جب تم مر جاتے ہو تو تمہارا صحیفہ لپیٹ دیا جاتا ہے اور تمہاری گردن میں تمہاری قبر میں تمہارے ساتھ رکھ دیا جاتا ہے۔ پھر جب قیامت کا دن ہوتا ہے تو وہ تمہارے لئے ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن انسان سے کہا جائے گا کہ اِقْرَاْ كِتَابَكَ تو اپنی کتاب پڑھ۔ یعنی اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ واقعی تو نے دنیا کی اس زندگی میں کیا کیا اچھے کام کئے تھے اور کیا کیا بُرے کام کئے تھے؟ تیرے اعمال کے حساب کیلئے اور تیرے اعمال کو شمار کرنے کیلئے یہی کتاب کافی ہے۔

ایک حساس اور عقلمند مسلمان کیلئے یہ چونکا دینے والی آیت ہے جو اس کے شعور کو بیدار کرتی ہے اور اس فکر کی دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنا حساب کرتا رہے کہ اس نے اپنی زندگی میں کیا کیا ہے اور کیا نہیں کیا ہے؟ اگر انسان نے اس مختصر سی زندگی میں اس پر غور نہیں کیا اور اپنا رخ تبدیل نہیں کیا تو کل قیامت کے دن اس کا حساب اور اس پر غور و فکر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لئے حکم دیا گیا کہ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا تم حساب کر لو اس سے پہلے کہ حساب کیا جائے۔ یہ نامۂ اعمال قیامت کے دن دو شکلوں میں دیا جائے گا۔ نیک لوگوں کا نامۂ اعمال ان کے سیدھے ہاتھوں میں اور بُرے لوگوں کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھوں میں دیا جائے گا۔ سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر ۱۹ تا ۳۲ میں یہ وہ منظر کشی کی گئی ہے جو نامۂ اعمال کے دیئے جانے سے متعلق ہے: فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۚ﴿۱۹﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۚ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ﴿۲۱﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا ۢ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۭ﴿۳۲﴾ اب جس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ دوسروں سے کہے گا کہ لیجئے میرا نامۂ اعمال پڑھیے O مجھے یقین تھا کہ مجھ کو میرا حساب کتاب ضرور ملے گا O پس وہ شخص من مانے عیش میں ہوگا O یعنی اونچے باغ میں O جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے O ان سے کہا جائے گا کہ جو اعمال تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو ان کے عوض مزے سے کھاؤ اور پیو O اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھ کو میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا O اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے O اے کاش! موت میرا کام تمام کر چکی ہوتی O آج میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا O مجھ سے میرا اقتدار جاتا رہا O حکم ہوگا کہ اسے پکڑ لو اب اسے طوق پہنا دو O پھر دوزخ کی آگ میں اسے جھونک دو O پھر زنجیر سے جس کی لمبائی ستر گز ہے جکڑ دو۔

﴿درس نمبر:۱۱۳۷﴾ **کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا** ﴿بنی اسرائیل:۱۵﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَنِ جس شخص نے اهْتَدٰى ہدایت پائی فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ تو یقیناً وہ ہدایت پاتا ہے لِنَفْسِهٖ اپنے نفس (کے فائدے) کے لیے ہی وَمَنْ اور جو کوئی ضَلَّ گمراہ ہوا فَاِنَّمَا يَضِلُّ تو یقیناً وہ گمراہ ہوتا ہے عَلَيْهَا اپنے (نفس) پر ہی وَلَا تَزِرُ اور بوجھ نہیں اُٹھائے گی وَازِرَةٌ کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) وِّزْرَ بوجھ اُخْرٰى کسی دوسری (جان) کا وَمَا اور نہیں كُنَّا ہیں ہم مُعَذِّبِيْنَ عذاب دینے والے حَتّٰى حتیٰ کہ نَبْعَثَ ہم بھیجتے ہیں رَسُوْلًا کوئی رسول ﴿۱۵﴾

ترجمہ: جو شخص سیدھی راہ پر چلتا ہے تو وہ خود اپنے فائدے کے لئے چلتا ہے اور جو گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ اپنے ہی نقصان کے لئے اختیار کرتا ہے اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اور ہم کبھی کسی کو اُس وقت تک سزا نہیں دیتے جب تک کوئی پیغمبر (اُس کے پاس) نہ بھیج دیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو شخص سیدھی راہ پر چلتا ہے تو وہ خود اپنے فائدے کے لئے چلتا ہے

۲۔ جو گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ اپنے ہی نقصان کے لئے اختیار کرتا ہے

۳۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

۴۔ ہم کبھی کسی کو اس وقت تک سزا نہیں دیتے جب تک کوئی پیغمبر اس کے پاس نہ بھیج دیں

جو شخص اس دنیا میں سیدھے راستہ پر چلے، حق کو اختیار کرے اور باطل کو چھوڑ دے، بھلائی اختیار کرے اور برائی چھوڑ دے، شریعت کی اتباع کرے اور نبوی ہدایات پر اپنی زندگی بسر کرے تو ظاہر ہے کہ اس کا یہ سب کچھ کرنا خود اسی کے لئے فائدہ مند ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے عمل میں گمراہ ہوا اور اللہ کی مقرر کردہ شریعت کی خلاف ورزی کرے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کرے اور دنیا کی اس زندگی میں باطل کو اختیار کرے اور حق کو چھوڑ دے، برائی کو اپنا لے اور بھلائی سے منہ موڑ لے تو اس شخص کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا۔ اس لئے قادرِ مطلق رب ذوالجلال نے اپنا منصفانہ قانون یہی بنایا ہے کہ نیک عمل کا ثواب نیک عمل کرنے والے کو ملے گا اور بُرے عمل کی سزا بُرا کام کرنے والے کو ہوگی۔ یہ بات سورۃ النمل کی آیت نمبر ۹۲ میں بھی بیان کی گئی ہے: فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ جو راہِ راست پر آ جائے تو اس ہدایت کا فائدہ اسی

کو ہوگا اور جو گمراہ ہو جائے تو کہہ دیجئے کہ میں صرف ہوشیار کرنے والوں میں سے ہوں۔

قیامت کے دن گناہوں کے بوجھ اٹھائے جانے کے سلسلہ میں ایک اصول یہ بیان کیا گیا کہ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔یعنی کوئی گنہگار انسان کسی دوسرے گنہگار انسان کا بوجھ نہیں اٹھائے گا بلکہ ہر ایک کو اپنے گناہوں کا بوجھ خود ہی اٹھانا ہوگا۔اس میں ان لوگوں کے لئے تنبیہ ہے جو دوسروں کو گناہوں کی ترغیب دیتے ہیں اور یہ حوصلہ دیتے ہیں کہ تم گناہ کرلو تمہارے گناہوں کا بوجھ ہم اٹھالیں گے۔ بعض جاہل قسم کے لوگ یوں کہہ دیتے ہیں کہ تو میرے کہنے پر یہ گناہ کرلے تیرے اس گناہ کا بوجھ مجھ پر رہے گا، اگر تیرے اس گناہ پر عذاب ہوگا تو وہ عذاب میں بھگت لوں گا۔ یہ باتیں صرف کہنے کی باتیں ہیں اور جھوٹی تسلی کی باتیں ہیں، وہاں کوئی کسی کی طرف سے عذاب یا سزا بھگتنے کے لئے تیار نہیں ہوگا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ منظوری دی جائے گی کہ ایک کے بدلے دوسرے کو عذاب دیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ اس نے لوگوں سے یوں کہا تھا کہ تم لوگ محمد کا انکار کردو اور مجھ پر اس جرم کا بوجھ رہے گا۔

اس آیت میں ان لوگوں کی بھی تردید ہے جو یہ کہا کرتے تھے کہ ہم کو کسی بھی قسم کا عذاب نہیں ہوگا۔اگر قیامت میں عذاب ہوگا بھی تو وہ ہمارے باپ دادا ہی کو ہوگا ہم کو نہیں ہوگا۔سورۂ سبا کی آیت نمبر ۲۵ سے بھی اس بات کی تاکید ہوتی ہے: قُلْ لَّا تُسْـئَلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ کہہ دیجئے کہ ہمارے کئے ہوئے گناہوں کی بابت تم سے کوئی سوال نہ کیا جائے گا اور نہ تمہارے اعمال کی باز پرس ہم سے کی جائے گی۔سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۶۴ میں بھی یہ بات بتلائی گئی کہ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۔سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۸ اور سورۂ زمر کی آیت نمبر ۷ اور سورۃ النجم کی آیت نمبر ۳۸ میں بھی یہی بات بتلائی گئی ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ شرک اور بدعات کی دعوت دیتے ہیں اور ان کے کہنے پر جن لوگوں نے برائیاں اختیار کیں ان لوگوں کے اعمال بھی تو ان دعوت دینے والوں اور برائیاں جاری کرنے والوں کے حساب میں لکھے جائیں گے تو پھر اس کا مطلب کیا ہے کہ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا ہے کہ جن لوگوں نے گمراہی کی دعوت دی ان کے عمل ہی کی وجہ سے وہ لوگ گمراہ ہوئے۔دوسروں کو گمراہ کرنا بھی تو ایک عمل ہے اور اس عمل ہی کا بوجھ اس کے اوپر ہوگا۔ایسا تو نہیں ہوگا کہ جن کو گمراہ کیا گیا ان کا بوجھ نکال کر ان گمراہ کرنے والوں کے کاندھوں پر رکھا جائے گا۔

اس کے بعد عذاب کے سلسلہ میں ایک اصول بتلایا جارہا ہے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم جب تک کوئی رسول نہ بھیجیں اس وقت تک عذاب نہیں دیتے۔اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ قوموں کی طرف پہلے نبیوں کو بھیجتے ہیں جو سیدھے راستہ کی طرف انہیں دعوت دیتے ہیں۔جب لوگ ان نبیوں کا انکار کرتے ہیں تو ان پر عذاب نازل کیا جاتا ہے۔

درس نمبر: ۱۱۳۸ ## ہم نے نوح کے بعد کتنی بستیوں کو ہلاک کر دیا؟ بنی اسرائیل: ۱۶-۱۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذَآ اور جب اَرَدْنَآ ہم چاہتے ہیں اَنْ نُّهْلِكَ کہ ہم ہلاک کریں قَرْيَةً کسی بستی کو اَمَرْنَا (تو) ہم حکم دیتے ہیں مُتْرَفِيْهَا اس کے خوشحال لوگوں کو فَفَسَقُوْا تو وہ نافرمانی کرتے ہیں فِيْهَا اس میں فَحَقَّ پھر ثابت ہو جاتی ہے عَلَيْهَا اس (بستی) پر الْقَوْلُ بات (عذاب کی) فَدَمَّرْنٰهَا تو ہم اس کو تباہ کر دیتے ہیں تَدْمِيْرًا (مکمل) تباہ کرنا ۝ وَكَمْ اور کتنی ہی اَهْلَكْنَا ہلاک کر دیں ہم نے مِنَ الْقُرُوْنِ قومیں مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ نوح کے بعد؟ وَكَفٰى اور کافی ہے بِرَبِّكَ آپ کا رب بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ اپنے بندوں کے گناہوں کی خَبِيْرًاۢ خوب خبر رکھنے والا بَصِيْرًا (ان کو) خوب دیکھنے والا ۝

ترجمہ: اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اُس کے خوش حال لوگوں کو (ایمان اور اطاعت کا) حکم دیتے ہیں، پھر وہ وہاں نافرمانیاں کرتے ہیں تو ان پر بات پوری ہو جاتی ہے، چنانچہ ہم اُنہیں تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں O اور کتنی ہی نسلیں ہیں جو ہم نے نوح کے بعد ہلاک کیں؟ اور تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے، سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوش حال لوگوں کو ایمان اور اطاعت کا حکم دیتے ہیں

۲۔ پھر وہ وہاں نافرمانیاں کرتے ہیں تو ان پر بات پوری ہو جاتی ہے

۳۔ چنانچہ ہم انہیں تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں

۴۔ کتنی ہی نسلیں ہیں جو ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہلاک کیں؟

۵۔ تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے سب کچھ دیکھ رہا ہے

پچھلی آیت میں یہ حقیقت بتلائی گئی تھی کہ جب تک ہم نبی کو نہیں بھیجتے اس وقت تک ان پر عذاب نازل نہیں کرتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا ایک اور دستور بیان کر رہے ہیں کہ جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اور اطاعت و فرمانبرداری کرلے۔ اس حکم کے دیئے جانے کے باوجود اگر وہ خوشحال لوگ اللہ کے اس حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور اللہ کی سرزمین میں فسق و فجور

کرتے ہیں اور اللہ کی اطاعت سے نکل جاتے ہیں اور سرکشی کرنے لگ جاتے ہیں تو ان کی اس نافرمانی اور سرکشی کے جرم میں ان پر عذاب کو واجب کر دیتے ہیں اور ان کو ہلاک و تباہ کر دیتے ہیں۔ اللہ کے اس حکم میں اس بستی کے سارے کے سارے لوگ شامل رہتے ہیں کہ تم سب اللہ کی اطاعت کرلو۔ یہاں صرف خوشحال اور مالداروں کا تذکرہ کیا گیا اس لئے کہ یہ خوشحال اور مالدار قسم کے لوگ قوم کے سردار اور قائد ہوتے ہیں اور دوسرے سارے لوگ ان کے تابع ہوتے ہیں۔ جب سرکشی میں یہ لوگ ان مالداروں کے تابع ہوتے ہیں اور جب عذاب آ جائے تو یہ بھی ان خوشحال لوگوں کے تابع ہوں گے۔ جب یہ خوشحال سرکش لوگ تباہ و برباد ہوں گے تو باقی یہ تابعداری کرنے والے بھی ان کے ساتھ تباہ و برباد ہوں گے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۲۳ میں ان سرداروں اور خوشحال لوگوں کے بارے میں یہ بات کہی گئی: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تا کہ وہ لوگ وہاں فریب کریں اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ فریب کر رہے ہیں اور ان کو ذرا خبر نہیں۔

ہلاک ہوئی قوموں کے بارے میں یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ نوح کے بعد کتنی ہی نسلیں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا جو تم سے پہلے گزری ہیں۔ ان قوموں کی ہلاکت اس وقت ہوئی جب انہوں نے نافرمانی اور سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کر دیا اور اپنے رسولوں کو جھٹلا دیا۔ یہ ان لوگوں کے لئے تنبیہ ہے جو رسولِ رحمت ﷺ کو جھٹلاتے تھے کہ اے رسول آخر الزماں کے جھٹلانے والو! اگر تم سے پہلے گزری ہوئی قوموں کو اس لئے ہلاک کر دیا گیا کہ ان قوموں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا تھا تو یاد رکھو! تم اللہ کے نزدیک کوئی ایسے باعزت لوگ نہیں ہو کہ تم اگر جھٹلاؤ گے تو تم کو ہلاک نہیں کیا جائے گا، اس لئے اپنے کفر سے باز آ جاؤ تا کہ تم ہلاکت سے بچ سکو۔ یہاں ایک اہم نکتہ مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتلائی کہ کتنی ہی قومیں ایسی ہیں جن کو ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہلاک و تباہ کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے جو قرون یعنی صدیاں گزریں ان قرنوں اور صدیوں میں کسی پر عذاب نہیں آیا، جتنی ہلاکتیں قوموں کی ہوئیں وہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہی ہوئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرون گزرے ہیں اور وہ سب کے سب اسلام پر تھے۔

آخر میں یہ بات بتلائی گئی کہ تمہارا پروردگار اپنے بندوں کو گناہوں سے باخبر ہونے اور ان گناہوں کو دیکھنے اور جاننے کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کے نیک اعمال اور ان کی نافرمانیوں کو پوری طرح شمار کرتا ہے اور ان کے تمام اچھے اور بُرے اعمال کو اچھی طرح جانتا ہے، کوئی چیز اللہ کے علم سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۳۹﴾ ## کس کو دنیا چاہیئے اور کس کو آخرت چاہیئے؟ ﴿بنی اسرائیل:۱۸۔۱۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَنْ كَانَ جوکوئی ہے يُرِيْدُ چاہتا الْعَاجِلَةَ جلدی والی (دنیا) عَجَّلْنَا (تو) ہم جلدی دے دیتے ہیں لَهٗ اس کو فِيْهَا اس (دنیا) میں مَا جوکچھ نَشَآءُ ہم چاہتے ہیں لِمَنْ جس کے لیے نُّرِيْدُ ہم چاہتے ہیں ثُمَّ جَعَلْنَا پھر ہم ٹھہرادیتے ہیں لَهٗ اس کے لیے جَهَنَّمَ جہنم يَصْلٰهَا وہ اس میں داخل ہوگا مَذْمُوْمًا ملامت زدہ مَّدْحُوْرًا دھتکارا ہوا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اور جوکوئی اَرَادَ الْاٰخِرَةَ آخرت چاہتا ہے وَسَعٰى اور کوشش کرتا ہے لَهَا اس کے لیے سَعْيَهَا اس کے لائق کوشش وَهُوَ جب کہ وہ مُؤْمِنٌ مومن ہے فَاُولٰٓئِكَ تو یہی لوگ ہیں كَانَ سَعْيُهُمْ کہ ہے ان کی کوشش مَّشْكُوْرًا قابلِ قدر ﴿۱۹﴾

ترجمہ: جوشخص دنیا کے فوری فائدے ہی چاہتا ہے تو ہم جس کے لئے چاہتے ہیں جتنا چاہتے ہیں اُسے یہیں پر جلدی دے دیتے ہیں، پھر اُس کے لئے ہم نے جہنم رکھ چھوڑی ہے جس میں وہ ذلیل وخوار ہوکر داخل ہوگا O اور جو شخص آخرت (کا فائدہ) چاہے اور اُس کے لئے ویسی ہی کوشش کرے جیسی اُس کے لئے کرنی چاہیئے جبکہ وہ مومن بھی ہو تو ایسے لوگوں کی کوشش کی پوری قدردانی کی جائے گی۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جوشخص دنیا کے فوری فائدے ہی چاہتا ہے

۲۔ ہم جس کے لئے چاہتے ہیں جتنا چاہتے ہیں اس کو یہیں جلدی دے دیتے ہیں

۳۔ پھر اس کے لئے ہم نے دوزخ رکھ چھوڑی ہے

۴۔ جس دوزخ میں وہ ذلیل وخوار ہوکر داخل ہوگا

۵۔ جوشخص آخرت کا فائدہ چاہے

۶۔ اس آخرت کے لئے ویسی ہی کوشش کرے جیسی اس کے لئے کرنی چاہیئے جبکہ وہ مومن بھی ہو

۷۔ تو ایسے لوگوں کی کوشش کی پوری قدردانی کی جائے گی

دنیا میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر جو داد و دہش کرتے ہیں اور جو بھی عطا فرماتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو آخرت میں عطا فرماتے ہیں اس میں قدرت کا کیا دستور اور قانون ہے؟ ان دو آیتوں میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ان لوگوں کا تذکرہ فرمایا جو دنیا کے طلبگار رہیں، یعنی جن کو دنیا چاہیئے، جوشخص اپنے اعمال

کے ذریعہ دنیا ہی چاہتا ہے اس کو دنیا کا کچھ حصہ دے دیا جاتا ہے، یہ قانون عام ہے۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ کوئی شخص دنیا چاہے اور اسے نہ ملے۔ دنیا کی طلب کرنے والے ہر شخص کی مراد پوری ہو یہ ضروری بھی نہیں ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو کچھ چاہے وہ سب کچھ مل جائے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ دستور بیان فرمایا کہ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ہم ایسے شخص کیلئے اسی دنیا میں جس کے لئے چاہیں گے جتنا چاہیں گے دے دیں گے۔

یہاں یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو صرف دنیا چاہتے ہیں اور دوسرے وہ جو صرف آخرت چاہتے ہیں۔ جو لوگ صرف دنیا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے جس کو جتنا چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں عطا فرمادیتے ہیں، اس کے بعد اس کے عمل پر اس کا مواخذہ کرتے ہیں۔ اگر وہ ایسا نکلا کہ اس نے رب ذوالجلال کی دی ہوئی چیزوں کو غلط راستوں میں استعمال کیا اور آخرت کے مقابلہ میں اس نے فانی دنیا کو ترجیح دی تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم بن جائے گا اور وہ لوگ جو آخرت چاہتے ہیں اور اس آخرت کے پانے کی فکر میں رب ذوالجلال کی اطاعت کرتے ہیں اور ایمان کے ساتھ نیک اعمال انجام دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے اعمال کو قبول فرماتے ہیں اور اپنی بارگاہ میں ان کو مقبولیت کا درجہ عطا فرمادیتے ہیں۔ آخرت میں ایمان والوں کے درجات بلند ہوجاتے ہیں۔ دنیا میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کافر کیلئے دنیا فراوانی اور وسعت کے ساتھ دی جاتی ہے اور کبھی مومنوں کے لئے دنیا مختصر طور پر دی جاتی ہے۔ لیکن آخرت کی تقسیم کا معاملہ یہ ہوگا کہ نیک اعمال کرنے والے مومن و مسلمان کو کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۵ میں بھی اس سلسلہ میں ایک آفاقی دستور بتلایا گیا ہے کہ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہوا چاہتا ہو ہم ایسوں کو ان کے کُل اعمال کا بدلہ یہیں بھرپور پہنچادیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۲۰ میں کہا گیا کہ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم اسے اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طلبگار ہو ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دے دیں گے، ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

یہاں ایک نکتہ ذہن میں رکھیں کہ دنیا کی داد و دہش اور عطا و بخشش کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے لِمَنْ نُّرِيْدُ فرمایا کہ جس کو ہم چاہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ دنیا کی یہ دولت اللہ کے ارادہ ہی سے مل سکتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کی اس دولت کا ہر ایک کو ملنا بھی ضروری نہیں ہے، اللہ جس کے بارے میں چاہیں گے اسکو وہ دیں گے، یہ اللہ کے ارادہ پر موقوف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ دنیا کی طلب میں دوڑ دھوپ تو کرتے ہیں مگر بعض اوقات محروم کے محروم رہ جاتے ہیں۔ رزق کی تقسیم میں اللہ تعالیٰ نے یہ اصول نہیں بنایا کہ وہ

مومنوں کو رزق دے گا اور کافروں کو نہیں دے گا۔ دنیا میں انسان کو جو کچھ ملتا ہے اس کی کوشش محنت اور اللہ کے ارادہ سے ملتا ہے۔ رزق کے کسی کو زیادہ ملنے یا کم ملنے کا تعلق ایمان اور کفر سے نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے، اس کی حکمت اور مصلحت اس کے پیچھے کام کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت سے کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیتے ہیں۔ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ (العنکبوت:۶۲) اللہ جس کو چاہتے ہیں کشادہ رزق دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں تنگی کر دیتے ہیں۔

آخرت کے بارے میں یہ بات بیان کی گئی کہ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا جو شخص آخرت کا ارادہ کرے اور اس کے لئے کوشش کرے جیسی کوشش ہونی چاہئے اور وہ مومن ہو تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر دانی ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی آخرت کی طلب اپنے دل میں رکھے اور اس آخرت کے حاصل کرنے کیلئے جس قدر محنت مطلوب ہے اتنی محنت کرے تو اللہ تعالیٰ کا رحیمانہ قانون اور دستور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اس کوشش کو رائیگاں جانے نہیں دیں گے، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (التوبہ:۱۲۰) اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اس کوشش کی قدر دانی کرتے ہیں بشرطیکہ آخرت کی سچی طلب اور تڑپ ہو اور اس کی نیت درست ہو اور اجر وثواب کا ارادہ ہو۔ ایسے سعادت مند اشخاص وافراد سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہوں گے، ان کے لئے جنت عطا فرمائیں گے اور جتنا عمل کیا اس کا اجر کئی گنا بڑھا کر بھی دیں گے، جیسا کہ کہا گیا: نَزِدْ لَهٗ فِىْ حَرْثِهٖ (الشوریٰ:۲۰) ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیں گے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں یہ بھی کہا گیا: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام:۱۶۰) جو ایک نیکی لے کر آئے اس کے لئے اس کے دس گنا زیادہ ملے گا۔

دنیا میں تمہارے رب کی عطا کسی کیلئے بند نہیں ہے

﴿درس نمبر:۱۱۴۰﴾ ﴿بنی اسرائیل:۲۰۔۲۱۔۲۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝۲۰ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝۲۱ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝۲۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كُلًّا ہر ایک کو نُّمِدُّ ہم نوازتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ اُن کو بھی وَهٰٓؤُلَآءِ اور ان کو بھی مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ آپ کے رب کے عطیے سے وَمَا كَانَ اور نہیں ہے عَطَآءُ عطیہ رَبِّكَ آپ کے رب کا مَحْظُوْرًا روکا ہوا (کسی سے بھی) ۝۲۰ اُنْظُرْ دیکھئے كَيْفَ کس طرح فَضَّلْنَا ہم نے فضیلت دی بَعْضَهُمْ ان کے بعض کو عَلٰى بَعْضٍ بعض پر؟ وَلَلْاٰخِرَةُ اور یقیناً آخرت اَكْبَرُ بڑھ کر ہے دَرَجٰتٍ درجوں میں وَّاَكْبَرُ اور بڑھ کر ہے

تَفۡضِیۡلًا باعتبار فضیلت کے ﴿۲۱﴾ لَا تَجۡعَلۡ نہ آپ ٹھہرائیں مَعَ اللّٰہِ اللہ کے ساتھ اِلٰـهًا اٰخَرَ کوئی دوسرا الٰہ فَتَقۡعُدَ پھر آپ بیٹھ رہیں گے مَذۡمُوۡمًا ملامت زدہ مَّخۡذُوۡلًا بے یارومددگار ﴿۲۲﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر!) جہاں تک (دنیا میں) تمہارے رب کی عطا کا تعلق ہے ہم اِن کو بھی اُس سے نوازتے ہیں اور اُن کو بھی اور (دنیا میں) تمہارے رب کی عطا کسی کے لئے بند نہیں ہے O دیکھو! ہم نے کس طرح ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے اور یقین رکھو کہ آخرت درجات کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی زیادہ ہے O اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ، ورنہ تم قابلِ ملامت (اور) بے یارومددگار رہو کر بیٹھ رہو گے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! جہاں تک دنیا میں تمہارے رب کی عطا کا تعلق ہے

۲۔ ہم اِن کو بھی اس دنیا سے نوازتے ہیں اور اُن کو بھی نوازتے ہیں

۳۔ دنیا میں تمہارے رب کی عطا کسی کے لئے بند نہیں ہے

۴۔ دیکھو! ہم نے کس طرح ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے؟

۵۔ یقین رکھو کہ آخرت درجات کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی زیادہ ہے

۶۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ۔

۷۔ ورنہ تم قابلِ ملامت اور بے یارومددگار ہو کر بیٹھ رہو گے

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد اور ہدف دنیا کو بنایا اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی آخرت کیلئے وقف کردی۔ ان دونوں قسم کے لوگوں کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کی داد و دہش اور عطا و بخشش ہے۔ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف دنیا کی ہوس رکھنے والوں ہی کو دنیا دیں اور دوسروں کو محروم کردیں اور ایسا بھی نہیں کہ جنہوں نے آخرت کو مقصدِ حیات بنایا صرف انہی کو دنیا دیں۔ اللہ تعالیٰ یہ مال و دولت، یہ رزق اور اولاد وغیرہ جو دنیا میں عزت و زینت کا سبب ہیں یہ دونوں قسم کے لوگوں کو دی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کافروں، فاسقوں اور فاجروں کے پاس بھی مال و دولت، رزق کی فراوانی اور اولاد کی کثرت ہے اور مومنوں اور مسلمان، متقیوں اور صالحین کے پاس بھی مال و دولت اور دنیا کے دوسرے اسباب و ذرائع موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ واسع ہیں، وسعت کے ساتھ ان کی عطا و بخشش کے دروازے سب کے لئے کھلے ہیں، چاہے مومن ہو یا کافر، فرمانبردار ہو یا نافرمان، اس لئے کہ یہ دنیا دارالعمل ہے، یہ عمل کی جگہ ہے اور عمل کی اس دنیا میں کافر بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور مومن و مسلمان بھی اللہ کی مخلوق ہیں۔ حدیث میں ہے: اَلۡخَلۡقُ عِیَالُ اللّٰہِ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کے عدل اور اس کی رحمت کا تقاضا بھی یہی

ہوتا ہے۔اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یوں بیان فرمایا کہ کُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا پیغمبر! جہاں تک دنیا میں آپ کے پروردگار کی عطاو بخشش کا معاملہ ہے ہم اِن کو بھی دیتے ہیں اور اُن کو بھی دیتے ہیں یعنی کافروں اور مشرکوں کو بھی دیتے ہیں، مومنوں اور مسلمانوں کو بھی دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ دیتے تو ہر قسم کے لوگوں کو ہیں، مگر قدرت کا نظام اس طرح ہے کہ یہ دنیا سارے ہی لوگوں کو برابر سرابر نہیں دیتے بلکہ نظام اس طرح بنایا گیا ہے کہ یہ دنیا کسی کو زیادہ دی جاتی ہے تو کسی کو کم دی جاتی ہے۔رزق کے معاملہ میں اور دنیا کے دیگر مال ومتاع کے معاملہ میں سب کو برابر نہیں دیا جاتا بلکہ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیا جاتا ہے جس میں مصلحتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔یہی حقیقت یوں بیان کی جارہی ہے کہ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ دیکھو! ہم نے کس طرح ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے۔کسی مومن کو زیادہ دیا وہ ارب پتی کھرب پتی ہے اور کسی مومن کو کم دیا کہ وہ در در بھیک مانگ کر زندگی بسر کررہا ہے یا محنت مزدوری کرتے ہوئے بڑی مشکل سے اپنی بنیادی ضرورتیں پوری کررہا ہے۔اسی طرح کسی کافر کو لکھ پتی کروڑ پتی اور ارب پتی بنادیا اور کسی کو دس بیس ہزار سے زیادہ گننے کا موقع نہیں دیا اور وہ بھی در در کی بھیک مانگ کر زندگی بسر کررہا ہے۔یہ رب ذوالجلال کا آفاقی حکمتوں بھرا پیارا نظام ہے۔اگر دنیا جہاں کے سارے لوگوں کو مساوی دولت دی جاتی تو دنیا کا یہ نظام فساد و بگاڑ کا شکار ہو جاتا، نہ کوئی مزدور ملتا، نہ کوئی درزی ملتا، نہ کوئی پلمبر ملتا اور نہ کوئی دھوبی ملتا، ہر شخص کو سارا کام خود ہی کر لینا پڑتا۔اسی حقیقت کو مزید واضح انداز میں سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۳۲ میں یوں بیان کیا گیا: نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ہم نے ان کی زندگانی دنیا کی روزی ان میں تقسیم کردی ہے اور ایک کو دوسرے سے بلند کیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو ماتحت کرلے جسے یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں۔سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۲۷ میں سارے ہی بندوں کو مساوی رزق دیئے جانے پر ہونے والے فساد و بگاڑ کو یوں بیان کیا گیا: وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کی روزی فراخ کردیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کردیتے، لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔

یہ تو دنیا ہے اور یہ حقیر ہے اور فانی ہے، نیز یہ دنیا عارضی ہے، اصل چیز تو آخرت ہے۔وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا درجات کے اعتبار سے آخرت بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی زیادہ ہے۔ دنیا کا نفع وقتی اور عارضی ہے، دنیا کا عیش وآرام بھی عارضی ہے، دنیا کی سربلندی اور نعمتیں بھی عارضی ہیں۔آخرت کے مقابلہ میں اگر دنیا کو دیکھا جائے تو یہ تو دنیا بے حیثیت ہے۔آخرت کے درجے بڑے ہیں اور آخرت کی فضیلت اونچی ہے۔جب آدمی جنت کی نعمتوں کو دیکھ لے گا تو دنیا کی ان نعمتوں کو بھول جائے گا اور اس کو دنیا کی یہ ساری نعمتیں ہلکی اور ہیچ محسوس ہوں گی۔

اس کے بعد یہ حکم دیا جارہا ہے کہ لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقۡعُدَ مَذۡمُوۡمًا مَّخۡذُوۡلًا اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ ورنہ تم قابلِ ملامت اور بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہو گے۔ یعنی اگر تم ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرو گے تو قیامت کے دن تمہارا شمار بدحال لوگوں میں ہوگا، وہاں نہ تمہارا کوئی یار و مددگار رہوگا اور نہ کوئی تمہارا سفارشی ہوگا۔ قیامت کے دن کی بے بسی اور محرومی سے بچنے کیلئے توحید اختیار کرو اور ایک اللہ کی عبادت پر قائم رہو۔

﴿درس نمبر:۱۱۴۱﴾ ## والدین کو اُف تک نہ کہو ﴿بنی اسرائیل:۲۳۔۲۴﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا يَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِيۡمًا ۝ وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا ؕ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَضٰى اور فیصلہ کردیا رَبُّكَ آپ کے رب نے اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا کہ تم عبادت نہ کرو اِلَّاۤ مگر اِيَّاهُ اُسی کی وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اور ماں باپ کے ساتھ اِحۡسَانًا حسنِ سلوک کرو اِمَّا اگر يَبۡلُغَنَّ پہنچے عِنۡدَكَ تیرے سامنے الۡكِبَرَ بڑھاپے کو اَحَدُهُمَاۤ ان میں سے ایک اَوۡ كِلٰهُمَا یا وہ دونوں ہی فَلَا تَقُلۡ تو مت کہہ لَّهُمَاۤ ان دونوں سے اُفٍّ اُف بھی وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا اور تو انہیں مت جھڑک وَقُلۡ اور تو کہہ لَّهُمَا ان دونوں کے لیے قَوۡلًا بات كَرِيۡمًا نرم (لہجے میں) ۝ وَاخۡفِضۡ اور تو جھکائے رکھ لَهُمَا ان دونوں کے لیے جَنَاحَ بازو الذُّلِّ عاجزی کا مِنَ الرَّحۡمَةِ نیازمندی سے وَقُلۡ اور کہہ رَّبِّ اے رب! ارۡحَمۡهُمَا رحم فرما ان دونوں پر كَمَا جیسا کہ رَبَّيٰنِىۡ انہوں نے میری پرورش کی صَغِيۡرًا بچپن میں ؕ۝

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُنہیں اُف تک نہ کہو اور نہ اُنہیں جھڑکو بلکہ اُن سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو O اور اُن کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے اُن کے سامنے اپنے آپ کو انکساری سے جھکاؤ اور یہ دعا کرو کہ: ”یا رب! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے آپ بھی اُن کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجئے۔“

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو

۲۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو

۳۔ اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں

۴۔ان والدین کو اُف تک نہ کہو

۵۔والدین کو جھڑکی نہ دو

۶۔ان سے عزت کے ساتھ بات کرو

۷۔ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو انکساری سے جھکاؤ

۸۔یہ دعا کرو کہ یارب! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے آپ بھی ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجئے

اس آیت میں ایک اللہ کی عبادت کے حکم کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں چھ باتوں کی ہدایت دی گئی ہے۔اس سے پہلے کہ ماں باپ سے متعلق باتوں کی تفصیل بیان ہومناسب یہ ہے کہ ایک اللہ کی عبادت سے متعلق بنیادی باتیں بتلائی جائیں۔

جس خوش نصیب اور سعادت مند بندے نے یہ حقیقت جان لی ہو کہ دنیا جہاں کا خالق و مالک ایک اللہ ہے اس کو چاہئے کہ وہ صرف اور صرف ایک اللہ ہی کی عبادت میں مشغول رہے اور غیر اللہ کی عبادت سے اپنے آپ کو ایسے ہی بچائے جیسے وہ آگ سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔عبادت انتہائی عظیم چیز ہے اور اتنی عظیم چیز کے لائق تو صرف ایک ہی ذات ہے وہ ہے اللہ۔اللہ کے علاوہ دوسرا کوئی اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔سورۂ ہود کی آیت نمبر۲ میں کہا گیا: اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰہَ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔سورۂ احقاف کی آیت نمبر۲۱ میں بھی کہا گیا: اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰہَ ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم کے فوری بعد ماں باپ کے ساتھ احسان کا حکم دیا۔اس طرح کا حکم صرف اسی آیت میں نہیں بلکہ دوسری آیات میں بھی ہے۔سورۂ لقمان کی آیت نمبر۱۴ میں کہا گیا: اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیۡکَ ؕ اِلَیَّ الۡمَصِیۡرُ تو میرا بھی شکر ادا کر اور اپنے ماں باپ کا بھی، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی آفاقی کتاب میں اپنی عبادت اور اپنے شکر کے ساتھ ماں باپ کا شکر ادا کرنے کا حکم دے کر ماں باپ کی عظمت اور مرتبہ کو واضح طور پر بتلا دیا ہے۔ماں باپ کا یہ مقام و مرتبہ اس لئے ہے کہ انسان کے دنیا میں وجود میں آنے کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کے بعد یہی ماں باپ ہیں اور اس لئے بھی کہ یہی وہ ماں باپ ہیں جو اپنی اولاد پر بے انتہاء شفقت بھی کرتے ہیں اور ان پر احسان بھی کرتے ہیں۔یہی وہ ماں باپ ہیں جو اپنے بچوں کی حفاظت اور تربیت میں اپنی ساری توانائی خرچ کرتے ہیں، یہاں تک کہ آج کے یہی بچے کل کے طاقتور نوجوان بن کر ابھرتے ہیں۔ماں باپ کی اس شفقت اور رحمدلی کے بدلہ میں اولاد پر یہ حق ہے کہ وہ ان ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کریں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۸۳، سورۂ نساء کی آیت نمبر۳۶ اور سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۵۱ میں بھی موجود ہے۔

ماں باپ کے سلسلہ میں اولاد کو یہ حکم بھی دیا گیا کہ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلاَ تَـقُلْ لَّھُمَـآ اُفٍّ اگر ماں باپ دونوں کے دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور تمہاری نگاہوں کے سامنے وہ عمر کے آخری مرحلہ میں کمزور اور بے بس ہو جائیں تو جیسا کہ تم اپنی زندگی کے ابتدائی دنوں میں بچپن میں بے بس اور کمزور تھے تو تم پر لازم ہے کہ تم ان باتوں کا لحاظ رکھو۔

فَلاَ تَـقُلْ لَّھُمَـآ اُفٍّ اپنے ان کمزور ماں باپ کو اُف تک نہ کہو۔ گالی گلوچ، ڈانٹ ڈپٹ، مار پیٹ تو دور کی بات ہے ان کے حق میں یہ ادنیٰ سا لفظ بھی تم مت کہو''اُف''۔ یاد رکھو! عمر کی اس دہلیز پر پہنچے ہوئے ماں باپ تمہارے احسان، تمہاری مہربانی، تمہاری خدمت اور تمہارے حسنِ سلوک کے زیادہ محتاج اور ضرورتمند ہو جاتے ہیں۔

مسلم کی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! کس کی ناک خاک آلود ہو؟ فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا، پھر بھی وہ جنت میں داخل نہ ہو سکا۔ بوڑھے ماں باپ کا وجود اولاد کیلئے حسین موقع ہے کہ ان کے ساتھ احسان، حسنِ سلوک اور ان کی خدمت سے اپنے لئے جنت پکی کر لی جائے۔ بدقسمت اور بدبخت ہے وہ اولاد جو اپنے بدترین رویہ سے اپنے ماں باپ کے دلوں کو توڑ دیتی ہے اور ان کی آنکھوں سے غم کے آنسو بہانے پر انہیں مجبور کر دیتی ہے۔

اولاد کو اپنے ماں باپ سے متعلق یہ کہا گیا کہ وَّلَا تَـنْھَـرْ ھُمَـا تم ان ماں باپ کو مت ڈانٹو، انہیں جھڑکی مت دو۔ یاد رکھو! تم سے اپنے ماں باپ سے متعلق ایسی کوئی حرکت سرزد نہیں ہونی چاہئے جو انہیں گراں گزرے۔ یہاں دو باتوں سے روکا گیا کہ اُف بھی مت کہو اور جھڑکی بھی مت دو۔

اولاد سے یہ بھی کہا گیا کہ وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا اپنے ماں باپ کے ساتھ عزت سے بات کرو۔ یعنی اپنے ماں باپ سے نرم گفتگو کرو، خوشگوار باتیں کرو، ایسے انداز میں ان سے گفتگو کرو جس میں ادب بھی ہو، تعظیم بھی ہو اور ان کا احترام بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایذاء اور تکلیف دینے والی بات کرنے سے منع کیا، اس کے بعد ان سے اچھی گفتگو کرنے کا حکم دیا۔ اپنے ماں باپ کے سامنے بلند آواز سے گفتگو بھی نہ کی جائے۔ اولاد کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنے ماں باپ کے حق میں اپنے پروردگار سے یہ دعا بھی کرتے رہو کہ رَّبِّ ارْحَـمْھُـمَـا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا اے پروردگار! جس طرح ہمارے ماں باپ نے بچپن میں مجھے پالا آپ ان کے ساتھ بھی رحمت کا معاملہ فرمائیے۔ یعنی جس طرح ہمارے ماں باپ نے ہمارے بچپن میں ہماری تربیت کے دوران ہم پر مہربانی کی اور رحم کا معاملہ کیا آپ بھی میرے بوڑھے ماں باپ پر رحم کا اور مہربانی کا معاملہ فرمائیے۔

﴿درس نمبر:۱۱۴۲﴾ **رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دو** ﴿بنی اسرائیل:۲۵۔۲۶۔۲۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: رَبُّكُمْ تمہارا رب اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِمَا اسے جو فِيْ نُفُوْسِكُمْ تمہارے دلوں میں ہے اِنْ اگر تَكُوْنُوْا ہوگے تم صٰلِحِيْنَ صالح فَاِنَّهٗ تو بلاشبہ وہ كَانَ ہے لِلْاَوَّابِيْنَ (اپنی طرف) رجوع کرنے والوں کے لئے غَفُوْرًا بہت بخشنے والا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ اور دے تو ذَا الْقُرْبٰى قرابت دار کو حَقَّهٗ اس کا حق وَالْمِسْكِيْنَ اور مسکین کو وَابْنَ السَّبِيْلِ اور مسافر کو (بھی) وَلَا تُبَذِّرْ اور نہ تو فضول خرچی کر تَبْذِيْرًا فضول خرچی کرنا ﴿۲۶﴾ اِنَّ یقیناً الْمُبَذِّرِيْنَ فضول خرچی کرنے والے كَانُوْٓا ہیں اِخْوَانَ بھائی الشَّيٰطِيْنِ شیطانوں کے وَكَانَ اور ہے الشَّيْطٰنُ شیطان لِرَبِّهٖ اپنے رب کا كَفُوْرًا نہایت ناشکرا ﴿۲۷﴾

ترجمہ: تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے؟ اگر تم نیک بن جاؤ تو وہ اُن لوگوں کی خطائیں بہت معاف کرتا ہے جو کثرت سے اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں O اور رشتہ دار کو اُس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو (اُن کا حق) اور اپنے مال کو بے ہودہ کاموں میں نہ اُڑاؤ O یقین جانو کہ جو لوگ بے ہودہ کاموں میں مال اُڑاتے ہیں وہ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے؟

۲۔ اگر تم نیک بن جاؤ تو وہ ان لوگوں کی خطائیں بہت معاف کرتا ہے جو کثرت سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں

۳۔ رشتہ دار کو اس کا حق دو

۴۔ مسکین اور مسافر کو بھی ان کا حق دو

۵۔ اپنے مال کو بے ہودہ کاموں میں نہ اُڑاؤ

۶۔ یقین جانو کہ جو لوگ بے ہودہ کاموں میں مال اڑاتے ہیں وہ شیطان کے بھائی ہیں

۷۔ شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے

ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک سے متعلق تمام جزئیات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اولاد کو ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے میں لاپرواہی کرنے سے ڈرا رہے ہیں کہ اپنے ماں باپ سے متعلق اچھی نیت یا بُری نیت رکھتے ہو؟

تمہارا پروردگار تمہارے دلوں میں کیا ہے اسے خوب جانتا ہے۔ تم اپنے ماں باپ کی عمر میں برکت کے لئے دل سے دعا کرتے ہو یا تمہارے دل میں اپنے ماں باپ کی وراثت کو جلد حاصل کرنے کی چکر میں ان کی موت کا دل ہی دل میں انتظار کرتے ہو؟ آج ایسی ناخلف اور بدبخت قسم کے بچے بھی موجود ہیں جو اپنے بوڑھے ماں باپ کی موت کے منتظر ہیں تاکہ ان کی محنت کی گاڑھی کمائی جو وہ وراثت کی شکل میں چھوڑ کر جانے والے ہیں وہ انہیں جلد سے جلد مل جائے۔ جس کی نیت اپنے ماں باپ کے تئیں اچھی ہوگی اللہ تعالیٰ اس کو جزاءِ حسن دے گا اور جس کی نیت بُری ہوگی اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وہ معاملہ کرے گا جو اس کے مناسب ہے۔ درمنثور میں اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر اولاد کی جانب سے ماں باپ کے حقوق میں غفلت سے کوتاہی ہو جائے اور اولاد دل سے فرمانبردار ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور توبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں کو معاف فرمانے والا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں صاحبِ بیان القرآن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اولاد اپنے ماں باپ کی صرف ظاہری تعظیم پر اکتفاء نہ کرے بلکہ دل میں بھی ماں باپ کا ادب اور اطاعت کا ارادہ رکھے، اس لئے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے، اسی لئے تمہارے لئے ایک گنجائش بھی سنا رہے ہیں کہ اگر تم حقیقت میں دل سے سعادتمند ہو اور غلطی سے یا تنگ مزاجی سے کوئی ظاہری لغزش ہو جائے اور پھر اولاد شرمندہ ہو کر ماں باپ سے معذرت کرلے تو اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا جو کثرت سے رجوع ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرنے والا ہے۔

ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیئے جانے کے بعد رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ماں باپ کے بعد رشتہ داروں کے حقوق کی ترغیب دی گئی ہے۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۳ میں بھی آپ یہی ترتیب محسوس کریں گے کہ بنی اسرائیل سے جو عہد لیا گیا تھا وہ اس طرح تھا: وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اسی طرح رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھی۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک اور اس کے بعد رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم اس آیت میں بھی ہے، سورۂ نساء کی آیت نمبر ۸ میں یہ تاکید کی گئی کہ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا اور جب تقسیم کے وقت قرابت دار اور یتیم اور مسکین آ جائیں تو تم اس میں سے تھوڑا بہت انہیں بھی دے دو اور ان سے نرمی سے بولو۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۹۰ میں رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیا گیا، یعنی ان کے ساتھ اچھا سلوک

کرنے کا حکم دیا گیا۔سورۃ الروم کی آیت نمبر ۳۸ میں کہا گیا: فَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰى حَقَّهٗ وَالۡمِسۡكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ پس رشتہ دار کو مسکین کو مسافر کو ہر ایک کو اس کا حق دیجئے۔

وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا اور فضول خرچی مت کرو۔اس جملہ کے ذریعہ یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ تم پر جو واجب حقوق ہیں یعنی اپنے آپ پر خرچ کرنا، اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا، اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں پر خرچ کرنا، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرنا، یہ تمہاری واجب ذمہ داری ہے۔ان پر خرچ کرنے کے بجائے فضول کاموں میں خرچ مت کرو۔نام ونمود کیلئے شادیوں اور ولیموں اور دیگر جائز و ناجائز تقاریب میں اسراف اور فضول خرچی مت کرو۔یہ بات یاد رکھو کہ جو لوگ اسراف اور فضول خرچی کرنے والے ہوتے ہیں وہ شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہوتا ہے۔قرآنِ مجید میں متعدد بار اسراف کرنے سے روکا گیا ہے۔سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۱ میں کہا گیا: وَلَا تُسۡرِفُوۡا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ اور اسراف مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۳۱ میں کہا گیا: وَّكُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا کھاؤ اور پیو اور اسراف مت کرو۔اللہ کے نیک بندوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی دولت خرچ کرنے میں نہ بخل سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی اسراف کرتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۶۷ میں نیک بندوں کے یہ اوصاف بیان کئے گئے: وَالَّذِيۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ يُسۡرِفُوۡا وَلَمۡ يَقۡتُرُوۡا وَكَانَ بَيۡنَ ذٰلِكَ قَوَامًا اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ خرچ کرتے ہیں، نہ ضرورت سے زیادہ اور نہ کم۔

﴿درس نمبر:۱۱۴۳﴾ ﴿بنی اسرائیل:۲۸۔۲۹۔۳۰﴾

نہ ہی کنجوس بنو اور نہ ہی فضول خرچ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَاِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ تَرۡجُوۡهَا فَقُلْ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا ۝۲۸ وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُوۡلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ الۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا ۝۲۹ اِنَّ رَبَّكَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرًاۢ بَصِيۡرًا ۝۳۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِمَّا اور اگر تُعۡرِضَنَّ تو اعراض کرے عَنۡهُمُ ان سے ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ رحمت تلاش کرتے ہوئے مِّنۡ رَّبِّكَ اپنے رب کی تَرۡجُوۡهَا جس کی تو امید رکھتا ہے فَقُلْ تو تو کہہ لَّهُمۡ ان کے لئے قَوۡلًا بات مَّيۡسُوۡرًا آسان نرم ۝۲۸ وَلَا تَجۡعَلۡ اور تو نہ رکھ يَدَكَ اپنا ہاتھ مَغۡلُوۡلَةً بندھا ہوا اِلٰى عُنُقِكَ اپنی گردن کے ساتھ وَلَا تَبۡسُطۡهَا اور نہ کھول دے اسے كُلَّ الۡبَسۡطِ بالکل کھول دینا فَتَقۡعُدَ کہ بیٹھ رہے تو مَلُوۡمًا ملامت کیا ہوا

مَّحۡسُوۡرًا تھکاماندہ ﴿۲۹﴾ اِنَّ بےشک رَبَّکَ آپ کارب ہی یَبۡسُطُ فراخ کرتا ہے الرِّزۡقَ رزق لِمَنۡ جس کیلئے یَّشَآءُ وہ چاہتا ہے وَیَقۡدِرُ اورتنگ کرتا ہے اِنَّهٗ بلاشبہ وہ کَانَ ہے بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کی خَبِیۡرًا خوب خبر رکھنے والا بَصِیۡرًا (ان کو) خوب دیکھنے والا ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور اگر کبھی تمہیں ان (رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں) سے اس لئے منہ پھیرنا پڑے کہ تمہیں اللہ کی متوقع رحمت کا انتظار ہو تو ایسے میں اُن کے ساتھ نرمی سے بات کرلیا کروO اور نہ تو (ایسے کنجوس بنو کہ) اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ کر رکھو اور نہ (ایسے فضول خرچ کہ) ہاتھ کو بالکل ہی کھلا چھوڑ دو جس کے نتیجے میں تمہیں قابلِ ملامت اور قلاش ہو کر بیٹھنا پڑےO حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں وسعت عطا فرما دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگی پیدا کر دیتا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر کبھی تمہیں ان رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں سے اس لئے منہ پھیرنا پڑے کہ تمہیں اللہ کی متوقع رحمت کا انتظار ہو تو ایسے میں ان کے ساتھ نرمی سے بات کرلیا کرو

۲۔ نہ تو ایسے کنجوس بنو کہ اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ کر رکھو

۳۔ نہ ایسے فضول خرچ بنو کہ ہاتھ کو بالکل ہی کھلا چھوڑ دو

۴۔ جس کے نتیجہ میں تمہیں قابلِ ملامت اور قلاش ہو کر بیٹھنا پڑے

۵۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں وسعت عطا فرما دیتا ہے

۶۔ جس کے لئے چاہتا ہے تنگی پیدا کر دیتا ہے۔

ہر آدمی کے پاس ہر وقت مال و دولت کی اتنی فراوانی نہیں ہوتی کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو یا مسکینوں کو یا مسافروں کو دے سکے۔ اگر ایسی صورتِ حال پیش آجائے کہ کہ اپنے پاس اپنے ہی رشتہ داروں کو یا غریبوں، مسکینوں اور مسافروں کو دینے کیلئے کچھ بھی نہ ہو اور ان رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو اس بات کی امید ہو کہ یہ کچھ نہ کچھ دیں گے، لیکن ان کی امید کو پورا کرنے کی سکت نہ ہو اور اپنے حالات کے اعتبار سے اس بات کی امید ہو کہ آئندہ ضرور مال و دولت میں فراوانی ہوگی تو ایسی صورت میں اگر یہ رشتہ دار یا مسکین یا مسافر کسی چیز کا مطالبہ کریں تو ان سے ایک تو یہ کہ اچھا وعدہ کیا جائے کہ دیکھو! اس وقت تو گنجائش نہیں ہے جب کچھ گنجائش ہو جائے گی تو تمہاری مالی امداد ضرور کی جائے گی اور ان سب سے وعدہ کرتے ہوئے نرم لہجے میں بات کی جائے اور خوشگوار انداز میں معذرت کرلی جائے اور وعدہ بھی دل کی سچائی کے ساتھ ہو، ایسا نہ ہو کہ جھوٹی تسلی دی جائے اور ٹرخا دیا جائے۔ اس آیت میں یہی بات بتلائی گئی ہے: وَاِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّکَ تَرۡجُوۡهَا فَقُلۡ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّیۡسُوۡرًا اور اگر تم اپنے رب کی رحمت کے

انتظار میں جس کی تم امید رکھتے ہو ان لوگوں کی طرف سے پہلو تہی کرو تو ان سے نرم بات کہہ دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ کوئی شخص اپنے غریب رشتہ داروں، مسکینوں اور پریشان حال مسافروں کے ساتھ سخت گفتگو کرے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کو خرچ کرنے کا ایک اصول بیان کیا جا رہا ہے۔ آدمی اپنی دولت کو دو طریقوں سے خرچ کرتا ہے یا تو کنجوسی اور بخل سے کام لیتا ہے وہ نہ تو خود پر خرچ کرنے میں ہاتھ کھلا رکھتا ہے اور نہ ہی دوسروں پر خرچ کرنے میں دل کھلا رکھتا ہے یا تو اس قدر بے احتیاطی سے کھلے ہاتھ خرچ کرتا ہے کہ کچھ باقی چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت خرچ کرنے کا منصفانہ اور حکیمانہ طریقہ اس آیت میں یوں بتلایا ہے کہ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا تم اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کی طرف باندھا ہوا مت رکھو، یعنی کنجوس اور بخیل مت بن جاؤ اور نہ ہی اپنے ہاتھوں کو بالکل کھول دو، اگر ایسا کرو گے تو ملامت کیا ہوا خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جاؤ گے۔ یعنی اگر آدمی اپنی محنت سے کمائی ہوئی دولت کو بیجا خرچ کرنے لگے، اسراف اور فضول خرچی کرنے لگ جائے، بے ضرورت اپنی دولت لٹا دے جیسا کہ آج کل شادیوں، ولیموں اور دیگر تقریبات کے مواقع پر نادان قسم کے لوگ لاکھوں کروڑوں روپئے خرچ کر ڈالتے ہیں اور بعد میں خالی ہاتھ فتح خان بنے بیٹھ جاتے ہیں اور اپنی حماقت پر آنسو بہاتے پھرتے ہیں۔ حال ہی میں ۷۲ سالہ ایک صاحب سے ملاقات ہوئی وہ اپنے نافرمان بیٹے کی نافرمانی اور سرکشی کا دکھڑا سنا رہے تھے۔ یہ وہ بیٹا ہے جس کی شادی پر انہوں نے ۳۵ لاکھ روپئے خرچ کر ڈالے، محض اس زعم میں کہ یہ چھوٹا بیٹا ہے۔ آج وہ اپنی اس نادانی پر کفِ افسوس مل رہے ہیں۔ اتنا خرچ کرنے کے باوجود اس بیٹے کا رویہ باپ کے تئیں یہ ہے کہ وہ اس بوڑھے باپ کی موت کا منتظر ہے کہ کب بوڑھا مر جائے گا اور کب میں کروڑوں کی اس دولت کا وارث بن جاؤں گا۔ ہائے افسوس!

مال و دولت کے خرچ کرنے کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ زندگی میں اعتدال کے ساتھ خرچ کیا جائے، نہ ہی بخل سے کام لے اور نہ ہی کنجوسی کرے اور نہ ہی محنت سے کمائی ہوئی دولت بے دریغ اڑا دے۔ اللہ تعالیٰ نے دولت اس لئے دی ہے کہ وہ خود پر بھی خرچ کرے، اپنے اہل و عیال، اپنے ماں باپ، اور اپنے بھائی بہنوں اور دیگر رشتہ داروں پر بھی خرچ کرے۔ سخاوت اور فیاضی سے کام لے۔ ہاں! خرچ کرنے میں اسراف اور فضول خرچی نہ ہو۔ اپنی طاقت سے بڑھ کر خرچ نہ کرے، اپنی آمدنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے خرچ کرے۔ اس قدر بے دریغ خرچ نہ کرے کہ ہاتھ میں کوڑی بھی باقی نہ رہے اور پھر اپنے آپ پر ملامت کرتا پھرے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةُ خرچ کرنے میں اعتدال یعنی میانہ روی آدھی معیشت ہے۔ (بیہقی) بندوں کو رزق دینے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ اپنا اصول بیان فرما رہے ہیں کہ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا بلا شبہ تمہارا پروردگار جن کے لئے چاہے رزق

میں فراخی دیتا ہے اور وہ رزق میں تنگی بھی فرما دیتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ انسانوں کو جو رزق مل رہا ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے مل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سارے ہی بندوں کو یکساں رزق نہیں دیا بلکہ وہ کسی کو خوب وسعت اور کشادگی کے ساتھ روزی دیتا ہے اور کسی کی روزی میں تنگی کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی حکمتیں اور مصلحتیں معلوم ہیں۔ وہ بندوں کے تمام حالات سے باخبر ہے اور ان کو دیکھ بھی رہا ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند الجامع الصغیر میں یہ حدیث قدسی نقل کی ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کا ایمان محتاجی کی حالت ہی میں ٹھیک رہتا ہے، اگر انہیں مالداری عطا کی جائے تو ان کا ایمان بگڑ جائے گا اور بعض میرے بندے ایسے ہیں کہ ان کا ایمان مالداری کی حالت میں ٹھیک ٹھاک رہتا ہے، اگر انہیں محتاجی دی جائے تو ان کا ایمان بگڑ جائے گا، کبھی مالداری بعض لوگوں کے حق میں ڈھیل دینا ہوتی ہے تو بعض کے حق میں یہ مالداری سزا ہوتی ہے۔

اولاد کو قتل مت کرو اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ

﴿درس نمبر: ۱۱۴۴﴾ ﴿بنی اسرائیل: ۳۱-۳۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اور تم قتل مت کرو اَوْلَادَكُمْ اپنی اولاد کو خَشْيَةَ ڈرتے ہوئے اِمْلَاقٍ مفلسی سے نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ ہم ہی انہیں رزق دیتے ہیں وَاِيَّاكُمْ اور تمہیں بھی اِنَّ بلاشبہ قَتْلَهُمْ ان کو قتل کرنا كَانَ ہے خِطْاً گناہ كَبِيْرًا بہت بڑا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا اور تم قریب مت جاؤ الزِّنٰٓى زنا کے اِنَّهٗ یقیناً وہ كَانَ ہے فَاحِشَةً بے حیائی وَسَآءَ اور بُرا سَبِيْلًا راستہ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم اُنہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ یقین جانو کہ اُن کو قتل کرنا بڑی بھاری غلطی ہے O اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو۔ وہ یقینی طور پر بڑی بے حیائی اور بے راہ روی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو

۲۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی

۳۔ یقین جانو کہ اولاد کو قتل کرنا بڑی بھاری غلطی ہے

۴۔ زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو

۵۔ زنا یقینی طور پر بڑی بے حیائی اور بے راہ روی ہے

ان دو آیتوں میں دو جرائم سے روکا گیا ہے۔ پہلا جرم جس سے روکا گیا وہ ہے اپنی ہی اولاد کو قتل کر دینا کہ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ تم اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ دوسرا جرم جس سے روکا گیا وہ ہے زنا: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى زنا کے قریب بھی مت جاؤ۔

زمانۂ جاہلیت میں عار اور شرمندگی کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس دور کا سماج ہی ایسا ظالمانہ تھا کہ اگر کسی کے ہاں بیٹی ہو جائے تو گویا قیامت آ گئی، وہ شخص شرمندگی کی وجہ سے اپنا چہرہ لوگوں کو نہیں بتاتا تھا، یہاں تک کہ اپنی ہی معصوم بیٹی کو اپنے ہی ہاتھوں سے زندہ دفن کر دیتا تھا اور کبھی فقر و فاقہ کے خوف سے بھی لوگ اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ چاہے عار کی وجہ سے ہو چاہے فقر و فاقہ کے خوف کی وجہ سے ہو، اس بات سے منع کیا گیا کہ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اولاد کو میں رزق دیتا ہوں تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ ایسے شخص کا ایمان کمزور ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی میں مبتلا ہے۔ ایسے شخص کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ اس باپ کو بھی اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتے ہیں اور اس کی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتے ہیں۔ یہی بات اس آیت میں بتلائی گئی: نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ یعنی تمہاری اولاد کو بھی ہم رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ یہاں اس نکتہ پر بھی غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ اگرچہ کہ باپ پیدا ہونے میں بیٹے سے پہلے ہے مگر اللہ تعالیٰ رزق دینے کی جب بات کر رہے ہیں تو پہلے اولاد کے رزق کی بات کر رہے ہیں پھر اس کے باپ کی۔ اگر خوفِ فقر کی وجہ سے قتل کر رہا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان نہیں ہے اور اگر شرمندگی اور عار کی وجہ سے بیٹیوں کو قتل کر رہا ہے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قدرتی دنیوی نظام میں بگاڑ پیدا کر رہا ہے۔ قدرت کا پیارا نظام یہ ہے کہ دنیا میں مرد بھی ہوں اور عورتیں بھی ہوں، یہ قدرت اور فطرت کا نظام ہے۔ اگر پیدا ہونے والی بچیوں کو قتل کرنے کا سلسلہ جاری رہے گا تو دنیا کا یہ خاندانی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ دنیا کے نظام کو سلامتی کے ساتھ اگر چلنا ہے تو قدرت کے اس پیارے نظام کو تسلیم کرنا ہوگا ورنہ سکون، سلامتی، عافیت اور امن سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے لئے تیار رہنا ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اولاد کی پیدائش کا جو سلسلہ رکھا ہے وہ بھی قدرتی اور فطری معاملہ ہے۔ اگر لوگ اپنی اولاد کو قتل کرنے لگ جائیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ رب ذوالجلال کے اس نظام میں وہ لوگ بگاڑ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اولاد کو قتل کرنے والے اس بات پر غور کریں کہ اگر ان کے ماں باپ بھی ان کے بچپن میں انہیں مفلسی کے خوف سے قتل کر دیتے تو ان کا وجود کہاں باقی رہتا؟ اس لئے اولاد کے قتل کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا: اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا بیشک اولاد کا قتل کبیرہ گناہ ہے۔

دوسرا جرم زنا ہے، جس کے بارے میں کہا گیا کہ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی زنا کے قریب بھی مت پھٹکو۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ زنا مت کرو بلکہ زنا کے بارے میں یوں کہا گیا کہ زنا کے قریب بھی مت جاؤ۔ یعنی ان اسباب اور ذرائع سے بھی دور رہو جن کی وجہ سے تم زنا میں مبتلا ہو جاؤ۔ یہ بات واضح طور پر بتلا دی گئی کہ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا بلاشبہ زنا بڑی بے حیائی اور بُری راہ ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۱ میں کہا گیا کہ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ، خواہ وہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ۔ عموماً ہوتا یہی ہے کہ آدمی فواحش پر پہلا قدم رکھتا ہے، اس کے بعد یہ قدم خود بخود زنا تک پہنچ جاتے ہیں۔ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۶۸ میں ایمان والوں کی شان یہ بیان کی گئی کہ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا مومنوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے، نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔ ابن ابی الدنیا نے ہیثم بن مالک الطائی سے مرفوعاً روایت کیا ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: شرک کے بعد اللہ کے نزدیک اتنا بڑا گناہ کوئی نہیں سوائے اس کے کہ آدمی کسی ایسے رحم میں اپنا نطفہ ڈالے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے۔

یتیم کے مال کے پاس بھی نہ پھٹکو

﴿درس نمبر: ۱۱۴۵﴾ ﴿بنی اسرائیل: ۳۳۔۳۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ﴿۳۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَقْتُلُوا اور تم قتل مت کرو النَّفْسَ اس جان کو الَّتِىْ جسے حَرَّمَ اللّٰهُ حرام کیا ہے اللہ نے اِلَّا مگر بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَمَنْ اور جو کوئی قُتِلَ قتل کیا جائے مَظْلُوْمًا مظلوم فَقَدْ تو تحقیق جَعَلْنَا ہم نے کر دیا ہے لِوَلِيِّهٖ اس کے وارث کے لئے سُلْطٰنًا غلبہ فَلَا يُسْرِفْ لہٰذا وہ زیادتی نہ کرے فِّى الْقَتْلِ قتل میں اِنَّهٗ بے شک وہ (وارث) كَانَ ہے مَنْصُوْرًا مدد دیا ہوا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا اور تم قریب نہ جاؤ مَالَ الْيَتِيْمِ یتیم کے مال کے اِلَّا مگر بِالَّتِىْ اس طریقے کے ساتھ کہ هِىَ اَحْسَنُ وہ بہت ہی اچھا ہو حَتّٰى یہاں تک کہ يَبْلُغَ پہنچ جائے وہ (یتیم) اَشُدَّهٗ اپنی جوانی کو وَاَوْفُوْا اور تم پورا کرو بِالْعَهْدِ عہد کو اِنَّ بلاشبہ الْعَهْدَ عہد (کی بابت) كَانَ ہوگی مَسْئُوْلًا باز پرس ﴿۳۴﴾

ترجمہ: اور جس جان کو اللہ نے حرمت عطا کی ہے اُسے قتل نہ کرو، اِلّا یہ کہ تمہیں (شرعاً) اس کا حق پہنچتا ہو اور جو

شخص مظلومانہ طور پر قتل ہو جائے تو ہم نے اُس کے ولی کو (قصاص کا) اختیار دیا ہے۔ چنانچہ اس پر لازم ہے کہ وہ قتل کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ یقیناً وہ اس لائق ہے کہ اُس کی مدد کی جائے O اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ پھٹکو، مگر ایسے طریقے سے جو (اُس کے حق میں) بہترین ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو، یقین جانو کہ عہد کے بارے میں (تمہاری) باز پرس ہونے والی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرمت عطا فرمائی ہے اسے قتل نہ کرو

۲۔ مگر یہ کہ تمہیں شرعاً اس کا حق پہنچتا ہو

۳۔ جو شخص مظلومانہ طور پر قتل ہو جائے تو ہم نے اس کے ولی کو قصاص کا اختیار دیا ہے

۴۔ چنانچہ اس پر لازم ہے کہ وہ قتل کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرے

۵۔ یقیناً وہ اس لائق ہے کہ اس کی مدد کی جائے

۶۔ یتیم کے مال کے پاس بھی نہ پھٹکو

۷۔ مگر ایسے طریقہ سے جو اس یتیم کے حق میں بہترین ہو

۸۔ یہاں تک کہ وہ یتیم اپنی پختگی کو پہنچ جائے

۹۔ عہد کو پورا کرو

۱۰۔ یقین جانو کہ عہد کے بارے میں تمہاری باز پُرس ہونے والی ہے۔

پچھلی آیت میں اپنی اولاد کو قتل کرنے سے منع کیا گیا اور اس آیت میں کسی بھی شخص کو ناحق قتل کرنے سے روکا گیا۔ جس رب ذوالجلال نے اس کائنات کو دنیا جہاں کی سب سے افضل مخلوق انسان کو پیدا کیا اور اس انسان سے اس روئے زمین کو زینت اور رونق بخشی وہ رب ذوالجلال کیسے اس بات کی اجازت دے گا کہ اسی انسان کو قتل کر دیا جائے اور اس انسان کو صفحۂ ہستی سے ختم کر دیا جائے؟ ظاہر ہے کہ اگر دنیا میں قتل کی اجازت دی جائے تو اس طرح تو دنیا میں موجود ساری انسانیت ہی ختم ہو جائے گی۔ قتل کے ذریعہ دنیا میں چلتے پھرتے انسان کو منظر سے غائب کر دینا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ نے جس انسان کو عزت اور حرمت بخشی اس انسان کو ناحق قتل مت کرو۔ یہ قتل حرام ہے اس لئے کہ یہ اللہ کی مخلوق پر زیادتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو ظلم و زیادتی ہرگز پسند نہیں ہے۔ اسی لئے اسلام نے نہ اپنے آپ کو قتل کر لینے یعنی خودکشی کی اجازت دی ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے۔ ہاں! بعض صورتیں ہیں جہاں قتل کی اجازت ہے اور اس میں بھی انسانیت کی بقاء مقصد ہے۔ اگر کوئی ایمان کے بعد کفر اختیار کرے یعنی مرتد ہو جائے تو

شریعت اسلامی یہ کہتی ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔اسی طرح اگر کوئی شادی کے بعد زنا کرے تو اس وقت بھی رجم کی اجازت ہے اور رجم بھی قتل کی ایک شکل ہے۔اسی طرح اگر کوئی کسی کو عمداً قتل کر دے تو ظاہر ہے کہ قتل کے بدلہ قتل کا حکم نافذ ہوگا۔بہرحال ناحق کسی کا قتل بہت بڑا جرم ہے،اس لئے کہ یہ فساد ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے: وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرۃ:۲۰۵) اور قتل اس لئے بھی حرام ہے کہ اس میں دوسرے کو نقصان ہوتا ہے اور یہ عمل حد سے تجاوز کرنے والا اور سرکشی والا عمل ہے اور قتل سے امن کا ماحول ختم ہو جاتا ہے اور معاشرہ میں بے چینی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور قتل و غارت گری سے انسانیت ختم ہو جاتی ہے۔

اگر کوئی کسی کو قتل کر دے تو مقتول کے ولی کو اس بات کا اختیار دیا گیا کہ وہ قصاص لے۔ہاں! مقتول کے ولی کو چاہئے کہ وہ قصاص لینے میں حد سے تجاوز نہ کرے۔مقتول کا وارث یا حاکمِ وقت بدلہ لے جبکہ وارث نہ ہو۔ایسی صورت میں مقتول کا جو ولی ہوگا وہ یا تو قصاص لے گا یا دیت لے کر معاف کر دے گا یا دیت لئے بغیر ہی معاف کر دے گا۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۷۸ میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے قصاص کے بارے میں کہا گیا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ اے ایمان والو! تم پر فرض کیا گیا ہے قصاص۔ابی شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ میرے اس فرمان کے بعد جس کسی کو قتل کیا گیا اس کے وارثین کو دو قسم کا اختیار ہے یا تو وہ دیت لے لیں یا قتل کے بدلے قتل کر دیں اور مقتول چونکہ مظلوم ہے اس لئے اس کا حق یہ ہے کہ اس معاملہ میں اس کی مدد کی جائے۔

اس کے بعد یتیم کے مال کے سلسلہ میں ہدایت دی جا رہی ہے کہ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ یتیم کے مال کے قریب بھی نہ پھٹکو مگر ایسے طریقہ سے قریب ہو سکتے ہو جو یتیم کے حق میں بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ یتیم بلوغت کو پہنچ جائے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ یتیم کے مال کے سلسلہ میں ہمدردی اور دردمندی ہونی چاہئے،ایسا نہیں کہ یتیم کا اب کوئی پرسانِ حال نہیں اور اس کی عمر بھی اتنی بڑی نہیں کہ وہ طاقت کا استعمال کرے اور اس کا مال ہڑپ لیں۔یہاں یہ تاکید کی جا رہی ہے کہ یتیم کا مال بیجا طور پر خرچ مت کرو اور اس کا مال ضائع مت کرو اور "مالِ مفت دلِ بے رحم" اس کا مال کھا مت جاؤ۔ہاں! اگر یہ نیت ہو کہ اس کے مال کی حفاظت کی جائے اور مال کو بڑھایا جائے یہاں تک کہ جب وہ عقل و شعور کی عمر کو پہنچ جائے تو امانتداری کے ساتھ اس کا مال اس کو دے دیا جائے تو ظاہر ہے کہ ایسا کیا جا سکتا ہے بلکہ اس طرح کی ہمدردی حسنِ نیت کے ساتھ یتیم کے حق میں کرنا چاہئے۔

اس کے بعد عہد کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ جو کچھ عہد و پیمان تم نے لوگوں سے کر رکھا ہے اس عہد و پیمان کو پورا کرو، بدعہدی مت کرو۔عہد کو توڑ کر رب ذوالجلال کے حکموں کی نافرمانی مت کرو اور یہ بات یاد رکھو کہ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا یقین جانو کہ عہد کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔اس بارے میں اللہ کے ہاں حساب ہوگا اور

مواخذہ کیا جائے گا۔سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ا میں بھی ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا: یَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اے ایمان والو! عہد و پیمان کو پورا پورا کرو۔ جو شخص اپنے عہد کو پورا نہیں کرے گا وہ رب ذوالجلال کی نگاہوں میں گنہگار رہو گا۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ میں ایمان والوں کی شان بیان کی گئی کہ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عٰهَدُوْا وہ اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوتے ہیں جب وہ عہد کرتے ہیں۔

﴿درس نمبر:۱۱۴۶﴾ **ناپ کر دو تو پورا پورا ناپو** ﴿بنی اسرائیل:۳۵-۳۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاَوْفُوا اور تم پورا کرو الْكَيْلَ ناپ کو اِذَا جب كِلْتُمْ تم ناپو وَزِنُوْا اور تم تولو بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ سیدھی ترازو کے ساتھ ذٰلِكَ یہ خَيْرٌ بہت ہی بہتر ہے وَّاَحْسَنُ اور بہت اچھا ہے تَاْوِيْلًا باعتبار انجام کے ۝ وَلَا تَقْفُ اور آپ پیچھا نہ کریں مَا اس چیز کا کہ لَيْسَ نہیں ہے لَكَ آپ کو بِهٖ اس کا عِلْمٌ کوئی علم اِنَّ بےشک السَّمْعَ کان وَالْبَصَرَ اور آنکھ وَالْفُؤَادَ اور دل كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ ہر ایک ان میں سے كَانَ ہوگی عَنْهُ اس کی بابت مَسْـُٔوْلًا بازپرس ۝

ترجمہ: اور جب کسی کو کوئی چیز پیمانے سے ناپ کر دو تو پورا ناپو اور تولنے کے لئے صحیح ترازو استعمال کرو۔ یہی طریقہ درست ہے اور اسی کا انجام بہتر ہے O اور جس بات کا تمہیں یقین نہ ہو (اُسے سچ سمجھ کر) اُس کے پیچھے مت پڑو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب کسی کو کوئی چیز پیمانہ سے ناپ کر دو تو پورا ناپو
۲۔ تولنے کے لئے صحیح ترازو استعمال کرو
۳۔ یہی طریقہ درست ہے
۴۔ اسی کا انجام بہتر ہے
۵۔ جس بات کا تمہیں یقین نہیں ہے اسے سچ سمجھ کر اس کے پیچھے مت پڑو
۶۔ بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال ہوگا

اسلامی تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم یہ بھی ہے کہ کسی کا حق مارا نہ جائے اور ہر ایک کا حق ادا کر دیا جائے۔ دوسرے کا حق مارنے کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں جن میں سے ایک ناپ اور تول میں ڈنڈی مارنا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ پورا تولیں اور پورا ناپیں۔ سورۃ المطففین کی پہلی ہی آیت میں کہا گیا: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ

بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو ڈنڈی مارتے ہیں۔ یہی حکم یہاں دیا جارہا ہے کہ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ جس کسی کو کوئی چیز پیمانے سے ناپ کردو تو پورا ناپو اور تولنے کی کوئی چیز کسی کو تول کردو تو پورا تولو اور تولنے اور ناپنے سے پہلے ترازو کا صحیح استعمال کرو۔ ایک دور تھا جہاں ناپنے کا بھی زیادہ رواج تھا، اب چند سالوں سے ناپنے کا رواج کم بلکہ ختم ہی ہو چکا ہے۔ ایک سیر اور ایک لیٹر یا دوسیر یا دو لیٹر چاول و دیگر چیزیں ناپ کر دینے اور لینے کا رواج عام تھا۔ اس زمانہ میں ناپنے میں ڈنڈی مارنے کا طریقہ یہ بھی تھا کہ کسی بھی چیز کو ناپ کر لینا ہوتو الگ پیمانہ استعمال کرتے اور اگر کسی چیز کو ناپ کر دینے کی باری آتی تو پیمانہ بدل کر دیتے تھے، لینے والا پیمانہ کسی قدر بڑا اور دینے والا پیمانہ کسی قدر چھوٹا ہوتا تھا، اس طرح اس میں گڑ بڑ کرلیا کرتے تھے۔ رہی بات تولنے میں ڈنڈی مارنے کی اس میں ترازو کا استعمال جو ہوتا ہے اس میں مہارت ہوتی ہے۔ بعض ترازوؤں میں پہلے ہی سے معاملہ سیٹ کیا ہوا ہوتا ہے۔ عام لوگ اس مہارت سے باخبر نہیں ہوتے۔ بعض ترازوؤں میں ہاتھ کی حرکت یا جھٹکے کا کمال ہوتا ہے اور جھٹکے میں سامنے والے کو بیوقوف بنایا جاتا ہے۔ ایک مومن و مسلمان کیلئے یہ زیبا نہیں دیتا کہ وہ کسی بھی شخص کو دھوکہ دے اور مال کمائے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۲ میں بھی یہ حکم یوں دیا گیا: وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ اور ناپ تول پوری پوری کرو انصاف کے ساتھ۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ناپ تول میں ڈنڈی مارا کرتی تھی۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (الاعراف: ۸۵) پس تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو۔

اجتماعی زندگی میں ناپ تول کو پورا کرنے کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ جب لوگ ناپ تول میں ڈنڈی مارنے کے عادی ہوجاتے ہیں تو معاشرہ داغدار ہوجاتا ہے، امانتداری کا احساس ختم ہوجاتا ہے، پھر حلال اور طیب غذاؤں کے کھانے کا جذبہ دلوں سے ختم ہوجاتا ہے۔ اس لئے بازاروں میں ہونے والی اس سماجی غلطی پر روک لگانے کی کوشش کی جانی چاہئے۔ جس طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کی اس غلطی پر نکیر کی اور انہیں روکا، مساجد کے ائمہ اور علماء کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے محلّہ کے بازاروں کا دورہ کریں اور بازاروں میں جو لوگ ڈنڈی مار رہے ہیں انہیں سمجھائیں اور نصیحت کریں۔ رسولِ رحمت ﷺ کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اس قسم کی دھوکہ بازی کرنے والوں کو روکا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک غلہ کے ڈھیر سے گزرے تو آپ ﷺ نے اس کے اندر اپنا ہاتھ داخل کردیا۔ آپ ﷺ کی انگلیاں تر ہوگئیں۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! بارش سے بھیگ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے اوپر کیوں نہیں کردیا تاکہ لوگ دیکھ سکیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسلم: ۱۰۲)

ذٰلِكَ خَيْرٌ" وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ پورا پورا تولنا اور پورا پورا ناپنا اور

ڈنڈی نہ مارنا ہی درست طریقہ ہے اور انجام بھی اسی کا بہتر ہوتا ہے۔ اگر آدمی ڈنڈی مار کر کوئی چیز دوسرے کو دے گا اور خریدنے والے کو اس کا یہ دھوکہ دینا محسوس ہو جائے گا تو انجام یہی ہوگا کہ ڈنڈی مارنے والے کا اعتماد ہی ختم ہو جائے گا۔ کاروبار کی آدھی سے زیادہ طاقت اعتماد اور بھروسہ میں ہے۔ جب کسی گاہک کے دل میں کاروباری کے اعتماد پر سوال کھڑا ہو جائے تو معاملہ ہی بگڑ جائے گا اور انجام یہ ہوگا کہ ایسے کاروباری کا کاروبار ترقی کر نہیں پائے گا۔

اس کے بعد معاشرہ کی ایک اور خرابی اور برائی سے روکا گیا ہے کہ جس بات کا تمہیں یقین نہیں ہے اسے سچ سمجھ کر اس کے پیچھے مت پڑو۔ آج کل ہمارے معاشرہ میں یہ خرابی عام ہو چکی ہے اور اس خرابی کو بہت کم لوگ خرابی سمجھتے ہیں۔ سوشل میڈیا کے اس دور میں یہ خرابی جڑ پکڑ چکی ہے، بس جو بات بھی فیس بک، ٹیوٹر، یوٹیوب، واٹس ایپ پر آ گئی اور گروپس میں گردش کرنے لگی تو وہ ایسے پھیل جاتی ہے اور پھیلائی جاتی ہے جیسے کوئی مدلل اور سچی بات پھیلائی جا رہی ہو۔ اگر مبالغہ نہ ہو تو میں یہ بات کہوں کہ آج کل بہت سے لوگوں کو قرآنِ مجید کی آیات اور صحیح احادیث پر اتنا یقین نہیں ہوتا جتنا کہ واٹس ایپ پر گردش کرنے والی ویڈیوز آڈیوز اور پیامات پر یقین ہوتا ہے۔ (نعوذ باللہ) ہماری اخلاقی سطح کی بلندی اس قدر ہونی چاہئے کہ ہم اس وقت تک کسی بات پر یقین نہ کریں جب تک کہ اس کی پوری تحقیق وتصدیق نہ ہو جائے۔ آج کل کسی کو بدنام کرنا ہو یا بے عزت کرنا یا کسی کی زندگی سے کھیلنا ہو یا کسی کے دل کو چھلنی کرنا ہو تو اس سے متعلق کوئی بے بنیاد ایسی خبر سوشل میڈیا پر ڈال دو جس سے وہ بدنام ہو جائے تو لوگ اس کو شیئر کرنے میں ایسی جلدی کرتے ہیں جیسے کہ اس کا پھیلانا ان کا فرضِ منصبی ہے اور اگر نہ پھیلائیں تو ان پر گناہ ہوگا۔ یاد رکھیں! اسی فساد اور بگاڑ سے اس آیت میں روکا جا رہا ہے کہ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ "جس بات کا تمہیں یقین نہیں ہے اسے سچ سمجھ کر اس کے پیچھے مت پڑو۔ ہم اپنے کانوں سے کسی کے بارے میں سن کر یا آنکھوں سے دیکھ کر غلط فہمی میں وہ بات اڑا دیتے ہیں جبکہ کان آنکھ اور دل کے بارے میں بھی ضرور سوال ہوگا۔

﴿درس نمبر: ۱۱۴۷﴾ ## زمین پر اکڑ کر مت چل ﴿بنی اسرائیل: ۳۷۔۳۸۔۳۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِکَ کَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّکَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِکَ مِمَّآ اَوْحٰى اِلَيْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَمْشِ اور تو مت چل فِي الْاَرْضِ زمین میں مَرَحًا اتراتے ہوئے اِنَّکَ بلاشبہ تو لَنْ تَخْرِقَ ہرگز نہیں پھاڑ سکے گا الْاَرْضَ زمین کو وَلَنْ تَبْلُغَ اور ہرگز تو پہنچ نہیں سکے گا الْجِبَالَ پہاڑوں کو طُوْلًا لمبائی میں ﴿۳۷﴾ كُلُّ تمام ذٰلِکَ یہ (مذکورہ کام) کَانَ ہے سَيِّئُهٗ برائی ان کی عِنْدَ رَبِّکَ آپ کے رب کے

نزدیک مَكْرُوْهًا ناپسند ﴿۳۸﴾ ذٰلِکَ یہ مِمَّآ اس میں سے ہے جو اَوْحٰی وحی کی ہے اِلَیْکَ آپ کی طرف رَبُّکَ آپ کے رب نے مِنَ الْحِكْمَةِ حکمت سے وَلَا تَجْعَلْ اورتم نہ ٹھہراؤ مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ اِلٰهًا کوئی معبود اٰخَرَ دوسرا فَتُلْقٰى پس تم ڈال دیئے جاؤ گے فِیْ جَهَنَّمَ جہنم میں مَلُوْمًا ملامت زدہ مَّدْحُوْرًا دھتکارے ہوئے ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اور زمین پر اکڑ کرمت چلو۔ نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتے ہو O یہ سارے بُرے کام ایسے ہیں جو تمہارے پروردگار کو بالکل ناپسند ہیں O (اے پیغمبر!) یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو تمہارے پروردگار نے تم پر وحی کے ذریعے پہنچائی ہیں اور (اے انسان!) اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنا، ورنہ تجھے ملامت کر کے، دھکے دے کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ زمین پر اکڑ کرمت چلو

۲۔ نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو

۳۔ نہ بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتے ہو

۴۔ یہ سارے بُرے کام ایسے ہیں جو تمہارے پروردگار کو بالکل ناپسند ہیں

۵۔ اے پیغمبر! یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو تمہارے پروردگار نے تم پر وحی کے ذریعہ پہنچائی ہیں

٦۔ اے انسان! اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنا

۷۔ ورنہ تجھے ملامت کر کے دھکے دے کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا

پچھلی آیتوں میں مختلف جرائم سے روکا گیا ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی سے روکا گیا، بخل اور اسراف سے روکا گیا اور خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی۔ مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کرنے سے روکا گیا، زنا کے قریب بھٹکنے سے بھی روکا گیا، کسی کو ناحق قتل کرنے سے بھی روکا گیا اور یتیم کے مال کے قریب جانے سے بھی منع کیا گیا۔ جس چیز پر یقین نہ ہو اسے سچ سمجھ کر اس کے پیچھے پڑنے سے بھی روکا گیا۔

یہاں زمین پر اکڑ کر چلنے سے منع کیا جا رہا ہے کہ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا زمین پر اکڑ کرمت چل۔ ایک کمزور بندے کیلئے یہ جائز اور درست نہیں ہے کہ وہ غرور کی چادر اوڑھے اور رب ذوالجلال کی بنائی ہوئی زمین پر اکڑ کر چلے۔ اس آیت میں اسی برائی سے روکا گیا کہ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا زمین پر اکڑ کرمت چل۔ اللہ کے نیک بندوں کی شان سورۂ فرقان کی آیت نمبر ٦٣ میں یہ بتلائی گئی کہ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا رحمٰن کے سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ اس کے بندے

عاجزی کے ساتھ چلیں، عاجزی کے ساتھ بیٹھیں، عاجزی کے ساتھ کھائیں، پئیں اور عاجزی کے ساتھ لوگوں سے گفتگو کریں۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں کی تھیں اور ان کی جن نصیحتوں کو آفاقی آخری کتاب قرآنِ مجید میں قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا گیا ہے ان نصیحتوں میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اور زمین پر اترا کر مت چل اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (لقمان:۱۸) اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے اور شیخی بگارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو یوں محسوس ہوتا کہ آپ کسی نشیبی علاقہ کی طرف اتر رہے ہیں۔ یعنی جب آدمی پہاڑ سے نیچے اتر رہا ہوتا ہے تو وہ عموماً جھکا ہوا ہوتا ہے۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی چلن کا انداز ہی ایسا تھا کہ اس میں عاجزی وانکساری رچی بسی ہوتی تھی۔

اکڑ کر چلنے والے مغرور اور گھمنڈی شخص سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ اکڑ کر چلتے ہوئے تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ ہی اکڑ کر چلتے ہوئے تو پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اکڑ کر چلنا کوئی عقلمندی کا کام نہیں ہے بلکہ ایک احمقانہ حرکت ہے۔ حالانکہ اگر وہ یہ سمجھ لے تو اس کے لئے کافی ہے کہ میں اللہ کی ایک کمزور مخلوق ہوں، خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (النساء:۲۸) انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ اے مغرور انسان ! تو اس بات پر غور کر کہ تو گھوڑے سے زیادہ تیز چل نہیں سکتا اور ہاتھی سے زیادہ وزن چیز اٹھا نہیں سکتا۔ تو اتنا کمزور ہے کہ پہاڑ کی ایک چٹان تجھ پر گر جائے تو تو مر جائے، اگر تیز آندھی آجائے تو اڑ جائے اور سیلاب آجائے تو بہہ جائے، آگ بھڑک جائے تو تو اس میں جل کر خاک ہو جائے۔ آخر! کس زعم میں تو ہے کہ اس قدر اکڑ رہا ہے؟ تیرے رب کو تیری یہ مکروہ ادا پسند نہیں ہے۔ تو اس بات پر غور کر کہ تیرا وجود ایک گندے پانی سے ہوا ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک شخص دو چادریں پہنے ہوئے ناز کے انداز میں چل رہا تھا، خود پسندی میں غرق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔ (بخاری)

قارون کے بارے میں سورۂ قصص کی آیت نمبر ۷۹ میں کہا گیا کہ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ پس قارون پوری آسائش کے ساتھ اپنی قوم کے مجمع میں نکلا۔ اس کے غرور کا انجام یہ ہوا کہ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ (القصص:۸۱) آخر کار ہم نے اسے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ پچھلی آیات میں اور اس آیت میں بھی جن برائیوں سے منع کیا گیا ان سب کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ فرمار ہے ہیں: كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا یہ سارے بُرے کام ہیں جو تمہارے پروردگار کو سخت ناپسند ہیں۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ یعنی ہم نے جتنے اخلاقِ حمیدہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور جتنی بُری صفتوں سے روکا ہے یہ سب وہ شریعت کے اصول اور اہم باتیں ہیں جن کو وحی کے ذریعہ آپ کو بتلایا ہے اور ان کاموں کا حکم دیا ہے تاکہ اے پیغمبر! آپ لوگوں کو بھی ان

کاموں کا حکم دیں۔اس کے بعد یہ بات کہی جا رہی ہے کہ وَلَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ فَتُلۡقٰی فِیۡ جَھَنَّمَ مَلُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا اے انسان! اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنا، اگر تو ایسا کرے گا تو یاد رکھ! تجھ پر ملامت کر کے دھکے دے دے کر تجھے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ شرک ایسا بدترین کام ہے کہ جو کوئی دنیا میں شرک جیسے بدترین جرم کا مرتکب ہو جاتا ہے اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ قیامت کے دن وہ خود اپنے آپ پر ملامت کرے گا اور لوگ بھی اس پر ملامت کریں گے اور خالقِ کائنات رب ذوالجلال بھی اس پر لعنت فرمائیں گے۔ایسا شخص اللہ کی رحمت سے اور ہر قسم کے خیر سے دور اور محروم ہو جائے گا۔یہ آیت انسانوں کو تنبیہ کر رہی ہے کہ وہ اپنے ہر قول اور عمل میں اپنی ہر فکر اور تدبر میں توحید کو شامل رکھیں اور گہرائی سے اس بات کا جائزہ لیتے رہیں کہ کہیں ان کے کسی قول یا عمل یا سوچ میں شرک کی آمیزش تو نہیں ہو رہی ہے؟

تم لوگ بڑی سنگین بات کہہ رہے ہو

﴿درس نمبر:۱۱۴۸﴾ ﴿بنی اسرائیل:۴۰۔۴۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَاَصۡفٰکُمۡ رَبُّکُمۡ بِالۡبَنِیۡنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنَاثًا ؕ اِنَّکُمۡ لَتَقُوۡلُوۡنَ قَوۡلًا عَظِیۡمًا ﴿۴۰﴾ وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِیۡ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِیَذَّکَّرُوۡا ؕ وَمَا یَزِیۡدُھُمۡ اِلَّا نُفُوۡرًا ﴿۴۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَفَاَصۡفٰکُمۡ کیا پھر تمہیں چن لیا ہے رَبُّکُمۡ تمہارے رب نے بِالۡبَنِیۡنَ بیٹوں کے ساتھ؟ وَاتَّخَذَ اور بنا لیا (خود) مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ فرشتوں کو اِنَاثًا بیٹیاں؟ اِنَّکُمۡ بلاشبہ تم لَتَقُوۡلُوۡنَ البتہ کہتے ہو قَوۡلًا بات عَظِیۡمًا بڑی (خطرناک) ﴿۴۰﴾ وَلَقَدۡ اور البتہ تحقیق صَرَّفۡنَا ہم نے پھیر پھیر کر بیان کیا فِیۡ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنِ اس قرآن میں لِیَذَّکَّرُوۡا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں وَمَا یَزِیۡدُھُمۡ اور یہ ان کو زیادہ نہیں کرتا اِلَّا مگر نُفُوۡرًا نفرت ہی میں ﴿۴۱﴾

ترجمہ: بھلا کیا تمہارے رب نے تمہیں تو بیٹے دینے کے لئے چن لیا ہے اور خود اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ بڑی سنگین بات کہہ رہے ہو O اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے وضاحتیں کی ہیں تاکہ لوگ ہوش میں آئیں، مگر یہ لوگ ہیں کہ اس سے ان کے بدکنے ہی میں اور اضافہ ہو رہا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔بھلا کیا تمہارے رب نے تمہیں تو بیٹے دینے کے لئے چن لیا ہے؟

۲۔خود اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا ہے؟

۳۔حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ بڑی سنگین بات کہہ رہے ہو

۴۔ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے وضاحتیں کی ہیں

۵۔تا کہ لوگ ہوش میں آئیں

٦۔مگر یہ لوگ ہیں کہ اس سے ان کے بدکنے ہی میں اور اضافہ ہو رہا ہے

عرب کے مشرکین مختلف صورتوں اور شکلوں میں شرک کیا کرتے۔کبھی اپنے ہی ہاتھوں سے بت بنا کر ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرتے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بالکل پاک ہے۔ چنانچہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۱ میں کہا گیا: سُبۡحٰنَهٗۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهٗ وَلَدٌ ‘‘ وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱٦ میں مشرکین کے اس مشرکانہ عمل کا ذکر یوں کیا گیا: وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبۡحٰنَهٗ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے (نہیں بلکہ) وہ پاک ہے۔سورۂ یونس کی آیت نمبر ٦۸ میں کہا گیا: قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ الۡغَنِىُّ وہ کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔سبحان اللہ، وہ تو کسی کا محتاج نہیں ہے۔سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۲ میں کہا گیا: الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَمۡ يَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ‘ فِى الۡمُلۡكِ اسی اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی اور وہ کوئی اولاد نہیں رکھتا نہ اس کی سلطنت میں کوئی اس کا ساجھی ہے۔سورۂ جن کی آیت نمبر ۳ میں کہا گیا: وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا اور بیشک ہمارے رب کی شان بڑی بلند ہے نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے اور نہ ہی بیٹا۔

عرب کے ان مشرکین کی بیوقوفی یہ تھی کہ وہ اپنے لئے تو بیٹیوں کو ناپسند کرتے تھے، جب ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو اسے زندہ دفن کر دیتے تھے۔مگر اللہ کے بارے میں ان کا بدترین عقیدہ یہ تھا کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔اللہ تعالیٰ یہاں ان مشرکین سے سوال کر رہے ہیں کہ اے مکہ کے مشرکو! کیا تم نے اپنے لئے بیٹوں کو چن لیا کہ تمہیں بیٹے پسند ہیں اور بیٹیاں پسند نہیں اور جو بیٹیاں تم کو پسند نہیں ہیں تم نے ان بیٹیوں کو اللہ کے لئے پسند کر لیا کہ تم یہ کہتے ہو کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ بڑی سنگین بات کہہ رہے ہو۔اگر واقعی یہی بات ہے کہ یہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں تو اے جاہلو! تم ہی بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اچھی چیز دی یعنی بیٹے جیسا کہ تم بیٹوں کو پسند کرتے ہو اور جو چیز تم کو ناپسند ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اختیار کر لیا کہ فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنا لیا۔تم تو ان بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے ہو اور اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اور اللہ کی طرف ان بیٹیوں کو منسوب کرتے ہو۔(نعوذ باللہ) سورۂ نجم کی آیت نمبر ۲۱ اور ۲۲ میں یہی سوال کیا گیا: اَلَـكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الۡاُنۡثٰى ۞ تِلۡكَ اِذًا قِسۡمَةٌ ضِيۡزٰى ‘‘ کیا تمہارے لئے لڑکے اور اللہ کے لئے لڑکیاں ہیں، یہ تو اب بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے؟

پھر کہا جا رہا ہے کہ یاد رکھو! اِنَّكُمۡ لَتَقُوۡلُوۡنَ قَوۡلًا عَظِيۡمًا تم اللہ پر بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔اللہ تعالیٰ نے توحید، شرک، کفر، آخرت، شفاعت، جنت و دوزخ، میزانِ عدل، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق وغیرہ سے متعلق ساری باتیں واضح انداز میں بیان کی ہیں۔قرآنِ مجید کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ کس

طرح اللہ تعالیٰ نے دلائل کے ساتھ معقول انداز میں اور واضح طور پر ہر چیز کی تفصیل بیان کی ہے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیا ہے؟ یہی حقیقت یہاں یوں بیان کی جارہی ہے: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّکَّرُوْا اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے وضاحتیں کردی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں بتلائیں، کھول کھول کر احکام اور اصول بتلا دیئے، نصیحت کی سینکڑوں باتیں بتلا دیں، واقعات اور مثالوں کے ذریعہ ہر بات کو کھول کھول کر بتلا دیا، جہاں ڈرانا تھا وہاں ڈرایا دھمکایا، جہاں بشارتیں دینی تھیں وہاں بشارتیں دیں، جہاں تنبیہ کرنا تھا وہاں تنبیہ کردی، جہاں ڈانٹ ڈپٹ مطلوب تھی وہاں ڈانٹ پلائی۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۱۳ میں یہی بات کہی گئی: وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وَّصَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِکْرًا اسی طرح ہم نے تجھ پر عربی قرآن نازل فرمایا ہے اور طرح طرح سے اس میں ڈر کا بیان سنایا ہے تاکہ لوگ پرہیزگار بن جائیں یا ان کے دل میں سوچ سمجھ تو پیدا کردے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۸ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی: کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْکُرُوْنَ اسی طرح ہم دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو شکر کرتے ہیں۔

اس کے بعد مشرکین کی خصلت بیان کی جارہی ہے کہ وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ان مشرکین کی حالت یہ ہے کہ جیسے جیسے ان کو صاف صاف اور واضح طور پر سمجھایا جاتا ہے یہ بدکتے ہی جاتے ہیں اور ان کے دلوں کی نفرتیں ہی بڑھتی جاتی ہیں، نصیحت حاصل کرنے کیلئے یہ تیار ہی نہیں ہوتے۔

اللہ کی ذات بالکل پاک اور بہت بالا و برتر ہے

﴿درس نمبر: ۱۱۴۹﴾ ﴿بنی اسرائیل: ۴۲۔۴۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۝ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے! لَّوْ كَانَ اگر ہوتے مَعَهٗۤ اس (اللہ) کے ساتھ اٰلِهَةٌ دیگر معبود كَمَا جیسا کہ يَقُوْلُوْنَ وہ (مشرک) کہتے ہیں اِذًا (تو) اس وقت لَّابْتَغَوْا ضرور تلاش کرتے وہ (معبود) اِلٰى ذِى الْعَرْشِ عرش والے (اللہ) کی طرف سَبِيْلًا کوئی راستہ ۝ سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے وَتَعٰلٰى اور برتر ہے عَمَّا ان سے جو يَقُوْلُوْنَ وہ (مشرک) کہتے ہیں عُلُوًّا برتر كَبِيْرًا بہت زیادہ ۝

ترجمہ: کہہ دو کہ: "اگر اللہ کے ساتھ اور بھی خدا ہوتے جیسے کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو وہ عرش والے (حقیقی خدا) پر چڑھائی کرنے کے لئے کوئی راستہ پیدا کرلیتے O حقیقت یہ ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اُس کی ذات اُن سے بالکل پاک اور بہت بالا و برتر ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو کہ اگر اللہ کے ساتھ اور بھی خدا ہوتے جیسے کہ یہ لوگ کہتے ہیں
۲۔تو وہ عرش والے حقیقی خدا پر چڑھائی کرنے کے لئے کوئی راستہ پیدا کر لیتے
۳۔حقیقت یہ ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اس کی ذات ان سے بالکل پاک اور بہت بالا و برتر ہے

اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی ایک زبردست دلیل یہ ہے کہ دنیا کا یہ نظام ہزاروں برس سے برابر چل رہا ہے۔ آسمان بغیر ستون کے قائم ہے، زمین اپنی جگہ اپنے اندر سارے نباتات اُگا رہی ہے، سورج روزانہ بلا ناغہ طلوع اور غروب ہو رہا ہے، چاند اپنی منزلیں بغیر رکاوٹ کے طئے کر رہا ہے، دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا سلسلہ بھی برابر چل رہا ہے، سمندر اور پہاڑ اپنی اپنی جگہ قائم ہیں، بادلوں سے بارشوں کا سلسلہ جاری ہے، موسمِ گرما کے بعد موسمِ برسات، موسمِ برسات کے بعد موسمِ سرما، یہ سب برابر چل رہے ہیں۔ ساری مخلوقات کی پیدائش کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ دنیا کا یہ سارا نظام جو برابر چل رہا ہے یہ خود دلیل ہے اس بات کی کہ اس پوری دنیا کا حقیقی خالق و مالک اور مدبر صرف اور صرف ایک اللہ ہے۔ اگر اللہ کے علاوہ بھی کوئی اللہ تعالیٰ کی طاقت وقوت والا کوئی معبود ہوتا تو دنیا کا یہ سارا نظام بگڑ جاتا۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ تسلیم کرلیں کہ کئی معبود نہیں بلکہ ایک سے زائد صرف دو خدا مان لیں تو نتیجہ کیا ہوگا؟ وہ دوسرا معبود اپنا زور چلائے گا اور پھر دونوں میں اختلاف اور جھگڑا ہوگا، دونوں میں جنگ ہوگی وغیرہ۔ بالفرض اگر دو خداؤں میں کوئی جھگڑا ہوتا تو اس کا اظہار ہو جاتا۔ آج تک دو معبودوں کے جھگڑے سے نہ رات کا نظام بدلا نہ دن کا، نہ سورج کا نظام بدلا اور نہ چاند کا، نہ زمین کا نظام بدلا اور نہ آسمان کا، صرف ایک ہی مقررہ نظام ہزاروں برس سے چل رہا ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس پوری دنیا کو ایک ہی معبود چلا رہا ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود تسلیم کرلیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جو دوسرا طاقتور اور زورآور معبود ہے وہ آسمان پر چڑھائی کرتا اور عرش تک پہنچ جاتا اور پھر اس اللہ سے لڑائی ہو جاتی اور پھر دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ دنیا کے اس مسلسل نظام سے اس بات کا ثبوت مل گیا کہ دنیا جہاں کا رب تو صرف ایک ہی اللہ ہے جس کیلئے تمام تعریفیں ہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحہ:۱) تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو عالموں کا رب ہے۔ اس آیت میں یہی بات سمجھائی گئی ہے کہ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا کہہ دو کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہوتا تو جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو وہ عرش والے حقیقی خدا پر چڑھائی کرنے کیلئے کوئی راستہ تلاش کر لیتا۔ دنیا میں جتنے بھی ایسے باطل معبود ہیں جن کو لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے بنا لیا ہے یہ حقیقی معبود نہیں ہیں۔ اگر یہ حقیقی معبود ہوتے اگر یہ اس قدر طاقتور معبود ہوتے جیسے اللہ تعالیٰ طاقتور ہیں تو یہ معبود آسمانوں پر چڑھ کر آسمانی نظام پر قبضہ کر لیتے، پھر زمینوں پر اپنا قبضہ جما لیتے۔ یہ معبود تو اتنے لچر اور کمزور ہیں کہ یہ نہ خود سے اٹھ سکتے ہیں اور نہ ہی خود سے چل پھر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ کسی کے کچھ کام آسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان تمام سے بالکل پاک ہے اور

اس کی ذات بلند و بالا ہے جو کچھ یہ مشرکین کہہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے نقص سے بالکل پاک ہے۔ وہ محتاجی سے پاک ہے، اس کو نہ بیوی کی ضرورت ہے اور نہ بچوں کی حاجت ہے۔ وہ اپنی ذات میں اکیلا اور تنہا ہے۔ اس کے برابر کوئی ذات نہیں، اس کے جیسا کوئی ہو ہی نہیں سکتا لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (الشوریٰ:۱۱) اللہ تعالیٰ کے مقابل بھی کوئی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے برابر بھی کوئی نہیں لَا ضِدَّلَهٗ وَلَا نِدَّلَهٗ۔

دنیا میں یہ مشرک اللہ تعالیٰ کی شان میں جو گستاخیاں کر رہے ہیں اور شرک جیسی خبیث اور ناپاک حرکتیں کر رہے ہیں یہ ایسا جرم ہے کہ ان کے اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے حلم اور اپنی بردباری سے ان سب کو زندہ باقی رکھا ہے، ورنہ تو یہ مشرکین اس قابل ہی نہیں تھے کہ اس شرک کے ساتھ روئے زمین پر زندہ رہیں۔ اسی حقیقت کو سورۂ مریم کی آیت نمبر ۹۰ اور ۹۱ میں یوں کہا گیا: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۙ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کہ وہ رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے۔

ساری مخلوقات اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں

﴿درس نمبر: ۱۱۵۰﴾ ﴿بنی اسرائیل: ۴۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: تُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتے ہیں لَهٗ اس کی السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ ساتوں آسمان وَ الْاَرْضُ اور زمین (بھی) وَ مَنْ اور جو (مخلوق) فِیْهِنَّ ان میں ہے وَ اِنْ اور نہیں ہے مِّنْ شَیْءٍ کوئی چیز اِلَّا یُسَبِّحُ مگر وہ تسبیح بیان کرتی ہے بِحَمْدِهٖ اس کی حمد کے ساتھ وَلٰكِنْ اور لیکن لَّا تَفْقَهُوْنَ تم نہیں سمجھتے تَسْبِیْحَهُمْ ان کی تسبیح اِنَّهٗ بلاشبہ وہ كَانَ ہے حَلِیْمًا نہایت حوصلے والا غَفُوْرًا بہت بخشنے والا ﴿۴۴﴾

ترجمہ: ساتوں آسمان اور زمین اور اُن کی ساری مخلوقات اُس کی پاکی بیان کرتی ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اُس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح نہ کر رہی ہو، لیکن تم لوگ اُن کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا بردبار، بہت معاف کرنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ساتوں آسمان اور زمین اور ان کی ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں

۲۔کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو

۳۔لیکن تم لوگ ان مخلوقات کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو

۴۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا بردبار بہت معاف کرنے والا ہے

ایسا نہیں ہے کہ صرف انسان ہی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کررہا ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں اورزمین بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اتنا ہی نہیں بلکہ آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف اوراس کی پاکی بیان کرتی ہیں۔تسبیح اورتحمید میں صرف ایک آسمان نہیں بلکہ ساتوں آسمان اللہ تعالیٰ کی حمد اوراس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اوران ساتوں آسمانوں میں رہنے والی ساری مخلوقات بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔دنیا جہاں کی ان ساری چیزوں کو یہ اعتراف ہے اور وہ اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور وہ بلند و بالا ہے۔قرآنِ مجید میں جگہ جگہ آپ کو یہ بات ملے گی کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوقات اس کی تسبیح کرتی ہیں۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۲۰۶ میں کہا گیا: اِنَّ الَّـذِيْـنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اللہ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اوراس کی پاکی بیان کرتے ہیں اوراس کو سجدہ کرتے ہیں۔سورۂ رعد کی آیت نمبر ۱۳ میں کہا گیا کہ وَيُسَبِّحُ الـرَّعْـدُ بِـحَـمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ گرج اس کی تعریف وتسبیح کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے۔وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ کے ذریعہ یہ حقیقت بتلادی گئی کہ دنیا میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ پاک کی تسبیح بیان نہ کرتی ہو۔اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔مسئلہ یہ ہے کہ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اے انسانو! تم ان تمام مخلوقات کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔یہ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، سیارے، فرشتے، جنات، چرندو پرند، بری اور بحری مخلوقات، یہ نباتات و جمادات، یہ حشرات الارض وغیرہ اور یہ سمندر اور پہاڑ، یہ بادل اور بجلی اور کڑک، یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے نظام ایسا بنایا ہے کہ ان سب کی تسبیح کو انسان سمجھ نہیں پاتا۔

جس طرح انسانوں کی مختلف زبانیں ہیں، ہمارے ملک میں خود سینکڑوں زبانیں ہیں، ہم خود اپنے ملک کی ان زبانوں کو اکثر و بیشتر سمجھ نہیں پاتے، ٹامل اور ملیالم ہمارے ملک کی زبان ہے، ہم میں سے اکثر یہ زبانیں سمجھ نہیں پاتے۔جب ہم خود انسانوں کی زبانوں کو سمجھ نہیں پاتے تو ان درندوں، پرندوں، بری اور بحری مخلوقات اور نباتات و جمادات کی زبانوں کو کیسے سمجھ پائیں گے؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری مخلوقات اپنی اپنی زبان قال یا حال سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کررہی ہیں۔جانوروں کی بھی زبانیں ہیں، بیل بھینس، گائے، بکری اوراونٹ اپنی اپنی زبان بولتے ہیں۔مرغی، تیتر، بٹیر، کبوتر، طوطا، چڑیا، فاختہ، چیل، کوا اور کوئل اپنی اپنی زبانیں بولتے ہیں۔بعض روایتوں سے بھی اس بات

کا ثبوت ملتا ہے کہ مختلف مخلوقات اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیوں میں سے ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹی کی پوری بستی کو جلانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کے تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹا اور تم نے ایک ایسی امت کو جلایا جو تسبیح پڑھتی تھی۔ (مشکوٰۃ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کا بولنا اللہ کی تسبیح ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ جب صبح ہوتی ہے تو پرندے اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے اس دن کی روزی کا سوال کرتے ہیں۔ (روح المعانی۔ ج ۱۵۔ ص ۸۴) سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۷۴ پر غور کیجئے کہ بعض پتھر بھی ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اور بلاشبہ بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ سورۂ ص کی آیت نمبر ۱۸ سے یہ دلیل ملتی ہے کہ پہاڑ بھی صبح و شام تسبیح کرتے ہیں اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ہم نے پہاڑوں کو اس کے تابع کر رکھا ہے تا کہ اس کے ساتھ یعنی حضرت داود علیہ السلام کے ساتھ شام اور صبح کو تسبیح کریں۔

﴿درس نمبر: ۱۱۵۱﴾ حضور ﷺ اور کافروں کے درمیان اَن دیکھا پردہ ﴿بنی اسرائیل: ۴۵۔۴۶﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝ۙ وَّ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِى الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ اِذَا اور جب قَرَاْتَ آپ پڑھتے ہیں الْقُرْاٰنَ قرآن جَعَلْنَا تو ہم بنا دیتے ہیں بَيْنَكَ آپ کے درمیان وَبَيْنَ الَّذِيْنَ اور ان لوگوں کے درمیان جو لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر حِجَابًا پردہ مَّسْتُوْرًا چھپا ہوا ۝ وَّ جَعَلْنَا اور ہم نے بنا دیئے عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر اَكِنَّةً پردے اَنْ يَّفْقَهُوْهُ کہ وہ اس کو سمجھیں وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ اور ان کے کانوں میں وَقْرًا ڈاٹ ہے وَاِذَا اور جب ذَكَرْتَ آپ ذکر کرتے ہیں رَبَّكَ اپنے رب کا فِى الْقُرْاٰنِ قرآن میں وَحْدَهٗ تنہا اُسی کا وَلَّوْا (تو) وہ پھر جاتے ہیں عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ اپنی پیٹھوں کے بل نُفُوْرًا نفرت سے ۝

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور اُن لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ایک اَن دیکھا پردہ حائل کر دیتے ہیں O اور ہم ان کے دلوں پر ایسا غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ اُسے سمجھتے

نہیں اور اُن کے کانوں میں گرانی پیدا کر دیتے ہیں اور جب تم قرآن میں تنہا اپنے رب کا ذکر کرتے ہو تو یہ لوگ نفرت کے عالم میں پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک اَن دیکھا پردہ حائل کر دیتے ہیں

۲۔ ہم ان کے دلوں پر ایسا غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ اسے سمجھتے نہیں

۳۔ ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دیتے ہیں

۴۔ جب آپ قرآن میں تنہا اپنے رب کا ذکر کرتے ہو تو یہ لوگ نفرت کے عالم میں پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے مشرکین کو توحید اور رسالت سے متعلق ہدایات دیتے تھے اور ان مشرکین کو یہ بات بھی بتلاتے تھے کہ ایک دن آئے گا جس دن اللہ سارے انسانوں کو دوبارہ زندہ کریں گے اور آخرت کے دن کی باتیں بتلاتے تھے۔ مگر ان مشرکوں کا حال یہ تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا انکار بھی کرتے تھے اور مذاق بھی اڑاتے تھے۔

ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ جب رسولِ رحمت ﷺ نے قریش کے سامنے قرآنِ مجید کی تلاوت کی اور انہیں کتابِ الٰہی کی طرف دعوت دی تو وہ مذاق کرنے لگے اور رسولِ رحمت ﷺ سے وہ بات کہی جو سورۂ حم السجدہ کی آیت نمبر ۵ میں بتلائی گئی: وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ انہوں نے کہا کہ تو جس کی طرف ہمیں بلا رہا ہے ہمارے دل تو اس سے پردے میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہم میں اور تجھ میں ایک حجاب ہے۔ اچھا تو آپ اپنا کام کئے جا، ہم بھی یقیناً کام کرنے والے ہیں۔ جب مشرکین نے ایسی بات کہی تو قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں اس بات سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ہم ان کے کانوں میں ڈاٹ ڈال دیتے ہیں۔

جب انسان بار بار کی یاد دہانی اور نصیحت کرنے کے باوجود توجہ نہیں دیتا اور کھلی آیتوں، نشانیوں اور واضح معجزات کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر بھی حق بات قبول نہیں کرتا تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق بات کو سننے سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق ختم کر دی جاتی ہے جیسا کہ سورۃ الصّف کی آیت نمبر ۵ میں اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا: فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ جب وہ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور ٹیڑھا ہی کر دیا۔

جولوگ گمراہی پر ڈٹے رہتے ہیں اور ہدایت کی طرف ایک قدم بھی بڑھانے کے لئے تیار نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت سے محروم کر دیتے ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابوسفیان،نضر بن حارث اور ابوجہل وغیرہ رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ بیٹھتے تھے اور رسولِ رحمت ﷺ کی باتیں غور سے سنتے تھے۔ایک دن نضر بن حارث نے کہا میں نہیں جانتا کہ آخر محمد کیا کہتے ہیں سوائے اس کے کہ وہ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے ہیں؟ ابو سفیان نے کہا میں خیال کرتا ہوں کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ حق ہے۔ابوجہل نے کہا وہ مجنون ہے۔ابولہب نے کہا کہ وہ کاہن ہے اور حویطب بن عبدالعزیٰ نے کہا کہ وہ شاعر ہے۔ان تمام مشرکوں کی ان تمام باتوں کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ ۔الخ۔

تفسیر رازی میں یہ بات موجود ہے کہ جب رسولِ رحمت ﷺ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے کا ارادہ فرماتے تو یہ تین آیتیں تلاوت فرماتے: اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا (الکہف:۵۷) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (النحل:۱۰۸) اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الجاثیہ:۲۳)

ان تین آیتوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ مشرکوں کی آنکھوں پر حجاب یعنی پردہ ڈال دیتے تھے۔

صاحبِ تفسیر المنیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو رسولِ رحمت ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے، جب رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے قرآنِ مجید پڑھا کرتے تھے۔جب بھی رسولِ رحمت ﷺ قرآنِ مجید پڑھتے تو آپ کی سیدھی جانب دو آدمی اور بائیں جانب دو آدمی تالیاں پیٹتے تھے اور سیٹیاں بجاتے تھے اور تلاوت کے درمیان اشعار پڑھ کر خلل پیدا کرتے تھے۔

مشرکین کا طریقہ یہ تھا کہ جب قسم کھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ بتوں کی قسم بھی کھا لیتے تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ان کے سامنے توحید کی دعوت رکھی تو انہیں یہ بہت ناگوار ہوا۔جب آپ ﷺ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے تو نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔

﴿درس نمبر:۱۱۵۲﴾ ہمیں معلوم ہے یہ کان لگا کر کس لئے سنتے ہیں؟ ﴿بنی اسرائیل:۴۷۔۴۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَ اِذْهُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ الربع

لفظ بہ لفظ ترجمہ: نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں بِمَا جس غرض سے یَسْتَمِعُوْنَ وہ غور سے سنتے ہیں بِہٖٓ اس (قرآن) کو اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ جب وہ کان لگاتے ہیں اِلَیْکَ آپ کی طرف وَ اِذْھُمْ اور جب وہ نَجْوٰٓی سرگوشیاں کرتے ہیں (آپس میں) اِذْ یَقُوْلُ (یعنی) جب کہتے ہیں الظّٰلِمُوْنَ ظالم لوگ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ تم پیروی نہیں کرتے اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا مگر سحرزدہ آدمی کی ۝ اُنْظُرْ دیکھئے کَیْفَ کس طرح ضَرَبُوْا وہ بیان کرتے ہیں لَکَ آپ کے لیے الْاَمْثَالَ مثالیں؟ فَضَلُّوْا لہٰذا وہ گمراہ ہوگئے فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ وہ نہیں پا سکتے سَبِیْلًا راستہ (سیدھا) ۝۴۸

ترجمہ: ہمیں خوب معلوم ہے کہ جب یہ لوگ تمہاری بات کان لگا کر سنتے ہیں تو کس لئے سنتے ہیں اور جب یہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں (تو ان باتوں کا بھی ہمیں پورا علم ہے) جب یہ ظالم (اپنی برادری کے مسلمانوں سے) یوں کہتے ہیں کہ: "تم تو بس ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل پڑے ہو جس پر جادو ہو گیا ہے۔" ۝ دیکھو! انہوں نے تم پر کیسی کیسی پھبتیاں چست کی ہیں۔ یہ راہ سے بھٹک چکے ہیں، چنانچہ یہ راستے پر نہیں آ سکتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ جب یہ لوگ تمہاری بات کان لگا کر سنتے ہیں تو کس لئے سنتے ہیں؟

۲۔ جب یہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں تو ان باتوں کا بھی ہمیں پورا علم ہے

۳۔ جب یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم تو بس ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل پڑے ہو جس پر جادو ہو گیا ہے

۴۔ دیکھو! انہوں نے تم پر کیسی کیسی پھبتیاں چست کی ہیں؟

۵۔ یہ راہ سے بھٹک چکے ہیں

۶۔ چنانچہ یہ راستے پر نہیں آ سکتے

مکہ کے مشرکین جب قرآنِ مجید سنتے تھے تو اس نیت سے نہیں سنتے تھے کہ اس قرآنِ مجید کو سمجھیں اور اس پیغام کو قبول کر لیں بلکہ ان مشرکین کا بدترین طریقہ یہ تھا کہ قرآنِ مجید کی آواز کو دبانے کیلئے قرآنِ مجید کو سننے کے دوران بیہودہ باتیں کرتے تھے۔ ایک طرف آسمانی کتاب قرآنِ مجید کا مذاق اڑاتے تھے تو دوسری طرف اس عظیم ہستی کا مذاق اڑاتے تھے جن پر قرآنِ مجید نازل ہوتا تھا اور جیسے جیسے قرآنِ مجید سنتے جاتے تھے ویسے ویسے چپکے چپکے قرآنِ مجید کو جھٹلاتے جاتے تھے۔ اہلِ مکہ میں سے جن خوش نصیب اور سعادتمند افراد نے دینِ اسلام قبول کر لیا تھا ان سے یہ مشرکین کہتے تھے کہ تم تو بس ایک ایسے آدمی کا اتباع کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔ یعنی ان مشرکین کا خیال یہ تھا کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ پر جادو کر دیا گیا ہے اور اسی جادو کے اثر کی وجہ سے یہ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) اللہ تعالیٰ اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ سے یہی بات ارشاد فرما رہے ہیں کہ پیغمبر! ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ مشرکین کس غرض سے کان لگائے ہوئے ہیں؟ اور یہ لوگ آپس میں جو کانا پوسی کرتے ہیں ہمیں اس کا بھی پورا پورا علم ہے۔ یہ

مشرکین آہستہ آہستہ اپنی زبانوں سے رسولِ رحمت ﷺ سے یوں کہا کرتے تھے کہ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا تم تو جادو کئے ہوئے آدمی ہو یا یہ کہ تم کاہن ہو وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ پیغمبر! دیکھئے کہ یہ مشرکین آپ کے لئے کیسے کیسے القاب تجویز کررہے ہیں اور آپ کے لئے کیسی کیسی مثالیں دے رہے ہیں؟ کبھی یہ آپ کو شاعر کہتے ہیں، کبھی آپ کو مجنون کہتے ہیں اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ آپ پر جادو کردیا گیا ہے۔ ان مشرکین کی حالت یہ ہے کہ یہ لوگ گمراہ ہوگئے، سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں اور اپنی گمراہی کی وجہ سے اب یہ ہدایت اور حق کی طرف آنے والے نہیں ہیں۔

فَضَلُّوۡا فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَبِيۡلًا کہ یہ لوگ گمراہ ہوگئے اور ہدایت نہیں پاسکیں گے۔ یہ جملہ مشرکوں کے لئے وعید ہے اور رسولِ رحمت ﷺ کے حق میں تسلی ہے۔ ابوجہل، ولید بن مغیرہ جیسے مشرکین رسولِ رحمت ﷺ کی دشمنی میں اس قسم کی باتیں کیا کرتے تھے اور جن لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تھا ان سے یہ مشرکین یہ بات کہتے تھے کہ تم تو بس ایک ایسے آدمی کی اتباع کررہے ہو جس پر جادو کردیا گیا ہے۔ رسولِ رحمت صلی اللہ لعیہ وسلم ان مشرکین سے کہتے تھے کہ اے مکہ والو! تم لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لو تا کہ سارا عرب تمہاری اطاعت وفرمانبرداری کرلے، مگر مکہ کے مشرکین نے صاف طور پر انکار کردیا۔

رسولِ رحمت ﷺ کو ساحر بھی کہا گیا اور مسحور بھی یعنی آپ جادوگر ہیں اور ایسے بھی ہیں کہ جن پر جادو کردیا گیا۔ چنانچہ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۲ میں کہا گیا: قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ کافروں نے کہا یہ تو کھلا جادوگر ہے۔ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۳ میں بھی اسی قسم کا مضمون یوں ہے: لَاهِيَةً قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجۡوَى ۖ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ۖ هَلۡ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ ۚ اَفَتَاۡتُوۡنَ السِّحۡرَ وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ان کے دل بالکل غافل ہیں اور ان ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشیاں کیں کہ وہ تم ہی جیسا انسان ہے، پھر کیا وجہ ہے جو تم آنکھوں دیکھے جادو میں آجاتے ہو؟

﴿درس نمبر: ۱۱۵۳﴾ ﴿بنی اسرائیل: ۴۹ تا ۵۲﴾

تم پتھر یا لوہا بن جاؤ جب بھی تمہیں دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جائے گا

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِيۡدًا ۝ قُلۡ كُوۡنُوۡا حِجَارَةً اَوۡ حَدِيۡدًا ۝ اَوۡ خَلۡقًا مِّمَّا يَكۡبُرُ فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ ۚ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ يُّعِيۡدُنَا ؕ قُلِ الَّذِىۡ فَطَرَكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنۡغِضُوۡنَ اِلَيۡكَ رُءُوۡسَهُمۡ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلۡ عَسٰۤى اَنۡ يَّكُوۡنَ قَرِيۡبًا ۝ يَوۡمَ يَدۡعُوۡكُمۡ فَتَسۡتَجِيۡبُوۡنَ بِحَمۡدِهٖ وَتَظُنُّوۡنَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالُوۡۤا اور انہوں نے کہا ءَاِذَا کیا جب كُنَّا ہم ہوجائیں گے عِظَامًا ہڈیاں وَّرُفَاتًا اور چورا چورا

ءَ اِنَّا (تو) کیا بے شک ہم لَمَبْعُوْثُوْنَ البتہ دوبارہ اُٹھائے جائیں گے خَلْقًا پیدا کر کے جَدِیْدًا نئے سرے سے؟ ۴۹
قُلْ کہہ دیجئے! كُوْنُوْا تم ہو جاؤ! حِجَارَةً پتھر اَوْ حَدِیْدًا یا لوہا ۵۰ اَوْ خَلْقًا یا کوئی (اور) مخلوق مِّمَّا اس میں
سے جو یَكْبُرُ بڑی معلوم ہو فِیْ صُدُوْرِكُمْ تمہارے سینوں (دلوں) میں فَسَیَقُوْلُوْنَ پھر عنقریب وہ کہیں گے
مَنْ یُّعِیْدُنَا کون ہمیں دوبارہ لوٹائے گا؟ قُلِ آپ کہہ دیں الَّذِیْ وہی جس نے فَطَرَكُمْ تمہیں پیدا کیا اَوَّلَ مَرَّةٍ
پہلی بار فَسَیُنْغِضُوْنَ پھر عنقریب وہ ہلائیں گے اِلَیْكَ آپ کی طرف رُءُوْسَهُمْ اپنے سر وَیَقُوْلُوْنَ اور وہ
کہیں گے مَتٰى کب ہوگا هُوَ وہ؟ قُلْ کہہ دیجئے عَسٰۤى اَنْ شاید کہ یَّكُوْنَ ہو وہ قَرِیْبًا قریب ہی ۵۱ یَوْمَ
جس دن یَدْعُوْكُمْ وہ (اللہ) تمہیں بلائے گا فَتَسْتَجِیْبُوْنَ تو تم تعمیل کرو گے بِحَمْدِهٖ اس کی حمد کرتے ہوئے
وَتَظُنُّوْنَ اور تم گمان کرو گے اِنْ لَّبِثْتُمْ کہ نہیں تم ٹھہرے اِلَّا قَلِیْلًا مگر تھوڑا (سا وقت) ۵۲

ترجمہ: اور یہ کہتے ہیں کہ: ''کیا جب ہمارا وجود ہڈیوں میں تبدیل ہو کر چورا چورا ہو جائے گا تو بھلا کیا اُس وقت ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟'' O کہہ دو کہ: ''تم پتھر یا لوہا بھی بن جاؤ O یا کوئی اور ایسی مخلوق بن جاؤ جس کے بارے میں تم دل میں سوچتے ہو کہ (اُس کا زندہ ہونا) اور بھی مشکل ہے، (پھر بھی تمہیں زندہ کر دیا جائے گا)'' اب وہ کہیں گے کہ: ''کون ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا؟'' کہہ دو کہ: ''وہی زندہ کرے گا جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔'' پھر وہ تمہارے سامنے سر ہلا ہلا کر کہیں گے کہ: ''ایسا کب ہوگا؟'' کہہ دینا کہ: ''کیا بعید ہے کہ وہ وقت قریب ہی آ گیا ہو۔'' O جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اُس کی حمد کرتے ہوئے اُس کے حکم کی تعمیل کرو گے اور یہ سمجھ رہے ہو گے کہ تم بس تھوڑی سی مدت (دنیا میں) رہے تھے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ کہتے ہیں کہ کیا جب ہمارا وجود ہڈیوں میں تبدیل ہو کر چورا چورا ہو جائے گا
۲۔ تو بھلا کیا اس وقت ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟
۳۔ کہہ دو کہ تم پتھر یا لوہا بھی بن جاؤ پھر بھی تمہیں زندہ کر دیا جائے گا
۴۔ اب وہ کہیں گے کہ کون ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا؟
۵۔ کہہ دو کہ وہی زندہ کرے گا جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا
۶۔ پھر وہ تمہارے سامنے سر ہلا ہلا کر کہیں گے کہ ایسا کب ہوگا؟
۷۔ کہہ دینا کہ کیا بعید ہے کہ وہ وقت قریب ہی آ گیا ہو؟
۸۔ جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرو گے
۹۔ یہ سمجھ رہے ہو گے کہ تم بس تھوڑی مدت دنیا میں رہے تھے۔

مکہ کے کافر اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے تھے کہ مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ یہ کافر قیامت کے قائم ہونے، قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہونے، رب ذوالجلال کے سامنے پیش ہونے اور حساب، نامۂ اعمال اور جزاوسزا اور جنت اور دوزخ وغیرہ کا صاف انکار کرتے تھے۔ ان کافروں کا یہی کہنا تھا کہ جب ہم مرجائیں گے اور قبروں میں ہمیں دفن کر دیا جائے گا اور ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور چورا چورا ہو جائیں گی تو کیا ہم دوبارہ نئے سرے سے زندہ ہوں گے اور ہم اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے؟ اور کہتے تھے کہ یہ بات تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتی کہ ایسا کیسے ہوگا؟ مشرکین کے اس سوال اور ان کی اس تشویش کا جواب اس آیت میں دیا گیا کہ پیغمبر! ان کافروں سے آپ یہ کہہ دیجئے کہ تم اگر پتھر بن جاؤ یا لوہا بن جاؤ یا تم کوئی ایسی مخلوق بن جاؤ جو تمہارے سینوں میں بڑی معلوم ہو رہی ہے، مثلاً تم ہاتھی یا گھوڑا یا شیر یا چیتا یا اور کوئی مخلوق بن جاؤ تب بھی تم کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

مشرکین نے جو اس قسم کی باتیں کہی ہیں اس کے تذکرے قرآنِ مجید کی دوسری آیتوں میں بھی ہیں۔ سورۃ النازعات کی آیت ۱۰ تا ۱۲ میں یوں ہے: یَقُوْلُوْنَ ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ ۝ ءَ اِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْکَ اِذًا کَرَّةٌ خَاسِرَةٌ" کیا ہم پہلی والی حالت پر لوٹا دیئے جائیں گے؟O کیا اُس وقت جب ہم بوسیدہ ہڈیوں میں تبدیل ہو چکے ہوں گے؟O کہتے ہیں کہ: "اگر ایسا ہوا تو یہ بڑے گھاٹے کی واپسی ہوگی۔" سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۷۸ اور ۷۹ میں بھی یہی مضمون اس طرح ہے: قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ" ۝ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ (انسان) کہنے لگا کہ ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟ آپ جواب دیجئے کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں اول مرتبہ پیدا کیا ہے جو سب طرح کی پیدائش کا بخوبی جاننے والا ہے۔ یہ مشرکین تعجب سے یہ سوال کرتے ہیں کہ فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا پیغمبر! عنقریب یہ کہیں گے کہ کون ہمیں زندہ کرے گا؟ یعنی اگر ہم مٹی یا پتھر یا لوہا یا کوئی اور مخلوق جو ہم سے زیادہ طاقتور ہو بن جائیں تو آخر کون ہے جو ہم کو دوبارہ زندہ کر سکے؟ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دیا کہ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ آپ کہہ دیجئے کہ جس نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا وہی تم کو دوسری مرتبہ پیدا کرے گا۔ جس رب ذوالجلال نے تم کو ایسے وقت پیدا کیا جب کہ تمہارا وجود ہی نہیں تھا، تمہاری مثال ہی نہیں تھی اور یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی چیز کو پہلی مرتبہ پیدا کرنا ہی مشکل ہوتا ہے۔ جس اللہ نے تم کو اپنی قدرت و طاقت سے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہی اللہ تم کو دوسری مرتبہ پیدا کرے گا اور اللہ کیلئے زیادہ آسان ہے کہ وہ دوسری مرتبہ پیدا کرے۔ جب اس کے لئے پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل نہیں تھا تو دوسری مرتبہ پیدا کرنا کیسے مشکل ہو جائے گا؟ سورۃ التغابن کی آیت نمبر ۷ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی: زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ" ان کافروں نے خیال کیا ہے کہ دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں؟ اللہ کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے، پھر جو تم نے

کیا ہے اس کی خبر دیئے جاؤ گے اور اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے۔

جب یہ بات مشرکین کے سامنے آ گئی کہ جس اللہ نے تم کو پہلی بار پیدا کیا ہے وہی تم کو دوبارہ پیدا کرے گا تو اب مشرکین کے سامنے اس بات کے انکار کا کوئی موقع ہی نہیں تھا تو اب مشرکین دوسرے انداز میں انکار کرنے لگے۔ یعنی مذاق اڑاتے ہوئے اپنے سروں کو ہلانے لگے اور مذاق کے طور پر یہ کہنے لگے کہ یہ قیامت آخر کب واقع ہوگی؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہماری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی کہ ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور ہم سب کو جمع کیا جائے گا۔ اگر یہ دن واقع ہونا ہوتا تو اب تک وہ دن واقع ہو جاتا، اس لئے کہنے لگے کہ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (الملک:۲۵) یہ وعدہ کا دن کب ہے اگر تم سچے ہو؟ رسولِ رحمت ﷺ سے کہا گیا کہ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ وہ عنقریب ہو جانے ہی والا ہے۔ قرآنِ مجید کی دوسری آیتوں میں بھی کافروں کے اس قسم کے سوال کا ذکر موجود ہے اور وہاں بھی دوسرے انداز میں انہیں جواب دیا گیا ہے۔ سورۂ سبا کی آیت نمبر ۳۰ میں یوں ہے: قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ آپ فرما دیجئے کہ تمہارے لئے خاص دن کا وعدہ ہے کہ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت اپنے وقت پر قائم ہوگی جس کے واقع ہونے کا قطعی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ وہی جانتا ہے کہ قیامت کب واقع ہوگی؟

وہی بات کرو جو بہترین ہو

﴿درس نمبر:۱۱۵۴﴾ ﴿بنی اسرائیل:۵۳-تا-۵۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ قُلْ اور کہہ دیجئے لِّعِبَادِيْ میرے بندوں سے يَقُوْلُوا (کہ) وہ کہیں الَّتِيْ وہ بات کہ هِيَ اَحْسَنُ وہ بہت ہی اچھی ہے اِنَّ الشَّيْطٰنَ بے شک شیطان يَنْزَغُ جھگڑا ڈلواتا ہے بَيْنَهُمْ ان کے درمیان اِنَّ الشَّيْطٰنَ بے شک شیطان كَانَ ہے لِلْاِنْسَانِ انسان کے لیے عَدُوًّا مُّبِيْنًا صریح دشمن ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ تمہارا رب اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِكُمْ تمہیں اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے يَرْحَمْكُمْ (تو) تم پر رحم کرے اَوْ اِنْ یا اگر يَّشَاْ وہ چاہے يُعَذِّبْكُمْ (تو) تمہیں عذاب دے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا عَلَيْهِمْ ان پر وَكِيْلًا ذمے دار (بنا کر) ﴿۵۴﴾ وَ رَبُّكَ اور آپ کا رب اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِمَنْ ان کو جو فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں ہیں وَالْاَرْضِ اور زمین (میں ہیں) وَ لَقَدْ اور البتہ تحقیق فَضَّلْنَا ہم نے فضیلت دی بَعْضَ النَّبِيّٖنَ بعض نبیوں کو عَلٰى بَعْضٍ بعض پر وَّاٰتَيْنَا اور ہم نے دی دَاوٗدَ داوٗد کو زَبُوْرًا زبور ﴿۵۵﴾

ترجمہ: میرے (مومن) بندوں سے کہہ دو کہ وہی بات کہا کریں جو بہترین ہو۔ درحقیقت شیطان لوگوں کے درمیان فساد ڈالتا ہے۔ شیطان یقینی طور پر انسان کا کھلا دشمن ہے O تمہارا پروردگار تمہیں خوب جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم پر رحم فرمادے اور چاہے تو تمہیں عذاب دے اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں ان کی باتوں کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا ہے O اور تمہارا پروردگار اُن سب کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور ہم نے کچھ نبیوں کو دوسرے نبیوں پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داود کو زبور عطا کی تھی۔

تشریح: ان تین آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ میرے مومن بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہی بات کہا کریں جو بہترین ہو

۲۔ درحقیقت شیطان لوگوں کے درمیان فساد ڈالتا ہے

۳۔ شیطان یقینی طور پر انسان کا کھلا دشمن ہے

۴۔ تمہارا پروردگار تمہیں خوب جانتا ہے

۵۔ اگر وہ چاہے تو تم پر رحم فرمادے

۶۔ چاہے تو تمہیں عذاب دے

۷۔ اے پیغمبر! ہم نے تمہیں ان کی باتوں کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا

۸۔ تمہارا پروردگار ان سب کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں

۹۔ ہم نے کچھ نبیوں کو دوسرے نبیوں پر فضیلت دی ہے

۱۰۔ ہم نے داؤد کو زبور عطا کی ہے۔

مکی دور میں جب کہ قرآنِ مجید کی آیتیں نازل ہورہی تھیں اور آسمانی ہدایات کی روشنی میں رسولِ رحمت ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مکہ کے کافروں اور مشرکوں کو دینِ اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور اس دعوتِ حق کے جواب میں ان مشرکوں اور کافروں کی طرف سے نامعقول قسم کی باتیں اور بے تکے سوالات بھی ہوتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسی نامعقول باتوں اور بے تکے سوالات کی وجہ سے مسلمانوں کو غصہ بھی آجائے اور کوئی نامناسب صورتحال پیش آجائے، اس لئے رسولِ رحمت ﷺ کے ذریعہ مسلمانوں کو اس آیت میں یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ پیغمبر! آپ میرے بندوں سے یہ کہہ دیجئے کہ وہ ایسی بات کہیں جو بہتر ہو۔ یعنی دینِ اسلام کی دعوت وتبلیغ کے دوران ایسا طریقہ اختیار کریں جس میں سختی بھی نہ ہو اور بدکلامی بھی نہ ہو۔ مشرکین کی باتوں کے جواب میں اذیت پہنچانے والی کوئی بات مسلمانوں کی زبانوں سے نہ نکلے۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۲۵ میں بھی اسی قسم کی ہدایت دوسرے انداز میں یوں دی گئی: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (اے پیغمبر!)

لوگوں کودانش اور نیک نصیحت سے اپنے رب کے راستے کی طرف بلایئے اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کیجئے۔سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۴۶ میں مسلمانوں کو اہلِ کتاب سے گفتگو کے دوران بھی بہتر طریقہ سے مباحثہ کا حکم یوں دیا گیا: وَلَا تُجَادِلُوۡٓا اَهۡلَ الۡكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ اور (مسلمانو!) اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو، مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو۔دین کی دعوت دینے والے داعی کے اخلاق بلند ہونے چاہئیں۔تحمل، برداشت، صبر، نرمی، عفوودرگزر جیسے اوصاف اختیار کرنا ہر زمانہ کے ہر داعی کیلئے ضروری ہے ورنہ دعوت دینے والے کی دعوت اس شخص پر اثر انداز نہیں ہوتی جس کو دعوت دی جارہی ہے۔

دین کی دعوت دینے کے دوران شیطان منتظر ہوتا ہے کہ داعی اور مدعو کے درمیان بگاڑ پیدا ہو جائے۔شیطان کا مشن ہی یہ ہے کہ وہ حق بات سے لوگوں کو روکے اور دعوت کا کام رک جائے اور وہ یہی چاہتا ہے کہ انسان گمراہ ہی رہے اور وہ ہدایت کی طرف راغب نہ ہو۔شیطان داعی اور مدعو یعنی دین کی دعوت دینے والے اور مدعو یعنی جس کو دعوت دی جارہی ہے ان دونوں کے درمیان فساد ڈال دیتا ہے۔یہی حقیقت یہاں یوں بیان کی گئی کہ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ يَنۡزَغُ بَيۡنَهُمۡ شیطان ان کے درمیان فساد ڈال دیتا ہے۔یعنی وہ اس بات کا منتظر رہتا ہے کہ کب کسی ایسی بات کا بہانہ مل جائے جس بہانہ سے وہ مومنوں اور کافروں کے درمیان بگاڑ پیدا کردے اور کافر مسلمانوں سے اور زیادہ بددل ہوجائیں اور وہ ایمان سے اور زیادہ دور ہوجائیں۔ایسے مواقع پر شیطان کی طرف سے ہونے والے وسوسوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ بھی مانگ لینا چاہئے۔سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۲۰۰ میں یہی ہدایت دی گئی: وَاِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو آپ اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔اگر مسلمان اچھی بات نہیں کریں گے تو شیطان مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان فساد ڈال دے گا اور وہ فتنہ اور شر کی طرف اس معاملہ کو پھیر دے گا اور مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جھگڑے اور قتل وقتال کا ماحول پیدا کردے گا، اس لئے کہ شیطان تو آدم کی ساری نسل کا دشمن ہے اور اس کی دشمنی ڈھکی چھپی بھی نہیں ہے بلکہ واضح اور کھلی ہے، اسی لئے کہا گیا کہ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ كَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِيۡنًا بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۸ میں بھی شیطان کو انسان کا دشمن بتلایا گیا ہے: اِنَّهٗ لَـكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ۔سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۶۰ میں بھی شیطان کو کھلا دشمن قرار دیا گیا ہے۔

اس کے بعد یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ تمہارا رب جانتا ہے کہ تم میں کون ہدایت کا مستحق ہے اور ایمان کی توفیق کا حقدار ہے؟ اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ تم میں کون ہدایت اور ایمان کا مستحق نہیں ہے؟ تمہارا ایمان اور تمہارا کفر اللہ کے ارادہ پر موقوف ہے۔اگر وہ چاہے تو تم کو گمراہی کے دلدل سے نکال دے اور تمہیں اطاعت کی توفیق بخش دے اور اگر چاہے تو تم کو ایمان کی ہدایت نہ دے اور عذاب میں مبتلا کردے، اس طرح تم اسی شرک ہی کی حالت میں مرجاؤ۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ یعنی آپ کا کام صرف حق بات کو پہنچا دینا ہے، زبردستی منوانا نہیں ہے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۰۸ میں بھی رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یہ کہلوایا گیا: وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا ہوں۔ سورۃ الغاشیہ کی آیت نمبر ۲۲ میں رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا: لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ آپ کچھ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبیوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشی ہے۔ اسی بات کو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۳ میں بھی بیان کیا گیا: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سارے ہی انبیاء ایک ہی درجے کے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کو تمام نبیوں کا سردار بنایا گیا۔ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت نوح، حضرت عیسیٰ اور حضرت آدم علیہم السلام کو دوسرے نبیوں پر فضیلت دی گئی۔

﴿درس نمبر:۱۱۵۵﴾ جنہیں تم معبود سمجھتے ہو انہیں پکار کر تو دیکھو ﴿بنی اسرائیل:۵۶۔۵۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝۵۶ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝۵۷

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلِ کہہ دیجئے ادْعُوا تم بلاؤ الَّذِيْنَ ان کو جنہیں زَعَمْتُمْ تم (معبود) سمجھتے ہو مِّنْ دُوْنِهٖ اس (اللہ) کے سوا فَلَا يَمْلِكُوْنَ چنانچہ وہ اختیار نہیں رکھتے كَشْفَ الضُّرِّ تکلیف ہٹانے کا عَنْكُمْ تم سے وَلَا تَحْوِيْلًا اور (اسے) نہ بدلنے ہی کا ۝۵۶ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہ لوگ ہیں يَدْعُوْنَ وہ (مشرک) پکارتے ہیں يَبْتَغُوْنَ وہ تلاش کرتے ہیں اِلٰى رَبِّهِمُ اپنے رب کی طرف الْوَسِيْلَةَ ذریعۂ قرب اَيُّهُمْ (کہ) کون ان میں سے اَقْرَبُ زیادہ قریب ہے (اللہ کے) وَيَرْجُوْنَ اور وہ امید رکھتے ہیں رَحْمَتَهٗ اس کی رحمت کی وَيَخَافُوْنَ اور وہ ڈرتے ہیں عَذَابَهٗ اس کے عذاب سے اِنَّ بلاشبہ عَذَابَ عذاب رَبِّكَ آپ کے رب کا كَانَ (واقعی) ہے مَحْذُوْرًا ڈرنے کی چیز ۝۵۷

ترجمہ: (جو لوگ اللہ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو مانتے ہیں، اُن سے) کہہ دو کہ: ''جن کو تم نے اللہ کے سوا معبود سمجھ رکھا ہے، انہیں پکار کر دیکھو۔ ہوگا یہ کہ نہ وہ تم سے کوئی تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ اُسے تبدیل کر سکیں گے۔'' O جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے پروردگار تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ اُن میں سے کون اللہ کے زیادہ قریب ہو جائے؟ اور وہ اُس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً تمہارے

رب کا عذاب ہے ہی ایسی چیز جس سے ڈرا جائے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دیجئے کہ جن کو تم نے اللہ کے سوا معبود سمجھ رکھا ہے انہیں پکار کر دیکھو

۲۔ ہوگا یہ کہ وہ تم سے نہ کوئی تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ اسے تبدیل کر سکیں گے

۳۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے پروردگار تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں

۴۔ ان میں سے کون اللہ کے زیادہ قریب ہو جائے

۵۔ وہ اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں

۶۔ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں

۷۔ یقیناً تمہارے رب کا عذاب ہے ہی ایسی چیز جس سے ڈرا جائے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ انسانوں میں سے کچھ لوگوں نے جنات میں سے کچھ جنات کی عبادت کی۔ یعنی بعض لوگ جنات کی عبادت کرنے لگے۔ بعد میں یہ ہوا کہ جن جنات کی یہ انسان عبادت کر رہے تھے وہ جنات خود مسلمان ہو گئے۔ اس کے باوجود ان لوگوں نے جنات کی عبادت نہیں چھوڑی، ان کی عبادت ہی میں لگے رہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۔ الخ۔ جو لوگ اللہ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو مانتے ہیں ان سے کہہ دو کہ جن کو تم نے اللہ کے سوا معبود سمجھ رکھا ہے انہیں پکار کر تو دیکھو، تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ وہ معبود تم سے نہ کوئی تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ اسے تبدیل کر سکیں گے۔ بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ مکہ کے قریش قحط میں مبتلا ہوئے اور اس وقت قریش نے رسولِ رحمت ﷺ سے اس فاقہ کی شکایت کی تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور ان مشرکین کو اس حقیقت سے باخبر کر دیا گیا کہ تم پر جو فقر و فاقہ کی صورتحال پیش آئی ہے اس فقر و فاقہ کو تمہارے وہ معبود جن کو تم پکارتے ہو تم سے دور نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان بتوں کو یہ اختیار ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی کر سکیں۔ تم چاہے فرشتوں کی پوجا کرو، چاہے جنات کی پوجا کرو، چاہے دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرو، چاہے حضرت عیسیٰ یا حضرت مریم علیہما السلام کی عبادت کرو، ان میں سے کوئی تم کو تکلیف اور مصیبت سے نجات نہیں دے سکتے۔ ان میں نہ کسی کو نفع پہنچانے کی طاقت ہے اور نہ نقصان پہنچانے کی۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی جا رہی ہے کہ جن لوگوں کو اللہ کے سوا نفع اور نقصان اور فائدہ حاصل کرنے کے لئے پکارتے ہو یاد رکھو! وہ خود اللہ کے محتاج ہیں، وہ سب اپنے رب کی طرف قریب ہونے کا ذریعہ تلاش کرتے ہیں اور اس کی قربت اور نزدیکی حاصل کرنے کیلئے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی یہ فکر رہی ہے کہ کسی طرح وہ اللہ تعالیٰ

سے قریب سے قریب تر ہو جائیں۔ یہ وہ ہیں جو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ کے عذاب سے وہ ڈرتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ جو جنات وغیرہ جن کی تم عبادت کر رہے ہو وہ خود اپنے ربِ حقیقی کے محتاج ہیں تو پھر تم ان سے کیوں مانگتے ہو؟ وہ جنات یا حضرت عیسیٰ یا حضرت مریم جس بابرکت اور طاقتور ذات سے مانگتے ہیں اے مشرکو! تم بھی اسی بابرکت اور طاقتور ذات سے مانگو۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں یہ بات بتلائی جا رہی ہے کہ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ اللہ کا عذاب ایسا سخت ترین ہے کہ جس عذاب سے رسول اور نبی بھی ڈرتے تھے اور فرشتے بھی ڈرتے تھے۔ قرآنِ مجید میں عذاب کا تذکرہ جہاں کیا گیا عموماً وہاں ایسے الفاظ استعمال کئے گئے جن سے عذاب کی شدت کا اندازہ ہوتا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۷ میں کہا گیا: وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ '' ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ آیت نمبر ۱۰ میں کہا گیا: وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ '' اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ آیت نمبر ۸۵ میں کہا گیا: وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ آیت نمبر ۱۶۵ میں کہا گیا: وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۶ میں کہا گیا: فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ پھر کافروں کو تو میں دنیا اور آخرت میں سخت ترین عذاب دوں گا۔

﴿درس نمبر:۱۱۵۶﴾ ## یہ بات تقدیر کی کتاب میں لکھی جا چکی ہے ﴿بنی اسرائیل:۵۸۔۵۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِنْ اور نہیں مِّنْ قَرْيَةٍ کوئی بستی اِلَّا نَحْنُ مگر ہم مُهْلِكُوْهَا اسے ہلاک کرنے والے ہیں قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت سے پہلے اَوْ مُعَذِّبُوْهَا یا اس کو عذاب دینے والے ہیں عَذَابًا عذاب شَدِيْدًا شدید كَانَ ہے ذٰلِكَ یہ فِى الْكِتٰبِ کتاب میں مَسْطُوْرًا لکھا ہوا ﴿۵۸﴾ وَمَا مَنَعَنَا اور ہمیں منع نہیں کیا اَنْ نُّرْسِلَ کہ ہم بھیجیں بِالْاٰيٰتِ نشانیاں اِلَّآ اَنْ مگر (اس بات نے) کہ كَذَّبَ جھٹلایا تھا بِهَا ان کو الْاَوَّلُوْنَ پہلے لوگوں نے وَاٰتَيْنَا اور ہم نے دی تھی ثَمُوْدَ قوم ثمود کو النَّاقَةَ اونٹنی مُبْصِرَةً (نشانی) واضح فَظَلَمُوْا تو انہوں نے ظلم کیا تھا بِهَا اس کے ساتھ وَمَا نُرْسِلُ اور ہم نہیں بھیجتے بِالْاٰيٰتِ نشانیاں اِلَّا تَخْوِيْفًا مگر ڈرانے کیلئے ﴿۵۹﴾

ترجمہ: اور کوئی بستی ایسی نہیں ہے جسے ہم روزِ قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا اُسے سخت عذاب نہ دیں۔ یہ

بات (تقدیر کی) کتاب میں لکھی جا چکی ہے O اور ہم کو نشانیاں (یعنی کفار کے مانگے ہوئے معجزات) بھیجنے سے کسی اور چیز نے نہیں بلکہ اس بات نے روکا ہے کہ پچھلے لوگ ایسی نشانیوں کو جھٹلا چکے ہیں اور ہم نے قومِ ثمود کو اونٹنی دی تھی جو آنکھیں کھولنے کے لیے کافی تھی، مگر انہوں نے اُس کے ساتھ ظلم کیا اور ہم نشانیاں ڈرانے ہی کے لیے بھیجتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔کوئی بستی ایسی نہیں ہے جسے ہم روزِ قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا اسے سخت عذاب نہ دیں

۲۔ یہ بات تقدیر کی کتاب میں لکھی جا چکی ہے

۳۔ہم کو نشانیاں بھیجنے سے کسی اور چیز نے نہیں بلکہ اس بات نے روکا ہے کہ پچھلے لوگ ایسی نشانیوں کو جھٹلا چکے ہیں

۴۔ہم نے قومِ ثمود کو اونٹنی دی تھی جو آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھی

۵۔مگر انہوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا

۶۔ہم نشانیاں ڈرانے ہی کے لئے بھیجتے ہیں۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا کے ذریعہ یہ بات بتلائی گئی ہے کہ قیامت سے پہلے بہت سی بستیاں ہلاک ہوں گی، یعنی ان بستیوں کے رہنے والے اپنی موت مر جائیں گے اور بہت سی بستیاں اس طرح ہلاک ہوں گی کہ ان کو سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، چاہے وہ قتل وخون اور غارت گری سے ہلاک ہوں یا وہ مختلف قسم کی مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کفر اور نافرمانی میں مبتلا ان ظالموں کیلئے لوحِ محفوظ میں یہ بات لکھ دی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور ہلاک کرے گا اور ہلاکت کی شکلیں مختلف ہو سکتی ہیں یا تو انہیں قتل کر دیا جائے یا کسی مصیبت میں مبتلا کر دیا جائے اور یہ سب کچھ ان کے گناہوں اور خطاؤں کی وجہ سے ہوگا، ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کریں۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۰۱ میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر بتلا دیا کہ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رجسٹر میں یہ بات لکھ دی ہے

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو چیز پیدا کی وہ قلم ہے، پس اللہ تعالیٰ نے قلم سے کہا کہ لکھ۔ قلم نے کہا کہ کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے کہا تو مقدر لکھ اور جو کچھ کہ قیامت تک ہونے والا ہے وہ لکھ۔ دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا، دنیا میں جتنی قومیں آئیں اور ان کے ساتھ کیا کیا ہوا، کونسی قوم کس طرح ہلاک ہوئی اور قیامت تک کیا کچھ ہوگا؟ سب کچھ اس رجسٹر میں لکھا ہوا ہے جس کو لوحِ محفوظ کہا جاتا ہے۔ سورۂ طور کی آیت نمبر ۲ میں اس کتاب یعنی لوحِ محفوظ کی یوں قسم کھائی گئی ہے: وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ اور لکھی ہوئی کتاب کی قسم۔ سورۂ قمر کی آیت نمبر ۵۳ میں یہ حقیقت بتلا دی گئی ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز اس کتاب (رجسٹر) میں لکھی ہوئی ہے: وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ اسی طرح ہر چھوٹی بڑی بات بھی لکھی ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دستور قوموں کے سلسلہ میں یہ رہا کہ اس نے نبیوں اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا اور ان نبیوں کے ساتھ معجزات بھی بھیجے یعنی ایسی نشانیاں بھی بھیجیں جن کے ذریعہ قوموں کو اس بات کا یقین ہو کہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے معجزے ہوتے تھے، اس کے باوجود قوموں نے اپنی طرف سے معجزات کی فرمائش کی۔ اللہ تعالیٰ کا دستور فرمائشی معجزوں کے بارے میں یہ رہا کہ اگر کسی قوم نے اپنی طرف سے کسی خاص معجزہ کی فرمائش کی اور اس معجزہ کے دیئے جانے کے باوجود اس قوم نے ایمان قبول نہیں کیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر عذاب نازل کیا۔ جیسا کہ قومِ ثمود نے اونٹنی کا مطالبہ کیا اور وہ معجزہ اس قوم کو دیا گیا، مگر قومِ ثمود نے اس اونٹنی کو قتل کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ مکہ والوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے سوال کیا کہ آپ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیجئے اور مکہ میں جو پہاڑ ہیں ان کو ہٹا دیجئے تا کہ ہمیں کھیتی کرنے کا موقع مل جائے۔ اگر آپ نے یہ دو کام کر دیئے تو ہم آپ کی رسالت پر ایمان لے آئیں گے۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ پر وحی بھیجی کہ آپ چاہیں تو میں ان کو ڈھیل دے دوں اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کا سوال پورا کر دوں۔ پھر اگر وہ ایمان نہ لائیں تو میں انہیں ہلاک کر دوں گا جیسے ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کو ہلاک کر دیا گیا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے عرض کیا کہ اے اللہ! میں چاہتا ہوں کہ آپ انہیں ڈھیل دے دیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ۔ الخ۔ اور معجزات بھیجنے سے ہمیں صرف یہی بات مانع ہے کہ پہلے لوگ اس کی تکذیب کر چکے ہیں۔

اس آیت کے ذریعہ یہ بات بتلا دی گئی کہ مکہ کے یہ مشرکین جو فرمائشی معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ صفا نامی پہاڑ کو سونا بنا دیا جائے اور مکہ کے پہاڑوں کو ہٹا دیا جائے ہمارے پاس اس طرح کرنے کی قدرت وطاقت ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اگر ان کی مرضی کے مطابق ہم معجزات ظاہر کر دیں اور اس کے باوجود یہ لوگ ایمان نہ لائیں تو پھر مہلت کی مدت ختم ہو جاتی ہے اور انہیں ہلاک کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ قومِ ثمود کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ ہم نے اس قوم کو اونٹنی دی تھی، وہ ان کے لئے بصیرت کا ذریعہ تھی۔ وہ اس اہم ترین معجزہ کو دیکھ کر رب ذوالجلال پر ایمان لا سکتے تھے اور حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کر سکتے تھے، مگر قومِ ثمود نے ظلم کیا اور اس معجزہ کے ساتھ گستاخی کی اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات صاف کر دی کہ ہم تو اپنی نشانیاں اس لئے بھیجا کرتے ہیں تا کہ اس کے ذریعہ ڈرائیں۔

﴿درس نمبر: ۱۱۵۷﴾ تمہارا رب تمام لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے ﴿بنی اسرائیل: ۶۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذْ اور جب قُلْنَا ہم نے کہا لَکَ آپ سے اِنَّ رَبَّکَ تحقیق آپ کے رب نے اَحَاطَ گھیرا ہوا ہے بِالنَّاسِ لوگوں کو وَمَا جَعَلْنَا اور ہم نے نہیں بنایا الرُّءْیَا اس رؤیا (دیکھنے) کو الَّتِیْٓ وہ جو اَرَیْنٰکَ ہم نے دکھایا آپ کو اِلَّا فِتْنَةً مگر ایک آزمائش لِّلنَّاسِ لوگوں کے لیے وَالشَّجَرَةَ اور اس درخت (زقوم) کو بھی الْمَلْعُوْنَةَ جس پر لعنت کی گئی فِی الْقُرْاٰنِ قرآن میں وَنُخَوِّفُهُمْ ہم انہیں ڈراتے ہیں فَمَا یَزِیْدُهُمْ پھر نہیں بڑھاتا انہیں (ہمارا ڈرانا) اِلَّا طُغْیَانًا کَبِیْرًا مگر زیادہ بڑی سرکشی ہی میں ۝۶۰

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم سے کہا تھا کہ تمہارا پروردگار (اپنے علم سے) تمام لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہم نے جو نظارہ تمہیں دکھایا ہے اُس کو ہم نے (کافر) لوگوں کے لئے بس ایک فتنہ بنا دیا، نیز اُس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت آئی ہے اور ہم تو ان کو ڈراتے رہتے ہیں، لیکن اس سے ان کی سخت سرکشی ہی میں اضافہ ہو رہا ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم سے کہا تھا کہ تمہارا پروردگار تمام لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے

۲۔ ہم نے جو نظارہ تمہیں دکھایا ہے اس کو ہم نے کافر لوگوں کے لئے بس ایک فتنہ بنا دیا

۳۔ اس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت آئی ہے

۴۔ ہم تو ان کو ڈراتے رہتے ہیں

۵۔ لیکن اس سے ان کی سخت سرکشی میں اضافہ ہی ہو رہا ہے

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات فرما رہے ہیں کہ آپ اس وقت کو یاد کریں جب ہم نے آپ کو یہ بات بتائی کہ آپ کا رب اپنے علم کے اعتبار سے سب لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ آپ کے رب کو سارے ظاہری اور باطنی حالات کا پورا پورا علم ہے۔ تمہارے پروردگار کو گزرے ہوئے واقعات اور حالات اور موجودہ حالات اور آئندہ پیش آنے والے حالات و واقعات کا بھی پورا پورا علم ہے۔ ہر زمانہ کا سارا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے دائرہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی معلوم ہے کہ دین کی دعوت دینے کے بعد بہت سے لوگ آپ پر ایمان نہیں لائیں گے اور بہت سے لوگ ایمان لا کر پھر سے ایمان سے پھر جائیں گے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۸۰ میں بھی یہ بات بتلائی گئی کہ وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ہر چیز کو اللہ تعالیٰ اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کے مطلب کو سمجھنے سے پہلے بنیادی طور پر یہ بات ذہن میں رہے کہ یہاں جو اَلرُّءْیَا کا لفظ ہے یہ عموماً خواب کیلئے استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ خود قرآنِ مجید میں سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۵ میں یہ لفظ یوں استعمال ہوا ہے: قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰٓی اِخْوَتِکَ حضرت یعقوب علیہ

السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اے میرے بیٹے! تم یہ خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان مت کرو۔لیکن اس آیت میں جو لفظ **الرُّءْیَا** کا استعمال ہوا ہے اس کا مطلب خواب نہیں بلکہ بیداری میں آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے۔اس کے بعد معراج سے متعلق مختصراً یہ بات بھی سمجھ لیں کہ رسولِ رحمت ﷺ کو بیداری میں معراج ہوئی۔آپ ﷺ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک پہنچے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی وہاں امامت فرمائی، پھر آپ ﷺ آسمان پر تشریف لے گئے۔وہاں انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور اور سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا، اس کے علاوہ اور مناظر بھی دیکھے۔اس کے بعد اسی رات مکۂ معظّمہ واپس تشریف لائے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے صبح اپنے اس سفر کا تذکرہ فرمایا اور معراج کے اس واقعہ کی ساری تفصیلات لوگوں کے سامنے بیان کیں۔بعض وہ لوگ جو پہلے سے ایمان قبول کر چکے تھے وہ اس واقعہ کو سن کر مرتد ہو گئے، اس لئے کہ یہ بات انہیں ہضم ہی نہیں ہوئی۔دوسری طرف مکہ کے قریش کو حیرت ہوئی کہ ایک رات میں کوئی شخص اتنی دور جا کر کیسے واپس آسکتا ہے؟ چنانچہ قریش نے آپ ﷺ کی ان باتوں کو جھٹلا دیا۔لیکن جب رسولِ رحمت ﷺ نے بیت المقدس کی چند نشانیاں انہیں بتلائیں اور ان کے سوالات کا اطمینان بخش جواب بھی دے دیا اور مکہ کے جس تجارتی قافلہ کے واپس پہنچنے کی آپ ﷺ نے مکہ کے مشرکین کو اطلاع دی، اس لئے کہ سفرِ معراج کے موقع پر مسجدِ اقصیٰ سے مسجدِ حرام واپس ہوتے ہوئے قریش کے اس قافلہ سے آپ ﷺ کی ملاقات بھی ہوئی تھی۔ان تمام باتوں کو سن کر قریش کا منہ بند تو ہو گیا۔

معراج کی رات کی جو باتیں رسولِ رحمت ﷺ نے اہلِ مکہ سے بیان کی تھیں یقیناً وہ ایک آزمائش تھی جو بعض لوگوں کی گمراہی کا ذریعہ بھی بن گئی۔اسی حقیقت کو یہاں یوں بیان کیا گیا کہ **وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ** ہم نے جو نظارہ تمہیں دکھایا اس کو ہم نے کافروں کیلئے ایک آزمائش بنا دیا۔حضرت ابویعلیٰ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب معراج کا یہ واقعہ پیش آیا تو قریش کے لوگ اس سلسلہ میں تبصرے کرنے لگے اور اس واقعہ کا مذاق بھی اڑانے لگے۔اہلِ مکہ نے آپ ﷺ سے نشانیاں مانگیں اور آپ ﷺ نے بیت المقدس سے متعلق اس کے اوصاف بیان کئے اور مکہ کے تجارتی قافلہ کا بھی ذکر کیا۔اس وقت ولید بن مغیرہ نے کہا کہ یہ تو جادوگر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی کہ ہم نے جو نظارہ آپ کو بتلایا وہ کافروں کے لئے آزمائش بنا دیا۔رسولِ رحمت ﷺ نے زقوم نامی درخت کا تذکرہ مکہ کے قریش کے سامنے کیا کہ دوزخ میں زقوم نامی درخت ہوگا۔ابوجہل نے یہ بات سن کر کہا کہ دیکھو! محمد کیا کہتے ہیں کہ تم دوزخ میں ڈالے جاؤ گے اور کہتے ہیں کہ اس میں ایسی آگ ہوگی جو پتھروں کو جلا دے گی، پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ اس دوزخ میں سے درخت بھی نکلے گا جبکہ درخت کو تو آگ جلا دیتی ہے، وہاں درخت کیسے اُگے گا؟ وہاں عبداللہ بن زبعری بھی تھا جو اس وقت مشرک تھا۔اس نے کہا کہ محمد ہمیں زقوم سے ڈراتے ہیں، ہمارے نزدیک تو زقوم یہی مکھن اور کھجور ہیں۔ابوجہل نے کہا کہ اے لونڈی! ہمیں زقوم

کھلا دے، وہ مکھن اور کھجوریں لے آئی۔ ابوجہل کہنے لگا کہ اے لوگو! آؤ اور زقوم کھا لو جس سے محمد تم کو ڈرا رہے ہیں۔

جس طرح معراج کا واقعہ کافروں کے لئے آزمائش بن گیا اسی طرح زقوم کا درخت بھی آزمائش بن گیا۔ اس درخت کو یہاں الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ کہا گیا۔ زقوم کے اس درخت کا ذکر سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۶۲ اور ۶۳ میں یوں ہے: اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ کیا یہ مہمانی اچھی ہے یا زقوم کا درخت جسے ہم نے ظالموں کے لئے سخت آزمائش بنا رکھا ہے؟ سورۃ الدخان کی آیت نمبر ۴۳ تا ۴۶ میں کہا گیا: اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ بے شک زقوم کا درخت گنہگار کا کھانا ہے جو مثل تلچھٹ کے ہے اور پیٹ میں کھولتا رہتا ہے مثل تیز گرم پانی کے۔ سورۃ الواقعہ کی آیت نمبر ۵۲ میں کہا گیا: لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ البتہ کھانے والے ہو زقوم کا درخت اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ آگے یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ دنیا اور آخرت میں عذاب اور وعید کے ذریعہ ہم کافروں کو ڈراتے ہیں، مگر جیسے جیسے ہم انہیں ڈراتے ہیں ان کی سرکشی اور شرارت ویسے ویسے بڑھتی جاتی ہے۔

یہ ہے وہ مخلوق جسے تو نے میرے مقابلہ میں عزت بخشی

﴿درس نمبر: ۱۱۵۸﴾ ﴿بنی اسرائیل: ۶۱-۶۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۝ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذْ اور جب قُلْنَا ہم نے کہا لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں سے اسْجُدُوْا تم سجدہ کرو لِاٰدَمَ آدم کو فَسَجَدُوْٓا تو انہوں نے سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِيْسَ سوائے ابلیس کے قَالَ اس نے کہا ءَاَسْجُدُ کیا میں سجدہ کروں لِمَنْ خَلَقْتَ اسے جسے تو نے پیدا کیا ہے طِيْنًا مٹی سے ۝ قَالَ اس (ابلیس) نے کہا اَرَءَيْتَكَ دیکھ تو هٰذَا الَّذِيْ یہ شخص جسے كَرَّمْتَ تو نے بزرگی دی عَلَيَّ مجھ پر لَئِنْ اَخَّرْتَنِ البتہ اگر تو نے مجھے مہلت دی اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک لَاَحْتَنِكَنَّ تو البتہ ضرور میں جڑ سے اُکھاڑ دوں گا ذُرِّيَّتَهٗٓ اس کی اولاد کو اِلَّا قَلِيْلًا ماسوائے تھوڑے سے لوگوں کے ۝

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ چنانچہ اُنہوں نے سجدہ کیا، لیکن ابلیس نے نہیں کیا۔ اُس نے کہا کہ: ''کیا میں اُس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟'' O کہنے لگا: ''بھلا بتاؤ یہ ہے وہ مخلوق جسے تو نے میرے مقابلے میں عزت بخشی ہے! اگر تو نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دی تو میں اس کی اولاد میں سے تھوڑے سے لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب کے جبڑوں میں لگام ڈالوں گا۔''

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو

۲۔چنانچہ انہوں نے سجدہ کیا

۳۔لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا

۴۔ابلیس نے کہا کیا میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟

۵۔کہنے لگا بھلا بتاؤ یہ ہے وہ مخلوق جسے تو نے میرے مقابلہ میں عزت بخشی ہے؟

۶۔اگر تو نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دی تو میں اس کی اولاد میں سے تھوڑے سے لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب کے جبڑوں میں لگام ڈالوں گا۔

قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر اس واقعہ کا ذکر ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ آدم کا سجدہ کریں۔حکم کی تعمیل میں سارے فرشتوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔یہ واقعہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۴، سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۱، سورۂ حجر کی آیت نمبر ۳۱، سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶۱، سورۂ کہف کی آیت نمبر ۵۰، سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۱۶، سورۂ ص کی آیت نمبر ۷۴ میں بھی موجود ہے۔اس طرح ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا ذکر پورے قرآنِ مجید میں سات مرتبہ کیا گیا ہے۔البتہ یہاں بعض جزئیات کا ذکر جو یہاں موجود ہے اس کی تفصیل بتلا دی جائے گی۔ جہاں جہاں ابلیس کے سلسلہ میں آیاتِ قرآنی میں تفصیلات ہیں وہاں انسانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ شیطان کے غرور اور گھمنڈ نے اس کو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی سے محروم کر دیا۔انسانوں کو چاہئے کہ وہ شیطان کے غرور اور اس کے انجام سے سبق حاصل کریں اور اپنی زندگی کو تواضع اور انکساری کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔دوسری اہم بات ابلیس سے متعلق آیاتِ قرآنی میں بتلائی گئی وہ یہ کہ ابلیس انسانوں کا کھلا دشمن ہے، اس کی دشمنی کو ذہنوں میں بٹھایا جائے۔اس کی دشمنی نئی نہیں بلکہ بہت زیادہ پرانی ہے۔اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہی سے انسان سے دشمنی کی ٹھان لی ہے۔تیسری بات یہ کہ ابلیس کو اپنی انا یعنی اپنی برتری یاد رہی، اس کو اپنے رب کا حکم یاد نہیں رہا۔اس لئے اس نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا: ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا کہ کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ اگر ابلیس کی نظر اس حقیقت پر جاتی کہ بات آدم کو سجدہ کرنے کی نہیں ہے بلکہ بات رب ذوالجلال کے حکم کی ہے۔اگر وہ اللہ کے حکم کو سمجھ لیتا تو پھر وہ غرور نہ کرتا اور اللہ کے دربار سے محروم نہ ہوتا۔

ابلیس نے جو دوسرا سوال کیا اس کا یہاں ذکر ہے کہ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ کہنے لگا ابلیس کہ بھلا بتلاؤ کہ یہ ہے وہ مخلوق جسے تو نے میرے مقابلہ میں عزت بخشی ہے؟ ابلیس کو یہی بات کھائے جا رہی تھی کہ میں تو آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور آگ تو اونچائی کی طرف جانے والی اور بھڑکنے والی چیز ہے اور یہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے جو نیچے کی طرف جانے والی اور حقیر چیز ہے۔بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آگ سے بنی ہوئی چیز مٹی سے

بنی ہوئی چیز کا سجدہ کرے؟ اسی سوال نے ابلیس کو رب ذوالجلال کی بارگاہ میں مردود بنادیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ابلیس نے انسان سے دشمنی کا پختہ ارادہ کرلیا۔

ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلًا اگر تو نے مجھے قیامت کے دن تک کے لئے مہلت دے دی تو میں اس کی اولاد میں سے تھوڑے سے لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب کے جبڑوں میں لگام ڈال دوں گا۔ یعنی ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ سورۂ حجر کی آیت نمبر ۳۶ اور ۳۷ میں ہے ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے یوں مہلت مانگی: قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ کہنے لگا ابلیس کہ اے میرے رب! مجھے اس دن تک کی ڈھیل دے کہ لوگ دوبارہ اٹھا کھڑے کئے جائیں۔ اچھا! تو ان میں سے ہے جنہیں مہلت ملی ہے، روز مقرر کے وقت تک کی۔

شیطان جو بھی وعدے کرتا ہے وہ دھوکہ کے سوا کچھ نہیں

﴿درس نمبر: ۱۱۵۹﴾ ﴿بنی اسرائیل: ۶۳-۶۴-۶۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَیْهِمْ بِخَیْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰی بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ۝۶۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس (اللہ) نے کہا اذْهَبْ جا فَمَنْ پھر جو تَبِعَكَ تیری پیروی کرے گا مِنْهُمْ ان میں سے فَاِنَّ تو بلاشبہ جَهَنَّمَ جہنم ہی جَزَآؤُكُمْ تمہاری سزا ہے جَزَآءً سزا مَّوْفُوْرًا پوری پوری ۝ وَاسْتَفْزِزْ اور بہکالے مَنِ جس کو اسْتَطَعْتَ تو استطاعت رکھتا ہے مِنْهُمْ ان میں سے بِصَوْتِكَ اپنی آواز کے ساتھ وَاَجْلِبْ اور کھینچ لا عَلَیْهِمْ ان پر بِخَیْلِكَ اپنے سوار وَرَجِلِكَ اور اپنے پیادے وَشَارِكْهُمْ اور تو شریک بن جا ان کا فِی الْاَمْوَالِ مالوں میں وَالْاَوْلَادِ اور اولاد میں وَعِدْهُمْ اور انہیں (جھوٹے) وعدے دے وَمَا یَعِدُهُمُ اور وعدہ نہیں دیتا انہیں الشَّیْطٰنُ شیطان اِلَّا غُرُوْرًا مگر فریب ہی کا ۝ اِنَّ بیشک عِبَادِیْ میرے بندے لَیْسَ نہیں ہے لَكَ تیرے لیے عَلَیْهِمْ ان پر سُلْطٰنٌ کوئی غلبہ وَكَفٰی اور کافی ہے بِرَبِّكَ آپ کا رب وَكِیْلًا بطور کارساز ۝۶۵

ترجمہ: اللہ نے کہا: ''جا پھر ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا تو جہنم ہی تم سب کی سزا ہوگی، مکمل اور بھرپور سزا O اور ان میں سے جس جس پر تیرا بس چلے اُنہیں اپنی آواز سے بہکالے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کی فوج چڑھالا اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا حصہ لگالے اور اُن سے خوب وعدے کرلے اور (حقیقت یہ ہے کہ) شیطان اُن سے جو وعدہ بھی کرتا ہے وہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہوتا O یقین رکھ کہ جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کوئی بس نہیں

چلے گا اور تیرا پروردگار (ان کی) رکھوالی کے لئے کافی ہے۔''

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اللہ تعالیٰ نے کہا جا! پھر ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا تو جہنم ہی تم سب کی سزا ہوگی، مکمل اور بھرپور سزا

۲۔ان میں سے جس جس پر تیرا بس چلے انہیں اپنی آواز سے بہکا لے

۳۔ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کی فوج چڑھا دے

۴۔ان کے مال اور اولاد میں سے اپنا حصہ لگا لے

۵۔ان سے خوب وعدے کر لے

۶۔شیطان ان سے جو وعدہ بھی کرتا ہے وہ دھوکہ کے سوا کچھ نہیں ہوتا

۷۔یقین رکھ کہ جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کوئی بس نہیں چلے گا

۸۔تیرا پروردگار ان کی رکھوالی کے لئے کافی ہے۔

ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے انسانوں کے گمراہ کرنے کی مہلت مانگ لی اور اس کو مہلت دے دی گئی تو ابلیس سے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اِذۡهَبۡ یعنی جا۔یعنی تو نے جو مہلت مانگی ہے اس کے مطابق اپنا کام کر اور اپنی کوشش میں لگا رہ۔ ہم نے تو تجھے مہلت دے دی ہے۔سورۂ حجر کی آیت نمبر ۳۷ اور ۳۸ کے ذریعہ اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی کہ ابلیس کو جو مہلت دی گئی وہ تھوڑی سی مدت کیلئے نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے مہلت دی گئی: فَاِنَّکَ مِنَ الۡمُنۡظَرِیۡنَ ۝ اِلٰی یَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ۳۷ کہ تجھے مہلت دی جاتی ہے O وقت مقرر (یعنی قیامت) کے دن تک۔

اس کے بعد ابلیس سے اللہ تعالیٰ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ وَاسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِکَ ان انسانوں میں سے جس جس پر تیرا بس چلے انہیں اپنی آواز سے بہکا لے۔یعنی انہیں تو میری معصیت اور نافرمانی کی دعوت دے کر انہیں بہکا دے۔ جو کچھ کہ تجھ کو طاقت اور قوت دی گئی کہ تو ان انسانوں میں وسوسے ڈال کر یا انہیں بہکا کر اور بھڑکا کر گمراہ کر دے۔اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ وَاَجۡلِبۡ عَلَیۡهِمۡ بِخَیۡلِکَ وَرَجِلِکَ ان انسانوں پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا کر لے آ۔ تیرے جتنے چیلے چانٹے ہیں چاہے وہ سوار ہوں یا پیدل چلنے والے ہوں، تیری اس فوج کے ذریعہ ان انسانوں پر مسلط ہو جا اور اپنی طاقت بھر کوشش کر اور جو تیری ساری تدبیریں اور چالبازیاں ہیں ان کو بھی استعمال کر لے۔اتنا ہی نہیں بلکہ وَشَارِکۡهُمۡ فِی الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ ان کے مال اور اولاد میں سے بھی اپنا حصہ لگا لے۔یعنی ان انسانوں کو خوب مال و دولت کمانے کی ترغیب دے اور پھر انہیں اس بات کی ترغیب دے کہ وہ اپنا مال اللہ کی نافرمانی میں خرچ کریں۔سود، چوری، دھوکہ دہی اور نام و نمود وغیرہ میں اپنا مال خرچ کریں اور انہیں اپنی ہی اولاد کو قتل کرنے کی بھی ترغیب دے۔اس طرح کہ ان میں مفلسی کا خوف پیدا کر دے یا اپنی ہی اولاد کو زندہ دفن کرنے کی ترغیب دے یا ان کی اولاد کو باطل دنیا میں داخل کرنے کی کوشش کر۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا اور ان انسانوں سے خوب جھوٹے اور باطل وعدے کر کہ یہ باطل معبود تمہاری سفارش کریں گے وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ خود فرمارہے ہیں کہ شیطان جو بھی وعدے کرتا ہے اس میں دھوکہ کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہ اپنے وعدوں کے ذریعہ انسانوں کو دھوکے میں ڈال دیتا ہے۔ قیامت کے دن یہ بات خود شیطان کہے گا کہ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ (ابراہیم:۲۲) بیشک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا اس کی تو میں نے خلاف ورزی کی۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ حقیقت بھی بتلادی کہ شیطان جتنا بھی اپنا زور چلالے اور اپنی طاقت آزمالے اس کی طاقت، دھوکہ دہی، جھوٹے وعدوں اور اس کی چالبازیوں کا اثر اللہ کے ان بندوں پر نہیں ہوگا جو اللہ کے مخلص بندے ہیں، صالح اور متقی ہیں۔ اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ’ میرے جو خاص بندے ہیں ان پر تیرا زور نہیں چلے گا۔ وہ تیرے دھوکہ میں نہیں آئیں گے۔ وہ تیرے جھوٹے وعدوں کی زد میں نہیں آئیں گے۔ تیرا دبدبہ اور زور تو ان مخلص مومن بندوں پر ہرگز نہیں چلے گا اور تیرا پروردگار ان مخلص اور صالح بندوں کی رکھوالی اور نگرانی کرنے والا ہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۶۰﴾ تمہارا پروردگار تمہارے لئے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے ﴿بنی اسرائیل:۶۶۔تا۔۶۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝۶۶ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝۶۷ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ۝۶۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: رَبُّكُمْ تمہارا رب الَّذِىْ (تو) وہ ہے جو يُزْجِىْ چلاتا ہے لَكُمْ تمہارے لیے الْفُلْكَ کشتیاں فِى الْبَحْرِ سمندر میں لِتَبْتَغُوْا تاکہ تم تلاش کرو مِنْ فَضْلِهٖ اس کا فضل (رزق) اِنَّهٗ بے شک وہ كَانَ ہے بِكُمْ تمہارے ساتھ رَحِيْمًا بہت رحم کرنے والا ۝۶۶ وَاِذَا اور جب مَسَّكُمُ تمہیں پہنچتی ہے الضُّرُّ تکلیف فِى الْبَحْرِ سمندر میں ضَلَّ (تو) گم ہوجاتے ہیں مَنْ وہ جنہیں تَدْعُوْنَ تم پکارتے ہو اِلَّا سوائے اِيَّاهُ اس (ایک اللہ) کے فَلَمَّا پھر جب نَجّٰىكُمْ وہ تمہیں نجات دے دیتا ہے اِلَى الْبَرِّ خشکی کی طرف اَعْرَضْتُمْ (تو تم منہ پھیر لیتے ہو وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اور انسان ہے كَفُوْرًا بہت ناشکرا ۝۶۷ اَفَاَمِنْتُمْ کیا پھر تم بے خوف ہوگئے ہو اَنْ يَّخْسِفَ اس سے کہ وہ دھنسادے بِكُمْ تمہیں جَانِبَ الْبَرِّ خشکی کی ایک جانب اَوْ یا يُرْسِلَ وہ بھیج دے عَلَيْكُمْ تم پر حَاصِبًا سنگ ریزوں والی سخت ہوا؟ ثُمَّ پھر لَا تَجِدُوْا نہ پاؤ تم لَكُمْ اپنے لیے وَكِيْلًا کوئی کارساز ۝۶۸

ترجمہ: تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے سمندر میں کشتیاں لے چلتا ہے تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو۔ یقیناً

وہ تمہارے ساتھ بڑی رحمت کا معاملہ کرنے والا ہے O اور جب سمندر میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو جن (دیوتاؤں) کو تم پکارا کرتے ہو وہ سب غائب ہو جاتے ہیں، بس اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے۔ پھر جب اللہ تمہیں بچا کر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو تم منہ موڑ لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے O تو کیا تمہیں اس بات کا کوئی ڈر نہیں رہا کہ اللہ تمہیں خشکی ہی کے ایک حصے میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے اور پھر تمہیں اپنا کوئی رکھوالا نہ ملے؟

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے سمندر میں کشتیاں لے چلتا ہے

۲۔ تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو

۳۔ یقیناً وہ تمہارے ساتھ بڑی رحمت کا معاملہ کرنے والا ہے

۴۔ جب سمندر میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو جن دیوتاؤں کو تم پکارا کرتے ہو وہ سب غائب ہو جاتے ہیں

۵۔ بس اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے

۶۔ پھر جب اللہ تمہیں بچا کر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو تم منہ موڑ لیتے ہو

۷۔ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے

۸۔ کیا تمہیں اس بات کا ڈر نہیں رہا کہ اللہ تمہیں خشکی ہی کے ایک حصے میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے؟

۹۔ پھر تمہیں اپنا کوئی رکھوالا نہ ملے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کئے گئے احسانات کا تذکرہ فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی اس ناشکری کا بھی تذکرہ فرما رہے ہیں جو جہالت کی وجہ سے انسان کر بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سمندروں کو چیرتی ہوئی چلنے والی کشتیوں کا تذکرہ فرمایا کہ رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا تمہارا پروردگار وہ ہے جس نے تمہارے لئے سمندر میں کشتیاں چلائیں تا کہ تم اللہ کا فضل تلاش کر سکو، یقیناً تمہارا پروردگار تمہارے ساتھ رحمت کا معاملہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی ہوائیں چلاتے ہیں جو ہوائیں وزنی کشتیوں کو ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف لے چلتی ہیں۔ یہ معنی بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل و دماغ میں ایسی باتیں الہام کرتا ہے جس سے تم ایسی کشتیاں تیار کر لیتے ہو جو ہواؤں کے بغیر بھی اپنی مطلوبہ منزل کو پہنچ جائیں۔ تمہارا ان کشتیوں کے ذریعہ خود سفر کرنا اور اپنے ساز و سامان کو لے چلنا تا کہ تم اس کے ذریعہ اپنے معاش کو مضبوط کر سکو، روزی حاصل کر سکو اور اللہ کا فضل تلاش کر سکو۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے پیار ہے۔ وہ اپنے بندوں پر مہربانی کرتا ہے اور اپنی مہربانی سے رزق کے ایسے اسباب پیدا کرتا ہے۔ اس نعمت کا تذکرہ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۴ میں بھی کیا گیا: وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس میں پانی

چیرتی ہوئی چلتی ہیں اور اس لئے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور ہوسکتا ہے کہ تم شکر گزاری بھی کرو۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۲ میں بھی یہی مضمون ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۶۴ میں بھی یہ مضمون اس طرح ہے: وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لئے ہوئے سمندروں میں چلنا۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۲ میں یوں کہا گیا: وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ اور کشتیوں کو تمہارے بس میں کر دیا کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں۔

اس کے بعد مشرکوں کے بارے میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ جب تمہیں سمندر میں کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو اللہ کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو وہ سب غائب ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو تم روگردانی کرتے ہو۔ جاہل اور کمزور انسان کا معاملہ بھی عجیب ہوتا ہے، جب تک اس کی حالت اچھی ہوتی ہے وہ دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ میں لگا رہتا ہے اور جب اس پر کوئی بڑی مصیبت آ پڑتی ہے اور اس مصیبت کا شکار ہو جاتا ہے جن سے آسانی سے چھوٹ جانا مشکل ہوتا ہے تو پھر تو وہ ان دیوی دیوتاؤں کو بھول جاتا ہے، صرف اور صرف ایک اللہ کو پکارنے لگتا ہے، اس کے سامنے گڑگڑانے لگتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس پر رحم کھاتے ہیں اور اس کو اس مصیبت سے چھٹکارہ دے دیتے ہیں تو اس کمزور انسان کی حالت اس سے بھی زیادہ تعجب خیز یہ ہوتی ہے کہ اس مصیبت سے آزادی ملتے ہی پھر دوبارہ انہی باطل اور لچر معبودوں کی پوجا کرنے لگتا ہے۔ یہ مناظر بحری جہازوں اور ہوائی جہازوں کے اسفار میں دیکھنے کو ملتے ہیں کہ ایسے ایمرجنسی اوقات میں صرف اللہ ہی سے امید باندھی جاتی ہے۔ جب سمندروں میں کشتیوں کے ڈوبنے کا وقت آ جاتا ہے یا ہوائی سفر میں کسی ہوائی جہاز کے حادثہ کا شکار ہونے کا موقع آ جاتا ہے تو ایسے وقت صرف اللہ ہی اللہ یاد آنے لگتے ہیں۔ انسان کی اس کمزوری کا ذکر اللہ تعالیٰ یوں کر رہے ہیں کہ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے غافل اور ناشکرے انسانوں سے یہ سوال کر رہے ہیں کہ سمندر کی مصیبت سے نکل کر جو تم مطمئن ہو گئے اور باطل معبودوں کے پھر سے پجاری بن گئے تو یہ تو بتاؤ کہ کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ خشکی میں اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک نہیں کر سکتا؟ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ جیسے سمندر میں ہلاک کرنے کی قوت رکھتے ہیں ویسے ہی خشکی میں بھی ہلاک کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

﴿درس نمبر:۱۱۶۱﴾ **ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے** ﴿بنی اسرائیل:۶۹۔۷۰﴾

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰی فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ﴿۷۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَمْ اَمِنْتُمْ یا تم بےخوف ہوگئے ہو اَنْ یُّعِیْدَکُمْ کہ وہ تمہیں لوٹادے فِیْهِ اُسی (سمندر) میں تَارَةً اُخْرٰی دوسری بار فَیُرْسِلَ پھر وہ بھیجے عَلَیْکُمْ تم پر قَاصِفًا توڑ پھوڑ دینے والی مِّنَ الرِّیْحِ ہوا فَیُغْرِقَکُمْ بالآخر وہ تمہیں غرق کردے بِمَا بوجہ اس کے کہ کَفَرْتُمْ تم نے کفر کیا ثُمَّ پھر لَا تَجِدُوْا نہ پاؤ تم لَکُمْ اپنے لیے عَلَیْنَا ہم پر بِهٖ اس کے بدلے تَبِیْعًا کوئی پیچھا کرنے والا ۝۶۹ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق کَرَّمْنَا ہم نے عزت دی بَنِیْٓ اٰدَمَ بنی آدم کو وَحَمَلْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں سوار کیا فِی الْبَرِّ خشکی میں وَالْبَحْرِ اور تری (میں) وَرَزَقْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو رزق دیا مِّنَ الطَّیِّبٰتِ پاکیزہ (چیزوں) سے وَفَضَّلْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو فضیلت دی عَلٰی کَثِیْرٍ بہت (سی مخلوقات) پر مِّمَّنْ ان میں سے جن کو خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا تَفْضِیْلًا بڑی فضیلت ۝۷۰

ترجمہ: اور کیا تم اس بات سے بھی بےفکر ہوگئے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ اُسی (سمندر) میں لے جائے، پھر تم پر ہوا کا طوفان بھیج کر تمہاری ناشکری کی سزا میں تمہیں غرق کرڈالے، پھر تمہیں کوئی نہ ملے جو اس معاملے میں ہمارا پیچھا کرسکے (۶۹) اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے اور انہیں خشکی اور سمندر دونوں میں سواریاں مہیا کی ہیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا ہے اور اُن کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے (۷۰)

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم اس بات سے بھی بےفکر ہوگئے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ اسی سمندر میں لے جائے؟

۲۔ پھر تم پر ہوا کا طوفان بھیج کر تمہاری ناشکری کی سزا میں تمہیں غرق کرڈالے

۳۔ پھر تمہیں کوئی نہ ملے جو اس معاملہ میں ہمارا پیچھا کرسکے

۴۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے

۵۔ انہیں خشکی اور سمندر دونوں میں سواریاں مہیا کی ہیں

۶۔ ان کو پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا ہے

۷۔ ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے

پچھلی آیتوں میں ان مشرکوں کے بارے میں بتلایا گیا جو کشتیوں کے ڈوبنے کا خوف محسوس کرتے ہی اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور جب غرق ہونے کی اس مصیبت سے چھٹکارا پاتے ہیں تو انہی بتوں کی پوجا پاٹ میں لگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے مشرکوں سے یہ سوال کررہے ہیں کہ کیا تم اس بات سے بھی بےفکر ہوگئے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ اسی سمندر میں لے جائے، پھر تم پر ہوا کا طوفان بھیج کر تمہاری ناشکری کی سزا میں تمہیں غرق کرڈالے؟ یعنی کیا تم نے سمندر سے خشکی کی طرف آتے ہی اور غرق ہونے سے نجات پاتے ہی یہ سمجھ لیا کہ تم اللہ کے انتقام اور اس کے عذاب سے مامون اور محفوظ ہوگئے۔ اپنے حقیقی رب سے منہ موڑنے والو! کیا تم اس بات پر مطمئن ہوگئے کہ تم محفوظ ہوگئے؟ یہ بھی

ممکن ہے کہ رب ذوالجلال تم کو دوبارہ سمندر کی طرف لوٹا دے اور جب تم کشتیوں میں سوار ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تم پر تیز و تند آندھیاں بھیج دے اور تمہاری کشتیاں غرق ہو جائیں اور تمہارے کفر و شرک کی پاداش میں تمہیں اس سمندر میں غرق کر دے، پھر تمہیں کوئی نہ ملے جو اس معاملہ میں ہمارا پیچھا کر سکے۔ یعنی ہم تمہارے ساتھ جو کرنا چاہیں کریں گے۔ ہمارے ارادے کو روکنے والا کوئی نہیں ہوگا اور تم کوئی ایسا شخص نہیں پاؤ گے جو ہمارے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے۔ تمہارے بُرے انجام سے تم کو کوئی روکنے والا نہیں ہوگا۔ سورۃ الشّمس کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہی بات یوں بتلائی: فَدَمۡدَمَ عَلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِذَنۡۢبِهِمۡ فَسَوّٰٮهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقۡبٰهَا پس ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث ان پر ہلاکت ڈالی اور پھر ہلاکت کو عام کر دیا اور اس بستی کو برابر کر دیا۔ وہ نہیں ڈرتا اس کے تباہ کن انجام سے۔ ایک کمزور انسان کسی تباہ کن انجام سے ڈر سکتا ہے مگر رب ذوالجلال کسی تباہ کن انجام سے ہرگز نہیں ڈرتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں جو عزت اور مقامِ بلند دیا ہے اس کو یہاں یوں بیان کیا گیا: وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِىۡۤ اٰدَمَ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔ دوسری تمام مخلوقات کے مقابلہ میں انسان کو وہ حسن دیا جو لاجواب ہے۔ اس قدر حسین مخلوق دنیا میں نہیں ہے۔ انسان کو ایسا پیارا مزاج عطا فرمایا کہ اس جیسا مزاج دوسری مخلوقات میں نہیں ہے۔ انسان کو وہ عقل، شعور، تمیز، احساس، فہم، علم اور بولنے کی طاقت بخشی جس سے دوسری مخلوقات محروم ہیں۔ انسان کو ایسی صلاحیت دی کہ وہ اپنی عقل سے مختلف قسم کی چیزیں ایجاد کر سکتا ہے۔ یہ ہے انسان کی عزت جو بطور خاص اسے عطا کی گئی ہے۔ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۲۶ میں یوں کہا گیا: بَلۡ عِبَادٌ مُّكۡرَمُوۡنَ بلکہ وہ سب اس کے باعزت بندے ہیں۔ جنت میں بھی یہ انسان باعزت ہوگا۔ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۴۲ میں کہا گیا: وَهُمۡ مُّكۡرَمُوۡنَ اور وہ باعزت و اکرام ہوں گے۔ سورۃ المعارج کی آیت نمبر ۳۵ میں کہا گیا: اُولٰٓـئِكَ فِىۡ جَنّٰتٍ مُّكۡرَمُوۡنَ یہی لوگ جنتوں میں عزت والے ہوں گے۔ سورۃ التّین کی آیت نمبر ۴ میں کہا گیا: لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ انسان پر کیے گئے ایک اور احسان کا تذکرہ یوں کر رہے ہیں: وَحَمَلۡنٰهُمۡ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ہم نے انسان کو سمندر اور خشکی دونوں جگہوں میں سواریاں عطا کیں۔ یعنی ہم نے ان انسانوں کو بری اور بحری ہر قسم کی سواریوں میں سوار کیا۔ ایک زمانہ تھا تو اونٹوں، گھوڑوں، خچروں اور گدھوں پر سوار کیا اور ہلکی پھلکی کشتیوں میں سوار کیا۔ زمانہ ترقی کر گیا تو مختلف قسم کے موٹروں، کاروں، بسوں اور ہوائی جہازوں اور بحری جہازوں وغیرہ میں سوار کیا۔ اس کے بعد اس نعمت کا بھی اظہار کیا کہ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ہم نے بنی آدم کو عمدہ پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں، طرح طرح کی پھل پھلاریاں، ترکاریاں، مختلف قسم کے پرندوں اور جانوروں کا گوشت، سمندری مچھلیاں وغیرہ عطا فرمائیں۔ آخر میں فرمایا کہ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰى كَثِيۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِيۡلًا اور ہم نے انہیں اپنی بہت سی

مخلوقات پر فضیلت دی۔ دنیا میں کتنی مخلوقات ہیں؟ درندے پرندے، وحشی جانور وغیرہ۔ ان تمام پر انسانوں کو فضیلت اور بزرگی عطا فرمائی۔ ان انسانوں کو ان سب پر غلبہ بھی دیا اور مرتبہ بھی دیا۔

﴿درس نمبر:۱۱۶۲﴾ قیامت کے دن انسانوں کو اعمال نامہ کے ساتھ بلایا جائے گا ﴿بنی اسرائیل:۷۱-۷۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَوْمَ جس دن نَدْعُوْا ہم بلائیں گے كُلَّ اُنَاسٍ تمام انسانوں کو بِاِمَامِهِمْ ان کے امام کے ساتھ فَمَنْ پھر جو شخص کہ اُوْتِيَ دیا گیا وہ كِتٰبَهٗ اپنا اعمال نامہ بِيَمِيْنِهٖ اپنے دائیں ہاتھ میں فَاُولٰٓئِكَ تو یہ لوگ يَقْرَءُوْنَ پڑھیں گے كِتٰبَهُمْ اپنے اعمال نامے وَلَا يُظْلَمُوْنَ اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے فَتِيْلًا کھجور کی گٹھلی کے تاگے برابر بھی ۝ وَمَنْ اور جو کوئی كَانَ ہے فِيْ هٰذِهٖٓ اس (دنیا) میں اَعْمٰى اندھا فَهُوَ تو وہ ہوگا فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں بھی اَعْمٰى اندھا وَ اَضَلُّ اور بہت زیادہ بھٹکا ہوا سَبِيْلًا راہ سے ۝

ترجمہ: اُس دن کو یاد رکھو جب ہم تمام انسانوں کو اُن کے اعمال ناموں کے ساتھ بلائیں گے۔ پھر جنہیں اُن کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ اپنے اعمال نامے کو پڑھیں گے اور ان پر ریشہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا (۷۱) اور جو شخص دنیا میں اندھا بنا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا بلکہ راستے سے اور زیادہ بھٹکا ہوا رہے گا (۷۲)

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس دن کو یاد رکھو جب ہم تمام انسانوں کو ان کے اعمال ناموں کے ساتھ بلائیں گے

۲۔ پھر جنہیں ان کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا

۳۔ وہ اپنے اعمال نامے پڑھیں گے

۴۔ ان پر ریشہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا

۵۔ جو شخص دنیا میں اندھا بنا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا بلکہ راستے سے اور زیادہ بھٹکا ہوا رہے گا

پچھلی آیت میں انسان سے متعلق دنیوی حالات بتلائے گئے کہ ہم نے انسان کو عزت بخشی اور اس کو بَرّ اور بحر میں سواریاں دیں اور اس کو پاکیزہ رزق دیا اور دوسروں پر اس کو فضیلت بخشی وغیرہ۔ یہاں انسان سے متعلق کچھ اخروی حالات یعنی قیامت کے دن انسان کے ساتھ کیا حالات آئیں گے اور کس طرح اس کے ساتھ سلوک ہوگا بتایا جا رہا ہے۔ پہلی بات یہ بتلائی گئی کہ اس دن کو یاد رکھو جس دن ہم انسانوں کو ان کے نامۂ اعمال کے ساتھ بلائیں گے۔

یہاں بِاِمَامِهِمْ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ عموماً امام سے مراد تو امام اور قائد مراد ہوتا ہے، لیکن اکثر مفسرین

نے یہاں بِاِمَامِهِمْ سے مراد نامۂ اعمال لیا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے نامۂ اعمال کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اکثر مفسرین نے یہی مراد لیا ہے۔ سورۂ یٰس کی آیت نمبر ۱۲ میں یوں ہے: وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۴۹ بھی اس معنی کی تائید کرتی ہے: وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ اور نامۂ اعمال رکھا جائے گا، پس تم دیکھو گے مجرموں کو کہ جو کچھ اس میں ہے اس سے ڈر رہے ہوں گے۔ یہاں اس بات کا امکان بھی مفسرین نے ظاہر کیا ہے کہ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ کا مطلب یہ ہے کہ اس دن کو یاد کرو جس دن ہم لوگوں کو ان کے امام یعنی قائد کے ساتھ بلائیں گے، جیسا کہ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۴۱ میں یوں ہے: وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ اور ہم نے ان کو امام بنا دیا جو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔ بہرحال یہاں انسانوں کو اس بات سے متنبہ کیا گیا ہے کہ انہیں اس بات سے ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کل قیامت کے دن ان کے نامۂ اعمال کے ساتھ انہیں بلایا جائے گا اور اس نامۂ اعمال میں ان کے جرائم ہوں گے تو کس قدر رسوائی اور ذلت کا انہیں سامنا کرنا پڑے گا۔

قیامت کے دن جو نامۂ اعمال دیا جائے گا اس سلسلہ میں یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا جن کا نامۂ اعمال ان کے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا، پس وہ اپنا نامۂ اعمال پڑھیں گے اور ان پر ریشہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ نامۂ اعمال کے سلسلہ میں قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر مختلف باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۱۳ میں کہا گیا کہ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا اور اس کے لئے ہم نکالیں گے نامۂ اعمال جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا اور آیت نمبر ۱۴ میں کہا گیا کہ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ تو اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے۔ سورۂ جاثیہ کی آیت نمبر ۲۸ میں یہ بات بتلائی گئی کہ ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا: كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا اور آیت نمبر ۲۹ میں کہا گیا: هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ یہ ہے ہماری کتاب جو تمہارے بارے میں سچ سچ بول رہی ہے۔ سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵ میں وہ منظر کشی کی گئی ہے جو نیک اور بد لوگوں کو ان کے نامۂ اعمال حوالے کئے جانے سے متعلق ہے: فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۚ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۚ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۙ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا ۢ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۙ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ اب جس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ دوسروں سے کہے گا کہ لیجئے میرا نامہ اعمال پڑھیے۔ مجھے یقین تھا کہ مجھ کو میرا حساب کتاب ضرور ملے گا۔ پس وہ شخص من مانے عیش میں ہوگا۔ یعنی اونچے باغ میں، جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ جو اعمال تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو ان کے عوض مزے سے کھاؤ اور پیو اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھ کو میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔

اللہ تعالیٰ اپنی کسی بھی مخلوق پر کسی بھی قسم کا ظلم نہ دنیا میں کرتے ہیں اور نہ آخرت میں وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ریشہ برابر بھی قیامت کے دن لوگوں پر ظلم نہیں ہوگا۔ عربی زبان میں فَتِيْلًا کہتے ہیں کھجور کی گٹھلی کے گڑھے میں جو تاگہ ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں۔ اس تاگہ اور ریشہ کے برابر بھی کسی پر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۷۲ میں کہا گیا: وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ اور تم پر ظلم نہیں ہوگا۔ تمہارا کوئی حق مارا نہیں جائے گا۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۷۷ میں بھی کہا گیا: وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۲۴ میں کہا گیا وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا کھجور کی گٹھلی کے شگاف کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى ۔الخ۔ کے ذریعہ یہ حقیقت اجاگر کی جارہی ہے کہ جو کوئی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی نشانیوں اور دلائل سے اندھا بن کر زندگی گزارے گا وہ آخرت میں بھی اسی طرح اندھا بنا رہے گا۔ جس طرح اندھا عموماً درست راستہ سے محروم رہتا ہے اور منزل تک پہنچ نہیں پاتا یہ شخص بھی آخرت میں نجات سے محروم رہے گا بلکہ دنیا میں جتنا اندھا بے راہ رہا اس سے زیادہ بے راہ اور گمراہ یہ شخص رہے گا۔ اس بات کی وضاحت سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۶ میں کی گئی: وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے O وہ کہے گا کہ میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو دیکھتا بھالتا تھا؟ O اللہ فرمائے گا کہ ایسا ہی چاہئے تھا تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو تو نے انکو بھلا دیا۔ اسی طرح آج ہم تجھ کو بھلا دیں گے۔

﴿درس نمبر: ۱۱۶۳﴾ اس صورت میں وہ تمہیں اپنا گہرا دوست بنا لیتے ﴿بنی اسرائیل: ۷۳ تا ۷۵﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِنْ اور بلاشبہ كَادُوْا قریب تھا کہ وہ لَيَفْتِنُوْنَكَ البتہ پھسلا دیتے آپ کو عَنِ الَّذِيْٓ اس چیز سے جو اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کی اِلَيْكَ آپ کی طرف لِتَفْتَرِيَ تاکہ آپ گھڑ لیں عَلَيْنَا ہم پر (باتیں) غَيْرَهٗ سوائے اس (وحی) کے وَاِذًا اور اس وقت لَّاتَّخَذُوْكَ ضرور بنا لیتے وہ آپ کو خَلِيْلًا دوست ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ اور اگر ہم آپ کو ثابت (قدم) نہ رکھتے لَقَدْ تو البتہ تحقیق كِدْتَّ قریب تھے آپ تَرْكَنُ جھک جاتے اِلَيْهِمْ ان کی طرف شَيْئًا کچھ قَلِيْلًا تھوڑا سا ﴿۷۴﴾ اِذًا اس وقت لَّاَذَقْنٰكَ ہم ضرور چکھاتے آپ کو

ضِعْفَ دگنا (عذاب) الْحَيٰوةِ زندگی میں وَضِعْفَ اور دگنا (عذاب) الْمَمَاتِ موت پر ثُمَّ پھر لَا تَجِدُ نہ پاتے آپ لَكَ اپنے لیے عَلَيْنَا ہم پر نَصِيْرًا کوئی مددگار ۝

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) جو وحی ہم نے تمہارے پاس بھیجی ہے یہ (کافر) لوگ تمہیں فتنے میں ڈال کر اُس سے ہٹانے لگے تھے تاکہ تم اُس کے بجائے کوئی اور بات ہمارے نام پر گھڑ کر پیش کرو اور اُس صورت میں یہ تمہیں اپنا گہرا دوست بنا لیتے (۷۳) اور اگر ہم نے تمہیں ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو تم بھی اُن کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے (۷۴) اور اگر ایسا ہو جاتا تو ہم تمہیں دنیا میں بھی دگنی سزا دیتے اور مرنے کے بعد بھی دگنی، پھر تمہیں ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار نہ ملتا (۷۵)

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! جو وحی ہم نے تمہارے پاس بھیجی ہے یہ کافر لوگ تمہیں فتنے میں ڈال کر اس سے ہٹانے لگے تھے۔

۲۔ تاکہ تم اس کے بجائے کوئی اور بات ہمارے نام پر گھڑ کر پیش کرو

۳۔ اس صورت میں یہ تمہیں اپنا گہرا دوست بنا لیتے

۴۔ اگر ہم نے تمہیں ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو تم بھی ان کی طرف کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے

۵۔ اگر ایسا ہو جاتا تو ہم تمہیں دنیا میں بھی دوگنی سزا دیتے

۶۔ مرنے کے بعد بھی دوگنی سزا دیتے

۷۔ پھر تمہیں ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ ملتا

مکہ کے مشرکین کی طرف سے رسولِ رحمت ﷺ کی مخالفت میں بہت ساری تدبیریں ہوتی تھیں اور مختلف قسم کی دھوکہ بازیاں، چالبازیاں اور شرارتیں ہوتی تھیں۔ ان میں سب سے زیادہ خطرناک سازشیں دو تھیں، ایک یہ کہ رسولِ رحمت ﷺ کو مکہ کی سرزمین سے نکال دیا جائے اور دوسری یہ کہ جو وحی ان مشرکین کی مرضی کے خلاف نازل ہوتی ہے اس میں تبدیلی کر دیں۔ باوجود ہزار کوشش کے ان مشرکین سے یہ بات نہ ہو سکتی کہ ان کی مرضی کے مطابق وحی میں تبدیلی ہو جائے۔ اس طرح مکہ کے یہ مشرکین اس معاملہ میں ناکام و نامراد ہی رہے۔ ان آیات کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مکہ کے مشرکین نے کوئی درخواست ایسی کی تھی جس کے قبول کرنے کا اسلام میں کوئی جواز نہیں تھا۔ ان مشرکین نے کوشش تو کی کہ رسولِ رحمت ﷺ کو ان باتوں سے ہٹا دیں جن کی آپ ﷺ پر وحی آتی تھی۔ ان مشرکین کا منشا یہ تھا کہ رسولِ رحمت ﷺ سے ایسی باتیں منظور کروا لیں جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے خلاف ہیں۔ ظاہر ہے کہ وحی میں جو باتیں نازل ہوتی تھیں وہ ان کی خواہش اور مرضی کے خلاف تھیں۔ اس لئے یہ مشرکین رسولِ رحمت ﷺ سے دشمنی رکھتے تھے۔ اگر ان مشرکین کے اس مطالبہ کو رسولِ رحمت ﷺ پورا کر دیتے اور وحی میں تبدیلی کر لیتے تو یہ

مشرکین آپ ﷺ کے دوست بن جاتے۔لیکن ایسا ہو نہیں سکا،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو ثابت قدم رکھا اور آپ ﷺ ان مشرکین کی طرف بال برابر بھی مائل نہیں ہوئے۔

اگر چہ کہ مکہ کے مشرکین نے یہ ناپاک ارادہ کیا اور اپنی دھوکہ بازیوں اور مکروفریب سے رسولِ رحمت ﷺ کو اس وحی سے پھیرنا چاہا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی تھی۔ان مشرکین نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ آپ ﷺ کو اس دینِ حق سے اور شریعتِ مطہرہ سے اور ان آسمانی ہدایات اور وعدوں اور وعیدوں سے پھیر دیں اور رسولِ رحمت ﷺ کی زبان سے وہ باتیں کہلوائیں جو اللہ تعالیٰ نے نہیں کہی ہیں۔مگر رسولِ رحمت ﷺ کی ثابت قدمی اور استقامت نے ان کے ان ناپاک ارادوں پر پانی پھیر دیا۔اگر رسولِ رحمت ﷺ ان کی مرضی کے مطابق وہ کام کردیتے تو وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ایسی صورت میں یہ مشرکین آپ ﷺ کو اپنا دوست بنالیتے۔یہ مشرکین لوگوں کے سامنے یہ اعلان کردیتے کہ محمد بن عبداللہ تو ان کے عقیدہ اور خیالات کے موافق ہیں۔لیکن اے پیغمبر! آپ نے ایسا نہیں کیا اور آپ ہماری وحی پر قائم رہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ سے کہا وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف تھوڑے سے مائل ہوجاتے۔اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ اگر آپ ایسا کرلیتے اگر چہ کہ آپ نے ایسا نہیں کیا۔اگر بفرضِ محال آپ ایسا کرلیتے تو ہم آپ کو زندگی میں اور موت کے بعد دوہرا عذاب چکھاتے، پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے۔بظاہر یہ بات سخت ترین محسوس ہورہی ہے،لیکن یہ خطاب رسولِ رحمت ﷺ سے فرض کے طور پر کہا جارہا ہے۔فرض کرلیں کہ اگر آپ ایسا کرتے تو ہم ایسا کرتے۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے کیا یا آپ کریں گے۔یہ بات امت کو سبق سکھانے کے لئے بھی ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات میں کافروں کی طرف مائل ہوگا اس کا انجام یہ ہوگا۔

﴿درس نمبر:۱۱۶۴﴾ **تم ہمارے طریقہ میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے** ﴿بنی اسرائیل:۷۶۔۷۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِنْ اور بلاشبہ كَادُوْا وہ قریب تھے لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ کہ وہ اکھاڑ دیں آپ (کے قدموں) کو مِنَ الْاَرْضِ اس زمین (مکہ) سے لِيُخْرِجُوْكَ تا کہ وہ نکال دیں آپ کو مِنْهَا اس سے وَاِذًا اور اس وقت لَّا يَلْبَثُوْنَ نہ ٹھہرتے وہ (خود بھی) خِلٰفَكَ آپ کے بعد اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑی ہی دیر ۝ سُنَّةَ (مانند) طریقے مَنْ ان کے جنہیں قَدْ اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا قَبْلَكَ آپ سے پہلے مِنْ رُّسُلِنَا اپنے رسولوں میں سے

وَلَا تَجِدُ اور آپ نہیں پائیں گے لِسُنَّتِنَا ہمارے طریقے (قانون) میں تَحْوِيلًا کوئی تبدیلی ۷۷

ترجمہ: اس کے علاوہ یہ لوگ اس فکر میں بھی ہیں کہ اس سرزمین (مکہ) سے تمہارے قدم اُکھاڑیں تاکہ تمہیں یہاں سے نکال باہر کریں اور اگر ایسا ہوا تو یہ بھی تمہارے بعد زیادہ دیر یہاں نہیں ٹھہر سکیں گے (۷۶) یہ ہمارا وہ طریقِ کار ہے جو ہم نے اپنے اُن پیغمبروں کے ساتھ اختیار کیا تھا جو ہم نے تم سے پہلے بھیجے تھے اور تم ہمارے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے (۷۷)

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ لوگ اس فکر میں بھی ہیں کہ اس سرزمین مکہ سے تمہارے قدم اکھاڑیں

۲۔ تاکہ تمہیں یہاں سے نکال باہر کریں

۳۔ اگر ایسا ہوا تو یہ بھی تمہارے بعد زیادہ دیر یہاں نہیں ٹھہر سکیں گے

۴۔ یہ ہمارا وہ طریقۂ کار ہے جو ہم نے اپنے ان پیغمبروں کے ساتھ اختیار کیا تھا

۵۔ جو ہم نے تم سے پہلے بھیجے تھے

۶۔ تم ہمارے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے

جیسا کہ پچھلے درس میں بطور تمہید یہ بات بتائی گئی تھی کہ مکہ کے مشرکین نے دو ناپاک تدبیریں کی تھیں۔ ایک یہ کہ وہ وحی الٰہی میں تبدیلی کرنا چاہتے تھے اور ان کی مرضی یہ تھی کہ وحی ان کی مرضی اور پسند کے مطابق ہو جائے جو کہ ہو نہ سکا۔ دوسری ناپاک تدبیر یہ بتائی گئی تھی کہ مکہ کے مشرکین رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے زبردستی جلاوطن کرنا چاہتے تھے۔ جس طرح ان مشرکین کی پہلی تدبیر ناکام ہوئی اسی طرح ان کی دوسری تدبیر بھی ناکام ہوگئی کہ رسولِ رحمت ﷺ کو زبردستی مکۂ مکرمہ سے نکال دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کو ایسا کرنے سے باز رکھا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے بعد خود اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دیا کہ آپ مکۂ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینۂ منورہ تشریف لے جائیں اور ساتھ میں رفیقِ سفر کیلئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منتخب کر لیں۔ اس بات کو اس آیت میں یوں بیان کیا گیا کہ قریب تھا کہ مکہ کے یہ مشرکین مکہ کی سرزمین سے آپ کے قدموں کو اکھاڑ دیتے، لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ اگر یہ مشرکین ایسا کر لیتے یعنی آپ کو زبردستی مکۂ مکرمہ کی سرزمین سے نکال دیتے تو وہ مشرکین خود بھی مکہ میں نہ رہ پاتے اور اگر ٹھہرتے بھی تو ان کا ٹھہرنا مکہ مکرمہ میں بس ذرا سا ہی ہوتا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہوا کہ اس نے آپ کو خود مکۂ مکرمہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دی اور مکہ کے ان مشرکین کو یہ موقع ہی نہیں دیا کہ وہ آپ کو زبردستی نکال دیتے۔ چنانچہ مکہ کے یہ مشرکین مکہ ہی میں رہے۔ پھر فتح مکہ کے بعد انہیں اسلام کی توفیق بھی مل گئی۔ اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر مکہ کے لوگ زبردستی رسولِ رحمت ﷺ

کو مکہ مکرمہ سے باہر کردیتے تو پھر ان مکہ والوں کو مہلت نہ دی جاتی اور ہلاک کردیئے جاتے۔ جب رسولِ رحمت ﷺ نے ہجرت کرلی تو مکہ کے وہ بڑے سردار جنہوں نے رسولِ رحمت ﷺ کے خلاف جلاوطنی کی سازش کی تھی وہ زیادہ دن تک زندہ نہ رہ سکے، اس لئے کہ جب تاریخ اسلام کی پہلی جنگ ہوئی یعنی جنگِ بدر تو اس جنگ میں ان میں کے ستر لوگ ہلاک ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کا دستور یہی رہا کہ جس قوم نے بھی اپنے نبی کو اس کے شہر سے نکالا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک وتباہ کردیا۔ اگر مکہ کے لوگ رسولِ رحمت ﷺ کو زبردستی مکۂ مکرمہ سے باہر کردیتے تو وہ اہلِ مکہ ہلاک کردیئے جاتے اور ان کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔

﴿درس نمبر:۱۱۶۵﴾ **امید کہ تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود تک پہنچادے** ﴿بنی اسرائیل:۷۸۔۷۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَقِمِ الصَّلٰوةَ قائم کیجئے نماز لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ سورج ڈھلنے کے وقت سے اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ رات کے اندھیرے تک وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اور نمازِ صبح (بھی) اِنَّ بےشک قُرْاٰنَ الْفَجْرِ نمازِ صبح كَانَ ہے مَشْهُوْدًا وقت (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ اور کچھ حصہ رات سے بھی فَتَهَجَّدْ پس آپ تہجد پڑھیں بِهٖ اس (قرآن) کے ساتھ نَافِلَةً درآنحالیکہ (یہ) زائد ہے لَّكَ آپ کے لیے عَسٰۤى قریب ہے اَنْ يَّبْعَثَكَ کہ آپ کو کھڑا کرلے رَبُّكَ آپ کا رب مَقَامًا مَّحْمُوْدًا مقامِ محمود میں ﴿۷۹﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر!) سورج ڈھلنے کے وقت سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کرو اور فجر کے وقت قرآن پڑھنے کا اہتمام کرو۔ یاد رکھو کہ فجر کی تلاوت میں مجمع حاضر ہوتا ہے (۷۸) اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کرو جو تمہارے لئے ایک اضافی عبادت ہے۔ اُمید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود تک پہنچائے گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! سورج ڈھلنے کے وقت سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کرو

۲۔ فجر کے وقت قرآن پڑھنے کا اہتمام کرو

۳۔ یاد رکھو! فجر کی تلاوت میں مجمع حاضر ہوتا ہے

۴۔ رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کرو جو تمہارے لئے ایک اضافی عبادت ہے

۵۔ امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود تک پہنچائے گا

مکہ کے مشرکوں کے مکروفریب اور ان کی چالبازیوں کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ کو اس بات کا

حکم دے رہے ہیں کہ آپ ان ساری چیزوں سے اپنا دل پھیر لیں اور اپنے حقیقی پروردگار کی طرف اپنا دل لگائیں اور اپنے رب کی عبادت کے طور پر نماز قائم کریں، اس لئے کہ ایمان کے بعد سب سے اہم عبادت نماز کا قائم کرنا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دیا کہ **اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ** سورج ڈھلنے کے وقت سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کیجئے اور فجر کی نماز بھی پڑھیئے۔ اس آیت میں دن اور رات کی پانچ فرض نمازوں کا حکم دیا گیا۔ سورج کے زوال سے لے کر رات کے اندھیرا ہونے تک نماز قائم کیجئے۔ اس میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء یہ چار نمازیں آ گئیں اور **وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ** میں فجر کی نماز آ گئی۔

فجر کی نماز کے سلسلہ میں ایک خصوصیت یہ بیان کی گئی کہ **اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا** بلاشبہ فجر کی نماز حاضر ہونے کا وقت ہے۔ یعنی رات اور دن کے فرشتوں کی تبدیلی کا وقت ہے کہ رات کے فرشتے واپس ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ ایسا پیارا اور قیمتی وقت ہوتا ہے کہ اللہ کے مقررہ فرشتے آسمان سے اترتے ہیں تو بندے نماز میں ہوتے ہیں اور رات کے فرشتے آسمانوں کی طرف جب جارہے ہوتے ہیں تو اس وقت بھی بندے نماز ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ فجر کی نماز کو قرآن کے پڑھنے کی جانب منسوب اس لئے کیا گیا کہ فجر کی نماز میں قرأت لمبی ہوتی ہے اور طوال مفصل والی سورتیں پڑھی جاتی ہیں اور قرأت کے اعتبار سے پانچ نمازوں میں فجر کی نماز طویل ہوتی ہے۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں رات اور دن کے فرشتے یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں اور دونوں فرشتے رات والے اور دن والے فجر کی نماز میں ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور اسی طرح عصر کی نماز میں بھی۔ جن فرشتوں نے اپنی ڈیوٹی مکمل کر لی اور آسمان پر چڑھ گئے رب ذوالجلال علم رکھنے کے باوجود ان فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں پایا؟ وہ کہتے ہیں ہم ان کے پاس آئے تو ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے پایا اور ہم نے ان کو چھوڑا تو اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز ہی پڑھ رہے تھے۔ یوں تو فرشتے فجر اور عصر دونوں میں جمع ہوتے ہیں، لیکن صرف فجر کی نماز کا ذکر بطورِ خاص اس لئے کیا گیا کہ فجر کی نماز میں بندے اپنی نیند چھوڑ کر حاضر ہوتے ہیں جو ان پر یقیناً شاق گزرتا ہے۔ بندوں کو یہاں یہ تاکید کی جارہی ہے کہ فجر کے وقت میں اپنی نیندوں کو چھوڑ و بستروں سے الگ ہو جاؤ اور وہاں حاضری دو جہاں رب ذوالجلال کے فرشتے بھی حاضر ہیں۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کو تہجد سے متعلق یہ حکم دیا جارہا ہے کہ رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھا کرو جو تمہارے لئے ایک اضافی عبادت ہے۔ یہ حکم بظاہر رسولِ رحمت ﷺ سے ہے۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ پانچ نمازوں کے علاوہ تہجد کی نماز بطورِ خاص رسولِ رحمت ﷺ پر فرض کی گئی۔ چونکہ یہ نماز پانچ نمازوں سے ہٹ کر ایک

زائد نماز ہے، اس لئے اس کو نافلہ کہا گیا۔ یہاں نافلہ سے مراد وہ نفل نہیں ہے جو ہمارے ہاں معروف ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ پر یہ نماز بعد میں بھی فرض رہی یا آپ کے لئے بھی بعد میں چل کر تہجد کی نماز نفل کے درجہ میں کر دی گئی۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ یہ بیداری مشقت کی چیز ہے اور نفسوں پر بھاری ہے۔ جب تم میں سے کوئی شخص اول رات میں وتر پڑھ لے تو اس کے بعد دو رکعتیں نفل پڑھ لے۔ اس کے بعد اگر رات کو کھڑا ہو گیا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوگا، ورنہ وہ دو رکعت جو سونے سے پہلے پڑھی رات کے قیام کے حساب میں لگ جائے گی۔ (دارمی) لیکن اصل تہجد تو وہی ہے جو سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جاتی ہے، اس لئے کہ اس میں مشقت زیادہ ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم رات کے قیام کرنے کو لازم پکڑ لو کیونکہ تم سے پہلے جو صالحین گزرے ہیں یہ ان کی عبادت رہی ہے اور وہ تمہارے رب کی نزدیکی کا سبب ہے اور تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔ (ترمذی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرض نماز کے بعد سب سے زیادہ افضل وہ نماز ہے جو رات کے درمیان ہو۔ (مشکوٰۃ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے عَسٰٓی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا کی تفسیر میں فرمایا کہ مقامِ محمود سے شفاعت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود عطا فرمائے گا اور امت محمدیہ کو بھی مقامِ محمود کی دعا کرنے کا شرف عطا کیا جو اذان کے بعد کی جاتی ہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۶۶﴾

کہو کہ حق آ پہنچا اور باطل مٹ گیا

﴿بنی اسرائیل:۸۰۔۸۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقُلۡ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا ﴿۸۰﴾
وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًا ﴿۸۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقُلۡ اور کہیے رَّبِّ اے میرے رب! اَدۡخِلۡنِیۡ مجھے داخل کر مُدۡخَلَ داخل کرنا صِدۡقٍ سچائی وَّاَخۡرِجۡنِیۡ اور مجھے نکال مُخۡرَجَ نکالنا صِدۡقٍ سچا وَّاجۡعَلۡ اور تو کر لِّیۡ میرے لیے مِنۡ لَّدُنۡکَ اپنی طرف سے سُلۡطٰنًا غلبہ نَّصِیۡرًا مدد دینے والا ﴿۸۰﴾ وَقُلۡ اور آپ کہہ دیجئے جَآءَ آ گیا الۡحَقُّ حق وَزَهَقَ اور مٹ گیا الۡبَاطِلُ باطل اِنَّ بلاشبہ الۡبَاطِلَ باطل کَانَ ہے (ہی) زَهُوۡقًا مٹنے والا ﴿۸۱﴾

ترجمہ: اور یہ دعا کرو کہ: ''یا رب! مجھے جہاں داخل فرما اچھائی کے ساتھ داخل فرما اور جہاں سے نکال اچھائی کے ساتھ نکال اور مجھے خاص اپنے پاس سے ایسا اقتدار عطا فرما جس کے ساتھ (تیری) مدد ہو۔'' (۸۰) اور کہو کہ: ''حق آ پہنچا اور باطل مٹ گیا اور یقیناً باطل ایسی ہی چیز ہے جو مٹنے والی ہے۔'' (۸۱)

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ دعا کرو کہ یارب! مجھے جہاں داخل فرما اچھائی کے ساتھ داخل فرما

۲۔ جہاں سے نکال اچھائی کے ساتھ نکال

۳۔ مجھے خاص اپنے پاس سے ایسا اقتدار عطا فرما جس کے ساتھ تیری مدد ہو

۴۔ کہو کہ حق آ پہنچا اور باطل مٹ گیا

۵۔ یقیناً باطل ایسی ہی چیز ہے جو مٹنے والی ہے

پہلی آیت کا تعلق ہجرت سے ہے جو رسولِ رحمت ﷺ نے مکۂ مکرمہ سے مدینۂ منورہ کی جانب کی۔ دوسری آیت کا تعلق فتح مکہ سے ہے جو رسولِ رحمت ﷺ نے ۸؍سن ہجری کو مدینہ منورہ سے مکۂ مکرمہ کی طرف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیا تھا جس وقت مکہ فتح ہوا۔ دونوں کی تفصیل اس طرح ہے:

جب اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو مکۂ مکرمہ سے ہجرت کرنے کا حکم دیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: **وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا** اور آپ یوں کہئے کہ یارب! مجھے جہاں داخل فرما اچھائی کے ساتھ داخل فرما اور جہاں سے نکال اچھائی کے ساتھ نکال اور مجھے خاص اپنے پاس سے ایسا اقتدار عطا فرما جس کے ساتھ تیری مدد بھی ہو۔ گویا رسولِ رحمت ﷺ کو ہجرت کے موقع پر یہ دعا سکھائی گئی کہ مجھے بہترین داخل ہونے کی جگہ میں داخل فرمایئے اور میرا اپنے شہر سے نکلنا بھی میرے لئے اچھا بنا دیجئے اور میرے لئے اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجئے جس میں آپ کی مدد بھی ہو۔ (ترمذی)

یہاں **مُدْخَلَ صِدْقٍ** سے مراد مدینۂ منورہ اور **مُخْرَجَ صِدْقٍ** سے مراد مکۂ مکرمہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر رہے ہیں کہ میں مکۂ مکرمہ سے اطمینان کے ساتھ نکل جاؤں، دشمن مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور جس جگہ میں ہجرت کر رہا ہوں یعنی مدینۂ منورہ میں وہاں خیر و خوبی کے ساتھ داخل ہو جاؤں اور مدینۂ منورہ کے قیام کے دوران مجھے غلبہ بھی ملے اور آپ کی مدد بھی ملے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول پر کس قدر مہربان ہیں اندازہ لگایئے کہ خود ہی اپنے رسول کو یہ دعا سکھا رہے ہیں کہ آپ اس طرح دعا فرمایئے؟ چنانچہ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ آپ ﷺ پورے اطمینان اور عافیت کے ساتھ مکۂ مکرمہ سے اس طرح نکلے کہ مکہ والوں کو احساس تک نہ ہوا کہ آپ مکۂ مکرمہ سے نکل چکے ہیں۔ مدینۂ منورہ پہنچنے کے بعد ایسے موافق اور سازگار حالات ہوئے کہ صرف آٹھ سال کے عرصہ میں آپ ﷺ دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مکۂ مکرمہ میں داخل ہوئے اور مکۂ مکرمہ فتح بھی ہو گیا۔

دوسری آیت جس کا تعلق فتح مکہ سے ہے، اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسولِ رحمت ﷺ مکۂ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت بیت اللہ کے چاروں طرف تین سو

ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ ان بتوں کو اپنے ہاتھ کی ایک ٹہنی سے گراتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے: جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا حق آ پہنچا اور باطل مٹ گیا اور باطل ایسی ہی چیز ہے جو مٹنے والی ہے اور یہ بھی پڑھتے جاتے تھے: جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ (سبا:۴۹) حق آ چکا، باطل نہ تو پہلے کچھ کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا۔

ہر شخص اپنے اپنے طریقہ پر کام کر رہا ہے

﴿درس نمبر:۱۱۶۷﴾ ﴿بنی اسرائیل:۸۲۔تا۔۸۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَنُنَزِّلُ اور ہم نازل کرتے ہیں مِنَ الْقُرْاٰنِ قرآن مَا هُوَ کہ وہ شِفَآءٌ شفا ہے وَّرَحْمَةٌ اور رحمت ہے لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے لیے وَلَا يَزِيْدُ اور وہ زیادہ نہیں کرتا الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کو اِلَّا خَسَارًا مگر خسارے ہی میں ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اور جب اَنْعَمْنَا ہم انعام کرتے ہیں عَلَى الْاِنْسَانِ انسان پر اَعْرَضَ تو وہ اعراض کرتا ہے وَنَاٰ اور وہ دور کر لیتا ہے بِجَانِبِهٖ اپنا پہلو وَاِذَا اور جب مَسَّهُ پہنچتی ہے اسے الشَّرُّ تکلیف كَانَ (تو) وہ ہو جاتا ہے يَـُٔوْسًا نا اُمید ﴿۸۳﴾ قُلْ کہہ دیجئے كُلٌّ ہر شخص يَّعْمَلُ عمل کرتا ہے عَلٰى شَاكِلَتِهٖ اپنے طریقے پر فَرَبُّكُمْ چنانچہ تمہارا رب اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِمَنْ اس شخص کو کہ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا وہ زیادہ سیدھے راستے پر ہے ﴿۸۴﴾

ترجمہ: اور ہم وہ قرآن نازل کر رہے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت کا سامان ہے، البتہ ظالموں کے حصے میں اُس سے نقصان کے سوا کسی اور چیز کا اضافہ نہیں ہوتا (۸۲) اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت دیتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور پہلو بدل لیتا ہے اور اگر اُس کو کوئی برائی چھو جائے تو مایوس ہو بیٹھتا ہے (۸۳) کہہ دو کہ: ''ہر شخص اپنے اپنے طریقے پر کام کر رہا ہے۔ اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون زیادہ صحیح راستہ پر ہے؟'' (۸۴)

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم وہ قرآنِ حکیم نازل کر رہے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت کا سامان ہے

۲۔ البتہ ظالموں کے حصے میں اس سے نقصان کے سوا کسی اور چیز کا اضافہ نہیں ہوتا

۳۔ جب ہم انسان کو کوئی نعمت دیتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور پہلو بدل لیتا ہے

۴۔ اگر اس کو کوئی برائی چھو جائے تو مایوس ہو بیٹھتا ہے

۵۔ کہہ دو کہ ہر شخص اپنے اپنے طریقے پر کام کر رہا ہے۔
۶۔ اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون زیادہ صحیح راستہ پر ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآنِ حکیم مومنوں کیلئے سراپا شفا اور رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آفاقی کتاب ہی میں اپنے نبی کو اس بات کی خبر دی کہ قرآنِ مجید شفاء بھی ہے اور رحمت بھی۔ ہر وہ چیز جو قرآنِ مجید میں نازل ہوئی ہے وہ مومنوں کیلئے شفاء ہے، اس لئے کہ جیسے جیسے ایمان والا قرآنِ مجید سے استفادہ کرتا ہے، یعنی اس کو عقیدت و محبت کے ساتھ اچھی اور صاف نیت سے پڑھتا ہے اور سمجھتا ہے تو اس کا ایمان اور یقین بڑھتا جاتا ہے اور جیسے جیسے ایمان بڑھتا جاتا ہے روح کو شفاء ملتی رہتی ہے۔ اس قرآنِ مجید کے ذریعہ اس کا دین درست ہو جاتا ہے۔ اس قرآنِ مجید کی وجہ سے اس کے دل کی وہ ساری بیماریاں دور ہو جاتی ہیں، جہالت اور گمراہی دور ہو جاتی ہے، شک اور نفاق دور ہو جاتا ہے اور شرک، الحاد اور بے دینی ختم ہونے لگتی ہے۔ اس طرح قرآن مومنوں کیلئے شفاء بن جاتا ہے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۵۷ میں بھی قرآنِ مجید کو مومنوں کیلئے شفاء، ہدایت اور رحمت قرار دیا گیا ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روک ہیں ان کیلئے شفاء ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کیلئے۔ سورۂ حٰم السجدہ کی آیت نمبر ۴۴ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی: قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ کہہ دیجئے کہ یہ تو ایمان والوں کیلئے ہدایت اور شفاء ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۴ اور ۱۲۵ پر آپ غور کریں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ جن کے دل میں ایمان ہوتا ہے قرآنِ مجید ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتا ہے اور جن کے دل میں نفاق ہوتا ہے تو ایسے لوگوں کی گندگی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ ایسے کافروں کیلئے قرآن شفاء ثابت نہیں ہوگا: وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافق (مذاق کرتے اور) پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے؟ سو جو ایمان والے ہیں ان کا تو ایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں ۝ اور جن کے دلوں میں مرض ہے اُن کے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا اور وہ مرے بھی تو کافر کے کافر۔

قرآنِ مجید کو یہاں رحمت بھی قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جو کوئی اس قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرے گا اور اس قرآن کی تصدیق کرے گا، یعنی اس کو سچی کتاب مانے گا اور اس قرآن کی اتباع کرے گا تو یہ قرآن اس کیلئے سراپا رحمت بن جائے گا، اس لئے کہ قرآنِ مجید اس کے ماننے والوں کو حکمت اور بھلائی کی تعلیم دیتا ہے اور یہ قرآن اس کو جنت کی راہ بتاتا ہے اور نجات اور سلامتی تک پہنچاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو کتاب اپنے ماننے والے کو جنت، نجات اور

کامیابی کی راہ بتائے تو وہ سراپا رحمت ہی رحمت ثابت ہوگی۔

وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا اور ظالموں کے نقصان ہی میں اضافہ ہوتا ہے۔ یعنی جو شخص ایمان کے بجائے کفر کو اختیار کرے گا اور کفر کی خباثت کے ساتھ وہ اگر قرآنِ مجید کو سنے گا تو ایسے شخص کا نقصان ہی بڑھے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید سے فائدہ اسی کو ہوگا جو ایمان اور یقین کے ساتھ اس سے مستفید ہونے کی فکر اور کوشش کرے گا۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ کے ذریعہ انسان کی یہ کمزوری اور خامی اللہ تعالیٰ اپنی آخری کتاب میں یوں بیان کرر ہے ہیں کہ جب ہم انسان کی مدد کرتے ہیں، مال، صحت، رزق، اولاد اور کاروبار میں ترقی جیسی نعمتیں عطا کرتے ہیں تو انسان ان نعمتوں میں اس قدر گم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کی عبادت سے منہ موڑ لیتا ہے اور اپنا رخ پھیر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔ یعنی اس کا غرور اس کا رخ پھیر دیتا ہے۔ جب اس کو مصیبت، رنج، تکلیف، پریشانی اور دکھ کی کوئی صورت پیش آ جاتی ہے یا کسی حادثہ کا شکار ہو جاتا ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ خیر اور بھلائی سے بھی مایوس ہو جاتا ہے، جبکہ حقیقی مومن کبھی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔ اس قسم کا مضمون سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۲ میں یوں ہے: وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْقَاعِدًا اَوْقَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ یَدْعُنَآ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹا اور بیٹھا اور کھڑا (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اس تکلیف کو اس سے دُور کر دیتے ہیں تو (بے لحاظ ہو جاتا اور) اس طرح گزر جاتا ہے کہ گویا کسی تکلیف کے پہنچنے پر ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کو اُن کے اعمال آراستہ کر کے دکھائے گئے ہیں۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۹ اور ۱۰ میں بھی یہی مضمون اس طرح ہے: وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَیَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ اور اگر ہم انسان کو اپنے پاس سے نعمت بخشیں پھر اس سے اس کو چھین لیں تو ناامید (اور) ناشکرا (ہو جاتا) ہے ۝ اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد آسائش کا مزہ چکھائیں (تو خوش ہو کر) کہتا ہے کہ (آہا) سب سختیاں مجھ سے دُور ہو گئیں بیشک وہ خوشیاں منانے والا (اور) فخر کرنے والا ہے۔

قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاكِلَتِهٖ دنیا میں بسنے والے انسانوں کا طریقۂ کار یہ رہا کہ ہر ایک اپنے اپنے طریقہ پر چلتا ہے اور اپنے طریقہ پر کام میں لگا ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی طبیعت کے موافق اور اخلاق کے مطابق عمل کرتا ہے، جن سے وہ مانوس ہے۔ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہ کافر بدترین عقیدوں اور بُرے اخلاق پر قائم ہیں اور وہ اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور انہیں اپنا ہی طریقہ بھلا اور اچھا لگتا ہے۔

فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰی سَبِیْلًا تمہارا رب خوب جانتا ہے اس کو جو زیادہ ٹھیک راستہ پر ہے۔ یعنی

جس رب ذوالجلال نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارا وجود بخشا اور تم پر اپنی نعمتیں بخشیں وہ تم میں سے ہر ایک کی حقیقت سے باخبر ہے کہ کون سیدھے راستہ پر ہے، کون واضح طریقہ پر ہے اور کون حق کی اتباع کر رہا ہے؟ اور جب واقف ہے تو ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا اور سزا دے گا۔

﴿درس نمبر:۱۱۶۸﴾ ﴿بنی اسرائیل:۸۵﴾

روح اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی ہے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَسْئَلُوْنَكَ اور وہ (یہودی) پوچھتے ہیں آپ سے عَنِ الرُّوْحِ روح کی بابت قُلِ کہہ دیجئے الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ روح امر ہے رَبِّىْ میرے رب کا وَمَآ اُوْتِيْتُمْ اور تم نہیں دیئے گئے مِّنَ الْعِلْمِ علم سے اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت ہی تھوڑا ﴿۸۵﴾

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) یہ لوگ تم سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ: "روح میرے پروردگار کے حکم سے (بنی) ہے اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بس تھوڑا ہی سا علم ہے۔" (۸۵)

تشریح: اس ایک آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں

۲۔ کہہ دو کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے بنی ہے

۳۔ تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بس تھوڑا ہی سا علم ہے

مشرکین نے رسولِ رحمت ﷺ سے اس روح کے بارے میں سوال کیا جو زندگی کا سبب بنتی ہے۔ قرآنِ مجید نے مشرکین کے اس سوال کا جواب مبہم اور مختصر انداز میں یہ دیا کہ روح تو میرے رب کا معاملہ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے امور میں سے ایک بڑا امر اور حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی تاکہ انسان کو اس بات کا علم واحساس ہو کہ یقیناً اس کا علم اس کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر اور عاجز ہے۔ روح کی تفصیلی حقیقت بیان نہ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ انسان کو یہ بتلایا جائے کہ تو کس قدر کمزور ہے کہ تیری عقل تیری روح کی حقیقت کو جاننے سے بھی عاجز اور قاصر ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا میں بہت سی ایسی حقیقتیں ہیں جن کی اصل کا علم انسان کو نہیں ہے اور وہ اس معاملہ میں جاہل ہے۔ انسان اگر کسی چیز سے ناواقف ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ چیز موجود نہیں ہے۔ روح کی کیا حقیقت ہے؟ اس سلسلہ میں علماء کے دو قول ہیں۔ پہلا قول امام رازی اور ابن قیم رحمہما اللہ کا کتاب الروح میں یہ ہے کہ روح صرف ایک سادہ سا جوہر ہے اور ایک نورانی جسم ہے جو اپنی طبیعت کے لحاظ سے اس محسوس جسم کے مخالف ہے۔ یہ روح اس محسوس جسم میں گلاب میں پانی کی طرح دوڑتی ہے۔ دوسرا قول امام غزالی اور ابو القاسم راغب

اصفہانی رحمہ اللہ کا ہے کہ روح کا نہ کوئی جسم ہے اور نہ ہی کوئی ڈھانچہ۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا کے ذریعہ بندے کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا گیا کہ تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بس تھوڑا ہی سا علم ہے۔ کثیر یعنی زیادہ علم تو بس اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ رب ذوالجلال اور بندے کے علم کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا سمندر اور قطرہ کے درمیان فرق ہے۔ اللہ کا علم سمندر ہے اور بندے کا علم قطرہ ہے۔ صرف مشرکوں کا علم یا صرف یہودیوں کا علم نہیں بلکہ پوری دنیا کے لوگوں کو جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا علم ہے۔

ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاؤ گے

﴿درس نمبر: ۱۱۶۹﴾ ﴿بنی اسرائیل: ۸۶۔۸۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَئِنْ اور البتہ اگر شِئْنَا ہم چاہیں لَنَذْهَبَنَّ تو یقیناً لے جائیں بِالَّذِيْٓ اس (قرآن) کو جو اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کیا اِلَيْكَ آپ کی طرف ثُمَّ پھر لَا تَجِدُ نہ آپ پائیں گے لَكَ اپنے لیے بِهٖ اس (قرآن کے لے جانے) پر عَلَيْنَا ہمارے مقابلے میں وَكِيْلًا کوئی حمایتی ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مگر مہربانی سے مِّنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی اِنَّ فَضْلَهٗ بلاشبہ اس کا فضل كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا آپ پر بہت بڑا ہے ﴿۸۷﴾

ترجمہ: اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ وحی ہم نے تمہارے پاس بھیجی ہے وہ ساری واپس لے جائیں، پھر تم اُسے واپس لانے کے لئے ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار بھی نہ پاؤ۔ (۸۶) لیکن یہ تو تمہارے رب کی طرف سے ایک رحمت ہے (کہ وحی کا سلسلہ جاری ہے) حقیقت یہ ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر جو فضل ہو رہا ہے وہ بڑا عظیم ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر ہم چاہیں تو جو کچھ وحی ہم نے تمہارے پاس بھیجی ہے وہ ساری واپس لے جائیں

۲۔ پھر تم سے واپس لانے کے لئے ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ پاؤ

۳۔ لیکن یہ تو تمہارے رب کی طرف سے ایک رحمت ہے کہ وحی کا سلسلہ جاری ہے

۴۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر جو فضل ہو رہا ہے وہ بڑا عظیم ہے

اللہ تعالیٰ اپنے معزز فرشتہ سید الملائکہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی طرف وحی نازل فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی کا اترنا ان کے حق میں اعزاز بھی ہے اور نعمت بھی۔ وحی کے سلسلہ میں سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۶۳ میں رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ ۚ وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا اے محمد (ﷺ) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اوران کے بعد والے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی تھی اور داؤد کو ہم نے زبور بھی عنایت کی تھی ۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی کا نزول ہوتا تھا۔رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۴۴ میں یہ بات کہی گئی:ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡکَ یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم تیری طرف وحی سے پہنچاتے ہیں۔قرآنِ مجید کے بذریعہ وحی نزول کے سلسلہ میں سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۹ واضح آیت ہے: وَاُوۡحِىَ اِلَىَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَكُمۡ بِهٖ وَمَنۡۢ بَلَغَ اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں۔

اس کے بعد یہ حقیقت سمجھائی جارہی ہے کہ جس رب ذوالجلال نے آسمان کی بلندیوں سے اے پیغمبر! آپ پر وحی نازل کی ہے وہ رب ذوالجلال اگر چاہے تو اسے سلب کردے۔یعنی اگر ہم چاہیں تو جو کچھ وحی ہم نے تمہارے پاس بھیجی ہے وہ ساری واپس لے جائیں۔جس رب نے پورا قرآن آسمان سے زمین پر اتارا ہے وہی رب اگر چاہے تو پورا قرآن زمین سے آسمان تک لے چلا جائے۔اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ پیغمبر! اس قرآنِ مجید کا آپ کے پاس باقی رکھنا بھی ہماری قدرت وطاقت میں ہے اور ہمارے اندر یہ بھی طاقت وقدرت ہے کہ ہم اس پورے قرآن کو آپ کے دل ودماغ سے نکال کر بھلادیں۔اگر ہم ایسا کردیں یعنی اس قرآنِ مجید کو بھلادیں تو اس کے واپس لانے کیلئے ہمارے مقابلہ میں آپ کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں ملے گا۔کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ ہمارے ارادوں کو ناکام بنادے اور ہم جس چیز کو بھلادیں وہ دوبارہ آپ کے پاس آجائے۔

اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّکَ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پھر دوبارہ وہ قرآنِ مجید واپس فرمادے یا سرے سے واپس ہی نہ لے۔آپ کے پاس جیسے اب تک ہے آئندہ بھی ویسے ہی رہے تو ظاہر ہے کہ یہ تو اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے ہے۔اِنَّ فَضۡلَهٗ كَانَ عَلَيۡکَ كَبِيۡرًا اے پیغمبر! آپ کا معاملہ ہی ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ پر اپنا یہ احسان جتایا ہے کہ ہم نے شفاء اور رحمت والی آفاقی کتاب اور جو نصیحت نامہ اور ہدایت نامہ آپ پر نازل کیا ہے اس کو آپ کے پاس محفوظ اور باقی بھی رکھا ہے۔یہ قرآن ہم نے صرف آپ کی حیاتِ مبارکہ کی حد تک نہیں بلکہ یہ دنیا جب تک باقی رہے گی اس وقت تک آپ کے اس معجزہ کو باقی رکھیں گے۔یہ زندہ معجزہ قیامت تک قرآنِ مجید کے نام سے روئے زمین پر باقی اور محفوظ رہے گا۔اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا

الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹) ہم نے ہی اس نصیحت نامہ کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔اس کتاب جیسی کسی اور کتاب کے لانے سے پوری دنیا عاجز ہے۔ یہ کتاب آپ ﷺ پر اُتاری گئی ہے۔آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہوا کہ اس نے آپ کو بشیر و نذیر بنا کر اس دنیا میں بھیجا اور آپ پر قرآنِ مجید نازل فرمایا اور آپ کے سینہ میں اس کتابِ مقدس کو محفوظ رکھا، مصاحف میں بھی محفوظ رکھا، اس کتاب کی اتباع کرنے والوں کو اس دنیا میں زندہ رکھا، آپ کو اولادِ آدم کا سردار بنا دیا، خاتم النبیین بنا دیا اور آپ کو مقامِ محمود عطا کیا اور شافعِ محشر بنا دیا۔

حاکم، بیہقی، طبرانی اور سعید بن منصور رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ قرآن جو تمہارے سامنے سے عنقریب تم سے چھین لیا جائے گا جبکہ اللہ نے اسے ہمارے دلوں میں ثابت رکھا ہے اور ہم نے بھی اسے اپنے مصاحف میں محفوظ رکھا ہے انہوں نے کہا ایک رات اس پر ایسی مصیبت آئے گی تو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھینچ کر نکال لیا جائے گا اور جو کچھ مصحف میں ہے وہ سب کچھ مٹ جائے گا اور لوگ اس قرآن سے مفلس ہو جائیں گے، یعنی ان سے یہ دولت جاتی رہے گی، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ ۔الخ۔

قرآنِ حکیم میں ہر قسم کی حکمت کی باتیں ہیں

﴿درس نمبر:۱۱۷۰﴾ ﴿بنی اسرائیل:۸۸۔۸۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے لَّئِنِ البتہ اگر اجْتَمَعَتِ جمع ہو جائیں الْاِنْسُ تمام انسان وَالْجِنُّ اور تمام جن عَلٰٓى اَنْ اس (بات) پر کہ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ وہ (بنا) لائیں مثل هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن کے لَا يَاْتُوْنَ (تو) نہ لا سکیں گے وہ بِمِثْلِهٖ اس کی مثل وَلَوْ كَانَ اور اگرچہ ہو بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ان کا بعض بعض کا ظَهِيْرًا مددگار ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق صَرَّفْنَا ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہے لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن میں مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر ایک مثال فَاَبٰٓى چنانچہ انکار کیا اَكْثَرُ النَّاسِ اکثر لوگوں نے اِلَّا كُفُوْرًا مگر کفر کرنے سے (نہیں کیا) ﴿۸۹﴾

ترجمہ: کہہ دو کہ: ''اگر تمام انسان اور جنات اس کام پر اکٹھے بھی ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام بنا کر لے آئیں تب بھی وہ اس جیسا نہیں لا سکیں گے، چاہے وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کر لیں۔'' (۸۸) اور ہم نے انسانوں کی بھلائی کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی حکمت کی باتیں طرح طرح سے بیان کی ہیں، پھر بھی اکثر لوگ انکار کے سوا کسی اور بات پر راضی نہیں ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو کہ اگر تمام انسان اور جنات اس کام پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام بنا کر لے آئیں تب بھی وہ اس جیسا نہیں لاسکیں گے۔

۲۔ چاہے وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کر لیں؟

۳۔ ہم نے انسانوں کی بھلائی کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی حکمت کی باتیں طرح طرح سے بیان کی ہیں

۴۔ پھر بھی اکثر لوگ انکار کے سوا کسی اور بات پر راضی نہیں ہیں

یہاں قرآنِ مجید سے متعلق ایک آفاقی چیلنج پیش کیا جارہا ہے۔ اس طرح اس قرآنِ مقدس کی اہمیت کی وضاحت کی جارہی کہ پیغمبر! آپ ببانگ دہل یہ اعلان کر دیجئے کہ اگر دنیا جہاں کے سارے انسان اور ان کے ساتھ وہ سارے جنات جو اس روئے زمین پر آباد ہیں، یہ سارے کے سارے اس کاز کیلئے اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآنِ مجید جیسا کلام بنا کر لے آئیں تو یہ بات یاد رکھئے کہ ایسا ہرگز ہرگز نہ ہو سکے گا۔ وہ اپنے اس مشن میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔ اگر یہ سارے انسان اور سارے جن اس کام کیلئے متحد اور متفق ہو جائیں اور آپس میں ایک دوسرے کی بھرپور مدد کر لیں اور اپنی ساری توانائیاں لگا دیں کہ اس جیسا قرآنِ مجید بنالائیں تو یہ ہرگز لا نہیں سکیں گے۔ یہ انسانی طاقت کے باہر کی چیز ہے۔ یہ کسی مخلوق کا کام نہیں ہے۔ یہ صرف خالق حقیقی کی ہی قوت و طاقت ہے۔ یہ صرف حاکم مطلق کا کام ہے۔ یہ محکوموں کا کام نہیں ہے، یہ غالب رب ذوالجلال کا کام اور کلام ہے، کسی مغلوب اور بے حیثیت انسان یا جن کا کام اور کلام نہیں ہے۔ یہ اس لئے ممکن نہیں ہے کہ اس قرآنِ مجید میں وہ فصاحت و بلاغت ہے جو کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس قرآنِ مجید میں جو معانی اور احکام ہیں اور اس میں الفاظ کی ایسی سنہری زنجیر ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے شاعر اور ادیب اس کے سامنے عاجز اور بے بس ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ مخلوق کا کلام خالق کے کلام کے برابر ہو جائے، جس طرح خالق بے نظیر و بے مثال ہے اس کا کلام بھی بے نظیر و بے مثال ہے۔

قرآنِ مجید کی دوسری آیتوں میں بھی یہ چیلنج پیش کیا گیا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳ میں یہ چیلنج ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے: وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ اور اگر تم اس کتاب کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے تو کوئی ایک سورت اس جیسی تم بھی لے آؤ اور اپنے حمایتیوں کو بھی اللہ کے مقابلہ میں بلا لو اگر تم سچے ہو۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۳۸ میں یوں چیلنج کیا گیا: اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ ‌ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورت بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکو بلا بھی لو۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۳ میں یوں چیلنج

کیا گیا: اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِہٖ مُفۡتَرَیٰتٍ وَّادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن ازخود بنالیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنالاؤ اور اللہ کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو بلا بھی لو۔ سورۃ الطّور کی آیت نمبر ۳۴ میں یوں چیلنج کیا گیا: فَلۡیَاۡتُوۡا بِحَدِیۡثٍ مِّثۡلِہٖۤ اِنۡ کَانُوۡا صٰدِقِیۡنَ اگر یہ سچے ہیں تو یہ بھی ایسا کلام بنالائیں۔

قرآنِ مجید کا مطالعہ کرنے والے اور اس کے معانی اور مطالب میں غوطہ لگانے والے اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں کہ قرآنِ مجید میں ایمان و یقین، کفر و شرک، نفاق اور الحاد، آخرت، حشر نشر، بعث بعد الموت، میزانِ عدل، توحید، تخلیقِ کائنات، خیر و شر، وعدے اور وعیدیں، حق و باطل، انصاف اور ظلم، عبادات و طاعات، اخلاق و کردار، آپسی معاملات و لین دین، معاشرت و دستورِ حیات سے متعلق مختلف و متعدد باتیں واضح انداز میں کھول کھول کر مختلف طریقوں سے اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ ان پر غور کرنے والے کا سینہ کھل جائے اور شرحِ صدر ہو جائے اور وہ ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال ہو جائے، ہدایت و صراطِ مستقیم پر جم جائے اور نجات، سلامتی اور کامیابی سے ہمکنار ہو جائے۔ اس قرآنِ مجید میں دلائل بھی ہیں نشانیاں بھی، مثالیں بھی ہیں واقعات بھی، ترغیب بھی ہے ترہیب بھی، اوامر بھی ہیں اور نواہی بھی، سبق آموز واقعات بھی ہیں اور عبرتناک مناظر بھی۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا: وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا لِلنَّاسِ فِیۡ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ ہم نے انسانوں کی بھلائی کے لئے قرآنِ مجید میں ہر قسم کی حکمت کی باتیں بیان کی ہیں۔ مگر انسانوں کی جہالت کا عالم یہ ہے کہ اس کے باوجود اس کتابِ الٰہی کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔

﴿درس نمبر:۱۷۱﴾ رسولِ رحمت ﷺ سے مشرکین کے بیجا مطالبات ﴿بنی اسرائیل:۹۰۔تا۔۹۳﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَقَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفۡجُرَ لَنَا مِنَ الۡاَرۡضِ یَنۡۢبُوۡعًا ۙ﴿۹۰﴾ اَوۡ تَکُوۡنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الۡاَنۡہٰرَ خِلٰلَہَا تَفۡجِیۡرًا ﴿ۙ۹۱﴾ اَوۡ تُسۡقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمۡتَ عَلَیۡنَا کِسَفًا اَوۡ تَاۡتِیَ بِاللّٰہِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیۡلًا ﴿ۙ۹۲﴾ اَوۡ یَکُوۡنَ لَکَ بَیۡتٌ مِّنۡ زُخۡرُفٍ اَوۡ تَرۡقٰی فِی السَّمَآءِ ؕ وَلَنۡ نُّؤۡمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیۡنَا کِتٰبًا نَّقۡرَؤُہٗ ؕ قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ ہَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا ﴿۹۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالُوۡا اور انہوں نے کہا لَنۡ نُّؤۡمِنَ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے لَکَ تجھ پر حَتّٰی یہاں تک کہ تَفۡجُرَ تو جاری کرے لَنَا ہمارے لیے مِنَ الۡاَرۡضِ زمین سے یَنۡۢبُوۡعًا ایک چشمہ ﴿۹۰﴾ اَوۡ تَکُوۡنَ یا ہو لَکَ تیرے لیے جَنَّۃٌ ایک باغ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ کھجوروں کا وَّعِنَبٍ اور انگوروں کا فَتُفَجِّرَ پھر تو جاری کردے الۡاَنۡہٰرَ نہریں خِلٰلَہَا ان (باغوں) کے درمیان تَفۡجِیۡرًا (جگہ جگہ) جاری کرنا ﴿۹۱﴾ اَوۡ تُسۡقِطَ یا تو گرادے

السَّمَآءَ آسمان کَمَا زَعَمْتَ جیسا کہ تو دعویٰ کرتا ہے عَلَيْنَا ہم پر كِسَفًا ٹکڑے ٹکڑے کر کے اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ یا تو لے آئے اللہ کو وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور فرشتوں کو قَبِيْلًا سامنے ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ یا ہو تیرے لیے بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ سونے کا ایک گھر اَوْ تَرْقٰى یا تو چڑھ جائے فِي السَّمَآءِ آسمان میں وَلَنْ نُّؤْمِنَ اور ہرگز ہم نہیں مانیں گے لِرُقِيِّكَ تیرے چڑھ جانے کو حَتّٰى یہاں تک کہ تُنَزِّلَ تو اتار لائے عَلَيْنَا ہم پر كِتٰبًا ایک کتاب نَّقْرَؤُهٗ (کہ) ہم پڑھیں اسے قُلْ آپ کہہ دیجئے سُبْحَانَ رَبِّيْ میرا رب پاک ہے هَلْ كُنْتُ میں نہیں ہوں اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا مگر صرف ایک بشر (اور) رسول ۝

ترجمہ: اور کہتے ہیں کہ "ہم تم پر اُس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم زمین کو پھاڑ کر ہمارے لئے ایک چشمہ نہ نکال دو O یا پھر تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو جائے اور تم اُس کے بیچ بیچ میں زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کر دو O یا جیسے تم دعوے کرتے ہو، آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُسے ہم پر گرا دو یا پھر اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے آمنے سامنے لے آؤ O یا پھر تمہارے لئے ایک سونے کا گھر پیدا ہو جائے یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی اُس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک تم ہم پر ایسی کتاب نازل نہ کر دو جسے ہم پڑھ سکیں۔" (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ: "سبحان اللہ! میں تو ایک بشر ہوں جسے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

تشریح: ان چار آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہتے ہیں کہ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک زمین کو پھاڑ کر ہمارے لئے ایک چشمہ نہ نکال دو

۲۔ یا پھر ہمارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو جائے

۳۔ تم اس کے بیچ میں زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کر دو

۴۔ یا جیسے تم دعویٰ کرتے ہو آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے ہم پر گرا دو

۵۔ پھر اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے آمنے سامنے لے آؤ

۶۔ یا پھر تمہارے لئے ایک سونے کا گھر پیدا ہو جائے

۷۔ یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ۔

۸۔ ہم تمہارے چڑھنے کو اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک ہم پر ایسی کتاب نازل نہ کر دو جسے ہم پڑھ سکیں

۹۔ اے پیغمبر! کہہ دو کہ سبحان اللہ! میں تو ایک بشر ہوں جسے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیات کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا کہ قرآنِ مجید ایک معجزہ ہے، اس لئے کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور اس جیسا کلام کوئی لا نہیں سکتا۔ اس معجزہ کے ذریعہ یہ بات بھی ثابت کر دی گئی کہ رسولِ رحمت ﷺ سچے نبی ہیں۔ جب مکہ کے مشرکین کے سامنے نبی کے سچے ہونے کی حجت اور دلیل قائم کر دی گئی اور ان مشرکین کے پاس آپ ﷺ

کو جھٹلانے کا کوئی راستہ ہی نہیں رہا تو قریش کے ان سرداروں نے ان چھ قسم کے معجزات میں سے کسی ایک معجزہ کا مطالبہ کیا۔ وہ چھ قسم کے معجزے جن کا مطالبہ قریش مکہ نے کیا اس کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ مکہ کے سرداروں نے کہا (جن میں عتبہ، شیبہ، ابوسفیان، ابوجہل، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث، امیہ بن خلف وغیرہ تھے) کہ محمد! ہم تمہاری رسالت کی اس وقت تک تصدیق نہیں کریں گے جب تک کہ تم

(۱) ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کریں۔ جب آپ ہمارے لئے بہتا چشمہ جاری کر دو گے تو ہم تمہاری نبوت کی تصدیق کریں گے، اس لئے کہ ہم لق دق صحرا میں ہیں۔ ہماری سرزمین بنجر زمین ہے۔ تم یہ کام کر کے بتا دو، تمہارے اللہ کیلئے تو یہ کام آسان ہے۔

(۲) یا تمہارے لئے خاص کر کھجوروں اور انگوروں کے باغ ہوں، پھر آپ اس باغ کے درمیان بہت سی نہریں جاری کر دیں تاکہ وہاں کھیتیاں ہوں اور درخت ہوں اور پھل پھلاریاں پیدا ہوں۔

(۳) اے محمد! یا تو آپ ہمارے اوپر آسمان کو ٹکڑوں کی صورت میں گرا دیں یعنی آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہمارے اوپر گر جائے جیسا کہ آپ کا گمان ہے کہ تمہارا رب جو چاہے وہ کر سکتا ہے جیسا کہ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۳۲ میں ہے: وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ اور جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب بھیج۔ جیسا کہ قومِ شعیب نے حضرت شعیب علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا: فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ پس آپ ہم پر گرا دیجئے آسمان کا ایک ٹکڑا اگر آپ سچے ہیں۔

(۴) یا یہ ہو کہ اے محمد! آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں، یعنی ہمارے آمنے سامنے اللہ تعالیٰ بھی ہو اور فرشتے بھی ہوں اور اللہ اور اس کے فرشتے ہم سے کہیں کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۲۱ میں ہے: لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہم پر فرشتے اتارے جائیں یا ہم ہمارے رب کو دیکھ لیں۔

(۵) یا یہ کہ اے محمد! آپ کا گھر خوب زیب و زینت والا ہو، سونے چاندی سے بنا ہوا گھر ہو۔ جب تم کہتے ہو کہ تم اللہ کے نبی ہو تو تمہارے لئے تو عالیشان گھر ہونا چاہئے تھا، مگر تم تو یتیم اور فقیر ہو؟

(۶) یا یہ کہ اے محمد! آپ آسمان میں چڑھ جائیں۔ یعنی ہم دیکھیں گے کہ آپ کس طرح آسمان پر چڑھتے ہیں؟ اور ہم یوں ہی آپ کے آسمان پر چڑھنے کا یقین نہیں کریں گے۔ ہم تو اس وقت اس بات کا یقین کریں گے جب آپ آسمان سے ہم پر ایک لکھی ہوئی کتاب نازل کر دیں جسے ہم پڑھ بھی لیں۔ یعنی آپ ہماری آنکھوں کے سامنے سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھیں اور یہ منظر ہم دیکھیں، پھر آپ ہمارے لئے کتاب لے کر آئیں جسے ہم پڑھیں۔

مکہ کے سرداروں نے چھ قسم کے ان معجزات میں سے کسی ایک معجزے کا مطالبہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام مطالبات کے جواب میں ایک ہی جملہ فرمایا: **قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا** پیغمبر! ان سرداروں کی ان باتوں کے جواب میں آپ صرف یہ بات بتلا دیجئے کہ **سُبْحَانَ رَبِّیْ** میرا رب پاک ہے اس بات سے کہ اس کے سامنے لوگ اس کی بادشاہت اور سلطنت کے امور کے سلسلہ میں کوئی بات پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کے مالک ہیں۔ وہ اپنے ارادہ سے جو چاہیں جیسا چاہیں ویسا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کو مشورے دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مشوروں کا محتاج نہیں ہے۔ وہ ہر قسم کی کمزوری اور محتاجی سے پاک ہے اور یہ بات بھی بتا دیجئے کہ جیسے دوسرے پیغمبر گزرے ہیں میں بھی ایک انسان ہوں اور رسول ہوں۔ میرا کام تمہارے مطالبات کے مطابق معجزے پیش کرنا نہیں ہے۔ میرا کام تم تک حق کا پیغام پہنچانا ہے۔

﴿درس نمبر: ۱۱۷۲﴾ کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ ﴿بنی اسرائیل: ۹۴-۹۵﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا مَنَعَ اور منع نہیں کیا النَّاسَ لوگوں کو اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا کہ وہ ایمان لائیں اِذْ جَآءَهُمُ جب آ گئی ان کے پاس الْهُدٰٓى ہدایت اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر اس بات نے کہ انہوں نے کہا اَبَعَثَ اللّٰهُ کیا بھیجا ہے اللہ نے بَشَرًا رَّسُوْلًا بشر و رسول (بنا کر)؟ ﴿۹۴﴾ قُلْ کہہ دیجئے لَّوْ كَانَ اگر ہوتے فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ زمین میں فرشتے يَّمْشُوْنَ وہ چلتے (پھرتے) مُطْمَئِنِّيْنَ اطمینان سے لَنَزَّلْنَا توالبتہ ہم نازل کرتے عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ ان پر آسمان سے مَلَكًا رَّسُوْلًا کوئی فرشتہ (ہی) رسول (بنا کر) ﴿۹۵﴾

ترجمہ: اور جب ان لوگوں کے پاس ہدایت کا پیغام آیا تو ان کو ایمان لانے سے اسی بات نے تو روکا کہ وہ کہتے تھے: ''کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟'' (۹۴) کہہ دو کہ: ''اگر زمین میں فرشتے ہی اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو بیشک ہم آسمان سے کسی فرشتے کو رسول بنا کر اُن پر اُتار دیتے۔'' (۹۵)

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ان لوگوں کے پاس ہدایت کا پیغام آیا تو ان کو ایمان لانے سے اسی بات نے روکا کہ وہ کہتے تھے

۲۔ کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

۳۔ کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے ہی اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو بیشک ہم آسمان سے کسی فرشتے کو رسول بنا کر ان پر اتار دیتے

آسمان سے وحی کے نازل ہو جانے اور حق بات کے ظاہر ہو جانے کے بعد مکہ کے مشرکین کا کام یہ تھا کہ وہ اس وحی الٰہی پر اور رسولِ رحمت ﷺ پر ایمان لے آتے ، اس لئے کہ کوئی شبہ نہیں تھا اس بات پر کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اس جیسی کتاب لانے سے وہ قاصر اور بے بس ہیں اور یہ اس کے رسول ہیں۔ مگر اس کے باوجود ان مشرکین نے ایمان قبول نہیں کیا۔ آخر کس چیز نے ان کو ایمان سے روک رکھا تھا؟ اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا کہ جب ان مشرکین کے پاس ہدایت کا پیغام آیا تو ان کو ایمان لانے سے اس بات نے ہی روکا تھا کہ وہ یوں کہتے تھے کہ کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ یعنی ان مشرکین کو یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ کوئی ایسا انسان جو بظاہر انہی کے جیسا ہے وہ رسول بن جائے۔ اکثر لوگوں کو جن میں مکہ کے یہ مشرکین بھی ہیں ہدایت کے آجانے کے بعد اللہ پر ایمان لانے اور رسولِ رحمت ﷺ کی اتباع کرنے سے بس اسی بات نے روکا تھا کہ انہیں اس بات پر تعجب تھا کہ کس طرح ایک انسان رسول بن سکتا ہے؟ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۲ میں اس بات کو یوں بیان کیا گیا: أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَباً أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک آدمی پر وحی بھیجی کہ وہ لوگوں کو ڈرائے؟ اس قسم کی باتیں پچھلی قوموں نے بھی کی ہیں چنانچہ سورۃ التغابن کی آیت نمبر ۶ میں یہ بات یوں کہی گئی: ذٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا یہ اس لئے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر آتے تھے تو انہوں نے یوں کہا کہ کیا ایک بشر ہمیں ہدایت دیتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے نرمی اور مہربانی کے ساتھ اپنے بندوں کو ان کے اس اعتراض کا جواب دیا: قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا پیغمبر! آپ ان کے اس اعتراض کا جواب یوں دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو یہ ضروری بات ہوتی کہ ہم ان پر فرشتے کو رسول بنا کر اتار دیتے۔ یعنی آپ ان کے سامنے حکمت کے اس تقاضہ کو بیان کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کو انسانوں ہی کی جنس میں سے بنایا تا کہ وہ رسول جو انسان کی شکل میں آئے ہیں وہ اپنے جیسے ان انسانوں سے بات کر سکیں، مخاطب ہو سکیں، انہیں سمجھا سکیں اور ان انسانوں کو وہ سارے کام عملی طور پر کرتے ہوئے بتا سکیں۔ اگر رسول فرشتے بن کر آتے تو وہ فرشتے ان انسانوں سے اس طرح بات نہ کر سکتے جس طرح ایک انسان دوسرے انسان سے بات کرتا ہے۔ یہ فطری حقیقت ہے کہ ایک جنس اپنی جنس کی جانب جلد مائل ہوتی ہے، اسی لئے کہا گیا: اَلْجِنْسُ يَمِيْلُ اِلَى الْجِنْسِ جنس اپنی جنس کی طرف ہی مائل ہوتی ہے اور ایک جنس اپنی ہی جنس سے مانوس ہوتی ہے۔ فرشتوں کی طبیعت انسانوں کے مزاج سے مختلف ہوتی ہے۔ اس لئے انسانوں کی جانب فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجا نہیں جاتا بلکہ انسانوں کی جانب انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانوں کی طرف کسی انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس کا بڑا احسان ہے۔ چنانچہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۴ میں اس جانب اشارہ کیا گیا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب کہ ان میں ایسا رسول بھیجا جو انہی میں سے ہیں۔

﴿درس نمبر:۱۱۷۳﴾ جسے اللہ ہدایت دے وہی سیدھے راستہ پر ہوتا ہے ﴿بنی اسرائیل:۹۶-تا-۹۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا م بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا م بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ج وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ط وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ط مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ط كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ النصف ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے كَفٰى بِاللّٰهِ اللہ کافی ہے شَهِيْدًا م گواہ بَيْنِىْ میرے درمیان وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان اِنَّهٗ كَانَ بے شک وہ ہے بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں سے خَبِيْرًا خوب خبردار بَصِيْرًا (انہیں) خوب دیکھنے والا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ اور جس کو يَّهْدِ اللّٰهُ اللہ ہدایت دے فَهُوَ الْمُهْتَدِ تو وہی ہدایت پانے والا ہے وَمَنْ يُّضْلِلْ اور جسے وہ گمراہ کرے فَلَنْ تَجِدَ تو ہرگز آپ نہیں پائیں گے لَهُمْ اَوْلِيَآءَ ان کے لیے کوئی دوست مِنْ دُوْنِهٖ سوائے اس (اللہ) کے وَنَحْشُرُهُمْ اور ہم اکٹھا کریں گے ان کو يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ان کے منہ کے بل عُمْيًا اس حال میں کہ وہ اندھے ہوں گے وَّبُكْمًا اور گونگے ہوں گے وَّصُمًّا اور بہرے ہوں گے مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ان کا ٹھکانا جہنم ہے كُلَّمَا خَبَتْ جب بھی وہ بجھنے لگے گی زِدْنٰهُمْ (تو) ہم زیادہ کردیں گے ان کے لیے سَعِيْرًا آگ کا بھڑکانا ﴿۹۷﴾ النصف ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ یہ ان کی سزا ہے بِاَنَّهُمْ بوجہ اس کے کہ بے شک كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کے ساتھ وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا ءَ اِذَا كُنَّا کیا جب ہم ہوجائیں گے عِظَامًا ہڈیاں وَّرُفَاتًا اور ریزہ ریزہ ءَ اِنَّا کیا بلاشبہ ہم لَمَبْعُوْثُوْنَ البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے خَلْقًا جَدِيْدًا نئے سرے سے پیدا کرکے؟ ﴿۹۸﴾

ترجمہ: کہہ دو کہ: ”اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ بننے کے لئے کافی ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر ہے، سب کچھ دیکھ رہا ہے۔“ (۹۶) اور جسے اللہ ہدایت دے وہی صحیح راستے پر ہوتا ہے اور جن لوگوں کو وہ گمراہی میں مبتلا کردے تو اُس کے سوا تمہیں اُن کے کوئی مددگار نہیں مل سکتے اور ہم اُنہیں قیامت کے دن منہ کے بل اس طرح اکٹھا کریں گے کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب کبھی اُس کی آگ دھیمی ہونے لگے گی ہم اُسے اور زیادہ بھڑکا دیں گے (۹۷) یہ اُن کی سزا ہے، کیونکہ اُنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ: ”کیا جب ہم (مرکر) ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ جائیں گے اور چورا چورا ہوجائیں گے تو کیا پھر بھی ہمیں

نئے سرے سے زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا؟''۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ بننے کے لئے کافی ہے

۲۔ بیشک وہ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر ہے سب کچھ دیکھ رہا ہے

۳۔ جسے اللہ ہدایت دے وہی صحیح راستہ پر ہوتا ہے

۴۔ جن لوگوں کو وہ گمراہی میں مبتلا کر دے تو اس کے سوا تمہیں ان کے کوئی مددگار نہیں مل سکتے

۵۔ ہم انہیں قیامت کے دن منہ کے بل اس طرح اکٹھا کریں گے کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے

۶۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا

۷۔ جب کبھی اس کی آگ دھیمی ہونے لگے گی ہم اسے اور زیادہ بھڑکا دیں گے

۸۔ یہ ان کی سزا ہے کیونکہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا

۹۔ یہ کہا تھا کہ کیا جب ہم مر کر ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ جائیں گے اور چورا چورا ہو جائیں گے تو کیا پھر بھی نئے سرے سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

آگے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًاۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی کافی گواہ ہے اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرًاۢ بَصِيۡرًا بیشک وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے۔ یعنی اے مشرکو! میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ والی بات کیلئے اللہ تعالیٰ ہی کافی گواہ ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس رب ذوالجلال کی گواہی کے بعد کسی اور کی گواہی کی حاجت ہی نہیں ہے۔ میں جو پیغام تمہارے پاس لے کر آیا ہوں اس کے حق ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ اگر میں جھوٹا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے سخت انداز میں انتقام لے لیتا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے سارے حالات کا پورا علم ہے۔ وہ ان کے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور باطن کو بھی جانتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے اور کون گمراہی کا مستحق ہے؟ اس کو معلوم ہے جو کچھ کہ تمہارے دلوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ جس کو ایمان کی ہدایت دے اسی کو حق کی ہدایت نصیب ہوتی ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو پیغمبر! اس حقیقت کو یاد رکھیں کہ ایسے شخص کو ہدایت دینے کیلئے اللہ کے علاوہ آپ کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔ یعنی یہ ہو نہیں سکتا کہ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے دنیا کی کوئی طاقت اس کو ہدایت سے نواز دے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳ میں کہا گیا: وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سیدھی راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔ ہدایت کے سلسلہ میں ایک رہنما حقیقت سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۶ میں یہ بیان کی گئی: يَّهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ

اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ جس سے اللہ اپنی رضا پر چلنے والوں کو سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے انہیں اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور ان کو سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۷۱ میں صاف طور پر یہ بات کہہ دی گئی: قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى آپ کہہ دیجئے کہ یقینی بات ہے کہ راہِ راست وہ خاص اللہ ہی کی راہ ہے۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۱۷ میں کہا گیا: مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے اُس کا تمہیں ہرگز کوئی مددگار نہیں مل سکتا جو اُسے راستے پر لائے۔

اس کے بعد قیامت کے دن ان لوگوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے جنہوں نے دنیا میں گمراہی اختیار کی تھی اور اللہ اور اس کے رسول اور آخرت وغیرہ کا انکار کیا تھا کہ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا اور ہم انہیں قیامت کے دن چہروں کے بل اس حال میں چلائیں گے کہ وہ اندھے اور گونگے اور بہرے ہوں گے۔ یعنی قبروں سے نکلنے کے بعد قیامت کے دن ان سب کو حساب کی جگہ جمع کیا جائے گا اور ان کو منہ کے بل لایا جائے گا۔ یعنی پیروں سے چل کر نہیں بلکہ منہ کے بل لائے جائیں گے، جیسا کہ سورۃ القمر کی آیت نمبر ۴۸ میں کہا گیا: يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ جس دن وہ اپنے منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا دوزخ کی آگ لگنے کے مزے چکھو۔ ترمذی کی روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ میدانِ محشر میں لوگ تین قسموں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک تو چلنے والے، دوسرے سواری پر سوار ہو کر آئیں گے اور تیسرے وہ لوگ ہوں گے جنہیں فرشتے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لائیں گے۔ اس وقت ان کی حالت یہ ہوگی کہ وہ اندھے ہوں گے، دیکھ نہیں پائیں گے بُكْمًا گونگے ہوں گے بول نہیں پائیں گے اور بہرے ہوں گے سن نہیں پائیں گے۔ اس طرح ان مجرموں کو مفلوج و بے بس کر دیا جائے گا، اس لئے کہ ان مجرموں نے دنیا میں اپنے ان حواس کو حق بات کے سننے کیلئے بند کر لئے تھے۔ وہ آنکھ رکھتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی اندھے بن چکے تھے، وہ بولتے تھے مگر حق بات بولنے سے انہوں نے اپنی زبانوں کو روک لیا تھا، وہ سن سکتے تھے مگر انہوں نے حق بات کو سننا گوارا نہ کیا۔ ظاہری طور پر یہ دیکھنے والے، بولنے والے اور سننے والے تھے، مگر حق کے سامنے اندھے، گونگے اور بہرے بنے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ان کو اندھا، گونگا اور بہرہ بنا دیا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۲ میں بھی یہ بات گزری کہ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا اور جو کوئی اس جہاں میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستہ سے ہی بھٹکا ہوا رہے گا۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۲۵ اور ۱۲۶ پر غور کریں: قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى وہ کہے گا کہ الٰہی! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا؟ جواب

ملے گا کہ اسی طرح ہونا چاہئے تھا، تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا تو آج تو بھی بھلا دیا جاتا ہے۔

اس کے بعد ان منکرین کا یہ انجام بھی بتلایا گیا کہ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ یہ جملہ قرآنِ مجید میں بار بار ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۱ میں کہا گیا: وَمَاْوٰهُمُ النَّارُ اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۷ میں کہا گیا: ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا جب بھی دوزخ کی آگ بجھنے لگے گی ہم ان کے لئے اس کو اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔ جب بھی دوزخ کی شعلے بھڑکنا بند کردیں گے اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ بھڑکا دیں گے تا کہ یہ دوزخ ان کے چمڑوں اور گوشت کو کھا جائے اور وہ فنا ہوجائے اور اس طرح انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے پھر جلایا جائے پھر انہیں آگ کے شعلوں سے فنا کیا جائے تا کہ ان کو پچھتاوا ہوتا رہے کہ انہوں نے کیوں مرنے کے بعد زندہ ہونے کو جھٹلایا تھا؟ سورۃ النبا کی آیت نمبر ۳۰ سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے: فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا پس چکھو پس ہم زیادہ نہیں کریں گے مگر عذاب ہی۔

اس کے بعد یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا یہ سخت ترین بدلہ انہیں اس لئے دیئے جارہا ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا۔ یہ بات بھی انہوں نے کہی تھی کہ جب ہم ہڈی ہوجائیں گے اور چورا چورا ہوجائیں گے تو کیا ہم نئے طور پر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ بتلا رہے ہیں کہ ان منکرین کو جنہوں نے مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کیا تھا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا انہیں یہ عذاب اسی لئے دیا جارہا ہے۔ انہیں اسی لئے اندھا، بہرہ اور گونگا بنادیا گیا اور ان کے لئے دوزخ کو دہکایا اور بھڑکایا جارہا ہے کہ انہوں نے دنیا میں ان تمام حقیقتوں کا انکار کیا تھا۔

انسان ہے ہی بڑا تنگ دل

درس نمبر: ۱۱۷۴ — بنی اسرائیل: ۹۹-۱۰۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝۹۹ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝۱۰۰

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ الَّذِيْ جس نے خَلَقَ پیدا کیا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ آسمانوں اور زمین کو قَادِرٌ عَلٰٓى اس پر قادر ہے اَنْ يَّخْلُقَ کہ وہ پیدا کرے مِثْلَهُمْ ان کی مثل وَجَعَلَ اور اس نے مقرر کیا لَهُمْ ان کے لیے اَجَلًا ایک معین وقت لَّا رَيْبَ فِيْهِ اس میں کوئی شک نہیں فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ پھر ظالموں نے انکار کیا اِلَّا كُفُوْرًا مگر کفر کرنے سے (نہیں) ۝۹۹ قُلْ کہہ دیجئے لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ اگر تم اختیار رکھتے خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کا اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ تو اس

وقت تم ضرور روک لیتے (ان کو) خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ خرچ ہو جانے کے ڈر سے وَكَانَ الْإِنْسَانُ اور ہے انسان قَتُوْرًا نہایت ہی بخیل ۝

ترجمہ: بھلا کیا اُنہیں اتنی سی بات نہیں سوجھی کہ وہ اللہ جس نے سارے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے آدمی پھر سے پیدا کر دے؟ اور اُس نے ان کے لئے ایک ایسی میعاد مقرر کر رکھی ہے جس (کے آنے) میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ پھر بھی یہ ظالم انکار کے سوا کسی بات پر راضی نہیں O (اے پیغمبر! ان کافروں سے) کہہ دو کہ: ''اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے کہیں تمہارے اختیار میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے ڈر سے ضرور ہاتھ روک لیتے اور انسان ہے ہی بڑا تنگ دل!''

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بھلا کیا انہیں اتنی سی بات نہیں سوجھی کہ وہ اللہ جس نے سارے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے پھر سے پیدا کر دے؟

۲۔ اس نے ان کے لئے ایک ایسی میعاد مقرر کر رکھی ہے جس کے آنے میں ذرا بھی شک نہیں ہے

۳۔ پھر بھی یہ ظالم انکار کے سوا کسی بات پر راضی نہیں ہیں

۴۔ اے پیغمبر! ان کافروں سے کہہ دو کہ اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے کہیں تمہارے اختیار میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے ڈر سے ضرور ہاتھ روک لیتے

۵۔ انسان ہے ہی بڑا تنگ دل

اللہ تعالیٰ اپنے ان ظالم اور منکر بندوں کو اپنی اس عظیم قدرت و طاقت کی طرف متوجہ کر رہے ہیں اور سوالیہ انداز میں انہیں دعوتِ غور و فکر دے رہے ہیں کہ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے یعنی کیا یہ لوگ اس بات پر تدبر نہیں کرتے کہ جس رب ذوالجلال نے ان بلند و بالا آسمانوں کو پیدا کیا جس میں ایک ستون بھی نہیں ہے اور اس زمین کو پھیلا دیا جس میں یہ سارے لوگ اور دیگر مخلوقات زندگی بسر کر رہی ہیں، اتنی قدرت و طاقت رکھنے والا کیا اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ ان جیسے انسانوں کو دوبارہ پیدا کر دے اور ان کو دوسری مرتبہ پیدا کر دے؟ جب رب ذوالجلال نے ان آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا جس کی مثال دنیا میں کبھی نہیں تھی، بغیر نمونہ اور مثال کے جو رب ذوالجلال آسمانوں اور زمین کو پیدا کر سکتا ہے وہ ان انسانوں کو ضرور دوبارہ پیدا کر سکے گا، اس لئے کہ تمہاری تو مثال اس کے سامنے موجود ہے اور تم کو بھی جب پہلی بار پیدا کیا تھا تو تمہاری بھی تو کوئی مثال موجود نہیں تھی، مگر اس کے باوجود اس نے تم کو پیدا کیا۔ جب اس نے پہلی مرتبہ تم کو پیدا کیا تو اس کے لئے دوسری مرتبہ پیدا کرنا کونسا مشکل کام ہے؟ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا بڑا کام ہے انسانوں کو پیدا کرنے کے مقابلہ میں، جیسا کہ سورۂ مومن کی آیت نمبر ۵۷ میں کہا گیا: لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ

مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا یقیناً بڑا کام ہے لوگوں کو پیدا کرنے کے مقابلہ میں۔سورۃ النازعٰت کی آیت نمبر ۲۷ میں بھی یہ بات اس طرح کہی گئی: ءَ اَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا بھلا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اللہ نے اس کو بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی مدت کے ختم ہونے کے بعد اس کے خاتمہ کا اور سارے انسانوں کے دوبارہ اٹھائے جانے کا اور قیامت کے قائم ہونے کا ایک وقت مقرر کیا، جس وقتِ مقررہ کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔انسان کسی اہم کام کی تاریخ مقرر کرتا ہے، شادی یا ولیمہ یا کسی تعمیر کی افتتاح وغیرہ تو آدمی کو یقین ہوتا ہے کہ اس تاریخ کو یہ کام ہوگا حالانکہ یہ ضروری نہیں ہوتا، اس لئے کہ انسان کی بہت سی مقرر کردہ تاریخوں کے کام ملتوی ہوجاتے ہیں یا منسوخ ہوجاتے ہیں، اس لئے کہ یہ ضروری نہیں کہ کمزور انسان کا ہر ارادہ پورا ہو۔مگر اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جس کام کو جس وقت میں کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کو کوئی منسوخ یا ملتوی نہیں کر سکتا۔وہ اللہ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ (البروج:۱۶) ہر وہ کام جس کا وہ ارادہ کر لیتا ہے وہ کر گزرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قیامت قائم ہونے اور انسانوں کے زندہ کرنے کے بعد اٹھائے جانے کی جو مدت مقرر کی ہے وہ ایسی قطعی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔یہی حقیقت یہاں بیان کی گئی: وَجَعَلَ لَهُمۡ اَجَلًا لَّا رَيۡبَ فِيۡهِ اور ان کے لئے ایک مدت مقرر کر دی جس میں کوئی شک نہیں ہے۔

یہ آسمان اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کی بھی ایک مدت متعین ہے۔سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۳ میں یہ بات یوں بیان کی گئی: مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو بہترین تدبیر کے ساتھ ہی ایک مدت معین کے لئے پیدا کیا ہے۔سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۵ میں کہا گیا مَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ جسے اللہ کی ملاقات کی امید ہو پس اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت یقیناً آنے والا ہے۔ان سب حقیقتوں کے باوجود ان کافروں کا حال یہ ہے کہ یہ آخرت کا، مرنے کے بعد جی اٹھنے کا اور قیامت کے دن کے قائم ہونے کا انکار ہی کرتے ہیں۔فَاَبَى الظّٰلِمُوۡنَ اِلَّا كُفُوۡرًا پھر بھی یہ ظالم انکار کے سوا کسی اور بات پر راضی نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے پاس ہر قسم کے خزانے ہیں، جیسا کہ سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۲۱ میں کہا گیا: وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ اور جتنی بھی چیزیں ہیں ان سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں۔یہ خزانے اللہ ہی کے پاس ہیں۔اللہ کے سوا کسی اور کے پاس نہیں ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ سوالیہ انداز میں اس کی نفی کر رہے ہیں۔اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَحۡمَةِ رَبِّكَ الۡعَزِيۡزِ الۡوَهَّابِ (ص:۹) کیا ان کے پاس تیرے زبردست فیاض رب کی رحمت کے خزانے ہیں؟ یعنی ان کے پاس نہیں ہیں جو خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور ان خزانوں میں سے ایک خاص اندازے سے وہ انسانوں کو عطا فرما رہے ہیں۔اگر ان خزانوں کے مالک یہ لوگ ہوتے تو کنجوسی اور بخل کی وجہ سے یہ ہرگز ان خزانوں

میں سے خرچ نہ کرتے اور اپنے پاس ہی روک لیتے۔ غریبی اور مفلسی کا خوف انہیں ان خزانوں سے کچھ خرچ کرنے سے روک دیتا۔ اس کے بعد انسان کی حقیقت بیان کی گئی کہ وَكَانَ الْإِنسَانُ قَتُورًا انسان ہے ہی بڑا تنگدل۔ انسان کے دل میں تنگی ہوتی ہے۔ اسی تنگی کی وجہ سے اس میں کم ظرفی اور کنجوسی اور بخل پیدا ہوجاتا ہے اور خزانے رکھنے کے باوجود خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ روکے رکھتا ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۳ میں اس کی وضاحت یوں کی گئی: اَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا کیا ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے؟ اس صورت میں تو یہ لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں گے۔ ظالم اور کافر انسان کے بارے میں سورۃ المعارج کی آیت نمبر ۱۹ تا ۲۲ میں یہ حقیقت بتلائی گئی: اِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿۱۹﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿۲۰﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿۲۱﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے ○ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے ○ اور جب ملتا ہے اس کو مال تو بخیل بن جاتا ہے ○ مگر نماز ادا کرنے والے۔

﴿درس نمبر: ۱۱۷۵﴾ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو کھلی نشانیاں دی تھیں ﴿بنی اسرائیل: ۱۰۱ تا ۱۰۳﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ م بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ج وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اٰتَيْنَا ہم نے دیئے مُوسٰى موسیٰ کو تِسْعَ اٰيٰتٍ نو معجزے بَيِّنٰتٍ واضح فَسْئَلْ لہٰذا آپ پوچھ لیجئے بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل سے اِذْ جَآءَهُمْ جب وہ (موسیٰ) آیا ان کے پاس فَقَالَ لَهٗ تو کہا اس سے فِرْعَوْنُ فرعون نے اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ بے شک میں البتہ گمان کرتا ہوں تجھے يٰمُوسٰى اے موسیٰ! مَسْحُوْرًا سحرزدہ ﴿۱۰۱﴾ قَالَ اس (موسیٰ) نے کہا لَقَدْ عَلِمْتَ البتہ تحقیق تو جانتا ہے مَآ اَنْزَلَ (کہ) نازل نہیں کیا هٰٓؤُلَآءِ ان کو اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ مگر آسمانوں کے رب نے وَالْاَرْضِ اور زمین کے (رب نے) بَصَآئِرَ دکھانے کیلئے وَاِنِّىْ اور بے شک میں لَاَظُنُّكَ البتہ گمان کرتا ہوں تجھے يٰفِرْعَوْنُ اے فرعون! مَثْبُوْرًا ہلاک کیا ہوا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ چنانچہ اس (فرعون) نے ارادہ کیا اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ کہ وہ اکھاڑ دے ان کو مِّنَ الْاَرْضِ اس زمین سے فَاَغْرَقْنٰهُ بالآخر ہم نے اسے غرق کردیا وَمَنْ اور ان لوگوں کو جو مَّعَهٗ جَمِيْعًا اس کے ساتھ تھے ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو نو کھلی کھلی نشانیاں دی تھیں۔ اب بنی اسرائیل سے پوچھ لو کہ جب وہ ان لوگوں کے پاس گئے تو فرعون نے اُن سے کہا کہ: "اے موسیٰ! تمہارے بارے میں میرا تو خیال یہ ہے کہ کسی نے تم پر جادو کردیا ہے۔" ○ موسیٰ نے کہا: "تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ ساری نشانیاں کسی اور نے نہیں آسمانوں اور زمین کے پروردگار

نے بصیرت پیدا کرنے کے لئے نازل کی ہیں اور اے فرعون! تمہارے بارے میں میرا گمان یہ ہے کہ تمہاری بربادی آنے والی ہے۔''O پھر فرعون نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان سب (بنی اسرائیل) کو اس سرزمین سے اکھاڑ پھینکے، لیکن ہم نے اُسے اور جتنے لوگ اُس کے ساتھ تھے اُن سب کو غرق کر دیا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو کھلی کھلی نشانیاں دی تھیں۔

۲۔ اب بنی اسرائیل سے پوچھ لو کہ جب وہ ان لوگوں کے پاس گئے تو فرعون نے ان سے کہا

۳۔ اے موسیٰ! تمہارے بارے میں میرا تو خیال یہ ہے کہ کسی نے تم پر جادو کر دیا ہے

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ ساری نشانیاں کسی اور نے نہیں بلکہ آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے بصیرت پیدا کرنے کے لئے نازل کی ہیں

۵۔ اے فرعون! تمہارے بارے میں میرا گمان یہ ہے کہ تمہاری بربادی آنے والی ہے

۶۔ پھر فرعون نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان سب بنی اسرائیل کو اس سرزمین سے اکھاڑ پھینکے

۷۔ لیکن ہم نے فرعون کو اور جتنے لوگ اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت کے لئے انہیں نو معجزات دیئے گئے جن کا یہاں تذکرہ کیا گیا۔ وہ نو معجزات یہ تھے:

(۱) عصا:۔ یعنی لاٹھی کہ لاٹھی زمین پر ڈال دی تو اژدھا بن گیا، سمندر پر ماری تو بارہ راستے بن گئے اور چٹان پر مارا تو بارہ چشمے نکل آئے (۲) ید بیضا:۔ یہ ایسا معجزہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنے گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ بالکل روشن ہو گیا (۳) طوفان:۔ یعنی ان پر طوفان آیا (۴) الجراد:۔ ٹڈی یعنی ٹڈیوں کی بھرمار ہو گئی تھی جس سے ان کا جینا دوبھر ہو گیا تھا (۵) قمل:۔ جوئیں یعنی ہر طرف جوئیں ہو گئی تھیں (۶) مینڈک:۔ یعنی مینڈکوں کے عذاب میں مبتلا ہوئے کہ ہر طرف مینڈک ہی مینڈک ہو گئے جس سے ان کی زندگی اجیرن ہو گئی تھی (۷) خون:۔ یعنی ان کے استعمال کی چیزوں میں خون کا موجود ہونا (۸) سمندر کا پھٹ جانا اور بارہ راستے بن جانا (۹) قحط سالی:۔ فرعون اور اس کی قوم قحط سالی میں مبتلا ہو گئی تھی۔

ان نشانیوں کا تذکرہ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۳۳ میں بھی کیا گیا: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۔ سورۃ النمل کی آیت نمبر ۱۲ میں بھی نو نشانیوں کا ذکر اس طرح ہے: وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۣ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال وہ سفید چمکیلا ہو کر نکلے گا بغیر کسی عیب کے تو نو نشانیاں لے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا۔

اس کے بعد رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ پیغمبر! آپ اپنے زمانہ کے بنی اسرائیل سے پوچھئے (جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ہیں) کہ جب موسیٰ ان نشانیوں کے ساتھ آئے تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا کہ اِنِّیۡ لَاَظُنُّکَ یٰمُوۡسٰی مَسۡحُوۡرًا اے موسیٰ! تمہارے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ تم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر بھی کہا تھا: قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیۡمٌ (الاعراف:۱۰۹) قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۶۳ میں یوں ہے: قَالُوۡۤا اِنۡ ھٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیۡدٰنِ اَنۡ یُّخۡرِجٰکُمۡ مِّنۡ اَرۡضِکُمۡ بِسِحۡرِھِمَا کہنے لگے یہ دونوں محض جادوگر ہیں اور ان کا پختہ ارادہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۷۱ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی: اِنَّہٗ لَکَبِیۡرُکُمُ الَّذِیۡ عَلَّمَکُمُ السِّحۡرَ یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا بزرگ ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے۔ الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور آل فرعون کی جانب سے ایک طرف یہ الزام لگایا گیا کہ وہ جادوگر ہیں تو دوسری طرف یہ بھی کہا گیا کہ حضرت موسیٰ مسحور ہیں یعنی ان پر جادو کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑی جرأت سے فرعون کو یہ جواب دیا کہ تیرا دل جانتا ہے کہ جو چیزیں تیرے سامنے آ رہی ہیں اور جو معجزات میرے ہاتھوں سے ظاہر ہو رہے ہیں یہ صرف رب ذوالجلال نے نازل کی ہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور یہ بصیرت کی چیزیں ہیں۔ یہ معجزات اس بات کی روشنی دیتی ہیں جس روشنی سے تو تیرے اور میرے رب کو اور اس کی حقیقت وقدرت کو سمجھ سکتا ہے۔ ان معجزات اور نشانیوں کے ذریعہ تو حق کے راستہ کو پا سکتا ہے اور تو یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ سارے معجزات اور نشانیاں کسی کمزور انسان کی ایجاد نہیں ہیں بلکہ آسمان وزمین کے رب کی طرف سے آئی ہیں۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے صاف طور پر بتلا دیا کہ اے فرعون! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تیری بربادی کے دن آنے والے ہیں۔

ان تمام حادثات اور حالات کے پیش آنے کے بعد فرعون نے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو مصر کی سرزمین سے نکال باہر کر دے۔ اس نے ان سب کو مصر کی سرزمین سے اکھاڑ پھینکنے کی ٹھان لی، مگر اللہ کو کچھ اور منظور تھا اور ہوا وہی جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا۔ دنیا میں یہی ہوتا آیا ہے کہ اہلِ باطل نے تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی شان سے تدبیر کی اور ہمیشہ اللہ کی تدبیر ان تمام کی تدبیروں پر غالب آ کر رہی۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اور اس کے ساتھ جو جو تھے ان سب کو غرق کر دیا اور آنے والے انسانوں کو یہ حقیقت بتلا دی کہ اللہ کا حکم ہمیشہ غالب رہا ہے اور غالب رہے گا۔

﴿درس نمبر:۱۱۷۶﴾ ## ہم نے قرآن حکیم کو حق کے ساتھ اتارا ہے ﴿بنی اسرائیل:۱۰۴-تا-۱۰۶﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَّقُلْنَا اور ہم نے کہا مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل سے اسْكُنُوا تم رہو الْاَرْضَ اس زمین میں فَاِذَا پھر جب جَآءَ وَعْدُ وعدہ آئے گا الْاٰخِرَةِ آخرت کا جِئْنَا بِكُمْ (تو) ہم لے آئیں گے تم (سب) کو لَفِيْفًا باہم اکٹھا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالْحَقِّ اور حق کے ساتھ اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسے نازل کیا وَبِالْحَقِّ اور حق کے ساتھ نَزَلَ وہ نازل ہوا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا اِلَّا مُبَشِّرًا مگر خوشخبری دینے والا وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا اور قرآن فَرَقْنٰهُ ہم نے اس کو جدا جدا (نازل) کیا لِتَقْرَاَهٗ تاکہ آپ اس کو پڑھیں عَلَى النَّاسِ لوگوں پر عَلٰى مُكْثٍ ٹھہر ٹھہر کر وَّنَزَّلْنٰهُ اور ہم نے اسے اتارا تَنْزِيْلًا اتارنا (تھوڑا تھوڑا) ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ: اور اُس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ: ”تم زمین میں بسو، پھر جب آخرت کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے حاضر کر دیں گے۔“O اور ہم نے اس قرآن کو حق ہی کے ساتھ نازل کیا ہے اور حق ہی کے ساتھ اُترا ہے اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں کسی اور کام کے لئے نہیں بلکہ صرف اس لئے بھیجا ہے کہ تم (فرماں برداروں کو) خوشخبری دو اور (نافرمانوں کو) خبردار کروO اور ہم نے قرآن کے جدا جدا حصے بنائے تاکہ تم اُسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کے سامنے پڑھو اور ہم نے اُسے تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا تم زمین میں بسو

۲۔ پھر جب آخرت کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے حاضر کر دیں گے

۳۔ ہم نے اس قرآن کو حق ہی کے ساتھ نازل کیا ہے

۴۔ حق ہی کے ساتھ یہ قرآن اترا ہے

۵۔ اے پیغمبر! ہم نے تمہیں کسی اور کام کے لئے نہیں بلکہ صرف اس لئے بھیجا ہے کہ تم فرمانبرداروں کو خوشخبری دو اور نافرمانوں کو خبردار کرو

۶۔ ہم نے قرآن کے جدا جدا حصے بنائے تاکہ تم اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کے سامنے پڑھو

۷۔ ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے

فرعون اور اس کی قوم کی تباہی و بربادی کے بعد بنی اسرائیل کو اس بات کا اختیار دیا گیا کہ وہ چاہیں تو مصر میں رہیں جیسا کہ اب تک تھے یا اپنی آبائی سرزمین یعنی فلسطین میں جا کر آباد ہو جائیں۔ لیکن بنی اسرائیل نے شام یعنی فلسطین ہی میں رہنا پسند کیا، لیکن اپنی شرارتوں کی وجہ سے چالیس سال تک میدانِ تیہ میں حیران و پریشان گھومتے رہے اور چالیس سال کے بعد وہ اس قابل ہوئے کہ فلسطین میں داخل ہو سکیں۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۲۱ میں بھی اس سرزمین کا تذکرہ ہے: یٰقَوۡمِ ادۡخُلُوا الۡاَرۡضَ الۡمُقَدَّسَةَ الَّتِیۡ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمۡ وَلَا تَرۡتَدُّوۡا عَلٰۤى اَدۡبَارِكُمۡ فَتَنۡقَلِبُوۡا خٰسِرِیۡنَ اے میری قوم والو! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام لکھ دی ہے اور اپنی پشت کے بل روگردانی نہ کرو کہ پھر نقصان میں جا پڑو۔ مقدس سرزمین سے مراد ملک شام اور فلسطین کا علاقہ ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس علاقہ کو انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کرنے کے لئے منتخب فرمایا تھا اس لئے اس زمین کو مقدس فرمایا گیا ہے۔ جس واقعہ کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے وہ مختصراً یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا اصل وطن شام یا بالخصوص فلسطین کا علاقہ تھا۔ فرعون نے مصر میں بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اب وہ فلسطین میں جا کر آباد ہو جائیں۔ اس وقت فلسطین پر ایک کافر قوم کا قبضہ تھا جو عمالقہ کہلاتے تھے۔ لہٰذا اس حکم کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ بنی اسرائیل فلسطین جا کر عمالقہ سے جہاد کریں، مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ بھی کر لیا گیا تھا کہ جہاد کے نتیجہ میں تمہیں فتح ہو گی، کیونکہ سرزمین تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس حکم کی تعمیل میں فلسطین کی طرف روانہ ہوئے۔ جب فلسطین کے قریب پہنچے تو بنی اسرائیل کو پتہ چلا کہ عمالقہ تو بڑے طاقتور لوگ ہیں۔ دراصل یہ لوگ قومِ عاد کی نسل سے تھے اور بڑے زبردست ڈیل ڈول اور قد و قامت کے حامل لوگ تھے۔ بنی اسرائیل ان سے ڈر گئے۔ انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ان سے بہت بڑی ہے اور اس بات کی طرف بھی توجہ نہ دی کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے فتح کا وعدہ بھی کر رکھا ہے۔ یہی بات ان آیات میں بنی اسرائیل سے کہی گئی کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ زمین میں رہیں اور پھر جب آخرت کا وعدہ آ جائے تو ہم تمہیں جمع کر کے حاضر کر دیں گے۔ یعنی جب قیامت قائم ہو گی تو ہم تم کو اس حالت میں اٹھائیں گے کہ سب لفیف ہوں گے یعنی قبروں سے سب اس حالت میں اٹھیں گے کہ سب ملے جلے ہوں گے۔ مختلف جہتوں اور سمتوں سے اٹھ کر آئیں گے اور میدانِ محشر میں ایک جگہ جمع کر لئے جائیں گے۔ قیامت کا دن جب ہو گا تو ہم تم کو اور تمہارے دشمنوں کو سب کو اس حالت میں جمع کریں گے کہ تم باہم ملے جلے ہوں گے۔ پھر تمہارے اور ان کے درمیان فیصلہ کریں گے۔ اس دن سب جمع ہوں گے، شریف بھی اور رذیل بھی، فرمانبردار بھی اور نافرمان بھی، طاقتور بھی اور کمزور بھی۔

اس کے بعد قرآنِ مجید سے متعلق یہ حقیقت بتلائی جا رہی ہے کہ وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰهُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ اور ہم نے

اس قرآن کو حق کے ساتھ اتارا اور وہ قرآن حق کے ساتھ نازل ہوا۔ یہاں بظاہر یہی کہہ دینا کافی محسوس ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید کو حق کے ساتھ ہم نے اتارا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد مزید تفصیل کے ساتھ یہ بات بھی بیان کی کہ یہ قرآن حق کے ساتھ ہی اترا۔ اس جملہ سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو حق کے ساتھ اتارا ہے۔ یعنی بھیجنے والے نے حق کے ساتھ بھیجا اور جس کے پاس یہ قرآن آیا اور پہنچا حق کے ساتھ ہی پہنچا، درمیان میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی، کوئی تبدیلی اس کلامِ الٰہی میں نہیں ہوئی۔ یہاں یہ اشارہ دیا گیا کہ قرآنِ مجید میں جو احکامات ہیں جو اوامر اور نواہی ہیں وہ سب حق پر مبنی ہیں، باطل کی کوئی ملاوٹ اس حق میں نہیں ہے۔ اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کے بارے میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ ہم نے آپ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے کہ آپ اچھے کاموں پر خوشخبری دیں اور برے کاموں پر ڈرائیں۔ اس کے بعد پھر قرآنِ مجید ہی کے بارے میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ ہم نے قرآنِ مجید کے جدا جدا حصے بنائے تاکہ آپ ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کے سامنے سنائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے۔ قرآنِ مجید اس طرح نازل نہیں ہوا کہ ایک ہی وقت میں یا ایک ہی دن میں پورا مکمل قرآن اتارا گیا ہو بلکہ یہ قرآنِ مجید تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا ہے۔ یہ قرآنِ مجید ۲۳ سال تک تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا۔ واقعات، حادثات اور حالات کے پس منظر میں یہ قرآنِ مجید اترتا گیا۔ حکمت اور مصلحت کے تقاضوں کے مناسب آیاتِ الٰہی کا نزول ہوا۔ فَرَقْنٰهُ کا مطلب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان فرمایا کہ ہم نے واضح طور پر حلال اور حرام بیان کر دیا ہے۔ بعض مفسرین نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں حق اور باطل کو جدا جدا کر کے علیحدہ بیان کر دیا ہے۔ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید لوحِ محفوظ سے ماہِ رمضان میں شبِ قدر میں آسمانِ دنیا پر پورا نازل کیا گیا اور وہاں بیت العزت میں رکھ دیا گیا، پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے بندوں کی مصلحتوں کے اعتبار سے حضرت جبرئیل امین کے ذریعہ رسولِ رحمت ﷺ پر اتارا گیا۔

﴿درس نمبر: ۱۱۷۷﴾ قرآن ان کے دلوں کی عاجزی کو اور بڑھا دیتا ہے ﴿بنی اسرائیل: ۱۰۷ تا ۱۰۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے اٰمِنُوْا تم ایمان لاؤ بِهٖٓ اس کے ساتھ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا یا ایمان نہ لاؤ اِنَّ بے شک الَّذِيْنَ وہ لوگ جو اُوْتُوا دیئے گئے الْعِلْمَ علم مِنْ قَبْلِهٖٓ اس سے پہلے اِذَا يُتْلٰى جب پڑھا جاتا ہے عَلَيْهِمْ ان پر يَخِرُّوْنَ (تو) وہ گر پڑتے ہیں لِلْاَذْقَانِ تھوڑیوں کے بل سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ اور

وہ کہتے ہیں سُبۡحٰنَ پاک ہے رَبِّنَآ ہمارا رب اِنۡ کَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا بلاشبہ ہے وعدہ ہمارے رب کا لَمَفۡعُوۡلًا البتہ (پورا) کیا ہوا ﴿۱۰۸﴾ وَ یَخِرُّوۡنَ اور وہ گر پڑتے ہیں لِلۡاَذۡقَانِ تھوڑیوں کے بل یَبۡکُوۡنَ روتے ہوئے وَیَزِیۡدُھُمۡ اور وہ (قرآن) زیادہ کرتا ہے ان کو خُشُوۡعًا گڑگڑانے میں ﴿۱۰۹﴾ السَّجۡدَة

ترجمہ: (کافروں سے) کہہ دو کہ: ''چاہے تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، جب یہ (قرآن) اُن لوگوں کے سامنے پڑھا جاتا ہے جن کو اس سے پہلے علم دیا گیا تھا تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں (۱۰۷) اور کہتے ہیں: ''پاک ہے ہمارا پروردگار! بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ تو پورا ہی ہو کر رہتا ہے O اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں اور یہ (قرآن) اُن کے دلوں کی عاجزی کو اور بڑھا دیتا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو کہ چاہے تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ

۲۔ جب یہ قرآن ان لوگوں کے سامنے پڑھا جاتا ہے جن کو اس سے پہلے علم دیا گیا تھا

۳۔ تو وہ تھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں

۴۔ کہتے ہیں پاک ہے ہمارا پروردگار!

۵۔ بیشک ہمارے پروردگار کا وعدہ تو پورا ہی ہو کر رہتا ہے

۶۔ وہ روتے ہوئے تھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں

۷۔ یہ قرآن ان کے دلوں کی عاجزی کو اور بڑھا دیتا ہے

رسولِ رحمت ﷺ کے ذریعہ یہ بات کہہ دی گئی کہ پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم اس قرآنِ مجید پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اس قرآنِ حکیم پر ایمان لے آؤ گے تو تمہارا فائدہ ہوگا اور اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو تمہارا نقصان ہوگا۔ تمہارے ایمان لانے یا نہ لانے کی وجہ سے قرآنِ مجید کی سچائی اور اس کی حقانیت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ قرآنِ مجید اپنی ذات میں حق ہے اور سچ ہے کہ اس کو اللہ نے نازل کیا ہے، یعنی ہمیشہ رہنے والی کتاب ہے، جب تک دنیا باقی ہے یہ قرآنِ مجید بھی باقی رہے گا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِہٖۤ کے ذریعہ یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ جو لوگ رسولِ رحمت ﷺ کی بعثت سے پہلے حق کی تلاش میں تھے یعنی اہلِ کتاب یہود و نصاری جو آسمانی کتاب تورات و انجیل پڑھے ہوئے تھے جن کتابوں میں رسولِ رحمت ﷺ کی علامتوں کا ذکر تھا اور ان آسمانی کتابوں کی تفصیلات کی روشنی میں یہ اہلِ کتاب اس آخری نبی کی آمد کے منتظر تھے اور جب رسولِ رحمت ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ کو انہوں نے دیکھا اور آپ سے ملاقات کی اور انہیں یقین ہو گیا تو وہ رسولِ رحمت ﷺ پر ایمان لے آئے اور اس نعمت کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا

کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان اور قرآنِ مجید سے نوازا۔ جب وہ اس قرآنِ مجید کو پڑھتے تھے تو ان کے دلوں میں موجود خشوع بڑھ جاتا تھا۔ اس حقیقت کو یہاں یوں بیان کیا گیا کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِہٖۤ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّیَقُوۡلُوۡنَ سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنۡ کَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ یَبۡکُوۡنَ وَیَزِیۡدُہُمۡ خُشُوۡعًا بلاشبہ جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ان کے سامنے رحمٰن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو تھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے، بلاشبہ ہمارے رب کا وعدہ ضرور ہی پورا ہونے والا ہے اور وہ رونے کی حالت میں تھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے۔ یہ نیک بندے خشوع اور خضوع کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں تو سجدے میں اپنے پروردگار سے یہ کہتے ہیں کہ سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اے ہمارے پروردگار! آپ پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ تامہ کا تصور کرتے ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم وتوقیر بجالاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار کا وعدہ تو پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ کتاب کے کچھ لوگوں نے جب وہ کلام سنا جو رسولِ رحمت ﷺ پر نازل ہوا تو وہ سجدے میں پڑ گئے۔ ان میں حضرت زید بن عمرو بن نفیل، حضرت ورقہ بن نوفل اور حضرت عبداللہ بن سلام بھی تھے۔ چونکہ اہلِ کتاب نے تورات وانجیل میں آخری نبی کے مبعوث ہونے کی بات پڑھی تھی اور جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس آخری نبی کو دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ اِنۡ کَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا ہمارے رب کا وعدہ تو پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔

اس کے بعد ان اہلِ علم کے سجدے کی صفت بیان کی جارہی ہے کہ وَ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ یَبۡکُوۡنَ وَیَزِیۡدُہُمۡ خُشُوۡعًا وہ روتے ہوئے تھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں اور یہ قرآن ان کے دلوں کی عاجزی کو اور بڑھا دیتا ہے۔ اللہ کی کتاب قرآنِ مجید پر وہ ایمان لے آتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اللہ کی خشیت کی وجہ سے وہ پورے خضوع وخشوع کے ساتھ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ جب سجدے میں گر پڑتے ہیں تو وہ سجدہ ان کے ایمان کو اور ان کے خشوع کو بڑھا دیتا ہے۔ سورۂ محمد کی آیت نمبر ۱۷ میں کہا گیا: وَالَّذِیۡنَ اہۡتَدَوۡا زَادَہُمۡ ہُدًی وَّاٰتٰہُمۡ تَقۡوٰىہُمۡ اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کو وہ مزید ہدایت بخشتا ہے اور ان کو پرہیزگاری عنایت کرتا ہے۔

﴿درس نمبر: ۱۱۷۸﴾ ## تمام بہترین نام اللہ ہی کے ہیں ﴿بنی اسرائیل: ۱۱۰۔۱۱۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ وَلَا تَجۡہَرۡ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتۡ بِہَا وَابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلِ کہہ دیجئے! ادْعُوا اللّٰهَ تم پکارو واللہ (کہہ کہ) اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ یا تم پکارو رحمٰن (کہہ کر) اَيًّامَّا جس (نام) کے ساتھ تَدْعُوْا تم پکارو فَلَهُ سو اُسی کے لیے ہیں الْاَسْمَآءُ سب نام الْحُسْنٰى بہت اچھے وَلَا تَجْهَرْ اور آواز بلند نہ کریں بِصَلَاتِكَ اپنی نماز کے ساتھ وَلَا تُخَافِتْ اور نہ بہت آہستہ آواز کریں بِهَا اس کے ساتھ وَابْتَغِ بلکہ تلاش کریں بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ان کے درمیان راستہ ۝ وَقُلِ اور کہہ دیجئے الْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے الَّذِيْ وہ جس نے لَمْ يَتَّخِذْ نہیں بنائی وَلَدًا کوئی اولاد وَّلَمْ يَكُنْ اور نہیں ہے لَّهٗ شَرِيْكٌ اس کا کوئی شریک فِي الْمُلْكِ بادشاہی میں وَلَمْ يَكُنْ اور نہیں ہے لَّهٗ وَلِيٌّ اس کا کوئی حمایتی مِّنَ الذُّلِّ بوجہ ذلت (کمزوری) کے وَكَبِّرْهُ اور آپ اس (اللہ) کی بڑائی بیان کیجئے تَكْبِيْرًا خوب بڑائی بیان کرنا ۝

ترجمہ: کہہ دو کہ: ''چاہے تم اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو جس نام سے بھی (اللہ کو) پکارو گے (ایک ہی بات ہے) کیونکہ تمام بہترین نام اُسی کے ہیں۔'' اور تم اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے بلکہ ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار کرو O اور کہو کہ تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے نہ کوئی بیٹا بنایا نہ اُس کی سلطنت میں کوئی شریک ہے اور نہ اُسے عاجزی سے بچانے کے لیے کوئی حمایتی درکار ہے اور اُس کی ایسی بڑائی بیان کرو جیسی بڑائی بیان کرنے کا اُسے حق حاصل ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو کہ چاہے تم اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو

۲۔ جس نام سے بھی اللہ کو پکارو گے ایک ہی بات ہے

۳۔ کیونکہ تمام بہترین نام اسی کے ہیں

۴۔ تم اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے

۵۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل راستہ اختیار کرو

۶۔ کہو کہ تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے نہ کوئی بیٹا بنایا نہ اس کی سلطنت میں کوئی شریک ہے

۷۔ نہ اسے عاجزی سے بچانے کے لئے کوئی حمایتی درکار ہے۔

۸۔ اس کی ایسی بڑائی بیان کرو جیسی بڑائی بیان کرنے کا اسے حق حاصل ہے

جب اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ کے علاوہ رحمٰن کا لفظ بھی استعمال کیا گیا تو مشرکین کو یہ بات اچنبھی محسوس ہوئی کہ تم کبھی اللہ کو اللہ بھی کہتے ہو اور رحمٰن بھی کہتے ہو اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ اللہ ایک ہے، پھر اللہ اور یہ رحمٰن کیا ہے؟ انہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں تنہا اور اکیلے ہیں، اگرچہ کہ اللہ کے نام کئی ہیں۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی بات کہی جارہی ہے کہ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى کہہ دیجئے اے

پیغمبر! چاہے تم اللہ کہہ کر پکارو چاہے رحمان کہہ کر پکارو جس نام سے بھی اللہ تعالیٰ کو پکارو گے ایک ہی بات ہے۔کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، یہ دونوں بھی اللہ ہی کے نام ہیں، چاہے یہ کہو چاہے وہ کہو۔ یہ تو صرف دو نام ہیں جن کے ذریعہ تم اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہو،جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہے اور اس کی پاکی ہے۔ یہ بات یادرکھو کہ اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى جس نام سے بھی پکارو اس کے تو اچھے اچھے نام ہیں۔سورۂ حشر کی آیت نمبر ۲۴ میں بھی یہ بات بتلائی گئی ہے:لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ط يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس کے لئے اچھے اچھے نام ہیں اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں جس اچھے نام سے بھی اللہ تعالیٰ کو پکارو گے وہ اچھا ہے۔

حضرت میمون بن مہران کہتے ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ وحی کے ابتدائی ایام میں بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ لکھتے تھے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (النمل:۳۰) چنانچہ رسولِ رحمت ﷺ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھا۔عرب کے مشرکین نے کہا کہ یہ رحیم تو ہم اس کو پہچانتے ہیں یہ رحمٰن کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت یہ آیت نازل فرمائی:قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۔الخ۔

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ سے کہا گیا کہ آپ رحمٰن کا ذکر بہت کم کرتے ہیں جبکہ یہ نام تو تورات میں بکثرت آیا ہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۔الخ۔

بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہ میں یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے وہ اس آیت یعنی وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپے ہوئے تھے اور مکہ کی حالت اس وقت یہ تھی کہ جب بھی مکہ والے قرآنِ مجید سنتے تو قرآنِ مجید کو بھی گالیاں دیتے تھے اور جن پر قرآن اُترا یعنی رسولِ رحمت ﷺ کو بھی گالیاں دیتے تھے اور جو قرآنِ مجید کو لے کر آتے تھے یعنی جبرائیل امین کو بھی گالیاں دیتے تھے۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو یہ حکم دیا کہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ پیغمبر! آپ اپنی نماز نہ ہی بہت اونچی آواز سے پڑھیئے وَلَا تُخَافِتْ بِهَا اور نہ ہی بہت پست آواز سے پڑھیئے۔یعنی اتنی زور سے بھی مت پڑھیئے کہ مشرکین سن لیں، اگر وہ سن لیں گے تو گالیاں دیں گے اور نہ ہی اس قدر آہستہ پڑھیئے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی سن نہ سکیں وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا بلکہ ان دونوں کے درمیان درمیانی راستہ اختیار فرمایئے کہ بالکل زور سے بھی نہ پڑھیں اور بالکل آہستہ بھی نہ پڑھیں بلکہ درمیانی آواز سے پڑھیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قرأت آہستہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ میں تو اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہوں اور اس کو میری ضرورت معلوم ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بلند آواز سے پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اس بلند آواز کی قرأت سے شیطان کو بھگاتا ہوں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو

رسولِ رحمت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو تھوڑا بلند کرلو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو تھوڑا پست کرلو۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر جو اس نے اپنے بندوں پر کی ہیں حمد وثنا بیان کیجئے اور اس کا شکر ادا کیجئے۔ اس پروردگار کی پہلی شان تو یہ ہے کہ **الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا** جس نے نہ کوئی بیٹا بنایا، یعنی وہ اولاد کا محتاج نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کا محتاج بنے۔ اللہ تعالیٰ کی دوسری شان یہ ہے کہ **وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ** اس کی سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس سلطنت میں کسی شریک (پارٹنر) کا محتاج ہوجاتا تو وہ عاجز ہوجاتا اور عاجز ذات اس قابل نہیں کہ وہ معبود بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کی تیسری شان یہ ہے کہ اسے عاجزی سے بچانے کے لئے کوئی حمایتی درکار نہیں ہے۔ محتاج آدمی دوسروں کی حمایت کا محتاج ہوتا ہے اور اللہ غنی ہے بے نیاز ہے وہ کسی کی حمایت کا محتاج نہیں ہے۔ وزیر اعظم اپنے منصب کے لئے عوام کے ووٹوں کا محتاج ہے، مگر اللہ اپنی ذات میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ **وَ کَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا** اور آپ اللہ کی ایسی بڑائی بیان کیجئے جیسی بڑائی بیان کرنے کا اس کا حق ہے۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا

سورۃ الکہف مَکِّیَّةٌ

یہ سورت بارہ رکوع اور ایک سو دس آیات پر مشتمل ہے۔

﴿درس نمبر:١١٧٩﴾ ﴿الکہف:١﴾

قرآنِ مجید میں کسی قسم کی کوئی خامی نہیں رکھی

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے الَّذِیْٓ جس نے اَنْزَلَ نازل کی عَلٰی عَبْدِهِ اپنے بندے پر الْکِتٰبَ کتاب وَلَمْ یَجْعَلْ اور نہیں رکھی لَّهٗ اس میں عِوَجًا کوئی کجی ۜ

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کسی قسم کی کوئی خامی نہیں رکھی۔

تشریح: اس ایک آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں

٢۔ جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی

٣۔ اس میں کسی قسم کی کوئی خامی نہیں ہے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول رحمت ﷺ نے فرمایا جس نے سورۂ کہف کی دس آیتیں حفظ کر لیں وہ دجال سے محفوظ ہو گیا۔ (نسائی۔ترمذی)

سورۂ کہف مکی سورت ہے۔قرآنی ترتیب کے لحاظ سے یہ سورۂ بنی اسرائیل کے بعد والی سورت ہے۔ یہ سورت مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی، البتہ آیت نمبر ۲۸ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ مدینۂ منورہ میں نازل ہوئی۔بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ سورۃ الکہف کی آخری چار آیتیں بھی مدینۂ منورہ میں نازل ہوئیں۔اس سورت کو سورۂ کہف اس لئے کہا گیا کہ اس میں اصحابِ کہف کا مفصل تذکرہ ہے۔عربی زبان میں الکہف غار کو کہتے ہیں۔سورۃ الکہف میں تین اہم ترین سبق آموز قصے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) اصحابِ کہف کا قصہ جو چند نوجوان تھے جو اپنے ایمان کی حفاظت اور کافروں کے خوف سے غار میں چھپ گئے تھے۔(۲) حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا وہ علمی سفر جس میں تین ایسے واقعات پیش آئے جو یقیناً سبق آموز ہیں۔(۳) ذوالقرنین کا قصہ جو انکے مشرق و مغرب کی جانب سفر اور یاجوج و ماجوج کے فساد و بگاڑ سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ایک مضبوط دیوار بنانے سے متعلق ہے۔

قرآنِ مجید میں چار سورتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد سے شروع کی گئی ہیں۔

(۱) سورۂ فاتحہ۔اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

(۲) سورۃ الانعام۔اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ

(۳) سورۂ سبا۔اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ

(۴) سورۃ الکہف۔اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ ۔

سورۂ بنی اسرائیل کے بعد سورۃ الکہف میں مناسبت یہ ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل کا آغاز تسبیح سے ہوا ہے: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی ۔الخ۔اور سورۃ الکہف کا آغاز حمد سے ہوا۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ ۔الخ۔قرآنِ مجید میں عموماً جہاں بھی تسبیح اور حمد دونوں کا بیان ہوا ہے وہاں تسبیح کو پہلے لایا گیا اور حمد کو بعد میں لایا گیا ہے۔مثلاً سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۹۸ ملاحظہ فرمائیں: فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۳۰: وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ سورۃ الرعد آیت نمبر ۱۳ وَیُسَبِّحُ الرَّعۡدُ بِحَمۡدِہٖ اور سورۂ طٰہٰ آیت نمبر ۱۳۰: وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ ۔

جب یہودیوں نے مشرکین سے کہا کہ تم لوگ جاؤ اور محمد بن عبداللہ سے تین سوالات کرو: (۱) روح کے بارے میں (۲) اصحابِ کہف کے بارے میں (۳) ذوالقرنین کے بارے میں۔اللہ تعالیٰ نے پہلے سوال کا جواب سورۂ بنی اسرائیل کے آخر میں دیا: یسئلونک عن الروح اور باقی دو سوالوں کے جوابات سورۃ الکہف میں دیئے

گئے جن کو تفصیل کے ساتھ آپ اگلے دروس میں پڑھیں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی حمد بیان کررہے ہیں۔ اس نعمت پر جو معزز و مقدس کتاب کی شکل میں اپنے رسول ﷺ پر قرآنِ مجید کی شکل میں نازل فرمائی (صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم)۔ یہ ایسی مقدس کتاب نازل فرمائی جو لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے آتی ہے۔ کاش! یہ امت اس عظیم نعمت کی قدردانی حقیقی معنی میں کرتی۔ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس کتابِ مقدس کی رسمی تعظیم میں غرق ہے اور اس کتاب کے حقیقی تقاضوں کی جانب متوجہ ہونے سے محروم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس احساس کے ساتھ اس بات کی بھیک مانگیے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم آفاقی کتاب کے ساتھ ہمیں لگے رہنے کی اور اس مضبوط دائمی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنے کی توفیق بخشے، آمین۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔ یہ کتاب بالکل کتابِ مستقیم ہے، بالکل صاف اور سیدھی باتیں اپنے اندر رکھتی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کو ٹیڑھا سمجھنے والا تو ٹیڑھا ہوسکتا ہے مگر یہ کتاب ٹیڑھی نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو معتدل اور مستقیم نازل فرمایا ہے۔

﴿درس نمبر: ۱۱۸۰﴾ ﴿الکہف: ۲-۳-۴﴾

قرآنِ مجید ایک سیدھی کتاب ہے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝ مَّا كِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَيِّمًا اس حال میں کہ وہ سیدھی ہے لِّيُنْذِرَ تاکہ وہ ڈرائے بَاْسًا شَدِيْدًا شدید عذاب سے مِّنْ لَّدُنْهُ اس (اللہ) کی طرف سے وَيُبَشِّرَ اور (تاکہ) وہ خوشخبری دے الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَعْمَلُوْنَ عمل کرتے ہیں الصّٰلِحٰتِ نیک اَنَّ بے شک لَهُمْ ان کے لیے ہے اَجْرًا حَسَنًا اچھا اجر ۝ مَّا كِثِيْنَ اس حال میں کہ وہ رہنے والے ہوں گے فِيْهِ اس میں اَبَدًا ہمیشہ ہی ۝ وَّيُنْذِرَ (تاکہ) وہ ڈرائے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے قَالُوا کہا اتَّخَذَ اللّٰهُ بنائی ہے اللہ نے وَلَدًا اولاد ۝

ترجمہ: ایک سیدھی سیدھی کتاب جو اُس نے اس لئے نازل کی ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف سے ایک سخت عذاب سے آگاہ کرے اور جو مومن نیک عمل کرتے ہیں اُن کو خوشخبری دے کہ اُن کو بہترین اجر ملنے والا ہے O جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے O اور تاکہ اُن لوگوں کو متنبہ کرے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کوئی بیٹا بنا رکھا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ایک سیدھی کتاب جو اس نے اس لئے نازل کی ہے

۲۔ تاکہ لوگوں کو اپنی طرف سے ایک سخت عذاب سے آگاہ کرے

۳۔ جو مومن نیک عمل کرتے ہیں ان کو خوشخبری دے کہ ان کو بہترین اجر ملنے والا ہے۔
۴۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے
۵۔ تا کہ ان لوگوں کو متنبہ کرے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کوئی بیٹا بنا رکھا ہے۔

وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا کے ذریعہ یہ بات بتلا دی گئی کہ اس میں ذرہ برابر بھی ٹیڑھا پن نہیں۔ اس کے باوجود مزید تاکید اور وضاحت کے لئے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ قَيِّمًا یہ کتاب بالکل سیدھی اور درست کتاب ہے۔ اس کتاب میں کوئی ٹیڑھا پن ڈھونڈنے والا ڈھونڈ ڈھونڈ کر ٹیڑھا ہو جائے گا، مگر اس کتاب میں کسی بھی قسم کی کوئی کجی یعنی ٹیڑھا پن ہرگز نہیں پائے گا۔ مفسرین نے قَيِّمًا کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان آسمانی کتابوں کی سچائی کی گواہی دینے والی کتاب ہے جس کو دوسری آیات میں مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ کے ذریعہ واضح کیا گیا۔

اس کتاب کے نزول کا مقصد بیان کیا گیا کہ لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا تا کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور مومنوں کو بشارت دے جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۲ میں بھی قرآنِ مجید کے نزول کا یہ مقصد بیان کیا گیا کہ اس کے ذریعہ ڈرایا جائے: وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا اور ایسی ہے یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا ہے بابرکت ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور جو اس لئے نازل کی گئی ہے کہ اے نبی! تم مکۂ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کردو۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۵۲ میں بھی یہ بات یوں بیان کی گئی: هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ یہ (قرآن) لوگوں کے نام (اللہ کا پیغام) ہے تا کہ ان کو اُس سے ڈرایا جائے اور تا کہ وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود ہے اور تا کہ اہلِ عقل نصیحت پکڑیں۔

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۹ میں قرآنِ مجید کا یہ مقصد واضح کیا گیا کہ یہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا تا کہ اس کے ذریعہ نیک اعمال کرنے والوں کو اجرِ کبیر کی بشارت دی جائے: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

سورۂ مریم کی آیت نمبر ۹۷ میں یہ دونوں مقاصد بیان کئے گئے: فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں بہت آسان کر دیا ہے کہ آپ اس کے ذریعہ پرہیزگاروں کو خوشخبری دیں اور جھگڑالو لوگوں کو ڈرا دیں۔ سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۱۲ میں بھی کہا گیا: وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ اور یہ (قرآن) وہ کتاب ہے جو عربی زبان میں ہوتے ہوئے اُس کو سچا بتا رہی ہے تا کہ ان ظالموں کو خبردار کرے اور نیک کام کرنے والوں کے لئے

خوشخبری بن جائے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ اَجۡرًا حَسَنًا سے مراد جنت ہے ۔آ گے کا جملہ اس مطلب کی تائید کرتا ہے کہ مَّاکِثِیۡنَ فِیۡهِ اَبَدًا وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ظاہر ہے کہ ہمیشہ رہنے کی جگہ جنت ہی ہے۔قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَآ اَبَدًا کا جملہ آیا ہے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵ میں کہا گیا: خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا اور آیت نمبر ۱۰۷ میں کہا گیا: هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ،آیت نمبر ۱۳۶ میں کہا گیا: خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِیۡنَ وہ جنتی اس میں ہمیشہ رہیں گے نیک کام کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے؟

وَّیُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا اور تا کہ ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے کہا کہ اللہ نے اپنے لئے اولاد بنالی ہے۔یہاں پہلے جو یُنۡذِرَ کا لفظ آیا وہ تمام کافروں کو ڈرانے کیلئے استعمال کیا گیا۔اس کے بعد خاص طور پر ان لوگوں کے لئے ڈرانے کی بات کہی گئی جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرتے تھے۔یعنی مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، یہودی حضرت عُزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے تھے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا تجویز کرتے تھے۔ان تمام لوگوں کے اس طریقۂ شرک پر یہ تنبیہ کی گئی۔

﴿درس نمبر:۱۱۸۱﴾ بڑی سنگین بات ہے جو اُن کے منہ سے نکل رہی ہے ﴿الکہف:۵۔تا۔۸﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمۡ ؕ كَبُرَتۡ كَلِمَةً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ؕ اِنۡ يَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا كَذِبًا ۝۵ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا ۝۶ اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى الۡاَرۡضِ زِيۡنَةً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ اَيُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ۝۷ وَاِنَّا لَجٰعِلُوۡنَ مَا عَلَيۡهَا صَعِيۡدًا جُرُزًا ۝۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَا لَهُمۡ نہیں ہے ان کو بِهٖ اس (دعویٰ) کی بابت مِنۡ عِلۡمٍ کوئی علم وَّلَا لِاٰبَآئِهِمۡ اور نہ ان کے باپ دادا ہی کو كَبُرَتۡ بڑی ہی خطرناک كَلِمَةً بات ہے تَخۡرُجُ جو نکلتی ہے مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ان کے مونہوں سے اِنۡ يَّقُوۡلُوۡنَ وہ نہیں کہتے اِلَّا كَذِبًا مگر جھوٹ ہی ۝۵ فَلَعَلَّكَ چنانچہ شاید کہ بَاخِعٌ آپ ہلاک کرنے والے ہیں نَّفۡسَكَ اپنے آپ کو عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ ان کے پیچھے اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا وہ ایمان نہ لائیں بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اس بات (قرآن) کے ساتھ اَسَفًا غم کے مارے ۝۶ اِنَّا جَعَلۡنَا بے شک ہم نے بنایا مَا اس کو جو عَلَى الۡاَرۡضِ زمین پر ہے زِيۡنَةً زینت لَّهَا اس کے لیے لِنَبۡلُوَهُمۡ تا کہ ہم انہیں آزمائیں اَيُّهُمۡ کہ کون ان میں سے اَحۡسَنُ زیادہ اچھا ہے عَمَلًا عمل میں؟ ۝۷ وَاِنَّا اور بلاشبہ ہم لَجٰعِلُوۡنَ البتہ بنانے والے ہیں مَا اس کو جو کچھ عَلَيۡهَا اس (زمین) پر ہے صَعِيۡدًا جُرُزًا صاف چٹیل میدان ۝۸

ترجمہ: اس بات کا کوئی علمی ثبوت نہ خود اُن کے پاس ہے نہ اُن کے باپ داداؤں کے پاس تھا۔بڑی سنگین بات ہے جو اُن کے منہ سے نکل رہی ہے۔جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں O اب (اے پیغمبر!) اگر

لوگ (قرآن کی) اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ایسا لگتا ہے جیسے تم افسوس کر کر کے ان کے پیچھے اپنی جان کو گھلا بیٹھو گے!O یقین جانو کہ روئے زمین پر جتنی چیزیں ہیں ہم نے اُنہیں زمین کی سجاوٹ کا ذریعہ اس لئے بنایا ہے تاکہ لوگوں کو آزمائیں کہ اُن میں کون زیادہ اچھا عمل کرتا ہےO اور یہ بھی یقین رکھو کہ رُوئے زمین پر جو کچھ ہے ایک دن ہم اُسے ایک سپاٹ میدان بنادیں گے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس بات کا کوئی علمی ثبوت نہ خود ان کے پاس ہے اور نہ ہی ان کے باپ داداؤں کے پاس تھا

۲۔ بڑی سنگین بات ہے جواُن کے منہ سے نکل رہی ہے

۳۔ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔

۴۔ اے پیغمبر! اب اگر لوگ قرآن کی اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ایسا لگتا ہے جیسے تم افسوس کر کر کے ان کے پیچھے اپنی جان کو گھلا بیٹھو گے

۵۔ یقین جانو کہ روئے زمین پر جتنی چیزیں ہیں ہم نے انہیں زمین کی سجاوٹ کا ذریعہ اس لئے بنایا ہے تاکہ لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون زیادہ اچھا عمل کرتا ہے؟

۶۔ یہ بھی یقین رکھو کہ روئے زمین پر جو کچھ ہے ایک دن ہم اسے ایک سپاٹ میدان بنادیں گے

پچھلی آیت میں مشرکوں کے اس شرکیہ عمل کا ذکر کیا گیا تھا جو وہ اللہ کیلئے اولاد تجویز کرتے تھے۔ ان مشرکین کے بارے میں یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ یہ مشرکین جو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد تجویز کررہے ہیں کہ اللہ کو بھی اولاد ہے۔ ان کا یہ باطل عقیدہ کسی دلیل یا علم کی بنیاد پر نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں نہ انہیں علم تھا اور نہ ہی ان کے باپ دادا کو علم تھا، جو کچھ یہ لوگ اس قسم کی شرکیہ باتیں کرتے تھے وہ یوں ہی اٹکل پچو باتیں کرتے تھے۔ بس یہ لوگ اپنے باپ داداؤں سے سنتے چلے آرہے تھے، ان کے پاس یہی بنیاد تھی، اصل حقیقت کا انہیں کوئی علم نہیں تھا۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا ہونا ناممکن ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہو۔ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہیں، جس کو سورۂ اخلاص میں واضح اور پیارے انداز میں بتلادیا گیا کہ "قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمۡ يَلِدۡ ۙ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ ۙ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" کہہ دو: بات یہ ہے کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہےO اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اُس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیںO نہ اُس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہےO اور اُس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں۔ جو کچھ اس بارے میں یہ مشرکین کہتے ہیں وہ جہالت کی بنیاد پر ہے اور ان کے جھوٹے وہم اور خیالات ہیں، اپنے سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی اندھی تقلید میں یہ سب باتیں وہ کررہے ہیں۔ یہ ان کی اپنی گھڑی ہوئی باتیں ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اللہ کے بیٹے ہیں وغیرہ۔

بس شیطان نے ان کو پٹی پڑھا دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں مشرکین کی یہ باتیں کوئی معمولی باتیں نہیں ہیں جن سے صرفِ نظر کرلیا جائے اور اس کو چھوٹی بات سمجھ کر معاف کردیا جائے بلکہ مشرکین کے یہ جملے جواُن کی زبانوں سے نکل رہے ہیں یہ بہت بُری باتیں ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں۔ یہ گھڑی ہوئی جھوٹی باتیں جو کہہ رہے ہیں وہ بہت بڑی بات کہہ رہے ہیں: کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ بڑی سنگین بات ہے جوان کے منہ سے نکل رہی ہے۔ ان کی ان باتوں میں سچائی ہرگز نہیں ہے، جو بھی کہہ رہے ہیں جھوٹ ہے: اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ان کی باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۸۸تا۹۰ میں کہا گیا: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۞ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۞ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد ہے!O (ایسی بات کہنے والو!) حقیقت یہ ہے کہ تم نے بڑی سنگین حرکت کی ہےO کچھ بعید نہیں کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ٹوٹ کرگر پڑیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اولاد قرار دینا یعنی فرشتوں کے بارے میں یہ سمجھنا کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں یا حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہم السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں، اس قسم کا عقیدہ رکھنا اتنا بڑا جرم ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں۔

کافروں کے کفروانکار اور مشرکوں کے شرک کی وجہ سے رسولِ رحمت ﷺ کا غمزدہ ہونا ایک فطری بات ہے۔ آپ ﷺ کو مشرکوں کی ان باتوں سے دلی تکلیف ہوئی اور آپ کو رنج بھی ہوا۔ جب بھی رسولِ رحمت ﷺ کو رنج پہنچا رب ذوالجلال نے آسمانوں سے اپنے پیارے حبیب کو تسلی دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں: فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ایسا تو نہیں کہ آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو غم کی وجہ سے ہلاک کردینے والے ہیں۔ پیغمبر! ان مشرکوں کی گمراہی کی وجہ سے آپ اپنی جان کو غمگین کرکے ہرگز ہلاک نہ کریں۔ پیغمبر! آپ کے ذمہ حق بات کو پہنچادینا ہے، آپ کا کام انہیں منوانا نہیں ہے۔ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۳ میں بھی رسولِ رحمت ﷺ سے یہ کہا گیا کہ ان کے ایمان نہ لانے پر شاید آپ اپنی جان کھودیں گے: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔

جب نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تھی

درس نمبر: ۱۱۸۲ — الکھف: ۹۔۱۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۞ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَمۡ حَسِبۡتَ کیا خیال کیا ہے آپ نے اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَهۡفِ بلاشبہ غار والے وَالرَّقِيۡمِ اور رقیم (تختی) والے کَانُوۡا تھے وہ مِنۡ اٰيٰتِنَا ہماری نشانیوں میں سے عَجَبًا ایک عجیب (نشانی؟) ۝ اِذۡ اَوَى جب پناہ لی الۡفِتۡيَةُ ان نوجوانوں نے اِلَى الۡكَهۡفِ غار کی طرف فَقَالُوۡا تو انہوں نے کہا رَبَّنَاۤ (اے) ہمارے رب! اٰتِنَا تو دے ہمیں مِنۡ لَّدُنۡكَ اپنی طرف سے رَحۡمَةً رحمت وَّهَيِّئۡ اور آسان کردے لَنَا ہمارے لیے مِنۡ اَمۡرِنَا ہمارے کام میں رَشَدًا بھلائی کا راستہ ۝

ترجمہ: کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ غار اور رقیم والے لوگ ہماری نشانیوں میں سے کچھ (زیادہ) عجیب چیز تھے؟O یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب اُن نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تھی اور (اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے) کہا تھا کہ: ”اے ہمارے پروردگار! ہم پر خاص اپنے پاس سے رحمت نازل فرمایئے اور ہماری اس صورتِ حال میں ہمارے لئے بھلائی کا راستہ مہیا فرمادیجئے۔“

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ غار اور رقیم والے لوگ ہماری نشانیوں میں سے کچھ زیادہ عجیب چیز تھے

۲۔ یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تھی۔

۳۔ کہا تھا کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر خاص اپنے پاس سے رحمت نازل فرمایئے

۴۔ ہماری اس صورتِ حال میں ہمارے لئے بھلائی کا راستہ مہیا فرمادیجئے

جیسا کہ یہ بات پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ سورۃ الکھف میں تین اہم واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ ان تین واقعات میں سے ایک اہم واقعہ اصحابِ کہف کا ہے جن کے نام سے ہی یہ سورت ہے۔ یہاں دو الفاظ بیان کئے گئے ہیں، الکھف اور الرقیم۔ کہف کے معنی غار کے ہیں، رہی بات الرقیم کی تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ الرقیم ایک تختی تھی جو پتھروں سے تراشی ہوئی تھی، جس میں اصحابِ کہف کا قصہ لکھا ہوا تھا جو غار کے دروازہ پر رکھی ہوئی تھی۔ الرقیم کے سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک ایسی کتاب تھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ الرقیم دراصل ایلہ اور فلسطین کے درمیان واقع ایک وادی کا نام ہے اور اس وادی میں یہ غار تھا جس کو الکھف کہا گیا، جس میں اصحابِ کہف نے پناہ لی تھی۔ یہاں رسولِ رحمت ﷺ سے بالراست اور بالواسطہ سارے ہی لوگوں سے یہ بات کہی جارہی ہے کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ غار اور رقیم والے لوگ ہماری نشانیوں میں سے کچھ زیادہ عجیب چیز تھے؟ جبکہ اصحابِ کہف نے یعنی ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تھی۔ یہ بات یاد رکھو کہ صرف اصحابِ کہف کا یہ قصہ کہ یہ لوگ تین سو نو برس غار میں سوتے رہے، پھر ان کو جگایا گیا، یہ بہت زیادہ تعجب کی بات ہے۔ صرف اصحابِ کہف کا یہ واقعہ

ہی ہماری ایک نشانی نہیں ہے، ہماری قدرت کی سینکڑوں بلکہ ہزاروں نشانیاں ہیں جو اس واقعہ سے زیادہ قابلِ تعجب ہیں، اس لئے کہ آسمانوں کو ستاروں کے ذریعہ زینت بخشنا اور یہ سورج اور چاند کا طلوع وغروب اور ظاہر ہونا اور غائب ہونا اور زمین کا اس قدر وسیع پیمانہ پر بچھایا جانا اور اس زمین سے نباتات کا اگانا یہ قدرت کے ایسے کرشمے ہیں جو اصحابِ کہف کے اس واقعہ سے زیادہ تعجب خیز ہیں۔ ہاں! یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے کہ اس نے لوگوں کی ایک جماعت کو بغیر کھاتے اور پیتے تین سو نو برس تک محفوظ رکھا۔ اب رہی یہ بات کہ اصحابِ کہف کس زمانہ کے لوگ تھے؟ اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۲ اور صفحہ نمبر ۱۱۴ میں بیان کیا ہے کہ یہ لوگ دقیانوس بادشاہ کے زمانہ میں تھے اور ان بادشاہوں کی اولاد میں سے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ عید کے موقع پر اپنی قوم کے ساتھ جمع ہونے کا اتفاق ہوگیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کی قوم بتوں کو سجدہ کررہی ہے اور بتوں کی تعظیم میں مشغول ہے۔ ان کا حال دیکھ کر انہیں ان بت پرستوں سے نفرت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کے پردے اٹھادیئے اور ان کے دلوں میں ہدایت ڈال دی۔ یہ نوجوان اپنے دینِ حق یعنی توحید کی حفاظت اختیار کرنے کیلئے انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ انہیں اس بات کا خوف تھا کہ اگر ان لوگوں کے درمیان رہیں گے تو دینِ حق یعنی توحید پر قائم نہیں رہ سکیں گے، اس لئے یہ نوجوان وہاں سے نکلے اور ایک غار میں پناہ لے لی۔ ان نوجوانوں نے غار میں داخل ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اللہ تعالیٰ سے رحمت اور مہربانی کی دعا کی: رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا اے ہمارے پروردگار! ہم پر خاص اپنے پاس سے رحمت نازل فرمائیے۔ ہماری اس صورتِ حال میں ہمارے لئے بھلائی کا راستہ مہیا فرمائیے۔ یعنی ہمیں ہدایت والی راہ عطا فرمائیے اور گمراہی سے بچالیجئے۔ ہمارے سارے معاملہ کو ہدایت سے معمور کردیجئے۔

چونکہ اصحابِ کہف اپنی قوم کے نوجوانوں کو کفر اور شرک میں مبتلا دیکھ کر وہاں سے فرار ہوگئے تھے اور اس وقت علاقہ میں کفر وشرک ہی کا غلبہ تھا، اس لئے اس ماحول سے اپنے آپ کو بچالیا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جس علاقہ میں ایسی صورتحال پیدا ہوجائے کہ وہاں رہ کر اپنا دین وایمان بچانا ناممکن ہوجائے تو ایسی صورت میں اس علاقہ سے ہجرت کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے ایسے موقع پر مدد کے طلبگار ہوجانا چاہیئے۔

﴿درس نمبر: ۱۱۸۳﴾ یہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے ﴿الکہف: ۱۱-۱۲-۱۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَضَرَبْنَا تو ہم نے ڈال دیا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ ان کے کانوں پر (پردہ) فِى الْكَهْفِ غار میں سِنِيْنَ

کئی سال (تک) عَدَدًا گنتی کے ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ پھر ہم نے ان کو اٹھایا لِنَعْلَمَ تاکہ ہم جان لیں اَیُّ الْحِزْبَیْنِ کہ کون دو گروہوں میں سے اَحْصٰی زیادہ یاد رکھنے والا ہے لِمَا اس کو کہ لَبِثُوْٓا وہ ٹھہرے رہے اَمَدًا اس مدت تک؟ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ ہم بیان کرتے ہیں عَلَیْکَ آپ پر نَبَاَهُمْ ان کا واقعہ بِالْحَقِّ حق کے ساتھ اِنَّهُمْ بے شک وہ فِتْیَةٌ چند نوجوان تھے اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے تھے بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے ساتھ وَ زِدْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو زیادہ کیا تھا هُدًی ہدایت میں ۝

ترجمہ: چنانچہ ہم نے اُن کے کانوں کو تھپکی دے کر کئی سال تک اُن کو غار میں سلائے رکھا O پھر ہم نے اُن کو جگایا تاکہ یہ دیکھیں کہ ان کے دو گروہوں میں سے کونسا گروہ اپنے سوئے رہنے کی مدت کا زیادہ صحیح شمار کرتا ہے O ہم تمہارے سامنے اُن کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں۔ یہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے اُن کو ہدایت میں خوب ترقی دی تھی۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ چنانچہ ہم نے ان کے کانوں کو تھپکی دے کر کئی سال تک ان کو غار میں سلائے رکھا

۲۔ پھر ہم نے ان کو جگایا

۳۔ تاکہ یہ دیکھیں کہ ان کے دو گروہوں میں سے کونسا گروہ اپنے سوئے رہنے کی مدت کا زیادہ صحیح شمار کرتا ہے؟

۴۔ ہم تمہارے سامنے ان کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں

۵۔ یہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے

۶۔ ہم نے ان کو ہدایت میں خوب ترقی دی تھی

چونکہ اصحابِ کہف نے غار میں پناہ لی تھی اور وہاں کھانے پینے وغیرہ کی کوئی سہولت بھی نہیں تھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تھا اور اسی سے رحمت اور ہدایت مانگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے غار میں پناہ لیتے ہی انہیں گہری نیند دے دی اور وہ ایسی نیند سو گئے کہ انہیں اِدھر اُدھر کی کسی بھی آواز کا کوئی شعور ہی نہیں تھا اور کئی سال تک وہ سو گئے۔ ان کے سونے کی مدت اگلی آیات میں بتائی جا رہی ہے کہ وہ تین سو نو برس تک اسی طرح غار میں سوتے رہے۔ تین سو نو سال تک کی مدت کوئی معمولی مدت نہیں ہوتی، اتنی مدت میں تو تین چار نسلیں گزر جاتی ہیں۔ اتنی لمبی مدت سوتے رہے، مگر نہ انہیں بھوک لگی اور نہ پیاس لگی اور نہ دوسرے کوئی بشری تقاضے، یہ بھی ایک قدرت کی نشانی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف اپنی قدرت کا کرشمہ بتلا دیا کہ ان نوجوانوں کو تین سو نو برس تک بغیر کچھ کھائے پیئے زندہ رکھا اور تین سو نو برس تک وہ اسی حالت میں سوتے بھی رہے اور زندہ بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں جو غیبی نظام بنایا تھا وہ یہ کہ فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا چنانچہ ہم نے ان کے کانوں کو تھپکی دے کر کئی

سال تک ان کو غار میں سُلائے رکھا۔

تین سو نو برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو جگایا اور انہیں اتنی لمبی مدت کی نیند کے بعد اس لئے جگایا تا کہ ان کے دو گروہوں میں سے کونسا گروہ اپنے سوئے ہوئے رہنے کی مدت کا زیادہ سہی شمار کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ کرشمہ اصحابِ کہف کو اس لئے بتایا تا کہ ان کے سامنے ان کی کمزوری بھی ظاہر ہو جائے اور رب دوالجلال کی قدرت اور اس کی کاریگری کا بھی علم واحساس ہو جائے اور انہیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ جس رب دوالجلال پر وہ ایمان لے آئے اس کی قدرت وطاقت کیلئے یہ مشکل نہیں ہے کہ مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرے۔ جو رب ذوالجلال تین سو نو برس تک نیند دے کر دوبارہ ان کو نیند سے جگا سکتا ہے وہی خدا انہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔ بعض مفسرین نے یہاں دو گروہوں سے متعلق یہ بات لکھی ہے کہ پہلے گروہ سے انہی میں کی وہ جماعت مراد ہے جنہوں نے اپنی نیند سے بیداری کے بعد یہ سوال کیا تھا کہ ہم کتنے دن رہے؟ دوسرے گروہ سے وہ جماعت مراد ہے جنہوں نے جواب میں یہ کہا کہ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ تم کتنے دن ٹھہرے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک گروہ سے اصحابِ کہف مراد ہیں اور دوسرے گروہ سے وہ بادشاہ مراد ہیں جو تین سو نو برس کی اس مدت میں یکے بعد دیگرے بادشاہ بنتے رہے۔

اصحابِ کہف کے اس واقعہ کو یوں بیان کیا جا رہا ہے: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ پیغمبر! ہم آپ کو پوری سچائی کے ساتھ اصحابِ کہف کی پوری خبر دیتے ہیں۔ اہلِ عرب میں اصحابِ کہف کو لے کر مختلف انداز میں واقعات گھڑ لئے گئے تھے اور وہ حقیقت سے بالکل بعید تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ سچائی پر مبنی اس واقعہ کو تفصیل سے یوں بیان کیا ہے:

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ یہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے۔ یہ کچھ نوجوان تھے (جن کی تعداد کی وضاحت اگلے دروس میں ہوگی) جو اپنے پروردگار کی وحدانیت کی تصدیق کر چکے تھے اور انہوں نے گواہی دی تھی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ ان نوجوانوں نے حق بات کو ایک ایسے ماحول میں قبول کیا تھا جہاں باطل کے مختلف راستے ان کے سامنے رائج تھے اور اس زمانے کے بڑے لوگ باطل دین میں غوطہ لگائے ہوئے تھے۔ یہ نوجوان وہ سعادت مند تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کیا۔ اس آیت سے یہ بات بھی محسوس ہوتی ہے کہ ہر زمانہ میں نوجوانوں نے پہلے حق بات کو قبول کیا ان بوڑھوں کے مقابلے میں جنہوں نے باطل کو اختیار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ میں بھی نوجوانوں نے پہلے اللہ اور اس کے رسول کی بات تسلیم کی اور قریش کے جو بوڑھے لوگ تھے وہ اپنے باطل دین پر ہی قائم رہے۔ طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو جوانی کی حالت میں نبی بنایا اور یہ آیت پڑھی: قَالُوْا

سَمِعۡنَا فَتًى يَّذۡكُرُهُمۡ يُقَالُ لَهٗۤ اِبۡرٰهِيۡمُ (الانبیاء:۶۰)

اس کے بعد یہ بات کہی گئی کہ وَ زِدۡنٰهُمۡ هُدًى ہم نے ان اصحابِ کہف کو ہدایت میں خوب ترقی دی تھی۔ اسی آیت سے یہ استدلال کیا گیا کہ آدمی کا ایمان بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی۔ ایمان لانے کے بعد جب آدمی اطاعت کرتا رہتا ہے تو اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جب آدمی نافرمانی کرنے لگتا ہے تو ایمان گھٹنے لگتا ہے، جیسا کہ سورۂ محمد کی آیت نمبر ۱۷ میں کہا گیا: وَالَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا زَادَهُمۡ هُدًى وَّاٰتٰهُمۡ تَقۡوٰٮهُمۡ اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کو وہ مزید ہدایت بخشتا ہے اور انکو پرہیزگاری عنایت کرتا ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۴ میں کہا گیا: فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فَزَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا وَّهُمۡ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ پس جو ایمان والے ہیں ان کا تو ایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔

﴿درس نمبر:۱۱۸۴﴾ ہم نے ان کے دل خوب مضبوط کر دیئے تھے ﴿الکھف:۱۴۔۱۵﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَّرَبَطۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اِذۡ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَنۡ نَّدۡعُوَاۡ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝۱۴ هٰٓؤُلَاۤءِ قَوۡمُنَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوۡلَا يَاۡتُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِسُلۡطٰنٍۢ بَيِّنٍ ؕ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۱۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَّرَبَطۡنَا اور ہم نے مضبوط کر دیا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ ان کے دلوں کو اِذۡ قَامُوۡا جب وہ کھڑے ہوئے فَقَالُوۡا تو انہوں نے کہا رَبُّنَا ہمارا رب رَبُّ السَّمٰوٰتِ (تو) آسمانوں کا رب ہے وَالۡاَرۡضِ اور زمین کا لَنۡ نَّدۡعُوَاۡ ہم ہرگز نہیں پکاریں گے مِنۡ دُوۡنِهٖۤ سوائے اس کے اِلٰهًا کسی اور معبود کو لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ البتہ تحقیق ہم نے کہی اِذًا شَطَطًا اس وقت ظلم و زیادتی والی بات ۝ هٰٓؤُلَاۤءِ قَوۡمُنَا یہ ہماری قوم اتَّخَذُوۡا انہوں نے بنا لیے ہیں مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اس (اللہ) کے سوا اٰلِهَةً کئی معبود لَوۡلَا کیوں نہیں يَاۡتُوۡنَ وہ لاتے عَلَيۡهِمۡ ان (کی عبادت) پر بِسُلۡطٰنٍۢ کوئی دلیل بَيِّنٍ واضح؟ فَمَنۡ پھر کون اَظۡلَمُ زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ اس شخص سے جس نے افۡتَرٰى باندھا عَلَى اللّٰهِ اللہ پر كَذِبًا جھوٹ؟ ۝۱۵

ترجمہ: اور ہم نے اُن کے دل خوب مضبوط کر دیئے تھے۔ یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب وہ اُٹھے اور انہوں نے کہا کہ: ''ہمارا پروردگار وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ ہم اُس کے سوا کسی کو معبود بنا کر ہرگز نہیں پکاریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم یقیناً انتہائی لغو بات کہیں گے O یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اُس پروردگار کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا رکھے ہیں۔ (اگر ان کا عقیدہ صحیح ہے تو) وہ اپنے معبودوں کے ثبوت میں کوئی واضح دلیل کیوں پیش نہیں کرتے؟ بھلا اُس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ہم نے ان کے دل خوب مضبوط کر دیئے تھے

۲۔یہ اس وقت کا ذکر ہے جب وہ اٹھے

۳۔انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے

۴۔ہم اس کے سوا کسی کو معبود بنا کر ہرگز نہیں پکاریں گے

۵۔اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم یقیناً انتہائی لغو بات کہیں گے

۶۔یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اس پروردگار کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا رکھے ہیں

۷۔وہ اپنے معبودوں کے ثبوت میں کوئی واضح دلیل کیوں پیش نہیں کرتے؟

۸۔بھلا اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟

اصحابِ کہف روم کے بادشاہ اور سرداروں کی اولاد میں سے تھے۔اس زمانہ کا جو بادشاہ دقیانوس تھا بڑا ظالم تھا۔وہ لوگوں کو بت پرستی کی دعوت دیتا تھا۔جب ان نوجوانوں نے تہوار کے موقع پر اپنے خاندانوں کے ساتھ بت پرستی کا یہ ماحول دیکھا تو انہیں ناگواری ہوئی اور وہ وہاں سے بھاگ گئے۔بھاگنے کی صورت یہ اختیار کی کہ ہر شخص علیحدہ علیحدہ فرار ہوا،لیکن ہوا ایسا کہ یہ سارے ایک ہی جگہ جمع ہو گئے۔پہلے ایک نوجوان شہر کے ایک درخت کے سایہ میں آکر بیٹھا،پھر دوسرا آیا،پھر تیسرا آیا،اس طرح سارے نوجوان ایک جگہ جمع ہو گئے۔جب سب جمع ہو گئے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ ہر شخص یہ بتائے کہ وہ اپنی قوم سے کیوں جدا ہوا؟اس پر ایک شخص بولا کہ میں تو اس لئے قوم سے جدا ہوا ہوں کہ میرے نزدیک میری قوم باطل پر ہے جو اللہ کے علاوہ دوسرے باطل معبودوں کو سجدہ کر رہی ہے، جبکہ عبادت کے لائق تو صرف اللہ ہے۔باقی سارے نوجوانوں نے بھی یہی بات کہی۔اس طرح وہ سارے سچے اور پکے مومن و مسلمان بھائی بن گئے اور ایک دوسرے کے ہمدرد بھی بن گئے۔وہاں انہوں نے ایک عبادت خانہ بھی بنالیا،جس میں وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے۔کسی نے ان نوجوانوں کا حال قوم تک پہنچا دیا اور یہ اطلاع اس وقت کے بادشاہ کو بھی ہوگئی۔بادشاہ نے ان نوجوانوں کو بلوایا اور ان سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا حال ہے؟اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کے دل کو مضبوط کر دیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کا حال یوں بیان کیا:وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا اور ہم نے اُن کے دل خوب مضبوط کر دیئے تھے۔یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب وہ اُٹھے اور انہوں نے کہا کہ:''ہمارا پروردگار وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ہم اُس کے سوا کسی کو معبود بنا کر ہرگز نہیں پکاریں گے۔اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم یقیناً انتہائی لغو بات کہیں گے۔ان نوجوانوں نے کسی خوف اور خطرہ کے بغیر پوری طرح نڈر ہو کر اپنا توحید والا عقیدہ بیان کر دیا اور ان نوجوانوں نے بادشاہ کو بھی دعوت دی کہ وہ بھی شرک کو چھوڑ کر توحید اختیار کر لے۔لیکن بادشاہ نے صاف انکار

کر دیا اور انہیں دھمکی دی اور ان کا لباس اتروا دیا اور انہیں مہلت دی کہ تم غور کرلو اور اپنی قوم کے دین میں واپس آ جاؤ۔ یہ مہلت ان نوجوانوں کے لئے زرین موقع ثابت ہوئی اور وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر وہاں سے فرار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو مضبوط کر دیا اور انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ لَنۡ نَّدۡعُوَاۡ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلٰـهًا ہم ہرگز کبھی اپنے رب کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔ اگر ہم اپنے رب کے سوا کسی اور کی عبادت کریں گے تو ہم بڑے ظلم اور زیادتی کرنے والے ہو جائیں گے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ اصحابِ کہف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ وہ لوگ نصرانی تھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ یہود کے علماء ان کی خبریں محفوظ رکھتے تھے اور اس کا اہتمام کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ وہ لوگ ایسی جگہ پر تھے جہاں کا بادشاہ ظالم تھا جو لوگوں کو بت پرستی کی تعلیم دیتا تھا۔ جب ان نوجوانوں نے یہ حال دیکھا تو وہاں سے نکل گئے۔ جب یہ نوجوان غائب ہو گئے تو لوگوں نے انہیں بہت تلاش کیا، مگر وہ مل نہ سکے، آخر کار ان کا معاملہ بادشاہ تک جا پہنچا۔ اس نے کہا کہ ان لوگوں کا قصہ آج کے بعد ایسا ہو گیا کہ کچھ لوگ اپنے شہر سے نکلے اور ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں گئے؟ بغیر کسی سزا اور جرم کے وہ غیب ہو گئے، جن کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔ پھر بادشاہ نے ایک تختی اور قلم منگوایا اور اس پر ان کے نام لکھے اور خزانے میں اس تختی کو رکھوا دیا اور ان کا قصہ تو وہ ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ رسولِ رحمت ﷺ کو بتلا دیا۔

ان نوجوانوں نے اپنی اس قوم کے بارے میں جن کے درمیان یہ رہا کرتے تھے یہ کہا کہ هٰٓؤُلَآءِ قَوۡمُنَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا رکھے ہیں۔ اگر یہ لوگ حق پر ہیں اور ان کے باطل معبود سچے ہیں تو پھر یہ لوگ اپنی بات پر واضح دلیل کیوں نہیں لے آتے؟ جس دین کو انہوں نے اختیار کیا ہے اس کے درست ہونے کے سلسلہ میں یہ دلیل کیوں نہیں رکھتے؟ پھر ان نوجوانوں نے کہا: فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا بھلا اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ یعنی ہماری قوم بڑی ظالم قوم ہے جنہوں نے شرک اختیار کرتے ہوئے اللہ پر جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں، یہ جھوٹے اور ظالم ہیں۔

﴿درس نمبر: ۱۱۸۵﴾ چلو! اب تم اس غار میں پناہ لے لو ﴿الکہف: ۱۶﴾

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَ اِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاۡوٗۤا اِلَى الۡكَهۡفِ يَنۡشُرۡ لَـكُمۡ رَبُّكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَيُهَيِّئۡ لَـكُمۡ مِّنۡ اَمۡرِكُمۡ مِّرۡفَقًا ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ اِذِ اور جب اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ تم الگ ہو گئے ہو ان سے وَمَا اور جن کی يَعۡبُدُوۡنَ وہ عبادت کرتے ہیں اِلَّا اللّٰهَ سوائے اللہ کے فَاۡوٗۤا تو تم پناہ لو اِلَى الۡكَهۡفِ اس غار کی طرف يَنۡشُرۡ لَـكُمۡ تم پر

پھیلا دے گا رَبُّكُمْ تمہارا رب مِّنْ رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت وَيُهَيِّئْ اور مہیا کردے گا لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْ اَمْرِكُمْ تمہارے کام میں مِّرْفَقًا آسانی ۞

ترجمہ: اور (ساتھیو!) جب تم نے اِن لوگوں سے بھی علیحدگی اختیار کرلی ہے اور اُن سے بھی جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں تو چلو! اب تم اُس غار میں پناہ لے لو، تمہارا پروردگار تمہارے لئے اپنا دامنِ رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے اسباب مہیا فرمائے گا۔''

تشریح: اس ایک آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ساتھیو! جب تم نے ان لوگوں سے بھی علیحدگی اختیار کرلی ہے

۲۔ان سے بھی جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں

۳۔تو چلو! اب تم اس غار میں پناہ لے لو

۴۔تمہارا پروردگار تمہارے لئے اپنا دامنِ رحمت پھیلا دے گا

۵۔تمہارے کام میں آسانی کے اسباب مہیا فرمائے گا۔

اصحابِ کہف اللہ تعالیٰ کی محبت اور عقیدۂ توحید کے جذبۂ خالص کے ساتھ اپنی بت پرست قوم سے جدا ہوگئے اور ان بتوں سے بھی کنارہ کش ہوگئے جن کی عبادت انکی قوم کے افراد کررہے تھے تو پوری طرح علیحدگی اختیار کرلینے کے بعد آپس میں کہنے لگے کہ تم نے اپنی قوم کو بھی چھوڑ دیا اور ان باطل معبودوں سے بھی کنارہ کشی اختیار کرلیا ہے۔ اب ہم دوبارہ اپنی قوم میں اگر جائیں تو ہمیں ان کے دین کو اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اس طرح تم جس جذبۂ توحید کے ساتھ اپنی قوم سے جدا ہوئے ہو تمہارا وہ عقیدہ باقی نہیں رہ جائے گا۔ اس لئے اب ہمارے لئے یہی ایک راستہ ہے کہ ہم جسمانی طور پر اپنی قوم سے دور ہوجائیں اور پہاڑ کے دامن میں موجود وسیع غار میں جا کر پناہ لے لیں۔ اس غار میں جا کر ہم ان مشرکین اور بت پرست لوگوں سے دور رہ کر یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔ اگر تم ایسا کروگے تو یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر اپنی رحمت کی خاص چادر اوڑھا دے گا اور تمہاری قوم سے تمہیں چھپائے رکھے گا اور تمہارے لئے اس معاملہ کو آسان بھی کردے گا۔ ظاہر ہے کہ اصحابِ کہف کیلئے یہاں ایک چیلنج بھی تھا کہ وہ اس غار میں جہاں کھانے پینے کے وسائل ہی نہیں ہیں کیسے رہ پائیں گے؟ ظاہری اسباب کا دور دور تک کوئی نام ونشان نہیں تھا، مگر اصحابِ کہف کا رب ذوالجلال کی قدرت ورحمت پر اس قدر یقین تھا کہ انہوں نے صاف طور پر اپنی زبانوں سے دل کی گہرائیوں اور مضبوط عقیدہ کے ساتھ کہہ دیا کہ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ تمہارا پروردگار تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا اور تمہارے مقصد میں آسانی مہیا فرمادے گا۔ ہم جس اچھے مقصد کیلئے اپنی قوم کو چھوڑ کر یہاں آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا، اس کی رحمت ہمیں تنہا نہیں چھوڑے گی۔ وہ ضرور ہمارے مقاصد اور دیگر امور میں آسان شکلیں اور صورتیں پیدا کرے گا۔

﴿درس نمبر:۱۱۸۶﴾ **وہ غار میں کشادہ حصے میں سوئے ہوئے تھے** ﴿الکھف:۱۷۔۱۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَتَرَى اور تو دیکھے گا الشَّمْسَ سورج کو اِذَا طَلَعَتْ جب وہ طلوع ہوتا ہے تَّزٰوَرُ تو جھک (ہٹ) جاتا ہے عَنْ كَهْفِهِمْ ان کے غار سے ذَاتَ الْيَمِيْنِ دائیں طرف کو وَاِذَا اور جب غَرَبَتْ وہ غروب ہوتا ہے تَّقْرِضُهُمْ تو ان سے کترا کر نکل جاتا ہے ذَاتَ الشِّمَالِ (ان کی) بائیں طرف سے وَهُمْ اور وہ فِيْ فَجْوَةٍ کھلی جگہ میں ہیں مِّنْهُ اس (غار) سے ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ یہ (واقعہ) اللہ کی نشانیوں میں سے ہے مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ جسے اللہ ہدایت دے فَهُوَ تو وہی ہے الْمُهْتَدِ ہدایت پانے والا وَمَنْ اور جسے يُّضْلِلْ وہ گمراہ کردے فَلَنْ تَجِدَ تو آپ ہرگز نہیں پائیں گے لَهٗ اس کے لیے وَلِيًّا کوئی دوست مُّرْشِدًا راہنمائی کرنے والا ۝ وَتَحْسَبُهُمْ اور آپ خیال کریں گے ان کو اَيْقَاظًا بیدار وَّهُمْ حالانکہ وہ رُقُوْدٌ سوئے ہوئے ہیں وَّنُقَلِّبُهُمْ اور ہم ان کی کروٹیں بدلتے ہیں ذَاتَ الْيَمِيْنِ دائیں طرف وَذَاتَ الشِّمَالِ اور بائیں طرف وَكَلْبُهُمْ اور ان کا کتا بَاسِطٌ پھیلائے ہوئے ہے ذِرَاعَيْهِ اپنے دونوں بازو بِالْوَصِيْدِ دہلیز پر لَوِ اطَّلَعْتَ اگر آپ جھانکیں عَلَيْهِمْ ان پر لَوَلَّيْتَ تو آپ پیٹھ پھیر لیں مِنْهُمْ ان سے فِرَارًا بھاگتے ہوئے وَّلَمُلِئْتَ اور ضرور بھر جائے آپ میں مِنْهُمْ ان کی رُعْبًا دہشت ۝

ترجمہ: اور (وہ غار ایسا تھا کہ) تم سورج کو نکلتے وقت دیکھتے تو وہ اُن کے غار سے دائیں طرف ہٹ کر نکل جاتا اور جب غروب ہوتا تو اُن سے بائیں طرف کترا کر چلا جاتا اور وہ اُس غار کے ایک کشادہ حصے میں (سوئے ہوئے) تھے۔ یہ سب کچھ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جسے وہ گمراہ کردے اُس کا تمہیں ہرگز کوئی مددگار نہیں مل سکتا جو اُسے راستے پر لائے O تم اُنہیں (دیکھ کر) یہ سمجھتے کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے اور ہم اُن کو دائیں اور بائیں کروٹ دلواتے رہتے تھے اور اُن کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے (بیٹھا) تھا۔ اگر تم اُنہیں جھانک کر دیکھتے تو اُن سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے اور تمہارے اندر اُن کی دہشت سما جاتی۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔تم سورج کو نکلتے وقت دیکھتے تو وہ ان کے غار سے دائیں طرف ہٹ کر نکل جاتا۔
۲۔جب سورج غروب ہوتا تو ان سے بائیں طرف کترا کر چلا جاتا
۳۔وہ اس غار کے ایک کشادہ حصے میں سوئے ہوئے تھے
۴۔یہ سب کچھ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے
۵۔جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے
۶۔جسے اللہ گمراہ کردے اس کا تمہیں ہرگز کوئی مددگار نہیں مل سکتا جو اسے راہ پر لائے
۷۔تم انہیں دیکھ کر یہ سمجھتے کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے
۸۔ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ دلواتے رہتے تھے
۹۔ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا
۱۰۔اگر تم انہیں جھانک کر دیکھتے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے اور تمہارے اندر ان کی دہشت سما جاتی۔

پچھلی آیات میں اصحابِ کہف کے غار میں پناہ لینے کی خبر دی گئی تھی۔ان آیات میں غار کے اندر کی منظر کشی کی جارہی ہے کہ جب اصحابِ کہف غار کے اندر چلے گئے اور غار میں پناہ لے لی تو کس طرح رب ذوالجلال نے اپنی قدرت اور مہربانی سے ان کے لئے حیرتناک غیبی انتظامات کئے؟ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے لئے ایک ایسا غار عطا فرمایا کہ روزانہ سورج مشرق سے نکلتا اور مغرب میں چھپ جاتا تھا، لیکن اس کی دھوپ اصحابِ کہف پر نہیں پڑتی تھی۔صورتِ حال اس طرح ہوتی تھی کہ جب سورج طلوع ہوکر چڑھتا تھا اور دھوپ پھیلتی تھی تو غار کی داہنی جانب سے اس طرح ہٹی ہوئی رہ جاتی تھی کہ اس کے دروازہ تک نہیں پہنچتی تھی اور جب سورج چھپنے لگتا تھا تو اس وقت جو تھوڑی بہت دھوپ ہوتی ہے وہ غار کی بائیں جانب رہ جاتی تھی۔یعنی شام کے وقت بھی اصحابِ کہف پر دھوپ نہیں پڑتی تھی۔اس کیفیت کے ساتھ دن کا گزر جانا اصحابِ کہف کے لئے بڑی نعمت تھی، اس لئے کہ اگر غار میں اصحابِ کہف پر دھوپ کی تپش پڑتی تو ان کے آرام وراحت میں خلل ہوجاتا۔ایک طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ایسی گہری نیند دے دی کہ وہ آرام سے سوئے رہے اور غار کا محل وقوع ایسا تھا کہ دھوپ ان پر نہیں پڑتی تھی، حالانکہ یہ لوگ غار میں وسیع اور کھلے ماحول میں تھے۔اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وفضل سے ان کو محفوظ نہ رکھتا تو سورج کی تپش سے ان کا حال بُرا ہوجاتا۔

اِس منظر کے بتلائے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرمارہے ہیں کہ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یہ سب کچھ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔یعنی اصحابِ کہف کا اللہ کی محبت میں اپنی قوم کو چھوڑنا اور ہمت وجرأت کے ساتھ اپنے شہر سے دور نکل جانا، ان نوجوانوں کا غار میں تین سونو برس تک باقی رہنا اور ان کے لئے سورج کے طلوع وغروب کا غار میں ایسا انداز رکھنا کہ سورج کی تپش ان پر نہ ہو۔یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ وہ ایسے مخلص بندوں کی اسی طرح حفاظت کرتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کی رحمت کے امیدوار بن کر غار میں پناہ لینا اور اللہ تعالیٰ کا ان پر آسانیاں فراہم کرنا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

اس کے بعد یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ مَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ ۚ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرۡشِدًا اللہ جسے ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کردے تو تم اس کے لئے کوئی مددگار اور راہ بتانے والا نہیں پاؤ گے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ جس کو چاہے ہدایت دے يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ (البقرہ:۱۴۲) وہ جسے چاہے سیدھی راہ کی ہدایت کرے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۸۸ میں کہا گیا: وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ سَبِيۡلًا جسے اللہ راہ بھلا دے تو ہرگز اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

اصحابِ کہف کے غار میں سوئے ہوئے ہونے کا منظر بتلایا جارہا ہے کہ تم انہیں دیکھ کر یہ سمجھتے ہو کہ وہ جاگ رہے ہیں، حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصحابِ کہف حقیقت میں سو رہے تھے، لیکن ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تاکہ دیکھنے والا ان کو غافل نہ سمجھے اور یہ سمجھے کہ یہ تو بیدار ہیں اور جب ان کے بیدار ہونے کا یقین ہوگا تو انہیں کوئی تکلیف بھی نہیں پہنچائیں گے۔ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ ان کی آنکھیں تو بند تھیں لیکن جسموں پر کوئی نیند کا اثر نہیں تھا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ لوگ ان کو دیکھ رہے ہیں جو ان کو دیکھ رہے ہیں۔

اس کے بعد اصحابِ کہف کے بارے میں یہ بات بیان کی گئی کہ وَّنُقَلِّبُهُمۡ ذَاتَ الۡيَمِيۡنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ دلواتے رہتے تھے۔ اصحابِ کہف کی حفاظت کیلئے یہ غیبی انتظام کر دیا گیا تھا کہ ان کے گہری نیند سوتے ہوئے ہونے کے باوجود وہ کروٹیں بدلتے رہتے تھے، کبھی دائیں جانب تو کبھی بائیں جانب۔ اگر تین سو نو برس تک کروٹ نہ بدلتے تو ظاہر ہے کہ زمین انہیں کھا جاتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کو سال میں ایک مرتبہ ایک جانب سے دوسری جانب پلٹ دیا جاتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سال میں دو مرتبہ ان کو دائیں سے بائیں جانب اور بائیں سے دائیں جانب پلٹ دیا جاتا تھا۔

وَكَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَيۡهِ بِالۡوَصِيۡدِ اصحابِ کہف کے کُتے کے سلسلہ میں یہاں یہ بات بتلائی گئی کہ ان کا کُتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا۔ اس سلسلہ میں مفسرین نے یہ بات بیان کی ہے کہ جب اصحابِ کہف غار کی طرف روانہ ہوئے تھے تو ان کے ساتھ ایک کُتا بھی لگ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کُتے کو الہام کر دیا تھا کہ وہ ان کے پیچھے ہو جائے اور غار کے دروازے پر ان اصحابِ کہف کی نگرانی کرے۔ کُتا ایک ایسا جانور ہے جو رات دن اپنے مالک کی نگرانی میں اس کے گھر کے دروازے پر پڑا ہوا رہتا ہے، جس طرح اصحابِ کہف کو ایک خاص قسم کی نیند دی گئی تھی اس کتے کو بھی اسی طرح کی نیند دی گئی تھی۔ اصحابِ کہف سوئے ہوئے تھے اور یہ کتا اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تین سو نو برس تک بیٹھا ہوا تھا۔

اصحابِ کہف کے بارے میں یہ بات بھی کہی گئی کہ اگر تم اصحابِ کہف کو جھانک کر دیکھتے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے اور تمہارے اندر ان کی دہشت سما جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف پر ایک خاص قسم کی ہیبت اور ان میں خاص قسم کا وقار ڈال دیا تھا کہ جو بھی ان کو دیکھے تو اس کے دل میں ہیبت چھا جائے۔ ان پر اس وقت تک یہ کیفیت چھائی رہی جب تک یہ سوئے رہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۸۷﴾ تمہارا رب بہتر جانتا ہے کہ تم کتنی دیر رہے ہو؟ ﴿الکھف:۱۹۔۲۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح بَعَثْنٰهُمْ ہم نے ان کو دوبارہ اٹھا کھڑا کیا لِيَتَسَآءَلُوْا تا کہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں بَيْنَهُمْ آپس میں قَالَ قَآئِلٌ کہا ایک کہنے والے نے مِّنْهُمْ ان میں سے كَمْ لَبِثْتُمْ کتنا (عرصہ) تم ٹھہرے ہو؟ قَالُوْا انہوں نے کہا لَبِثْنَا ہم ٹھہرے ہیں يَوْمًا ایک دن اَوْ یا بَعْضَ يَوْمٍ دن کا کچھ حصہ قَالُوْا انہوں نے کہا رَبُّكُمْ تمہارا رب اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِمَا لَبِثْتُمْ جتنا (عرصہ) تم ٹھہرے ہو فَابْعَثُوْٓا چنانچہ تم بھیجو اَحَدَكُمْ اپنے ایک آدمی کو بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اپنی اس چاندی کے ساتھ اِلَى الْمَدِيْنَةِ شہر کی طرف فَلْيَنْظُرْ چنانچہ چاہیے کہ وہ دیکھے اَيُّهَآ کونسا ان میں سے اَزْكٰى زیادہ پاکیزہ ہے طَعَامًا کھانا فَلْيَاْتِكُمْ پھر چاہیے کہ وہ لے آئے تمہارے پاس بِرِزْقٍ کھانا مِّنْهُ ان میں سے وَلْيَتَلَطَّفْ اور چاہیے کہ وہ نرمی (سے بات) کرے وَلَا يُشْعِرَنَّ اور آگاہ نہ کردے وہ بِكُمْ تمہارے معاملے سے اَحَدًا کسی کو ۝ اِنَّهُمْ بلاشبہ وہ اِنْ يَّظْهَرُوْا اگر مطلع ہوگئے عَلَيْكُمْ تم پر يَرْجُمُوْكُمْ تو وہ تمہیں سنگسار کردیں گے اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ یا وہ تمہیں لوٹا لیں گے فِيْ مِلَّتِهِمْ اپنے دین میں وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اور ہرگز تم فلاح نہیں پاؤ گے اِذًا اس وقت اَبَدًا کبھی بھی ۝

ترجمہ: اور (جیسے ہم نے انہیں سلایا تھا) اسی طرح ہم نے اُنہیں اٹھا دیا تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں۔ اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا: ''تم اس حالت میں کتنی دیر رہے ہوگے؟'' کچھ لوگوں نے کہا: ''ہم ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم (نیند میں) رہے ہوں گے۔'' دوسروں نے کہا: ''تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ تم کتنی دیر اس حالت میں رہے ہو؟ اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو، وہ جا کر دیکھ بھال کرے کہ اس کے کونسے علاقے میں زیادہ پاکیزہ کھانا (مل سکتا) ہے؟ پھر تمہارے پاس وہاں سے کچھ کھانے کو لے

آئے اور اُسے چاہئے کہ ہوشیاری سے کام کرے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے (۱۹) کیونکہ اگر ان (شہر کے) لوگوں کو تمہاری خبر مل گئی تو یہ تمہیں پتھراؤ کر کے ہلاک کر ڈالیں گے یا تمہیں اپنے دین میں واپس آنے کے لئے مجبور کریں گے اور ایسا ہوا تو تمہیں کبھی فلاح نہیں مل سکے گی۔

تشریح: ان دو آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اسی طرح ہم نے انہیں اٹھادیا تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں

۲۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم اس حالت میں کتنی دیر رہے ہوگے؟

۳۔ کچھ لوگوں نے کہا ہم ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم نیند میں رہے ہوں گے

۴۔ دوسروں نے کہا تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ تم کتنی دیر اس حالت میں رہے ہو؟

۵۔ اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو

۶۔ وہ جا کر دیکھ بھال کرے کہ اس کے کونسے علاقہ میں زیادہ پاکیزہ کھانا مل سکتا ہے؟

۷۔ پھر تمہارے پاس وہاں سے کچھ کھانے کو لے آئے

۸۔ اسے چاہئے کہ ہوشیاری سے کام لے

۹۔ کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے

۱۰۔ کیونکہ اگر ان لوگوں کو تمہاری خبر مل گئی تو یہ تمہیں پتھراؤ کر کے ہلاک کر ڈالیں گے یا تمہیں اپنے دین میں واپس آنے کیلئے مجبور کریں گے

۱۱۔ ایسا ہوا تو تمہیں کبھی فلاح نہیں مل سکے گی

اصحابِ کہف تین سو نو برس تک اس غار میں گہری نیند سوئے رہے۔ ان کے سونے کی مدت کا تذکرہ اسی سورت کی آیت نمبر ۲۵ میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں اصحابِ کہف کے نیند سے اٹھائے جانے کا ذکر فرما رہے ہیں کہ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ اسی طرح ہم نے انہیں اٹھایا یعنی ان کو اس گہری نیند سے جگا دیا۔ تین سو نو برس کی اس طویل مدت کے بعد انہیں جگایا گیا اور یہ سبق دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر غور کرو کہ جو پروردگار اصحابِ کہف کو بغیر کھائے پیئے تین سو نو برس تک گہری نیند میں رکھتے ہوئے زندہ رکھ سکتا ہے اور پھر انہیں اتنی لمبی مدت کے بعد دوبارہ جگا سکتا ہے وہی پروردگار تم سب کے مرنے اور گل سڑ جانے اور تمہاری ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرنے کی طاقت وقدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں یہ بات بتلا رہے ہیں کہ جس طرح ہم نے اصحابِ کہف کے ایمان میں اضافہ کیا اور ہم نے ان کو گہری نیند سلا دیا اور ان کے جسموں کو گل سڑ جانے سے محفوظ رکھا اور ہم نے ان کو بغیر کھائے پیئے طویل زمانہ تک زندہ باقی رکھا اور ہم ان کی کروٹیں بدلتے رہے تاکہ ان کو مٹی نہ کھا جائے۔ بالکل اسی طرح

ہم نے دوبارہ ان کو جگایا اور بیدار کیا، اس موت کے مشابہ نیند سے ہم نے ان کو گویا زندہ کر دیا۔ یہ سب کچھ ہم نے اس لئے کیا تا کہ یہ لوگ ہماری قدرت کو جانیں اور لوگوں کے ساتھ ایسا عجیب کرشمہ بتلائیں اور وہ اس واقعہ سے روشنی حاصل کر سکیں اور آپس میں یہ سوال کر سکیں کہ وہ کتنی مدت تک اس غار میں اسی حالت میں سوئے رہے؟

چنانچہ جب اصحابِ کہف بیدار ہوئے تو ان میں سے کسی کہنے والے نے یہ کہا کہ کَمْ لَبِثْتُمْ تم کتنی مدت ٹھہرے ہو گے؟ تا کہ یہ معلوم تو ہو کہ واقعی نیند کی مدت کیا تھی؟ وہ لوگ آپس میں ہی جواب دینے لگے کہ لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ ہم ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ سوئے ہوں گے۔ جبکہ یہ لوگ تین سو نو برس تک سوئے ہوئے تھے۔ وہ لوگ آپس میں یہ تبصرہ کرنے لگے کہ ہم یقینی طور پر تو کچھ کہہ نہیں سکتے، ہاں! ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ سوئے ہوں گے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب وہ سوئے تھے تو صبح کا وقت تھا اور جب بیدار ہوئے تو شام کا وقت تھا، اس لئے ان کو ایسا لگا کہ وہ ایک ہی دن سوئے ہوں گے۔ اس کے بعد خود انہوں نے یہ بات خود سے کہی کہ قطعی طور پر ہم کہہ نہیں سکتے کہ ہم کتنی مدت سوئے رہے؟ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ تمہارا رب بہتر جانتا ہے کہ تم لوگ کتنی مدت ٹھہرے رہے۔

جب اصحابِ کہف بیدار ہو گئے تو اب بشری تقاضہ کے مطابق جیسے عام لوگوں کو بھوک لگتی ہے ان کو بھی بھوک لگنی شروع ہوئی۔ اب ان کا دماغ کھانے پینے کی طرف چلا گیا تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا وہ جا کر دیکھ بھال کرے کہ اس کے کونسے علاقہ میں پاکیزہ کھانا مل سکتا ہے؟ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اصحابِ کہف اپنے ساتھ اپنے گھروں سے درہم یا چاندی کے سکّے وغیرہ لے آئے تھے تا کہ ضرورت پر وہ کام آ سکیں۔ جس شہر کی طرف آدمی بھیجنے کا حکم دیا جا رہا تھا تا کہ کھانا لے آئے اس شہر کا نام مفسرین نے ''طرطوس'' لکھا ہے اور وہ اصحابِ کہف اسی شہر سے نکلے تھے۔ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى سے مراد ان کی یہی تھی کہ جو بھی کھانا حلال پاک اور زیادہ نفع بخش ہو اور قیمت میں بھی سستا ہو وہ مناسب مقدار میں لے آئے۔ جب کھانا لے آنے کے لئے وہ کسی کو بھیج رہے تھے تو اس کو یہ ہدایت بھی دے رہے تھے کہ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا جانے والے کو چاہئے کہ ہوشیاری سے کام لے۔ یعنی حوش تدبیری سے کام لے اور تمہارے بارے میں کہ تم غار میں پناہ لئے ہوئے ہو اس کی کسی کو وہ اطلاع بھی نہ دے اور اس راز دارانہ انداز میں یہ شخص جائے کہ کسی کو تمہاری اطلاع بھی نہ ہو۔ یعنی شہر میں داخل ہوتے وقت اور چیزیں خریدتے وقت اور شہر سے باہر نکلتے وقت اس قدر محتاط رویہ رہے کہ کسی کو اس بات کا علم نہ ہو کہ ہم غار میں پناہ لئے ہوئے ہیں، اس لئے کہ اگر دقیانوس نامی بادشاہ کے لوگوں کو تمہاری اطلاع ہو جائے گی تو وہ تمہیں پتھروں سے مار کر ہلاک کر دیں گے یا تم پر زبردستی کریں گے کہ تم دوبارہ ان کے مذہب کی طرف لوٹ جاؤ۔ ظاہر ہے کہ اگر تم

اس قوم کے دین و مذہب کی طرف لوٹ کر چلے جاؤ گے تو یاد رکھو کہ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا اگر ایسا ہوا تو تم ہرگز کبھی بھی فلاح و کامرانی پا نہیں سکو گے۔ تمہاری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جائیں گے، اگر تم اس قوم کے باطل مذہب کی طرف لوٹ کر چلے جاؤ گے۔

﴿درس نمبر: ۱۱۸۸﴾ کچھ لوگوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنا دو ﴿الکھف: ۲۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح اَعْثَرْنَا ہم نے مطلع کر دیا عَلَيْهِمْ ان پر (لوگوں کو) لِيَعْلَمُوْٓا تا کہ وہ جان لیں اَنَّ کہ بلاشبہ وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ حَقٌّ حق ہے وَّاَنَّ اور بلاشبہ السَّاعَةَ قیامت لَا رَيْبَ نہیں کوئی شک فِيْهَا اس میں اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ جب وہ ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے بَيْنَهُمْ باہم اَمْرَهُمْ ان کے معاملے میں فَقَالُوا تو انہوں نے کہا ابْنُوْا تم بناؤ عَلَيْهِمْ ان پر بُنْيَانًا ایک عمارت رَبُّهُمْ ان کا رب اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِهِمْ ان کو قَالَ الَّذِيْنَ کہا ان لوگوں نے جو غَلَبُوْا غالب آئے تھے عَلٰٓى اَمْرِهِمْ ان کے معاملے پر لَنَتَّخِذَنَّ البتہ ہم ضرور بنائیں گے عَلَيْهِمْ ان پر مَّسْجِدًا ایک مسجد ۝۲۱

ترجمہ: اور یوں ہم نے اُن کی خبر لوگوں تک پہنچا دی تا کہ وہ یقین سے جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، نیز یہ کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، اُس میں کوئی شک نہیں۔ (پھر وہ وقت بھی آیا) جب لوگ ان کے بارے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے، چنانچہ کچھ لوگوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنا دو۔ ان کا رب ہی ان کے معاملے کو بہتر جانتا ہے۔ (آخر کار) جن لوگوں کو ان کے معاملات پر غلبہ حاصل تھا انہوں نے کہا کہ: ''ہم تو ان کے اوپر ایک مسجد ضرور بنائیں گے۔''

تشریح: اس ایک آیت میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یوں ہم نے ان کی خبر لوگوں تک پہنچا دی

۲۔ تا کہ وہ یقین سے جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے

۳۔ نیز یہ کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے

۴۔ اس میں کوئی شک نہیں

۵۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب لوگ ان کے بارے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے

۶۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنا دو

۷۔ان کا رب ہی ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے

۸۔جن لوگوں کو ان کے معاملات پر غلبہ حاصل تھا

۹۔انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے اوپر ایک مسجد ضرور بنائیں گے

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کو برسوں گہری نیند سلایا اسی طرح ان کو اٹھایا اور اصحاب کہف کو برسوں کی گہری نیند کے بعد صحیح سالم بیدار کیا اور ان اصحابِ کہف کے حالات کی خبر ان لوگوں کو دی جو اللہ تعالیٰ کی اس قدرت پر کہ مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا شک کیا کرتے تھے اور وہ لوگ قیامت کے واقع ہونے کے بارے میں بھی شک میں پڑے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے اس واقعہ کو اس بات پر دلیل اور حجت بنا دیا۔ جو شخص اصحابِ کہف کے ان حالات کا مشاہدہ کرے گا وہ اس خبر کی تصدیق کرے گا اور اللہ کے اس وعدہ کو سچا جانے گا کہ انہیں مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے، اس لئے کہ اصحابِ کہف کی تین سو نو برس کی یہ نیند موت کی طرح تھی۔ جب وہ تین سو نو برس کے بعد دوبارہ بیدار ہو سکتے ہیں تو ضرور انسان بھی مرنے کے بعد زندہ ہوگا۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں اصحابِ کہف غار میں داخل ہوئے تھے اس زمانہ میں دقیانوس بادشاہ تھا اور وہ بادشاہ مر گیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے بادشاہ آتے جاتے رہے۔ آخر میں ایک نیک شخص اس علاقہ کا بادشاہ بنا۔ اس نیک شخص کے زمانہ میں یہ بات تو لوگ جانتے تھے کہ مرنے کے بعد حشر نشر ہوگا، لیکن چند لوگوں نے یہ کہا کہ روحوں کو جمع کیا جائے گا، اس لئے کہ جسم کو تو مٹی کھا جائے گی، ان لوگوں نے جسموں کے ساتھ روحوں کے قیامت کے دن جمع ہونے کا انکار کیا اور بعض لوگوں نے یہ کہا کہ جسم اور روح دونوں کو اٹھایا جائے گا۔ اس وقت جو نیک بادشاہ تھا اس کو لوگوں کے درمیان اس اختلاف سے حیرانی ہوگئی اور اصل حقیقت کو جاننے کیلئے اس نے اتنا اہتمام کیا کہ ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے اور راکھ پر بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا رہا کہ ہمیں کوئی ایسی دلیل مل جائے جس سے یہ واضح ہو جائے کہ روح اور جسم دونوں قیامت کے دن اٹھائے اور جمع کئے جائیں گے۔ اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کو ان کی نیند سے بیدار کیا اور بادشاہ کے اس شک کا ازالہ کر دیا گیا۔ اصحابِ کہف کو دیکھ کر بادشاہ نے کہا کہ یہ تو وہی لوگ معلوم ہوتے ہیں جو دقیانوس نامی بادشاہ کے زمانہ میں شہر سے چلے گئے تھے۔ میں دعا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان کو دکھا دے۔ اس طرح لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت برحق ہے۔

اصحابِ کہف باہر نکل کر واپس غار میں چلے گئے یا بعد میں انہیں موت آئی یا غار ہی میں انہیں موت آ گئی اس سلسلہ میں کوئی وضاحت نہیں ملتی۔ البتہ قرآنِ مجید کی آیتوں سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ وہ غار ہی میں وفات پا گئے۔

صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں کہ جب بادشاہ کو ان لوگوں کا پتہ چلا تو اس نے وہاں جا کر ان لوگوں سے ملاقات کی اور دیکھا کہ ان کے چہرے روشن ہیں اور کپڑے بھی خراب نہیں ہیں۔ اصحابِ کہف نے بادشاہ کو وہ

حالات سنائے جو دقیانوس کے زمانہ میں پیش آئے تھے۔ ابھی باتیں ہو ہی رہی تھیں اصحاب کہف نے بادشاہ سے کہا کہ ہم تجھے اللہ کے سپرد کرتے ہیں، تجھ پر اللہ کا سلام ہو اور اس کی رحمت ہو۔ اللہ تیری حفاظت کرے اور تیرے ملک کی بھی حفاظت کرے اور ہم تجھے انسانوں اور جنات کے شر سے اللہ کی پناہ میں دیتے ہیں۔ یہ کہا اور وہ واپس اندر اپنی جگہوں پر چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری فرمادی۔ پھر بادشاہ نے انہیں لکڑی کے تابوتوں میں دفن کردیا اور غار کے منہ پر مسجد بنادی۔

اس کے بعد اصحابِ کہف کے سلسلہ میں دو گروہوں میں اختلاف ہوا۔ جن لوگوں کو ان کے معاملات میں غلبہ حصل تھا انہوں نے کہا کہ ہم ان کے غار کے دروازہ کو بند کردیں گے اور ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیں گے، اس لئے کہ یہ ہمارے دین پر تھے۔ ہم اس پر ایک عمارت بنادیں گے تاکہ لوگ ان کے غار کے اندر داخل نہ ہوں۔ اللہ ہی ان کی حالت سے باخبر ہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۸۹﴾ **کہہ دو کہ میرا رب ہی ان کی صحیح تعداد کو جانتا ہے** ﴿الکھف:۲۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا ۢ بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ڎ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: سَيَقُوْلُوْنَ عنقریب وہ (لوگ) کہیں گے ثَلٰثَةٌ (کہ وہ) تین تھے رَّابِعُهُمْ ان کا چوتھا كَلْبُهُمْ ان کا کتا تھا ۚ وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے خَمْسَةٌ (وہ) پانچ تھے سَادِسُهُمْ ان کا چھٹا كَلْبُهُمْ ان کا کتا تھا رَجْمًا (یہ تو) رائے زنی کرنا ہے بِالْغَيْبِ بغیر علم کے وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے سَبْعَةٌ (وہ) سات تھے وَّثَامِنُهُمْ اور ان کا آٹھواں كَلْبُهُمْ ان کا کتا تھا قُلْ رَّبِّيْٓ کہہ دیجئے میرا رب اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِعِدَّتِهِمْ ان کی تعداد مَّا يَعْلَمُهُمْ نہیں جانتے ان (کے حال) کو اِلَّا قَلِيْلٌ مگر بہت تھوڑے سے لوگ ہی فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ سو نہ جھگڑا کریں آپ ان کی بابت اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا مگر جھگڑا سرسری وَّلَا تَسْتَفْتِ اور نہ پوچھئے آپ فِيْهِمْ ان کے بارے میں مِّنْهُمْ ان میں سے اَحَدًا کسی سے بھی ۝

ترجمہ: کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین آدمی تھے اور چوتھا اُن کا کتا تھا اور کچھ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا اُن کا کتا تھا۔ یہ سب اٹکل کے تیر چلانے کی باتیں ہیں اور کچھ کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ کہہ دو کہ: ''میرا رب ہی ان کی صحیح تعداد کو جانتا ہے۔ تھوڑے سے لوگوں کے سوا کسی کو ان کا پورا علم نہیں۔'' لہٰذا ان کے بارے میں سرسری گفتگو سے آگے بڑھ کر کوئی بحث نہ کرو اور نہ ان کے بارے میں کسی سے پوچھ گچھ کرو۔

تشریح: اس ایک آیت میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین آدمی تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا

۲۔ کچھ کہیں گے کہ وہ پانچ آدمی تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا

۳۔ یہ سب اٹکل کے تیر چلانے کی باتیں ہیں

۴۔ کچھ کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا

۵۔ کہہ دو کہ میرا رب ہی ان کی صحیح تعداد کو جانتا ہے

۶۔ تھوڑے سے لوگوں کے سوا کسی کو ان کا پورا علم نہیں

۷۔ لہٰذا ان کے بارے میں سرسری گفتگو سے آگے بڑھ کر کوئی بحث نہ کرو

۸۔ نہ ان کے بارے میں کسی سے پوچھ گچھ کرو

اصحابِ کہف کتنے تھے؟ ان کے غائب ہو جانے کے بعد اختلاف ہو گیا۔ رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ میں اہلِ کتاب اور مسلمان اصحابِ کہف کے قصہ میں کھوج میں لگ گئے۔ انہوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے اصحابِ کہف کے بارے میں پوچھا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اس سلسلہ میں وحی کا انتظار فرمایا اور اس وقت تک ان کے سوالات کا جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ اصحابِ کہف تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا اور دوسرے کچھ لوگوں نے کہا کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مختلف باتوں کے بارے میں پہلے تو یہ فرمایا کہ رَجْمًا بِالْغَيْبِ یہ لوگ اٹکل کی تیر مارتے ہیں۔ یعنی بغیر کسی سند، دلیل اور علم کے یوں ہی کہہ دیتے ہیں کہ تین تھے اور چوتھا کتا تھا، پانچ تھے چھٹواں کتا تھا۔ یہ تو صرف اندازے اور گمان کی باتیں ہیں، قطعی اور یقینی تعداد نہیں ہے جو وہ کہہ رہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ اصحابِ کہف سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ اس قول کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی بات نہیں کہی۔ پہلے دو قول جو لوگوں کے تھے اس کے بعد کہا کہ یہ اٹکل کی تیر ہے، لیکن جب یہ کہا کہ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار کی۔ اس سے یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ حقیقت میں اصحابِ کہف سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ صاحبِ روح المعانی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ یہ اقوال یعنی تین تھے یا پانچ تھے یا سات تھے یہ رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ کے لوگوں کے ہیں۔ پہلا قول یہودیوں کا ہے کہ انہوں نے اصحابِ کہف کی تعداد یہ بتلائی کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا اور دوسرا قول نصاریٰ کا تھا جو نجران سے آئے ہوئے تھے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹواں ان کا کتا تھا اور تیسرا قول بعض مسلمانوں کا تھا کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ " پیغمبر! آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میرا رب اصحابِ کہف کی تعداد کو خوب جانتا ہے، ان کی سہی تعداد کو تھوڑے سے لوگ ہی جانتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی میں سے ہوں جن کو ان کی تعداد کا علم ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ان کی تعداد سات تھی اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ اہلِ کتاب سے اصحابِ کہف کے بارے میں بحث و مباحثہ مت کیجئے۔ ہاں! اس سلسلہ میں سرسری گفتگو کر لیں، اتنا ہی کافی ہے۔ اس سلسلہ میں گہرائی سے اہلِ کتاب سے گفتگو کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے کہ آپ ان سے اس قدر ہی بات بیان کر دیں جتنی بات وحی کے ذریعہ آپ کو بتلا دی گئی، اس سے زیادہ بات نہ کریں۔ بحث و مباحثہ کے سلسلہ میں قرآنِ مجید کی دوسری آیات میں بھی یہ ہدایت دی گئی ہے کہ بھلے طریقہ سے اچھے انداز میں ان سے بات کی جائے۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۴۶ میں کہا گیا: وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اور اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر ایسے طریق سے کہ نہایت اچھا ہو۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۲۵ میں کہا گیا: وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔ اس سلسلہ میں رسولِ رحمت ﷺ کو ایک اور ہدایت یہ دی گئی کہ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِیْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا اصحابِ کہف کے بارے میں ان اہلِ کتاب سے آپ کوئی سوال بھی نہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حقیقتِ حال سے باخبر کر دیا ہے، بس یہی کافی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ ان سے کوئی سوال ہرگز مت کیجئے۔ جب آپ پر وحی آ چکی ہے اور قرآنِ مجید کی روشنی آ چکی ہے تو آپ کو اہلِ کتاب سے اس معاملہ میں کوئی معلومات حاصل کرنے کی حاجت ہی نہیں ہے۔ قرآنِ مجید آپ کے لئے کافی ووافی ہے۔

﴿درس نمبر: ۱۱۹۰﴾ جب کبھی بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلو ﴿الکھف: ۲۳۔۲۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا ۙ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَقُوْلَنَّ اور آپ قطعاً نہ کہیں لِشَایْءٍ کسی چیز کے متعلق اِنِّیْ بلاشبہ میں فَاعِلٌ کرنے والا ہوں ذٰلِکَ غَدًا یہ کل ۙ اِلَّآ اَنْ مگر یہ کہ یَّشَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہے وَاذْكُرْ اور یاد کریں رَّبَّکَ اپنے رب کو اِذَا نَسِیْتَ جب آپ بھول جائیں وَقُلْ اور کہیے عَسٰٓی اَنْ امید ہے کہ یَّهْدِیَنِ مجھے ہدایت دے دے رَبِّیْ میرا رب لِاَقْرَبَ قریب تر راستے کی مِنْ هٰذَا اس سے رَشَدًا بھلائی کی ۝

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) کسی بھی کام کے بارے میں کبھی یہ نہ کہو کہ میں یہ کام کل کرلوں گا O ہاں (یہ کہو کہ)

اللہ چاہے گا تو (کرلوں گا) اور جب کبھی بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلو اور کہو: ''مجھے امید ہے کہ میرا رب کسی ایسی بات کی طرف میری رہنمائی کردے جو ہدایت میں اس سے بھی زیادہ قریب ہو۔''

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! کسی بھی کام کے بارے میں کبھی یہ نہ کہو کہ میں یہ کام کل کرلوں گا

۲۔ ہاں ! یہ کہو کہ اللہ چاہے گا تو کرلوں گا

۳۔ جب کبھی بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلو

۴۔ کہو! مجھے امید ہے کہ میرا رب کسی ایسی بات کی طرف میری رہنمائی کردے جو ہدایت میں اس سے بھی زیادہ قریب ہو

دنیا کا یہ نظام اللہ کی مشیت یعنی اسکے ارادے سے چل رہا ہے۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کے چھوٹے بڑے سارے کاموں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہوا، ہو رہا ہے اور ہوگا وہ سب اللہ ہی کے ارادے سے ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ؎

کیا فائدۂ فکرِ بیش و کم سے ہوگا ہم کیا ہیں جو کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

ہم سب بندے ہیں۔ ہم کو نہ مختارِ کُل بنایا گیا اور نہ ہی مجبور محض بنایا گیا بلکہ ہمارے اندر محدود قوتیں، طاقتیں اور صلاحیتیں رکھی گئیں، جن سے ہم دنیا کے یہ مختلف کام انجام دیتے ہیں، ہم بہت سے منصوبے بناتے ہیں، مگر ضروری نہیں ہوتا کہ وہ سارے منصوبے پورے ہی ہوں۔ ہم بہت سے کاموں کا ارادہ کرتے ہیں، یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ہر ارادہ مکمل ہو جائے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظام ہی ایسا بنایا ہے کہ انسان کے بعض ارادے پورے ہوتے ہیں اور بعض ارادے ٹوٹ جاتے ہیں۔ جب انسان کے ارادے ٹوٹ جاتے ہیں تو انسان اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے کہ اس زمین میں وہ مختارِ کل نہیں ہے، اس کا ارادہ اسی وقت پورا ہوگا جب اس ارادہ کے ساتھ اللہ کا ارادہ ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں ایک اہم بات یہ بتلائی کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمْ ارادوں کے ٹوٹنے سے میں نے میرے رب کو پہچانا۔ یعنی جب میرا ارادہ ٹوٹ جاتا ہے تو میں یقین کرلیتا ہوں کہ میرے ارادوں کا ٹوٹنا اس بات کی علامت ہے کہ میں بندہ ہوں اور اسی کے ساتھ یہ نتیجہ میری نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے کہ جس کے ارادے پورے ہوتے ہیں وہ ایک ہی رب ہے۔ بندۂ مومن کو اپنے تمام کاموں کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا چاہئے، بالخصوص مستقبل میں جن کاموں کے کرنے کا ارادہ ہو وہاں اس کی نگاہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانا چاہئے اور اس کی زبان سے اس وقت یہ مومنانہ مبارک جملہ نکلنا چاہئے کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اگر اللہ نے چاہا۔ جب بندۂ مومن اپنے مستقبل کے کاموں کو اللہ کی مشیت اور ارادہ سے جوڑ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کے کام کو اچھے انجام تک

پہنچا دیتے ہیں۔ اِس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ اے پیغمبر! کسی بھی کام کے بارے میں کبھی یہ نہ کہو کہ یہ کام کل کروں گا۔ ہاں! یہ کہو کہ اللہ چاہے گا تو کرلوں گا۔ اپنے کاموں کو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے جوڑ لو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میں آج رات ستر عورتوں کے پاس جاؤں گا، ہر ایک عورت ان میں سے ایک لڑکا جنے گی اور یہ سارے لڑکے اللہ کے راستہ میں قتال کریں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس وقت ان شاء اللہ نہیں کہا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان ستر عورتوں سے مباشرت کی مگر ان میں سے کسی کے ہاں بھی کوئی لڑکا نہیں ہوا، سوائے ایک عورت سے کہ اس سے بھی آدھا انسان پیدا ہوا (یعنی نامکمل)۔ رسولِ رحمت ﷺ نے یہ واقعہ بیان فرمایا اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیتے تو اپنی مراد کو پالیتے اور محروم نہ رہتے اور وہ سارے ستر بچے بڑے ہوکر گھوڑوں پر سوار ہوکر اللہ کی راہ میں لڑتے۔ سورۂ بقرہ میں بنی اسرائیل سے متعلق ایک مقتول کی تفتیش کیلئے ایک گائے ذبح کرنے کا بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل نے اپنی شرارت کے مطابق اس گائے کے سلسلہ میں یکے بعد دیگرے سوالات شروع کردیئے اور جیسے جیسے وہ گائے سے متعلق سوالات کرتے گئے کہ وہ کیسی ہو؟ اس کا رنگ کیسا ہو؟ وغیرہ تو ان کے لئے شرائط بھی بڑھائے جاتے رہے۔ وہ اس گائے کے پانے میں اس وقت تک کامیاب نہ ہوئے جب تک کہ انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۷۰ میں بنی اسرائیل کا اس موقع پر کہا ہوا یہ جملہ یوں موجود ہے: وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ اگر اللہ نے چاہا تو ہم پالیں گے۔ چنانچہ وہ گائے انہیں مل گئی جس کو ذبح کردیا گیا۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ جب کبھی بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلو۔ بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وعدہ کرتے وقت جب ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب بھی یاد آجائے ان شاء اللہ کہہ لو۔ جب بھی ہم مستقبل سے متعلق کسی کام کے بارے میں یہ کہیں کہ یہ کام میں کرلوں گا اور ان شاء اللہ کہنا بھول جائیں تو جب بھی یاد آجائے ان شاء اللہ کہہ لیں، چاہے زیادہ وقت ہی گزر جائے۔ اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے یہ کہا جارہا ہے کہ وَقُلْ عَسٰٓى۔ الخ۔ آپ کہئے کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب کسی ایسی بات کی طرف میری رہنمائی کردے جو ہدایت میں اس سے بھی زیادہ قریب ہو۔

اصحابِ کہف غار میں تین سو نو سال رہے

درس نمبر: ۱۱۹۱ — الکہف: ۲۵۔۲۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۫ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَبِثُوْا اور وہ ٹھہرے فِيْ كَهْفِهِمْ اپنے غار میں ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ تین سو سال وَازْدَادُوْا اور زیادہ رہے (اس سے) تِسْعًا نو (سال) ۝ قُلِ آپ کہہ دیجئے اللّٰهُ اَعْلَمُ اللہ ہی خوب جانتا ہے بِمَا اس (مدت) کو جو لَبِثُوْا وہ ٹھہرے ۚ لَهٗ اسی کے لیے ہے غَيْبُ السَّمٰوٰتِ غیب آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا اَبْصِرْ بِهٖ کیا ہی خوب دیکھنے والا ہے وہ وَاَسْمِعْ اور کیا ہی خوب سننے والا ہے مَا لَهُمْ نہیں ہے ان کے لیے مِّنْ دُوْنِهٖ اس (اللہ) کے سوا مِنْ وَّلِيٍّ کوئی دوست ۫ وَّلَا يُشْرِكُ اور وہ شریک نہیں کرتا فِيْ حُكْمِهٖٓ اپنے حکم میں اَحَدًا کسی کو بھی ۝

ترجمہ: اور وہ (اصحاب کہف) اپنے غار میں تین سو سال اور مزید نو سال (سوتے) رہے (۲۵) (اگر کوئی اس میں بحث کرے تو) کہہ دو کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت (سوتے) رہے۔ آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اُسی کے علم میں ہیں۔ وہ کتنا دیکھنے والا اور کتنا سننے والا ہے؟ اُس کے سوا ان کا کوئی رکھوالا نہیں ہے اور وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ اصحابِ کہف اپنے غار میں تین سو نو سال سوئے رہے

۲۔ اگر کوئی اس معاملہ میں بحث کرے تو کہہ دو کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت سوئے رہے؟

۳۔ آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اللہ ہی کے علم میں ہیں

۴۔ وہ کتنا دیکھنے والا اور اور کتنا سننے والا ہے؟

۵۔ اس کے سوا ان کا کوئی رکھوالا نہیں ہے

۶۔ وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا

اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے سلسلہ میں اپنی آفاقی کتاب میں اس بات کی بھی خبر دی کہ اصحابِ کہف غار میں تین سو نو برس تک رہے اور اس پوری مدت میں وہ نیند کی حالت میں تھے، انہیں موت نہیں آئی تھی بلکہ انہیں خاص قسم کی ایسی گہری نیند دی گئی تھی کہ انہیں کھانے اور پینے کا احساس نہیں تھا۔ بعض مفسرین نے یہاں یہ بات لکھی ہے کہ یہاں ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا کہا گیا۔ یعنی تین سو سال اور نو بڑھا لو۔ یہ نہیں کہا گیا کہ تین سو نو سال۔ اس فرق کی وجہ سے مفسرین نے ایک اہم نکتہ یہ بیان کیا کہ اصحابِ کہف شمسی اعتبار سے تین سو سال تھے اور قمری تاریخ کے اعتبار سے تین سو نو برس رہے۔ یقیناً یہ قول بھی قابلِ غور ہے۔ اصحابِ کہف کی تعداد کے بارے میں جس طرح کہا گیا کہ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب ان کی اصل گنتی سے واقف ہے۔ اسی طرح اصحابِ کہف کے غار میں رہنے کی مدت بتلا دینے کے بعد یہ کہا گیا کہ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی بہتر

جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت سوئے رہے؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے، کوئی بھی چیز اس کے علم کے دائرہ سے باہر نہیں ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۹ میں یہی بات کہی گئی وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور آیت نمبر ۷۷ میں کہا گیا: اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدگی اور ظاہرداری سب کو جانتا ہے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۹۸ میں کہا گیا: وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اس کا علم تمام چیزوں پر حاوی ہے۔ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کو آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم ہے۔ جب آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے تو یہ غار جس میں اصحابِ کہف تھے یہ غار تو زمین ہی پر ہے اور جب زمین پر ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کا پورا علم ہے۔ وہ اصحابِ کہف کی تعداد سے بھی باخبر ہے، وہ ان کے اس غار میں رہنے کی مدت سے بھی باخبر ہے اور ان کے ہر جز ئیہ کا پورا علم اس رب ذوالجلال کو ہے۔ آسمانوں اور زمین کے غیب کے علم کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں متعدد بار بتلایا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۳ میں ہے: قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ کیا میں نے تمہیں پہلے ہی نہ کہا تھا کہ زمین وآسمان کا غیب میں ہی جانتا ہوں؟ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۷۸ میں کہا گیا: وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اور اللہ تعالیٰ غیب کی تمام باتوں سے خبردار ہے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۲۳ میں کہا گیا: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ زمینوں اور آسمانوں کا علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۷۷ میں یہی بات کہی گئی ہے۔ سورۃ النمل کی آیت نمبر ۶۵ میں کہا گیا: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیجئے کہ آسمان والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے سلسلہ میں مزید تاکید اور وضاحت کے لئے خاص انداز میں اپنے دیکھنے اور سننے کے بارے میں یوں کہا کہ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ وہ کیا ہی دیکھنے والا ہے اور کیا ہی سننے والا ہے؟ عربی زبان میں اس قسم کے جملے تعجب کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی نہ دیکھنے والا ہے اور نہ ہی سننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنے بڑے بصیر یعنی دیکھنے والے ہیں کہ ان کے جیسا دیکھنے والا دنیا میں نہ پیدا ہوا اور نہ پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اتنے بڑے سمیع یعنی سننے والے ہیں کہ ان کے جیسا سننے والا اب تک نہ پیدا ہوا اور نہ ہی قیامت تک کوئی ایسا سننے والا پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی قوتِ بصارت اور قوتِ سماعت کے لئے یہ ایسا جملہ ہے کہ اردو زبان میں اس کا ایسا ترجمہ ہو نہ سکے گا کہ اس جملہ کا حق ادا ہو جائے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۵۸ میں اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفتیں بیان کی گئیں: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا بیشک اللہ تعالیٰ سنتا ہے دیکھتا ہے۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۱۳۴ میں بھی کہا گیا: وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ان لوگوں کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اللہ کے بندے اپنے دلوں میں یہ

یقین پیدا کریں کہ اصل مددگار تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا حقیقی مددگار نہیں ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۰ میں رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بات کہی گئی کہ مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ اللہ کے مقابلہ میں آپ کا کوئی نہ ولی ہوگا اور نہ مددگار۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۷۳ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی: وَّلَا یَجِدُوْنَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا اور وہ اپنے لئے سوائے اللہ کے کوئی حمایتی اور امداد کرنے والا نہ پائیں گے۔

وَّلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖٓ اَحَدًا کے ذریعہ یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تنہا سلطنت کا مالک ہے۔ اس کی سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ اکیلا دنیا جہاں کا سارا نظام چلا رہا ہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۹۲﴾ کوئی نہیں ہے جو اللہ کی باتوں کو بدل سکے ﴿الکھف:۲۷۔۲۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاتْلُ اور تلاوت کیجئے مَآ اس کی جو اُوْحِیَ وحی کی گئی ہے اِلَیْکَ آپ کی طرف مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ آپ کے رب کی کتاب میں سے لَا مُبَدِّلَ نہیں کوئی بدلنے والا لِکَلِمٰتِہٖ اس کی باتوں کو وَلَنْ تَجِدَ اور ہرگز نہیں پائیں گے آپ مِنْ دُوْنِہٖ اس کے سوا مُلْتَحَدًا کوئی جائے پناہ ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ اور روک رکھیے نَفْسَکَ اپنے آپ کو مَعَ الَّذِیْنَ ان لوگوں کے ساتھ جو یَدْعُوْنَ پکارتے ہیں رَبَّھُمْ اپنے رب کو بِالْغَدٰوۃِ صبح وَالْعَشِیِّ اور شام یُرِیْدُوْنَ وہ چاہتے ہیں وَجْھَہٗ اس (اللہ) کا چہرہ وَلَا تَعْدُ اور نہ تجاوز کریں عَیْنٰکَ آپ کی آنکھیں عَنْھُمْ ان سے تُرِیْدُ آپ ارادہ کرتے ہیں زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا زندگانی دنیا کی زینت کا وَلَا تُطِعْ اور آپ اطاعت نہ کریں مَنْ اس شخص کی کہ اَغْفَلْنَا ہم نے غافل کردیا قَلْبَہٗ اس کے دل کو عَنْ ذِکْرِنَا اپنے ذکر سے وَاتَّبَعَ اور اس نے پیروی کی ھَوٰہُ اپنی خواہش کی وَکَانَ اور ہے اَمْرُہٗ اس کا معاملہ فُرُطًا حد سے بڑھا ہوا ﴿۲۸﴾

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے وحی کے ذریعے جو کتاب بھیجی گئی ہے، اُسے پڑھ کر سنا دو۔ کوئی نہیں ہے جو اُس کی باتوں کو بدل سکے اور اُسے چھوڑ کر تمہیں ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہیں مل سکتی (۲۷) اور اپنے آپ کو استقامت سے اُن لوگوں کے ساتھ ساتھ رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو اس لئے پکارتے ہیں کہ وہ اُس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں اور تمہاری آنکھیں دنیوی زندگی کی خوبصورتی کی تلاش میں ایسے لوگوں سے ہٹنے نہ پائیں اور کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا

ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزر چکا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے وحی کے ذریعہ جو کتاب بھیجی گئی ہے اس کتاب کو پڑھ کر سنا دو

۲۔ کوئی نہیں ہے جو اس کی باتوں کو بدل سکے

۳۔ اسے چھوڑ کر تمہیں ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہیں مل سکتی

۴۔ اپنے آپ کو استقامت سے ان لوگوں کے ساتھ رکھو جو اپنے رب کو اس لئے پکارتے ہیں کہ وہ اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں

۵۔ تمہاری آنکھیں دنیوی زندگی کی خوبصورتی کی تلاش میں ایسے لوگوں سے ہٹنے نہ پائیں

۶۔ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے

۷۔ جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہے

۸۔ جس کا معاملہ حد سے گزر چکا ہے

اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے وحی کے ذریعہ جو کتاب بھیجی گئی ہے اس کی تلاوت کیجئے۔ قرآنِ مجید کی تلاوت ایک اہم عبادت ہے جس کا حکم قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں دیا گیا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۴ میں رسولِ رحمت ﷺ کے بارے میں کہا گیا کہ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا کہ اُن کے درمیان اُنہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، اُنہیں پاک صاف بنائے اور اُنہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جبکہ یہ لوگ اِس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ اس آیت سے معلوم یہ ہوا کہ آیاتِ قرآنی کی تلاوت بھی رسولِ رحمت ﷺ کا اہم کام تھا۔ سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر ۴۵ میں بھی آپ ﷺ کو تلاوتِ کتاب کا حکم یوں دیا گیا: اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھیئے اور نماز قائم کریں۔ رسولِ رحمت ﷺ کو کتابِ الٰہی کی تلاوت کا جو حکم دیا جا رہا ہے اس سے مراد قرآنِ مجید کی تلاوت بھی ہے اور اس کو لوگوں تک پہنچانا بھی ہے۔ پیغمبر! آپ پر جو وحی کی گئی ہے آپ اس کی تلاوت بھی کیجئے اور جو احکامات بھی اس کتاب میں آئے ہیں ان کی اتباع کیجئے۔

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ کوئی نہیں ہے جو اس پروردگار کی باتوں کو بدل دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اطاعت کرنے والوں کیلئے جو وعدے کئے ہیں ان وعدوں کو بھی کوئی بدل نہیں سکتا اور اس نے نافرمانوں کے لئے جو وعیدیں بیان کی ہیں ان کو بھی کوئی بدل نہیں سکتا۔ یہ بات سورۂ انعام کی آیت نمبر ۳۴ میں بھی کہی گئی ہے: وَلَا

مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ اور اللہ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔اسی سورت کی آیت نمبر ۱۱۵ میں بھی ہے: لَامُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔

اس کے بعد یہ کہا گیا کہ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا تم اللہ کے سوا ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہ پاؤ گے۔سورۃ الجن کی آیت نمبر ۲۲ میں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ قُلْ اِنِّىْ لَنْ يُّجِيْرَنِىْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ بھی نہیں پا سکتا۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ دنیا جہاں کی ساری مخلوقات کو کسی بھی ضرر، نقصان، آفت، تکلیف اور مصیبت وغیرہ سے دنیا کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی، صرف ایک اللہ ہی ہیں جو ان سب سے بچا سکتے ہیں۔بندۂ مومن کو اس یقین کے ساتھ زندگی گزارنی چاہئے کہ اللہ سے کوئی بھی ہمیں بچا نہیں سکتا۔اگر اللہ تعالیٰ ہمیں نقصان پہنچانا چاہے اور دوسرا کوئی اس نقصان کو روکنا چاہے تو وہ ہرگز روک نہیں سکتا اور پناہ دینے کی طاقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا پناہ کی کوئی اور جگہ ہرگز نہیں ہے۔اسی لئے قرآنِ مجید میں اللہ ہی کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۲۰۰ میں کہا گیا: وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے ان کی پیدائش کے وقت حضرت مریم علیہا السلام کو اور ان کی اولاد کو اللہ کی پناہ میں دیا اور یوں کہا: وَاِنِّىْ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ میں مریم کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔حضرت مریم علیہا السلام نے جبرئیل امین سے کہا کہ قَالَتْ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا کہنے لگیں میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تو کچھ بھی اللہ سے ڈرنے والا ہے۔رسولِ رحمت ﷺ سے کہا گیا کہ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ اور آپ دعا کریں کہ اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں تکبر کرنے والے کی برائی سے۔جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلایا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی کہا قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ کہا اللہ کی پناہ۔حضرت نوح علیہ السلام نے یوں پناہ مانگی: قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِىْ بِهٖ عِلْمٌ میرے پالنہار! میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تجھ سے وہ مانگوں جس کا مجھے علم ہی نہ ہو۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ ۔الخ۔جو لوگ صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں آپ ان کے ساتھ بیٹھے رہا کیجئے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رضا مندی چاہتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر! ہمارے وہ پیارے بندے جو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے، اس کی پاکی اور کبریائی بیان کرتے ہوئے، اس کی حمد وثنا بیان کرتے ہوئے اور صبح وشام اسی پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں، آپ ان کے ساتھ بیٹھیں،

چاہے وہ مالدار ہوں یا غریب۔ یہ وہ مخلص بندے ہیں جو اللہ کی رضا مندی کی طلب میں رہتے ہیں۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مکہ کے قریش نے رسولِ رحمت ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ صرف وہی آپ کی مجلس میں بیٹھیں گے، ان کے ساتھ فقیر اور مسکین صحابہ نہیں بیٹھیں گے۔ ان مشرکین کا مقصد یہی تھا کہ جس وقت رسولِ رحمت ﷺ کی مجلس میں حضرت بلال، صہیب، خباب ابن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ بیٹھے ہوئے ہوں گے یہ قریش آپ ﷺ کی مجلس میں نہیں آئیں گے، ان قریش کے لئے ہی خالص مجلس ہو جس میں صرف وہی رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو قریش کے اس مطالبہ پر عمل کرنے سے روک دیا اور ان فقراء اور کمزور صحابہ ہی کے ساتھ رسولِ رحمت ﷺ کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵۲ میں بھی اسی قسم کا حکم آیا ہے: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ پیغمبر! آپ ان لوگوں کو مت چھوڑیئے جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں جن کا مقصد اللہ کی رضا مندی ہے۔ اس حکم کو مزید وسعت کے ساتھ کہا جا رہا ہے کہ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا پیغمبر! آپ کی آنکھیں دنیوی زندگی کی خوبصورتی کی تلاش میں ایسے کمزور اور غریب صحابۂ کرام سے نہیں ہٹنی چاہئے۔ یعنی آپ اپنی نگاہیں اور اپنے نفس کو ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسروں کی طرف متوجہ ہونے نہ دیں کہ ان غریب صحابۂ کرام کی جگہ ان مالداروں اور صاحبِ ثروت افراد کو آپ چاہنے لگیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَهُمْ تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے میری امت میں ایسے افراد رکھے جن کے بارے میں مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ جمائے رکھوں۔

اس کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کو اس سلسلہ میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا پیغمبر! آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزر چکا ہے۔ یعنی آپ اس بات سے گریز کیجئے کہ آپ ایسے شخص کی اتباع کریں جس کو ہم نے غافل اور لاپرواہ پایا ہے اور جس کو دنیا کی محبت نے دین سے اور اللہ کی عبادت سے غافل کر دیا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ اپنے اعمال اور افعال میں حد سے گزر جاتا ہے اور خواہشات اور شہوتوں کی اتباع میں لگا ہوا ہے۔

حق تو تمہارے رب کی طرف سے آ چکا ہے

درس نمبر: ۱۱۹۳ — الکہف: ۲۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۗ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ۗ بِئْسَ الشَّرَابُ ۗ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝۲۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقُلِ اور کہہ دیجئے الْحَقُّ حق تو ہے مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے فَمَنْ شَآءَ سو جو چاہے فَلْيُؤْمِنْ تو وہ ایمان لائے وَّمَنْ شَآءَ اور جو چاہے فَلْيَكْفُرْ تو وہ کفر کرے اِنَّآ بلاشبہ ہم نے اَعْتَدْنَا تیار کی ہے لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کے لیے نَارًا ایسی آگ اَحَاطَ کہ گھیرا ہوا ہے بِهِمْ ان کو سُرَادِقُهَا اس کی قناتوں نے وَاِنْ اور اگر يَّسْتَغِيْثُوْا وہ فریاد کریں گے يُغَاثُوْا تو فریادرسی کیے جائیں گے بِمَآءٍ ایسے پانی کے ساتھ كَالْمُهْلِ جو تیل کی تلچھٹ کے مانند ہوگا يَشْوِي وہ بھون ڈالے گا الْوُجُوْهَ (ان کے) چہرے بِئْسَ الشَّرَابُ بُرا ہے (وہ) پینا وَسَآءَتْ اور بُری ہے (وہ) مُرْتَفَقًا آرام گاہ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: اور کہہ دو کہ: ''حق تو تمہارے رب کی طرف سے آچکا ہے۔ اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔'' ہم نے بیشک (ایسے) ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو گھیرے میں لے لیں گی اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد کا جواب ایسے پانی سے دیا جائے گا جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا، (اور) چہروں کو بھون کر رکھ دے گا۔ کیسا بدترین پانی اور کیسی بُری آرام گاہ؟

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو کہ حق تو تمہارے رب کی طرف سے آچکا ہے

۲۔ اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر اختیار کرے

۳۔ ہم نے بیشک ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار رکھی ہے

۴۔ جس آگ کی قناتیں ان کو گھیرے میں لے لیں گی

۵۔ اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد کا جواب ایسے پانی سے دیا جائے گا جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا

۶۔ جو چہروں کو بھون کر رکھ دے گا۔

۷۔ کیسا بدترین پانی اور کیسی بُری آرام گاہ ہے؟

رسولِ رحمت ﷺ سے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ پیغمبر! آپ لوگوں سے یہ بات بتلا دیجئے کہ یہ وہ پیغام ہے جس کو لے کر اے لوگو! میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے ہے اور یہ حق ہے جس کے حق ہونے میں نہ کوئی ریب ہے اور نہ کوئی شک ہے۔ دینِ اسلام کا یہ پیارا اور صاف ستھرا نظام تمہاری زندگیوں کی فلاح و کامرانی کا باعث ہے۔ یہ دینِ اسلام ہی حق ہے، اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:۱۹) بے شک اللہ کے نزدیک دین تو بس اسلام ہے اور یہ کتابِ الٰہی قرآنِ مجید بھی حق ہے، وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (البقرہ:۱۴۴) اہلِ کتاب کو اس بات کے اللہ کی طرف سے برحق ہونے کا قطعی علم ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۷ میں کہا گیا: اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ آپ کے رب کی طرف سے یہ سراسر حق ہے،

خبردار! آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا، ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ (البقرہ:۱۷۶) بات یہ ہے کہ اللہ نے سچی کتاب اتاری ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۲ میں کہا گیا: تِلْکَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ پر پڑھتے ہیں۔

جب حق بات اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی و رہبری کے لئے اتاری ہے تو اس حق کا حق یہ ہے کہ اس کو قبول کرلیا جائے، فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان لانے کے محتاج نہیں ہیں بلکہ تم اس ایمان کے محتاج ہو۔ جو ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کے ایمان اور نیک اعمال کا فائدہ اسی کو ہوگا اور جو ایمان قبول نہیں کرے گا اور بُرے اعمال کرتا رہے گا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اللہ اگر چاہتا تو سب کو ہی ہدایت دے دیتا، وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ (النحل:۹) اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہِ راست پر لگا دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں زبردستی کا نظام نہیں رکھا، لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ (البقرہ:۲۵۶) دین میں زبردستی نہیں ہے، فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَهٗ (عبس:۱۲) جو چاہے اس سے نصیحت لے، ذٰلِکَ الْیَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ مَاٰبًا (النبا:۳۹) یہ دن حق ہے، اب جو چاہے اپنے رب کے پاس نیک اعمال کرکے ٹھکانہ بنالے، لِمَنْ شَآءَ مِنْکُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ (التکویر:۲۸) اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔ ایمان اور کفر کا اختیار تو دے دیا گیا لیکن یہ بات بھی صاف بتادی گئی کہ جو ایمان کو چھوڑ کر کفر اختیار کرے گا تو اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ایسے ظالموں کے لئے جو کفر اور شرک کرتے ہوئے ظلم کرتے ہیں ہم نے ان کے لئے آگ تیار رکھی ہے جس آگ کی قناتیں یعنی شعلے ان ظالموں کو اپنے احاطہ میں لے لیں گی۔ جن بدنصیب لوگوں نے اللہ کا انکار کیا اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں کا انکار کیا ہم نے ان کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے، ہر طرف سے آگ کی قناتیں ان ظالموں کو گھیر لیں گی، یہاں تک کہ اس آگ کی لپیٹوں سے بچ نہ سکیں گے۔

ان جہنمیوں کی حالت بتلائی جارہی ہے کہ اگر جہنمی جہنم میں کچھ فریاد کریں گے یعنی کھانا پانی یا اور چیز مانگیں گے تو انہیں ایسا پانی دیا جائے گا جو تیل کے تلچھٹ کی طرح ہوگا، وہ گرم پانی چہروں کو بھون کر رکھ دے گا۔ یعنی اگر یہ ظالم کافر دوزخ میں پانی کی یا کوئی اور مدد طلب کریں گے تا کہ دوزخ کی شدید گرمی میں وہ اپنی پیاس بجھا سکیں تو انہیں تیل کے تلچھٹ کی طرح کی چیز دی جائے گی جو ان کے چہروں کی جلدوں کو جلا دے گی۔ اگر کافر اس کو پینے کا ارادہ کرے گا تو وہ اس کے چہرے کو جلا دے گا یہاں تک کہ اس کے چہرے کا چمڑا جل کر گر جائے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرمارہے ہیں کہ ان کا یہ پینا بہت ہی بُرا پینا ہے، ایسا بُرا پینا کہ اس سے نہ پیاس بجھے گی اور نہ اس سے گرمی سے نجات ملے گی بلکہ اس کے پینے سے پیاس مزید بڑھے گی اور یہ دوزخ بُری آرام گاہ بھی ہے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں مختلف مقامات میں دوزخ کے بارے میں یہ کہا گیا کہ یہ بہت بُری جگہ ہے، جیسا کہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۶۶ میں ہے: اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا بیشک دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بُری جگہ ہے۔

﴿درس نمبر:۱۱۹۴﴾ ﴿الکھف:۳۰۔۳۱﴾

جنت کیسی حسین آرام گاہ ہے؟

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۚ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورانہوں نے نیک عمل کیے اِنَّا بلاشبہ ہم لَا نُضِيْعُ ضائع نہیں کرتے اَجْرَ اجر مَنْ اس شخص کا جس نے اَحْسَنَ عَمَلًا اچھا عمل کیا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ یہ لوگ لَهُمْ انہی کے لیے ہیں جَنّٰتُ باغات عَدْنٍ ہیشگی کے تَجْرِيْ بہتی ہیں مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں يُحَلَّوْنَ وہ (زیور) پہنائے جائیں گے فِيْهَا اس میں مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ سونے کے کنگن وَّيَلْبَسُوْنَ اور وہ پہنیں گے ثِيَابًا خُضْرًا سبز رنگ کے کپڑے مِّنْ سُنْدُسٍ باریک ریشم سے وَّاِسْتَبْرَقٍ اور موٹے ریشم سے مُّتَّكِـِٕيْنَ اس حال میں کہ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے فِيْهَا ان میں عَلَى الْاَرَآئِكِ تختوں پر نِعْمَ الثَّوَابُ کیا اچھا بدلہ ہے (جنت) وَحَسُنَتْ اور اچھی ہے مُرْتَفَقًا (وہ) آرام گاہ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو یقیناً ہم ایسے لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے جو اچھی طرح عمل کریں (۳۰) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ اُن کو وہاں سونے کے کنگنوں سے مزین کیا جائے گا، وہ اُونچی مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنے ہوں گے۔ کتنا بہترین اجر اور کیسی حسین آرام گاہ!

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو یقیناً ہم ایسے لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے جو اچھی طرح عمل کریں

۲۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں

۳۔ ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی

۴۔ ان جنتیوں کو جنت میں سونے کے کنگنوں سے مزین کیا جائے گا

۵۔ وہ اونچی مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنے ہوں گے

۶۔ کتنا بہترین اجر اور کیسی حسین آرام گاہ ہے؟

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان بھی فرماتے ہیں اور انصاف بھی فرماتے ہیں، لیکن وہ کبھی بھی کسی بھی بندے پر

ظلم نہیں فرماتے۔اس کے احسان اور انصاف کا قانون یہ ہے کہ جو کوئی دنیا کی اس زندگی میں ایمان قبول کرلے گا اور اس ایمان کے تقاضے کے مطابق نیک اعمال اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی اس محنت اور کوشش کو کبھی ضائع نہیں کریں گے اور ایمان کی حالت میں کیئے گئے ان نیک اعمال کے اجر وثواب کو بھی ضائع نہیں فرمائیں گے۔یہی آفاقی قانون اور اصول اللہ تعالیٰ اس آیت میں اپنے بندوں کو بیان فرمارہے ہیں کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیئے تو یقیناً ہم ایسے لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے جو اچھی طرح عمل کریں۔اس آیت سے یہ اصول بھی معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر نیک اعمال بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وثواب ملنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بندہ ایمان کی حالت میں نیک اعمال اختیار کرے۔

مومنوں کے اجر کو ضائع نہ کیئے جانے کی بات قرآنِ مجید کی دیگر آیتوں میں بھی بتلائی گئی ہے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۷۱ میں کہا گیا:وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۵ میں فرمایا گیا:فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ تم میں سے کسی کام کرنے والے کے اجر کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت میں ہرگز ضائع نہیں کرتا۔سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۷۰ میں کہا گیا:اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں گے۔سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۱۵ میں کہا گیا:وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ آپ صبر کرتے رہیئے یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

نیک اعمال کرنے والے مومنوں کیلئے یہاں اس جنت کی بشارت دی جارہی ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔جنت کی جتنی نعمتیں ہیں وہ وقتی ،عارضی اور فانی نہیں ہیں بلکہ ابدی اور دائمی ہیں۔قرآنِ مجید میں جَنّٰتُ عَدْنٍ کی بشارت اور اس کے تذکرے بار بار کیئے گئے ہیں۔سورۃ النحل کی آیت نمبر ۳۱ میں کہا گیا:جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا ہیشگی والے باغات جہاں وہ داخل ہوں گے۔سورۃ البینہ کی آیت نمبر ۸ میں کہا گیا:جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہیشگی والی جنتیں ہیں۔ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ جنت کے یہ باغات ہمیشہ رہیں گے۔جنت کے نیچے نہروں کے جاری ہونے کی بات بھی قرآنِ مجید میں متعدد بار کہی گئی ہے۔سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵ میں ہے:تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵، ۱۳۶، ۱۹۵، ۱۹۸،سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۳، ۵۷، ۱۲۲،سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۲، ۸۵، ۱۱۹ اور سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۶ کے علاوہ دوسری متعدد سورتوں کی متعدد آیات میں یہ مضمون موجود ہے۔ان تمام آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ جنت کے ماحول کو مختلف نہروں سے آراستہ رکھا جائے گا اور یہ نہریں دودھ،شہد، پانی اور شراب کی ہوں گی۔

جنت میں جنتیوں کے ساتھ کس طرح کا اعزاز ہوگا اس کی مزید تفصیل بیان کی جارہی ہے۔

(۱) یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ جنتیوں کو سونے کے کنگنوں کا زیور پہنایا جائے گا۔ سورۂ حج کی آیت نمبر ۲۳ میں بھی یہ بات کہی گئی ہے: یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا جنت میں جنتیوں کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سچے موتی بھی۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۳۳ میں بھی سونے کے کنگن کا یوں تذکرہ ہے: جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وہ باغات میں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔

(۲) وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ اور یہ جنتی سندس اور استبرق کے کپڑے پہنیں گے۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۳۳ میں جنتیوں کے لباس کے بارے میں فرمایا گیا: وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ'' اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی۔ سورۂ دخان کی آیت نمبر ۵۳ میں کہا گیا: یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ باریک اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ جنتیوں کے بارے میں کہا گیا کہ انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ کیا مرد جنتیوں کو بھی سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے جبکہ سونا تو مرد کیلئے حرام ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں سونا پہننا مردوں کے لئے حرام نہیں ہوگا۔ جنت میں مرد احباب بھی زیورات پہننے میں خوبی اور خوشی محسوس کریں گے، جیسا کہ دنیا میں بھی بعض مرد باوجود حرام ہونے کے زیور پہنتے ہیں۔ لباس کے ضمن میں سندس اور استبرق دو الفاظ کہے گئے جس کے بارے میں مفسرین یہ تحریر فرماتے ہیں کہ سندس باریک ریشم کو کہتے ہیں اور استبرق موٹے اور دبیز ریشم کو کہتے ہیں۔ اوپر کے کپڑے سندس کے ہوں گے اور نیچے کے کپڑے استبرق کے ہوں گے۔

(۳) جنتیوں کے بارے میں یہ بھی کہا گیا کہ مُّتَّکِئِیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآئِکِ جنتی جنت میں مسہریوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے۔ یعنی مسہریوں پر لیٹے ہوئے ہوں گے۔ ان جنتیوں کی شان ایسے ہوگی جیسے بادشاہوں اور وزیروں کی ہوتی ہے۔ پھر فرمایا گیا کہ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا بہت ہی اچھا بدلہ ہے جو جنتیوں کو دیا جارہا ہے اور بہت ہی اچھی آرام گاہ ہے جو ان جنتیوں کو فراہم کی جارہی ہے۔ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۷۶ میں کہا گیا: خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے، وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام پر ہے۔ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۲۴ میں کہا گیا: اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَئِذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا البتہ اس دن جنتیوں کا ٹھکانہ بہتر ہوگا اور خواب گاہ بھی عمدہ ہوگی۔

دو آدمیوں کی مثال

﴿درس نمبر: ۱۱۹۵﴾ ﴿الکہف: ۳۲-۳۳﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَیْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَیْنَهُمَا زَرْعًا ۝ کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُکُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَیْئًا ۙ وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاضۡرِبۡ اور آپ بیان کیجئے لَهُمۡ ان کے لیے مَّثَلاً ایک مثال رَّجُلَيۡنِ دو آدمیوں کی جَعَلۡنَا ہم نے بنائے تھے لِاَحَدِهِمَا ان دونوں میں سے ایک کے لیے جَنَّتَيۡنِ دو باغ مِنۡ اَعۡنَابٍ انگوروں کے وَّحَفَفۡنٰهُمَا اور ہم نے باڑ لگادی تھی دونوں کے گرد بِنَخۡلٍ کھجوروں کے درختوں کی وَّجَعَلۡنَا اور ہم نے کی بَيۡنَهُمَا ان دونوں کے درمیان زَرۡعًا کھیتی ﴿۳۲﴾ كِلۡتَا الۡجَنَّتَيۡنِ دونوں باغوں نے اٰتَتۡ اُكُلَهَا اپنا پھل دیا وَلَمۡ تَظۡلِمۡ اور نہ کم کیا مِّنۡهُ اس میں سے شَيۡئًا کچھ بھی وَّ فَجَّرۡنَا اور ہم نے جاری کردی خِلٰلَهُمَا ان دونوں کے درمیان نَهَرًا ایک نہر ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان لوگوں کے سامنے اُن دو آدمیوں کی مثال پیش کرو جن میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دے رکھے تھے اور ان کو کھجور کے درختوں سے گھیرا ہوا تھا اور ان دونوں باغوں کے درمیان کھیتی لگائی ہوئی تھی (۳۱) دونوں باغ پورا پورا پھل دیتے تھے اور کوئی باغ پھل دینے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا تھا اور ان دونوں کے درمیان ہم نے ایک نہر جاری کردی تھی۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے پیغمبر! ان لوگوں کے سامنے ان دو آدمیوں کی مثال پیش کرو

۲۔جن میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دے رکھے تھے

۳۔ان کو کھجور کے درختوں سے گھیرا ہوا تھا

۴۔ان دونوں باغوں کے درمیان کھیتی لگائی ہوئی تھی

۵۔دونوں باغ پورا پھل دیتے تھے

۶۔کوئی باغ پھل دینے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا تھا

۷۔ان دونوں کے درمیان ہم نے ایک نہر جاری کردی تھی

سورۂ کہف کی آیت نمبر ۳۲ تا ۴۲ میں دو افراد کا ذکر ہے۔ایک باغ والے کافر و مشرک کا اور دوسرے مومن و موحد کا۔ اس سلسلہ میں مفسرین نے متعدد باتیں لکھی ہیں جن کی تفصیلات یہ ہیں:

صاحبِ معالم التنزیل (ج ۳، ص ۱۶۱ میں) لکھتے ہیں کہ یہ آیتیں اہلِ مکہ میں سے دو شخصوں کے بارے میں نازل ہوئیں۔ دونوں بنی مخزوم میں سے تھے۔ایک تو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے اور دوسرا شخص جو کافر تھا وہ اسود بن عبدالاسد تھا، یہ ایک قول ہے۔ دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل میں سے دو شخصوں کا ہے جو آپس میں دونوں بھائی تھے، ایک مومن تھا اور ایک کافر تھا۔اس واقعہ کو بطور مثال فریق اول عیینہ بن حصین اور اس کے ساتھیوں اور فریق دوم حضرت سلمان فارسی اور ان کے

ساتھیوں (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں ذکر فرمایا۔ (یاد رہے کہ عیینہ ان لوگوں میں سے تھا جس نے رسول اللہ ﷺ سے یوں کہا تھا کہ آپ ان غریبوں اور مسکینوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیجئے تا کہ ہم آپ کے پاس بیٹھ سکیں۔)

صاحبِ روح المعانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آیاتِ بالا میں جن دو شخصوں کا ذکر ہے یہ بنی اسرائیل میں سے ایک بادشاہ کے بیٹے تھے۔ ایک نے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور دوسرے شخص نے کفر اختیار کیا اور وہ دنیا کی زینت میں مشغول ہو گیا اور مال کو بڑھانے میں لگ گیا۔ واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے خوب مال دیا۔ اس کے انگور کے دو باغ تھے اور ان دونوں باغوں کے چاروں طرف کھجوروں کے درخت تھے، جنہوں نے باڑ کی طرح ان دونوں باغوں کو گھیر رکھا تھا۔ ان دونوں باغوں میں کھیتی بھی تھی۔ درختوں کے پھلوں اور کھیتی کی پیداوار سے وہ بڑا مالدار بنا ہوا تھا۔ ان باغوں کے درمیان نہر بھی جاری تھی۔ دونوں باغ بھرپور پھل دیتے تھے، ذرا سی بھی کمی نہ ہوتی تھی۔

ایک دوسرا آدمی تھا جو مال اور آل و اولاد کے اعتبار سے زیادہ حیثیت والا نہ تھا۔ جس شخص کے باغ تھے اسے بڑا غرور تھا۔ اس نے اپنے اس کم حیثیت والے ساتھی سے کہا کہ مال کے اعتبار سے تجھ سے میں زیادہ ہوں اور افراد کے اعتبار سے بھی میں تجھ سے بڑھ کر ہوں کیونکہ میری جماعت زبردست ہے۔ اول تو اس نے اس کم حیثیت والے ساتھی سے تکبر اور تفاخر سے خطاب کیا اور دوسرا کام یہ کیا کہ وہ اپنے باغ میں اپنے نفس پر ظلم کرنے کی حالت میں یعنی کفر پر قائم ہوتے ہوئے داخل ہوا۔ وہاں بھی اس نے وہی کفر کیا اور کفرانِ نعمت کی باتیں کیں۔ کہنے لگا کہ میں تو یہ نہیں سمجھتا کہ میرا یہ باغ کبھی بھی برباد ہوگا اور یہ جو قیامت قائم ہونے والی باتیں کرتے ہو یہ یوں ہی کہنے کی باتیں ہیں۔ میرے خیال میں تو قیامت قائم ہونے والی نہیں (نعوذ باللہ)۔ فرض کرو کہ اگر قیامت آ ہی گئی اور میں اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا تو اس دنیا میں جو میرا باغ ہے مجھے وہاں اس سے بڑھ کر بہت زیادہ اچھی جگہ ملے گی۔ دنیا والوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ کافر اور فاجر ہوتے ہوئے یوں سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کے مقبول بندے ہیں۔ جب اس نے ہمیں یہاں دولت دی ہے تو وہاں بھی ہمیں خوب زیادہ نعمت و دولت ملے گی۔ یہ لوگ قیامت کو مانتے تو نہیں ہیں لیکن اہلِ ایمان سے قیامت کی باتیں سن کر یوں کہہ دیتے ہیں کہ اگر بالفرض قیامت آ ہی گئی تو وہاں بھی ہماری نوازش میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ یہ نہیں جانتے کہ وہاں جو کچھ ملے گا ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ملے گا۔ چونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیم اور تبلیغ کی طرف یہ لوگ دھیان نہیں دیتے اس لئے روز جزا میں جو نعمتیں ملیں گی ان کے ملنے کے قانون سے واقف نہیں ہوتے اور بہت سی مرتبہ حقیقت جانتے ہوئے بھی اہلِ ایمان کے سامنے منہ زوری کر کے اپنے آپ کو دونوں جہانوں میں برتر اور بہتر بتانے کی کوشش کرتے ہیں۔ خود ہی خیال جما لیتے ہیں کہ ہم یہاں بھی بہتر ہیں وہاں بھی بہتر ہوں گے۔

وہ جو اس کا ساتھی تھا جس سے اس نے غرور کی باتیں کی تھیں اور اسے اپنے سے گھٹیا بتایا تھا اس نے اول تو اسے عار دلائی اور ایک اچھے انداز میں اس کی نادانی اور بے وقوفی پر متنبہ کیا اور کہا کہ جس ذات پاک نے تجھے مٹی سے پھر

نطفہ سے پیدا فرمایا، پھر تجھے صحیح سالم آدمی بنا دیا، کیا تو نے اس کے ساتھ کفر کیا؟ یعنی تجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے جو ہر انسان کے باپ ہیں اور پھر ہر انسان نطفہ سے پیدا ہوتا ہے جو رحم مادر میں جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ دیکھ رحم مادر میں نطفہ پہنچ کر جو بچہ بن کر باہر آتا ہے ضروری نہیں ہے کہ وہ ٹھیک ہو اور اس کے اعضاء صحیح سالم ہوں۔ تجھے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور مزید کرم یہ فرمایا کہ تیرے اعضاء کو صحیح سالم بنایا اور مزید کرم یہ فرمایا کہ تجھے مرد بنایا، بجائے مومن بندہ بننے کے تو کافر ہو گیا، تُف ہے ایسی سمجھ پر۔ اس کے بعد اس مومن بندہ نے اپنا عقیدہ بتایا اور یوں کہا کہ اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اس کے بعد اس مومن موحد نے اپنے مخاطب سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو تجھے باغ کی نعمت دی ہے تجھے اس نعمت پر شکر گزار ہونا چاہئے۔ باغ میں جا کر تو نے یوں کہا کہ میرے خیال میں یہ باغ کبھی برباد نہ ہوگا اور تو قیامت کے آنے کا بھی منکر ہو گیا۔ اس کے بجائے تجھے یوں کہنا چاہئے تھا کہ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (یعنی اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور اللہ کی مدد کے بغیر کوئی قوت نہیں)۔ یہ باغ صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وجود میں آیا ہے۔ اسی نے تجھے اس پر قبضہ دیا ہے۔ جب وہ چاہے گا اسے برباد کر دے گا اور تو دیکھتا رہ جائے گا۔ رہی یہ بات کہ میں تجھ سے مال اور اولاد میں کم ہوں تو یہ بات میرے لیے کوئی غمگین اور متفکر ہونے کی نہیں ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ عنقریب تیرے باغ سے بہتر باغ مجھے عطا فرما دے گا، دنیا میں ہو یا آخرت میں یا دونوں میں اور وہ وقت بھی دور نہیں معلوم ہوتا جبکہ اللہ تعالیٰ تیرے باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے اور تیرا باغ ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے یا اس کا پانی زمین میں اتر جائے، پھر تو اس پانی کو طلب کرنے کی کوشش بھی نہ کر سکے۔ مطلب یہ ہے کہ تو جو یہ کہتا ہے کہ میرا باغ ہمیشہ رہے گا یہ اس لئے کہتا ہے کہ ظاہری اسباب موجود ہیں، سیراب کرنے کے لیے پانی ہے، باغ کی سینچائی کے لیے آدمی موجود ہیں۔ یہ تیری بھول ہے۔ جس ذات پاک نے تجھے یہ باغ دیا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ آسمان سے اس پر کوئی آفت بھیج دے۔ نہ کوئی درخت رہے نہ ٹہنی، نہ برگ رہے نہ بار۔ اسے اس بات پر بھی قدرت ہے کہ جس پانی پر تجھے گھمنڈ ہے وہ اس پانی کو زمین کے اندر دور تک پہنچا دے اور یہ پانی اتنی دور چلا جائے کہ تو اسے محنت اور کوشش کر کے دوبارہ اپنی کھیتی کی سطح تک لانے کی ہمت نہ کر سکے۔

درس نمبر: ۱۱۹۶ — میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی بھی تباہ ہوگا — الکہف: ۳۴۔۳۵۔۳۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَّكَانَ اور تھے لَهٗ اس کے لیے ثَمَرٌ' پھل فَقَالَ تو اس نے کہا لِصَاحِبِهٖ اپنے ساتھی سے وَهُوَ جبکہ وہ يُحَاوِرُهٗٓ گفتگو کر رہا تھا اس سے اَنَا اَكْثَرُ میں زیادہ ہوں مِنْكَ تجھ سے مَالًا مال میں وَّاَعَزُّ اور زیادہ باعزت ہوں (تجھ سے) نَفَرًا باعتبار جتھے کے ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ اور وہ داخل ہوا جَنَّتَهٗ اپنے باغ میں وَهُوَ جبکہ وہ ظَالِمٌ ظلم کرنے والا تھا لِّنَفْسِهٖ اپنے آپ پر قَالَ اس نے کہا مَآ اَظُنُّ میں گمان نہیں کرتا اَنْ تَبِيْدَ کہ تباہ ہوگا هٰذِهٖٓ اَبَدًا یہ (باغ) کبھی بھی ﴿۳۵﴾ وَّمَآ اَظُنُّ اور میں گمان نہیں کرتا السَّاعَةَ قیامت کو قَآئِمَةً قائم ہونے والی وَّلَئِنْ اور البتہ اگر (بالفرض) رُّدِدْتُّ میں لوٹایا گیا اِلٰى رَبِّىْ اپنے رب کی طرف لَاَجِدَنَّ تو میں ضرور پاؤں گا خَيْرًا مِّنْهَا بہتر ان (باغوں) سے بھی مُنْقَلَبًا لوٹ کر جانے کی جگہ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: اور اس شخص کو خوب دولت حاصل ہوئی تو وہ اپنے ساتھی سے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگا کہ: "میرا مال بھی تم سے زیادہ ہے اور میرا جتھہ بھی تم سے زیادہ مضبوط ہے۔" (۳۴) اور وہ اپنی جان پر ستم ڈھاتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا۔ کہنے لگا: "میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی بھی تباہ ہوگا (۳۵) اور میرا خیال یہ ہے کہ قیامت کبھی نہیں آئے گی اور اگر کبھی مجھے اپنے رب کے پاس واپس بھیجا بھی گیا تب بھی مجھے یقین ہے کہ مجھے اس سے بھی اچھی جگہ ملے گی۔"

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس شخص کو خوب دولت حاصل ہوئی تو وہ اپنے ساتھی سے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگا

۲۔ میرا مال بھی تم سے زیادہ ہے اور میرا جتھہ بھی تم سے زیادہ مضبوط ہے

۳۔ وہ اپنی جان پر ستم ڈھاتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا

۴۔ کہنے لگا میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی بھی تباہ ہوگا

۵۔ میرا خیال یہ ہے کہ قیامت کبھی نہیں آئے گی

۶۔ اگر کبھی مجھے اپنے رب کے پاس واپس بھیجا بھی گیا تب بھی مجھے یہ یقین ہے کہ مجھے اس سے بھی اچھی جگہ ملے گی

باغ والے اس شخص کے پاس اس باغ کے علاوہ بھی دوسری دولت بہت تھی، نقدی، سونا چاندی وغیرہ، اس لئے کہ زمین سے پھلوں کی پیداوار اور اس کی تجارت کی وجہ سے اس کے پاس بہت زیادہ دولت تھی۔ اس دولت کی کثرت نے اس کو غرور اور گھمنڈ میں مبتلا کر دیا تھا۔ آدمی کے دل میں جہاں حسب نسب، حسن و جمال، علم و ہنر کا غرور ہوتا ہے وہیں مال و دولت کا بھی غرور ہوتا ہے۔ چنانچہ باغ والے نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میرا مال بھی تم سے زیادہ ہے اور میرا جتھہ بھی تم سے مضبوط ہے۔ یعنی دونوں باغوں کے مالک نے اپنے غریب و فقیر مومن سے جھگڑا کرتے ہوئے اور اس سے بحث کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی کہ مال و دولت کے اعتبار سے بھی تجھ سے زیادہ ہوں اور خاندان کے افراد کے اعتبار سے بھی میرا جتھہ تجھ سے زیادہ مضبوط ہے۔ میرے بچے اور نوکر چاکر وغیرہ بہت زیادہ ہیں اور افرادِ خاندان

کے زیادہ طاقتور ہونے کی وجہ سے وہ میرا دفاع بھی ضرور کریں گے۔اس باغ والے کا یہ گمان تھا کہ اس کی یہ دولت اس کے پاس ہمیشہ رہے گی۔اس کی کمزور عقل نے اس کے ذہن میں یہ غلط بات ڈال دی تھی کہ اس کی یہ دولت فنا نہیں ہوگی۔اس کا اللہ تعالیٰ کی ذات سے یقین بھی کمزور تھا۔وہ بدنصیب اپنی جان پر ظلم ڈھاتے ہوئے باغ میں داخل ہوا۔حد سے تجاوز کرنے والا یہ مالدار اپنے اس مومن غریب ساتھی کے ساتھ باغ میں داخل ہوا اور کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی بھی تباہ ہوگا اور میرا خیال یہ ہے کہ قیامت کبھی قائم نہیں ہوگی۔اس شخص کیلئے ضروری یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان نعمتوں پر شکر بجالاتا اور آخرت کی زندگی پر غور وفکر کرتا،مگر اس کی دنیوی لمبی امیدوں اور دنیا کی بیجا حرص نے اور اس کی ساری غفلتوں نے اور اس حقیر دنیا کے دھوکہ نے اس کو اس گمراہی تک پہنچادیا۔اس بدبخت نے مزید یہ بھی کہا کہ اگر کبھی مجھ کو میرے رب کے پاس بھیجا بھی گیا تب بھی مجھے یہ یقین ہے کہ مجھے اس سے بھی اچھی جگہ ملے گی۔یہ بھی اس بدنصیب نے بطور فرض کہا کہ اگر فرض کرلیا جائے (جیسا کہ میرا ساتھی یہ سمجھتا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا) تو میرے رب کے ساتھ مجھے اس سے بھی اچھی جگہ ملے گی۔دنیا میں جو مزے میں اڑا رہا ہوں اس سے زیادہ مزے میں وہاں اڑاؤں گا،اللہ کے پاس میرا اتنا مرتبہ ہوگا۔یہ اس کا دعویٰ تھا۔اگر اللہ کے پاس میرا مقام ومرتبہ نہ ہوتا تو وہ مجھے دنیا میں یہ سب کچھ نہ دیتا،جیسا کہ سورۂ فصلت کی آیت نمبر ۵۰ میں اسی قسم کا جملہ مذکور ہے: وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْٓ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰی اگر میں میرے رب کے پاس لوٹایا جاؤں تو میرے لئے اس کے پاس اچھائی ہی اچھائی ہوگی۔

﴿درس نمبر:۱۱۹۷﴾ میرا رب مجھ کو تم سے بہتر چیز عطا کرے گا ﴿الکہف:۳۷-تا-۴۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ لَهٗ کہا اس سے صَاحِبُهٗ اس کے (مومن) ساتھی نے وَهُوَ جبکہ وہ يُحَاوِرُهٗٓ گفتگو کررہا تھا اس سے اَكَفَرْتَ کیا تو نے کفر کیا ہے بِالَّذِيْ اس ذات کے ساتھ جس نے خَلَقَكَ تجھے پیدا کیا مِنْ تُرَابٍ مٹی سے ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر نطفے سے ثُمَّ سَوّٰىكَ پھر اس نے ٹھیک اور درست بنایا تجھے رَجُلًا مرد؟ ۝ لٰكِنَّا۠ لیکن (میں تو کہتا ہوں) هُوَ اللّٰهُ وہ اللہ رَبِّيْ میرا رب ہے وَلَآ اُشْرِكُ اور میں شریک نہیں ٹھہراتا بِرَبِّيْٓ اپنے رب کے ساتھ اَحَدًا کسی کو بھی ۝ وَلَوْلَآ اور کیوں نہیں اِذْ دَخَلْتَ جب تو داخل ہوا جَنَّتَكَ اپنے

باغ میں قُلْتَ کہا تو نے مَا شَآءَ اللّٰهُ جو اللہ چاہے (وہی ہوگا) لَاقُوَّةَ نہیں کوئی قوت اِلَّا بِاللّٰهِ مگر اللہ (کی توفیق) کے ساتھ! اِنْ تَرَنِ اگر تو دیکھتا ہے مجھے اَنَا اَقَلَّ (کہ) میں کم تر ہوں مِنْكَ تجھ سے مَالًا مال میں وَّوَلَدًا اور اولاد میں ۚ فَعَسٰى تو امید ہے رَبِّيْٓ میرا رب اَنْ يُّؤْتِيَنِ یہ کہ وہ مجھے دے خَيْرًا زیادہ بہتر مِّنْ جَنَّتِكَ تیرے باغ سے وَيُرْسِلَ اور وہ بھیجے عَلَيْهَا اس (تیرے باغ) پر حُسْبَانًا کوئی عذاب مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے فَتُصْبِحَ پھر وہ (باغ) ہو جائے صَعِيْدًا چٹیل میدان زَلَقًا پھسلنے والا ۙ

ترجمہ: اُس کے ساتھی نے اُس سے باتیں کرتے ہوئے کہا: ''کیا تم اُس ذات کے ساتھ کفر کا معاملہ کر رہے ہو جس نے تمہیں مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا، پھر تمہیں ایک بھلا چنگا انسان بنا دیا؟ O جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ میرا پروردگار ہے اور میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتا O اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہو رہے تھے اُس وقت تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اللہ کی توفیق کے بغیر کسی میں کوئی طاقت نہیں)۔ اگر تمہیں یہ نظر آ رہا ہے کہ میری دولت اور اولاد تم سے کم ہے O تو میرے رب سے کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ مجھے تمہارے باغ سے بہتر چیز عطا فرما دے اور تمہارے اس باغ پر کوئی آسمانی آفت بھیج دے جس سے وہ چکنے میدان میں تبدیل ہو کر رہ جائے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا

۲۔ کیا تم اس ذات کے ساتھ کفر کا معاملہ کر رہے ہو جس نے تمہیں مٹی سے اور پھر نطفہ سے پیدا کیا؟

۳۔ پھر تمہیں ایک بھلا چنگا انسان بنا دیا

۴۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ میرا پروردگار ہے

۵۔ میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتا

۶۔ جب تم اپنے باغ میں داخل ہو رہے تھے اس وقت تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ؟

۷۔ اگر تمہیں یہ نظر آ رہا ہے کہ میری دولت اور اولاد تم سے کم ہے

۸۔ تو میرے رب سے کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ مجھے تمہارے باغ سے بہتر چیز عطا فرما دے

۹۔ اور تمہارے اس باغ پر کوئی آسمانی آفت بھیج دے جس سے وہ چکنے میدان میں تبدیل ہو کر رہ جائے

جب اس مالدار اور مغرور ساتھی نے وہ ساری باتیں بتلا دیں جن کا ذکر پچھلے درس میں آ چکا ہے تو اس مومن اور غریب ساتھی نے اس مالدار مغرور کافر سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تم اس ذات کے ساتھ کفر کا معاملہ کر رہے ہو جس نے تمہیں مٹی سے اور پھر نطفہ سے پیدا کیا؟ یعنی اس مومن غریب ساتھی نے اپنے مغرور ساتھی کو

نصیحت کرتے ہوئے اور اس کے غرور اور کفر پر ڈانٹتے ہوئے یہ بات کہی کہ کیا تم اس ذاتِ اقدس کا انکار کررہے ہو جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔ یعنی تجھے یہ حقیقت سمجھ لینی چاہیے کہ تیری اصل تو مٹی ہے اس لئے کہ تیری غذا بھی اور جانوروں کی غذا بھی زمین سے اگنے والی نباتات (یعنی غلہ، اناج، ترکاریاں اور پھل پھلاریاں) سے ہے اور نباتات کو پانی اور مٹی ہی سے غذا ملتی ہے۔ پھر یہی غذا خون میں تبدیل ہوتی ہے اور اسی خون سے نطفہ تیار ہوتا ہے جو انسان کی پیدائش کا سبب بنتا ہے۔ اللہ نے تجھ کو اس مٹی سے پیدا کرتے ہوئے مکمل انسان بنادیا اور تیرے سارے اعضاء و جوارح برابر کردیئے اور تجھ کو ایک کامل و مکمل انسان بنادیا۔ اے میرے ساتھی! اس بات کو سن لے اور سمجھ لے کہ جہاں تک میرا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ میرا پروردگار ہے اور تو میرا یہ اعلان اور فیصلہ بھی سن لے کہ میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہیں دیتا۔ بس اللہ ہی وہ اکیلا و تنہا معبود ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر اس مومن غریب ساتھی نے اپنے مغرور ساتھی سے یہ بھی کہا کہ جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا اور تجھ کو تیرا باغ حسین و جمیل اور بھلا لگا تو ایسا کیوں نہیں ہوا کہ تو یہ کہہ دیتا کہ **مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ** جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اللہ کی توفیق کے بغیر کسی کی کوئی طاقت نہیں ہے۔ جب اپنے باغ میں تو داخل ہوا اور تو نے اپنے باغ کو دیکھا تو تیرا کام یہ تھا کہ تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتا اور اللہ تعالیٰ نے تجھ پر جو انعام و احسان کیا ہے اس احسان و انعام پر اللہ کا شکر ادا کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو مال بھی دیا، اولاد بھی دی، جو دوسروں کو نہیں دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو وہ سب کچھ دیا تو تیری زبان سے تو یہی جملہ نکلنا چاہیئے تھا کہ سارے کام وہی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے مقدر میں جو رکھا ہے وہی اس کو ملتا ہے۔ اگر تو یہ سمجھتا تو تیری بندگی کا اظہار ہوجاتا اور تیری طرف سے عاجزی و انکساری کا اعتراف ہوجاتا، مگر تو نے ایسا نہیں کیا۔

اس آیت سے یہ سبق ملا کہ جب بھی کوئی تعجب والی چیز دیکھی جائے اور جب بھی کوئی اچھی اور عمدہ چیز نظر کے سامنے آجائے تو مومن کی زبان سے یہی مبارک جملہ نکلنا چاہیئے: **مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ**۔

اس غریب مومن ساتھی نے اس مغرور ساتھی سے یہ بات بھی کہی کہ اگر تمہیں یہ نظر آرہا ہے کہ میری دولت اور میری اولاد تم سے کم ہے تو میرے رب سے امید ہے کہ وہ مجھے تمہارے باغ سے بہتر چیز عطا فرمادے اور تمہارے اس باغ پر کوئی آسمانی آفت بھیج دے جس سے وہ چٹیل میدان میں تبدیل ہوجائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے مغرور ساتھی! اگر تیرا یہ خیال ہے کہ میں مال میں تجھ سے زیادہ محتاج ہوں اور اولاد اور خاندان کے اعتبار سے دنیا کی اس حقیر زندگی میں تجھ سے کم ہوں تو مجھے یہ توقع ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ میری حالت کو پلٹ دے گا اور میں اللہ کی رحمت سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے آخرت میں تیرے باغوں سے زیادہ عطا فرمائے گا اور دنیا میں تیرے باغ پر کوئی آسمانی آفت بھیج دے گا جس باغ کے بارے میں تیرا خیال یہ ہے کہ وہ کبھی فنا نہیں ہوگا۔

﴿درس نمبر:۱۱۹۸﴾ **اس کا باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا پڑا تھا** ﴿الکہف:۴۱۔۴۲﴾

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَوْ يُصْبِحَ یا ہوجائے مَآؤُهَا اس کا پانی غَوْرًا گہرا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ تو ہرگز استطاعت نہیں رکھے لَهٗ طَلَبًا اسے ڈھونڈ لانے کی ۝ وَاُحِيْطَ اور گھیر لیا (تباہ کردیا) گیا بِثَمَرِهٖ اس کا پھل فَاَصْبَحَ سو وہ ہوگیا يُقَلِّبُ ملتا تھا كَفَّيْهِ اپنی دونوں ہتھیلیاں عَلٰى مَآ اس پر جو اَنْفَقَ اس نے خرچ کیا فِيْهَا اس میں وَهِيَ جبکہ وہ (باغ) خَاوِيَةٌ گرا ہوا تھا عَلٰى عُرُوْشِهَا اپنی چھتریوں پر وَيَقُوْلُ اور وہ کہتا تھا يٰلَيْتَنِيْ کاش! میں لَمْ اُشْرِكْ شریک نہ ٹھہراتا بِرَبِّيْٓ اپنے رب کے ساتھ اَحَدًا کسی کو بھی ۝

ترجمہ: یا اُس کا پانی زمین میں اُتر جائے، پھر تم اُسے تلاش بھی نہ کرسکو۔'' (۴۱) اور (پھر ہوا یہ کہ) اُس کی ساری دولت عذاب کے گھیرے میں آگئی اور صبح ہوئی تو اس حالت میں کہ اُس نے باغ پر جو کچھ خرچ کیا تھا وہ اُس پر ہاتھ مَلتا رہ گیا جبکہ اُس کا باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا پڑا تھا اور وہ کہہ رہا تھا: ''کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانا ہوتا۔''

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یا اس کا پانی زمین پر اتر جائے پھر تم اسے تلاش بھی نہ کرسکو

۲۔ اس کی ساری دولت عذاب کے گھیرے میں آگئی

۳۔ صبح ہوئی تو اس حالت میں کہ اس نے باغ پر جو کچھ خرچ کیا تھا وہ اس پر ہاتھ مَلتا رہ گیا

۴۔ جبکہ اس کا باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا پڑا تھا

۵۔ وہ کہہ رہا تھا کہ کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانا ہوتا؟

اس مومن ساتھی نے کافر و مغرور ساتھی سے یہ بات کہی تھی کہ امید ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر چیز عطا کرے اور تیرے اس باغ پر کوئی آسمانی آفت بھیج دے جس سے تیرے باغ کی اصلی شکل و صورت ختم ہوجائے اور وہ چکنے میدان میں تبدیل ہوکر رہ جائے اور وہ باغ تیرے کچھ کام بھی نہ آئے۔ اس کے بعد اس مومن ساتھی نے اس کافر مغرور ساتھی سے یہ بھی کہا کہ تیرے باغ کا یہ پانی زمین کی جس سطح پر ہے اس سطح سے نیچے اتر جائے اور تیرے باغ کے درختوں کو پانی ہی فراہم نہ ہو اور تو اس پانی کو گہرائی میں پہنچ کر تلاش کرنے کے باوجود پا ہی نہ سکے اور کسی بھی تدبیر سے وہ پانی دوبارہ باغ میں تو لوٹا ہی نہ سکے۔ اس مسلمان ساتھی نے جن توقعات و خدشات کا اظہار کیا تھا وہی ہوا۔ اس

کافر ساتھی کی دولت پر ہلاکت آ گئی، اس کے پھل اور اس کا مال تباہ ہوگیا اور جس باغ پر اس کو غرہ تھا اور جس باغ پر اس کو فخر اور ناز تھا جس باغ کی وجہ سے وہ غرور میں مبتلا ہوگیا تھا وہ سب تباہ ہوگیا۔ مومن ساتھی نے اس مغرور کافر ساتھی کو سمجھایا اور نصیحت کی کہ تیری نظر ظاہری اسباب پر ہے کہ سیراب کرنے والا پانی ہے اور باغ کیلئے سینچائی کرنے والے نوکر چاکر ہیں۔ یاد رکھ کہ اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرے تو یہ سب کچھ ہونے کے باوجود یہ سب ختم ہو جائے گا۔ جس رب ذوالجلال نے تجھ کو یہ باغ دیا ہے وہ رب ذوالجلال اس بات پر قادر اور مختار ہے کہ وہ آسمان سے اس باغ پر کوئی آفت بھیج دے، پھر نہ کوئی درخت رہے اور نہ کوئی شاخ، نہ پتے رہیں نہ سایہ۔ تو جس پانی پر گھمنڈ کر رہا ہے اللہ تعالیٰ اگر ارادہ کرلے تو وہ اس پانی کو زمین کے اندر کردے اور اتنی گہرائی تک پانی پہنچادے کہ تو باوجود کوشش اور محنت کے دوبارہ اپنی کھیتی کی سطح تک نہ لا سکے۔ جب اس مغرور کافر نے اس مسلمان کی بات نہیں مانی اور اپنے کفر اور غرور پر قائم رہا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آ ہی گیا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ ایک آگ تھی جس نے اس کی ساری مالیت کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ اب تو یہ شخص حیران کھڑا رہ گیا اور اپنے باغ پر جو کچھ خرچ کیا تھا اس پر اپنے ہاتھ کو الٹتا پلٹتا رہ گیا۔ اس کا باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا تھا۔ یعنی جن ٹٹیوں پر انگور وغیرہ کی بیلیں چڑھاتے ہیں وہ جل کر گر گئی تھیں۔ کافر شخص افسوس سے کبھی یوں ہاتھ پلٹتا تھا اور کبھی یوں اور کہتا تھا کہ ہائے افسوس! میں اس باغ پر مال خرچ نہ کرتا جیسا تھا ویسے ہی بڑھتا رہتا۔ اس مغرور کافر کو مومن مخلص ساتھی کی نصیحت یاد آ گئی اور اس نے یوں کہا کہ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا کاش کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔

درس نمبر: ۱۱۹۹

اسے کوئی ایسا جتھہ میسر نہ آیا

الکہف: ۴۳۔۴۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَمْ تَكُنْ اور نہ ہوئی لَّهٗ اس کے لیے فِئَةٌ کوئی جماعت يَّنْصُرُوْنَهٗ کہ وہ مدد کرتے اس کی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے وَمَا كَانَ اور نہ ہوا وہ (خود) مُنْتَصِرًا بدلہ لینے والا (ہم سے) ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ وہاں تو الْوَلَايَةُ تمام اختیار لِلّٰهِ الْحَقِّ اللہ سچے ہی کا ہے هُوَ خَيْرٌ وہ بہتر ہے ثَوَابًا ثواب (دینے) میں وَّخَيْرٌ اور بہتر ہے عُقْبًا اچھے انجام سے بہرہ ور کرنے میں ﴿٤٤﴾

ترجمہ: اور اُسے کوئی ایسا جتھہ میسر نہ آیا جو اللہ کو چھوڑ کر اُس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود اس قابل تھا کہ اپنا دِفاع کر سکے (۴۳) ایسے موقع پر (آدمی کو پتہ چلتا ہے کہ) مدد کا سارا اختیار سچے اللہ کو حاصل ہے۔ وہی ہے جو بہتر ثواب دیتا اور بہتر انجام دکھاتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اسے کوئی ایسا جتھہ میسر نہ آیا جو اللہ کو چھوڑ کر اس کی مدد کرتا

۲۔ نہ وہ خود اس قابل تھا کہ اپنا دفاع کر سکے

۳۔ ایسے موقع پر آدمی کو پتہ چلتا ہے کہ مدد کا سارا اختیار سچے اللہ کو حاصل ہے

۴۔ وہی ہے جو بہتر ثواب دیتا ہے اور بہتر انجام دکھاتا ہے

اس کافر مغرور کی اس کے غرور و گھمنڈ اور اس کے کفر کی وجہ سے حالت یہ ہوگئی کہ اسے نہ کوئی ایسا جتھہ میسر آیا جو اللہ کو چھوڑ کر اس کی مدد کرتا۔ یعنی اس مغرور کی اس پریشان کن حالت میں نہ اس کے خاندان کے کسی فرد نے اس کی مدد کی اور نہ اس کی اولاد نے مدد کی، حالانکہ اس کو اپنے جتھہ پر اور اپنی اولاد پر بہت زیادہ ناز اور فخر تھا۔ اس کی دولت کی تباہی کے وقت اللہ کے قہر اور اس کے انتقام سے بچانے والا اور اللہ کے مقابلہ میں اپنی قوت لگانے والا کوئی نہیں آیا۔ اس وقت اس مغرور کافر کو اس حقیقت کا پتہ چلا کہ مدد کرنے کا سارا اختیار سچے اللہ ہی کو حاصل ہے اور اس کو یقین ہو گیا کہ مدد تو صرف ایک اللہ ہی کر سکتے ہیں۔ جب عذاب آتا ہے تو نیک آدمی بھی ایمان لاتا ہے اور فاسق و فاجر بھی ایمان لاتا ہے اور ایسے وحشتناک حالات میں مومن ہو یا کافر سب اللہ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا اللہ ہی ہے جو بہتر ثواب دیتا ہے اور وہی ہے جو بہتر انجام دکھاتا ہے۔ اللہ ہی ہے جو اپنے مومن بندوں کو جو اس کے دوست ہوتے ہیں بہتر سے بہتر انجام تک پہنچاتا ہے اور ان کی مدد و نصرت کرتا ہے۔

دنیوی زندگی کی مثال

﴿درس نمبر: ۱۲۰۰﴾ ﴿الکہف: ۴۵۔۴۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاضْرِبْ اور بیان کیجئے لَهُمْ ان کے لیے مَّثَلَ مثال الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زندگانی دنیا کی كَمَآءٍ وہ (اس) پانی کے مانند ہے اَنْزَلْنٰهُ (کہ) ہم نے اتارا اُسے مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے فَاخْتَلَطَ پھر مل جل گئی بِهٖ اس کے ساتھ نَبَاتُ الْاَرْضِ زمین کی روئیدگی فَاَصْبَحَ پھر وہ (روئیدگی) ہوگئی هَشِيْمًا چُورا چُورا تَذْرُوْهُ اُڑا لے جاتی ہیں اس کو الرِّيٰحُ ہوائیں وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ہر چیز پر قادر ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ اور مال اور بیٹے زِيْنَةُ (تو) زینت ہیں الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زندگانی دنیا کی وَالْبٰقِيٰتُ اور باقی رہنے والی الصّٰلِحٰتُ نیکیاں خَيْرٌ بہت بہتر ہیں عِنْدَ رَبِّكَ آپ کے رب کے ہاں ثَوَابًا ثواب میں

وَّ خَيْرٌ اور بہت بہتر ہیں اَمَلًا باعتبار امید کے ۞

ترجمہ: اوران لوگوں سے دنیوی زندگی کی یہ مثال بھی بیان کردو کہ وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا تو اُس سے زمین کا سبزہ خوب گھنا ہو گیا، پھر وہ ایسا ریزہ ریزہ ہوا کہ اُسے ہوائیں اُڑا لے جاتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے (۴۵) مال اور اولاد دُنیوی زندگی کی زینت ہیں اور جو نیکیاں پائیدار رہنے والی ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور اُمید وابستہ کرنے کے لئے بھی بہتر۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی یہ مثال بھی بیان کردو

۲۔ وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا تو اس سے زمین کا سبزہ خوب گھنا ہو گیا

۳۔ پھر وہ ایسا ریزہ ریزہ ہوا کہ اسے ہوائیں اڑا لے جاتی ہیں

۴۔ اللہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے

۵۔ مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں

۶۔ جو نیکیاں پائیدار رہنے والی ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں

۷۔ امید وابستہ کرنے کے لئے بھی بہتر ہیں

یہ دنیا فانی ہے، اس کی ظاہری شان وشوکت اور زیب وزینت سے انسان دھوکہ کھا جاتا ہے۔ یہ دنیا حقیر ہے آخرت کی ان نعمتوں کے مقابلہ میں جن نعمتوں کو ثبات ہے اور قرار ہے۔ دنیا کی یہ نعمتیں زائل ہونے والے سایہ کی طرح ہیں اور آخرت کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔ دنیا میں انسان بنگلوں، کارخانوں، باغوں، کھیتوں اور بیش قیمت سواریوں کا مالک بن جاتا ہے، لیکن انجام کے اعتبار سے یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ کبھی ان ساری چیزوں کو چھوڑ کر انسان دنیا سے چلا جاتا ہے اور کبھی یہ ساری چیزیں اپنے مالک کو چھوڑ کر چلی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں دولت مند غریب وفقیر ہو گئے اور نانِ شبینہ کے محتاج بن کر رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اسی حقیر دنیا کی ایک مثال دی ہے کہ دنیوی زندگی کی مثال پانی کی سی ہے جس پانی کو اللہ تعالیٰ نے اتارا پھر اس پانی کے ذریعہ زمین سے اگنے والی چیزیں (پھل پھلاریاں، ترکاریاں، غلے، اناج وغیرہ) خوب گنجان ہو گئیں، پھر وہ اگنے والی چیزیں چورا چورا ہو کر رہ گئیں جن کو ہوائیں اڑا رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ پیغمبر! آپ لوگوں کے سامنے دنیوی زندگی کی حالت بیان کیجئے۔ دنیا کی زندگی کی یہ رونق اور پھر اس رونق کا زوال اس کی مثال بیان کیجئے۔ مکہ کے ان مشرکوں کو جو غریب وفقیر مسلمانوں کے سامنے اپنی دولت پر غرور اور فخر کرتے ہیں انہیں بتلائیے کہ اس حقیر دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ اور دنیا کے باقی نہ رہنے اور اس دنیا کے زوال اور فنا کے بارے میں انہیں بتلائیے کہ جس طرح یہ لہلہاتی کھیتیاں آج خوبصورت

منظر پیش کرتی ہیں جن کی زیب وزینت اور رونق سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں مگر چند دنوں یا مہینوں کے بعد یہ سب سوکھ جاتی ہیں۔ پھر یہ کھیتیاں کھڑی ہوتی ہیں، مگر ان کا جمال اور ان کی زینت ختم ہو گئی ہے۔ ان لہلہاتی کھیتیوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ سوکھ کر چورا چورا ہو جاتی ہیں، اس دنیا کی مثال بھی بالکل ایسی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اس فانی زندگی کی مثالیں قرآنِ مجید کی دیگر آیتوں میں بھی دی ہیں۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۲۴ میں یوں کہا گیا: اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ دنیا کی زندگی کی مثال بارش کی سی ہے کہ ہم نے اُس کو آسمان سے برسایا پھر اُس کے ساتھ سبزہ جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں مِلا کر نکلا۔ سورۂ حدید کی آیت نمبر ۲۰ میں یوں کہا گیا: اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ خوب سمجھ لو کہ اس دنیا والی زندگی کی حقیقت بس یہ ہے کہ وہ نام ہے کھیل کود کا، ظاہری سجاوٹ کا، تمہارے ایک دوسرے پر فخر جتانے کا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنے کا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش جس سے اُگنے والی چیزیں کسانوں کو بہت اچھی لگتی ہیں۔

دنیا کی اس زندگی کو اس آیت میں کھیل کود قرار دیا گیا۔ دنیا کی زندگی کھیل کود بھی ہے، زیب وزینت اور رونق ہے اور آپس میں فخر و غرور ہے کہ لوگ اپنے بنگلوں، کارخانوں، کمپنیوں، باغوں، کھیتیوں اور سواریوں پر آپس میں فخر و غرور کرتے ہیں اور دنیا کی یہ زندگی مال و اولاد کی کثرت ہے۔ دنیا کی اس زندگی کی مثال اس بارش کی سی ہے جس بارش کے برسنے سے کھیتیاں اُگیں اور کسان کو وہ لہلہاتی کھیتیاں بھلی محسوس ہوئیں۔ یہ مال اور بیٹے وغیرہ دنیا کی اس زندگی کی زینت اور رونق ہیں۔ یعنی وقتی اور عارضی زندگی کی زینت ہیں۔ یہ دنیا اس آخرت کی طرح نہیں ہو سکتی جس آخرت کی زینت ابدی اور دائمی ہے۔ آخرت کی ہر زینت پر ہمیشگی کی مہر لگا دی گئی ہے۔ وہ نہ فنا ہوں گی اور نہ ہی ختم ہوں گی۔ ایک سچا ہنرمند اور عقلمند دنیا کی اس فانی زندگی سے دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ دھوکہ تو وہی کھاتا ہے جس کی عقل میں فتور ہے۔ باقی رہنے والے تو وہ نیک اعمال ہیں جو انسان اس دنیا میں کرتا ہے۔ اللہ کے ہاں یہ باقی رہنے والی نیکیاں اور نیک اعمال اجر و ثواب کے اعتبار سے بہت بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔ عقلمندوں کو چاہئے کہ وہ نیک اعمال میں لگے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کے ملنے کا یقین اپنے دل میں پیدا کریں۔

﴿درس نمبر: ۱۲۰۱﴾

قیامت کے دن پہاڑوں اور زمین کی حالت

﴿الکھف: ۴۷۔۴۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۚ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَوْمَ اور جس دن نُسَيِّرُ ہم چلائیں گے الْجِبَالَ پہاڑوں کو وَتَرَى اور آپ دیکھیں گے الْاَرْضَ زمین کو بَارِزَةً صاف کھلی وَّحَشَرْنٰهُمْ اور ہم اکٹھا کردیں گے ان کو فَلَمْ نُغَادِرْ تو ہم نہیں چھوڑیں گے مِنْهُمْ ان میں سے اَحَدًا کسی کو بھی ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا اور وہ پیش کیے جائیں گے عَلٰى رَبِّكَ آپ کے رب کے سامنے صَفًّا صفیں بنائے ہوئے لَقَدْ (کہا جائے گا) البتہ تحقیق جِئْتُمُوْنَا تم آئے ہو ہمارے پاس كَمَا جس طرح خَلَقْنٰكُمْ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی بار بَلْ زَعَمْتُمْ بلکہ تم تو خیال کرتے تھے اَلَّنْ نَّجْعَلَ کہ ہرگز ہم مقرر نہیں کریں گے لَكُمْ تمہارے لیے مَّوْعِدًا کوئی وعدہ گاہ ﴿۴۸﴾

ترجمہ: اور (اُس دن کا دھیان رکھو) جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو دیکھو گے کہ وہ کھلی پڑی ہے اور ہم ان سب کو گھیر کر اِکٹھا کردیں گے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے (۴۷) اور سب کو تمہارے رب کے سامنے صف باندھ کر پیش کیا جائے گا۔ آخر تم ہمارے پاس اُسی طرح آ گئے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اس کے برعکس تمہارا دعویٰ یہ تھا کہ ہم تمہارے لئے (یہ) مقرر وقت کبھی نہیں لائیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس دن کا دھیان رکھو جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے

۲۔ تم زمین کو دیکھو گے کہ وہ کھلی پڑی ہے

۳۔ ہم ان سب کو گھیر کر اکٹھا کردیں گے

۴۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے

۵۔ سب کو تمہارے رب کے سامنے صف باندھ کر پیش کیا جائے گا

۶۔ آخر تم ہمارے پاس اسی طرح آ گئے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا

۷۔ اس کے برعکس تمہارا دعویٰ یہ تھا کہ ہم تمہارے لئے یہ مقدر وقت کبھی نہیں لائیں گے

اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور اس دن پیش آنے والے بڑے امور بیان فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یاد کروائے پیغمبر! اس دن کو جس دن ہم پہاڑوں کو ان کی جگہوں سے ہٹا کر ایسے ہی چلائیں گے جیسے گھنے بادلوں کو فضاؤں میں چلاتے ہیں۔ قیامت کے دن گویا پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹائے جائیں گے اور جیسے بادل چلتے ہیں یہ پہاڑ بھی چلیں گے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۰۵ میں بھی پہاڑوں کے بارے میں یوں کہا گیا: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا پیغمبر! آپ سے وہ لوگ پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا۔ سورۂ واقعہ کی آیت نمبر ۵ اور ۶ میں پہاڑوں کے بارے میں یوں کہا گیا: وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے۔ پھر وہ پراگندہ غبار کی طرح ہو جائیں گے، جس طرح کسی جگہ طاقتور بم ڈالا جاتا ہے تو اس زمین

کے پرخچے اڑ جاتے ہیں اور اس زمین کے ذرات ریزے ریزے ہو جاتے ہیں۔ قیامت کے دن کی ہولناکی کا یہ عالم ہوگا کہ دنیا جہاں کے سارے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ سورۂ معارج کی آیت نمبر ۹ میں قیامت کے دن ہونے والی پہاڑوں کی کیفیت یوں بیان کی گئی: وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ قیامت کے دن دنیا کی حالت بدل جائے گی اور جس دنیا کو ہم اس حالت میں دیکھ رہے ہیں یہ حالت باقی نہیں رہے گی۔ اللہ کے بندوں کو چاہیئے کہ جب پہاڑی علاقوں پر سے گزر ہو تو قیامت کے دن ہونے والے اس منظر اور حشر کو یاد کریں۔ وہ پہاڑ جو آج مضبوط اور قائم ہیں جن کو ہزاروں انسانوں کی طاقتوں سے ایک انچ ہٹایا نہیں جا سکتا یہی پہاڑ بادل یا اون کی طرح بکھر جائیں گے اور ریزے ریزے ہو جائیں گے۔

اس کے بعد قیامت کے دن زمین کا کیا حال ہوگا؟ بیان کیا جا رہا ہے۔ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً اے مخاطب! تو زمین کو دیکھے گا کہ وہ کھلا میدان ہے۔ یہ بنگلے، یہ عمارتیں، یہ کارخانے، یہ شاہراہیں، یہ وادیاں اور یہ پہاڑ، ان میں سے کوئی چیز نہیں ہوگی۔ قیامت کے دن یہ پوری زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۰۶ اور ۱۰۷ میں یوں کہا گیا: فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا اور زمین کو بالکل ہموار صاف میدان کر کے چھوڑے گا جس میں تُو نہ کہیں موڑ توڑ دیکھے گا نہ اونچ نیچ۔ قیامت کے دن سارے لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ یہ کھلی ہوئی زمین ہوگی۔ کسی کے لئے اس زمین میں نہ راستوں کے نشانات ہوں گے اور نہ کوئی زمین پر ایسا مکان ہوگا جو اس کو چھپا سکے بلکہ ساری مخلوق ایک چٹیل میدان میں ہوگی، اپنے رب کے سامنے صف باندھے کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوگی۔ یعنی پوری زمین برابر سرابر اور مسطح اور صاف ہوگی، نہ پہاڑوں کی طرح کوئی بلند چیز ہوگی اور نہ وادیوں کی طرح گہرائیاں ہوں گی، نشیب و فراز سے بالکل خالی یہ زمین ہوگی۔

وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا اور ہم ان سب کو جمع کریں گے۔ ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے سارے انسانوں کو دنیا میں ان کے کئے ہوئے کاموں کے حساب کے لئے جمع کریں گے۔ ان سارے انسانوں میں سے ایک انسان بھی اس دن چھوٹ نہ سکے گا، نہ کوئی چھوٹا انسان چھوٹ پائے گا اور نہ ہی کوئی بڑا انسان، نہ کوئی نیک انسان چھوٹ پائے گا اور نہ ہی کوئی بُرا انسان۔ سورۂ واقعہ کی آیت نمبر ۴۹ اور ۵۰ میں یہ حقیقت یوں بیان کی گئی: قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ کہہ دو کہ یقیناً سب اگلے اور پچھلے لوگ O ایک متعین دن کے طئے شدہ وقت پر ضرور اکٹھے کئے جائیں گے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۰۳ میں کہا گیا: ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ یہ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب (اللہ کے روبرو) حاضر کئے جائیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگ اس طرح جمع

کئے جائیں گے کہ وہ ننگے پاؤں ننگے بدن ہوں گے اور غیر مختون یعنی ختنہ نہ کئے ہوئے ہوں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا مرد اور عورت سب کے سب ننگے ہوں گے اور وہ سب ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے؟ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا معاملہ اتنا سخت ترین ہوگا کہ کسی کو کسی پر نظر ڈالنے کی جانب توجہ ہی نہیں ہوگی، یعنی اس دن ہر ایک کو اپنی فکر لگی ہوگی کہ وہ دوسروں کو دیکھنے سے بے نیاز ہو جائے گا۔

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا اور دنیا جہاں کے سارے لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے صفیں بنائے ہوئے پیش کئے جائیں گے۔ جس طرح کسی بادشاہ کے سامنے غلام صف بنا کر ٹھہرتے ہیں دنیا جہاں کے سارے انسان صف بنا کر رب ذوالجلال کے روبرو کھڑے ہوں گے اور ان سارے انسانوں سے کہا جائے گا کہ آج تم ہمارے پاس ایسے ہی آئے ہو جس طرح ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ یعنی جس طرح تم کو ہم نے تنہا تنہا پیدا کیا تھا اور ننگے بدن پیدا کیا تھا آج بھی تم تنہا تنہا ہو۔ جس طرح تمہاری پیدائش کے وقت تمہارے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی آج بھی تم اس حالت میں ہو کہ خالی ہاتھ ہو۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۴ میں یہی حقیقت یوں بیان کی گئی: وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ اور جیسا ہم نے تم لوگوں کو پہلی بار پیدا کیا تھا ایسا ہی آج اکیلے تم ہمارے پاس آ گئے اور جو مال و متاع ہم نے تمہیں عطا فرمایا تھا وہ سب اپنے پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے۔

بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا بلکہ بات یہ ہے کہ تم نے یوں سمجھا کہ ہم تمہارے لئے کوئی وقت موعود مقرر نہ کریں گے۔ یہ انسان کی جہالت اور لاعلمی ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے لئے وعدہ کا دن نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا جہاں کے سارے انسانوں کیلئے وعدہ کا ایک دن مقرر ہے جس کو قیامت کا دن کہتے ہیں جو بندوں کا اپنے رب سے ملاقات کا دن ہے۔

دنیا میں جب بھی نبیوں اور رسولوں نے اپنی قوموں کو اس حقیقت سے باخبر کیا کہ قیامت کا دن قائم ہوگا، تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہے تو ان نبیوں اور رسولوں کی قوموں نے مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور قیامت کے قائم ہونے کا انکار کر دیا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا دن قائم ہوگا اور اللہ تعالیٰ دوبارہ سارے انسانوں کو جمع کریں گے اور ہر ایک کے اعمال کا حساب ہوگا، اچھے کام کرنے والوں کو جزا اور بُرے کام کرنے والوں کو سزا دی جائے گی۔

درس نمبر:۱۲۰۲ — مجرم نامۂ اعمال میں لکھی ہوئی باتوں سے خوفزدہ ہوں گے — الکھف:۴۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝۴۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ وُضِعَ اور رکھے جائیں گے الْكِتٰبُ نامۂ اعمال فَتَرَى پھر آپ دیکھیں گے الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کو مُشْفِقِيْنَ وہ ڈرنے والے ہوں گے مِمَّا اس سے جو کچھ فِيْهِ اس میں ہے وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے يٰوَيْلَتَنَا ہائے ہماری کم بختی! مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ کیا ہوا اس نامۂ اعمال کو لَا يُغَادِرُ نہیں چھوڑ رہا صَغِيْرَةً کسی چھوٹے (عمل) کو وَّلَا كَبِيْرَةً اور نہ کسی بڑے کو اِلَّآ اَحْصٰهَا مگر اس نے شمار کر رکھا ہے اس کو وَوَجَدُوْا اور وہ پائیں گے مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا جو انہوں نے عمل کیے حاضر وَلَا يَظْلِمُ اور ظلم نہیں کرے گا رَبُّكَ آپ کا رب اَحَدًا کسی پر بھی ۝۴۹

ترجمہ: اور (اعمال کی) کتاب سامنے رکھ دی جائے گی، چنانچہ تم مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ اُس کے مندرجات سے خوفزدہ ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ: ''ہائے ہماری بربادی! یہ کیسی کتاب ہے جس نے ہمارا کوئی چھوٹا بڑا عمل ایسا نہیں چھوڑا جس کا پورا احاطہ نہ کرلیا ہو'' اور وہ اپنا سارا کیا دھرا اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی پر کوئی ظلم نہیں کرے گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کتاب یعنی نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا

۲۔ تم مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ اس میں لکھی ہوئی باتوں سے خوفزدہ ہوں گے

۳۔ مجرم کہیں گے کہ ہائے ہماری بربادی!

۴۔ یہ کیسی کتاب ہے جس نے ہمارا کوئی چھوٹا بڑا عمل ایسا نہیں چھوڑا جس کا پورا احاطہ نہ کرلیا ہو

۵۔ وہ اپنا سارا کیا دھرا اپنے سامنے موجود پائیں گے

۶۔ تمہارا پروردگار کسی پر کوئی ظلم نہیں کرے گا

دنیا میں انسان کفر بھی کرتا ہے، ایمان بھی لاتا ہے، توحید پر قائم بھی رہتا ہے اور شرک کی گندگی میں پھنس بھی جاتا ہے، نفاق کی بیماری کا شکار بھی ہوجاتا ہے اور فسق و فجور میں غوطہ بھی لگاتا ہے، نیک اعمال سے اپنی زندگی کو مزین بھی کرتا ہے اور بُرے اعمال سے اپنی آخرت تباہ بھی کرلیتا ہے، لیکن یہ سمجھتا ہے کہ اس کی خلوت میں اس کے بُرے کاموں کو کوئی دیکھ نہیں رہا ہے، جبکہ قادرِ مطلق ومختارِ کل رب ذوالجلال کی طرف سے ایک غیبی نظام قائم ہے کہ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (الانفطار:۱۱) لکھنے والے معزز فرشتے ایسے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ تم کیا کر رہے ہو؟ سورۂ ق کی آیت نمبر ۱۷ اور ۱۸ میں بتلایا گیا: اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ'' جس وقت دو لینے والے جا لیتے ہیں، ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔ انسان منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر یہ کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔

یہ رب ذوالجلال نے ہر انسان کے قول و عمل کو نامۂ اعمال میں محفوظ رکھنے کیلئے ایسا نظام قائم کیا ہے کہ ہر انسان

کی ایک فائیل بنتی جاتی ہے۔ اس فائیل سے نہ کسی بات کو حذف کرنے کا کسی کو اختیار ہے اور نہ ہی کسی کو اس فائیل میں کوئی زائد بات شامل کرنے کا امکان ہے۔ ہر انسان کے ہر اچھے اور بُرے قول اور عمل کو لکھ دیا جاتا ہے، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، معمولی ہو یا غیر معمولی۔ قیامت کے دن یہ نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا اور اس وقت مجرموں کی حالت یہ ہوگی کہ اس نامۂ اعمال میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس سے وہ ڈر رہے ہوں گے کہ اب پتہ نہیں ہمارا انجام کیا ہوگا؟ اور ہم کو کس قسم کی سزا دی جائے گی؟ جب وہ مجرم اپنے نامۂ اعمال میں موجود ساری باتوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! اپنے کئے ہوئے کاموں پر پچھتاتے ہوئے کہیں گے کہ اس نامۂ اعمال کو کیا ہوگیا کہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ بھی نہیں چھوڑا اور کوئی بڑا گناہ بھی نہیں چھوڑا، ہر گناہ کو اس کتاب نے اپنے پاس محفوظ رکھا ہے۔ اس نامۂ اعمال نے ہر عمل کو گن گن کر جمع کر دیا ہے۔ دنیا جہاں کے سارے لوگ اپنے نامۂ اعمال میں اپنے کئے ہوئے کاموں کو اور اپنی کہی ہوئی تمام باتوں کو پائیں گے وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا اور وہ ان کاموں کو پائیں گے جو انہوں نے کئے تھے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳۰ میں بھی یہ بات یوں بیان کی گئی ہے: يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ جس دن ہر نفس اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پالے گا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس دن ہر شخص یہ آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت ہی دوری ہوتی، تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا ۢ بَعِيْدًا ۔ سورۃ القیامہ کی آیت نمبر ۱۳ میں کہا گیا: يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ ۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ آج انسان کو اس کے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے سے آگاہ کر دیا جائے گا۔

یہ آیتیں انسان کو آگاہ کر رہی ہیں کہ انسان اچھے کام کرتے ہوئے خوشی محسوس کرے گا جب قیامت کے دن ان اچھے اعمال کو اس نامۂ اعمال میں دیکھے گا۔ اگر اس نے بُرے کام کئے ہیں تو یہ آیتیں اسے متنبہ کر رہی ہیں کہ اس کا خمیازہ کل قیامت کے دن اسے بھگتنا پڑے گا۔

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا سے یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ رب ذوالجلال کی شان یہ ہے کہ وہ قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہونے کے باوجود کسی بھی بندے پر کبھی بھی ظلم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان اور انصاف تو فرماتے ہیں لیکن کبھی اپنے بندوں پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے۔

ابلیس جنّات میں سے تھا

﴿درس نمبر: ۱۲۰۳﴾ ﴿الکہف: ۵۰-۵۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ اِذْ قُلْنَا اور (یاد کرو) جب ہم نے کہا لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں سے اسْجُدُوْا تم سجدہ کرو لِاٰدَمَ آدم کو فَسَجَدُوْٓا تو انہوں نے سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِيْسَ مگر ابلیس نے (نہ کیا) كَانَ وہ تھا مِنَ الْجِنِّ جنوں میں سے فَفَسَقَ چنانچہ اس نے نافرمانی کی عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اپنے رب کے حکم کی اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ کیا پھر (بھی) تم بناتے ہوا سے وَذُرِّيَّتَهٗٓ اوراس کی اولاد کو اَوْلِيَآءَ دوست مِنْ دُوْنِيْ میرے سوا وَهُمْ حالانکہ وہ لَكُمْ تمہارے عَدُوٌّ دشمن ہیں بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بُرا ہے ظالموں کے لیے بَدَلًا ازروئے بدل کے ﴿۵۰﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ نہیں میں نے گواہ بنایا تھا ان کو خَلْقَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کی پیدائش میں وَالْاَرْضِ اور زمین کی (پیدائش میں) وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ اور نہ ان کی اپنی ہی پیدائش میں وَمَا كُنْتُ اور نہیں ہوں میں مُتَّخِذَ بنانے والا الْمُضِلِّيْنَ گمراہ کرنے والوں کو عَضُدًا بازو (مددگار) ﴿۵۱﴾

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ: ''آدم کے آگے سجدہ کرو۔'' چنانچہ سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ جنّات میں سے تھا، چنانچہ اُس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ کیا پھر بھی تم میرے بجائے اُسے اور اُس کی ذریت کو اپنا رکھوالا بناتے ہو، حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں؟ (اللہ تعالیٰ کا) کتنا بُرا متبادل ہے جو ظالموں کو ملا ہے! (۵۰) میں نے نہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت اُن کو حاضر کیا تھا، نہ خود اُن کو پیدا کرتے وقت اور میں ایسا نہیں ہوں کہ گمراہ کرنے والوں کو دست و بازو بناؤں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو

۲۔ چنانچہ سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے

۳۔ ابلیس جنات میں سے تھا

۴۔ چنانچہ ابلیس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی

۵۔ کیا پھر بھی تم میرے بجائے ابلیس اور اس کی ذریت کو اپنا رکھوالا بناتے ہو؟

۶۔ حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں

۷۔ کتنا بُرا متبادل ہے جو ظالموں کو ملا ہے

۸۔ میں نے نہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت ان کو حاضر کیا تھا نہ خود ان کو پیدا کرتے وقت

۹۔ میں ایسا نہیں ہوں کہ گمراہ کرنے والوں کو دوست و بازو بناوں۔

سورۂ کہف کی آیت نمبر ۵۰ میں جس طرح فرشتوں کو آدم کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور ابلیس نے سجدہ کرنے سے جو انکار کردیا اس کے علاوہ دیگر تقریباً چھ مقامات میں اس بات کا ذکر موجود ہے۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۳۴،

سورۂ اعراف آیت نمبر ۱۱، سورۃ الحجر آیت نمبر ۳۱، سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۶۱، سورۂ طٰہٰ آیت نمبر ۱۱۶ اور سورۂ ص آیت نمبر ۷۴۔ ان تمام آیتوں میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سارے ہی فرشتوں نے یہ حکم بجالایا، مگر ابلیس نے انکار کردیا اور سجدہ نہ کیا۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ سجدہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ سجدۂ تعبّدی اور سجدۂ تعظیمی۔ یعنی ایک عبادت والا سجدہ ہوتا ہے اور ایک تعظیم والا سجدہ ہوتا ہے۔ عبادت والا سجدہ سوائے اللہ کے کسی اور کے لئے جائز نہیں۔ رہی بات تعظیمی سجدہ کی جو فرشتوں نے آدم کے آگے کیا تھا اس کی اجازت پچھلی امتوں میں رہی، امتِ محمدیہ کیلئے سجدۂ تعظیمی بھی ممنوع کردیا گیا۔ اب کسی بھی شخص کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے آگے سجدہ کرے۔

یہاں ایک اور بات بھی ذہن میں رہے کہ ابلیس اگرچہ کہ فرشتوں میں سے نہیں تھا، وہ تو جنات میں سے تھا۔ جیسا کہ اس آیت میں خود اس بات کی وضاحت کردی گئی کہ كَانَ مِنَ الْجِنِّ وہ جنات میں سے تھا۔ چونکہ ابلیس فرشتوں کے ساتھ تنہا تھا اس لئے جس طرح فرشتوں کو آدم کے آگے سجدہ کا حکم دیا گیا۔ ابلیس کو بھی اس حکم میں شامل کردیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۲ میں یوں ہے: قَالَ مَامَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے یہ سوال کیا کہ تو جو سجدہ نہیں کرتا تو تجھ کو اس سے کونسا امر مانع ہوا؟ یعنی کس وجہ سے تو نے سجدہ نہیں کیا؟ اس سے یہ معلوم ہوا کہ حکم میں ابلیس بھی داخل تھا۔ اگر وہ سجدہ کے اس حکم میں داخل وشامل نہ ہوتا تو اس سے مواخذہ بھی نہ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کے آگے سجدہ کا جو حکم فرشتوں کو دیا تھا وہ دراصل نوعِ انسانی کے اکرام واحترام میں تھا۔ دنیا جہاں کی تمام مخلوقات پر انسانیت کا احترام ثابت کیا گیا کہ یہ انسان اشرف المخلوقات ہے، جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۰ میں بنی آدم کی عزت کا اظہار یوں کیا گیا: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے اور انہیں خشکی اور سمندر دونوں میں سواریاں مہیا کی ہیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا ہے اور اُن کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے۔ اس آیت سے انسانوں کی فضیلت اور برتری کا اظہار ہوتا ہے۔

فرشتوں نے اللہ کے حکم کو تسلیم کرلیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا، فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ اس کی نافرمانی کی وجہ کیا تھی؟ اس کا جواب قرآنِ مجید کی دوسری آیتوں سے ملتا ہے، سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۲ میں ہے: قَالَ مَامَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ط قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ج خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تو تجھ کو اس سے کس چیز نے روکا؟ جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا تو ابلیس نے کہا میں اس آدم سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس

آدم کو آپ نے خاک سے پیدا کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حقیقت بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے اور ابلیس کی پیدائش آگ سے ہوئی۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا اور ابلیس کو آگ کے شعلوں سے پیدا کیا گیا اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ ابلیس کے بارے میں یہ بات کہی گئی کہ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی یعنی ابلیس اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرہ سے نکل گیا۔

ابلیس اور ابلیس کی ذریت یعنی اس کی نسل اور اولاد یہ سب انسانوں کی دشمنی میں سرگرم عمل ہیں۔ جو کام ابلیس کرتا ہے وہی کام اس کی ذریت کرتی ہے۔ ابلیس کے ایجنڈہ میں جو چیزیں داخل ہیں وہ سارے ایجنڈے اس کی نسل اور ذریت میں بھی داخل ہیں، اس لئے ابلیس کو اپنا دشمن بنائے رکھنا چاہیئے۔ قرآنِ مجید کا انسانوں سے مطالبہ ہے، سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۶ میں کہا گیا: اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ یاد رکھو! شیطان تمہارا دشمن ہے، تم اسے دشمن جانو وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے بلاتا ہے کہ وہ سب جہنمی بن جائیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۵۳ میں کہا گیا: اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ جب یہ بات طئے ہے کہ شیطان ہمارا دشمن ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہ سوال کر رہے ہیں کہ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ کیا تم پھر بھی مجھے چھوڑ کر ابلیس کو اور اس کی ذریت کو دوست بناتے ہو؟ حالانکہ وہ (یعنی ابلیس) اور اس کی ذریت تمہارے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ تمہارے لئے یہ لازم تھا کہ تم اپنے رب کی حقیقت کو پہچان کر اس کو اپنا ولی اور دوست بناتے جبکہ اللہ ہی مومنوں کا حقیقی ولی اور دوست ہے، اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ:۲۵۷) ایمان لانے والوں کا کارساز اللہ تعالیٰ خود ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۶۸ میں ہے: وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کا ولی اور سہارا اللہ ہی ہے۔

بندوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی زندگی میں یہ فیصلہ کرلیں کہ انہیں کس کو اپنا ولی اور کارساز بنانا ہے؟ اپنے حقیقی رب کو یا اس شیطان کو جو اس کا دشمن ہے؟ ظاہر ہے کہ عقلمند مومن صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا ولی بنائے گا اور شیطان اور اس کی ذریت کو اپنا دشمن بنائے گا۔ جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذریت کو ولی بنایا ہے انہوں نے بہت بُرا بدل تجویز کیا ہے۔ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا کے ذریعہ یہی حقیقت بتلائی جارہی ہے۔ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یہ بات بتلارہے ہیں کہ میں نے جب آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو اس وقت میں نے اپنی مدد کے لئے یا مشورہ لینے کے لئے انہیں یا ان کو جن کی یہ عبادت کرتے ہیں نہیں بلایا ہے۔ یعنی میرا کوئی شریک نہیں ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور خود ان انسانوں کی پیدائش کے وقت میں کوئی مدد کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بھی بتلادی کہ میں گمراہ کرنے والوں کو یعنی شیطان کو اور اس کی ذریت کو اپنا مددگار بنانے والا نہیں ہوں۔

درس نمبر:۱۲۰۴ **ہم ان کے درمیان ایک مہلک آڑ حائل کردیں گے** الکہف:۵۲-۵۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝ وَرَاَ الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَوْمَ اور جس دن يَقُولُ کہے گا وہ (اللہ) نَادُوا تم بلاؤ شُرَكَآءِيَ میرے ان شریکوں کو الَّذِينَ جن کا زَعَمْتُمْ تم دعویٰ کرتے تھے فَدَعَوْهُمْ تو وہ انہیں بلائیں گے فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا سو وہ جواب نہیں دیں گے لَهُمْ ان کو وَجَعَلْنَا اور ہم بنادیں گے بَيْنَهُمْ ان کے درمیان مَّوْبِقًا ہلاکت گاہ ۝ وَرَاَ اور دیکھیں گے الْمُجْرِمُونَ مجرم لوگ النَّارَ آگ کو فَظَنُّوٓا تو وہ گمان کریں گے اَنَّهُمْ کہ بے شک وہ مُّوَاقِعُوهَا اس میں گرنے والے ہیں وَلَمْ يَجِدُوا اور وہ نہیں پائیں گے عَنْهَا اس سے مَصْرِفًا پھرنے (بچنے) کی جگہ ۝

ترجمہ: اور اُس دن کا دھیان کرو جب اللہ (ان مشرکوں سے) کہے گا کہ: ''ذرا پکارو اُن کو جنہیں تم نے میری خدائی میں شریک سمجھ رکھا تھا!'' چنانچہ وہ پکاریں گے، لیکن وہ ان کو کوئی جواب نہیں دیں گے اور ہم اُن کے درمیان ایک مہلک آڑ حائل کردیں گے (۵۲) اور مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ انہیں اسی میں گرنا ہے اور اس سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ کہے گا کہ ذرا پکارو ان کو جنہیں تم نے میری خدائی میں شریک سمجھ رکھا تھا۔

۲۔ چنانچہ وہ پکاریں گے

۳۔ لیکن وہ انکو کوئی جواب نہیں دیں گے

۴۔ ہم ان کے درمیان ایک مہلک آڑ حائل کردیں گے

۵۔ مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ انہیں اسی میں گرنا ہے

۶۔ اس سے بچ کر نکلنے کا کوئی راستہ وہ نہیں پائیں گے

رسولِ رحمت ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ اے پیغمبر! آپ ان مشرکین سے قیامت کے دن واقع ہونے والے اس حادثہ کے بارے میں بتلایئے جو ساری انسانیت کے جمع ہونے کا دن ہے، جس دن اللہ تعالیٰ کافروں اور مشرکوں سے کہے گا کہ جس طرح تم دنیا میں یہ گمان اور خیال رکھتے تھے کہ یہ باطل معبود جن کی تم عبادت کررہے تھے یہ تمہاری مدد کریں گے اگر حقیقتاً ایسا ہی ہے کہ وہ واقعی تمہاری مدد کرتے ہیں تو تم لوگ ان کو پکارو جن کی عبادت تم دنیا میں کرتے تھے تاکہ یہ باطل معبود تم کو اس مصیبت سے چھٹکارا دلاسکیں جس مصیبت میں آج تم ہو چنانچہ قیامت کے دن یہ مشرکین

ان بتوں کو پکاریں گے مگر وہ باطل معبود ان کی پکار کا کوئی جواب ہی نہیں دیں گے اور ذرہ برابر بھی ان مشرکوں کو نفع نہ پہنچا سکیں گے، سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۴ میں بھی اسی قسم کا مضمون اس طرح موجود ہے۔

وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَ كُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھے۔ جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملے میں شریک ہیں واقعی تمہارے آپس میں قطع تعلق ہو گیا اور وہ تمہارا دعویٰ سب تم سے گیا گزرا ہوا ہے۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں اور وہ جن بتوں کی عبادت کرتے تھے ان کے درمیان آڑ بنا دیں گے جس کی وجہ سے ایک دوسرے تک پہنچ بھی نہ سکیں گے۔ ان باطل معبودوں کا اپنے عابدوں کی مدد کرنا تو دور کی بات ہے وہ ان کے قریب بھی نہ جا سکیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ موبقا سے مراد دوزخ میں موجود ایک وادی ہے اور حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ موبقا سے مراد دوزخ کی آگ کی ایک نہر ہے جو اس دوزخ کے کنارے پر بہتی ہے اس میں بڑے بڑے سانپ ہیں جیسے کالے رنگ کے خچر ہوں، مطلب یہ ہے کہ ان مشرکین اور باطل معبودوں کے درمیان زبردست آڑ ہو گی وہ ان باطل معبودوں تک پہنچ ہی نہ سکیں گے۔ قیامت کے دن یہ مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے اور وہ اس بات کا یقین کر لیں گے کہ اس دوزخ میں گرنے والے ہیں اور قیامت کے دن یہ مجرم اس دوزخ سے بچنے کی کوئی راہ نہیں پائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر صورت میں ان مشرکوں کو جنہوں نے دنیا میں شرک کیا تھا دوزخ ہی میں گر جانا ہے اور اس وقت کوئی بھی ان کی مدد ہرگز نہیں کر سکے گا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کافر یقیناً دوزخ کو دیکھے گا اور وہ اس بات کا یقین اس وقت کرے گا جب اس کو اس دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جبکہ وہ دوزخ سے چالیس سال کی مسافت کی دوری پر ہو گا۔

سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۱۲ میں اس بات کی وضاحت کی گئی اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۔ جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی تو یہ اس کا غصے سے بپھرنا اور دھاڑنا سنیں گے۔ یعنی ان مشرکون کو دور سے ہی دیکھ کر دوزخ غصہ سے بپھر جائے گی اور یہ جہنمی دور سے ہی اس کی دھاڑیں سنیں گے۔

انسان جھگڑے میں بہت زیادہ بڑھ کر ہے

درس نمبر: ۱۲۰۵ — الکھف: ۵۴-۵۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝۵۵

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق صَرَّفْنَا ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہے فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن میں لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے مِنْ کُلِّ ہر قسم کی مَثَلٍ مثال وَکَانَ الْاِنْسَانُ اور ہے انسان اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا تمام چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ اور منع نہیں کیا النَّاسَ لوگوں کو اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا (اس سے) کہ وہ ایمان لائیں اِذْجَآءَھُمُ جب آ گئی ان کے پاس الْھُدٰی ہدایت وَیَسْتَغْفِرُوْا اور وہ مغفرت طلب کریں رَبَّھُمْ اپنے رب سے اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَھُمْ مگر (اس بات نے) کہ پیش آئے ان کو سُنَّۃُ معاملہ الْاَوَّلِیْنَ پہلے لوگوں کا (سا) اَوْ یَاْتِیَھُمُ یا آئے ان کے پاس الْعَذَابُ قُبُلًا عذاب سامنے سے ﴿۵۵﴾

ترجمہ: اور ہم نے لوگوں کے فائدے کے لئے اس قرآن میں طرح طرح سے ہر قسم کے مضامین بیان کیے ہیں اور انسان ہے کہ جھگڑا کرنے میں ہر چیز سے بڑھ گیا ہے (۵۴) اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آ چکی تو اب اُنہیں ایمان لانے اور اپنے رب سے معافی مانگنے سے اس (مطالبے) کے سوا کوئی اور چیز نہیں روک رہی کہ اُن کے ساتھ بھی پچھلے لوگوں جیسے واقعات پیش آ جائیں یا عذاب ان کے بالکل سامنے آ کھڑا ہو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گی ہیں

۱۔ ہم نے لوگوں کے فائدے کے لئے اس قرآن میں طرح طرح سے ہر قسم کے مضامین بیان کئے ہیں

۲۔ انسان ہے کہ جھگڑا کرنے میں ہر چیز سے بڑھ گیا ہے۔

۳۔ جب لوگوں کے پاس ہدایت آ چکی تو اب انہیں ایمان لانے اور اپنے رب سے معافی مانگنے سے اس مطالبہ کے سوا کوئی اور چیز نہیں روک رہی ہے کہ ان کے ساتھ بھی پچھلے لوگوں جیسے واقعات پیش آ جائیں۔

۴۔ یا عذاب ان کے بالکل سامنے آ کھڑا ہو۔

قرآنِ مجید کا مطالبہ کرنے والوں کیلئے یہ بات کوئی اجنبی نہیں ہے کہ قرآنِ مجید میں غور وفکر کرنے والوں اور نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے کافی وشافی مثالیں، واقعات وہدایات موجود ہیں اور مختلف باتوں کو بار بار دوہرایا گیا ہے تاکہ دلوں میں وہ باتیں بیٹھ جائیں' توحید اور شرک، ایمان اور کفر' نفاق اور فسق، آخرت اور حشر نشر، جنت ودوزخ زندگی اور اس کے مراحل، ہدایات اور اہم ترین نصیحتیں اور احکام' وعدے اور وعیدیں' حسن انجام اور بدانجامی وغیرہ سے متعلق اہم باتیں بیان کی گی ہیں۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ یہاں یوں بیان فرمارہے ہیں کہ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ اور ہم نے لوگوں کے فائدے کے لئے اس قرآن میں طرح طرح سے ہر قسم کے مضامین بیان کئے ہیں۔

اس قسم کا مضمون قرآنِ مجید کی مختلف آیات میں بیان کیا گیا ہے سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۸ میں یوں ہے: کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْکُرُوْنَ اس طرح ہم دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے ہیں ان لوگوں

کے لئے جو شکر کرتے ہیں، سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۴۱ میں ہے: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا ہم نے تو اس قرآن میں ہر طرح بیان فرما دیا ہے کہ لوگ سمجھ جائیں۔ اس سورت کی آیت نمبر ۸۹ میں کہا گیا: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہم نے تو اس قرآن میں لوگوں کے سمجھنے کے لئے ہر طرح سے مثالیں بیان کر دی ہیں۔ سورۂ طٰهٰ کی آیت نمبر ۱۱۳ میں کہا گیا: وَّصَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اور اُس (قرآن) میں تنبیہات کو طرح طرح سے بیان کیا ہے تا کہ لوگ پرہیز گاری اختیار کریں۔ ان آیات سے معلوم یہ ہوا کہ مختلف مضامین کو مختلف انداز میں بیان کرنے کا مقصد انسانوں کی زندگی کے رخ کو موڑنا ہے کہ وہ ناشکری کو چھوڑ کر شکر گزاری اختیار کریں، غفلت کو چھوڑ کر ان نصیحتوں کے ذریعہ اپنی زندگی کا مقصد پہچانیں اور بے راہ روی کو چھوڑ کر تقویٰ والی زندگی اختیار کریں۔

مکہ مکرمہ کی سرزمین میں مشرکین کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔ ان آیات کا تقاضا یہ تھا کہ وہ ان آیات کو سن کر ضلالت و گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت کی راہ اختیار کریں، مگر ان مشرکین کی حالت یہ تھی کہ وہ ان آیتوں کے بارے میں جھگڑا کرتے تھے اور مخالفت پر اتر آتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا انسان ہے کہ جھگڑا کرنے میں ہر چیز سے بڑھ گیا ہے۔

آسمانی ہدایتیں روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو اس لئے دی جاتی ہیں کہ وہ اطاعت والی زندگی اختیار کریں، مگر ان انسانوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان آسمانی سچی اور حق پر مبنی باتوں کو ماننے کے بجائے اس میں جھگڑا کرنے لگتے ہیں۔ انسانوں کے اس جھگڑالو پن کا تذکرہ سورۃ الزخرف کی آیت نمبر ۴ میں بھی یوں بیان کیا گیا: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا۔ سورۃ الزخرف کی آیت نمبر ۵۸ میں بھی کہا گیا ہے مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ تجھ سے ان کا یہ کہنا محض جھگڑے کی غرض سے ہے بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔

یہ آیتیں مسلمانوں کو متنبہ کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سامنے سرخم تسلیم کرنا اور ماننا ہی حسن انجام ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے حکموں کے سامنے کوئی جھگڑا کرتا ہے تو وہ اپنی آخرت تباہ کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب ہدایت آجائے تو اس ہدایت کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کو تسلیم کر لیا جائے اور اگر ہدایت کے آجانے کے باوجود لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت نہیں طلب کرتے ہیں تو اس کا صاف اور واضح مطلب یہی ہے کہ ان سے پہلے لوگوں کے ساتھ جیسا معاملہ ہوا ان کے ساتھ بھی ہو جائے، ان کے سامنے اللہ کا عذاب آجائے۔

ظاہر ہے کہ عذاب سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ جو پیغام آسمان کی طرف سے نازل ہوا اور جس

پیغام کو انبیاء کرام علیہم السلام پیش کریں اس کو قبول کرلیا جائے، ورنہ اس عذاب کا انتظار کریں جو عذاب ان سے پہلی قوموں کی طرف آیا تھا۔

کافر باطل کا سہارا لے کر جھگڑتے ہیں

﴿درس نمبر:۱۲۰۶﴾ ﴿الکہف:۵۶۔۵۷﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۚ وَ يُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا نُرْسِلُ اور ہم نہیں بھیجتے الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں کو اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ مگر خوشخبری دینے والے وَ مُنْذِرِيْنَ اور ڈرانے والے (بنا کر ہی) وَ يُجَادِلُ اور جھگڑا کرتے ہیں الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا بِالْبَاطِلِ باطل کے ساتھ لِيُدْحِضُوْا تاکہ باطل کردیں بِهِ الْحَقَّ اس کے ساتھ حق کو وَاتَّخَذُوْٓا اورانہوں نے بنالیا اٰيٰتِيْ میری آیتوں کو وَمَآ اوراس چیز کو (جس سے) اُنْذِرُوْا وہ ڈرائے گئے تھے هُزُوًا ٹھٹھا مذاق ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ اور کون زیادہ ظالم ہے مِمَّنْ اس شخص سے کہ ذُكِّرَ وہ نصیحت کیا گیا بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ اپنے رب کی آیات کے ساتھ فَاَعْرَضَ تو اس نے اعراض کیا عَنْهَا ان سے وَنَسِيَ اور وہ بھول گیا مَا قَدَّمَتْ جو کچھ کہ آگے بھیجا تھا يَدٰهُ اس کے دونوں ہاتھوں نے؟ اِنَّا جَعَلْنَا بلاشبہ ہم نے کردیئے عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر اَكِنَّةً پردے اَنْ يَّفْقَهُوْهُ (اس سے) کہ وہ سمجھیں اس (قرآن) کو وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ اور ان کے کانوں میں وَقْرًا ڈاٹ (کارک) وَاِنْ تَدْعُهُمْ اور اگر آپ ان کو بلائیں اِلَى الْهُدٰى ہدایت کی طرف فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا تو ہرگز وہ ہدایت نہ پائیں گے اِذًا اَبَدًا اس وقت کبھی بھی ﴿۵۷﴾

ترجمہ: اور ہم پیغمبروں کو صرف اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ (مومنوں کو) خوشخبری دیں اور (کافروں کو عذاب سے) متنبہ کریں اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے وہ باطل کا سہارا لے کر جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اُس کے ذریعہ حق کو ڈگمگا دیں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور انہیں جو تنبیہ کی گئی تھی اُس کو مذاق بنا رکھا ہے O اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اُس کے رب کی آیتوں کے حوالے سے نصیحت کی جائے تو وہ اُن سے منہ موڑ لے اور اپنے ہاتھوں کے کرتوت کو بھلا بیٹھے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے (ان لوگوں کے کرتوت کی وجہ سے) اُن کے دلوں پر غلاف چڑھا دیئے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس (قرآن) کو نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی ہے اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تب بھی وہ صحیح راستے پر ہرگز نہیں آئیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ہم پیغمبروں کواس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ مومنوں کوخوشخبری اور کافروں کوعذاب سے متنبہ کریں۔
۲۔جن لوگوں نے کفراپنالیاہے وہ باطل کا سہارالے کر جھگڑا کرتے ہیں۔
۳۔تا کہ اس کے ذریعہ حق کوڈگمگادیں۔
۴۔انہوں نے میری آیتوں کواورانہیں جوتنبیہ کی گی ہےاس کومذاق بنارکھاہے
۵۔اس شخص سے بڑھ کرکون ظالم ہوگا جسےاس کے رب کی آیتوں کے حوالے سےنصیحت کی جائےتووہ ان سے منہ موڑلے۔
۶۔اپنے ہاتھوں کے کرتوت کوبھلابیٹھے۔
۷۔حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ان لوگوں کے کرتوت کی وجہ سےان کے دلوں پرغلاف چڑھادیئے ہیں
۸۔جن کی وجہ سے وہ اس قرآن کونہیں سمجھتے۔
۹۔ان کے کانوں میں ڈاٹ لگادی ہے۔
۱۰۔اگرتم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤتب بھی وہ صحیح راستہ پرنہیں آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ قوموں کی رہنمائی کیلئے جن نبیوں اوررسولوں کوبھی اس دنیامیں بھیجتے ہیں ان نبیوں کی اہم مہم اوران کی زندگی کاعظیم مشین یہ ہوتاہے کہ وہ ان لوگوں کوجوایمان لائےانہیں ان کی اطاعت وفرمابرداری پراجروثواب کی خوشخبری دیتے ہیں اورجولوگ اس دنیامیں ان نبیوں اوررسولوں کوجھٹلاتے ہیں اورکفرکرتے ہیں یہ انبیاء کرام علیھم السلام ان کی نافرمانی پرانہیں سزاسناتے ہیں اوریہ وعید بیان کرتے ہیں کہ اگرانہوں نے کفرکیااورنافرمانی کی توانہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سےعذاب ہوگاتاکہ وہ اس وعیدکوسن کرایمان لےآئیں اوراطاعت والی زندگی اختیارکرلیں۔

قرآنِ مجید کی متعددآیات میں نبیوں اوررسولوں کے بشیرونذیرہونے کی بات بتلائی گئی ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۱۱۹میں ہے اِنَّـآ اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا ہم نے آپ کوحق کےساتھ خوشخبری دینے والااور ڈرانے والابناکربھیجاہے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر۴۸ میں ہے:وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ٭اورہم پیغمبروں کوصرف اس واسطےبھیجاکرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اورڈرائیں۔

دوسری اہم بات یہاں یہ بتائی گئی ہے کہ ان نبیوں کوبشیرونذیربناکربھیجاجاتاہےاوریہ انبیاءکرام علیہم السلام لوگوں کوخوشخبریاں دیتے ہیں اورڈراتے ہیں تویہ کفروعنادمیں پھنسےہوئےلوگ ایمان قبول نہیں کرتے بلکہ طرح طرح کے فرمائشی معجزے طلب کرتے ہیں اورناحق باتیں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے حق بات کو ہٹادیں۔ان کافروں کایہ جھگڑاحق پرمبنی نہیں ہوتابلکہ باطل پرمبنی ہوتاہےیہ کافراپنےجھگڑوں کے ذریعہ اس حق کوکمزور کرناچاہتے ہیں جس حق کوپیغمبردنیامیں لےآئے ہیں اوران کافروں کی یہ کوشش بےسودہےیہ اپنی کوشش میں کامیاب

نہیں ہو سکتے۔وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل:۸۱) اور اعلان کر دے کہ حق آ چکا ہے اور ناحق نابود ہو گیا ہے۔ یقیناً باطل تھا ہی نابود ہونے والا اللہ تعالیٰ صاف بتلا رہے ہیں کہ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ (الانبیاء:۱۸) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں پس سچ جھوٹ کا سر توڑ دیتا ہے اور وہ اس وقت نابود ہو جاتا ہے۔

ان مذاق اڑانے والے اور جھٹلانے والے کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا کہ ان کافروں نے اللہ کی آیتوں کو یعنی قرآن مجید کو مذاق بنا رکھا ہے اور ان حجتوں اور دلائل کو اور ان معجزات کو جو انبیاء کرام علیہم السلام لے کر آئے ہیں۔ جب انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ اس کو مذاق کا ذریعہ بناتے ہیں اور اس عذاب کا ٹھٹھا اڑاتے ہیں۔ اور اللہ کی آیتوں' نبیوں کے معجزات اور عذاب کا مذاق اڑانا بہت بڑا جرم ہے۔ کافروں کی یہ حرکتیں ان کی جہالت گھٹیا پن اور کمینگی پر دلالت کرتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سب سے بڑا ظالم اور ان کی ان حرکتوں کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا ہے کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جسے اس کے رب کی آیتوں کے ذریعہ نصیحت کی گئی اس کے باوجود اس نے ان آیتوں سے منہ موڑا اور جو کچھ اس نے اپنے آگے بھیجا ہے اس کو بھول گیا۔

جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو سنتے ہیں اور سننے کے باوجود ان آیتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ان کافروں کا معاملہ یہ ہے کہ جو اعمال یہ پہلے بھیج چکے ہیں یعنی کفر، شرک، وغیرہ ان اعمال کو یہ بھول چکے ہیں اور ان کمینوں کو اس بات کا یقین بھی نہیں ہے کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کی وجہ سے انہیں عذاب ہوگا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان کافروں اور مشرکوں کے اس طرح جھٹلانے کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر غلاف چڑھا دیئے ہیں تا کہ آئندہ وہ قرآن مجید کو سمجھ ہی نہ سکیں اب یہ حق بات کو نہ سن سکیں گے اور نہ ہی حق بات پر غور و فکر کر سکیں گے۔ اب ان کے اندر سے ایمان اور ہدایت کے قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہی ختم ہو چکی ہے اس لئے کہ انہوں نے صرف کفر نہیں کیا اور صرف نافرمانی نہیں بلکہ کفر پر سختی کے ساتھ قائم رہے اور نافرمانی میں مبتلا رہے۔ سورۃ المطففین کی آیت نمبر ۱۴ میں کہا گیا ہے: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ہرگز نہیں! بلکہ جو عمل یہ کرتے رہے ہیں، اُس نے اِن کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۷ میں کہا گیا: خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ط وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ز وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اللہ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور اُن کے لئے زبردست عذاب ہے۔

رسول رحمت ﷺ سے صاف کہہ دیا گیا وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا پیغمبر! اگر آپ ان کو حق اور ہدایت کی طرف بلائیں گے تو آپ کی دعوت کو ہرگز یہ قبول نہیں کریں گے۔

﴿درس نمبر:۱۲۰۷﴾ ﴿الکھف:۵۸۔۵۹﴾

جب قوموں نے ظلم کیا تو انہیں ہلاک کر دیا گیا

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُوا الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۝۵۸ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝۵۹

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَرَبُّكَ اور آپ کا رب (تو) الْغَفُوْرُ بہت بخشنے والا ہے ذُوا الرَّحْمَةِ رحمت والا ہے لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ اگر وہ ان کو پکڑے بِمَا بہ سبب ان کے جو كَسَبُوْا انہوں نے (عمل) کمائے لَعَجَّلَ تو یقیناً جلدی لائے لَهُمُ ان کے لیے الْعَذَابَ عذاب بَلْ لَّهُمْ بلکہ ان کے لیے مَّوْعِدٌ ایک مقرر وقت ہے لَّنْ يَّجِدُوْا ہرگز وہ نہیں پائیں گے مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا مَوْئِلًا کوئی جائے پناہ ۝۵۸ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اور یہ بستیاں اَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے ہلاک کیا ان (کے باشندوں) کو لَمَّا ظَلَمُوْا جب انہوں نے ظلم کیا وَجَعَلْنَا اور ہم نے کر دیا لِمَهْلِكِهِمْ ان کی ہلاکت کے لیے مَّوْعِدًا ایک مقرر وقت ۝۵۹

ترجمہ: اور تمہارا پروردگار بہت بخشنے والا بڑا رحمت والا ہے۔ جو کمائی انہوں نے کی ہے اگر وہ اس کی وجہ سے انہیں پکڑنے پر آتا تو ان کو جلد ہی عذاب دے دیتا، لیکن ان کے لیے ایک وقت مقرر ہے جس سے بچنے کے لئے انہیں کوئی پناہ گاہ نہیں ملے گی (۵۸) یہ ساری بستیاں (تمہارے سامنے) ہیں، جب انہوں نے ظلم کی روِش اپنائی تو ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا اور ان کی ہلاکت کے لئے (بھی) ہم نے ایک وقت مقرر کیا ہوا تھا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ تمہارا پروردگار بہت بخشنے والا بڑا رحمت والا ہے۔

۲۔ جو کمائی انہوں نے کی ہے اگر وہ اس کی وجہ سے انہیں پکڑنے پر آتا تو ان کو جلد ہی عذاب دے دیتا۔

۳۔ لیکن ان کے لئے ایک وقت مقرر ہے جس سے بچنے کے لئے انہیں کوئی پناہ گاہ نہیں ملے گی۔

۴۔ یہ ساری بستیاں تمہارے سامنے ہیں جب انہوں نے ظلم کی روش اپنائی تو ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔

۵۔ ان کی ہلاکت کے لئے بھی ہم نے ایک وقت مقرر کیا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اے محمد! آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی مغفرت کرنے والا ہے اور اپنے بندوں پر اپنی رحمت کی وسیع چادر بچھا دینے والا ہے یہی وجہ ہے کہ کتنے ہی لوگوں نے اس دنیا میں اس کی نافرمانی کی اس کے دین کو جھٹلایا اس کے نبیوں کا مذاق اڑایا اس کے ساتھ شرک اور کفر کیا مگر اس کے باوجود اس رب رحمان نے ان کا فوراً مواخذہ نہیں کیا بلکہ ایسے لوگوں کو مہلت دی اور سنبھلنے اور سیدھی راہ پر آنے کا موقع دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور اپنے بندوں پر مہربانی کرنے والا نہ ہوتا تو ان نافرمانوں پر عذاب بھیجنے

میں جلدی کرتا۔ اللہ تعالیٰ حلیم و بردبار ہیں اپنے بندوں کی ان بیجا حرکتوں کو برداشت کرتے ہیں۔ یہی حقیقت یہاں بتلائی جارہی ہے کہ وَرَبُّکَ الْغَفُوْرُ ذُوا الرَّحْمَةِ تمہارا پروردگار مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ کی ان دوصفتوں کا ذکر ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۳ میں ہے: اِنَّ اللّٰـهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳۱ اور ۸۹ میں ہے: وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۷ میں بھی مغفرت اور رحمت کا ذکر ایک ہی جگہ ہے: وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْمُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ قسم ہے اگر اللہ کی راہ میں شہید کئے جاؤ یا اپنی موت مروتو بے شک اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت اس سے بہتر ہے جسے یہ جمع کررہے ہیں۔

سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی یہ بات بتلائی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر جلدی سے نقصان واقع کردیا کرتا جس طرح وہ فائدے کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ کبھی پورا ہو چکا ہوتا: وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ ۔الخ۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۴۵ میں بھی یہ بات کہی گئی: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب داروگیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک جاندار کو نہ چھوڑتا۔

ہم خود اپنی زندگی پر غور کریں کہ ہم اپنے حقیقی رب کی کتنی نافرمانیاں کرتے ہیں اس کے کتنے حکموں کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ مگر ہمارا رحیم و حلیم پروردگار ان نافرمانیوں پر فوری عذاب یا سزا نہیں دیتا بلکہ وہ ہمیں ڈھیل دیتا ہے اور مہلت دیتا ہے۔ ہمیں اس کی اس مہلت کی مدت ہی میں سنبھل جانا چاہیے اور اپنی زندگی کو اس کی خلاف ورزی اور نافرمانی سے بچالینا چاہیے تاکہ اس کے عذاب اور اس کی سزا سے بچ سکیں۔

یہ باتیں اس پس منظر میں کہی جارہی ہیں کہ مکہ کے مشرکین نے رسول رحمت ﷺ کی مخالفت کی اور نافرمانی میں حد سے تجاوز کیا مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے باوجود قدرت وطاقت کے ان کا فوراً مواخذہ نہیں کیا بلکہ ان کو مہلت دی گئی اور یہ بات بتلادی گئی کہ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا لیکن ان کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آجائے گا تو اس سے بچنے کیلئے ان کے پاس کوئی راستہ نہیں رہے گا۔

وہ وقت جو ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے وہ یا تو قیامت کا دن ہے یا جنگ بدر کا دن ہے کہ اس دن مکہ کے بڑے بڑے رئیس اور سردار قیدی بنالئے گئے یا ہلاک ہوگئے یا وہ سارے دن مراد ہیں جن دنوں میں اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور کافروں اور مشرکوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا جیسا کہ فتح مکہ کا دن ہے۔

مکہ کے مشرکین کو اس حقیقت سے باخبر کردینے کے بعد کہ عذاب یا عقاب میں تاخیر ایک مہلت ہے یہ مت سمجھو کہ یہ چھوٹ ہے، یہ بھی کہہ دیا جارہا ہے کہ تم سے پہلے جو قومیں گزری ہیں جب ان قوموں نے ظلم کیا اور حد سے تجاوز کیا تو ہم نے ان قوموں کو یعنی ان بستی والوں کو جنہوں نے بستی کی ہلاک وتباہ کردیا۔ وَتِلْكَ الْقُرٰى

اَهۡلَكۡنٰهُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا یہ بستیاں ہیں یعنی ان قوموں کے افراد ہیں کہ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کیا، جیسے قوم عاد اور قوم ثمود وغیرہ کہ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے وعدہ کا وقت بھی مقرر کر دیا گیا تھا اور ان کو یہ مہلت اس لئے دی گئی تھی کہ ان سے امید تھی کہ یہ توبہ کر لیں۔

﴿درس نمبر: ۱۲۰۸﴾

جب دو سمندروں کے سنگم پر پہنچے

﴿الکہف: ۶۰ ـ ۶۱ ـ ۶۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِفَتٰٮهُ لَاۤ اَبۡرَحُ حَتّٰۤى اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ اَوۡ اَمۡضِىَ حُقُبًا ۝ فَلَمَّا بَلَغَا مَجۡمَعَ بَيۡنِهِمَا نَسِيَا حُوۡتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيۡلَهٗ فِى الۡبَحۡرِ سَرَبًا ۝ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰٮهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدۡ لَقِيۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاِذۡ قَالَ اور (یاد کرو!) جب کہا مُوۡسٰى موسیٰ نے لِفَتٰٮهُ اپنے جوان (یوشع) سے لَاۤ اَبۡرَحُ میں ہمیشہ (چلتا ہی) رہوں گا حَتّٰۤى یہاں تک کہ اَبۡلُغَ میں پہنچ جاؤں مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ دو دریاؤں کے سنگم پر اَوۡ اَمۡضِىَ یا میں چلتا رہوں گا حُقُبًا مدت ہائے دراز ۝ فَلَمَّا چنانچہ جب بَلَغَا وہ دونوں پہنچے مَجۡمَعَ ملنے کی جگہ پر بَيۡنِهِمَا ان دونوں (دریاؤں) کے درمیان نَسِيَا (تو) وہ دونوں بھول گئے حُوۡتَهُمَا مچھلی اپنی فَاتَّخَذَ سو اس نے بنا لیا سَبِيۡلَهٗ اپنا راستہ فِى الۡبَحۡرِ سَرَبًا دریا میں سرنگ نما ۝ فَلَمَّا پھر جب جَاوَزَا وہ دونوں آگے گزر گئے قَالَ (تو موسیٰ نے) کہا لِفَتٰٮهُ اپنے جوان سے اٰتِنَا دے ہمیں غَدَآءَنَا ہمارا ناشتہ لَقَدۡ لَقِيۡنَا البتہ تحقیق ہم دوچار ہوئے مِنۡ سَفَرِنَا هٰذَا اپنے اس سفر میں نَصَبًا تھکاوٹ سے ۝

ترجمہ: اور (اُس وقت کا ذکر سنو) جب موسیٰ نے اپنے نوجوان (شاگرد) سے کہا تھا کہ: ''میں اُس وقت تک اپنا سفر جاری رکھوں گا جب تک دو سمندروں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں، ورنہ برسوں چلتا رہوں گا۔'' (۶۰) چنانچہ جب وہ ان کے سنگم پر پہنچے تو دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے اور اس نے سمندر میں ایک سرنگ کی طرح کا راستہ بنا لیا (۶۱) پھر جب دونوں آگے نکل گئے تو موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا کہ: ''ہمارا ناشتہ لاؤ، سچی بات یہ ہے کہ ہمیں اس سفر میں بڑی تھکاوٹ لاحق ہو گئی ہے۔''

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں،

۱۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان شاگرد سے کہا تھا

۲۔ میں اس وقت تک اپنا سفر جاری رکھوں گا جب تک دو سمندروں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں۔

۳۔ ورنہ برسوں چلتا رہوں گا۔

۴۔ چنانچہ جب وہ ان کے سنگم پر پہنچے تو دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے

۵۔ مچھلی نے سمندر میں ایک سرنگ کی طرح کا راستہ بنالیا۔
۶۔ پھر جب دونوں آگے نکل گئے تو موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا
۷۔ ہمارا ناشتہ لاؤ
۸۔ سچی بات یہ ہے کہ ہمیں اس سفر میں بڑی تھکاوٹ لاحق ہوگئی ہے۔

سورۂ کہف کے آغاز میں یہ بات بتلائی گئی تھی کہ اس سورت میں چند ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جو سبق آموز ہونے کے ساتھ ساتھ حیرتناک بھی ہیں' اصحاب کہف کا واقعہ بیان کیا گیا کہ چند نوجوان تین سونو برس تک غار میں ایک خاص قسم کی نیند میں سوئے رہے اور پھر بیدار ہوئے، دوسرا واقعہ دو بھائیوں کا تھا جن میں سے ایک کافر اور دوسرا مومن اور متواضع تھا جس واقعہ سے کفر اور غرور کا انجام بد بتلایا گیا۔ اور یہاں سے ایک اور واقعہ بتلایا جارہا ہے جس کا تعلق حضرت خضر علیہ السلام کے ایک علمی سفر سے ہے۔ جس سفر میں تین اہم واقعات پیش آئے اس واقعہ کو سورۂ کہف کی آیت نمبر ۶۱ تا ۸۲ بیان کیا گیا ہے' یہ واقعہ حکمتوں' عبرتوں اور بہت سی معلومات پر مشتمل ہے۔ اس واقعہ کو امام بخاری، امام نسائی اور امام ترمذی نے اپنی اپنی کتابوں میں بھی بیان کیا ہے، ہم اس واقعہ کو متعلقہ آیات کی روشنی میں بالتدریج بیان کرتے ہیں۔

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں کھڑے ہوئے اور ان کو وعظ فرمایا اس وعظ کی وجہ سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور دلوں میں نرمی پیدا ہوگئی جب وعظ فرما کر واپس چل دیئے تو ایک شخص نے دریافت کرلیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا زمین میں کوئی ایسا شخص ہے جو علم میں آپ سے زیادہ ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ کوئی نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انہوں نے فرمادیا کہ میں ہوں! اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا کیونکہ انہوں نے **اَللّٰهُ اَعْلَمُ** نہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ بلاشبہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے وہ تم سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میں آپ کے اس بندہ سے کس طرح ملاقات کروں میں اسے جانتا نہیں ہوں اس کی تلاش میں نکلوں تو مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ میں آپ کے اس بندہ تک پہنچ گیا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک مچھلی لے لو اسے ٹوکری میں رکھ لو یہ مچھلی مردہ ہو' پھر جس جگہ اس میں جان ڈال دی جائے سمجھ لو کہ وہ صاحب اسی جگہ ملیں گے جن سے تم ملنا چاہتے ہو' یہ مچھلی زندہ ہوکر تم سے جدا ہوجائے گی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مچھلی لی اور ٹوکری میں رکھ لی اور اپنے ایک نوجوان خادم کو ساتھ لیا جسکا نام یوشع بن نون تھا اور اپنے خادم سے فرمایا کہ بس تمہارے ذمہ اتنا کام کرتا ہوں کہ جہاں یہ مچھلی جدا ہوجائے اس وقت ہمیں بتا دینا۔ یوشع نے کہا کہ یہ تو آپ نے کوئی بڑی بات کی ذمہ داری نہیں سونپی (میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور آپ کے فرمان کے مطابق عمل کروں گا۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کے خادم حضرت یوشع بن نون دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہے دن کا جو حصہ باقی تھا وہ بھی سفر میں گذرا اور رات بھی، راستہ میں ایک جگہ ایک پتھر آیا اسی پر سر رکھ کر سو گئے تھے اسی اثناء میں مچھلی تڑپ کر ٹوکری سے نکلی اور اس نے سمندر میں اپنی راہ بنالی۔

اس کے بعد کیا بات پیش آئی اگلے درس میں ملاحظہ فرمائیں، واضح ہو کہ احقر نے اس واقعہ کے متعلق ایک کتابچہ بنام ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علمی سفر'' مستقلاً تحریر کیا ہے جس میں واقعہ سے حاصل ہونے والے اصول وضوابط کی تفصیل لکھی ہے۔استاذ اور طالب علم کیلئے یہ کتابچہ مفید ہے یہ کتاب ویب سائٹ payaamerashadi.org پر دستیاب ہے۔

مچھلی کو یاد رکھنا مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا

﴿درس نمبر:۱۲۰۹﴾ ﴿الکھف:۶۳۔۶۴﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۫ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس نے کہا اَرَءَيْتَ بھلا دیکھا آپ نے اِذْ اَوَيْنَآ جب ہم ٹھہرے تھے اِلَى الصَّخْرَةِ چٹان کے پاس فَاِنِّىْ تو بلاشبہ میں نَسِيْتُ الْحُوْتَ بھول گیا (وہ) مچھلی وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اور نہیں بھلوایا مجھے اس کو اِلَّا الشَّيْطٰنُ مگر شیطان ہی نے اَنْ اَذْكُرَهٗ کہ میں اُسکا (آپ سے) ذکر کروں وَاتَّخَذَ اور اس نے بنایا تھا سَبِيْلَهٗ اپنا راستہ فِى الْبَحْرِ دریا میں عَجَبًا عجیب طرح ﴿۶۳﴾ قَالَ اس (موسیٰ) نے کہا ذٰلِكَ یہی تو ہے مَا وہ جو کچھ كُنَّا نَبْغِ ہم چاہتے تھے فَارْتَدَّا پھر وہ دونوں واپس لوٹے عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا اپنے قدموں کے نشانات پر قَصَصًا ان کا اتباع کرتے ہوئے ﴿۶۴﴾

ترجمہ: اُس نے کہا: ''بھلا بتایئے! (عجیب قصہ ہوگیا) جب ہم اُس چٹان پر ٹھہرے تھے تو میں مچھلی (کا آپ سے ذکر کرنا) بھول گیا اور شیطان کے سوا کوئی نہیں ہے جس نے مجھ سے اس کا تذکرہ کرنا بھلایا ہو اور اُس (مچھلی) نے تو بڑے عجیب طریقے پر دریا میں اپنی راہ لے لی تھی۔'' (۶۳) موسیٰ نے کہا: ''اسی بات کی تو ہمیں تلاش تھی۔'' چنانچہ دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے واپس لوٹے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ یوشع بن نون نے کہا کیا آپ کو خبر نہیں جب ہم نے پتھر کے پاس ٹھکانہ لیا تھا تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا

۲۔ مچھلی کو یاد رکھنا مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا

۳۔ اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طور پر اپنا راستہ بنالیا۔

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی وہ موقع ہے جس کی ہمیں تلاش تھی

۵۔حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع دونوں اپنے قدموں کے نشانوں پر واپس لوٹے۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے پانی ہی میں ایک طاقچہ بنا دیا اور اس مچھلی کو اس جگہ ٹھہرا دیا اس منظر کو حضرت یوشع نے دیکھا تو تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گئے۔ جب اس جگہ کو چھوڑ کر آگے چلے اور اگلے دن کی صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا صبح کا کھانا تو لاؤ اس سفر میں ہمیں بڑی تکلیف پہنچی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام برابر چلے جا رہے تھے۔ جب اس جگہ سے آگے بڑھ گئے جہاں تک پہنچنا تھا یعنی حضرت خضر علیہ السلام کے ملنے کی جگہ تھی تو خوب زیادہ تھکن محسوس کی اس وقت اپنے خادم سے کھانا طلب کیا خادم نے جواب دیا کیا آپ کو علم نہیں جب ہم نے پتھر کے پاس ٹھکانہ پکڑا تھا اس وقت مچھلی سمندر میں چلی گئی تھی جب ہم وہاں سے چلنے لگے تو مجھے یہ یاد نہ رہا کہ آپ کو بتا دوں ایک روایت میں ہے کہ جب مچھلی زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی تو حضرت یوشع نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قصہ اس لیے نہیں بتایا کہ وہ اس وقت سوئے ہوئے تھے انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ میں بیدار نہیں کرتا خود ہی جاگ جائیں گے تو بتا دوں گا۔ جب روانہ ہونے لگے تو بتانا بھول گئے۔ یہ بھول شیطان ہی کے بھلانے سے ہوئی کوئی بھولنے والی بات نہیں تھی بلکہ یاد رکھنے اور یاد رہنے کی بات تھی مچھلی جو سمندر میں گئی اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کو اس سے بڑا تعجب ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی تو وہ جگہ تھی جس کی تلاش میں ہم چلے تھے مچھلی کا ہم سے جدا ہو جانا ہی اس بات کی نشانی تھی کہ ہم جن صاحب کی تلاش میں نکلے ہیں وہ وہیں ہیں۔ اب کیا ہو سکتا ہے؟ اب تو واپس ہی ہونا پڑے گا لہٰذا پیچھے پاؤں لوٹے اور یہ دیکھتے رہے کہ ہم کدھر سے آئے تھے؟

یہاں بھول کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے جیسا کہ سورۂ یوسف میں اس قیدی کی بھول کو بھی شیطان کی طرف منسوب کیا گیا جس نے بادشاہ کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کرنا فراموش کر دیا تھا، فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ (یوسف:۴۲) پھر اسے شیطان نے اپنے بادشاہ سے ذکر کرنا بُھلا دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ شیطان انسان کو اچھے کام کرنے سے بھلا دیتا ہے' اس لئے بندوں کو چاہیے کہ شیطان سے پناہ مانگتے رہیں

﴿درس نمبر:۱۲۱۰﴾ ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ انہیں ملا ﴿الکہف:۶۵-تا-۶۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝۶۵ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝۶۶ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ۝۶۷ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝۶۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَوَجَدَا تو ان دونوں نے پایا عَبْدًا ایک بندے (خضر) کو مِّنْ عِبَادِنَآ ہمارے بندوں میں سے

اٰتَیۡنٰهُ ہم نے اسے دی تھی رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا اپنی طرف سے رحمت وَعَلَّمۡنٰهُ اور ہم نے اسے سکھایا تھا مِنۡ لَّدُنَّا اپنے پاس سے عِلۡمًا ایک (خاص) علم ۝۶۵ قَالَ لَهٗ مُوۡسٰی موسیٰ نے اس (خضر) سے کہا هَلۡ اَتَّبِعُكَ کیا میں تیری پیروی کرسکتا ہوں عَلٰۤی اس (شرط) پر اَنۡ تُعَلِّمَنِ کہ تو مجھے سکھائے مِمَّا اس میں سے جو عُلِّمۡتَ تجھے سکھائی گئی ہے رُشۡدًا بھلائی؟ ۝۶۶ قَالَ اس (خضر) نے کہا اِنَّكَ بلاشبہ تو لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ ہرگز استطاعت نہیں رکھے گا مَعِیَ میرے ساتھ صَبۡرًا صبر (کرنے) کی ۝۶۷ وَكَيۡفَ اور کس طرح تَصۡبِرُ تو صبر کرے گا عَلٰی مَا اس چیز پر کہ لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ احاطہ نہیں کیا تو نے اس کا خُبۡرًا باعتبار علم کے؟ ۝۶۸

ترجمہ: تب انہیں ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ ملا جس کو ہم نے اپنی خصوصی رحمت سے نوازا تھا اور خاص اپنی طرف سے ایک علم سکھایا تھا O موسیٰ نے اُن سے کہا: ''کیا میں آپ کے ساتھ اس غرض سے رہ سکتا ہوں کہ آپ کو بھلائی کا جو علم عطا ہوا ہے اُس کا کچھ حصہ مجھے بھی سکھا دیں؟'' O انہوں نے کہا: ''مجھے یقین ہے کہ آپ میرے ساتھ رہنے پر صبر نہیں کرسکیں گے O اور جن باتوں کی آپ کو پوری واقفیت نہیں ہے ان پر آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؟''

تشریح: ان چار آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ تب انہیں ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ ملا

۲۔ جس بندہ کو ہم نے اپنی خصوصی رحمت سے نوازا تھا

۳۔ خاص اپنی طرف سے ایک علم سکھایا تھا

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کیا میں آپ کے ساتھ اس غرض سے رہ سکتا ہوں کہ آپ کو بھلائی کا جو علم عطا ہوا ہے اس کا کچھ حصہ مجھے بھی سکھا دیں؟

۵۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ میرے ساتھ رہنے پر صبر نہیں کرسکیں گے۔

۶۔ جن باتوں کی آپ کو پوری واقفیت نہیں ہے ان پر آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؟

جب واپس ہو کر اسی پتھر کے پاس پہنچے جس پر سر رکھ کر سو گئے تھے تو وہاں ایک صاحب کو دیکھا کہ سمندر کے درمیان پانی پر کپڑا اوڑھے ہوئے لیٹے ہیں (یہ صاحب حضرت خضر علیہ السلام تھے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا انہوں نے منہ کھولا اور فرمایا کہ اس سرزمین میں سلام کہاں سے آ گیا؟ آپ کون ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں موسیٰ ہوں۔ انہوں نے دریافت کیا کہ بنی اسرائیل والے موسیٰ ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں وہی ہوں! انہوں نے سوال کیا کیسے تشریف لانا ہوا؟ فرمایا تاکہ آپ مجھے اپنے اس علم میں سے سکھا دیں جو آپ کو علم مفید سکھایا گیا ہے، انہوں نے جواب میں کہا کیا تمہیں تورات کافی نہیں ہے جو تمہارے ہاتھوں میں ہے، اور یہ جو وحی تمہارے پاس آتی ہے کیا یہ کافی نہیں؟ (مزید فرمایا) کہ اے موسیٰ! مجھے اللہ نے وہ علم دیا ہے جسے آپ نہیں

جانتے اور آپ کو اللہ نے وہ علم دیا ہے جسے میں نہیں جانتا۔
یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک چڑیا آئی جس نے سمندر سے اپنی چونچ میں کچھ پانی لے لیا حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اللہ کے علم کے سامنے تمہارا علم اور میرا علم اتنا بھی نہیں ہے جتنا اس پرندہ نے سمندر سے اپنی چونچ میں پانی بھرلیا۔

جب دونوں کشتی میں سوار ہو گئے

درس نمبر:۱۲۱۱ — الکھف:۶۹ تا ۷۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ سَتَجِدُنِیٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا ۝ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَکَ مِنْهُ ذِکْرًا ۝ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ط قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ج لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس (موسیٰ) نے کہا سَتَجِدُنِیٓ یقیناً تو پائے گا مجھے اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ نے چاہا صَابِرًا صبر کرنے والا وَّلَآ اَعْصِیْ اور میں نافرمانی نہیں کروں گا لَکَ اَمْرًا تیرے کسی بھی حکم کی ۝ قَالَ اس (خضر) نے کہا فَاِنِ چنانچہ اگر اتَّبَعْتَنِیْ تو میری پیروی کرنا چاہتا ہے فَلَا تَسْئَلْنِیْ تو سوال مت کرنا مجھ سے عَنْ شَیْءٍ کسی چیز کی بابت حَتّٰٓی یہاں تک کہ اُحْدِثَ میں (خود ہی) کروں لَکَ تیرے لیے مِنْهُ ذِکْرًا اس کا ذکر ۝ فَانْطَلَقَا پھر وہ دونوں چلے حَتّٰٓی یہاں تک کہ اِذَا رَکِبَا جب وہ دونوں سوار ہوئے فِی السَّفِیْنَةِ کشتی میں خَرَقَهَا (گو) اس (خضر) نے اس میں شگاف کردیا قَالَ (موسیٰ نے) کہا اَخَرَقْتَهَا کیا تو نے شگاف کیا ہے اس میں لِتُغْرِقَ تاکہ تو غرق کردے اَهْلَهَا اس کشتی والوں کو؟ لَقَدْ جِئْتَ تحقیق تو آیا ہے شَیْئًا اِمْرًا بہت ہولناک کام کو ۝ قَالَ (خضر نے) کہا اَلَمْ اَقُلْ کیا میں نے نہیں کہا تھا اِنَّکَ کہ بے شک تو لَنْ تَسْتَطِیْعَ ہرگز استطاعت نہیں رکھے گا مَعِیَ صَبْرًا میرے ساتھ صبر کرنے کی؟ ۝ قَالَ (موسیٰ نے) کہا لَا تُؤَاخِذْنِیْ نہ مواخذہ کر تو میرا بِمَا نَسِیْتُ اس پر جو میں بھول گیا وَلَا تُرْهِقْنِیْ اور نہ ڈال تو مجھ پر مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا میرے (اس) معاملے میں تنگی ۝

ترجمہ: موسیٰ نے کہا: ''ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔'' O انہوں نے کہا: ''اچھا! اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو جب تک میں خود ہی آپ سے کسی بات کا تذکرہ شروع نہ کروں آپ مجھ سے کسی بھی چیز کے بارے میں سوال نہ کریں۔'' O چنانچہ دونوں روانہ ہو گئے، یہاں تک کہ جب دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے تو اُن صاحب نے کشتی میں چھید کردیا۔ موسیٰ بولے: ''ارے کیا

آپ نے اس میں چھید کر دیا تا کہ سارے کشتی والوں کو ڈبو ڈالیں؟ یہ تو آپ نے بڑا خوفناک کام کیا۔'' O انہوں نے کہا: ''کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر تم صبر نہیں کر سکیں گے؟'' O موسیٰ نے کہا: ''مجھ سے جو بھول ہوگئی اس پر میری گرفت نہ کیجئے اور میرے کام کو زیادہ مشکل نہ بنایئے۔''

تشریح: ان پانچ آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان شاءاللہ آپ مجھے صابر پائیں گے

۲۔ میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا

۳۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو جب تک میں خود ہی آپ سے کسی بات کا تذکرہ شروع نہ کروں آپ مجھ سے کسی بھی چیز کے بارے میں سوال نہ کریں۔

۴۔ چنانچہ دونوں روانہ ہو گئے۔

۵۔ یہاں تک کہ جب دونوں ایک کشتی میں سوار ہو گئے تو ان صاحب نے کشتی میں چھید کر دیا

۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بول پڑے، ارے! کیا آپ نے اس میں چھید کر دیا تا کہ سارے کشتی والوں کو ڈبو دیں

۷۔ یہ تو آپ نے بڑا خوفناک کام کیا ہے؟

۸۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکو گے؟

۹۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھ سے جو بھول ہوگئی اس پر میری گرفت مت کیجئے

۱۰۔ میرے کام کو زیادہ مشکل نہ بنایئے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام کے سفر کا واقعہ پچھلے درس میں یہاں تک پہنچا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے علم سکھانے کی درخواست کی تھی تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا تھا کہ میرے ساتھ رہ کر اے موسیٰ! آپ صبر نہیں کر سکیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کی کوئی نافرمانی نہیں کروں گا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کر لیا تو دونوں ساتھ ساتھ سمندر کے کنارے کنارے چل دیئے یہاں تک کہ دونوں ایک کشتی پر پہنچے وہ کشتی سواریوں کو لے کر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچایا کرتی تھی، ان دونوں نے کشتی کے مالکان سے کہا کہ ہمیں بھی سوار کر لیں، اس کشتی کے چند مسکین نوجوان مالک تھے، ان نوجوانوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اس لئے ان سب کو بغیر کرایہ کے کشتی میں بٹھا لیا حضرت خضر علیہ السلام نے ایک کلہاڑا لیا اور کشتی کے ایک تختہ کو اکھاڑ دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا اور فرمایا کہ ایک تو ان لوگوں نے ہمیں بغیر اجرت کے کشتی پر سوار کر لیا اور اوپر سے آپ نے یہ کیا کر دیا کہ ان کی کشتی میں شگاف کر دیا؟ اب شگاف سے پانی بھرے گا تو کشتی ڈوبے گی کشتی کے ساتھ وہ سب لوگ بھی ڈوب جائیں گے جو کشتی میں

سوار ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر سے جو یہ بات کہی اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے ایسا کام کیا ہے جس کا انجام یہ ہیکہ کشتی پر جو لوگ سوار ہیں سب ڈوب جائیں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میرے ساتھ رہتے ہوئے آپ صبر نہیں کر سکتے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بھول گیا تھا اس لئے آپ میرے بھولنے پر میرا مواخذہ نہ فرمائیں اور میرے معاملہ میں تنگی نہ برتیئے۔

درس نمبر:۱۲۱۲ — حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کر دیا — الکھف:۷۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَانْطَلَقَا وقفه حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ لا قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ۞

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَانْطَلَقَا پھر وہ دونوں چلے حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَا لَقِيَا جب وہ دونوں ملے غُلٰمًا ایک لڑکے کو فَقَتَلَهٗ تو اس (خضر) نے اسے قتل کر دیا قَالَ (موسیٰ نے) کہا اَقَتَلْتَ کیا تو نے قتل کر دیا نَفْسًا زَكِيَّةً پاک (بے گناہ) نفس کو بِغَيْرِ نَفْسٍ بغیر کسی نفس کے؟ لَقَدْ تحقیق جِئْتَ تو آیا ہے شَيْئًا نُّكْرًا نہایت ہی بُرے کام کو ۞

ترجمہ: وہ دونوں پھر روانہ ہوگئے یہاں تک کہ اُن کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی تو اُن صاحب نے اُسے قتل کر ڈالا۔ موسیٰ بول اُٹھے: "ارے کیا آپ نے ایک پاکیزہ جان کو ہلاک کر دیا جبکہ اُس نے کسی کی جان نہیں لی تھی جس کا بدلہ اُس سے لیا جائے؟ یہ تو آپ نے بہت ہی بُرا کام کیا!"

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام دونوں پھر روانہ ہو گئے

۲۔ یہاں تک کہ ان کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی

۳۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کر ڈالا

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بول پڑے: "ارے! کیا آپ نے ایک پاکیزہ جان کو ہلاک کر دیا جبکہ اس نے کسی کی جان نہیں لی تھی جس کا بدلہ اس سے لیا جائے؟"

۵۔ یہ تو آپ نے بہت ہی بُرا کام کیا!

اس کے بعد (کشتی سے اُتر کر) آگے بڑھے۔ دونوں ساتھ ساتھ جا رہے تھے کہ چند لڑکوں پر گزر ہوا جو کھیل رہے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ان میں سے ایک لڑکے کو پکڑا اور اس کے سر کو مروڑ کر تن سے جدا کر دیا (اور ایک روایت میں ہے کہ اسے چھری سے ذبح کر دیا)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر نہ رہا گیا اور فرمایا: کیا تم نے ایک پاکیزہ جان کو قتل کر دیا جس نے کسی کو قتل نہیں کیا، جان کا بدلہ جان ہوتا ہے۔ (یہ لڑکا نہ سن بلوغ کو پہنچا ہے جس کا کوئی عمل گناہوں میں شمار کیا جائے اور نہ ہی اس نے کسی کو قتل کیا ہے اس کو قتل کرنا تو بالکل بیجا ہے) آپ نے یہ تو بڑا ہی منکر کام کیا۔

چونکہ بظاہر وہ بچہ معصوم تھا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے اس عمل پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا یہ تو آپ نے بہت ہی بُرا کام کر دیا کہ ایک پاکیزہ جان کو ہلاک کر دیا اور یہ معصوم بچہ تھا جس نے کسی کی جان بھی نہیں لی تھی کہ بدلہ میں اس کی جان لی جائے۔

﴿درس نمبر:۱۲۱۳﴾ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے علمی سفر کا اختتام ﴿الکھف:۷۵۔تا۔۷۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝۷۵ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝۷۶ فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝۷۷ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝۷۸

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ اس (خضر) نے کہا اَلَمْ اَقُلْ کیا نہیں کہا تھا میں نے لَّكَ تجھ سے اِنَّكَ تحقیق تو لَنْ تَسْتَطِيْعَ ہرگز نہیں کر سکے گا مَعِيَ میرے ساتھ صَبْرًا صبر ۝۷۵ قَالَ اس (موسیٰ) نے کہا اِنْ سَاَلْتُكَ اگر میں آپ سے سوال کروں عَنْ شَيْءٍۭ کسی چیز کی بابت بَعْدَهَا اس کے بعد فَلَا تُصٰحِبْنِيْ تو نہ مجھے ساتھ رکھنا قَدْ بَلَغْتَ تحقیق تو پہنچ گیا ہے مِنْ لَّدُنِّيْ میری طرف سے عُذْرًا عذر کو ۝۷۶ فَانْطَلَقَا پھر وہ دونوں چلے حَتّٰۤى یہاں تک کہ اِذَاۤ اَتَيَاۤ جب وہ دونوں آئے (پہنچے) اَهْلَ قَرْيَةِ ایک بستی والوں کے پاس اسْتَطْعَمَاۤ تو انہوں نے کھانا مانگا اَهْلَهَا اس بستی والوں سے فَاَبَوْا تو انہوں نے انکار کر دیا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا ان دونوں کی مہمان نوازی سے فَوَجَدَا پھر ان دونوں نے پائی فِيْهَا اس میں جِدَارًا ایک دیوار يُّرِيْدُ وہ چاہتی (قریب) تھی اَنْ يَّنْقَضَّ کہ گر جائے فَاَقَامَهٗ تو اس (خضر) نے اسے سیدھا کر دیا قَالَ اس (موسیٰ) نے کہا لَوْ شِئْتَ اگر تو چاہتا لَتَّخَذْتَ (تو) البتہ تو لیتا عَلَيْهِ اَجْرًا اس پر اجرت ۝۷۷ قَالَ اس (خضر) نے کہا هٰذَا فِرَاقُ یہ جدائی ہے بَيْنِيْ میرے درمیان وَبَيْنِكَ اور تیرے درمیان سَاُنَبِّئُكَ عنقریب میں تجھے بتاؤں گا بِتَاْوِيْلِ حقیقت مَا ان (باتوں) کی کہ لَمْ تَسْتَطِعْ نہیں تو نے استطاعت رکھی عَّلَيْهِ ان پر صَبْرًا صبر کرنے کی ۝۷۸

ترجمہ: اُنہوں نے کہا: ''کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہتے ہوئے صبر نہیں کر سکیں گے؟'' O موسیٰ بولے: ''اگر اب میں آپ سے کوئی بات پوچھوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے۔ یقیناً آپ میری طرف سے عذر کی حد کو پہنچ گئے ہیں۔'' O چنانچہ وہ دونوں پھر روانہ ہو گئے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس پہنچے تو اُس کے باشندوں سے کھانا مانگا تو اُن لوگوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر انہیں وہاں ایک دیوار ملی جو گرا ہی

چاہتی تھی، اُن صاحب نے اُسے کھڑا کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: ''اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کچھ اُجرت لے لیتے۔'' O انہوں نے کہا: ''لیجئے میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا۔ اب میں آپ کو اُن باتوں کا مقصد بتائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہیں ہو سکا۔

تشریح: ان چار آیتوں میں بارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا'' کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہنے پر صبر نہیں کر سکیں گے؟''

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا'' اگر اب میں آپ سے کوئی بات پوچھوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیئے۔''

۳۔ یقیناً آپ میری طرف سے عذر کی حد کو پہنچ گئے ہیں

۴۔ چنانچہ وہ دونوں پھر روانہ ہو گئے

۵۔ یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس پہنچے۔

۶۔ اس بستی کے باشندوں سے انہوں نے کھانا مانگا

۷۔ بستی کے لوگوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا

۸۔ پھر ان دونوں کو ایک دیوار ملی جو گرنے کے قریب تھی

۹۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو کھڑا کر دیا

۱۰۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''اگر آپ چاہتے تو ان سے اس کی اجرت مانگ لیتے۔''

۱۱۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اب میرے اور تمہارے درمیان جدائی کا وقت آ گیا

۱۲۔ اب میں آپ کو ان باتوں کا مقصد بتا دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہتے ہوئے صبر نہیں کر سکو گے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ میرا اور ان کا جوڑ نہیں بیٹھ سکتا، لہٰذا اب انہیں اختیار دے دینا چاہئے، لہٰذا حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ میں اس کے بعد آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کروں تو مجھے ساتھ نہ رکھئے۔ آپ مجھے جدا کر دیں گے تو میرے لیے ناگواری کی کوئی بات نہ ہو گی، کیونکہ آپ ایسے مرحلہ پر پہنچ چکے ہیں کہ آپ میرے بارے میں معذور ہیں اور آپ کا یہ معذور ہونا میری طرف سے ہے (نہ میں درمیان میں بولتا نہ اس کی نوبت آتی)۔

اس کے بعد پھر چلے اور چلتے چلتے ایک بستی میں آئے۔ کھانے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، بھوک لگی ہوئی تھی۔ بستی والوں سے کھانے کے لیے کچھ طلب کیا، ان لوگوں نے مہمانی کرنے سے انکار کر دیا (مہمانی تو کیا کرتے طلب کرنے سے بھی نہ دیا)۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہاں ایک دیوار کو دیکھا جو جھکی ہوئی تھی اور قریب تھا کہ گر

پڑے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کھڑے ہو کر اسے اپنے ہاتھ سے سیدھی کھڑی کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے نہ ہمیں کچھ کھلایا نہ ہماری مہمانی کی آپ نے ان کا کام مفت میں کر دیا، اگر آپ چاہتے تو ان لوگوں سے اپنے اس عمل کی کچھ اجرت لے لیتے تا کہ ہمارے کھانے کا کام چل جاتا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی (کا وقت) ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جن باتوں پر تم نے صبر نہیں کیا تمہیں ان کی حقیقت بتائے دیتا ہوں۔

یہ پورا واقعہ صحیح بخاری (صفحہ ۲۲۳ ج ۱، صفحہ ۶۸۷ تا ۶۹۰ ج ۲، کتاب التفسیر) سے نقل کیا گیا ہے اور ایک روایت کی کمی دوسری روایت سے پوری کر دی ہے۔ (روایات میں کچھ کمی بیشی ہے۔)

فتح الباری (صفحہ ۴۲۰ ج ۸) میں ثعلبی سے نقل کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: کیا آپ مجھے کشتی کے پھاڑنے اور غلام کے قتل کرنے اور دیوار قائم کرنے پر ملامت کرتے ہیں اور آپ اپنا حال بھول گئے، آپ کو سمندر میں ڈال دیا گیا اور آپ نے ایک قبطی کو قتل کیا اور آپ نے شعیب علیہ السلام کی دو بیٹیوں کی بکریوں کو ثواب کے لیے پانی پلایا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے ایک گھر کی گرتی دیوار کو درست کر دیا اور دوبارہ کھڑی کر دیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آخر یہ خدمت کیوں کی؟ اس کو ہم اگلی آیات کی روشنی میں بیان کریں گے۔ یہاں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار اعتراض پر یہ فائنل جواب دے دیا کہ اب ہم دونوں ایک ساتھ رہ نہیں سکتے۔ اب وہ چوراہا آ چکا ہے جہاں ہم دونوں کو الگ الگ راستہ اختیار کرنا ہے، البتہ جو تین واقعات میرے ساتھ رہتے ہوئے پیش آئے جن کو تم برداشت نہ کر پائے اس کی حقیقت میں تم سے بیان کر دوں گا۔

درس نمبر: ۱۲۱۴ — دونوں واقعات کی حقیقت یہ تھی — الکھف: ۷۹۔۸۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۝۷۹ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۝۸۰ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝۸۱

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ رہی کشتی سو وہ تھی لِمَسٰكِيْنَ (چند) مسکینوں کی يَعْمَلُوْنَ وہ کام کرتے تھے فِي الْبَحْرِ سمندر میں فَاَرَدْتُّ چنانچہ میں نے چاہا اَنْ اَعِيْبَهَا کہ میں اسے عیب دار کر دوں وَكَانَ وَرَآءَهُمْ جبکہ تھا ان کے آگے مَّلِكٌ ایک بادشاہ يَّاْخُذُ وہ لے لیتا تھا كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ہر کشتی زبردستی ۝۷۹ وَاَمَّا الْغُلٰمُ اور رہا (وہ) لڑکا فَكَانَ اَبَوٰهُ تو تھے اس کے ماں باپ مُؤْمِنَيْنِ دونوں مومن فَخَشِيْنَآ چنانچہ ہم ڈرے اَنْ

يُّرْهِقَهُمَا کہ وہ ان دونوں کو مجبور کردے طُغْيَانًا سرکشی میں وَّكُفْرًا اور کفر میں ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ لہٰذا ہم نے چاہا اَنْ يُّبْدِلَهُمَا کہ ان دونوں کو بدلے میں دے رَبُّهُمَا ان دونوں کا رب خَيْرًا مِّنْهُ بہتر اس سے زَكٰوةً پاکیزگی میں وَّاَقْرَبَ اور قریب تر رُحْمًا شفقت میں ﴿۸۱﴾

ترجمہ: جہاں تک کشتی کا تعلق ہے وہ کچھ غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں مزدوری کرتے تھے، میں نے چاہا کہ اُس میں کوئی عیب پیدا کردوں، (کیونکہ) ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی چھین کر رکھ لیا کرتا تھا (۷۹) اور لڑکے کا معاملہ یہ تھا کہ اُس کے ماں باپ مومن تھے اور ہمیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ یہ لڑکا اُن دونوں کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسا دے O چنانچہ ہم نے یہ چاہا کہ اُن کا پروردگار اُنہیں اس لڑکے کے بدلے ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں بھی اس سے بہتر ہو اور حسنِ سلوک میں بھی اُس سے بڑھی ہوئی ہو۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جہاں تک کشتی کا تعلق ہے وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں مزدوری کرتے تھے

۲۔ میں نے چاہا کہ اس میں کوئی عیب پیدا کردوں

۳۔ کیونکہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر اچھی کشتی کو زبردستی چھین کر رکھ لیا کرتا تھا

۴۔ لڑکے کا معاملہ یہ تھا کہ اس کے ماں باپ مومن تھے

۵۔ ہمیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ یہ لڑکا ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں پھنسا دے

۶۔ چنانچہ ہم نے یہ چاہا کہ ان کا پروردگار انہیں اس لڑکے کے بدلہ ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں بھی اس سے بہتر ہو اور حسنِ سلوک میں بھی اس سے بڑھی ہوئی ہو

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام ان دونوں نے جو سفر طئے کیا اس سفر میں تین واقعات پیش آئے تھے۔ پہلا واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی میں سوراخ کردیا تھا جس کشتی میں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بیٹھ کر جارہے تھے۔ ظاہری طور پر حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سے یہ زیادتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے اس عمل پر اعتراض ہوا، مگر حقیقت یہ تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی کو سوراخ کرکے کشتی والے مسکینوں پر احسان کیا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ یہ کشتی سفر طئے کرکے جہاں پہنچ رہی تھی وہاں ایک ظالم بادشاہ تھا جس کا علم حضرت خضر علیہ السلام کو تھا۔ اس کا یہ معمول تھا کہ جس کسی کی بھی کشتی اچھی نظر آتی وہ اس پر ناجائز قبضہ کرلیا کرتا تھا اور جب کشتی عیب دار معلوم ہوتی تو چھوڑ دیتا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جب دیکھا کہ جس کشتی پر وہ سوار ہیں وہ چند مسکینوں کی کشتی ہے اور اس کشتی کو کرایہ پر چلا کر وہ اپنا روزگار حاصل کرتے ہیں۔ اگر یہ صحیح سالم کشتی منزل پر پہنچے گی تو ظالم بادشاہ کے ہاتھ چلی جائے گی، اس لئے حضرت خضر علیہ السلام نے اس میں سوراخ کرکے عیب دار بنادیا۔ اس طرح غریب مسکینوں پر حقیقت میں حضرت خضر علیہ السلام نے احسان کیا۔

جو دوسرا واقعہ پیش آیا وہ ایک لڑکے کا تھا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس حرکت پر اعتراض ہوا۔ اس واقعہ کے پیچھے حقیقت یہ تھی کہ اس لڑکے کی طبیعت میں کفر تھا اور والدین کے خلاف سرکشی بھی تھی اور اس کے والدین نیک اور صالح تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمیں خطرہ تھا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر ان صالح ماں باپ کو ستائے گا اور تکلیف پہنچائے گا اور کفر میں مبتلا ہو کر ماں باپ کیلئے بھی ایک فتنہ ثابت ہوگا اور اس لڑکے کی محبت میں ماں باپ کا ایمان بھی خطرے میں پڑ جائے گا، اسی خوف اور اندیشہ سے حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کر دیا تھا۔

ابن ابی حاتم نے بروایت عطیہ نقل کیا ہے کہ مقتول لڑکے کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں ایک لڑکی عطا فرمائی جس کے بطن سے ایک نبی پیدا ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ اس لڑکی کے بطن سے دو نبی پیدا ہوئے۔

﴿درس نمبر:۱۲۱۵﴾ محروم کرنے والوں کے ساتھ احسان کرنا کمال ہے ﴿الکھف:۸۲﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۭ۝۸۲

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاَمَّا الْجِدَارُ اور رہی (وہ) دیوار فَكَانَ سو تھی وہ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ دو یتیم لڑکوں کی فِي الْمَدِيْنَةِ (اس) شہر میں وَكَانَ تَحْتَهٗ اور اس کے نیچے تھا كَنْزٌ لَّهُمَا ان دونوں کے لیے خزانہ وَكَانَ اور تھا اَبُوْهُمَا صَالِحًا ان دونوں کا باپ نیک فَاَرَادَ تو چاہا رَبُّكَ تیرے رب نے اَنْ يَّبْلُغَآ کہ وہ دونوں پہنچیں اَشُدَّهُمَا اپنی جوانی کو وَيَسْتَخْرِجَا اور وہ دونوں نکالیں كَنْزَهُمَا اپنا خزانہ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ تیرے رب کی رحمت سے وَمَا فَعَلْتُهٗ اور نہیں کیا میں نے یہ کام عَنْ اَمْرِيْ اپنی رائے سے ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ یہ ہے حقیقت مَا ان (باتوں) کی کہ لَمْ تَسْطِعْ تو نے استطاعت نہیں رکھی عَّلَيْهِ صَبْرًا ان پر صبر کرنے کی ۝۸۲

ترجمہ: رہی یہ دیوار تو وہ اس شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اُس کے نیچے ان کا ایک خزانہ گڑا ہوا تھا اور ان دونوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔ اس لئے آپ کے پروردگار نے یہ چاہا کہ یہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کی عمر کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ سب کچھ آپ کے رب کی رحمت کی بنا پر ہوا ہے اور میں نے کوئی کام اپنی رائے سے نہیں کیا۔ یہ تھا مقصد اُن باتوں کا جن پر آپ سے صبر نہیں ہو سکا۔

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ جو دیوار تھی وہ اس شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی
۲۔ اس کے نیچے ان کا ایک خزانہ گڑا ہوا تھا
۳۔ ان دونوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا
۴۔ اس لئے آپ کے پروردگار نے یہ چاہا کہ یہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کی عمر کو پہنچیں
۵۔ اپنا خزانہ نکال لیں
۶۔ یہ سب کچھ آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے ہوا ہے
۷۔ میں نے کوئی کام اپنی رائے سے نہیں کیا
۸۔ یہ تھا مقصد ان باتوں کا جن پر آپ سے صبر نہیں ہو سکا

وہ بخیل بستی والے جنھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ بے مروتی کا برتاؤ کیا اور کھانا مانگنے کے باوجود ان کو کھانا دینے سے انکار کر دیا، اسی بستی میں دو یتیم بچوں کے مکان کی دیوار کو حضرت خضر علیہ السلام نے بغیر کسی معاوضہ کے درست کر دیا اور دیوار کھڑی کر دی جو دیوار کے ان دو یتیم بچوں کی تھی جن کے ماں باپ نیک اور صالح تھے۔ یہ ہیں وہ اخلاق جن کو سیکھنے کی ضرورت ہے۔ ہم احسان کرنے والوں کے ساتھ احسان کرنے کو کمال سمجھتے ہیں، کمال تو یہ ہے کہ جو محروم کر دے اس کے ساتھ احسان کا برتاؤ کیا جائے، جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کیا۔

دیوار کے نیچے جو خزانہ تھا وہ خزانہ آخر کیا تھا؟ اس سے متعلق ترمذی کی یہ روایت موجود ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ وہ سونے اور چاندی کا ذخیرہ تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس پر نصیحت کے کلمات لکھے ہوئے تھے۔

اس واقعہ سے ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ اگر ماں باپ نیک اور صالح ہوں اور اللہ کے نزدیک مقبول ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی مراد کو اس وقت بھی پوری کرتے ہیں جب وہ قبر میں آرام کر رہے ہوں، جیسا کہ اس واقعہ میں مرحوم ماں باپ کے خزانہ کی حفاظت کا انتظام اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعہ کیا اور ان کا یہ خزانہ ان کے بچوں کو ان کے بڑے ہونے پر مل گیا۔

﴿درس نمبر: ۱۲۱۶﴾ ﴿الکہف: ۸۳۔تا۔۸۸﴾

ذوالقرنین اور ان کا پہلا سفر

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ط قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝۸۳ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝۸۴ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝۸۵ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۵ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۝۸۶ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ

نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَسْئَلُوْنَكَ اور وہ (یہودی) آپ سے پوچھتے ہیں عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ذوالقرنین کی بابت قُلْ سَاَتْلُوْا کہہ دیجئے عنقریب میں پڑھوں گا عَلَيْكُمْ تم پر مِّنْهُ ذِكْرًا اس کا کچھ ذکر ۝ اِنَّا بلاشبہ ہم نے مَكَّنَّا لَهٗ قدرت دی تھی اس کو فِي الْاَرْضِ زمین میں وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسے دیا تھا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز (قسم) سے سَبَبًا سازوسامان ۝ فَاَتْبَعَ پھر وہ پیچھے لگا سَبَبًا ایک راہ کے ۝ حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَا بَلَغَ جب وہ پہنچا مَغْرِبَ الشَّمْسِ سورج کی جائے غروب پر وَجَدَهَا (تو) اس نے پایا اُسے تَغْرُبُ (کہ) وہ غروب ہو رہا ہے فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ سیاہ کیچڑ والے ایک چشمے میں وَّوَجَدَ اور اس نے پائی عِنْدَهَا اس (چشمے) کے نزدیک قَوْمًا ایک قوم قُلْنَا ہم نے کہا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اے ذوالقرنین! اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ یا پھر یہ کہ تو سزا دے وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ یا پھر یہ کہ تو اختیار کرے فِيْهِمْ حُسْنًا ان کی بابت اچھائی ۝ قَالَ اس نے کہا اَمَّا مَنْ البتہ وہ شخص جس نے ظَلَمَ ظلم کیا فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ تو عنقریب ہم اسے سزا دیں گے ثُمَّ يُرَدُّ پھر وہ لوٹا یا جائے گا اِلٰى رَبِّهٖ اپنے رب کی طرف فَيُعَذِّبُهٗ چنانچہ وہ اسے عذاب دے گا عَذَابًا نُّكْرًا سخت عذاب ۝ وَاَمَّا مَنْ اور البتہ وہ شخص جو اٰمَنَ ایمان لایا وَعَمِلَ صَالِحًا اور اس نے نیک عمل کیے فَلَهٗ تو اس کے لیے ہے جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى اچھا بدلہ وَسَنَقُوْلُ اور عنقریب ہم کہیں گے (حکم دیں گے) لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا اسے اپنے کام سے يُسْرًا آسانی والا ۝

ترجمہ: اور یہ لوگ تم سے ذُوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ: ''میں ان کا کچھ حال تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں۔'' O واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو زمین میں اقتدار بخشا تھا اور اُنہیں ہر کام کے وسائل عطا کیے تھے O جس کے نتیجے میں وہ ایک راستے کے پیچھے چل پڑے O یہاں تک کہ جب وہ سورج کے ڈوبنے کی جگہ پہنچے تو انہیں دکھائی دیا کہ وہ ایک دلدل جیسے (سیاہ) چشمے میں ڈوب رہا ہے اور وہاں انہیں ایک قوم ملی۔ ہم نے (ان سے) کہا: ''اے ذوالقرنین! (تمہارے پاس دو راستے ہیں:) یا تو ان لوگوں کو سزا دو یا پھر ان کے معاملے میں اچھا رویہ اختیار کرو۔'' O انہوں نے کہا: ''ان میں سے جو کوئی ظلم کا راستہ اختیار کرے گا اُسے تو ہم سزا دیں گے، پھر اُسے اپنے رب کے پاس پہنچا دیا جائے گا اور وہ اُسے سخت عذاب دے گا O البتہ جو کوئی ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو وہ بدلے کے طور پر اچھے انجام کا مستحق ہوگا اور ہم بھی اُس کو اپنا حکم دیتے وقت آسانی کی بات کہیں گے۔''

تشریح: ان چھ آیتوں میں چودہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں

۲۔ کہہ دو کہ میں ان کا کچھ حال تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں

۳۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو زمین میں اقتدار بخشا تھا
۴۔ انہیں ہر کام کے وسائل عطا کئے تھے
۵۔ جس کے نتیجہ میں وہ ایک راستہ کے پیچھے چل پڑے
۶۔ یہاں تک کہ جب وہ سورج کے ڈوبنے کی جگہ پہنچے
۷۔ انہیں دکھائی دیا کہ سورج ایک دلدل جیسے سیاہ چشمے میں ڈوب رہا ہے
۸۔ وہاں انہیں ایک قوم ملی
۹۔ ہم نے ان سے کہا کہ اے ذوالقرنین تمہارے پاس دو راستے ہیں
۱۰۔ یا تو ان لوگوں کو سزا دو یا پھر ان کے معاملہ میں اچھا رویہ اختیار کرو
۱۱۔ انہوں نے کہا کہ ان میں سے جو کوئی ظلم کا راستہ اختیار کرے گا اسے تو ہم سزا دیں گے
۱۲۔ پھر اسے اپنے رب کے پاس پہنچا دیا جائے گا اور وہ اسے سخت عذاب دے گا
۱۳۔ جو کوئی ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو وہ بدلہ کے طور پر اچھے انجام کا مستحق ہوگا
۱۴۔ ہم بھی اس کو اپنا حکم دیتے وقت آسانی کی بات کہیں گے

یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی حقانیت کا امتحان لینے کیلئے مشرکین مکہ کو تین سوالات بتلائے تھے کہ اگر یہ تین سوالات کے جوابات محمد عربی دے دیں تو وہ واقعی نبی اور رسول ہیں۔ پہلا سوال روح کے بارے میں تھا۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ سے اس کا جواب دیا گیا اور دوسرا سوال اصحابِ کہف کے بارے میں تھا جس کا جواب سورۂ کہف کی ابتدائی آیات میں مل گیا اور تیسرا سوال ذوالقرنین کے بارے میں تھا کہ ان کی حقیقت کیا ہے؟ چونکہ ذوالقرنین کی تاریخ قریب قریب گم ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب میں اس گم شدہ حقیقت کو ایسے بیان کر دیا گویا کہ ذوالقرنین ابھی گزرے ہوں۔ یہودیوں کے ہاں ذوالقرنین اسی نام سے مشہور تھے۔ قرآنِ مجید نے بھی اسی نام سے ان کو یاد کیا۔ ذوالقرنین کون تھے؟ وہ ایک صالح عادل بادشاہ تھے جو مشرق و مغرب میں پہنچے اور ان ممالک کو فتح کیا اور عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ہر طرح کے ساز و سامان اور وسائل عطا فرمائے تھے۔ انہوں نے فتوحات کرتے ہوئے تین اطراف میں سفر کئے ہیں۔ مغرب اقصیٰ تک اور مشرق اقصیٰ تک پھر شمال کی جانب کوہستانی سلسلہ تک۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ذوالقرنین ہی دراصل اسکندر بن فیلبس المقدومی الیونانی ہیں اور وہی اسکندریہ کے بانی ہیں اور ارسطو کے شاگرد بھی ہیں۔ عام طور پر بادشاہوں کو جو اسباب و سامان وغیرہ دیئے جاتے ہیں ذوالقرنین کو بھی دیئے گئے۔ انہیں ذوالقرنین اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مشرق و مغرب کے اکثر شہروں کو فتح کر لیا تھا۔ مفسرین نے ذوالقرنین کے اس نام کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ انہوں نے دو قرن یعنی دو صدیوں تک

حکومت کی۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت ذوالقرنین نبی تھے اور مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے وزیر اور مشیر حضرت خضر علیہ السلام تھے جن کا ذکر پچھلی آیات میں ہوا جن کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہنچ کر وہ علم حاصل کیا جو انہیں دیا گیا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام ذوالقرنین بادشاہ کے لشکر کے اگلے حصے کے امیر تھے۔ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے سر میں دو سینگ تھے جس کی وجہ سے ان کو ذوالقرنین یعنی دو سینگ والے کہا گیا۔

بعض روایات میں ہے کہ پوری دنیا پر سلطنت و حکومت کرنے والے چار بادشاہ گزرے ہیں۔ دو مومن اور دو کافر۔ دو مومن بادشاہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین ہیں اور دو کافر بادشاہ نمرود اور بخت نصر ہیں۔ ذوالقرنین کا یہ جو پہلا سفر ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں موجود ہے، یہ ہے کہ ذوالقرنین مغرب کی جانب اس حد تک پہنچ گئے کہ اس کے آگے کوئی آبادی نہیں تھی۔ وہاں ذوالقرنین نے ایک قوم کو پایا۔ وہ قوم کافر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو اس قوم کے ساتھ سلوک کرنے میں اختیار دیا کہ چاہیں تو اس قوم کو کفر کی سزا دیں یا چاہیں تو اس قوم کے ساتھ احسان کا معاملہ کریں۔ ذوالقرنین نے دوسری صورت ہی اختیار کی اور ان کو پہلے وعظ و نصیحت کے ذریعہ صراطِ مستقیم پر لانے کی کوشش کی۔

اس واقعہ سے یہ سبق ملا کہ قوموں کی رہبری و رہنمائی کا آغاز سختی سے نہیں نرمی سے ہونا چاہئے۔ سختی سے جسموں پر تو حکومت کی جا سکتی ہے مگر دلوں پر نہیں۔ نرمی، حکمت، محبت اور دردمندی کے ساتھ دعوتِ دین دینا دلوں پر جگہ بنانا ہے۔ دین کی دعوت دلوں تک پہنچانے سے پہلے داعی کو مدعو کے دل تک پہنچنا ضروری ہوتا ہے۔

ذوالقرنین کا دوسرا سفر

درس نمبر: ۱۲۱۷ — الکہف: ۸۹۔۹۰۔۹۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ثُمَّ اَتْبَعَ پھر وہ پیچھے لگا سَبَبًا ایک (اور) راہ کے ﴿۸۹﴾ حَتّٰىٓ یہاں تک کہ اِذَا بَلَغَ جب وہ پہنچا مَطْلِعَ الشَّمْسِ سورج کی جائے طلوع پر وَجَدَهَا (تو) اس نے اسے پایا تَطْلُعُ (کہ) وہ طلوع ہو رہا ہے عَلٰى قَوْمٍ ایسی قوم پر لَّمْ نَجْعَلْ (کہ) نہیں بنایا ہم نے لَّهُمْ ان کے لیے مِّنْ دُوْنِهَا اس (سورج) سے سِتْرًا کوئی پردہ ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ اسی طرح تھا وَقَدْ اَحَطْنَا اور تحقیق ہم نے احاطہ کر لیا تھا بِمَا اس کا جو کچھ لَدَيْهِ اس کے پاس تھا خُبْرًا باعتبار علم کے ﴿۹۱﴾

ترجمہ: اس کے بعد وہ ایک اور راستے کے پیچھے چل پڑے O یہاں تک کہ جب وہ سورج کے طلوع

ہونے کی جگہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جسے ہم نے اُس (کی دھوپ) سے بچنے کے لئے کوئی اوٹ مہیا نہیں کی تھی O واقعہ اسی طرح ہوا اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ (ساز و سامان) تھا ہمیں اُس کی پوری پوری خبر تھی۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس کے بعد وہ ایک اور راستہ کے پیچھے چل پڑے

۲۔ یہاں تک کہ جب وہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جسے ہم نے اس کی دھوپ سے بچنے کے لئے کوئی اوٹ مہیا نہیں کی تھی

۴۔ ذوالقرنین کے پاس جو کچھ ساز و سامان تھا ہمیں اس کی پوری خبر تھی۔

ذوالقرنین مغربی ممالک کو فتح کرنے کے بعد مشرقی ممالک فتح کرنے کے ارادہ سے مشرق کی طرف چل پڑے۔ مشرق کی آخری حد پر جب پہنچے تو وہاں ایک ایسی قوم کو پایا جس قوم کے پاس دھوپ سے بچنے کیلئے کوئی سامان یعنی مکان، خیمہ، لباس وغیرہ نہیں تھا۔ یعنی سورج کے اور اس قوم کے درمیان کوئی آڑ نہیں تھی۔ یعنی یہ قوم ایسی تھی جو دھوپ سے بچنے کے لئے کوئی مکان یا خیمہ نہیں بناتی تھی بلکہ کھلے میدان میں رہتی تھی۔ گویا ان میں دھوپ میں رہنے کی عادت پڑ گئی تھی، جیسے عام طور پر جانور دھوپ میں گزارہ کرتے ہیں۔ حضرت ذوالقرنین نے جس قوم کو مشرق کے آخری حصہ میں پایا قرآنِ مجید میں اس کے بارے میں یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ مومن تھی یا کافر؟ اور نہ ہی اس بات کی وضاحت ہے کہ ان کے ساتھ حضرت ذوالقرنین نے کیا سلوک کیا؟ اگر یہ لوگ کافر تھے تو ظاہر ہے کہ وہی معاملہ کیا ہوگا جو مغرب کی جانب رہنے والوں کے ساتھ کیا۔ ذوالقرنین نے مشرق کے آخری حد میں جس قوم کو پایا تھا وہ ننگے پاؤں ننگے بدن قوم تھی۔ ان کے پاس سورج کی گرمی سے بچنے کا کوئی سامان بھی نہیں تھا اور نہ ہی ان کے پاس مکانات تھے اور نہ ہی درخت وغیرہ اور ان کی غذا صرف مچھلی تھی۔ ذوالقرنین نے اس قوم کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کیا اور وعظ و نصیحت کی اور نرمی کے ساتھ ان کو دعوتِ دین دی۔

اس واقعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین نے مشرقی ممالک میں جس قوم کو پایا تھا وہ وحشی اور جنگلی تھی۔ ان کے پاس مکان وغیرہ بنانے کا دستور ہی نہ تھا، جیسے خانہ بدوش ہوتے ہیں ویسے ہی یہ لوگ تھے۔

ذوالقرنین کا تیسرا سفر

درس نمبر:۱۲۱۸ — الکھف:۹۲۔تا۔۹۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝۹۲ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۝۹۳ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا

وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي ۖ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۖ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ﴿۹۸﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ثُمَّ أَتْبَعَ پھر وہ پیچھے لگا سَبَبًا ایک (اور) راہ کے ﴿۹۲﴾ حَتَّىٰ یہاں تک کہ إِذَا بَلَغَ جب وہ پہنچا بَيْنَ السَّدَّيْنِ دو دیواروں کے درمیان وَجَدَ (تو) اس نے پایا مِنْ دُونِهِمَا ان دونوں کے اس طرف قَوْمًا کچھ لوگوں کو لَا يَكَادُونَ نہیں قریب تھے يَفْقَهُونَ قَوْلًا کہ وہ سمجھ سکتے کوئی بات ﴿۹۳﴾ قَالُوا انہوں نے کہا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ اے ذوالقرنین! إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ بلاشبہ یاجوج اور ماجوج مُفْسِدُونَ فساد کرنے والے ہیں فِي الْأَرْضِ زمین میں فَهَلْ تو کیا نَجْعَلُ ہم کر دیں لَكَ تیرے لیے خَرْجًا کچھ مال عَلَىٰ اس (شرط) پر أَنْ تَجْعَلَ کہ تو بنا دے بَيْنَنَا ہمارے درمیان وَبَيْنَهُمْ سَدًّا اور ان کے درمیان ایک دیوار ﴿۹۴﴾ قَالَ اس نے کہا مَا مَكَّنِّي جو قدرت دی ہے مجھے فِيهِ رَبِّي اس میں میرے رب نے خَيْرٌ بہت بہتر ہے فَأَعِينُونِي لہٰذا تم میری مدد کرو بِقُوَّةٍ قوت کے ساتھ أَجْعَلْ میں بنا دوں گا بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان وَبَيْنَهُمْ اور ان کے درمیان رَدْمًا ایک مضبوط بند ﴿۹۵﴾ آتُونِي تم مجھے لا دو زُبَرَ الْحَدِيدِ لوہے کے تختے حَتَّىٰ یہاں تک کہ إِذَا سَاوَىٰ جب اس نے برابر کر دیا بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ دونوں پہاڑوں کے درمیانی خلا کو قَالَ (تو) اس نے کہا انْفُخُوا دھونکو (پھونکو) تم حَتَّىٰ یہاں تک کہ إِذَا جَعَلَهُ جب اس نے بنا دیا اسے نَارًا آگ قَالَ (تو) کہا آتُونِي لاؤ میرے پاس أُفْرِغْ میں ڈال دوں عَلَيْهِ اس پر قِطْرًا پگھلا ہوا تانبا ﴿۹۶﴾ فَمَا پھر نہ تو اسْطَاعُوا وہ استطاعت رکھیں گے أَنْ يَظْهَرُوهُ کہ وہ اس پر چڑھ جائیں وَمَا اسْتَطَاعُوا اور نہ وہ استطاعت رکھیں گے لَهُ نَقْبًا کہ اس میں سوراخ کر دیں ﴿۹۷﴾ قَالَ اس (ذوالقرنین) نے کہا هَٰذَا رَحْمَةٌ یہ رحمت ہے مِنْ رَبِّي میرے رب کی فَإِذَا چنانچہ جب جَاءَ وَعْدُ آ جائے گا وعدہ رَبِّي میرے رب کا جَعَلَهُ (تو) وہ اسے کر دے گا دَكَّاءَ ہموار (زمین) وَكَانَ وَعْدُ اور ہے وعدہ رَبِّي حَقًّا میرے رب کا برحق ﴿۹۸﴾

ترجمہ: اس کے بعد وہ ایک اور راستے کے پیچھے چل پڑے O یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو انہیں ان پہاڑوں سے پہلے کچھ لوگ ملے جن کے بارے میں ایسا لگتا تھا کہ وہ کوئی بات نہیں سمجھتے O انہوں نے کہا: ''اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس زمین میں فساد پھیلانے والے لوگ ہیں، تو کیا ہم آپ کو کچھ مال کی پیش کش کر سکتے ہیں، جس کے بدلے آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی دیوار بنا دیں؟'' O ذوالقرنین نے کہا: ''اللہ نے مجھے جو اقتدار عطا فرمایا ہے وہی (میرے لئے) بہتر ہے۔ لہٰذا تم لوگ (ہاتھ پاؤں کی) طاقت سے میری مدد کرو، تو میں تمہارے اور اُن کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا O مجھے لوہے کی چادریں لا دو۔''

یہاں تک کہ جب انہوں نے (درمیانی خلا کو پاٹ کر) دونوں پہاڑی سروں کو ایک دوسرے سے ملا دیا تو کہا کہ: ''اب آگ دہکاؤ'' یہاں تک کہ جب (دیوار) کو لال انگارا کر دیا تو کہا کہ: ''پگھلا ہوا تانبا لاؤ، اب میں اس پر اُنڈیلوں گا۔'' O چنانچہ (وہ دیوار ایسی بن گئی کہ) یاجوج و ماجوج نہ اس پر چڑھنے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ اُس میں کوئی سوراخ بنا سکتے تھے O ذوالقرنین نے کہا: ''یہ میرے رب کی رحمت ہے (کہ اُس نے ایسی دیوار بنانے کی توفیق دی) پھر میرے رب نے جس وقت کا وعدہ کیا ہے جب وہ وقت آئیگا تو وہ اس (دیوار) کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ بالکل سچا ہے۔''

تشریح: ان سات آیتوں میں سترہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس کے بعد ذوالقرنین ایک اور راستہ کے پیچھے چل پڑے

۲۔ یہاں تک کہ ذوالقرنین دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے

۳۔ ذوالقرنین کو ان پہاڑوں سے پہلے کچھ لوگ ملے جن کے بارے میں ایسا لگتا تھا کہ وہ کوئی بات نہیں سمجھتے

۴۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس زمین میں فساد پھیلانے والے لوگ ہیں

۵۔ کیا ہم آپ کو کچھ مال کی پیشکش کر سکتے ہیں جس کے بدلہ آپ ہمارے اور یاجوج و ماجوج کے درمیان کوئی دیوار بنا دیں

۶۔ ذوالقرنین نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے جو اقتدار عطا فرمایا ہے وہی میرے لئے بہتر ہے

۷۔ لہٰذا تم لوگ ہاتھ پاؤں کی طاقت سے میری مدد کرو

۸۔ میں تمہارے اور یاجوج و ماجوج کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا

۹۔ مجھے لوہے کی چادریں لا دو

۱۰۔ یہاں تک کہ جب ذوالقرنین نے درمیانی خلا کو پاٹ کر دونوں پہاڑی سروں کو ایک دوسرے سے ملا دیا

۱۱۔ پھر کہا کہ اب آگ دہکاؤ

۱۲۔ یہاں تک کہ جب دیوار کو لال انگارا کر دیا تو کہا کہ پگھلا ہوا تانبا لاؤ

۱۳۔ اب میں اس پر انڈیلوں گا

۱۴۔ چنانچہ وہ دیوار ایسی بن گئی کہ یاجوج و ماجوج نہ اس دیوار پر چڑھنے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ اس میں سوراخ بنا سکتے تھے۔

۱۵۔ ذوالقرنین نے کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے کہ اس نے ایسی دیوار بنانے کی توفیق دی

۱۶۔ پھر میرے رب نے جس وقت کا وعدہ کیا ہے جب وہ وقت آئے گا تو وہ اس دیوار کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دے گا

۱۷۔ میرے رب کا وعدہ بالکل سچا ہے۔

ذوالقرنین کا تیسرا سفر شروع ہوتا ہے اور وہ مغرب و مشرق فتح کرنے کے بعد ایک اور راستہ اختیار کرتے ہیں۔ مفسرین نے اس سفر کو شمالی ممالک کا سفر قرار دیا ہے۔ بہرحال ذوالقرنین جب ایسے مقام پر پہنچے جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا تو ان پہاڑوں سے اس طرف ایک قوم کو دیکھا جو زبان اور لغت سے ناواقف وحشیانہ زندگی کی وجہ سے کوئی بات سمجھ نہیں پاتی تھی۔ اس قوم نے کسی طرح ذوالقرنین کو یہ بات بتلائی کہ یاجوج اور ماجوج اس گھاٹی کے اُس پار رہتے ہیں جو ہماری سرزمین میں کبھی کبھی آکر بڑا فساد مچاتے ہیں اور قتل وغارت گری کرتے ہیں۔ ہم کمزور ہیں، ان سے مقابلہ کی طاقت ہم میں نہیں ہے۔ اگر آپ کہیں تو ہم لوگ چندہ کر کے کچھ رقم جمع کر دیں گے اور آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی روک یعنی دیوار وغیرہ بنا دیجئے تاکہ وہ ہماری طرف آنہ پائیں۔ ذوالقرنین نے کہا کہ چندہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے رب نے مجھ کو جو اختیار دیا ہے وہی بہت کچھ ہے، البتہ ہاتھ پاؤں کی طاقت سے تم لوگ میری مدد کرو تو میں تمہارے اور ان کے درمیان مضبوط دیوار ہی بنا دوں گا۔ چلو! اب تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لے آؤ، قیمت ہم دے دیں گے۔ جب سارا سامان جمع ہو گیا تو دونوں پہاڑوں کے درمیان لوہے کی دیوار بنانے کا کام شروع ہوا، یہاں تک کہ جب ان دونوں پہاڑوں کے دونوں سروں کے بیچ کے خلاء کو پہاڑوں کے برابر کر دیا تو حکم دیا کہ اب دھونکو، چنانچہ دھونکنا شروع کیا، یہاں تک کہ جب دھونکتے دھونکتے لوہے کی دیوار کو لال انگارا کر دیا تو حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لے آؤ کہ اس پر ڈال دوں، چنانچہ پگھلا ہوا تانبا لایا گیا اور آلات کے ذریعہ اوپر سے چھوڑ دیا گیا تاکہ دیوار کے تمام سوراخوں میں گھس کر پوری دیوار مضبوط ہو جائے۔ اس دیوار کی بلندی اور مضبوطی اور چکناہٹ کے سبب یاجوج ماجوج نہ اس پر چڑھ سکیں گے اور نہ ہی اس میں سوراخ کر سکیں گے۔ جب کام مکمل ہو گیا تو ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے رب کی ایک رحمت ہے کہ میرے ہاتھوں سے یہ کام مکمل ہو گیا۔ پھر جس وقت رب کا وعدہ آئے گا تو اس کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔ اس وعدہ سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ وعدہ سے قیامت کا قائم ہونا مراد ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس وعدہ سے یاجوج وماجوج کا نکلنا مراد ہے۔ جب یاجوج وماجوج نکل جائیں گے تو یہ دیوار جس کو ذوالقرنین نے بنایا ہے ختم ہو جائے گی اور چورا چورا ہو کر زمین کے برابر ہو جائے گی۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک اہم علامت یاجوج ماجوج کا نکلنا بھی ہے۔

﴿درس نمبر:۱۲۱۹﴾ جب یاجوج وماجوج ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جائیں گے ﴿الکھف:۹۹۔۱۰۰۔۱۰۱﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَتَرَكْنَا اور ہم چھوڑیں گے بَعْضَهُمْ ان کے بعض کو يَوْمَئِذٍ اس دن يَّمُوْجُ وہ گھس جائیں گے فِيْ بَعْضٍ بعض میں وَّنُفِخَ اور پھونکا جائے گا فِي الصُّوْرِ صور میں فَجَمَعْنٰهُمْ پھر ہم ان (سب) کو جمع کریں گے جَمْعًا جمع کرنا ﴿۹۹﴾ وَّعَرَضْنَا اور ہم سامنے لے آئیں گے جَهَنَّمَ جہنم کو يَوْمَئِذٍ اس دن لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے عَرْضَا روبرو ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ وہ لوگ کہ كَانَتْ تھیں اَعْيُنُهُمْ ان کی آنکھیں فِيْ غِطَآءٍ پردے میں عَنْ ذِكْرِيْ میری یاد سے وَكَانُوْا اور تھے وہ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نہ استطاعت رکھتے سَمْعًا سننے کی ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: اور اُس دن ہم ان کی یہ حالت کر دیں گے کہ وہ موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو ایک ساتھ جمع کر لیں گے (۹۹) اور اُس دن ہم دوزخ کو اُن کافروں کے سامنے کھلی آنکھوں لے آئیں گے (۱۰۰) جن کی آنکھوں پر (دنیا میں) میری نصیحت کی طرف سے پردہ پڑا ہوا تھا اور جو سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس دن ہم یاجوج وماجوج کی یہ حالت کر دیں گے کہ وہ موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے
۲۔ صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو ایک ساتھ جمع کر لیں گے
۳۔ اس دن ہم دوزخ کو ان کافروں کے سامنے کھلی آنکھوں لے آئیں گے
۴۔ جن کی آنکھوں پر دنیا میں میری نصیحت کی طرف سے پردہ پڑا ہوا تھا اور جو سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے

پچھلی آیات میں ذوالقرنین کا ذکر تھا اور انہوں نے یاجوج وماجوج کے ظلم سے متاثرہ شمالی علاقہ کی قوم کیلئے جو دیوار تعمیر کی تھی اس کا ذکر تھا۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں انہی یاجوج وماجوج کے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ جب یاجوج وماجوج کا خروج ہوگا تو اس روز وہ اس حالت میں ایک دم نکلیں گے کہ ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جائیں گے اور ٹڈی دل کی طرح نکلیں گے۔ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۹۶ میں بھی یاجوج وماجوج کے کھول دیئے جانے کا ذکر یوں کیا گیا ہے: حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ یاجوج وماجوج کو اس دن اس حال میں چھوڑا جائے گا کہ وہ ایک دوسرے میں گھستے رہیں گے اور وہ ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جائیں گے، اس طرح دنیا میں پھیل پڑیں گے۔ یہ واقعہ قیامت کے قریب زمانہ میں ہوگا اور علاماتِ قیامت میں یاجوج وماجوج کا یہ واقعہ بھی شامل ہے۔ اس کے بعد گویا قیامت کا سامان شروع ہوگا، یہاں تک کہ ایک بار پہلے صور پھونکا جائے گا جس سے تمام عالم فنا ہو جائے گا اور پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا جس سے سب زندہ ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ سب کو میدانِ محشر میں جمع کریں گے۔ پھر اس دن کافروں کے سامنے جہنم ظاہر کر دی جائے گی اور یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے دل کی آنکھوں پر دنیا میں پردہ پڑا ہوا تھا اور انہوں نے دنیا میں دینِ حق کو نہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا اور نہ اپنی عقل سے سمجھا ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ قیامت اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک کہ دس علامات کا ظہور نہ ہوجائے:
(۱) مشرق میں لوگوں کے زمین میں دھنس جانے کا واقعہ پیش آنا (۲) اسی طرح مغرب میں زمین میں دھنس جانے کا واقعہ پیش آنا (۳) جزیرۂ عرب میں دھنس جانے کا واقعہ پیش آنا (۴) دھواں ظاہر ہونا (۵) دجال کا نکلنا (۶) دَابَّةُ الْاَرْضِ کا ظاہر ہونا (یہ خاص قسم کا چوپایہ ہوگا جو زمین سے نکلے گا جس کا ذکر سورۂ نمل میں ہے۔) (۷) یاجوج و ماجوج کا نکلنا (۸) مغرب کی جانب سے سورج کا نکلنا (۹) عدن کے درمیان سے ایک آگ کا نکلنا (جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف جمع کرے گی) (۱۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا۔ (صحیح مسلم: ج۲ص۳۹۳)

﴿درس نمبر:۱۲۲۰﴾ مملوک اور محکوم بندوں کو کارساز سمجھنے والوں کی سزا ﴿الکھف:۱۰۲۔تا۔۱۰۶﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝۱۰۲ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝۱۰۳ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝۱۰۴ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاۗىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝۱۰۵ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝۱۰۶

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَفَحَسِبَ کیا پھر گمان کیا ہے الَّذِيْنَ ان لوگوں نے جنہوں نے كَفَرُوْٓا کفر کیا اَنْ يَّتَّخِذُوْا کہ وہ ٹھہرائیں عِبَادِيْ میرے بندوں کو مِنْ دُوْنِيْٓ سوائے میرے اَوْلِيَآءَ کارساز؟ اِنَّآ بلاشبہ ہم نے اَعْتَدْنَا تیار کیا ہے جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ جہنم کو کافروں کے لیے نُزُلًا بطورِ مہمانی ۝۱۰۲ قُلْ کہہ دیجئے هَلْ نُنَبِّئُكُمْ کیا ہم تمہیں خبر دیں بِالْاَخْسَرِيْنَ زیادہ خسارہ پانے والوں کی اَعْمَالًا اعمال کے اعتبار سے؟ ۝۱۰۳ اَلَّذِيْنَ وہ لوگ کہ ضَلَّ ضائع ہوگئی سَعْيُهُمْ ان کی کوشش فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگانی میں وَهُمْ جبکہ وہ يَحْسَبُوْنَ گمان کرتے ہیں اَنَّهُمْ کہ بے شک وہ يُحْسِنُوْنَ اچھے کررہے ہیں صُنْعًا کام ۝۱۰۴ اُولٰۗىِٕكَ یہی لوگ ہیں الَّذِيْنَ جنہوں نے كَفَرُوْا انکار کیا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیات کا وَلِقَاۗىِٕهٖ اور اس کی ملاقات کا فَحَبِطَتْ تو برباد ہوگئے اَعْمَالُهُمْ ان کے عمل فَلَا نُقِيْمُ ہم قائم نہیں کریں گے لَهُمْ ان کے لیے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن وَزْنًا کوئی وزن ۝۱۰۵ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ یہ ان کی سزا ہے جَهَنَّمُ جہنم بِمَا بوجہ اس کے کہ كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا وَاتَّخَذُوْٓا اور انہوں نے بنایا اٰيٰتِيْ میری آیتوں کو وَرُسُلِيْ هُزُوًا اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا ۝۱۰۶

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، کیا وہ پھر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے ہی بندوں کو اپنا رکھوالا بنالیں گے؟ یقین رکھو کہ ہم نے ایسے کافروں کی مہمانی کے لئے دوزخ تیار کررکھی ہے (۱۰۲) کہہ دو کہ: "کیا ہم تمہیں بتائیں کہ کون لوگ ہیں جو اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام ہیں؟ (۱۰۳) یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیوی زندگی میں ان

کی ساری دوڑ دھوپ سیدھے راستے سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔" (۱۰۴) یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مالک کی آیتوں کا اور اُس کے سامنے پیش ہونے کا انکار کیا، اس لئے ان کا سارا کیا دھرا غارت ہوگیا، چنانچہ قیامت کے دن ہم اُن کا کوئی وزن شمار نہیں کریں گے (۱۰۵) یہ ہے جہنم کی شکل میں اُن کی سزا کیونکہ انہوں نے کفر کی روشِ اختیار کی تھی اور میری آیتوں اور میرے پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا۔

تشریح: ان پانچ آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے کیا وہ پھر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے ہی بندوں کو اپنا رکھوالا بنالیں گے؟

۲۔ یقین رکھو کہ ہم نے ایسے کافروں کی مہمانی کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے

۳۔ کہہ دو کہ کیا ہم تمہیں بتائیں کہ کون لوگ ہیں جو اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام ہیں؟

۴۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیوی زندگی میں ان کی ساری دوڑ دھوپ سیدھے راستہ سے بھٹکی رہی۔

۵۔ وہ سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں

۶۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مالک کی آیتوں کا اور اس کے سامنے پیش ہونے کا انکار کیا۔

۷۔ اس لئے ان کا سارا کیا دھرا غارت ہوگیا

۸۔ چنانچہ قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن شمار نہیں کریں گے

۹۔ یہ ہے جہنم کی شکل میں ان کی سزا

۱۰۔ کیونکہ انہوں نے کفر کی روش اختیار کی تھی

۱۱۔ میری آیتوں اور میرے پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا۔

جن آیتوں کا ترجمہ پیش کیا گیا ان میں کافروں اور مشرکوں سے اللہ پوچھ رہے ہیں کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہمارے یہ محکوم بندے تمہارے کام بنا دیں گے۔ اے کافرو! اگر تمہارا یہی عقیدہ ہے تو ہمارا بھی فیصلہ سن لو کہ ہم نے کافروں کی میزبانی اور ضیافت کیلئے دوزخ کو تیار رکھا ہے۔ اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم ایسے لوگوں کی نشاندہی کریں جو اعمال کے اعتبار سے انتہائی خسارہ اور نقصان میں ہیں؟ یہ وہی لوگ ہیں جن کی محنتیں سب اکارت ہوگئیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ کوئی اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ بدترین لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا، قیامت کے روز کی ملاقات کا انکار کیا۔ ان کے سارے اعمال اکارت ہوگئے۔ دنیا میں یہ لوگ جو اپنے آپ کو وزنی اور معتبر سمجھ رہے ہیں کل قیامت کے دن ان کا کوئی وزن قائم نہیں رہے گا۔ ان کے کفر کی وجہ سے ان کا بدلہ تو دوزخ ہی ہے۔ انہوں نے اتنا بڑا جرم اس دنیا میں کیا کہ میری آیتوں کا بھی مذاق اڑایا اور میں نے جن رسولوں کو ان کی طرف بھیجا ان کا بھی مذاق اڑایا۔

ان آیات کے ذریعہ یہ حقیقت بتلائی گئی ہے کہ ہمارے کاموں کے بنانے کی طاقت وقوت صرف اور صرف

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارا رکھوالا وہی ایک اللہ ہے، مگر بعض جاہل اور گمراہ انسانوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا رکھوالا بنالیا اور یہ غلط فیصلہ کرلیا کہ ہمارے کاموں کو بنانے والے فلاں اور فلاں ہیں، جیسے بعض کافروں اور مشرکوں نے فرشتوں کو یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا رکھوالا بنالیا اور بعض نے شیطانوں کو اپنا رکھوالا بنالیا۔ انہوں نے یہ غلط گمان کرلیا کہ یہ سب نفع دیتے ہیں یا عذاب سے بچاتے ہیں۔ یہ باطل معبود جن کو لوگوں نے اپنا معبود بنالیا ہے ان میں کسی بھی قسم کی کوئی طاقت نہیں ہے۔ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۸۱ اور ۸۲ میں یہ بات بتلائی گئی کہ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود اس لئے بنا رکھے ہیں تا کہ وہ ان کی پشت پناہی کریں O یہ سب غلط بات ہے! وہ تو ان کی عبادت ہی کا انکار کردیں گے اور اُلٹے ان کے مخالف ہوجائیں گے۔

ایسے نافرمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بطور میزبانی کے جہنم تیار کی ہے، جس طرح دنیا میں مہمان کی مہمان نوازی کی تیاری کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان کافروں کے لئے جہنم تیار کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ یہاں ایک سوال یہ کررہے ہیں کہ اے محمد! (ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! کیا ہم تمہیں اس بات کی خبر دیں کہ وہ کون بدنصیب ہے جو اعمال کے اعتبار سے انتہائی خسارہ اور نقصان میں ہے؟ اس سوال کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود جواب دیا کہ وہ لوگ اپنی زندگی میں سب سے زیادہ خسارہ اور نقصان میں ہیں جو گمراہ ہوگئے اور انہوں نے اللہ کی مرضی اور شریعت کے احکام کے خلاف باطل کام کئے اور اپنے آپ کو ایسے کاموں میں تھکادیا جن کاموں میں کچھ نفع ہی نہیں تھا۔ پس وہ ہلاک ہوگئے اور انہوں نے اپنے اعمال کے نتائج اور ثمرات کو تباہ و برباد کردیا۔ ان ظالموں کو دھوکہ ہوگیا اور وہ دھوکہ میں پڑ گئے۔ شرک اور کفر جیسے بُرے اعمال کرنے کے باوجود وہ اپنے ان بُرے اور ظالمانہ کاموں کو اچھے کام سمجھ رہے ہیں، اس سے بڑھ کر دھوکہ کی بات کیا ہوسکتی ہے؟ ان کی ان ساری کوششوں اور امیدوں پر قیامت کے دن پانی پھر جائے گا۔ دنیا میں جن کافروں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور توحید پر دلالت کرنے والی ساری نشانیوں کا انکار کیا اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں کا مذاق اڑایا اور اللہ سے ملاقات کا انکار کردیا ان کے اعمال اکارت ہیں۔ قیامت کے دن ان کے ان سارے اعمال اور ان کی ان ساری کوششوں کا کوئی وزن باقی نہیں رہے گا اور ان سارے کاموں کی کوئی قیمت ہی نہیں ہوگی۔

﴿درس نمبر:۱۲۲۱﴾ نیک عمل کرنے والے مومنوں کیلئے ابدی ودائمی جنت ﴿الکھف:۱۰۷۔۱۰۸﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِنَّ الَّذِيْنَ بلاشبہ وہ لوگ جو اٰمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کیے كَانَتْ ہوں گے لَهُمْ ان کے لیے جَنّٰتُ باغات الْفِرْدَوْسِ فردوس کے نُزُلًا بطورِ مہمانی کے ۝ خٰلِدِيْنَ اس حال میں کہ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَا ان میں لَا يَبْغُوْنَ وہ نہیں چاہیں گے عَنْهَا اُن سے حِوَلًا جگہ بدلنا ۝

ترجمہ: (دوسری طرف) جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں اُن کی مہمانی کے لئے بیشک فردوس کے باغ ہوں گے(۱۰۷) جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، (اور) وہ وہاں سے کہیں اور جانا نہیں چاہیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں ان کی مہمانی کے لئے بیشک فردوس کے باغات ہوں گے

۲۔ جن باغات میں وہ ہمیشہ رہیں گے

۳۔ وہ جنتی وہاں سے کہیں اور جانا نہیں چاہیں گے

گزشتہ آیتوں میں ان بدنصیب کافروں کا تذکرہ اور ان کا انجام تھا کہ ان کی میزبانی کیلئے دوزخ تیار کی گئی ہے۔ اس آیت میں ان خوش نصیب مومنوں کا تذکرہ اور ان کا انجام ہے جنہوں نے اپنی زندگی میں نیک اعمال کو اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے مومنوں کیلئے اس بات کی خوشخبری دی کہ ان کے لئے جنت الفردوس کے باغات ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور مہمانی دیئے جائیں گے۔ دوسری اہم بات یہ بتائی گئی کہ جس جنت میں ان کو داخل کیا جائے گا وہ اس میں عارضی طور پر سال یا دو سال یا دس سال یا سو سال کے لئے نہیں رہیں گے بلکہ اس جنت الفردوس میں داخل تو ہوں گے مگر وہاں سے کبھی نکالے نہیں جائیں گے۔ جنت میں دخول تو ہوگا مگر خروج نہیں ہوگا۔ یہ کوئی ایسا ملک نہیں ہے کہ دس بارہ سال کے بعد اس کے پاسپورٹ پر خروج لگا دیا جائے۔ جنت میں جب مومنوں اور مسلمانوں کو داخل کیا جائے گا تو یہ اسٹامپ بھی لگا دیا جائے گا کہ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اس میں یہ جنتی ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ تیسری اہم ترین بات یہ بھی ہے کہ جنتی جب جنت میں چلے جائیں گے تو وہاں کی بیش بہا نعمتوں میں اس قدر گم ہو جائیں گے کہ اس سے نکلنے کا مَن بھی نہیں کرے گا، ان کا دل جنت میں لگ جائے گا۔ ایمان اور نیک اعمال کا بدلہ جنت کی شکل میں ملے گا جس کا ذکر قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں آپ کو ملے گا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۲ اور ۸۲ ملاحظہ فرمالیں، جس میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی بنیاد پر جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۷ میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کا بدلے اللہ کے ہاں اجر کا ذکر ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۷ میں بھی یوں کہا گیا: وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال اختیار کئے اللہ تعالیٰ ان کا ثواب پورا پورا دے گا۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۵۷ میں یوں کہا گیا: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہم عنقریب انہیں ان جنتوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۲۲ میں بھی یہی وعدہ مذکور ہے۔

یہاں جنت الفردوس کا تذکرہ ہے اور جنت الفردوس جنت کا وہ اعلیٰ درجہ ہے جو تمام جنتوں پر افضل بھی ہے اور تمام جنتوں پر کشادگی کے اعتبار سے بھاری بھی ہے۔ بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ فَاسْأَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَعْلَى الْجَنَّةِ وَاَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَمِنْهُ تُفَجِّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةَ جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو اس لئے کہ وہ جنت کا اعلیٰ درجہ ہے اور جنت کا درمیان ہے اور اسی جنت الفردوس سے جنت کی نہریں بہتی ہیں۔

جنتی جب جنت میں جائیں گے تو وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ایسا نہیں ہوگا کہ چند سالوں کے بعد جنتیوں کو جنت سے باہر کر دیا جائے۔ جنتی جب جنت میں جائیں گے تو ہمیشہ ہمیش کیلئے اس جنت میں قیام کریں گے اور جنتی اس کیفیت کے ساتھ جنت میں رہیں گے اور اس قدر خوش وخرم اور مطمئن رہیں گے کہ وہ اس جنت کے علاوہ کسی اور جگہ رہنے کو ہرگز پسند نہیں کریں گے اور اس جنت سے نکلنے کو ہرگز پسند نہیں کریں گے۔

﴿درس نمبر:۱۲۲۲﴾ سمندر پر سمندر ختم ہو جائیں مگر کلماتِ ربانی ختم نہ ہوں ﴿الکھف:۱۰۹﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے لَّوْ كَانَ اگر ہو جائے الْبَحْرُ مِدَادًا سمندر (کا پانی) روشنائی لِّكَلِمٰتِ رَبِّىْ میرے رب کی باتوں (کو لکھنے) کے لیے لَنَفِدَ تو یقیناً ختم ہو جائے الْبَحْرُ سمندر قَبْلَ اس سے پہلے اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ کہ ختم ہوں باتیں رَبِّىْ میرے رب کی وَلَوْ جِئْنَا اگرچہ ہم لے آئیں بِمِثْلِهٖ اس کی مثل مَدَدًا بطورِ مدد ۝

ترجمہ: (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ: "اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر روشنائی بن جائے تو میرے رب کی باتیں ختم نہیں ہوں گی کہ اُس سے پہلے سمندر ختم ہو چکا ہوگا، چاہے اُس سمندر کی کمی پوری کرنے کے لئے ہم ویسا ہی ایک اور سمندر کیوں نہ لے آئیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے پیغمبر! آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر روشنائی بن جائے تو میرے رب کی باتیں ختم نہیں ہوں گی

۲۔ رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو چکا ہوگا

۳۔ چاہے اس سمندر کی کمی پوری کرنے کے لئے ہم ویسا ہی ایک اور سمندر کیوں نہ لے آئیں؟

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور اس کے اوصاف، اس کی عظمت و وقعت اور اس کی بلندی اور کبریائی اتنی عظیم ہے کہ اگر ان کلمات کو لکھنے کیلئے سمندر کا پانی روشنائی کے طور پر استعمال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے کمالات اور اس کی کبریائی اور بڑائی لکھتے لکھتے سمندر کی روشنائی ختم ہو جائے گی، مگر اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ اگر اس سمندر کے جیسا اور ایک سمندر بھی لایا جائے تب بھی سمندر تو ختم ہو جائے گا مگر اللہ کی باتیں ختم نہیں ہوں گی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات کیلئے حد نہیں ہے۔ ہر چیز کی حد ہے، زمین کی ایک حد ہے، سورج کی ایک حد ہے، آسمان کی ایک حد ہے، مگر اللہ کے کلمات کی کوئی حد نہیں ہے۔

اس آیت سے متعلق ایک فارمولہ بھی آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے کہا کہ میں دل میں ارادہ کرتا ہوں کہ آخر رات میں بیدار ہو کر نماز پڑھوں، مگر نیند غالب آجاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تم سونے کیلئے بستر پر جاؤ تو سورۂ کہف کی آخری آیتیں قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ سے آخر سورت تک پڑھ لیا کرو تو جس وقت بیدار ہونے کی نیت کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اس وقت بیدار کر دیں گے۔ (رواہ الثعلبی۔ درس نمبر:۱۱۹۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش نے یہودیوں سے کہا کہ ہم کو کوئی ایسا سوال دو جو ہم اس شخص (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) سے پوچھیں، تو یہودیوں نے کہا کہ اس شخص سے روح کے بارے میں پوچھو۔ چنانچہ قریش نے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے بارے میں پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل:۸۵) اور (اے پیغمبر!) یہ لوگ تم سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ: ''روح میرے پروردگار کے حکم سے (بنی) ہے اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بس تھوڑا ہی سا علم ہے۔'' اس وقت یہودیوں نے کہا کہ ہم کو تو بہت علم دیا گیا ہے۔ ہم کو تورات دی گئی ہے اور جس کو تورات دی گئی گویا اس کو بہت زیادہ بھلائی دی گئی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىْ۔ الخ۔

رب سے ملاقات کا آرزومند اعمالِ صالحہ میں لگ جائے

﴿درس نمبر:۱۲۲۳﴾ ﴿الکہف:۱۱۰﴾

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے! اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ میں (تو) بشر ہوں مِّثْلُكُمْ تمہاری ہی طرح يُوْحٰٓى وحی کی جاتی ہے اِلَيَّ میری طرف اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ بلاشبہ تمہارا معبود اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ایک ہی معبود ہے فَمَنْ چنانچہ جو شخص کہ كَانَ

یَرْجُوْا وہ امید رکھتا ہے لِقَآءَ ملاقات کی رَبِّهٖ اپنے رب سے فَلْيَعْمَلْ تو چاہئے کہ وہ عمل کرے عَمَلًا صَالِحًا عملِ صالح وَّلَا يُشْرِكْ اور نہ وہ شریک ٹھہرائے بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اپنے رب کی عبادت میں اَحَدًا کسی کو بھی ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ: کہہ دو کہ: ''میں تو تم ہی جیسا ایک انسان ہوں، (البتہ) مجھ پر وحی آتی ہے کہ تم سب کا خدا بس ایک خدا ہے۔ لہٰذا جس کسی کو اپنے مالک سے جا ملنے کی اُمید ہو اُسے چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے مالک کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے۔''

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا ایک انسان ہوں

۲۔ البتہ مجھ پر وحی آتی ہے کہ تم سب کا خدا بس ایک خدا ہے

۳۔ لہٰذا جس کسی کو اپنے مالک سے جا ملنے کی امید ہو

۴۔ اسے چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے

۵۔ اپنے مالک کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے

اے نبی! آپ لوگوں سے یہ بات کھل کر کہہ دیجئے کہ میں تو تم سب کی طرح بشر ہوں، نہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میں خدا ہوں اور نہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ ہاں! یہ فرق میرے اور تمہارے درمیان ضرور ہے کہ میری طرف وحی آتی ہے اور تمہاری طرف کوئی وحی نہیں آتی۔ یہ بات یاد رکھو کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے۔ تم ہرگز یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی اور ہے جس کی عبادت کی جا سکتی ہے۔ یہ قطعی فیصلہ ہے اللہ کا کہ معبود تو بس ایک ہی ہے۔ تم میں سے جو اپنے رب سے ملاقات کی آرزو اور تمنا رکھتا ہے تو اس کو اپنے رب سے ملاقات کرنے سے پہلے اس کی تیاری یہ کرنی ہوگی کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اس آیت کے پہلے جزئیہ کے ذریعہ اس حقیقت کا اعلان کیا جا رہا ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ بشریت کے سلسلہ میں تمہارے ہی جیسے ایک انسان ہیں۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ فرشتوں کی کوئی صفت ہے اور جو علم اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو بطورِ خاص دیا ہے آپ ﷺ اس علم کے حامل و مالک ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ پر وحی کا نزول ہوتا ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اس زمانہ کے کسی انسان پر یا آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کے انسانوں میں سے کسی انسان پر کوئی وحی نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ جہاں دوسری اہم باتیں رسولِ رحمت ﷺ کو بتلائی ہیں ان میں ایک اہم بات یہ ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے جس کو اللہ رب العالمین کہتے ہیں جو معبود برحق اپنی ذات میں اکیلا ہے اور اپنی صفت میں بے نیاز ہے۔ اس کی الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ پس تمہارا معبود تو وہ ایک ہی ہے جس کی عبادت تم پر واجب ہے۔

اس آیت سے یہ سبق ملا کہ جس کے دل میں اپنے رب سے ملاقات کا شوق ہو اس کو چاہئے کہ وہ فیصلہ کر لے کہ اپنی باقی زندگی کو اعمالِ صالحہ میں گزارے گا۔ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ طرطوش رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری عمر عزیز کے اوقات اپنے ہمعصروں سے مقابلے اور دوستوں سے میل جول ہی میں نہ گزر جائیں۔دیکھو!اللہ تعالیٰ نے اپنے بیان کو اس آیت پر ختم کیا ہے:فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا یعنی جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔جس شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ مرنے کے بعد اس کو اپنے رب سے ملنا ہے اور جس کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اطاعت کے بدلہ اجر وثواب کی امید ہو اس کو چاہئے کہ وہ نیک اعمال کے ذریعہ اپنے پروردگار کی قربت اور نزدیکی حاصل کرے اور ہر قسم کے ان کاموں سے بچے جن سے اللہ کا عذاب اور اس کا عقاب ہوتا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی بچی کچی زندگی کو اعمالِ صالحہ میں گزارنے کی توفیق بخشے اور اس کے لئے درکار اسباب و وسائل اور مواقع بھی عطا فرمائے اور عمل صالح کیلئے جو موانع یعنی رکاوٹیں ہیں ان سے ہماری حفاظت فرمائے۔آمین

الحمد للہ، آج بتاریخ ۷/مارچ ۲۰۲۲ سن عیسوی م ۳/شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ **عام فہم درسِ قرآن** کی تیسری جلد کی تفسیر مکمل ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ اس محنت کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے اور اس کوشش کو میری اور میرے آباء واجداد اور اساتذۂ کرام کی مغفرت ورفعِ درجات کا ذریعہ بنادے اور **عام فہم درسِ قرآن** کی باقی تین جلدوں کی تکمیل کیلئے مواقع واسباب عنایت فرمائے۔آمین

تَمَّتْ بِالْخَيْر

منبر و محراب فاؤنڈیشن انڈیا کے اغراض و مقاصد

(۱) ہر علاقہ کے عام مسلمانوں کو مسجد کے منبر و محراب سے جوڑنا اور سماج کے اہم ترین معاملات میں عملاً مسجد کو مرکزِ اسلامی قرار دینا

(۲) مساجد کے ائمہ و خطباء کو للناس اماما کا مصداق بنانا اور ان میں اپنے اپنے علاقہ کے ان مسلمانوں سے بھی رابطہ بڑھانے کی فکریں کرنا جو مسجد سے دور ہیں نیز برادرانِ وطن کے ذہنوں میں موجود غلط فہمی کو دور کرنا اور ان تک اسلامی پیغام پہنچانا

(۳) ہماری مسجدوں کو مسجد نبوی کے طرز پر کاربند رکھنے کی کوشش کرنا

(۴) مساجد کے ائمہ اور خطباء کو ملک کے بدلتے حالات اور چیلنجس سے باخبر رکھنا اور ہر جمعہ کیلئے ایسے مضامین تیار کرنا جس کی اس وقت ضرورت ہے اور اس کو ہر چہار شنبہ کو بذریعہ واٹس ایپ ترسیل کرنا

(۵) مالی پریشانیوں میں مبتلا ائمہ، خطباء اور موذنین کی مالی امداد کرنا اور ہنگامی حالات میں ان کی ہنگامی طبی امداد فراہم کرنا

(۶) لڑکیوں کو بے راہ روی سے روکنے اور خواتین کو دینِ اسلام سے جوڑے رکھنے اور ان کے ایمان و عقائد کی مضبوطی کے لئے وسیع پیمانہ پر مختلف محلّہ جات میں ملکی سطح پر مکاتب قائم کرنا

(۷) اسلام کے پیغامِ محبت، اخوت، ہمدردی و مساوات کو آیاتِ قرآنی اور احادیثِ شریفہ کے ذریعہ عام کرنا، مساجد کے باب الداخلہ پر اور آٹوز کی پشت پر اور دیگر عوامی مقامات پر ان مضامین پر مشتمل بیانرس آویزاں کرنا

(۸) ایک ایسا پلاٹ فارم تیار کرنا جس کے ذریعہ عوام و خواص کو مل بیٹھ کر درپیش مسائل کو حل کرنے کی راہیں ہموار ہوسکیں

(۹) مسلک و مکتبِ فکر سے بالاتر ہو کر ملی مسائل میں ائمہ و خطباء میں اتحاد پیدا کرنا۔

منبر و محراب فاؤنڈیشن نے اب تک کیا کیا؟

حیدرآباد کے مختلف محلّہ جات میں مسلم نوجوان طالبات اور خواتین کیلئے ساٹھ سے زائد مکاتب قائم ہو چکے ہیں اور مزید چالیس مکاتب کا فی الفور ارادہ ہے۔ حیدرآباد کے علاوہ نرمل، ظہیرآباد، کاماریڈی، کرنول، بیدر، گنٹور، بلڈانہ وغیرہ میں بھی مکاتب قائم ہو چکے ہیں۔ ہر زون کے لئے کوآرڈنیٹرس مقرر ہیں جو موقع بموقع ان مکاتب کا دورہ کرتے ہوئے جائزہ لیتے ہیں، ہر مکتب کی روزانہ حاضری واٹس ایپ کے ذریعہ مرکزی دفتر منبر و محراب فاؤنڈیشن پہنچ جاتی ہے جس کو دفتر کے آرگنائزر کمپیوٹرائزڈ کرتے ہیں۔ ان مکاتب میں ڈیڑھ ہزار سے زائد خواتین و طالبات روزانہ دو گھنٹہ کی ترتیب پر تعلیم و تربیت حاصل کر رہی ہیں۔ طالبات و خواتین کے لئے دو سالہ مسلمات کورس تیار کیا گیا ہے جس کی تفصیلات یہ ہیں۔

(۱) روزانہ عام فہم درسِ قرآن (مؤلف مولانا غیاث احمد رشادی صاحب) کا ایک درس جس میں عموماً دو یا تین آیتوں کی تفسیر ہوتی ہے اور ان آیتوں کا لفظی ترجمہ اور ترجمہ اور خلاصہ سمجھایا جاتا ہے۔

(۲) روزانہ عام فہم سیرت رسولِ رحمت ﷺ (مؤلف مولانا غیاث احمد رشادی صاحب) کا ایک سبق پڑھایا اور سمجھایا جاتا ہے اور اس سے متعلقہ سوالات و جوابات ذہن نشین کروائے جاتے ہیں۔

(۳) روزانہ دینی مسائل سے متعلقہ کتاب ''چراغِ دینیات'' (مؤلف مولانا غیاث احمد رشادی صاحب) کا ایک سبق پڑھایا جاتا ہے جس میں وضو، تیمّم، غسل، نماز، روزہ وغیرہ سے متعلقہ جزوی کئی مسائل موجود ہیں۔

(۴) شب و روز کی سنتیں اور آداب (جو مولانا غیاث احمد رشادی صاحب کی نگرانی میں تالیف کی گئی ہے) کا ایک سبق پڑھایا جاتا ہے جس میں زندگی کے مختلف کاموں سے متعلق آداب اور سنتیں مذکور ہیں۔

(۵) اس کے علاوہ نماز وغیرہ کی عملی مشق بھی کروائی جاتی ہے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ مختلف موضوعات پر بیانات کا سلسلہ بھی ہے۔

آٹوز کی پشت پر اور مساجد کے باب الداخلہ پر مختلف موضوعات پر بیانرس آویزاں

منبر ومحراب فاؤنڈیشن کے تحت مختلف موضوعات پر مساجد کے باب الداخلہ پر اور شہر حیدرآباد کے مختلف علاقوں کے ہزاروں آٹوز پر انسانیت، ہمدردی، محبت، اخوت اور اخلاقِ حسنہ پر مختلف احادیث چسپاں کئے جارہے ہیں۔

کورونا وائرس کے موقع پر لاک ڈاؤن کے دوران احتیاطی تدابیر بھی شہر کی مختلف مسجدوں میں آویزاں کئے گئے۔

ہزاروں ائمہ وخطباء کے لئے ایک سوستاسی (187) جمعہ کے بیانات کی ترسیل

منبر ومحراب فاؤنڈیشن سے ملک کے سات ہزار سے زائد ائمہ وخطباء منسلک ہیں۔ ملک کے بدلتے حالات اور چیلنجس سے نمٹنے کے لئے جن موضوعات پر مضامین کی ضرورت ہوتی ہے منبر ومحراب فاؤنڈیشن ہر جمعہ کیلئے ہر چہارشنبہ کی عصر کو بذریعہ واٹس ایپ مضمون کی پی ڈی ایف فائیل روانہ کرتا ہے جس کا مطالعہ کرتے ہوئے ائمہ وخطباء اپنی اپنی مساجد میں بوقتِ جمعہ بیانات کرتے ہیں۔ اب تک الحمدللہ منبر ومحراب فاؤنڈیشن گزشتہ ساڑھے تین سال سے پابندی کے ساتھ ایک سواسی مضامین ارسال کر چکا ہے۔ الحمدللہ سینکڑوں علماء کرام اس سلسلہ کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہر چہارشنبہ کی عصر کا بے چینی سے انتظار کرتے ہیں تاکہ وہ ان نئے موضوعات پر جمعہ میں بیان کرسکیں۔ چندا ہم موضوعات جواب تک ارسال کر چکے ہیں:

(۱) جھوٹ کی قباحت اور ہمارا معاشرہ (۲) برادرانِ وطن کو دین کی دعوت کیوں نہیں دیتے؟

(۳) حفاظتِ قرآن کا خدائی وعدہ اور دشمنانِ اسلام کی سازشیں (۴) جہیز کے بڑھتے مطالبات اور مسلم سماج

(۵) فتنوں کے دور میں راہِ عمل (۶) خدارا اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم سے آراستہ کریں

(۷) ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے! (این آر سی اور شہریت ترمیمی بل کیخلاف پُرامن احتجاج کی ضرورت)

(۸) ملک کے موجودہ حالات؛ مسلمان کیا کریں؟ (این آر سی اور شہریت ترمیمی بل کے پس منظر میں)

(۹) ووٹ کی شرعی حیثیت اور ہماری ذمہ داری (۱۰) اپنے ووٹ کا صحیح استعمال ہی روشن مستقبل کی ضمانت

(۱۱) جمہوری نظام اور اس کا تحفظ

معاشی پسماندگی کا شکار ائمہ وخطباء کی خاموش امداد

لاک ڈاؤن کے موقع پر منبر ومحراب فاؤنڈیشن نے خاموش انداز میں ائمہ وخطباء کی عزت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے سینکڑوں ائمہ وخطباء کی مالی امداد کی۔ منبر ومحراب فاؤنڈیشن کا تعلق بطورِ خاص چونکہ ائمہ وخطباء سے ہے اور یہ ادارہ چونکہ ائمہ وخطباء کا نمائندہ ادارہ ہے اس لئے یہ ادارہ ان ائمہ وخطباء کی معاشی پستی پر خاموش رہ نہیں سکتا۔ بلڈانہ مہاراشٹرا کے پچیس علماء کرام کو گزشتہ

ڈیڑھ سال سے مسلسل ہر ماہ جزوی امداد کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ان شاء اللہ ماہِ رمضان المبارک میں بھی ایسے ائمہ وخطباء جن کی معاشی پستی کی اطلاع ہوگی بعد تحقیق خاموش انداز میں ان کی امداد کی جائے گی۔

امداد کے آسان طریقے

(۱) ایک مرکز نسوان کی کفالت : ماہانہ 7000 روپے سالانہ 84000 روپے

ہر اسپانسر کو ان سے متعلقہ سنٹر کا نمبر دیا جائے گا اور ہر ماہ اس مکتب کی حاضری اور ماہانہ امتحانات کے نتائج وغیرہ بذریعہ واٹس ایپ ارسال کئے جائیں گے تا کہ کفالت لینے والوں کو اطمینان بھی ہو اور خوشی بھی۔ واضح ہو کہ ہر سنٹر پر پچیس سے تیس طالبات وخواتین عموماً تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

(۲) ایک سو آٹو ز پر آیات واحادیث کے پوسٹرس آویزاں کرنے کیلئے 6000 روپے

دوسو پوسٹرس کے لئے 12000 روپے چارسو پوسٹرس کے لئے 24000 روپے

(۳) حیدرآباد کے علاوہ ملک کی مختلف ریاستوں کے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں مکاتب ومراکز کیلئے درکار کتابوں کی اشاعت کیلئے تعاون۔ جو حضرات بھی ان کتابوں کی اشاعت میں حصہ لیں گے ان کا نام کتاب کے ٹائٹل پر دیا جائے گا تا کہ دوسروں کو بھی اشاعت میں حصہ لینے کی ترغیب ہو، بشرطیکہ کم از کم ایک ہزار کتابوں کی اشاعت میں حصہ لیں۔

ہندوستان بھر میں اس نصاب کو وسیع پیمانہ پر پھیلانے کیلئے ہزاروں کتابوں کی شدید ضرورت ہے۔ منبر ومحراب فاؤنڈیشن اضلاع اور دیہاتوں میں مراکز نسواں قائم کرنے والوں کو نصاب کی مندرجہ ذیل کتابیں مفت دینے کا عزم رکھتا ہے۔ طباعت کے اخراجات کی تفصیلات یہ ہیں:

(۱) عام فہم سیرت رسولِ رحمت ﷺ ۔صفحات 144

تعداد اشاعت	اخراجات
1000 کتابوں کی اشاعت کے لئے	29000 روپے
2000 کتابوں کی اشاعت کے لئے	49000 روپے

(۲) شب وروز کی سنتیں اور آداب۔صفحات 96

1000 کتابوں کی اشاعت کے لئے	20000 روپے
2000 کتابوں کی اشاعت کے لئے	34000 روپے

(۳) چراغِ دینیات (مسائل کی کتاب)۔صفحات 84

1000 کتابوں کی اشاعت کے لئے	19000 روپے
2000 کتابوں کی اشاعت کے لئے	32000 روپے

❁❁❁❁❁